علم اسلام کے اکابر علمائے کرام کے جدید فقہی مسائل پر مقالہ جات اور مناقشات کا مجموعہ نئی ترتیب کے ساتھ

سلسلہ

جدید فقہی مباحث

مع تقاریظ علمائے کرام

۲۵

- غذائی مصنوعات کا حکم اور حلال سرٹیفکٹ کا اجراء
شرعی اصول اور شرائط و معیار
- نشہ آور اشیاء کی تجارت اور استعمال کے شرعی احکام

تحقیقات اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا



زیر سرپرستی

حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم

تاثرات

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

مفتی اعظم پاکستان جناب مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم

شیخ الاسلام جناب حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب دامت برکاتہم

دار الاشاعت

اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان

عالم اسلام کے اکابر علمائے کرام کے جدید فقہی مسائل پر مقالہ جات اور مناقشات کا مجموعہ نئی ترتیب کے ساتھ

سلسلہ

جدید فقہی مباحث

مع تقاریظ علمائے کرام

جلد 25

غذائی مصنوعات کا حکم اور حلال سرٹیفکٹ کا اجراء

نشہ آور اشیاء کی تجارت اور استعمال کے شرعی احکام

تحقیقات اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

زیر سرپرستی

حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم

تاثرات

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

مفتی اعظم پاکستان جناب مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم

شیخ الاسلام جناب حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب دامت برکاتہم

دار الاشاعت

اردو بازار ۰ ایم اے جناح روڈ ۰ کراچی پاکستان

ہمارے اس ایڈیشن میں 80 میں سے تقریباً 58 مباحث پہلی مرتبہ صرف پاکستان میں طبع ہوئے ہیں۔ ہم اسلامی فقہ اکیڈمی کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے تمام مسودات و کمپوزنگ بذریعہ ای میل مرحمت فرمائے۔ جزاک اللہ

باہتمام: خلیل اشرف عثمانی

طبع اول: نومبر 2017ء

تعداد: 500

طباعت: عابد پرنٹنگ پریس غریب آباد کراچی

﴿.........ملنے کے پتے.........﴾

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
مکتبہ معارف القرآن جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم اردو بازار کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد

ادارۂ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور و اردو بازار کراچی
مسٹر بکس جناح سپر مارکیٹ اسلام آباد
دارالاخلاص صدف پلازہ محلہ جنگی پشاور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

﴿انگلینڈ میں ملنے کے پتے﴾

AZHAR ACADEMY LTD.
54-68 LITTLE ILFORD LANE
MANOR PARK, LONDON E12 5QA

ISLAMIC BOOKS CENTRE
119-121, HALLI WELL ROAD
BOLTON BL 3NE, U.K.

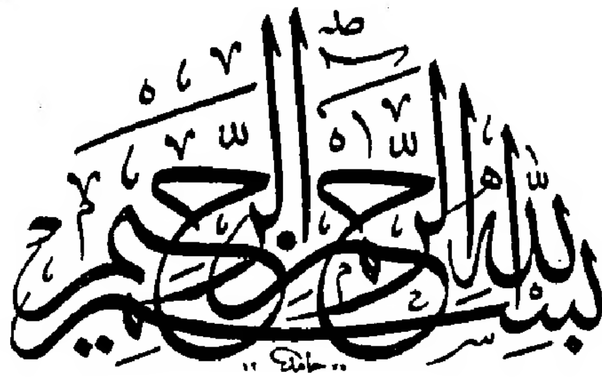
﴿امریکہ میں ملنے کے پتے﴾

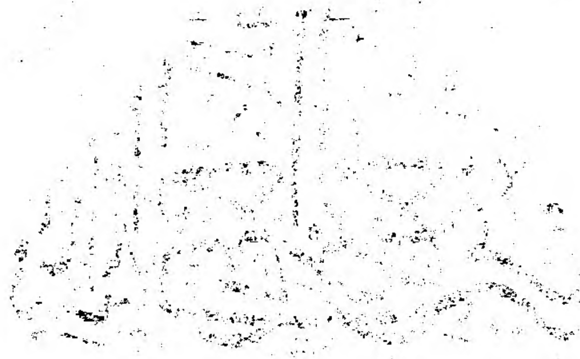
MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

فہرست مضامین سلسلہ جدید فقہی مباحث




بسم الله الرحمن الرحيم



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اللہ تبارک وتعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے دارالاشاعت کراچی کو پاکستان میں 1949ء سے تمام موضوعات پر اسلامی کتب کی طباعت اور اشاعت کی سعادت حاصل رہی ہے، یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل، تمام بزرگوں کی دعاؤں اور اکابر کی خدمات کا ثمرہ ہے، اسی محنت ولگن اور جذبے سے یہ خدمت تیسری نسل یعنی موجودہ ذمہ داران بھی کررہی ہے اور اب چوتھی نسل کے نمائندے بھی ماشاء اللہ اس کام میں شریک ہوگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کام کو مکمل اخلاص کے ساتھ جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے جو کمی کوتاہی اس میں رہ جاتی ہے اس پر معاف فرمائے۔ (آمین)

تمام قارئین جو ماشاء اللہ ذی علم حضرات ہیں ان کے تعاون اور دعاؤں سے ہی یہ کام انجام پاسکا ان سب حضرات سے بھی دونوں جہاں میں کامیابی کی دعا کی درخواست ہے۔

زیر نظر مجموعہ ''سلسلہ جدید فقہی مباحث'' کا موجودہ ایڈیشن جو بڑے سائز کی 26 جلدوں میں طبع ہوئی ہے اس میں تقریباً 70 مختلف مستقل موضوعات پر کتب جو ہندوستان میں قائم ادارہ ''اسلامی فقہ اکیڈمی'' کی طویل کوششوں سے وجود میں آئیں، فقہ اکیڈمی کے سرپرست حضرات مدظلہم کی بصیرت اور کوششوں سے بڑے بڑے نامور اکابر علماء کے مقالے ان جدید فقہی موضوعات پر جمع ہوکر علمی تحقیقات کرنے والوں کے لیے بڑا زبردست ذخیرہ جمع کردیا ہے، جسے نامور اکابر ملت نے بڑی خدمت قرار دیا ہے، آئندہ صفحات میں ان بزرگوں کی تقاریظ شامل ہیں۔

ہمارے اس ایڈیشن سے قبل اس کتاب کا تقریباً چوتھائی سے بھی کم حصہ طبع ہوا تھا، جس کا معیار بھی مناسب نہ تھا اور اس کی دستیابی بھی مستقل نہ ہونے کی وجہ سے اہل علم پریشان رہتے تھے، ضرورت تھی کہ نہ صرف معیار بہتر ہو اور مستقل فراہمی بھی رہے۔ ''منتظمین اسلامی فقہ اکیڈمی دہلی انڈیا'' کی خواہش تھی کہ پاکستان میں کوئی ایسا دارہ ہو جو ان کے مقاصد کو بھی پورا کرتا ہو اور مکمل اشاعت بھی کرسکتا ہو، تاکہ اس علمی ذخیرہ کی پاکستان میں اشاعت کی ذمہ داری اس کے سپرد کی جائے۔

اس مقصد کے لیے تقریباً اب سے سات سال قبل انہوں نے دارالاشاعت کراچی کو تحریری اجازت مرحمت فرمادی تھی، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اگر ہماری طرف سے اس میں تساہل یا کوتاہی کی گئی تو وہ کسی اور ناشر کو خدمات سونپ دیں گے۔ ارادے کے باوجود بعض مصالح اور حکمتوں کے سبب اسلامی فقہ اکیڈمی سے اپنے عذر کو واضح کردیا گیا اور اس کی اشاعت کا ارادہ ترک کردیا گیا۔

2015ء میں اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا کے سابقہ داعیہ کے ایک صاحب علم نے پیغام دیا کہ پاکستان میں اس کتاب کی مکمل اور مستقل اشاعت نہ ہونے کے سبب وہ پھر چاہتے ہیں کہ اس کا کوئی مستقل انتظام ان کے مطلوبہ معیار ومقاصد کے مطابق ہوجائے بہر حال! پھر دوبارہ ایک مفصل تحریری اجازت نامہ ان حضرات نے پاکستان کے لیے ہمیں جاری فرمایا اور تمام مطبوعہ وغیر مطبوعہ کمپیوٹر کمپوزنگ یا جس شکل میں بھی یہ ذخیرہ تھا انہوں نے مذکورہ صاحب علم صاحب کے ذریعے ہمیں فراہم کیا، ان دو سالوں میں طویل محنت واخراجات کرکے اب اسے طبع کرنے کے لیے تیار کرلیا گیا ہے۔ اب پاکستان میں اس ذخیرہ کی اشاعت کے حقوق

قانونی طور پر بھی دارالاشاعت کراچی ہی کے پاس ہیں، تقریباً 22 کتب اس میں سے پہلے شائع ہوئی تھیں، ان کے علاوہ تمام ذخیرہ پہلی مرتبہ طبع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے، یہ ذخیرہ پہلے انڈیا میں شائع نہیں ہوا تھا۔

ہم نے اپنے اس جدید ایڈیشن میں ترتیب یا جن دیگر خصوصیات سے اسے مزین کیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱......اسلامی فقہ اکیڈمی کی طرف سے پرانے شائع شدہ نسخوں میں کسی بھی بحث کے نتیجے میں جمع ہونے والے مقالے شائع کر دیے جاتے تھے، پھر بعد میں ان میں یہ اضافہ کیا گیا کافی جگہ اکیڈمی نے ان بحثوں کے نتیجے میں جو فیصلہ کیا اس کا اضافہ اس موجودہ نسخے میں شامل ہے۔

۲......پورے علمی ذخیرے کو از سر نو بڑے سائز میں کمپوز وسیٹنگ سے آراستہ کیا گیا ہے بعض مقامات پر ایسا محسوس ہوتا ہے بات ادھوری رہ گئی ہے تو قدیم نسخوں اور اصل مسودے میں بھی اسی طرح نامکمل ہے۔

۳......پورے علمی ذخیرے کی نئی ترتیب یا جلد بندی اس طریقہ پر کی گئی ہے کہ ممکنہ طور پر ایک جیسے موضوعات پر مباحث ایک جلد میں آ جائیں، پہلے طبع شدہ نسخے میں یہ صورت نہ تھی۔ مثلاً اسلامی بینکنگ کے عنوان سے ایک موضوع چوتھی جلد میں ہے تو اسی عنوان سے دوسرا موضوع ۱۳ نمبر جلد میں ہے، اب یہ کوشش کی گئی ہے کہ ایک جیسے موضوع ایک ہی جلد میں آ جائیں۔

۴......ممکن ہے کہ استفادہ کرنے والے حضرات کو ایسا محسوس ہو کہ کمپوزنگ بہت جلی نہیں ہے اسے ذرا بڑا بھی رکھا جا سکتا تھا لیکن اس سے مجموعہ کے صفحات اور جلدوں میں بہت اضافہ ہو رہا تھا اور اس کی قیمت بھی قارئین پر ایک بوجھ ہوتی۔ مزید یہ کہ گزشتہ طبع شدہ نسخوں کا قلم بھی تقریباً اس جیسا ہی تھا۔

۵......بحمد للہ! اب ''سلسلۂ جدید فقہی مباحث'' کا سائز بھی دیگر فقہی کتب کی طرز پر ہو گیا، کاغذ، طباعت اور جلد سازی کا معیار بھی بہت نمایاں اور بہتر ہو گیا۔

۶......اس ذخیرہ کی قیمت بھی بازار میں دستیاب کتب کے مقابلے میں معیار وغیرہ کو دیکھتے ہوئے بہت مناسب رکھی گئی ہے۔

امید ہے کہ اہل علم حضرات، یونیورسٹیاں، لائبریریاں، اس علمی ذخیرے کی پذیرائی کریں گی اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ درخواست اور دعا ہے کہ ہماری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرمائیں اور دنیا و آخرت دونوں کے لیے نافع بنا دیں (آمین)

والسلام

خلیل اشرف عثمانی

مدیر کتب خانہ دارالاشاعت

اردو بازار کراچی

8/7/2017

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چند تاثرات برائے اسلامی فقہ اکیڈمی ہند

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب مدظلہ العالی

صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

''اسلامک فقہ اکیڈمی ہند'' ایک ایسا ادارہ اور تنظیم ہے جس پر ہندوستانی مسلمانوں...... بالخصوص علماء اور دینی غیرت وفکر رکھنے والے ہندوستانی مسلمانوں کو فخر اور فخر سے زیادہ خدا کا شکر کرنے کا حق حاصل ہے، یہ ایک خالص تعمیری وفکری، علمی اور فقہی تنظیم اور اجتماعیت ہے جس میں ملک کے ممتاز، صحیح العقیدہ وصحیح الفکر اور وسیع العلم علماء اور کارکن شامل ہیں۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ العالی

صدر دار العلوم کراچی پاکستان

''مجھے بے انتہا مسرت بھی اور کسی قدر حسرت بھی، مسرت اس بات کی کہ ہندوستان کے علمائے کرام نے وہ عظیم الشان کام شروع کیا ہے جس کی پورے عالم کو اور اقلیت والے ملکوں کو شدید ضرورت ہے اور حسرت یہ ہے کہ ہم پاکستان میں ہونے کے باوجود منظم اور بڑے پیمانے پر یہ کام شروع نہ کرسکے۔...... فقہ اکیڈمی نے بڑا اہل قدم اٹھایا ہے، مدت سے اس کا انتظار تھا۔

تقدیم

شیخ الاسلام جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی

نائب رئیس مجمع الفقہ الاسلامی جدہ

بمناسبت خطبہ صدارت چوتھے فقہی سیمینار منعقدہ ۱۹۹۲ء حیدر آباد (دکن)

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى: اما بعد!

میرے لیے یہ بات بہت بڑے اعزاز اور خوشی ومسرت اور یادگار کی حیثیت رکھتی ہے کہ اللہ جل جلالہ کے فضل وکرم سے مجھے اس عظیم الشان علمی ادارے کے چوتھے فقہی مذاکرہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ میں اپنے محترم بزرگ جناب مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی دامت برکاتہم کا اور اس اسلامک فقہ اکیڈمی کے تمام منتظمین کا تہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے اس محفل میں شرکت کا موقع عنایت فرمایا اور نہ صرف ایک سامع اور شریک کی حیثیت میں بلکہ اس افتتاحی اجلاس کی صدارت کی ذمہ داری بھی مجھ ناچیز کو سونپی۔ اس سے پہلے اگرچہ اکیڈمی کی طرف سے ہر سال مجھے دعوت موصول ہوتی رہی لیکن میں اپنے بعض مشاغل کی وجہ سے حاضر خدمت نہ ہوسکا۔ مولانا مجاہد الاسلام قاسمی دامت برکاتہم سے میرا غائبانہ تعارف ایک طویل مدت سے ہے، لیکن میں ان کو ایک فقیہ، ایک عالم کی حیثیت سے جانتا تھا، مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر ایک مخفی جوہر، مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کا بھی ودیعت کر رکھا ہے۔ آج اس محفل میں شرکت کرنے کے بعد ہندوستان کے علماء اور علم وفضل کے پیکر حضرات سے ملاقات کر کے اس بات کا اندازہ ہو رہا ہے کہ انہوں نے اس اکیڈمی کو قائم کر کے کتنا بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان کے اس کارنامے کو قبول فرمائے اور اس کے اغراض ومقاصد کو اپنی رضا کے مطابق پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس موقع پر اس اکیڈمی کے اغراض ومقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے کہ اس اکیڈمی کا قیام جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کی تعمیل ہے۔ وہ ارشاد معجم طبرانی میں ایک روایت میں ہے جسے علامہ ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد میں بھی ذکر کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ!

"اذا جاء نا امر ليس فيه أمرو لا نهي فما ذا تأمرنا فيه"

یا رسول اللہ! اگر ہمارے سامنے کوئی ایسا سوال آجائے، ایسا قضیہ سامنے آجائے جس کے بارے میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں کوئی صریح حکم موجود نہ ہو تو اس صورت حال میں آپ ہمیں کس بات کا حکم دیتے ہیں، ایسے موقع پر مجھے کیا کرنا چاہیے۔ حضرت نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"شاوروا الفقهاء العابدين ولا تمضوا فيه برای خاص"

کہ ایسے موقع پر فقہاء عابدین سے مشورہ کرو اور اس میں انفرادی رائے کو نافذ نہ کرو، محض انفرادی فتویٰ کو، محض انفرادی رائے کو لوگوں پر مسلط کرنے کی بجائے فقہاء عابدین سے مشورہ کرو، اور اس مشورہ کے نتیجہ میں جس مقام پر پہنچو اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سمجھو۔

یہ ہے وہ ارشاد جس کے ذریعہ نبی کریم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام قیامت تک پیدا ہونے والے تمام نت نئے مسائل کا حل ہمارے لیے تجویز فرمایا اور وہ یہ کہ آخری وقت میں جب کہ اجتہاد مطلق کا تصور تقریباً مفقود ہو گیا ہے، اس دور میں نئے مسائل کو حل کرنے کا راستہ یہ ہے کہ فقہاء عابدین

کو جمع کیا جائے۔ مگر اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو صفتیں بیان فرمائی: ایک یہ کہ جن لوگوں کو جمع کیا جائے وہ تفقہ فی الدین رکھنے والے ہوں، دین کی صحیح سمجھ رکھنے والے ہوں۔ دین کے مزاج ومذاق کو اچھی طرح محفوظ کرنے والے ہوں، اور دوسری قید یہ لگا دی کہ وہ فقہاء محض فلسفی قسم کے نہ ہوں، جو نظریاتی طور پر فقیہ ہوں، نظریاتی طور پر اسلام کے احکام کو جانتے ہوں، جو محض علم رکھتے ہوں، لیکن اس علم پر خود عمل پیرا نہ ہوں۔ اس علم کو اپنی زندگی میں اپنائے ہوئے نہ ہوں، اور اس علم کو اپنی زندگی کا منتہائے مقصود نہ بنایا ہو، تو ایسے فقہاء سے مشورہ کرنے کا کوئی حاصل نہیں، اس لیے کہ دین، یہ محض ایک نظریہ اور فلسفہ نہیں کہ ایک شخص محض فلسفہ کے طور پر اس کو اپنالے، اس کے حکم بیان کردے اور پھر بھی اس کا ماہر کہلائے، بلکہ یہ ایک عمل ہے۔ ایک پیغام ہے، ایک دعوت ہے۔ جب تک اس پر عمل صحیح طور پر نہیں ہوگا، اس وقت تک دین کی صحیح سمجھ حاصل نہیں ہوسکتی۔ میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ یہ بات فرمایا کرتے تھے:

”کہ اگر میرا علم بمعنی جان لینا کوئی کمال کی بات ہوتی تو شاید ابلیس سے بڑا صاحب کمال اس کائنات میں کوئی نہ ہوتا۔“

اس لیے کہ جہاں تک جاننے کا تعلق ہے صرف جان لینے کا، علم حاصل کر لینے کا، تو ابلیس کو علم بہت بڑا حاصل تھا، بہت کچھ علم اس کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا، اور عقل کے اعتبار سے بھی آپ دیکھیں تو عقل، خالص عقل، جو وحی کی رہنمائی سے آزاد ہو، اس عقل کے اعتبار سے اس نے جو دلیل پیش کی، سجدہ نہ کرنے کی، کہ اے اللہ! تو نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور مجھ کو آگ سے پیدا کیا، تو میں افضل ہوں، اس لیے کہ آگ افضل ہے مٹی کے مقابلے میں، تو اگر عقل کو وحی کی رہنمائی سے آزاد کر دیا جائے تو خالص عقل کی بنیاد پر اس کی دلیل کا توڑ پیش نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اس سارے عقل اور اس سارے علم کے باوجود وہ راندۂ درگاہ ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے نکالا گیا، اس لیے کہ وہ علم نرا علم تھا، دانستن کے معنی میں اس پر عمل نہیں تھا۔ اس کو اپنی زندگی میں اپنائے ہوئے نہیں تھا، آپ کو معلوم ہے کہ آج ہمارے اس دور میں جتنے مستشرقین ہیں، اگر آپ ان کی لکھی ہوئی کتابیں دیکھیں تو ان میں اسلامی کتابوں کے ڈھیر ملیں گے۔ اتنی کتابوں کے حوالے ملیں گے کہ بسا اوقات ہمارے عالم دین اتنی کتابوں کا مطالعہ نہیں کرتے ہیں۔ لیکن سارا علم اور ساری معلومات حاصل کرنے کے بعد اس علم کا اتنا فائدہ نہیں اٹھا سکے کہ ایمان کی دولت حاصل کر لیتے۔ یہودی کے یہودی، عیسائی کے عیسائی رہے۔ تو معلوم ہوا کہ صرف فقہ کا عالم ہو جانا کافی نہیں، اور صرف فقہ کے عالم ہو جانے سے وہ مقام حاصل نہیں ہو جاتا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نئے مسائل کو حل کرنے کے لیے تجویز فرمایا بلکہ قید لگا دی کہ فقہاء کے ساتھ عابدین ہونے چاہیے، عبادت گزار ہونے چاہیے۔ یہ حدیث میں نے اس وجہ سے سنائی کہ آج کثرت سے یہ آوازہ بلند ہوتا رہتا ہے، مختلف حلقوں کی طرف سے کہ صاحب دین کی تفہیم اور دین کی تعبیر کا حق صرف علماء ہی کو کیوں حاصل ہے۔ ہر مسلمان بہ حیثیت ایک مسلمان وہ دین کی تفہیم وتشریح کیوں نہیں کرسکتا۔ ہر آدمی کھڑا ہو کر یہ آواز بلند کہتا ہے کہ میں قرآن کریم سے احکام شرعیہ کا استنباط کرسکتا ہوں۔ یہ دین کی تفہیم وتعبیر کا سارا حق اٹھا کر علماء کی جھولی میں کیوں ڈال دیا گیا۔ علماء کی اجارہ داری کیوں قائم کر دی گئی۔

تو جواب دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ تشریح وتعبیر کا حق صرف فقہاء عابدین کو حاصل ہے، صرف فقہاء کو بھی نہیں بلکہ فقہاء عابدین کو، اس کے سوا کوئی قرآن وسنت کے احکام کی صحیح تفسیر وتشریح نہیں کرسکتا۔

یہ عجیب واقعہ ہے کہ دنیا کے ہر علم وفن میں کوئی ذمہ دارانہ بات کہنے کے لیے ساری دنیا میں یہ شرط عائد کی جاتی ہے کہ اس فن کا اس نے علم حاصل کیا ہو، اس کی ڈگری حاصل کی ہو، کوئی شخص آج تک ایسا پیدا نہیں ہوا جو کہتا ہو کہ انگریزی جانتا ہوں، میڈیکل سائنس کی کتابیں مطالعہ کر کے میں علاج کرسکتا ہوں، اگر میڈیکل سائنس کی کتابیں پڑھ کر محض مطالعہ کر کے ڈکشنریوں کے ذریعہ اس کے ترجمے دیکھ کر آدمی علاج کرنا شروع کردے تو سوائے قبرستان آباد کرنے کے اور کوئی خدمت انسانیت کی وہ انجام نہیں دے سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے دین کے اندر بھی یہ راستہ رکھا ہے کہ جب کتاب بھیجی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ بھیجا تاکہ آپ اس کی تعلیم دیں، اس کی تربیت دیں، اس کے معانی سکھائیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے سالہا سال کی محنت کر کے قرآن کریم کی ایک سورۃ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھی۔ اس لیے یہ نعرہ جو لگایا جاتا ہے کہ ہر شخص قرآن وسنت کے بارے میں جو چاہے کہہ سکتا ہے اس کا جواب اس مکمل حدیث کے اندر موجود ہے۔ اور جیسا کہ میں نے عرض کیا مجمع الفقہ الاسلامی اسی حدیث کی

تعلیم معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس حدیث پر عمل کرنے کا صحیح نور، اس کی صحیح برکت اور اس کا صحیح فائدہ مجمع کو عطا فرمائے۔

جیسا کہ مجھ سے پہلے کئی حضرات اس پر روشنی ڈال چکے ہیں کہ اس مجمع (اکیڈمی) کے قیام کا اصل مقصد ان نئے مسائل کا حل تلاش کرنا ہے جو اس امت مسلمہ کو درپیش ہیں اور کوئی شک نہیں کہ علماء کے نقطہ نظر سے یہ وقت کا اہم ترین تقاضہ ہے کہ علماء باہم سر جوڑ کر ان مسائل کا حل امت مسلمہ کے سامنے پیش کریں جو آج امت مسلمہ کے لیے چیلنج بنے ہوئے ہیں۔ لیکن جب میں یہ کہتا ہوں کہ وقت کا بہت بڑا تقاضہ ہے کہ علماء یہ کام کریں تو مجھے چند وہ جملے بھی یاد آتے ہیں جو بسا اوقات مختلف حلقوں کی طرف سے بار بار اٹھائے جاتے ہیں کہ علماء کو وقت کے تقاضے کے پیچھے چلنا چاہیے۔ علماء کو وقت کے تقاضوں کے مطابق کام کرنا چاہیے۔ اور وقت کے تقاضوں کو سمجھنا چاہیے۔ یہ جملہ جس اجمال کے ساتھ بولا جاتا ہے اس کا صحیح مطلب بھی ہوسکتا ہے اور غلط مطلب بھی ہوسکتا ہے وقت کے تقاضہ کا مفہوم بسا اوقات لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ مغرب میں جو ہوا چل کر آوے، مغرب سے جو فکر، جو فلسفہ جو نظریہ، جو طرز عمل ہمارے ملکوں میں درآمد ہو گیا، بجائے اس کے کہ ان کو بدلا جائے، اس کے بجائے اسلام کو بدل کر اس کے مطابق کیا جائے، اسے وقت کا تقاضہ قرار دیا جاتا ہے۔

ایک زمانہ تھا کہ سود، ربوا کا چلن ہوا تو لوگوں نے یہ کہنا شروع کردیا کہ صاحب اس وقت کا تقاضہ یہ ہے کہ مسلمان سود کو جوں کا توں قبول کرلیں...... ایک زمانہ آیا کہ اشتراکیت اور سوشلزم کا ڈنکا بجا، اور انہوں نے دنیا کے اندر اپنے نظریات کو پھیلانا شروع کیا، دنیا کے مختلف ملکوں اور سلطنتوں میں ان کا نظام رائج ہوا۔ اس کا شور شرابہ ہوا تو اس کے نتیجہ میں ایک جماعت نے یہ کہنا شروع کردیا کہ اس وقت کا تقاضہ یہ ہے کہ سوشلزم کو، اشتراکیت کو اسلام کے مطابق ڈھال دیا جائے وقت کا تقاضہ یہ ہے۔ غرض جو نئی وبا مغرب سے درآمد ہو اسلام کو اس کے مطابق بنانے اور اس کو اسلام کے اندر داخل کرنے کے لیے وقت کے تقاضہ کا عنوان استعمال کرلیا جاتا ہے۔

لیکن یہ مجمع الفقہ الاسلامی درحقیقت ایسے وقت کے نام نہاد تقاضوں کے پیچھے نہ ہے اور نہ ہوگی إن شاء اللہ تعالیٰ...... یہاں وقت کے تقاضوں سے مراد یہ ہے کہ بے شمار مسائل آپ کی زندگی کے اندر سے پیش آ گئے ہیں کہ ہمیں ان کا صریح حکم کتاب اللہ میں یا سنت رسول اللہ ﷺ میں یا فقہاء کرام کے کلام میں نہیں ملتا، جسے آپ اصلاحی اعتبار سے اجتہاد فی المسائل کہہ سکتے ہیں۔ تو اجتہاد فی المسائل کے ذریعہ ان مسائل کا حل تلاش کیا جائے اور وسعتِ نظر کے ساتھ کیا جائے۔ پورے اسلامی مزاج کے ساتھ کیا جائے، اس کے اندر کسی اجنبی نظریہ اور فلسفہ سے مرعوب ہو کر نہیں، بلکہ حقیقی اسلامی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کا حل اسلامی اصولوں کے دائرہ میں رہ کر تلاش کیا جائے اس سے باہر نہ جایا جائے، یہ ہے اس مجمع (اکیڈمی) کا اصل مقصد اور اسی لیے اس میں الحمد للہ مختلف الخیال، مختلف اداروں سے تعلق رکھنے والے موجود ہیں اور پچھلے دنوں جو تحقیقات سامنے آئی ہیں اللہ کے فضل و کرم سے ان میں ان بنیادی اصولوں کا لحاظ نظر آتا ہے۔ امید ہے کہ یہ اکیڈمی ان راستوں پر چلے گی، تو انشاء اللہ اس امت کے لیے بہترین مسائل کا حل پیش کرے گی...... لیکن میں آخر میں اس سلسلہ کے ایک اہم نکتہ کی طرف آپ حضرات کو توجہ دلانا چاہتا ہوں، بلکہ توجہ دلانا تو بے ادبی کی بات ہوگی۔ سارے حضرات اکابر علماء ہیں۔ محض تذکیر اور تکرار کے طور پر عرض کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ چوں کہ ہم ایک ایسے معاشرہ میں جی رہے ہیں جس میں مغرب کا سیاسی اور فکری تسلط قائم ہے۔ سیاسی اور فکری سیاسی اعتبار سے پوری دنیا کے اوپر مغرب مسلط ہے۔ فکری اعتبار سے بھی مغرب کے افکار اور ان کے نظریات و فلسفے مسلط ہیں۔ اور یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" جس کے پاس ہتھیار، جس کے پاس قوت ہو تو لوگوں کو بات بھی اسی کی سمجھ میں آتی ہے اور جلدی سے سینے میں اتر جاتی ہے۔ تو اس واسطے مغرب نے جو افکار ہمارے یہاں پھیلا دیئے اور صدیوں کی محنت کے بعد پھیلائے۔ ہمارے نظام تعلیم کے اندر وہ افکار پھیلا دیئے۔ ان کی موجودگی میں اس بات کا بڑا قوی اندیشہ ہے کہ بعض ایسی چیزوں کو وقت کی ضرورت قرار دیا جائے جو درحقیقت وقت کی ضرورت نہیں ہے۔ محض مغرب کے پروپیگنڈہ نے اسے وقت کی ضرورت قرار دے دیا۔ یہ وقت کی ضرورت ایک ایسا مجمل لفظ ہے جس کے اندر بہت کچھ سما سکتا ہے اس لیے وقت کی ضرورت کے ہتھیار کو استعمال کرتے ہوئے ان کی دو دھاریں اپنے ذہن میں رکھنی ضروری ہے۔ یہ دو دھاریں ہتھیار ہیں، اس سے امت مسلمہ کے مسائل بھی حل ہوسکتے ہیں اور اس سے امت مسلمہ کا کام

بھی تمام ہوسکتا ہے۔ اس لیے ہم جب وقت کی ضرورت کا لفظ استعمال کریں تو یہ بات ہمارے ذہن میں ہونی چاہیے کہ محض پروپیگنڈہ کے شور و شغب سے مرعوب ہوکر ہم یہ نہ کہہ بیٹھیں کہ یہ بھی وقت کی ضرورت ہے۔ بلکہ ہم یہ دیکھیں کہ ہمارے اپنے اصول، ہمارے اپنے قواعد کے لحاظ سے یہ ضرورت ہے یا نہیں؟

اسی ضمن میں یہ سوال بہ کثرت اٹھتا ہے کہ کیا ان مسائل کو طے کرتے وقت کسی ایک فقہی مذہب کی پیروی کرنی چاہیے یا مختلف فقہی مذاہب کو سامنے رکھ کر اور اس میں جو ضرورت کے مطابق معلوم ہو اس کو اختیار کر لینا چاہیے۔

میں خاص طور پر آپ حضرات سے باادب عرض کرنا چاہتا ہوں کہ خاص طور پر اس دور میں معاملات کے شعبہ میں چوں کہ معاملات پیچیدہ ہوتے ہیں، بے شمار مسائل سامنے آگئے ہیں، لہٰذا اگر یہ شخص حنفی مذہب کا پیروکار ہے اور وہ کسی ضرورت کی وجہ سے، عموم بلوی کی خاطر، وہ مسائل وقت کو حل کرنے کی خاطر دوسرے کسی امام کے قول کو اختیار کر لے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ یہ جائز ہے اور نہ صرف جائز ہے بلکہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو باضابطہ یہ وصیت فرمائی تھی کہ اس دور میں جب کہ معاملات پیچیدہ ہوگئے ہیں، اگر آئمہ اربعہ کے دائرہ میں رہتے ہوئے کسی بھی فقہی مذہب میں کوئی گنجائش مل جائے تو اس دور کے لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرنی چاہیے۔

لیکن اس میں ادق ترین جو نکتہ ہے جو بسا اوقات افراط و تفریط کا شکار ہوکر فراموش ہوجاتا ہے وہ یہ کہ مختلف مذاہب میں سے علوم بلوی کی خاطر کوئی قول اختیار کر لینا اور بات ہے اور اپنی خواہشات نفسانی کو پورا کرنے کی خاطر مذاہب کو گڈمڈ کرنا بالکل جدا شئے ہے یعنی اگر کوئی شخص محض اس بنیاد پر کہ میری خواہش نفسانی میرے مفاد ایک مذہب سے پورے ہو رہے ہیں دوسرے سے پورے نہیں ہو رہے ہیں تو اس بنیاد پر اگر وہ ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرتا ہے اپنے ذاتی مفاد کی خاطر تو اس کی کسی کے نزدیک اجازت نہیں، یہ اتباع ہوئی ہے۔ یہ خواہشات نفسانی کی اتباع ہے۔ اس کو تشہی کہا گیا ہے، یہ شہوت پرستی ہے، یہ خواہش پرستی ہے، محض اپنے ذاتی فائدہ یا ذاتی سہولت کی خاطر ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کر لیتا ہے اس کی مثال آپ حضرات کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

آج جب کہ ان مسائل کو حل کرنے کے لیے یہ عام رجحان پیدا ہوا۔ پورے عالم اسلام میں خاص طور پر عرب ممالک میں یہ رجحان بہت پیدا ہوا کہ ان معاملات کو حل کرنے کے لیے مختلف مذاہب سے رہنمائی حاصل کی جائے اور کسی ایک مذہب کی اتباع نہ کی جائے۔ جب یہ لے آگے بڑھی تو اس نے بعض اوقات یہ صورت اختیار کر لی کہ محض ضرورت کی خاطر نہیں، بلکہ محض ذاتی مفاد، ذاتی سہولت کی خاطر "جمع بین المذاہب" اور "تلفیق بین المذاہب" کا راستہ اختیار کر لیا...... اتباع ہوئی کے بارے میں علامہ ابن تیمیہ فتاویٰ کے اندر لکھتے ہیں:

"اگر کوئی شخص ذاتی خواہش کی خاطر دوسرے مذہب کو اختیار کرتا ہے تو یہ کسی کے نزدیک جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔"

حالانکہ علامہ ابن تیمیہ تقلید کے سخت مخالف ہیں۔ اتباع ہوئی کو وہ بھی حرام قرار دیتے ہیں۔ اس کی چھوٹی سی مثال پیش کرتا ہوں۔

ایک صاحب سے میری ایک بار ملاقات ہوئی میں اور وہ دونوں سفر پر تھے اور دونوں سفر کے عالم میں مقیم تھے۔ ہفتہ دس دن ایک جگہ ٹھہرنا تھا تو میں نے دیکھا کہ وہ "جمع بین الصلوٰتین" کر رہے ہیں۔ دو نمازوں کو جمع کر رہے ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے، امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک جائز ہے، امام مالکؒ کے نزدیک جائز ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جمع حقیقی جائز نہیں ہے۔ جمع صوری کو جائز کہتے ہیں۔ تو وہ جمع کر رہے تھے، انہوں نے امام شافعیؒ کے قول پر عمل کیا ہوگا۔ مگر میں نے دیکھا کہ وہ ہفتہ بھر مقیم رہے اور جمع بین الصلوٰتین کرتے رہے، تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ نے شافعی مسلک کو لے لیا تاکہ دو نمازوں کو جمع کرنے کی گنجائش مل جائے، میں نے عرض کیا کہ شافعی مسلک یہ بھی ہے کہ چار دن سے زیادہ ان کے یہاں قصر نہیں ہوسکتی۔ ان کے نزدیک مدتِ قصر صرف چار دن ہے۔ تو چار دن سے زیادہ مدتِ سفر نہیں ہوتی اور آپ تو ہفتہ بھر سے مقیم ہیں۔ تو کہنے لگے کہ میں نے اس معاملہ میں حنفی مسلک کو لے لیا۔ تو میں نے پوچھا کہ کیا آپ دلائل کے نقطۂ نظر سے یہ سمجھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں حنفیہ کا مسلک زیادہ قوی ہے اور اس معاملہ میں شافعیہ کا مسلک زیادہ قوی ہے۔ کہنے لگے کہ دلیل کے اعتبار سے تو میں نہیں سمجھتا لیکن میں نے دیکھا کہ یہ

میرے لیے زیادہ سوٹ کرتا ہے تو اس واسطے میں نے اس میں حنفی کا مسلک لے لیا اور اس میں شافعی کا مسلک لے لیا..... تو میری گزارش یہ ہے کہ محض ذاتی سہولت اور ذاتی مفاد، ذاتی راحت کے پیش نظر ایک مسئلہ میں ایک قول کو لے لینا اور دوسرے مسئلہ میں دوسرے قول کو لے لینا، یہ کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ یہ طریقہ اختیار کیا گیا تو اس سے دین کا حلیہ بگڑنے کا اندیشہ ہے۔ اس واسطے کہ ہر مذہب میں جو قول اختیار کیا گیا اس کے کچھ شرائط ہیں اس کے کچھ حدود ہیں۔ آپ نے ان شرائط کو مدنظر نہیں رکھا چھوڑ دیا اور ان شرائط کو مدنظر رکھے بغیر اور اس طرح سے "تلفیق بین المذاهب" کا سلسلہ شروع کر دیا تو اس کا نتیجہ سوائے اتباع ہویٰ کے اور کچھ نہیں ہوسکتا، اس لیے میری گزارش یہ ہے کہ بے شک دوسرے مذاہب خاص طور پر معاملات کے اندر دوسرے مذاہب سے لے لینے کی گنجائش ہے لیکن یہ اس وقت جب کہ واقعی کوئی ضرورت داعی ہو اور واقعۃً اس سے مسلمانوں کے کسی اجتماعی مسئلہ کا حل نکالنا مقصود ہو اور اس کا مقصد اتباعِ ہویٰ، تشہی اور ذاتی منفعت کو حاصل کرنا نہ ہو، اس صورت میں اس کی گنجائش ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ یہ علماء کا مجمع ہے، ان کے سامنے کہنے کی ضرورت نہیں تھی، لیکن یہ اس لیے میں نے تذکیراور تکراراً عرض کردی کہ جب ہم کسی ایک جانب جھکیں تو ایسا نہ ہو کہ دوسری جانب کا خیال ہمارے دل سے اوجھل ہو..... یہ کام بڑا نازک ہے، یہ پل صراط ہے۔ تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے۔ اس میں اس کا خیال رکھنا ہے کہ وقت کی ضروریات پوری ہوں، مسلمانوں کے مسائل حل ہوں اور دوسری طرف اس بات کا لحاظ رکھنا ہے کہ آپ مغرب کے اس جھوٹے پروپیگنڈے سے مرعوب نہ ہوں جو ہر نئی وبا کو وقت کی ضرورت کہہ کر ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ اس واسطے اس کا لحاظ رکھتے ہوئے ہم اس کام کو انجام دیں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس شریعت کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت رکھی ہے کہ یہ آنے والے ہر بڑے سے بڑے مسئلہ کا حل رکھتی ہے اور جب یہ تصور آپ کے سامنے رکھتے ہوئے جواب دیں گے تو ان شاء اللہ امت کے مسائل حل ہوں گے ......جیسا کہ مجھ سے پہلے حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی مدظلہم نے فرمایا کہ عالم کا کام صرف یہ نہیں ہے کہ وہ یہ کہہ دے کہ یہ حرام ہے بلکہ اس کا کام یہ بھی ہے کہ اگر کسی چیز کو حرام کہا ہے اور لوگوں کو اس کی ضرورت ہے تو اس کا متبادل حلال طریقہ بھی بتائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں جب حضرت یوسف علیہ السلام سے خواب کی تعبیر پوچھی گئی کہ بادشاہ نے خواب دیکھا ہے کہ:

"انی اری سبع بقرات سمان یاکلھن سبع عجاف..."

جب یہ پوچھا تو یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بعد میں بتائی کہ قحط آنے والا ہے لیکن اس قحط سے بچنے کا راستہ پہلے بتادیا:

"تزرعون سبع سنین دابا... فما حصدتم فذروه فی سنبله..."

تعبیر تو بعد میں بتائی کہ قحط آنے والا ہے اور پہلے قحط سے بچنے کا یہ راستہ بتایا کہ سات سال تک خوب جم کر زراعت کرو، اور خوشہ کے اندر گیہوں کو چھوڑ دو۔ تو بچنے کا طریقہ پہلے بتادیا اور خواب کی تعبیر بعد میں بتائی..... تو عالم کا کام محض حرام قرار دے کر ختم نہیں ہو جاتا، بلکہ متبادل راستہ بتانا بھی اس کی ذمہ داری ہے۔ اور یہ اکیڈمی درحقیقت اسی لیے قائم کی گئی ہے۔ اس کے لیے میں سمجھتا ہوں کہ دوسرے علوم وفنون کے ماہرین کی بھی ضرورت ہوگی۔ متبادل طریقوں کے سمجھنے اور اس کے تعین کے لیے وہ طریقے تجویز کئے جاسکیں جو قابل عمل ہیں۔

الحمدللہ! دیکھتا ہوں کہ مجمع الفقہ الاسلامی نے اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے دیگر علوم وفنون کے ماہرین سے بھی استفادہ کا سلسلہ جاری کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس اکیڈمی کو اپنے مقاصد حسنہ میں کامیابی عطا فرمائے، قدم قدم پر اس کی نصرت ودستگیری فرمائے، اس کے راستے کی دشواریوں کو دور فرمائے اور دین کی صحیح خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

میں اخیر میں ایک بار پھر اس کانفرنس کے منتظمین کا اور تمام حاضرین کا تہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس ناچیز کی گزارشات کو غور وتوجہ کے ساتھ سنا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

عالم اسلام کے اکابر علمائے کرام کے جدید فقہی مسائل پر مقالہ جات اور مناقشات کا مجموعہ نئی ترتیب کے ساتھ

سلسلہ
جدید فقہی مباحث

غذائی مصنوعات کا حکم اور حلال سرٹیفکٹ کا اجراء
شرعی اصول اور شرائط و معیارات

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے چوبیسویں فقہی سمینار منعقدہ مورخہ ۹-۱۱ر جمادی الاولی ۱۴۳۶ھ مطابق ۱ تا ۳ر مارچ ۲۰۱۵ء کو دار العلوم الاسلامیہ اوچیرہ، کیرالہ میں پیش کئے گئے علمی، فقہی اور تحقیقی مقالات کا مجموعہ

تحقیقاتِ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

زیر سرپرستی

حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم

دارُالاشاعت
اردو بازار ۰ ایم اے جناح روڈ ۰ کراچی پاکستان

مجلس ادارت

حصہ اول / غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

باب اول / تمہیدی امور

سوالنامہ:

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

غذا انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہے اور اس پر اس کی زندگی موقوف ہے، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بعض چیزیں اخلاقی اعتبار سے یا صحت کے لحاظ سے انسان کے لئے نقصان دہ ہیں، اور انسان کو مضرت سے بچانا شریعت کا بنیادی مقصد ہے، اس لئے اسلام میں حلال وحرام کے تفصیلی احکام کی رہنمائی کی گئی ہے۔

بنیادی طور پر انسانی غذا میں کام آنے والی چیزیں دو طرح کی ہیں؛ ایک: نباتات، دوسرے: حیوانات۔ نباتات سب کی سب حلال ہیں، اس سے صرف دو صورتیں مستثنیٰ ہیں: ایک وہ چیزیں جو نشہ پیدا کرنے والی ہوں، دوسرے وہ چیزیں جو انسان کے لئے مضر ہیں، ان کے علاوہ اگر کسی چیز سے نشہ تو نہ آتا ہو اور فوری ہلاکت بھی واقع نہ ہوتی ہو؛ لیکن وہ بتدریج انسان کی صحت کو شدید نقصان پہنچاتی ہو تو ان کا استعمال بھی ممانعت کے دائرہ میں آتا ہے، اگرچہ ان کی ممانعت مسکر اور مہلک چیزوں سے کم درجہ کی ہے۔

البتہ حیوانات میں بیشتر چیزوں کو منع کیا گیا ہے یعنی ان میں اصل حرام ہونا ہے جب تک کہ اس کا حلال ہونا کتاب وسنت سے ثابت نہ ہو؛ اسی لئے قرآن مجید میں حلال جانوروں کا جس قدر تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے، کم ہی دوسرے احکام پر اتنی وضاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے، پھر جو پرند، چرند حلال کئے گئے ہیں، ان میں بھی ایک کو چھوڑ کر سبھوں کے حلال ہونے کے لئے ذبح شرعی ضروری ہے، اور صحیح طریقہ پر ذبح کرنے کے باوجود اس کے بعض اجزاء کی حرمت وممانعت باقی رہتی ہے۔

موجودہ دور میں اس مسئلہ نے اس لئے زیادہ اہمیت اختیار کر لی ہے کہ نباتی اور حیوانی غذائی اشیاء سے کھانے پینے کے لئے مختلف مصنوعات تیار کی جاتی ہیں، اور جو چیزیں حلال ہیں ان میں بھی تیز رفتار نمو پیدا کرنے، تازگی برقرار رکھنے، دیرپا بنانے، لذت میں اضافہ کرنے، اور خوشنما شکل دینے کے لئے مختلف ایسے اجزاء استعمال کئے جاتے ہیں، جو انسانی صحت کے لئے سخت نقصان کا باعث بنتے ہیں، اس پس منظر میں بہت سے مسائل غور طلب ہیں، جن میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱- پیداوار بڑھانے کے لئے زمین میں ایسی کھاد استعمال کی جاتی ہے، جس میں بہت زیادہ سمیت ہوتی ہے، یہاں تک کہ اگر انسان اس کو اصل حالت میں کھالے تو عجب نہیں کہ اس کی موت واقع ہوجائے، یہ سمیت زمین کے واسطہ سے پودوں میں شامل ہوتی ہے، اسی طرح بعض دواؤں کا پھلوں پر چھڑکاؤ کیا جاتا ہے؛ تاکہ وہ کیڑوں سے محفوظ رہے، اگر کیڑے اس پر لگ جائیں تو مرجاتے ہیں، ان دواؤں کی سمیت کا اثر پھل میں بھی پہنچتا ہے، یہاں تک کہ ماضی قریب میں سعودی عرب نے لیبارٹری ٹیسٹ کے بعد ہندوستان کی

ہری مرچوں کا اور یورپین یونین نے ہندوستان کے آموں پر پابندی عائد کردی ہے، کیا پیداوار میں اضافہ اور پھلوں کو بچانے کے لئے ایسے زہر آلود مادوں کا استعمال کرنا جائز ہے، جس کا اثر کھانے والوں تک پہنچتا ہو اور وہ بتدریج خطرناک مثلاً کینسر جیسی بیماری کا سبب بنتا ہو۔

۲- پھلوں کو پکانے کے لئے ایسے کیمیکل استعمال کئے جاتے ہیں کہ وقت سے پہلے پھل پک جائیں، یا وہ دیکھنے میں خوشنما نظر آئیں، یا بعض اوقات انجکشن دیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ تیزی سے پک جاتا ہے اور ایک درجہ میں اس سے مٹھاس بھی پیدا ہو جاتی ہے، نیز کاٹنے کے بعد وہ پھل اس طرح نظر آتا ہے جیسا کہ فطری طور پر پکی ہوئی حالت میں ہوتا ہے، میڈیکل ماہرین کا خیال ہے کہ قبل از وقت پھل پکانے یا استعمال کئے جانے والے کیمیکل انسانی صحت کے لئے حد درجہ نقصان دہ ہیں تو کیا پھلوں کو جلد از جلد پکانے کے لئے یا کسی ترکاری کے حجم کو بڑھانے یا جلد تیار کرنے کے لئے ایسی زہریلی دواؤں کا استعمال جائز ہے؟

۳- دودھ دینے والے حلال جانوروں کے دودھ کی مقدار میں اضافہ کرنے اور اگر جانور نے فطری طور پر دودھ دینا بند کردیا ہو تو مصنوعی طور پر دودھ جاری کرنے کے لئے خاص قسم کے انجکشن لگائے جاتے ہیں، اس سے دودھ کی مقدار میں نمایاں اضافہ ہو جاتا ہے؛ لیکن بعض اطباء کا خیال ہے کہ یہ دودھ انسانی صحت کے لئے مضر ہے؛ کیوں کہ جو چیز غیر فطری طور پر پیدا کی جاتی ہے، عام طور پر وہ انسان کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے تو کیا دودھ میں اضافہ کے لئے ایسی تدبیروں کا استعمال کرنا جائز ہوگا؟

۴- بعض جانوروں کو فربہ کرنے کے لئے دواؤں کا بھی استعمال ہوتا ہے اور غذاؤں کا بھی، جیسے پولٹری فارم میں پیدا ہونے والے بچوں کو تیزی سے بڑھانے کے لئے، اس سے ان کو دوہرا فائدہ ہوتا ہے، ایک: گوشت کی مقدار میں اضافہ، دوسرے: کم مدت میں پرورش کی ذمہ داری سے فارغ ہو جائے، مرغی وغیرہ کی اصل غذا نباتات ہے، مچھلیاں پانی کے اندر پائے جانے والے نباتات یا چھوٹے آبی جانوروں سے اپنی غذائی ضرورت پوری کرتے ہیں، لیکن اب ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان کے لئے جو غذا تیار کی جاتی ہے، اس میں ایسے جانوروں کے بھی اجزاء شامل کردیئے جاتے ہیں، جو تیزی سے وزن کو بڑھا دیں، بتایا جاتا ہے کہ خنزیر کی چربی اس کام کے لئے بہت مفید اور موثر سمجھی جاتی ہے، اور آج کل بعض مغربی ملکوں سے مرغی اور مچھلی کے لئے جو خوراک سپلائی کی جاتی ہے، اس میں یہ اجزاء شامل کئے جاتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ:

الف: کیا جانوروں کو گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے ایسی غذائیں دی جاسکتی ہیں؟

ب: اگر کسی حلال جانور کو یہ غذا کھلائی گئی، تو اب اس کا گوشت پہلے کی طرح حلال ہے یا حرام غذا کی وجہ سے اس میں حرمت یا کراہت پیدا ہو جائے گی؟

۵- اگر غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال کیا جائے تو اس عمل کا کیا حکم ہوگا، یہ ممانعت کس درجہ کی ہوگی؟ حرام ہوگی یا مکروہ؟ اسی طرح ایسی چیزوں کے خریدنے، خود کھانے اور دوسروں کو کھلانے کا کیا حکم ہوگا؟



تجاویز

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

۱- غذائی اشیاء سے صحت اور زندگی کا تحفظ متعلق ہے اور یہ بات نہایت قابل افسوس ہے کہ بعض اوقات غذائی اشیاء کی تیاری اور فراہمی سے متعلق افراد اور کمپنیاں ان معیارات کو ملحوظ نہیں رکھتی ہیں جو حفظان صحت کے لئے ضروری ہیں، اسی طرح غذائی اشیاء اور دوسری استعمالی چیزوں میں ملاوٹ بھی پیدا کی جاتی ہے جو جھوٹ اور دھوکہ ہے، اس لئے اس طرح کی خدمت فراہم کرنے والے اشخاص و عہدے داروں سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ حفظان صحت کے اصولوں کا پورا خیال رکھیں، اس مقصد کے لئے حکومت کی جانب سے مقرر کردہ قوانین کا پورا احترام کریں اور حکومت کو بھی چاہئے کہ وہ عوام کے مفاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے مؤثر قانون بنائے اور اس کو نافذ کرے۔

۲- پیداوار میں اضافہ کے لئے تدابیر اختیار کرنا شرعاً ممنوع نہیں ہے، بلکہ پسندیدہ ہے، لیکن افزائش کی لالچ میں ایسی کھاد اور دواؤں کا استعمال جو انسانی صحت کے لئے سخت مضرت رساں ہو، درست نہیں۔

۳- پھلوں کو قبل از وقت پکانے اور خوشنما بنانے، نیز غیر فطری طریقہ پر حجم بڑھانے کے لئے ایسے کیمکل کا استعمال جو انسانی صحت کے لئے حد درجہ نقصان دہ ہو شرعاً درست نہیں۔

۴- جانوروں کے دودھ کی مقدار میں اضافہ کرنے کے لئے کسی مصنوعی تدبیر کا اختیار کرنا فی نفسہ جائز ہے، لیکن اس کے لیئے کوئی ایسا طریقہ اپنانا جس سے جانور کو سخت تکلیف ہو یا حاصل ہونے والا دودھ انسانی صحت کے لئے مضر ہو درست نہیں۔

۵- بلاضرورت ماکول اللحم جانوروں کو بالقصد ناپاک غذا دینا جائز نہیں ہے، لیکن اگر ایسی کوئی غذا دی گئی تو ان جانوروں کے گوشت میں کوئی کراہت نہیں ہوگی، بشرطیکہ اس کے بدن سے نجاست کے اثرات ظاہر نہ ہوں۔

۶- اگر غذائی مصنوعات میں صحت کے لئے شدید مضر اشیاء کا استعمال کیا جائے تو یہ عمل ناجائز ہوگا۔



تلخیص مقالات

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

ڈاکٹر صفدر زبیر ندوی[1]

اس میں کوئی شک نہیں کہ شریعت اسلامی نے انسانوں کی سب سے بنیادی ضرورت غذا کے تعلق سے حلال وحرام کو واضح کر دیا ہے، اور اس کے اصول متعین کر دیئے ہیں، لیکن آج کل ایسی غذائی مصنوعات تیار کی جارہی ہیں جس نے ان کے استعمال کے سلسلہ میں شک وشبہ اور تذبذب میں مبتلا کر دیا ہے، یعنی غذائی مصنوعات میں حرام کردہ چیزیں ملائی جارہی ہیں، یا ایسے مادے اور کیمیکل ملائے جارہے ہیں جو انسانی صحت کے لئے بتدریج مہلک ثابت ہوتے ہیں، مثلاً پھلوں اور سبزیوں میں کیمیکل ملے ہوئے انجکشن دیئے جاتے ہیں، یا کیمیکل ملی ہوئی داؤوں کا ان پر چھڑکاؤ کیا جاتا ہے، اسی طرح غذاؤوں میں اور انسانوں کی غذائی مصنوعات میں، نیز کاسمیٹکس وغیرہ اور روزمرہ استعمال کی چیزوں میں خنزیر کی چربی، جلاٹین یا خون کا بھی استعمال کیا جاتا ہے، یہ چیزیں اتنی عام ہو چکی ہیں اور انسان اس کا اتنا عادی ہو چکا ہے کہ اکیڈمی نے صرف حلال وحرام کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہی نہیں بلکہ صحت کے لئے فائدہ ونقصان کو سامنے رکھتے ہوئے ''غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول'' کو اپنے ۲۴ویں فقہی سمینار کا موضوع بنایا ہے، تاکہ اس پر بحث ومناقشہ کے بعد اصولوں کو طے کرتے ہوئے امت مسلمہ ہندیہ کی شرعی رہنمائی کی جاسکے اور مسلمان حلال وحرام کے اصول کو سامنے رکھتے ہوئے ان چیزوں کا استعمال یا ان سے پرہیز کر سکیں۔

اس موضوع پر علماء کی طرف سے اب تک جو مقالات موصول ہوئے ہیں ان کی تعداد ۲۵ / ہے، جن کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) قاضی محمد حسن ندوی، بھروچ، (۲) مولانا ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی، کیرالہ، (۳) مفتی ابوبکر قاسمی، دربھنگہ، (۴) مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، کیرالہ، (۵) مفتی لطیف الرحمن، ممبئی، (۶) مفتی عارف کنجروی، بھروچ، (۷) مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی، کشمیر، (۸) مفتی محمد عارف باللہ قاسمی، حیدرآباد، (۹) مولانا اختر امام عادل قاسمی، سمستی پور، (۱۰) مفتی محمد اخلاق حسین قاسمی، ہریانہ، (۱۱) قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، ہریانہ، (۱۲) مفتی محمد یحییٰ قاسمی، مہاراشٹر، (۱۳) مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، اعظم گڈھ، (۱۴) مولانا زین العابدین الکوثری، کیرالہ، (۱۵) مولانا عبدالشکور قاسمی، مہاراشٹر، (۱۶) مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی، رائے بریلی، (۱۷) مفتی محمد مقصود، رامپور، (۱۸) مفتی سلمان پالنپوری قاسمی، گجرات، (۱۹) مفتی محمد عثمان بستوی، جونپور، (۲۰) مفتی عبدالرحیم قاسمی، بھوپال، (۲۱) مولانا محمد طیب الرحمن، آسام، (۲۲) مفتی انور علی اعظمی، مئو، (۲۳) مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، میرٹھ، (۲۴) مولانا عبدالمنان، آسام، (۲۵) مفتی شبیر احمد قاسمی، مرادآباد۔

اکیڈمی کو موصول ہونے والے مقالات کی تلخیص پیش خدمت ہے، اس سلسلہ میں اکیڈمی نے تمہید کے بعد پانچ تفصیلی سوالات قائم کئے ہیں، ان سوالوں کا جواب دینے سے پہلے مقالہ نگاروں کی تمہیدی باتوں کا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے جو انہوں نے حلال وحرام کے اصول وضوابط کے تعلق سے پیش کی ہیں۔

بعض مقالہ نگار حضرات مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی، مفتی محمد عارف باللہ قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، قاضی محمد حسن ندوی وغیرہ نے جابجا اپنے مقالوں میں حلال وحرام کے اصول وضوابط سے متعلق گفتگو کی ہے، لیکن مولانا اختر امام عادل قاسمی نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے جو مندرجہ ذیل ہے:

---

[1] شعبہ علمی، اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)۔

اشیاء میں اصل اباحت ہے یا حرمت؟

☆ غذائی مسائل اور جزئیات میں حکم شرعی کی تنقیح کے لئے اکثر ایک اصولی قاعدہ سے مدد لی جاتی ہے کہ "اشیاء میں اصل اباحت ہے"۔ اس کا ذکر ہماری کتب فقہ میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے، مگر مشکل یہ ہے کہ اس باب میں علماء کے یہاں سخت اضطراب پایا جاتا ہے اور مختلف فقہاء کی طرف جو آراء منسوب ہیں، ان میں بھی شدید اختلاف ہے، مثلاً:

☆ بعض لوگوں نے اباحت کا قول شافعیہ کی طرف اور حرمت کا قول حنفیہ کی طرف منسوب کیا ہے، (الاشباہ والنظائر في قواعد وفروع فقہ الشافعیۃ ۱/ ۶۰، المؤلف: جلال الدین السیوطي)۔

☆ جبکہ کچھ دوسرے حضرات نے شافعیہ کے ساتھ اکثر حنفیہ کی طرف بھی اباحت کی نسبت کی ہے (تیسیر التحریر ۲/ ۱۶۸)۔

☆ بعض حنابلہ کی بھی یہی رائے بتائی جاتی ہے (التمہید ۴/ ۲۷۱، وشرح الکوکب المنیر ۱/ ۳۲۵-۳۲۶)۔

☆ بلکہ بعض متاخرین نے تو اسے جمہور علماء کا موقف قرار دے دیا ہے (ارشاد الفحول ص: ۲۸۴، والوجیز في ایضاح قواعد الفقہ الکلیہ ص: ۱۲۹)۔

☆ دوسری جانب اشیاء میں اصل ممانعت ہے اس قول کو بعض علماء نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب کیا ہے (دیکھئے: المنثور ۲/ ۷۰، الاشباہ والنظائر للسیوطي، ص: ۶۰)۔

☆ بعض شوافع کی بھی یہی رائے بتائی جاتی ہے (التبصرۃ في أصول الفقہ ص: ۵۳۲، وارشاد الفحول ص: ۲۸۴)۔

☆ بعض حنابلہ کی بھی یہی رائے ہے (دیکھئے: التمہید ۴/ ۲۷۱ وشرح الکوکب المنیر ۱/ ۳۲۵-۳۲۶)۔

☆ وہیں پر کئی علماء نے اکثر فقہاء کا موقف توقف نقل کیا ہے، یعنی حکم شرعی کی صراحت کے بغیر اس امر میں کوئی رائے ظاہر نہیں کی جاسکتی، نہ جواز کی اور نہ عدم جواز کی (احکام الفصول ص: ۶۸۱، والاشباہ والنظائر لابن نجیم ص: ۶۶)۔

☆ امام رازیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ نفع بخش چیزوں میں اصل اباحت ہے اور نقصان دہ چیزوں میں اصل ممانعت ہے (المحصول ج ۲/ ق/ ۱۳۱)۔

علائی بھی اسی کے قائل ہیں، کچھ معاصر علماء نے یہی قول شافعیہ بلکہ جمہور علماء کی طرف منسوب کردیا ہے (المجموع شرح المہذب في قواعد المذہب (رسالہ دکتوراہ) ۲/ ۵۱۵، بحوالہ القواعد والضوابط الفقہیۃ المتضمنۃ للتیسیر ۱/ ۱۵۴، المولف: عبدالرحمن بن صالح العبداللطیف)۔

☆ علامہ ابن نجیم الحنفی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر علماء حنفیہ بھی توقف ہی کے قائل ہیں، شافعیہ نے حضرت الامامؒ کی طرف حرمت کا قول منسوب کیا ہے، ابن نجیمؒ نے اس کی سختی کے ساتھ تردید کی ہے اور انہوں نے مسلک مختار توقف کو قرار دیا ہے، ابن نجیمؒ نے بھی اس سلسلے میں علماء کے اختلاف آراء کا ذکر کیا ہے، اور اس سے پیدا ہونے والی مشکلات کی طرف اشارہ کیا ہے (الاشباہ والنظائر علی مذہب أبي حنیفۃ النعمان ۱/ ۶۶، المؤلف: الشیخ زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم (۹۲۶-۹۷۰ھ))۔

چند ابواب میں اصل حرمت ہے:

☆ عبادات اور ابضاع (خواتین) کے بارے میں تقریباً اکثر فقہاء احناف اور شوافع کی رائے یہ ہے کہ ان میں اصل حرمت ہے، یعنی صریح حکم شرعی موجود نہ ہو تو ان کو ناجائز قرار دیا جائے گا (الاشباہ والنظائر علی مذہب أبي حنیفۃ النعمان لابن نجیم، الاشباہ والنظائر في قواعد وفروع فقہ الشافعیۃ ۱/ ۶۱)۔

☆ عبادات اور دینی امور کے تعلق سے اس تصور کا ماخذ یہ حدیث پاک ہے، جو اکثر کتب حدیث میں آئی ہے:

عن عائشۃ رضي اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ ﷺ: من أحدث في أمرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد (صحیح البخاري ۲/ ۹۵۹ حدیث نمبر: ۲۵۵۰)۔

☆ ابضاع کے تعلق سے ان آیات کریمہ کو ماخذ بنایا جاسکتا ہے، جن میں حرام و حلال عورتوں کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں اور اس ضمن میں ایک ایک جزئیہ سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔

حیوانات میں اصل حرمت ہے:

☆ اسی طرح کے مسائل میں ایک مسئلہ (لحوم) حیوانی غذاؤں کا ہے، یعنی جن حیوانات کے تعلق سے شریعت کا کوئی حکم صریح منقول نہ ہو، یا کسی حیوانی غذا کی حلت وحرمت پر کوئی دلیل یا قرینہ موجود نہ ہوان میں اباحت اصل ہوگی یا حرمت؟ یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے، بعض علماء اس باب میں بھی اباحت اصلیہ کے قائل ہیں (الاشباہ والنظائر لابن الوکیل ۱/ ۲۹۷، المنثور ۲/ ۱۱۲)۔

مجوزین اس کو عام اشیاء پر (جن میں وہ نظریہ اباحت کے قائل ہیں) قیاس کرتے ہیں اور وہی دلائل عامہ پیش کرتے ہیں جو اکثر اشیاء میں اباحت اصلیہ کے ثبوت کے لئے پیش کی جاتی ہیں مثلاً:

☆ قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً (سورة الأنعام: ۱۴۵)۔

☆ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ (سورۃ الانعام: ۱۱۹) وغیرہ۔

لیکن حنفیہ، بعض شافعیہ اور اکثر محققین علماء کا نظریہ اس معاملہ میں اصلاً ممانعت کا ہے، یعنی حرمت وحلت کی دلیل موجود نہ ہو تو جانور حرام ہوگا (اعلام الموقعین ۱/ ۲۹۵، بدائع الفوائد ۳/ ۱۲۹، المغنی ۱/ ۴۴، قواعد ابن رجب، ق ۱۵، قواعد ابن سعدی، ص: ۲۳)۔

ان حضرات نے درج ذیل دلائل سے استدلال کیا ہے:

☆ حضرت عدی بن حاتم کی روایت ہے:

عن عدي بن حاتم قال: سألت النبي صلى الله عليه و سلم فقال: ''إذا أرسلت كلبك المعلم فقتل فكل وإذا أكل فلا تأكل فإنما أمسكه على نفسه'' قلت: أرسل كلبي فأجد معه كلبا آخر؟ قال: فلا تأكل فإنما سميت على كلبك ولم تسم على كلب آخر'' (صحيح البخاري ۱/ ۷۶، المؤلف: محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي)۔

☆ اسی روایت میں آگے شکار کا ایک اور مسئلہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَإِنْ وَجَدْتَهُ غَرِيقًا فِي الْمَاءِ فَلَا تَأْكُلْ (صحيح مسلم ۶/ ۵۸، حديث نمبر: ۵۰۹۰)۔

بعض روایات میں اس حکم کی وضاحت بھی موجود ہے کہ:

فإنك لا تدري الماء قتله أو سهمك (الجمع بين الصحيحين البخاري ومسلم، تأليف: محمد بن فتوح الحميدي، جامع الأحاديث ۲/ ۲۹۰، المؤلف: جلال الدين السيوطي، جامع الأصول في أحاديث الرسول ۷/ ۲۴، المؤلف: ابن الأثير)۔

(اس لئے کہ تم نہیں جانتے کہ اس کی موت پانی میں ڈوبنے سے ہوئی یا تمہارے تیر سے ہوئی)؟

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جانور کے گوشت میں اگر وجوہ اباحت اور وجوہ حرمت دونوں موجود ہوں تو وجوہ حرمت کا اعتبار ہوگا، وجوہ اباحت کا نہیں، اسی سے ان فقہاء نے یہ قاعدہ اخذ کیا ہے کہ جانوروں کے گوشت میں اصل حرمت ہے، جب تک دلیل اباحت موجود نہ ہوگی اس کو ناجائز تصور کیا جائے گا۔

☆ آخر الذکر نقطۂ نظر کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ عام فقہی ضابطہ یہ ہے کہ مبیح اور محرم میں اختلاف ہو جائے تو محرم کو ترجیح حاصل ہوتی ہے، اس لحاظ سے لحوم کے بارے میں حرمت اصلیہ والا نقطۂ نظر زیادہ لائق ترجیح ہے، حوالہ کے لئے دیکھئے: الاشباہ والنظائر فی قواعد وفروع فقہ الشافعیہ (۱/ ۱۱۳)، التقریر والتحبیر (۵/ ۲۵)، شرح التلویح علی التوضیح لمتن التنقیح فی أصول الفقہ (۱/ ۲۷)، شرح مختصر الروضہ (۳/ ۳۷۷)۔

اس اصولی بحث کے بعد ہم براہ راست انسانی غذاؤں کے مسئلہ پر آتے ہیں، انسانی غذائیں دو قسم کی اشیاء پر مشتمل ہیں:

حیوانی غذائیں اور غیر حیوانی غذائیں۔

حیوانی غذاؤں میں حلت وحرمت کا معیار:

حیوانات کے تعلق سے جو تفصیلات ہمیں شریعت سے حاصل ہوئی ہیں ان کی روشنی میں حیوانات کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

(۱)......وہ جانور جن میں ذبح شرعی کی حاجت نہیں ہے، مثلاً مچھلی اور ٹڈی، ارشاد نبوی ہے:

أحلت لنا میتتان السمك والجراد (ابن ماجه ۲/ ۱۰۷۳)۔

(۲)......وہ جانور جو ذبح شرعی کے بغیر حلال نہیں ہوتے، مثلاً مچھلی اور ٹڈی کے علاوہ تمام حلال جانور، ایسے تمام جانوروں میں ذبح شرعی کے جو معروف اصول وقواعد ہیں، نیز ذابح کے لئے جو معیار مقرر کیا گیا ہے، اور اس ضمن کی جو شرائط وتفصیلات ہیں ان کی رعایت ضروری ہے، اس کے بغیر جانور حلال نہیں ہوگا، اس کی تفصیلات کتب فقہ میں موجود ہیں۔

یہ تو خالص حیوانی غذاؤں کا معاملہ ہے، لیکن غیر حیوانی غذائیں جن میں کوئی حیوانی جزو شامل کیا جاتا ہو ان میں بھی حیوانی غذا کے شرعی معیار اور تمام بنیادی شرائط واصول کی رعایت لازمی ہے، بصورت دیگر جب تک کہ استحالہ اور قلب ماہیت کی بالکلیہ صورت نہ پیدا ہو جائے اس کے جواز کا کوئی امکان نہیں ہے۔

غیر حیوانی غذاؤں میں حلت وحرمت کا معیار:

البتہ خالص غیر حیوانی غذاؤں میں جن میں کوئی حیوانی جزو شامل نہ ہو، اسلام کے غذائی نظام کے مطالعہ سے سمجھ میں آتا ہے کہ ان میں حلت وحرمت کے لئے درج ذیل چیزوں کو بنیاد بنایا گیا ہے:

نفع وضرر:

(۱) شریعت نے عام طور پر انسان کے لئے نفع بخش چیزوں کو حلال اور نقصان دہ چیزوں کو ناجائز قرار دیا ہے، اس لئے ہر ایسی چیز جو عام انسانوں کے لئے ضرر رساں ہو ناجائز ہوگی، نہ اس کا خود استعمال جائز ہوگا اور نہ دوسرے کو فراہم کرنا، ایک حدیث میں اس اصول کی نشاندہی کی گئی ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبادۃ بن الصامتؓ دونوں حضرات نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا:

''لا ضرر ولا ضرار'' (سنن ابن ماجه ۷ / ۲۴۱ حدیث نمبر: ۲۴۲۱، مسند الامام أحمد بن حنبل ۱/ ۳۱۳، حدیث نمبر: ۲۸۶۷، الموطأ ۲/ ۱۰۷۸، حدیث نمبر: ۲۷۵۸)۔

(نہ نقصان اٹھانا درست ہے اور نہ نقصان پہنچانا درست ہے)۔

غذائی اشیاء میں ضرر کی کئی صورتیں ممکن ہیں، مثلاً:

☆ طاقت سے زیادہ کھانا پینا اسراف، فضول خرچی اور باعث مضرت ہے جس کی قرآن نے ممانعت کی ہے:

''کلوا واشربوا ولا تسرفوا إنه لایحب المسرفین'' (الاعراف: ۳۱)۔

☆ کسی زہریلی چیز کا استعمال درست نہیں جو انسانی جان، عضو یا عقل وفکر کو نقصان پہونچائے، خواہ وہ زہریلا جانور سانپ، بچھو وغیرہ ہو یا منجملہ جمادات کے ہو مثلاً زہر وغیرہ، قرآن کریم میں ہے:

ولا تقتلوا أنفسكم ان الله كان بكم رحيمًا (النساء: ۲۹)۔ ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة (بقرۃ: ۱۹۵)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''من تحسى سمًا فقتل نفسه فهو يتحساه فی نار جهنم خالدًا مخلدًا فيها أبدًا'' (فتح الباری ۱۰/ ۲۴۷، مسند الامام احمد بن حنبل ۲/ ۴۷۸، حدیث نمبر: ۱۰۱۹۸)۔

(جو شخص زہر کھا کر جان دے تو جہنم میں مسلسل اسی تکلیف میں مبتلا رکھا جائے گا)۔

البتہ مالکیہ اور حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ یہ چیزیں صرف ان اشخاص کے لئے ممنوع ہیں جن کے لئے یہ مضر ہوں، اگر کسی کے لئے بطور علاج تجویز کیا جائے اور اس کے لئے مفید ہو تو بقدر ضرورت ان کے استعمال میں مضائقہ نہیں (الشرح الصغیر ۲/ ۱۸۳ طبعۃ دار المعارف، ومطالب أولی النہی ۶/ ۳۰۹)۔

☆ ایسی چیز کا استعمال جو گو زہریلی نہ ہو لیکن انسان کی صحت کے لئے نقصان دہ ہو، مثلاً کیچڑ، مٹی اور کوئلہ وغیرہ پاک ہونے کے باوجود انسان کے لئے ان کا کھانا سخت نقصان دہ اور حرام ہے، شافعیہ مٹی کی حرمت کے قائل ہیں، مالکیہ کے یہاں حرمت وکراہت دونوں طرح کے قول ہیں، لیکن فتویٰ حرمت پر ہے، حنابلہ کے یہاں کراہت کی تعبیر آئی ہے لیکن صاحب مطالب اولی النہی نے کراہت کی علت ضرر تحریر کی ہے اور ضرر کو سبب حرمت قرار دیا ہے (مطالب أولی النہی ۶/ ۳۰۹)۔

☆ اس ضمن میں وہ تمام چیزیں داخل ہیں جن کا نقصان دہ ہونا تجربہ اور معتبر ماہرین کے ذریعہ ثابت ہو جائے، اور اکثر حالات میں وہ نقصان دہ ہو، اگر کسی کو اتفاقی طور پر کسی شے سے نقصان پہونچ جائے لیکن عام لوگوں کو اس سے ضرر نہ ہوتا ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا، کیونکہ حکم شرعی کا مدار نادر پر نہیں ہے۔

غذا کی حلت کے اصول:

مولانا محمد شاہجہاں ندوی نے غذا کی حلت کے مندرجہ ذیل اصول بیان کئے ہیں:

۱۔ غذا ضرر سے خالی ہو، خواہ ضرر جسمانی ہو یا عقلی، چنانچہ حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فیصلہ فرمایا: ''لا ضرر ولا ضرار'' (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: ۲۳۴۰، مسند احمد حدیث نمبر: ۲۲۷۷۸، اور اس کی سند صحیح ہے)۔

۲۔ غذا ناپاک نہ ہو، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "فإنه رجس أو فسقا أهل لغير الله به" (۶/ الانعام: ۱۴۵)۔

اور فرمان الٰہی ہے: "ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث" (۷/ الاعراف: ۱۵۷)۔

۳۔ غذا نشہ آور نہ ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "يا أيها الذين آمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون" (المائدہ: ۹۰)۔

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ''كل مسكر خمر، وكل مسكر حرام'' (صحیح مسلم حدیث نمبر: ۲۰۰۳)۔

۴۔ بتدریج انسان کو ناکارہ کرنے والی چیز نہ ہو، جیسے منشیات: حشیش، افیم (Opium)، گانجا (Henbane)، اور بھانگ (Hyoscyamus) وغیرہ، کیونکہ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے: ''نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كل مسكر ومفتر'' (سنن ابی داؤد حدیث نمبر: ۳۶۸۶، اور اس کی سند میں کچھ کلام ہے)۔

۵۔ اگر غذا مباح حیوان ہے تو اسے شرعی طریقہ پر ذبح کیا گیا ہو، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير، وما أهل لغير الله به، والمنخنقة والموقوذة والمتردية والنطيحة وما أكل السبع إلا ما ذكيتم" (المائدہ: ۳)

(تم پر مردار اور خون اور سور کا گوشت، اور وہ جانور حرام کیا گیا جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، اور وہ جو گلا گھٹنے سے مرا ہو، جو چوٹ سے مرا ہو، جو اوپر سے گر کر مرا ہو، جو سینگ لگ کر مرا ہو، جس کو کسی درندے نے پھاڑ کھایا ہو، سوائے اس کے جس کو تم نے ذبح کر لیا ہو)۔

۶۔ غذا دوسرے کی ملکیت نہ ہو، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "يا أيها الذين آمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارة عن تراض منكم" (۴/ النساء: ۲۹)، اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''إنه لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه'' (مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۰۶۹۵، سنن کبریٰ للبیہقی، حدیث نمبر: ۱۱۵۴۵، المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر: ۳۶۰۹، اور یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے)۔

اشیاء میں نفع وضرر کے اصول وضوابط:

مولانا محمد عثمان بستوی کا کہنا ہے کہ سوالنامہ میں اکثر سوالوں کا تعلق ضرر سے ہے، لہٰذا انہوں نے مضر اشیاء کے تعلق سے اصول وضوابط کا ذکر تفصیل سے کیا

ہے، اور علامہ شاطبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جب نفع حاصل کرنے یا نقصان سے بچنے کے لئے انسان کوئی کام کرے گا تو نفع ونقصان کے اعتبار سے اس کی کل آٹھ قسمیں ہوتی ہیں، جن کے احکام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

۱۔ پہلی قسم کا حکم: جب کسی نفع حاصل کرنے والے یا نقصان سے بچنے والے کے عمل سے دوسرے کا کوئی نقصان نہ ہو تو شرعاً اس کا جائز ومباح ہونا ظاہر ہے، حاصل یہ کہ پہلی قسم جائز ہے۔

۲۔ دوسری قسم کا حکم: دوسرے کا نقصان ہو اور نقصان کا قصد بھی ہو، تو اگر اس کا متبادل موجود ہو تو اس کا کرنا حرام اور اگر متبادل موجود نہ ہو تو قصد اضرار کی وجہ سے گناہ ہوگا، لیکن وہ کام شرعاً جائز ودرست ہوگا۔

۳۔ تیسری قسم کا حکم: یعنی دوسرے کو ضرر عام ہو، اگر نفع حاصل کرنے والے کا ترک کرنے کی صورت میں ایسا ضرر ہو کہ جس کی تلافی ناممکن ہو تو پھر ایسی صورت میں وہ مجبور ہے اور اس کے لئے وہ کام کرنا جائز ہے، لیکن اگر اس کو پہنچنے والے ضرر کی تلافی ممکن ہو تو ایسا فعل جس سے دوسرے کا ضرر عام ہو جائز نہیں۔

۴۔ چوتھی صورت کا حکم: یعنی دوسرے کا ضرر خاص ہو اور کام کرنے والے کا بھی ترک کی صورت میں نقصان ہو، تو اس صورت کا حکم ترک کرنے والے کے نقصان کے اعتبار سے مختلف ہے۔

الف۔ اگر ایسا نقصان ہو جس میں اس کو خود ہلاکت کا خطرہ ہو تو ترک کرنا شرعاً جائز نہیں۔

ب۔ اور اگر ترک کرنے والے کی ہلاکت کا خطرہ نہیں ہے تو اس کے لئے وہ کام کرنا جائز ہے؛ کیونکہ شریعت نے انسان کو دوسرے کے نفع ونقصان سے قطع نظر اپنے حصول نفع اور دفع ضرر کا اختیار دیا ہے، اب اگر اس کے ذریعہ دوسرے کے ضرر کا مقصد نہ ہو تو اپنے نفع اور دفع نقصان کے لئے ہر کام کرنا جائز ہے، دوسرے کے نقصان کا اس کو مکلف نہیں بنایا گیا ہے۔

ج۔ البتہ اگر کوئی دوسرے کے لئے خود اپنا نفع ترک کردے یا نقصان کو برداشت کرلے تو یہ ایثار میں داخل ہوکر شرعاً محمود و پسندیدہ عمل ہوگا۔

۵۔ پانچویں قسم کا حکم: اپنے نفع ونقصان کے لئے کام کرنے کی صورت میں دوسرے کا نقصان یقینی ہو اور اس کا علم بھی ہو، اور اس کا متبادل موجود ہونے کی وجہ سے اس کو ترک کرنے کی صورت میں کوئی نقصان لاحق نہ ہو تو یہ قسم بھی شرعاً جائز نہیں، اگرچہ اپنی اصل کے اعتبار سے جائز ہے لیکن دوسرے کے نقصان کے قطعی ہونے اور اس کا متبادل موجود ہونے کی وجہ سے اس کے اوپر لازم ہوگا کہ دوسرے کو نقصان سے بچائے۔

۶۔ چھٹی قسم کا حکم: جس میں دوسرے کا نقصان نادر ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اپنے نفع ونقصان کے لئے عمل کرنا جائز ہے کبھی کبھار دوسرے کو پہنچنے والے نقصان کی وجہ سے اس پر حرمت کا حکم عائد نہیں ہوگا، اس لئے کہ نادر کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہوتا ہے۔

۷۔ ساتویں قسم کا حکم: دوسرے کو نقصان پہنچنا اکثری ہو اور ظن غالب بھی ہو تو ایسا فعل بھی شرعاً جائز نہیں۔

۸۔ آٹھویں قسم کا حکم: دوسرے کے نقصان کا ظن غالب نہ ہو تو ایسی صورت میں اگر اس کا متبادل موجود ہو تو احتیاط لازم ہے اور ایسے کام سے پرہیز بھی لازم ہے جو کسی مفسدہ کا سبب بنے، البتہ اگر متبادل موجود نہ ہو تو اپنے مقصد کا حصول جائز ہوگا (الموافقات ۲/ ۳۴۸-۳۶۲)۔

حاصل کلام:

مذکورہ بالا اقسام واحکام کی علل اور وجوہات میں غور کرنے پر مندرجہ ذیل تین اصولی باتیں نکلتی ہیں:

۱۔ مصالح اور مفاسد اسی طرح منافع اور مضار دونوں عموماً ایک ساتھ پائے جاتے ہیں، مصلحت مفسدہ سے اور نفع ضرر سے خالی کم ہی ہوتا ہے، اس لئے شریعت مطہرہ نے دوسرے کے نفع وضرر سے قطع نظر ہر ایک کو حصول نفع اور دفع مضرت کا حق واختیار دیا ہے، اسی لئے اگر کسی کے فعل سے دوسرے کا ضرر ہو اور فاعل کے لئے کوئی متبادل موجود نہ ہو تو شریعت نے ایسی صورت میں اپنے نفع اور دفع ضرر کی اجازت دی ہے گرچہ اس کے ضمن میں دوسرے کا ضرر ہو جیسا کہ نمبر دو، نمبر تین، نمبر چار، نمبر پانچ نمبر چھ کے تحت علامہ شاطبی نے اس کی وضاحت کردی ہے، اور اس کے نظائر کتب فقہیہ میں موجود ہیں۔

"لا يلزم أحدا أن يولج نفسه في ظلم مخافة أن يوضع الظلم على غيره" (الموافقات ۲/۳۵۱)۔

۲۔ دوسرے کو بالقصد نقصان پہنچانا شرعاً حرام ہے، نقصان پہنچانے کا قصد خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً، حقیقتاً نقصان پہنچانے کی صورت یہ ہے کہ اپنا نفع ونقصان پیش نظر نہ ہو بلکہ صرف دوسرے کا اضرار مقصود ہو، یہی اس کا ارادہ اور نیت ہو تو اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اور حکماً نقصان پہنچانے کی صورت یہ ہے کہ اپنے فعل سے دوسرے کو ضرر اور نقصان پہنچنے کا یقین اور ظن غالب ہو اور فاعل کے پاس اس کا مناسب بدل موجود بھی ہو لیکن وہ متبادل کو اختیار نہ کرے بلکہ اپنے نفع یا دفع ضرر کے لئے ایسی صورت اختیار کرے جس میں دوسرے کا بھی ضرر ہو۔ اسی طرح اپنے فعل سے دوسرے کا ضرر تو متیقن ہو اور ترک کی صورت میں اپنا کوئی ضرر ونقصان نہ ہو تو یہ بھی حکماً اضرار میں داخل ہوگا، لہذا اضرار کی تمام صورتیں خواہ حقیقتاً ہوں یا حکماً سب ناجائز وحرام ہیں، جیسا کہ نمبر دو، نمبر تین کی شق ثانی، نمبر پانچ اور نمبر سات وآٹھ کے تحت مذکور علامہ شاطبی کے کلام سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔

"وعلى كلا التقديرين فتوخيه لذلك الفعل على ذلك الوجه مع العلم بالمضرة لابد فيه من أحد أمرين، إما تقصير في النظر المأمور به وذلك ممنوع، وإما قصد إلى نفس الإضرار وهو ممنوع أيضًا" (الموافقات ۲/۳۵۷-۳۵۸)۔

۳۔ اگر کسی کے فعل سے ضرر ہو اور فاعل کے سامنے اس کا کوئی متبادل بھی موجود ہو تو ایسی صورت میں ارباب حکومت وانتظام کی ذمہ داری ہے کہ ہر ایک کو ضرر سے محفوظ رہنے کا راستہ نکالے، فاعل کو متبادل فراہم کر کے دوسرے لوگوں کو ضرر سے محفوظ رکھے تاکہ کسی کا ضرر نہ ہو، جیسا کہ نمبر تین وچار کے تحت علامہ شاطبی کے تفصیلی کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ اگر دفع مضرت کا کوئی متبادل موجود نہ ہو تو فاعل کو بغیر متبادل فراہم کئے روکنے کا حق نہیں ہوگا، البتہ اگر دوسرے کا ضرر بیّن ہو تو نفع حاصل کرنے والے کو دوسرے کے ضرر بیّن کی وجہ سے روک دیا جائے گا۔

"إن حق الجالب أو الدافع مقدم وإن استضر غيره بذلك؛ لأن جلب المنفعة أو دفع المضرة مطلوب للشارع مقصود" (الموافقات ۲/ ۳۵۰)۔

اسباب مضرت-مفہوم اور معیار:

مولانا اختر امام عادل قاسمی نے مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب کے رسالہ "تفصيل الكلام في مسئلة الاعانة على الحرام" کے حوالہ سے اسباب مضرت اور اس کے مفہوم ومعیار پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے جسے مختصراً یہاں پیش کیا جاتا ہے:

☆ یہاں ایک اہم بحث یہ ہے کہ بعض چیزیں براہ راست ضرر رساں نہیں ہوتیں لیکن مضرت کا سبب بنتی ہیں، ایسی چیزوں کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ اس میں بہت سے مدارج ومراتب ہیں اور اسی بنیاد پر فقہی جزئیات میں بظاہر کافی اضطراب پایا جاتا ہے۔

ا۔ تعاون علی الاثم:

دراصل اسلام میں جس طرح مجرم گناہ گار ہوتا ہے، اسی طرح مجرم کی مدد کرنے والا بھی گناہ گار ہے، یہ مسئلہ خود قرآن میں مصرح ہے:

☆ فلن أكون ظهيرا للمجرمين (القصص: ۱۷)۔

☆ قرآن میں ایک جگہ صریح حکم ہے:

"وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم العدوان واتقوا الله إن الله شديد العقاب" (المائدہ: ۲)

مگر جرم وعصیان کی مدد فی الواقع کس صورت میں متحقق ہوگی؟ یا سببیت کا وہ کون سا درجہ ہے جس کی وجہ سے انسان حقیقتاً مجرم کی صف میں کھڑا مانا جاتا ہے؟ حضرت مفتی شفیع صاحب نے فقہی جزئیات ونظائر کو سامنے رکھ کر ایک اصولی ضابطہ تحریر فرمایا ہے:

یہاں دو چیزیں الگ الگ ہیں: تعاون گناہ اور سبب گناہ

قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ تعاون علی الاثم کی ممانعت آئی ہے، لیکن کبھی انسان گناہ کا اس طرح سبب بنتا ہے کہ وہ بھی تعاون کے درجے میں آجاتا ہے، اور قرآنی ممانعت کے دائرہ میں داخل ہوجاتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ممنوعہ تعاون اور ممنوعہ سببیت کا مصداق متعین ہو۔

قرآن کریم میں جس تعاون سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد وہ تعاون ہے جس میں معصیت خود اس شخص کے عمل سے متعلق ہو، اور اس کا تعین تین شکلوں میں سے کسی ایک شکل میں ہوگا:

(۱) اس نے تعاون کی نیت کی ہو، (۲) یا بوقت عمل اس کی صراحت کی ہو، (۳) یا یہ کہ اس عمل کی جہت عرف میں معصیت ہی کے لئے متعین ہو۔

ان میں سے ہر صورت کے لئے فقہی جزئیات موجود ہیں، تفصیل کی حاجت نہیں ہے، یہی تین صورتیں ہیں جن کو حقیقی طور پر تعاون علی الاثم کہا جا سکتا ہے، تعاون کی مذکورہ تمام صورتیں حرام ہیں، ان کے علاوہ اگر کسی صورت سے معصیت متعلق ہوتی ہے تو اس کو تعاون نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ سبب قرار دیا جائے گا، پھر سبب کا بھی ایک فقہی معیار ہے جس کی بنیاد پر حکم شرعی کی تطبیق کی جائے گی۔

سبب کی قسمیں:

سبب کی تین قسمیں ہیں:

(۱) ایسا سبب قریب جو خود معصیت کی داعی ومحرک ہو، یہ صورت حقیقی تعاون کی طرح حرام ہے مثلاً غیر مسلم قوموں کے خداؤں اور مذہبی شخصیات کو برا بھلا کہنا حرام ہے؛ اس لئے کہ یہ خود اپنے خدا اور اپنی مذہبی شخصیات کو برا بھلا کہنے کی دعوت دینا ہے، اسی لئے قرآن کریم میں اس کی ممانعت آئی ہے:

"ولا تسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسبّوا الله عدوًا بغير علم" (الانعام: ۱۰۸)۔

☆ یا عورتوں کا بے پردہ باہر نکلنا اور جاہلانہ طور پر اپنے زیب وزینت کا بے جا مظاہرہ کرنا حرام ہے؛ اس لئے کہ یہ بہت سے گناہوں کو دعوت دیتا ہے، قرآن کریم میں ہے: "ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى" (الاحزاب: ۳۳)۔

☆ عورتوں کو مردوں کے ساتھ نرم گفتاری سے روکا گیا کہ یہ مریضان قلب کے لئے حرص وہوس کا دروازہ کھولتا ہے، اس لئے قرآن نے اس سے منع کیا:

فلا تخضعن بالقول فيطمع الذی فی قلبه مرض وقلن قولا معروفا (الاحزاب: ۳۲)۔

☆ اس کی ایک بہترین مثال حدیث پاک میں آئی ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''من الكبائر شتم الرجل والديه، قالوا: يا رسول الله! هل يشتم الرجل والديه؟ قال: نعم، يسب أبا الرجل فيسب أباه ويسب أمه فيسب أمه'' (صحيح مسلم ۱/ ۶۴ حديث نمبر: ۲۷۳)۔

(۲) سبب کی دوسری قسم ہے ایسا سبب قریب جو معصیت کی داعی تو نہ ہو لیکن معصیت تک پہنچنے کا براہ راست ذریعہ ہو، اس صورت میں اگر ممانعت منصوص نہ ہو تو کم از کم حکم مکروہ تحریمی ہوگا، اس لئے کہ ذریعہ معصیت ہونے کی بنا پر علت میں اشتراک موجود ہے، کتب فقہ میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں، ایک مثال پیش ہے:

ومنها: بيع السلاح من أهل الفتنة وفي عساكرهم؛ لأن بيعه منهم من باب الإعانة على الإثم والعدوان وأنه منهي (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع للكاساني ۱۲/ ۱۸۹)۔

(اہل فتنہ اور ان کی فوج کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنا مکروہ تحریمی ہے، اس لئے کہ یہ نتیجہ کے اعتبار سے ظلم وگناہ کا تعاون ہے، جو ممنوع ہے)۔

(۳) تیسری قسم ہے سبب بعید یعنی جو معصیت کے لئے نہ داعی ومحرک ہو اور نہ معصیت تک پہنچنے کا براہ راست ذریعہ ہو، البتہ کسی عمل جدید یا درمیانی واسطہ سے گذر کر اس معصیت تک پہونچا جا سکتا ہو، لیکن ضروری نہیں کہ ہر شخص اسی معصیت کے لئے اس سبب کو اختیار کرے، مثلاً جنگ کے زمانے میں دشمن کے ہاتھ لوہا کی فروخت، کہ دشمن اس سے ہتھیار بنا سکتا ہے، یا باجا بنانے والے کے ہاتھ ایسی لکڑی کی فروخت جس سے مزمار بن سکتا ہو جبکہ مزامیر کی بیع مکروہ تحریمی ہے، لیکن ظاہر ہے کہ لوہا سے ہتھیار ہی اور لکڑی سے مزامیر ہی بنایا جانا ضروری نہیں ہے، کسی دوسرے مصرف میں بھی ان کا استعمال ہو سکتا ہے، اس لئے ان کو سبب بعید قرار دیا جائے گا اور ان کو زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ کہا جائے گا۔

ولا يكره بيع ما يتخذ منه السلاح منهم كالحديد وغيره؛ لأنه ليس معدا للقتال فلا يتحقق معنى الإعانة. ونظيره

بيع الخشب الذي يصلح لاتخاذ المزمار فإنه لا يكره وإن كره بيع المزامير (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ۱۲/ ۱۸۹)۔

۲۔طہارت ونجاست:

دوسری اہم وجہ جس کی بنیاد پر کسی شے کا استعمال انسان کے لئے ناجائز ہوجاتا ہے وہ نجاست وگندگی ہے، اسلام ایک پاک مذہب ہے، یہ انسانوں کے لئے کسی ناپاک چیز کے استعمال کی اجازت نہیں دیتا، غذا کی نجاست وخباثت سے انسان کے باطنی اور اخلاقی حالات متاثر ہوتے ہیں، پھر نجاست کی دوصورتیں ہیں:

(۱) نجس لعینہ: یعنی جو چیزیں بذات خود ناپاک ہیں، ان کو کسی صورت میں پاک کرنا ممکن نہیں مثلاً خون، قے، مردار اور ناجائز جانوروں کی غلاظتیں وغیرہ۔

(۲) نجس لغیرہ، یعنی ایسی چیز جو بذات خود تو ناپاک نہ ہو، لیکن کسی ناپاک چیز سے مل جانے کی بنا پر ناپاک ہوگئی ہو، مثلاً پانی یا کسی پاک مشروب میں خون مل جائے، سیال گھی میں چوہا مرجائے، یا کھانے پینے کی غیر سیال چیزوں میں کوئی نجس چیز سرایت کرجائے، مثلاً گوشت کو خنزیر کے تیل میں پکادیا جائے، وغیرہ (حاشیۃ ابن عابدین ۱/ ۲۲۳، حاشیۃ الدسوقی ۱/ ۵۹، روضۃ الطالبین ۱/ ۳۰، کشاف القناع ۱/ ۱۸۸)۔

۳۔سکر ونشہ:

تیسرا اہم عنصر جو کسی چیز کی حرمت پر اثر انداز ہوتا ہے وہ ہے سکر ونشہ، نشہ کسی چیز کے استعمال سے پیدا ہونے والی اس کیفیت کو کہتے ہیں جس سے انسان کی عقل وقتی طور پر متاثر ہوجائے اور معمول کی کیفیت سے نکل جائے، اسلام میں نشہ کی سخت ممانعت ہے، قرآن کریم نے اس کو گندگی اور شیطانی عمل قرار دیا ہے:

☆ إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون (المائدة: ۹۰)

خمر اصطلاح میں انگوری شراب کو کہتے ہیں، لیکن اس کے حکم میں وہ تمام شرابیں داخل ہیں، جو نشہ پیدا کرے، شراب میں جمہور علماء کی رائے میں نشہ اور گندگی دونوں چیزیں ہوتی ہیں، اس لئے کہ قرآن نے اس کو "رجس" سے تعبیر کیا ہے (حاشیۃ ابن عابدین ۵/ ۲۸۹، المجموع ۲/ ۵۳۶، المغنی ۸/ ۳۱۸)۔

احادیث میں بھی بکثرت اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے:

☆ عن ابن عمر أن رسول الله ﷺ قال: كل مسكر خمر وكل مسكر حرام (صحيح مسلم ۶/ ۱۰۰ حديث نمبر: ۵۳۳۶)۔

☆ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: كل شراب أسكر فهو حرام (صحیح البخاري ۱/ ۹۵، حدیث نمبر: ۲۳۹)۔

☆ حضرت عمر ابن الخطابؓ ارشاد فرماتے ہیں:

"والخمر ما خامر العقل" (صحیح بخاری ۴/ ۱۶۸۸)۔ (شراب وہ ہے جو عقل کو ڈھانپ لے)۔

ان نصوص سے نشہ کے تعلق سے اسلام کا تصور واشگاف ہوتا ہے کہ ہر نشہ آور چیز ناجائز اور حرام ہے، البتہ نشہ کے تفاوت سے حکم کی شدت میں فرق آئے گا جو کتب فقہ کی معروف بحث ہے۔

نشہ آور اشیاء کا نہ خود استعمال کرنا درست ہے اور نہ اس کی خرید وفروخت اور اس کے فروغ میں کسی قسم کی مدد دینا جائز ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لعن الله الخمر وشاربها وساقيها وبائعها ومبتاعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة إليه" (سنن أبي داود ۳/ ۳۶۶ حديث نمبر: ۳۶۷۶)۔

(رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک کی لعنت ہو شراب کے پینے والے پر، پلانے والے پر، بیچنے والے پر، خریدنے والے پر، نچوڑنے والے پر، نچوڑنے کا کام کرانے والے پر، اس کے اٹھانے والے پر اور جس کے پاس اٹھا کر لیجایا جائے اس پر)۔

البتہ شراب اگر سرکہ بن جائے تو اس کا استعمال درست ہے اور اس کی خرید وفروخت بھی جائز ہے؛ البتہ بالارادہ شراب کو سرکہ بنانے کا عمل گناہ ہے، لیکن اس

عمل سے جو شراب سرکہ بن گئی وہ تبدل ماہیت کی بنا پر حلال ہے شافعیہ کے یہاں بالارادہ شراب سے تیار شدہ سرکہ جائز نہیں ہے:

هٰذا إذا تخللت بنفسها فأما إذا خللها صاحبها بعلاج من خلّ أو ملح أو غيرهما فالتخليل جائز والخلّ حلال عندنا وعند الشافعي لا يجوز التخليل ولا يحل الخل'' (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ۵ / ۱۱۴)۔

۴۔ قابل نفرت چیزیں:

کسی چیز کی حرمت میں قابل نفرت ہونا بھی کبھی موثر بنتا ہے، یعنی ایسی چیز جس سے طبع سلیم گھن محسوس کرے، کھانے پینے میں اس کا استعمال درست نہیں اگرچہ کہ وہ فی الواقع پاک ہوں، حنفیہ کے نقطۂ نظر سے اس کی مثال بدبودار گوشت ہے، بدبودار گوشت کی حرمت ان کے نزدیک نجاست کی بنا پر نہیں بلکہ امکان ضرر کی بنا پر ہے، اسی طرح بدبودار کھانا بھی حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے، حنفیہ نے قابل نفرت کی اصطلاح تو استعمال نہیں کی ہے، بلکہ ضرر کی اصطلاح استعمال کی ہے، لیکن بدبودار ہونے کے ضمن میں قابل نفرت کا مفہوم بھی نکلتا ہے:

☆ (يحرم أكل لحم أنتن) عزاه في التاتارخانية إلى مشكل الآثار للطحاوي قال ح أي لأنه يضر لا لأنه نجس وأما نحو اللبن المنتن فلا يضر ذكره الشرنبلالي في شرح الوهبانية إلخ ـ... لكن في الحموي عن النهاية أن الاستحالة إلى فساد لا توجب النجاسة لا محالة اه (حاشية رد المحتار على الدر المختار ۱ / ۳۲۹)۔

☆ يتغير لحمها وينتن فيكره أكله كالطعام المنتن (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ۱۱ / ۱۱۲)۔

(جلالہ کے گوشت میں تغیر اور بدبو پیدا ہوجائے تو اس کا کھانا مکروہ ہے جیسے کہ بدبودار کھانا کھانا مکروہ ہے)۔

☆ ولا يلزم من حرمته نجاسته كالسم القاتل فإنه حرام مع أنه طاهر (حاشية رد المحتار على الدر المختار)۔

(کسی چیز کی حرمت سے اس کی نجاست لازم نہیں آتی جیسے کہ زہر قاتل پاک ہے پھر بھی حرام ہے)۔

☆ البتہ شافعیہ کے یہاں باقاعدہ قابل نفرت کی اصطلاح ملتی ہے، اس کی مثال ہے: انسان کا لعاب دہن، ناک کا پانی، اور پسینہ وغیرہ کہ فی الواقع پاک ہونے کے باوجود ان چیزوں کا کھانا پینا حرام ہے، ان کی بہت سی کتابوں میں یہ مضمون آیا ہے:

وقوله ولا لاستقذارها خرج به نحو المخاط فإنه طاهر أيضا وحرمة تناوله لا لنجاسته بل لاستقذاره۔

(حاشية إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين لشرح قرة العين بمهمات الدين ۱/ ۸۲، المؤلف: أبو بكر ابن السيد محمد شطا الدمياطي، أسنى المطالب في شرح روضة الطالب ۱/ ۹، المؤلف: شيخ الاسلام زكريا الانصاري، نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج ۲/ ۲۶۱، المؤلف: شمس الدين محمد بن أبي العباس أحمد بن حمزة شهاب الدين الرملي)۔

(''استقذارها'' کی قید سے ناک کا پانی وغیرہ نکل گیا اس لئے کہ یہ پاک ہیں اور ان کے استعمال کی حرمت نجاست کی بنا پر نہیں بلکہ تنفر طبع کی بنا پر ہے)۔

☆ حنابلہ کے یہاں بھی یہ تصور موجود ہے، انہوں نے اس کی مثال میں جوں، پسو اور جانوروں کی لید وغیرہ کو پیش کیا ہے (مطالب اولی النهی ۶ / ۳۰۹)۔

۵۔ ملکیت غیر:

حرمت کے اسباب میں پانچواں اہم سبب یہ ہے کہ جس چیز سے کسی دوسرے شخص کی ملک متعلق ہوجائے اس کا استعمال متعلقہ شخص کی رضامندی کے بغیر جائز نہیں ہے، قرآن کریم میں ہے:

"يأيها الذين آمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارة عن تراض منكم" (النساء: ۲۹)۔

اس طرح مال مسروق، مال مغصوب، اور قمار، ربا یا کسی ناجائز طریق سے حاصل شدہ مال کا استعمال کرنا یا دوسرے کے ہاتھ اس کی خرید وفروخت وغیرہ

بالکل حرام ہے، قرآن وحدیث میں صراحت کے ساتھ ان کی ممانعت وارد ہوئی ہے، البتہ جن شکلوں میں خود شارع نے اجازت دی ہو تو حسب اجازت دوسرے کا مال استعمال کرنے کی اجازت ہوگی، مثلاً نگران وقف کو مال وقف سے بقدر ضرورت اپنے لئے استعمال کرنے کی اجازت ہے، اسی طرح ولی اپنے زیر ولایت شخص کے مال سے یا مضطر مال غیر سے بقدر ضرورت استفادہ کرسکتا ہے، اس کی شریعت نے اجازت دی ہے، لیکن مالک یا شارع کی اجازت کے بغیر کسی کے مال کا استعمال درست نہیں ہے، جیسا کہ شریعت میں معروف ہے۔

نئی غذائی شکلیں اصول بالا کے تناظر میں:

یہ وہ اصولی اقدار اور بنیادی کلیات ہیں جن کی بنیاد پر کسی بھی دور کی نئی غذائی شکلوں کا حکم دریافت کیا جاسکتا ہے، مثلاً سوالنامہ میں جو صورتیں دی گئی ہیں، مذکورہ بالا اصولوں سے ان کا حکم بھی بآسانی معلوم کیا جاسکتا ہے، سوالنامہ میں غذائی پیداوار میں اضافہ، دودھ دینے والے جانوروں کے دودھ میں اضافہ، قبل از وقت پھلوں کو پکانے یا غذائی تحفظ وغیرہ کے تعلق سے پانچ سوالات اٹھائے گئے ہیں جو موجودہ غذائی نظام میں بکثرت رائج ہیں، ان میں سے کوئی صورت راست ضرر کی نہیں ہیں اور نہ ان کو حقیقی طور پر تعاون علی العدوان کہا جاسکتا ہے، اس لئے کہ سوال میں مذکور تمام تدابیر بظاہر نیک اغراض کے تحت انجام دی جاتی ہیں اور طریقۂ کار میں بھی بظاہر کسی کا ضرر پیش نظر نہیں ہوتا، جو نقصانات پیدا ہوتے ہیں وہ عمل سے نہیں ردعمل سے تعلق رکھتے ہیں، جیسا کہ علاج کے باب میں بہت سی انگریزی دواؤں کا سائڈ ایفیکٹ ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ سائڈ ایفیکٹ اختیار اور عمل سے نہیں بلکہ ردعمل سے بے اختیار طور پر ظہور پذیر ہوتا ہے، اور حکم شرعی کو کسی غیر اختیاری ردعمل سے متعلق تو نہیں کیا جاسکتا، لا یکلف اللہ نفسًا إلا وسعها، یہ تمام صورتیں زیادہ سے زیادہ اسباب مضرت کی ہیں اور اسباب قریبہ نہیں بلکہ اسباب بعیدہ، اس لئے کہ انسانی عمل کے فوری بعد نقصانات کا ظہور نہیں ہوتا بلکہ درمیان میں کئی واسطوں کے بعد ان کا ظہور ہوتا ہے، اس لئے اگر ان اعمال سے واقعی نقصانات ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ سوالنامہ میں پیش کیا گیا ہے اور معتبر اور ماہر اطباء کی ایک جماعت نے ان کی توثیق کی ہو (محض بعض اطباء کا کسی بات کا دعویٰ قابل قبول نہیں ہے جب تک کہ دیگر معتبر طبی ذرائع سے اس کی توثیق نہیں ہوجاتی) تو ان کو زیادہ سے زیادہ اسباب بعیدہ کے زمرہ میں داخل کیا جائے گا اور کراہت تنزیہی کا حکم ان پر عائد ہوگا۔

اب اس موضوع کے سوالات کی طرف آتے ہیں، جن میں پہلا سوال ہے:

۱- پیداوار بڑھانے کے لئے کھاد اور دواؤں کا استعمال:

سوال نمبر ۱- پیداوار بڑھانے کے لئے زمین میں ایسی کھاد استعمال کی جاتی ہے، جس میں بہت زیادہ سمیت ہوتی ہے، یہاں تک کہ اگر انسان اس کو اصل حالت میں کھالے تو عجب نہیں کہ اس کی موت واقع ہوجائے، یہ سمیت زمین کے واسطہ سے پودوں میں شامل ہوتی ہے، اسی طرح بعض دواؤں کا پھلوں پر چھڑکاؤ کیا جاتا ہے؛ تاکہ وہ کیڑوں سے محفوظ رہیں، اگر کیڑے ان پر لگ جائیں تو مرجاتے ہیں، ان دواؤں کی سمیت کا اثر پھل میں بھی پہنچتا ہے، یہاں تک کہ ماضی قریب میں سعودی عرب نے لیبارٹری ٹیسٹ کے بعد ہندوستان کی ہری مرچوں کا اور یورپین یونین نے ہندوستان کے آموں پر پابندی عائد کردی ہے، کیا پیداوار میں اضافہ اور پھلوں کو بچانے کے لئے ایسے زہر آلود مادوں کا استعمال کرنا جائز ہے، جس کا اثر کھانے والوں تک پہنچتا ہو اور وہ بتدریج خطرناک مثلاً کینسر جیسی بیماری کا سبب بنتا ہو۔

اس سلسلہ میں مقالہ نگار حضرات کی مختلف رائیں ہیں، لیکن اکثر مقالہ نگار اس پر متفق ہیں کہ اگر یہ دوائیں اور کھاد صحت کو نقصان پہنچا رہی ہیں اور ہلاکت خیز بیماریوں کا سبب بن رہی ہیں تو ایسے زہر آلود مادوں کا استعمال کرنا ممنوع ہوگا، چونکہ جسم وجان کی حفاظت اور نگہداشت ایک شرعی فریضہ ہے۔

"ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة" (بقرہ: ۱۹۵)۔ "ولا تقتلوا أنفسكم إن الله كان بكم رحيمًا" (النساء: ۲۹)۔

ان آیات کے ضمن میں مفتی محمد یحییٰ قاسمی نے یہ تفصیلات پیش کی ہیں کہ:

ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کو مارنے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع کیا ہے۔ نہی جب مطلق بولی جائے تو تحریم کا فائدہ دیتا ہے۔ لہذا وہ غذائیں جو ان اضافات پر مشتمل ہوں جو صحت کے لئے نقصان یا ہلاکت کا سبب ہوتے ہیں، وہ حرام ہوں گے۔ تیسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے طیبات حلال کی ہیں اور خبائث حرام کی ہیں (سورہ الاعراف: ۱۵۷)۔ اس آیت میں اللہ نے خبیث اور نقصاندہ چیزوں کو حرام کیا ہے۔ اور

چوں کہ یہ اضافات صحت کے لئے نقصان دہ ہیں، لہذا یہ بھی خبیث اور منہی عنہ ہوں گے۔

حدیث شریف میں ہے، حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے: "لا ضرر و لا ضرار" (البیہقی، ابن ماجہ، امام احمد، دارقطنی)۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس چیز سے منع کیا ہے جس میں ضرر ہو۔ چنانچہ ان غذائی اضافات کے استعمال میں آدمی کے بدن کا نقصان ہے لہذا ان کا استعمال حرام ہوگا، اس لئے کہ ان اضافات پر مشتمل مصنوعات یا تو صحت میں گراوٹ پیدا کرے گی یا پھر موت کا سبب بنے گی۔

اصول فقہ کا ایک مشہور قاعدہ ہے: "ما لا یتم الواجب إلا به فهو واجب" (الاشباہ والنظائر ص: ۲۸۶)۔

شریعت میں جان ونفس کی حفاظت مقاصد ضروریہ میں سے ہے۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ واجب کے حصول کے لئے جن چیزوں کا ہونا ضروری ہوتا ہے وہ بھی واجب ہوتی ہیں۔ چنانچہ جان کی حفاظت واجب ہے، اور اس کا حصول تب ہی ممکن ہے جب کہ ان اضافات ضارۃ سے بچا جائے جو انسان کو موت تک پہنچا دیتے ہیں، لہذا ان سے بچنا بھی واجب ہوگا اور ان اضافات کا استعمال جائز نہ ہوگا۔ اسی طرح "درء المفاسد" کے فقہی اصول سے بھی ان چیزوں کا استعمال ممنوع ہوگا۔

مزید برآں اگر شریعت کی حرام کردہ چیزوں میں غور کیا جائے تو ان میں حرمت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ چیزیں انسانی جسمانی اور روحانی صحت کے لئے نقصان دہ ہیں اور وہ چیزیں مقاصد شریعت کی حفاظت میں مخل ہیں، چنانچہ سورہ مائدہ آیت ۳ "حرمت علیکم المیتة والدم... الخ" میں جن چیزوں کو حرام کیا گیا ہے ان کی حکمت بھی یہی ہے کہ یہ چیزیں انسانی صحت کے لئے نقصان دہ ہیں۔

بعض مقالہ نگار حضرات نے حدیث "لا ضرر ولا ضرار" سے بھی اس ضمن میں استدلال کیا ہے۔

اسی لئے شریعت نے طیبات جو جسم کے لئے سودمند اور نفع بخش ہوں، کو اپنانے اور خبائث جو جسم وعقل کے لئے نقصان دہ اور ضرر رساں ہوں، سے پرہیز کرنے کی تاکید کی ہے، مندرجہ ذیل نصوص کو بطور دلیل پیش کیا گیا ہے:

۱۔ "یا أیها الناس کلوا مما فی الأرض حلالاً طیباً ولا تتبعوا خطوات الشیطان إنه لکم عدو مبین" (بقرہ: ۶۸)۔

۲۔ "یسألونك ماذا أحل لهم قل أحل لکم الطیبات" (مائدہ: ۴)۔

۳۔ "ویحل لهم الطیبات ویحرم علیهم الخبائث" (اعراف: ۱۵۷)۔

۴۔ "یا أیها الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم" (بقرہ: ۱۷۲)۔

۵۔ "یا أیها الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً" (مؤمنون: ۵۱)۔

۶۔ "فکلوا مما رزقکم الله حلالاً طیباً واشکروا نعمة الله" (نحل: ۱۱۴)۔

مولانا محمد شاہجہاں ندوی ان آیات کے پس منظر میں لکھتے ہیں کہ:

"ان آیات کے اندر "طیب" کے کھانے کا حکم دیا گیا ہے، اور لفظ "طیب" کا مفہوم وسیع ہے، چنانچہ اس کا اطلاق اس چیز پر بھی ہوتا ہے جو مادی اعتبار سے اچھی ہو، اور اس چیز پر بھی جو عقلی اور اخلاقی اعتبار سے اچھی ہو، نیز صفت کے طور پر بھی اس کا استعمال ہے، اسی لیے اچھے شخص پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے سو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں پاکیزہ چیز کے کھانے کا حکم دیا ہے، اور پاکیزہ چیز وہ ہے جو ہر اعتبار سے ضرر اور نقصان دہ ہونے سے دور ہو، لہذا غذا کو 'طیب' ہونے کی صفت سے باہر نکالنے کا ہر اقدام گناہ اور معصیت ہے، خواہ بگاڑنا زہر آلود کھانے کے ذریعہ ہو یا کھاد کی مقدار کی زیادتی کے ذریعہ ہو، یا زہر آلود دواؤں کے ذریعہ ہو۔

مفتی عبدالرحیم قاسمی نے فقہ کی یہ عبارت بھی پیش کی ہے:

"وإباحة الطیبات هو من أجل تکریم الإنسان وتحریم الخبائث، وبعض أنواع لحوم الحیوان هو من أجل

حفظ الصحة وعدم مصادمة الطبع السليم والبعد عن كل ما يلحق بالجسد والعقل من الأضرار وصنوف الأذى" (بدون حوالہ)۔

ان دواؤں سے پیدا ہونے والی بیماریاں:

مفتی انور علی اعظمی نے اس ضمن میں یہ کہا ہے کہ کیڑے مار دواؤں کی وجہ سے درج ذیل خطرناک بیماریوں کے بڑھ جانے کے امکانات پیدا ہوجاتے ہیں:

۱۔ جسم اور آنکھوں میں خارش ہوتی ہے۔

۲۔ اعصابی نظام متاثر ہوتا ہے۔

۳۔ یہ ہارمون کی کاپی کرتے ہیں اور جدید تخلیق میں بے ترتیبی کی وجہ بنتے ہیں۔

۴۔ کینسر کا سبب بنتے ہیں۔

۵۔ دماغی امراض، پیدائش میں نقص، اچانک موت اور دماغی نشوونما میں بے ترتیبی وغیرہ۔

آگے لکھتے ہیں کہ عالمی ادارہ صحت اور اقوام متحدہ کے ماحولیاتی پروگرام نے اندازہ لگایا ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں کھیتوں میں کام کرنے والے تیس لاکھ افراد ان دواؤں کے اثرات کا شکار ہوتے ہیں، اور ان میں سے اٹھارہ ہزار موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں، اس لئے ارباب حکومت کی ذمہ داری ہے کہ کاشتکاروں کو پابند کریں کہ کیڑے مار دوائیں اسی حد تک استعمال کریں جو انسانی صحت کے لئے مضر نہ ہوں اور مسلمان کاشتکار جو اسلامی شریعت کے مکلف ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ذاتی منافع کے لئے لوگوں کی ہلاکت کے اسباب نہ پیدا کریں، حدیث ہے: "لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام"، لہذا انہیں اس ناجائز کام سے بچنا ضروری ہے۔

دیگر تفصیلی آراء:

مولانا محبوب فروغ قاسمی نے ممنوع کے حکم کا مدار سبب پر رکھا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اگر سبب قریب ہے خواہ محرک وجالب ہو یا محرک وجالب نہ ہو ہر دو صورت قابل اجتناب ہے، محرک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسبب کا یہ عمل نہ ہوتا تو مجرم اس جرم کا ارتکاب نہیں کرتا، غیر محرک یہ ہے کہ معصیت کا ارادہ رکھنے والوں کی اعانت ہورہی ہے، جیسے آمادہ قتل کے ہاتھ میں تلوار دینا قتل کا ایسا سبب نہیں ہے کہ اگر یہ نہیں دیتا تو کوئی اور دینے والا نہیں تھا، مگر اس کا دینا قتل کے لئے معین و مددگار ثابت ہوا ہے۔ فقہاء نے ان دونوں صورتوں کو ممنوع قرار دیا ہے، اگر سبب محرک ہے تو اس کا حکم حرمت کا ہے، اگر غیر محرک ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں، اس معصیت کے ارتکاب میں کچھ اور بھی عمل کرنا پڑتا ہے یا بعینہ اسی شئی سے معصیت کا ارتکاب ہوتا ہے، اگر بعینہ اسی شئی سے ارتکاب جرم ہورہا ہے تو ایسا سبب مکروہ تحریمی ہے ورنہ مکروہ تنزیہی ہے۔

مذکورہ عبارت کی روشنی میں مولانا موصوف اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ غذائی وخوردنی اشیاء جن کو پکا کر کھانے کا رواج ہے چونکہ زہر کو زائل کرنے میں آگ کی ایک خاص تاثیر ہے تو اگر ماہرین کی تحقیق کے مطابق اس میں بھی زہریلا مادہ ہے تو یہ سبب محرک کی دوسری قسم ہے جسے مکروہ تنزیہی کے دائرہ میں رکھا جائے گا، اور اگر تحقیق سے یہ بات ثابت ہوجائے کہ اس سے مہلک امراض پیدا ہونا ظن غالب ہے تو مکروہ تحریمی بلکہ حرام ہوگا۔ اور مثال میں انسانی جسم کو کتے اور سانپ کے کاٹتے ہوئے زہریلے اثرات کا ذکر کیا ہے کہ کتے کے پکڑے ہوئے شکار کو اور سانپ کی ڈسی ہوئی مچھلی کو کھایا جاسکتا ہے (مشکوۃ، ص: ۳۰، فتاوی عالمگیری ۵/ ۴۲۹)، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی سمیت (زہریلا پن) آگ پر چڑھنے کے بعد زائل ہوجاتی ہے، لیکن جو پیداوار از قبیل فواکہ یا بعینہ کھائی جانے والی سبزیاں ہوں تو اس کی کاشت میں ایسے کیمیکل کا استعمال جس سے بعد میں بڑی بیماری پیدا ہونے کا خطرہ رہتا ہو مکروہ تحریمی ہوگا۔

مفتی ابوبکر قاسمی نے کھاد کی کثیر مقدار کو جو کہ مضر صحت ہو، ناجائز قرار دیتے ہوئے اس آیت:

"يسألونك عن الخمر والميسر قل فيهما إثم كبير ومنافع للناس وإثمهما أكبر من نفعهما" (بقرہ: ۲۱۹) سے استدلال کیا ہے کہ شراب وجوا میں منافع کو تسلیم کرنے کے باوجود کثرت گناہ اور اس کی غذائی مضرت کے سبب اس کی حرمت کا اعلان کیا ہے، لہذا جس چیز میں نفع سے زیادہ نقصان کا پہلو ہو شرعا اس سے رکنا اور بچنا ضروری ہے۔

مفتی محمد عارف باللہ قاسمی کیمیائی کھادوں کے استعمال کو مضر صحت قرار دیتے ہوئے اسباب حرمت پر موسوعہ فقہیہ کی یہ عبارت پیش کی ہے:

''يحرم أكل الشيئ مهما كان نوعه لأحد أسباب خمسة: السبب الأول: الضرر اللاحق بالبدن أو العقل، ولهذا أمثلة كثيرة:(منها) الأشياء السامة سواء أكانت حيوانية كالسمك السام، وكالوزغ والعقارب والحيات السامة والزنبور والنحل، وما يستخرج منها من مواد سامة، أم كانت نباتية كبعض الأزهار والثمار السامة، أم جمادية كالزرنيخ، فكل هذه تحرم، لقوله تعالى: ''ولا تقتلوا أنفسكم''، (ومنها) الأشياء الضارة وإن لم تكن سامة، وقد ذكر منها في كتب الفقه:الطين والتراب والحجر والفحم على سبيل التمثيل، ولا فرق في الضرر الحاصل بالسميات أو سواها بين أن يكون مرضًا جسمانيًا أيا كان نوعه، أو آفة تصيب العقل كالجنون والخبل'' (۱۲۵/۵)۔

اس عبارت کو پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ایسی چیزوں کا کھانا چونکہ ہلاکت اور مہلک امراض میں مبتلا ہونے کا ذریعہ ہے، اس لئے ان کو کھانا حرام ہے، اور جب کھانا حرام ہے تو انسانی غذا کو پیداوار کی کثرت کی خاطر مضرت رساں اور زہر آلود بنانا بھی جائز نہیں ہوگا۔

مولانا محمد طیب الرحمن آسامی نے حیوانات ونباتات میں حرمت کی درج ذیل بنیادیں ذکر کی ہیں:

الف۔خبث:وہ چیز حرام قرار دی گئی جو خبیث ہو؛ کیونکہ انسانی زندگی کا امتیاز جسم وروح کی پاکیزگی میں رکھا گیا ہے۔

ب۔اسکار:وہ چیزیں جو نشہ پیدا کرنے والی ہوں، اس میں شراب اور وہ تمام منشیات شامل ہیں جو انسانیت کی تباہی کا باعث ہیں۔

ج۔ضرر:اللہ تعالی نے ان چیزوں کو حرام قرار دیا جو جسم انسانی کے لئے باعث ضرر ہو، چنانچہ جدید تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ خنزیر میں نہایت مہلک قسم کے جراثیم پائے جاتے ہیں۔

د۔نجاست:چونکہ سلیم الفطرت انسان اس سے کدورت محسوس کرتا ہے اس لئے شریعت نے ہر نجس اشیاء کو بھی حرام قرار دیا۔

مولانا محمد شاہجہاں ندوی نے پیداوار میں اضافہ اور پھلوں کو بچانے کے لئے زہر آلود مادوں کے استعمال کو ناجائز اور حرام قرار دیتے ہوئے مندرجہ ذیل دلائل دیے ہیں:

۱۔ارشاد باری تعالی ہے:''ولا تعتدوا إن الله لا يحب المعتدين'' (مائدہ: ۸۷)۔

۲۔ارشاد باری ہے:''ويسعون في الأرض فسادًا والله لا يحب المفسدين'' (مائدہ: ۶۴)۔

۳۔ارشاد الٰہی ہے:''ياأيها الناس كلوا مما في الأرض حلالًا طيبًا ولاتتبعوا خطوات الشيطان، إنه لكم عدو مبين'' (بقرہ: ۱۶۸)

۴۔ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر غلہ کے ایک ڈھیر کے پاس سے ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ڈھیر میں انگلیاں داخل کیں تو تری کا احساس ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا:''ما هذا يا صاحب الطعام؟ قال: أصابته سماء يا رسول الله، قال: فهلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس، من غشنا فليس منا'' (مسلم،حدیث نمبر:۱۰۲،سنن ابوداود،حدیث نمبر:۳۴۵۲)۔

۵۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:''من ضار أضر الله به، ومن شاق شق الله عليه''(سنن ابو داؤد، حدیث نمبر: ۳۶۳۵، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۹۴۰)۔

۶۔علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں:''والحق في إفتاء التحليل والتحريم في هذا الزمان التمسك بالأصلين اللذين ذكرهما البيضاوي في الأصول، ووصفهما بأنهما نافعان في الشرع:الأول:أن الأصل في المنافع الإباحة، والمأخذ الشرعي آيات ثلاث: الأولى قوله تعالى: ''خلق لكم ما في الأرض جميعًا'' (البقرہ: ۲۹)، واللام للنفع فتدل على أن الانتفاع بالمنتفع به مأذون شرعًا، وهو المطلوب، الثانية قوله تعالى:''قل من حرم زينة الله التي أخرج لعباده'' (الاعراف:

۳۲)، والزينة تدل على الانتفاع، الثالثة قوله تعالى: ''أحل لكم الطيبات'' (المائده:۴)، والمراد بالطيبات المستطابات طبعًا، وذلك يقتضي حل المنافع بأسرها، والثاني: أن الأصل في المضار التحريم والمنع، لقوله عليه الصلاة والسلام: ''لا ضرر ولا ضرار في الإسلام'' وأيضًا ضبط أهل الفقه حرمة التناول إما بالإسكار كالبنج، وإما بالإضرار بالبدن كالتراب والترياق، أو بالاستقذار كالمخاط والبزاق، وهذا كله فيما كان طاهرًا (العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامديه ۲/ ۳۳۲)۔

مولانا زین العابدین الکوثری ان دواؤں کے استعمال کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ زہر قاتل ہیں اور انسانی جسم کو نقصان پہنچانے والے ہیں، "لا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة وأحسنوا إن الله يحب المحسنين"۔

کھاد کے ذریعہ پیداوار میں اضافہ کے مجوزین:

تقریبًا تمام ہی مقالہ نگار اس پر متفق ہیں کہ پیداوار میں اضافہ کے لئے کھاد کا استعمال اور دوسری تدابیر اختیار کرنا جائز ہے، بعض حضرات نے تابیر نخل اور انسانی غلاظتوں اور گندی نالیوں سے پیداوار میں اضافہ کئے جانے پر استدلال کیا ہے۔

۱۔ عن أنس أن النبي ﷺ مرّ بقوم يلقّحون، فقال: لو لم تفعلوا لصلُح، قال: فخرج شيصًا فمرّ بهم فقال: ما لنخلكم؟ قالوا: قلت كذا وكذا، قال: أنتم أعلم بأمر دنياكم'' (مسلم: ۴۳۵۸)۔

۲۔ عن محمد بن إسحاق عن عبد الله بن بابا قال يزيد قال: كان سعد يعني ابن أبي وقاص رضي الله عنه يحمل مكتل عرّة إلى أرض له (السنن الكبرى للبيهقي: ۱۲۰۹۴)۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی غلاظت کو بطور کھاد استعمال کرنے کا رواج عہد صحابہ میں بھی تھا۔

لیکن اس کے برعکس روایتیں بھی ہیں جن میں نجاستوں سے کھیتی کو سیراب کرنے کو درست نہیں کہا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہاء کے درمیان اس سلسلہ میں اختلاف ہے، مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی اور مفتی محمد مقصود رامپوری وغیرہ نے اس پر فقہی عبارتوں کے حوالہ سے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، جیسا کہ الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے:

''ذهب المالكية والشافعية إلى أن من الطاهر الزرعَ الذي سُقي بنجس أو نبت من بذر نجس وظاهره نجس فيغسل قبل أكله وإذا سنبل فحبّاته الخارجة طاهرة قطعًا ولا حاجة إلى غسلها وهكذا القثاء والخيار وشبيههما يكون طاهرًا ولا حاجة إلى غسله، واستثنى الشافعية روث الكلب والخنزير فلم يجيزوا التسميد بأي منهما، وذهب الحنفية إلى أنه يجوز التسميد بالنجاسات، والزروع المسقية بالنجاسات لا تحرم ولا تكره، وظاهر مذهب الحنابلة تحرم الزروع والثمار التي سقيت بالنجاسات أو سمّدت بها'' (۲۲۷/۲۵)۔

☆ مولانا جمشید جوہر قاسمی نے اس عبارت کے ضمن میں حنابلہ کے دلائل ذکر کئے ہیں اور ان دلائل کا جائزہ لیا ہے، اور پھر حنفیہ کے دلائل ذکر کرنے کے بعد حنفیہ کی رائے کو اجماع سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور علامہ النووی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ عہد حاضر میں کھاد کی سب سے عمدہ قسم حیوانی فضلات اور انسانی غلاظت ہے اور اس پر متخصصین کا اجماع ہے، لہٰذا ان کی وصیت جائز ہوگی، کیونکہ انہیں انسان بطور کھاد استعمال کر کے نفع اٹھاتا ہے، (المجموع شرح المہذب ۴۲۹/۱۵)۔ اسی طرح سنن ابوداؤد کے شارح عبدالمحسن العباد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ گندی نالیوں کے پانی یقینا ناپاک ہیں؛ لیکن اگر فصل میں ناپاک کھاد کا استعمال کیا گیا اس کے بعد دوسرا پاک پانی ڈالا گیا جس کی وجہ سے کھاد میں تبدیلی آگئی اور اس کا اثر ختم ہوگیا تو اس کا حکم اس فصل کی طرح نہ ہوگا جس کو ہمیشہ ناپاکی سے ہی سیراب کیا جاتا ہے (شرح سنن ابی داؤد: عبدالمحسن العباد ۲۰/ ۶۴)۔

ان تفصیلات کے بعد مولانا موصوف لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ جس کھاد میں سمیت ہو اگر اس کا استعمال کیا گیا پھر استحالہ ہوگیا تو اس کا سابق حکم باقی نہیں رہے گا، بلکہ ان فصلوں اور پھلوں کا استعمال بالکل جائز ہوگا۔

☆ اور موسوعہ فقہیہ ہی کے حوالہ سے مفتی محمد مقصود رامپوری نے یہ عبارت نقل کی ہے:

''ومن أمثلة المتنجس عند الحنابلة ما سقي أو سمد بنجس من زرع وثمر فهو محرم لتجنسه، ولا يحل حتى يسقى بعد ذلك بماء طاهر يستهلك عين النجاسة ونقل في الإنصاف عن ابن عقيل قوله ليس بنجس ولا محرم بل يطهر بالاستحالة كالدم يستحيل لبنا ومما يذكر هنا أن روث ما يؤكل لحمه طاهر فالتسميد به لا يحرم الزرع وصرح الحنفية والمالكية والشافعية في المسقي المذكور أنه لا يتنجس ولا يحرم'' (۱۲۶/۵)۔

مفتی موصوف لکھتے ہیں کہ وہ پودے یا درخت اور کھیتی جس میں ناپاک اشیاء اور ناپاک پانی کا استعمال کیا جاتا ہے اس سے بھی استحالہ اور انقلاب عین ہو جاتا ہے لہذا وہ بھی حلال اور جائز ہے، ایسے ہی وہ کھاد جس میں سمیت ہوتی ہے اور اس کو کھیتی میں ڈالا جاتا ہے اس میں بھی انقلاب عین ہوتا ہے لہذا وہ بھی جائز ہے۔

چند اصول وضوابط:

☆ مولانا جمشید جوہر قاسمی نے اس سلسلہ میں الاشباہ والنظائر کے حوالہ سے چند اصولوں اور قواعد کا ذکر کیا ہے:

۱۔ الأمور بمقاصدها، اس قاعدہ کو بنیاد بنا کر لکھتے ہیں کہ کھاد ڈالنے کا مقصد پیداوار میں اضافہ کرنا ہے نہ کہ انسانی بدن کو نقصان پہنچانا۔

۲۔ الیقین لا یزول بالشک، اس کے ضمن میں کہتے ہیں کہ ان غذاؤں کا مباح ہونا یقینی ہے، اور کینسر کا خطرہ محض ظن ہے، اس لئے ناجائز نہیں ہوسکتا ہے۔

۳۔ الأصل بقاء ما كان على ما كان، اس کے تحت ان کا کہنا ہے کہ ان اشیاء کا اصل حلال ہونا ہے، لہذا شک کی بنیاد پر ان میں حرمت نہیں آسکتی ہے۔

۴۔ ''العسر وعموم البلوى''۔

۵۔ ''الأمر إذا ضاق اتسع وإذا اتسع ضاق''۔

۶۔ ''الضرورات تبيح المحظورات''۔

ان اسباب میں سے جن کی وجہ سے شریعت کے احکام میں تخفیف ہو جاتی ہے ایک سبب عسر اور عموم بلوی بھی ہے، اگر ان چیزوں کو حرام اور ممنوع قرار دیا جائے تو لوگ حرج اور تنگی میں مبتلا ہو جائیں گے؛ کیونکہ ان چیزوں کا استعمال بکثرت ہوتا ہے، لہذا ابتلاء عام اور یسر کے پیش نظر استعمال کرنا جائز ہوگا۔

☆ جبکہ مولانا محمد عثمان بستوی نے ضرر کو بنیاد بناتے ہوئے درج ذیل پانچ اصولوں کا ذکر کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ:

۱۔ دفع مضرت اور جلب منفعت کی صورت میں دوسرے کو پہنچنے والے ضرر ونقصان کا تعلق دوسرے کے ضرر محض سے ہے۔ اگر دوسرے کو پہنچنے والا صرف ضرر محض نہ ہو بلکہ ضرر کے ساتھ نفع بھی پہنچے تو اس کا حکم الگ ہوگا اور وہ یہ ہے کہ جب کسی کو نفع کے ساتھ ضرر بھی پہنچے تو ایسے شخص کو اختیار ہے کہ وہ نفع کے ساتھ ضرر کو بھی برداشت کرے یا وہ نفع وضرر دونوں کو ترک کردے، مثلاً مبیع میں عیب ہو تو بیع کو فسخ کر کے ضرر سے بچنے کا اختیار ہے، اور اگر چاہے تو ضرر پر راضی ہو کر نفع کو حاصل کرے۔

۲۔ اگر کسی کے ذریعہ دوسرے کو نفع اور ضرر دونوں ساتھ پہنچے اور اس ضرر کو بیان کر دیا جائے یا وہ ضرر ایسا ہو کہ دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہو یا اس ضرر پر دلالۃ رضا ہو تو اس صورت میں اس شخص پر جس کی جانب سے نفع کے ساتھ ضرر بھی پہنچا ہے کوئی گناہ نہیں؛ کیونکہ اس نے دھوکہ دے کر کوئی ضرر نہیں پہنچایا ہے بلکہ اس نے از خود ضرر کو اپنی رضا سے برداشت کیا ہے۔ لہذا دوسرے پر کوئی گناہ نہیں، یعنی اضرار نہیں بلکہ تحمل ضرر ہے (دیکھئے: شامی ۲۳۰/۷، ۹۴، ۴طحطاوی علی الدر ۱۳۹/۳)۔

مذکورہ بالا ضابطے کی بنیاد پر بقدر معروف ملاوٹ کو جائز کہا گیا ہے (احسن الفتاوی ۹۹/۸)۔

۳۔ جس چیز میں نفع اور ضرر دونوں پہلو ہو تو وہ چیز فی نفسہ شرعاً حرام وناجائز نہیں ہوا کرتی ہے، اسی وجہ سے جس چیز کے جائز استعمال کی کوئی صورت ہو اس کی خرید وفروخت کاشت وغیرہ سب جائز ہے (انعام الباری ۲۰۹/۶، ۲۷۰)۔

۴۔ جس چیز میں ضرر عام ہو تو اس کو بند اور ختم کرنے کی کوشش سلطان کی ذمہ داری ہے، اور ضرر عام والی صورت اختیار کرنا کراہت سے خالی نہیں، اگر چہ ضرر کی

نوعیت واضح ہو (طحطاوی علی الدر ۳/ ۱۳۹، شامی ۷/ ۴۹۴-۴۹۵)۔

۵۔ جس وقت دو محظور و دو ضرر میں سے کسی ایک میں ابتلاء ناگزیر ولابدی ہو جائے تو ضرر اخف کے ذریعہ اشد کو دفع کیا جائے گا۔

''إذا ابتلی ببلیتین فاختر أہونہما، الضرر الأشد یزال بالضرر الأخف'' (شرح المجلۃ ۱/ ۲۶-۲۷، مادہ: ۲۷-۲۹)۔

☆ مندرجہ بالا اصولوں کی روشنی میں مولانا بستوی کا کہنا ہے کہ:

جن مقامات میں زہریلی کھاد و دوا وغیرہ کا غیر مضر مناسب متبادل موجود نہیں ہے ان مقامات میں اس کا استعمال بلا کراہت جائز ہے، جس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ زہریلی ادویہ اور کھاد وغیرہ کی وجہ سے غلہ جات اور پھلوں میں جو زہریلا اثر پیدا ہوتا ہے وہ مہلک اور قاتل نہیں اور جو زہر مہلک نہ ہو ان کو دفع مضرت کے لئے استعمال کرنے کی اجازت ہے۔

''السموم علی أربعۃ أضرب.... منہا ما یقتل کثیرہ دون قلیلہ فأکل کثیرہ الذی یقتل حرام والقلیل منہ إن کان مما ینفع فی التداوی جاز أکلہ تداویًا منہا'' (نیل الاوطار ۸/ ۲۰۴)۔

۲۔ غلہ جات اور پھل کو استعمال کرنے والوں کو جو ضرر لاحق ہوتا ہے وہ ضرر محض نہیں ہے بلکہ اس میں ضرر کے ساتھ نفع بھی شامل ہے اور جب نفع اور ضرر دونوں ملے ہوئے ہوں تو وہ ضرر اس وقت موجب حرمت ہوگا جب ضرر پہنچنے والے کو بغیر اس کی رضا اور علم کے ضرر پہنچایا جائے، کیونکہ اس میں ظلم اور خداع دونوں پایا جائے گا، لیکن جب ضرر پہنچنے والے کو نفع کے ساتھ ضرر کا بھی علم ہو اور اس پر راضی ہو تو ایسی صورت میں یہ ضرر موجب حرمت نہیں ہوگا، کیونکہ وہ تحمل ضرر پر راضی ہے اور دوسرے کی طرف سے اس کو کوئی دھوکہ نہیں دیا گیا ہے۔

''لا بأس بیع المغشوش إذا بین غشہ أو کان ظاہرًا یری، وکذا قال أبو حنیفۃ فی حنطۃ خلط فیہا الشعیر والشعیر یری'' (شامی ۷/ ۴۹۴)۔

۳۔ زہریلی کھاد و دوا کا مناسب متبادل موجود نہ ہونے کے وقت اس کے استعمال کرنے اور نہ کرنے دونوں میں ضرر و نقصان ہے، استعمال کرنے میں دوسرے لوگوں کا نقصان اور استعمال نہ کرنے میں کسانوں کے ساتھ ساتھ عامۃ الناس کا بھی نقصان ہے، کیونکہ بغیر کھاد اور دوا کے کثیر پیداوار کا ہونا اور محفوظ رہنا دشوار ہے، لہذا جب دونوں میں ضرر ہے تو بڑے ضرر کو دفع کیا جائے گا اور چھوٹے ضرر کو برداشت کیا جائے گا، اور کھاد و دوا کے استعمال سے پہنچنے والا ضرر اس کے ترک کے ضرر سے بدرجہا کم ہے لہذا استعمال ہونے والے ضرر کو برداشت کر کے ترک والے ضرر کو دور کیا جائے گا۔

۴۔ جب ان زہریلی دوا و کھاد کا مناسب متبادل موجود نہ ہو تو اس کے ترک کا ضرر متیقن ہے اور استعمال کا ضرر محتمل ہے؛ لہذا ضرر محتمل کی وجہ سے کسی کو ضرر متیقن برداشت کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے۔

۵۔ البتہ اگر اس کا مناسب متبادل موجود ہو تو اس کا استعمال کراہت سے خالی نہیں اگر چہ ضرر پہنچنے والے کو اس کا علم ہو۔

☆ جبکہ مولانا عارف باللہ قاسمی متبادل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مصنوعی کیمیائی کھادوں اور کیڑے مار ادویات اور کیمیائی اجزاء میں سمیت پائی جاتی ہے، جن سے انسانی اور حیوانی صحت پر نہایت مضر اثرات پڑتے ہیں، اس کے برخلاف اس کے متبادل طریقہ کاشتکار یعنی نامیاتی کاشتکاری میں مصنوعی کیمیائی کھادوں، زرعی زہر اور دیگر کیمیائی مادوں کا استعمال نہیں ہوتا، اور اس سے بھی پیداوار میں اضافہ کیا جا سکتا ہے، بلکہ ماہرین کے بقول اگر نامیاتی کاشتکاری کو صحیح طریقہ پر اختیار کیا جائے تو کیمیائی کاشتکاری کے مقابلہ میں اس میں پیداوار کی کمی بھی نہیں ہوتی، ساتھ ہی مصنوعی کھادوں اور کیمیائی اجزاء کے مضر اثرات سے تحفظ بھی ہو جاتا ہے، اور نامیاتی کاشتکاری کے ذریعہ حاصل شدہ سبزیاں اور پھل غذائیت سے بھرپور بھی ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ نامیاتی کاشتکاری دنیا میں مقبول ہو رہی ہے۔

چند دوسری آراء:

☆ قاضی محمد حسن ندوی نے زہریلی کھاد کے استعمال کے جواز کی دو وجہیں ذکر کی ہیں:

۱۔ ایک وجہ یہ ہے کہ جب حلال مادہ غالب ہوتا ہے اور زہریلا مادہ قلیل، تو حکم اغلب مادہ کے اعتبار سے ہوگا، یعنی اس کھاد کا اکثر حصہ پاک اور حلال ہے تو ''للأکثر حکم الکل'' کے تحت پوری کھاد کا استعمال درست ہوگا۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کھاد میں جو حرام اشیاء اور زہریلا مادہ استعمال کیا گیا ہے وہ اتنی کم مقدار میں ہے کہ اس کی اصل حقیقت تبدیل ہوگئی ہے، لہٰذا جب حقیقت بدل گئی ہے تو کھاد کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔

☆ پھلوں پر زہریلی دواؤں کے چھڑکاؤ کے تعلق سے مولانا عبدالمنان آسامی نے دو صورتیں لکھی ہیں: ایک یہ کہ پھلوں کی ابتدائی حالت میں کیڑوں سے حفاظت کے لئے زہریلی دواؤں کا استعمال ممنوع نہیں ہوگا، دوسرے یہ کہ پھل پکنے کے وقت یا اتارنے کے وقت زہریلی دوا کا استعمال کراہت سے خالی نہ ہوگا۔

☆ جبکہ مولانا ولی اللہ مجید قاسمی کے بقول ایسی صورت میں یہ دیکھنا ہوگا کہ کیا نقصان دہ پہلو غالب ہے کہ عام طور پر لوگ اس کی وجہ سے کسی نہ کسی مرض میں مبتلا ہوجاتے ہیں یا بہت کم لوگ اس کی زد میں آتے ہیں، جیسے کہ بعض دواؤں کے ضرر رساں پہلو کی وجہ سے کچھ لوگوں کے گردے فیل ہوجاتے ہیں، ایسی صورت میں اس کے غالب فائدے کا اعتبار ہوگا اور ضرورت کے پیش نظر اسے گوارا کیا جائے گا، جیسا کہ فقہی ضابطہ ہے کہ عمومی ضرر کو ختم کرنے کے لئے خصوصی ضرر کو برداشت کیا جائے گا، پیداوار میں اضافہ نہ کرنے یا انہیں نہ بچانے کی وجہ سے عمومی نقصان ہوگا، اور لوگ غذائی قلت کا شکار ہوں گے۔

☆ مولانا جمشید جوہر قاسمی نے پھلوں پر دواؤں کے چھڑکاؤ سے متعلق تفصیل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

زہر آلود دواؤں کا چھڑکاؤ پھلوں کی حفاظت کے لئے کیا جاتا ہے، ماہرین اور اس شعبہ میں کام کرنے والوں سے پوچھے جانے پر انہوں نے بتایا کہ ان پھلوں کو ایسے ہی عام مارکیٹ میں نہیں لایا جاتا بلکہ بہت ساری لیباریٹریاں ٹسٹ کرتی ہیں کہ پھلوں کے پکنے یا قابل استعمال ہونے سے کتنے دن قبل ان دواؤں کا استعمال صحت کے لئے مضر ہوسکتا ہے اور کتنے دن قبل چھڑکاؤ کی وجہ سے صحت کے لئے مضر نہیں ہوسکتا ہے، لیکن جو بھی کوشش قدرتی نظام سے ہٹ کر کی جاتی ہے وہی سوالیہ نشان بن جاتی ہے، جیسے پیداوار بڑھانے کے لئے جراثیم کا استعمال مثلاً BT, Cotton, BT, Brinjal آج کل سوالیہ نشان بن گیا ہے؛ کیونکہ اس میں ایک جراثیم فصل میں پیداوار بڑھانے کی غرض سے ڈال کر پیداوار کی صلاحیت کو بڑھانے کی کوشش کی گئی ہے، لیکن اس کے مضرت اثرات کا کوئی بھی اندازہ لگانا قبل از وقت ہوگا۔

آگے مزید لکھتے ہیں کہ:

البتہ پیداوار کو بیماریوں اور کیڑے مکوڑوں سے بچانے کے لئے دوائیوں کا استعمال اس لئے ضروری ہے کہ پیداوار کا مقرر کردہ (Target) اس کے بیج کی صلاحیت کو مدنظر رکھ کر کیا جاتا ہے، البتہ ان کا صحیح استعمال یعنی مقدار اور استعمال کا وقت، اور طریقۂ استعمال کا خاص خیال رکھا جائے، سائنسدانوں نے جو بات اس سلسلہ میں کہی ہے اس کی رعایت کی جائے تو نقصان کا اندیشہ کم رہ جاتا ہے، نیز فصل کی کٹائی کے وقت یہ دوائی فصل میں MRL(Maximum Residue Level) سے کم ہو؛ تاکہ یہ کھانے والوں کے لئے برے اثرات کا باعث نہ بن سکے، کیونکہ سائنسدان یہ ہدایت فراہم کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں کہ کس قسم کی دوائی استعمال کرنے کی وجہ سے کتنی دیر اور کتنے وقت کے بعد فصل کاٹ سکتے ہیں، یا فصل پر چھڑکنے کے بعد کتنے دنوں تک انتظار کیا جائے، اس کے بعد استعمال کرسکتے ہیں، اس کو وہ waiting period کہتے ہیں۔ ان میں سے کچھ دوائیوں کے نام یہاں درج کئے جاتے ہیں:

دوائیوں کے نام	تعیین مدت	اشیاء	مقدار (PPM)
I-Dimethoate	8	پھل	2
		مرچی	0.5
۲-Chlorpyrfos	9	چاول/گیہوں	0.05

		پھل	0.5
		تیار شدہ دال وغیرہ	0.01
۳-Melathion	5	چاول/گیہوں	4
		تیار چاول	1
		پھل	4
		ترکاری	3
		ڈرائی فروٹ	8
۴-Hexaconazole	4	سیب	0.1
		آم	0.02
		چاول	0.02
		مونگ پھلی	0.02
		چائے	0.02
		انگور	0.1
		مرچی	0.5
		آلو	0.02
		سویابین	0.02
۵-Difenoconazole	5	مرچی	0.002
		چاول	0.002
۶-Endosulfan	12	پھل	2
		کاٹن	0.5
		بنگالی دال	0.2
		کبوتر کا دانہ	0.1
		مچھلی	0.2
		مرچی	1

		الھیل (الائچی)	1
۷-Cypermethrin	11	گیہوں	0.05
		بیگن	0.2
		بند گوبھی	2
		اوکرا	0.2
		پولٹری	0.2
		چاول	0.01
۸-Fenazaguin	6	چائے	3
۹-Fenproproximate	6	مرچی	1
		چائے	0.02
۱۰-Dichloroves	7	چاول/گیہوں	1
		ترکاری	0.15
		پھل	0.1

مذکورہ بالا تحریر اور اوپر کی تفصیل سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اگر ان اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے پیداوار میں ان دواؤں کا چھڑکاؤ کیا گیا جو سائنسدانوں نے فراہم کیا ہے تو نقصان کا اندیشہ بہت ہی کم رہ جاتا ہے، لہذا ایسی چیزوں کا کھانا اور استعمال کرنا حلال ہوگا، نیز اس قسم کی دوائیوں کا چھڑکاؤ پھلوں میں بھی درست ہوگا۔

۲۔ پھلوں اور سبزیوں کو پکانے اور حجم بڑھانے کے لئے زہریلی کیمیکل اور انجکشن کا استعمال:

سوال نمبر: ۲- پھلوں کو پکانے کے لئے ایسے کیمیکل استعمال کئے جاتے ہیں کہ وقت سے پہلے پھل پک جائیں، یا وہ دیکھنے میں خوشنما نظر آئیں، یا بعض اوقات انجکشن دیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ تیزی سے پک جاتا ہے اور ایک درجہ میں اس سے مٹھاس بھی پیدا ہوجاتی ہے، نیز کاٹنے کے بعد وہ پھل اس طرح نظر آتا ہے جیسا کہ فطری طور پر پکی ہوئی حالت میں ہوتا ہے، میڈیکل ماہرین کا خیال ہے کہ قبل از وقت پھل پکانے یا استعمال کئے جانے والے کیمیکل انسانی صحت کے لئے حد درجہ نقصان دہ ہیں تو کیا پھلوں کو جلد از جلد پکانے کے لئے یا کسی ترکاری کے حجم کو بڑھانے یا جلد تیار کرنے کے لئے ایسی زہریلی دواؤں کا استعمال جائز ہے؟

اس سلسلہ میں تقریباً سبھی مقالہ نگاروں کی رائے ہے کہ پھلوں کو پکانے اور خوشنما بنانے کے لئے زہریلی دواؤں اور کیمیکل کا استعمال، اسی طرح پھلوں میں مٹھاس پیدا کرنے اور سبزیوں کا حجم بڑھانے کے لئے زہریلے مادوں پر مشتمل انجکشن لگانا جو انسانی صحت کے لئے مہلک امراض کا سبب بنتا ہو، ناجائز اور حرام ہے۔

مولانا محمد شاہجہاں ندوی نے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل متعدد دلائل دیئے ہیں:

ا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "وأشهدوا إذا تبايعتم ولا يضار كاتب ولا شهيد. وإن تفعلوا فإنه فسوق بكم واتقوا الله ويعلمكم الله والله

بکل شئ علیم" (البقرہ: ۲۸۲)۔

جب سماجی خدمت انجام دینے والے کاتب اور گواہ کو نقصان پہنچانے سے منع کیا گیا تو زہریلی دواؤں کے استعمال کے ذریعہ انسانی سماج کی ایک بڑی تعداد کو نقصان پہنچانا کس طرح درست ہوگا؟

۲۔ارشاد باری ہے: "ویحل لهم الطیبات ویحرم علیهم الخبائث" (الاعراف:۱۵۷)۔

کسی شئی کو زہر آلود دواؤں کے ذریعہ مضرت رساں بنادینا بھی خبیث اور گندی شئی بنادینے کے حکم میں ہے۔

۳۔ارشاد باری ہے: "إنا کل شئ خلقناه بقدر" (القمر:۴۹)۔

اللہ تعالی نے ہر چیز کو توازن اور تناسب کے ساتھ پیدا فرمایا ہے، لہذا زہریلی دواؤں کے ذریعہ ترکاری کے حجم کو اس طرح بڑھانا یا اس قدر جلد تیار کرنا جو اس کے توازن کو بگاڑ دے، ناجائز ہے۔

۴۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "ملعون من ضار مسلمًا أو غرّه" (ترمذی:۱۹۴۱)۔

زہریلی دواؤں کے ذریعہ ترکاری کے حجم کو نقصان دہ حد تک بڑھا کر مسلم کو ضرر پہنچانا حرام ہے۔

۵۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "لا ضرر ولا ضرار، من ضارّ ضاره الله، ومن شاق شاق الله علیه" (المستدرک للحاکم/۲۳۴۵، السنن الکبری للبیهقی/۱۱۳۸۴)۔

۶۔علامہ ابن حزم لکھتے ہیں: "لا یحل أکل السم القاتل ببطئ أو تعجیل، ولا ما یؤذی من الأطعمة، ولا الإکثار من طعام یمرض الإکثار منه، لقول الله تعالی: "ولا تقتلوا أنفسکم" (المحلی بالآثار ۶/ ۹۵)۔

جب مضر کھانا حلال نہیں تو مضر پھل یا غلہ یا ترکاری تیار کرنا بھی حلال نہ ہوگا۔

بعض دوسرے مقالہ نگار حضرات نے اس کی تائید میں یہ عبارتیں ذکر کی ہیں:

۱۔"إذا کان یخاف علی نفسه أنه لو أکله أورثه ذلك علة وآفة لا یباح له التناول وکذلك هذا فی کل شئ" (فتاوی عالمگیری ۵/ ۳۴۰) (مقالہ مفتی عبدالرحیم قاسمی)۔

۲۔"وحرم أیضا الدم المسفوح ولحم الخنزیر لما فیهما من سمیات أو دیدان أو أضرار صحیة أو معنویة" (الفقه الاسلامی وادلته ۹/ ۳۸۹) (مفتی عبدالرحیم قاسمی)۔

۳۔"ما یحرم أکله لأسباب مختلفة، السبب الأول: الضرر اللاحق بالبدن أو العقل، ولهذه أمثلة کثیرة منها الأشیاء السامة سواء أکانت حیوانیة کالسمك السام وکالوزغ والعقارب والحیات السامة والزنبور والنحل وما یستخرج منها من مواد سامة، أم کانت نباتیة کبعض الأزهار والثمار السامة، أم جمادیة کالزرنیخ فکل هذه تحرم لقوله تعالی: لاتقتلوا أنفسکم، ولقول الرسول صلی الله علیه وسلم: من تحسّی سمًا فقتل نفسه فسمه فی یده یتحساه فی نار جهنم خالدًا مخلدًا فیها أبدًا" (الموسوعة الفقهیه ۵/ ۱۲۵) (مقالہ: مفتی محمد مقصود)۔

۴۔"أما الثانی فلا إشکال فی منع القصد إلی الإضرار من حیث هو إضرار والإضرار لثبوت الدلیل علی أن لا ضرر ولا ضرار فی الإسلام" (الموافقات ۲/ ۳۴۹) (مقالہ: مفتی انور علی اعظمی)۔

استعمال کی جانے والی دوائیں اور کیمیکل:

☆ مفتی محمد یحیی قاسمی نے پودوں میں ڈالی جانے والی دواؤں کو تفصیل سے بیان کیا ہے جس کا ذکر پہلے سوال کے تحت آچکا ہے۔

☆ مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی لکھتے ہیں کہ پھلوں کو تازہ اور میٹھا بنانے کے لئے سکرین نامی کیمیکل استعمال کیا جاتا ہے، جس سے پھل ذائقہ دار ہو جاتا ہے اور اس کی مٹھاس بڑھ جاتی ہے لیکن سکرین کے استعمال سے یہ پھل صحت کے لئے نقصان دہ بن جاتے ہیں، اسی طرح سبزیوں کو ہرا اور تازہ دکھانے کے لئے سنتھیٹک رنگ کا استعمال کیا جاتا ہے، اور ان کو بڑا کرنے اور جلد تیار کرنے کے لئے ۵۰/- پیسے والے آکسی ٹوسن (Oxytocin) نامی انجکشن دیئے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے کھیرے اور ککڑی وغیرہ صرف ایک ہی رات میں ۱۰/ سے ۱۲/ گھنٹے میں پوری طرح تیار ہو جاتے ہیں۔

ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ آکسی ٹوسن کا استعمال عام طور پر بوقت حمل ڈیلیوری میں پریشانی کے وقت کیا جاتا ہے، ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ اس سے تیار کی جانے والی سبزیوں سے لوگ پیٹ کی بیماری اور دیگر خطرناک بیماریوں کی زد میں آسکتے ہیں بلکہ کینسر تک کی بیماری ہو سکتی ہے۔

☆ مفتی انور علی اعظمی استعمال ہونے والے کیمیکل کا تعارف کراتے ہوئے کہتے ہیں کہ کیلشیم کاربائڈ جسے مصالحہ کہا جاتا ہے، کینسر پیدا کرنے والا مادہ ہے، اور پی ایف اے رولز ۱۹۵۵ء کے تحت اس کا استعمال ممنوع ہے، ایتھین (Ethyne) ایک کیڑے مار دوا ہے، اور پھلوں کو پکانے کے لئے اس کا استعمال نہ کرنے کی سفارش کی گئی ہے، اوبزائی ٹوکسن جانوروں کے تحقق کی ہارمون امراض مویشیاں میں استعمال کیا جاتا ہے، اسی رولز کے ضابطہ اول 144 (A) کے تحت پھلوں کو پکانے کے لئے کاربائیڈ گیس کا استعمال ممنوع ہے، اور ایسے تمام پھل جو کاربائیڈ گیس سے پکائے گئے ہیں ان کے فروخت پر پابندی ہے۔

دیگر اسباب ودلائل کی روشنی میں اس کے استعمال کا حکم:

۱۔ یہ "ألا تطغوا فی المیزان" کے حکم ربانی کے خلاف ہے اس لئے بالکل ناجائز ہے (مولانا شاہین جمالی)۔

۲۔ ایسی چیزوں کا استعمال جو مضر صحت ہو، مکروہ ہے (مفتی عارف کنجروی)۔

۳۔ ایسے پھلوں کے استعمال سے مہلک امراض کا لاحق ہونا ناگزیر ہو تو مکروہ تحریمی یا حرام ہوگا، لیکن اگر ضرر کا صرف اندیشہ ہے اور فی نفسہ نفع وفائدہ زیادہ محسوس ہو تو کراہت تنزیہی ہوگی، اسی طرح اگر پکا کر کھائی جانے والی سبزی ہے تو ظاہر ہے کہ آگ اس کی سمیت کو زائل کردے گی، پھر بھی مضرت کا تحقق ہو جائے تو مکروہ تنزیہی ہوگا، لیکن اگر وہ سبزیاں بعینہ کھائی جانے والی ہیں اور زہریلے مادہ کی وجہ سے مسموم ہوگئی ہیں تو پھلوں کی طرح اس کا حکم بھی مکروہ تحریمی ہوگا (مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی)۔

۴۔ ایک قباحت یہ ہے کہ استعمال کئے جانے والے کیمیکل امراض کا سبب بنتے ہیں، اور جو چیز انسانوں کے لئے نقصان دہ ہو اسے اختیار کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ حدیث نبوی ہے: "لا ضرر ولا ضرار فی الإسلام" (ابن ماجہ/ ۲۳۴۰)، اور دوسری قباحت یہ ہے کہ یہ سراسر دھوکہ دہی ہے، اور اسلام میں دھوکہ دینا بدترین جرم اور حرام ہے، حدیث ہے: "من غشنا فلیس منا" (مسلم: ۱۶۴) (مفتی عارف باللہ قاسمی)۔

۵۔ اور تقریباً یہی بات مفتی انور علی اعظمی بھی کہتے ہیں لیکن انہوں نے اس کا بھی اضافہ کیا ہے کہ غیر فطری طور پر ایسا کام کرنے میں بنیادی مقصد لوگوں کو نقصان پہنچا کر غلط طریقہ سے پیسہ کمانا ہے اور مصالح عامہ کو نظر انداز کرنا ہے، اس لئے شرعاً ایسے کیمیکل کا استعمال کرنا کسانوں یا دکانداروں کے لئے ناجائز ہے۔

۶۔ ایک یہ کہ ایسا کرنا قانون قدرت کے خلاف ہے، جیسا کہ بچوں کی پیدائش اور پودوں اور پھلوں کی تخلیق میں اللہ کی طرف سے تدریجی حکم کارفرما ہے، اور اس کے لئے ایک مدت کا گزرنا ضروری ہوگا، اور جلدی کرنے کے لئے کیمیکل اور انجکشن کا استعمال نظام قدرت میں دخل اندازی کرنا لازم آئے گا، لہذا ایسا کرنا درست نہیں، اور دوسرے یہ کہ اس میں خداع اور دھوکہ دینا ہے، اور یہ تصریہ کی طرح ہے، چونکہ اس کا مقصد بظاہر پھلوں اور ترکاریوں کا حجم اور وزن بڑھانا بھی ہوتا ہے اور بباطن مشتری سے زیادہ قیمت وصول کرنا ہوتا ہے، اور یہ دھوکہ کی صورت ہے، لہذا یہ درست نہیں ہے (قاضی محمد حسن ندوی، مولانا زین العابدین الکوثری کی بھی تقریباً یہی رائے ہے)۔

۷۔ یہ صورت بھی ایک طریقہ علاج ہی ہے اور سبب بعید کی صورت ہے، البتہ انجکشن اگر براہ راست پھل میں دیا جائے تو اس کے اثرات نسبتاً زیادہ قریبی طور پر کھانے والے تک پہنچیں گے، اس لئے اس کو سدّ اللباب سبب بعید سے اوپر سبب قریب موصل إلی الشر کے زمرہ میں داخل کیا

جائے گا اور مکروہ تحریمی قرار دیا جائے گا (مولانا اختر امام عادل قاسمی)۔

۸۔ میڈیکل ماہرین کی تحقیق کے مطابق قبل از وقت پھل پکانے کے لئے استعمال کیا جانے والا کیمیکل انسانی صحت کے لئے حد درجہ نقصان دہ ہے، اور جس کا ضرر طبی اعتبار سے محقق ہو وہ شرعی اعتبار سے بھی حرام ہے (مولانا محمد شاہجہاں ندوی)۔

۹۔ شرعی نقطہ نظر سے پھلوں اور سبزیوں میں زہریلی کیمیکل اور کاربائڈ وغیرہ کے استعمال کی اجازت نہیں ہوگی اور نہ اس کے خرید وفروخت کی اجازت ہوگی (مفتی شبیر احمد قاسمی)۔

حرام قرار دینے والوں کے برعکس آراء:

بعض مقالہ نگاران نے جن میں مولانا عبد المنان آسامی، مولانا محمد عثمان بستوی اور مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی شامل ہیں، سبزیوں اور پھلوں میں استعمال ہونے والے زہریلے مادوں والے انجکشن کی حرمت کی شدت کو کم کرنے کی کوشش کی ہے، مولانا عبد المنان آسامی کا کہنا ہے کہ اس میں ابتلاء عام کی وجہ سے شرعاً ناجائز نہیں ہونا چاہئے۔

جبکہ مولانا محمد عثمان بستوی یہ رائے رکھتے ہیں کہ کیمیکل کے استعمال کے شیوع اور عموم کی وجہ سے ہر ایک کو اس کے استعمال کا علم ہوتا ہے جس کی وجہ سے خداع اور اضرار کا تحقق نہیں ہوتا، بلکہ تحمل ضرر برضا ورغبت پایا جاتا ہے، اس لئے حرام نہیں، اور اس سے پہنچنے والا زہریلا اثر موجب ہلاکت نہیں اس لئے جلب مصلحت کے لئے اس کے استعمال کی اجازت ہوگی، البتہ موجب مضرت ہونے کی وجہ سے کراہت ہوگی، اسی طرح اگر انجکشن شدہ سبزیاں اور پھل وغیرہ ایسے لوگوں کو فراہم کی جائیں جو اس کے استعمال کئے جانے سے واقف ہوں تو ایسی صورت میں کراہت ہوگی، حرمت نہیں۔

مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی نے اس کے استعمال کی دو قسمیں کرتے ہوئے اس کی تفصیل کی ہے، جسے مختصراً ذیل میں پیش کیا جارہا ہے:

اس سوال کے بھی دو پہلو ہیں: ایک ان زہریلی دواؤں کا خارجی استعمال، دوسرا داخلی استعمال۔

خارجی کا مطلب یہ ہے کہ پھلوں کو ان کی شاخوں پر پکنے کا موقعہ دیئے جانے سے قبل ہی درخت سے اتار لیا جاتا ہے پھر ان کو کسی بند کمرہ میں جمع کرکے رکھ دیا جاتا ہے، ان کے اطراف واکناف میں یا کبھی ان پھلوں میں ایسی دوائیاں اور زہریلی گیس رکھ دیئے جاتے ہیں کہ ان دواؤں کی گرمی کی وجہ سے وہ چیزیں پک جاتی ہیں، آج کل عموماً آم اور کیلوں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا جاتا ہے۔

پھلوں کو پکانے کے لئے ایسی تدبیر کرنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس سے کاشت کاروں کا دو مقصد ہوتا ہے، ایک مال کی حفاظت، کیونکہ فی زمانہ اگر پھلوں کو درخت پر پکنے دیئے جانے تک چھوڑ دیا جائے تو چوری ہوجانے کا ظن غالب ہے، نیز اس میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ سارے پھل ایک ساتھ نہیں پکتے ہیں جس کی وجہ سے روزانہ تھوڑا تھوڑا پکے ہوئے پھلوں کو اتارنا باعث تکلیف بھی ہے۔

اور دوسرا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایک ساتھ ان کو اتار کر بیچ لیا جائے اور حفاظت کے بار سے سبکدوش ہوجانے کے ساتھ ساتھ یکمشت رقم بھی حاصل ہوجائے۔

اور جب ایسے کیمیکل سے پکے ہوئے پھل بازار میں آتے ہیں تو احتیاطاً ان پھلوں کو دھوکر استعمال کرنے کی میڈیکل ماہرین صلاح دیتے ہیں، تاکہ نقصان کا باعث نہ ہو۔

ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ بطور خاص اس طرح کا خارجی استعمال Ethylene oxide نامی دوائی کا ہوتا ہے، لیکن اس کا کوئی سائڈ ایفکٹ نہیں ہے، یا یہ ایسی کوئی زہریلی دوائی نہیں جس کی وجہ سے صحت حد درجہ متاثر ہوتی ہو، لہذا خارجی استعمال درست ہوگا۔

اور داخلی استعمال کا مطلب یہ ہے کہ پھلوں کے حجم کو بڑھانے کے لئے یا جلد تیار کرنے کی غرض سے یا کبھی پھلوں کی حفاظت کے لئے ان کے درختوں یا درختوں کی شاخوں پر انجکشن لگایا جاتا ہے۔

گرچہ ان انجکشنوں کا براہ راست پھلوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ ان کے درختوں میں یہ دوائیاں ڈالی جاتی ہیں، درختوں کے واسطے سے پھل اثر قبول کرتے ہیں، اور اس کی نظیر شریعت میں موجود ہے کہ مثلاً اگر کوئی روزہ دار ہے اسے سخت پیاس لگ گئی چنانچہ اس نے پیاس بجھانے کی غرض سے غسل کرلیا جس کی وجہ سے

پیاس ختم ہوگئی، تو اس کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ براہ راست اس کے معدہ یا دماغ میں کوئی چیز داخل نہیں ہوئی، بلکہ مسامات کے واسطہ سے اسے ٹھنڈک حاصل ہوئی ہے۔

یا گلوکوز لگوایا، جس کی وجہ سے اس کی بھوک کم ہوگئی یا اس کے جسم کو ایک قسم کی تقویت ملی تب بھی اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔

ماہرین اطباء کا کہنا ہے کہ اس کے لئے عموماً Auxin نامی انجکشن لگوایا جاتا ہے، اس کا بھی کوئی سائڈ ایفکٹ نہیں ہے، یا یہ ایسی زہریلی دوائی نہیں جس کی وجہ سے انسانی صحت کو حد درجہ نقصان پہنچ سکتا ہو، خصوصاً یہ انجکشن آڑو وغیرہ کے درخت میں لگایا جاتا ہے۔ البتہ اس دوائی کا بھی ایک معیار ہے۔ اگر اس معیار کا خیال نہ رکھا گیا تو اس کے برے نتائج سامنے آتے ہیں مثلاً نر پھولوں کو مادہ اور مادہ پھولوں کو نر بنا دیتی ہے۔

جبکہ بعض دوسرے اطباء کا کہنا ہے کہ اس کے لئے Steroids لگاتے ہیں جس کی وجہ سے ترکاریوں کے حجم میں اچانک غیر معمولی فرق آجاتا ہے اور وہ بہت جلد بڑے ہو جاتے ہیں، نیز غیر موسمی پھل بھی کبھار بازار میں جو نظر آجاتے ہیں وہ اسی دوائی کا کرشمہ ہے۔

ان اطباء کا یہ بھی ماننا ہے کہ یہ وہ دوائی ہے جس کی وجہ سے انسانی صحت بہت زیادہ متاثر ہوتی ہے، اور اس کا استعمال نہایت شدید مجبوری ہی کے وقت ہوتا ہے، درد سے پریشان آدمی کو وقتی طور پر اس سے آرام تو مل جاتا ہے مگر ہمیشہ کے لئے وہ پریشان ہو جاتا ہے کیونکہ یہ قلب وجگر پر اٹیک کرتی ہے۔

اوپر کی تحریر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس کے لئے دوائیوں کی مختلف قسمیں ہیں، اور ان کا معیار بھی ہے، اب ان دوائیوں کا داخلی استعمال کا حکم اس طرح ہوگا کہ اگر ان میں Auxin نامی دوائی یا اس طرح کی دوائی کا استعمال ہو تو فی نفسہ کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر ان میں Steroids نامی یا اس طرح کی دوسری دوائیوں کا استعمال کیا جائے تو ممنوع ہونے میں کوئی دورائے نہیں؛ کیونکہ اس کا مضر صحت ہونا متحقق ہو چکا ہے۔

وہ دوائیاں جن کو اشیاء میں ڈالنے کی وجہ سے چیزیں دیرپا ہو جاتی ہیں اور دیکھنے میں بھی خوشنما نظر آتی ہیں، نیز ان کے رنگ، بو، مزہ اور ان کی تازگی برقرار رہتی ہے، مندرجہ ذیل ہیں:

Food Additives

۱-Sunset yellow

۲-Sulfates

۳-Carmine

۴-Benzoic acid

۵-Polysorbates

۶-Nitrites

۷-Galates

۸-Sucrose esters

ان دوائیوں میں سے صرف (۶) کے بارے میں ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ یہ دوائی جس میں ملی ہوئی ہو وہ چیز مضر صحت ہوگی، کیونکہ اس سے معدہ کا کینسر ہوتا ہے، لہذا اس کا استعمال درست نہ ہوگا، اور ان کے علاوہ مضر صحت نہیں ہے اس لئے ان کا استعمال درست ہوگا۔

۳- جانوروں کے دودھ میں اضافہ کے لئے خصوصی انجکشن کا استعمال:

سوال نمبر: ۳- دودھ دینے والے حلال جانوروں کے دودھ کی مقدار میں اضافہ کرنے اور اگر جانور نے فطری طور پر دودھ دینا بند کر دیا ہو تو مصنوعی طور پر دودھ جاری کرنے کے لئے خاص قسم کے انجکشن لگائے جاتے ہیں، اس سے دودھ کی مقدار میں نمایاں اضافہ ہو جاتا ہے؛ لیکن بعض اطباء کا خیال ہے کہ یہ دودھ انسانی صحت کے لئے مضر ہے؛ کیوں کہ جو چیز غیر فطری طور پر پیدا کی جاتی ہے، عام طور پر وہ انسان کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے تو کیا دودھ میں اضافہ کے

لئے ایسی تدبیروں کا استعمال کرنا جائز ہوگا؟

اکثر مقالہ نگاروں کی رائے ہے کہ جانوروں کے دودھ میں اضافہ کے لئے غیر فطری طریقہ اختیار کرنا یعنی انجکشن وغیرہ لگانا اور پھر اس دودھ کا استعمال کرنا انسانی صحت کے لئے مضر ہوتا ہے، لہذا ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ مفتی انور علی اعظمی نے ایسا کرنے کو جانوروں کے ساتھ حق تلفی قرار دیا ہے، اس لئے کہ کسی جانور کے بدن سے دودھ اس کی طاقت کے مطابق نکلتا ہے۔

ا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وإن لكم في الأنعام لعبرة نسقيكم مما في بطونه من بين فرث ودم لبنًا خالصًا سائغًا للشاربين" (نحل: ٦٦)۔

۲۔ "وإن لكم في الأنعام لعبرة نسقيكم مما في بطونها ولكم فيها منافع كثيرة ومنها تأكلون" (المؤمنون: ۲۱)۔

مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی لکھتے ہیں کہ انجکشن کے ذریعہ دودھ کی زیادہ مقدار کم مدت میں حاصل کرنے کی وجہ سے اس کی ہڈیاں کمزور پڑ جاتی ہیں اور اس کی صحت متاثر ہو جاتی ہے، چنانچہ تعذیب حیوان کے تحت آنے کی وجہ سے یہ عمل ممنوع ہوگا، اس کی تائید میں درج ذیل دلائل دیئے ہیں:

ا۔ حدیث ہے: قال رسول الله ﷺ: ''من لاءمكم من مملوكيكم فأطعموه مما تأكلون واكسوه مما تلبسون، ومن لم يلائمكم منهم فبيعوه ولا تعذبوا خلق الله '' (سنن ابی داؤد: ۴۴۹۳)۔

۲۔ حضرت یعلی بن مرۃ الثقفیؓ سے مروی حدیث ہے کہ ایک اونٹ نے آپ ﷺ سے کثرت عمل اور قلت علف کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے اس کے مالک سے فرمایا: ''فأحسنوا إليه'' (شرح السنہ ۱/ ۸۷۶)۔

۳۔ ایک حدیث میں ہے کہ: ''إن رسول الله ﷺ مرّ ببعير قد لحق ظهره ببطنه فقال: اتقوا الله في هذه البهائم المعجمة اركبوها صالحة وكلوها صالحة '' (صحیح ابن خزیمہ ۴/ ۱۴۳)۔

۴۔ امام رازی نے المحصول میں صراحت کی ہے: ''إن الأصل في المنافع الإذن وفي المضار المنع '' (ارشاد الفحول إلى تحقيق الحق من علم الأصول ۲/ ۲۸۴)۔

مولانا محمد شاہجہاں ندوی نے ممنوع اور حرام ہونے کی درج ذیل وجوہات بیان کی ہیں:

ا۔ دودھ بیچنے والا خریدار سے حکماً یہ عہد کرتا ہے کہ وہ پاکیزہ اور صحت بخش دودھ فراہم کرے گا لہذا مضر دودھ فراہم کرنا عہد شکنی میں داخل ہے۔

۲۔ غیر فطری طور پر صحت کے لئے مضر دودھ پیدا کرنے کی تدبیر کرنا امانت میں خیانت ہے۔

۳۔ سماج کی ایک بڑی تعداد کو مضر دودھ فراہم کر کے ضیق وحرج میں مبتلا کرنا درست نہیں ہے۔

۴۔ مضر دودھ فراہم کرنے کی تدبیر کرنا فریب کاری میں داخل ہے۔

دیگر آراء:

(۱) مفتی انور علی اعظمی اس کے ناجائز ہونے کی دو وجہ لکھتے ہیں: ایک یہ کہ انجکشن لگا کر مصنوعی دودھ پیدا کرنا یا کم دودھ دینے کی صورت میں زیادہ دودھ نکالنا جانور کے ساتھ زیادتی ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: "فاركبوها صالحة وكلوها صالحة" (بذل المجہود ۳/ ۲۲۷)، زبردستی دودھ نکالنے سے جانور کی صحت بھی خراب ہوگی، اور جو دودھ اس کی صلاحیت سے زیادہ نکالا جائے گا وہ صالح نہیں ہوگا۔ دوسرے یہ کہ زبردستی کے دودھ میں غش ہے، کیونکہ خریدنے والا اچھا اور صحت مند دودھ خریدنا چاہتا ہے اور اسی کا پیسہ دے رہا ہے، جبکہ بیچنے والا مصنوعی اور غیر فطری دودھ دے رہا ہے، اور عالمگیری کے اس جزئیہ ''يكره استقصاء في حلب البهيمة إذا كان مضر بها'' سے معلوم ہوتا ہے کہ جانور کا دودھ بالکلیہ نچوڑنا مکروہ ہے۔

(۲) جبکہ مولانا جمشید جوہر قاسمی کی رائے یہ ہے کہ Oxytocin آکسی ٹوسن جیسی دوائیں دودھ بڑھانے میں معاون ہوتی ہیں، اس دوائی کے بارے میں ڈاکٹروں کی تحقیق یہ ہے کہ اس میں کینسر نہیں ہوتا ہے اور نہ یہ مضر صحت ہے، البتہ Steroids انجکشن کے بارے میں اطباء کا کہنا ہے کہ حد درجہ نقصان دہ ہے اور اس کا اثر دودھ میں بھی آ جاتا ہے جو انسانی صحت کے لئے بھی نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔

(۳) مولانا اختر امام عادل قاسمی کا کہنا ہے کہ اگر دودھ میں سمیت کے اثرات پیدا ہو چکے ہوں اور میڈیکل جانچ سے اس کی تصدیق ہوتی ہو تو اس کو ناجائز قرار دیا جائے گا لیکن اگر دودھ میں سمیت پیدا نہ ہوئی ہو بلکہ اس سے بتدریج نقصان رونما ہوتے ہوں تو یہ مکروہ تنزیہی قرار پائے گا۔

(۴) اگر ان اطباء کا قول قابل اعتبار ہو تو ان انجکشنز کا استعمال ممنوع ہوگا، اور جب تک معتبر ڈاکٹرس کی جماعت اس پر اتفاق نہیں کرتی اس وقت تک فیصلہ میں احتیاط کرنا چاہئے (مفتی مقصود رامپوری)۔

(۵) حلال جانوروں کے دودھ کی مقدار بڑھانے یا دودھ جاری کرنے کے لئے انجکشن لگا کر دودھ دوہنا مکروہ ہے۔

''ویکرہ الاستقصاء فی حلب البہیمة إذا کان مضرًا بہا لقلة العلف ویکرہ ترک الحلب أیضًا'' (مفتی عبدالرحیم قاسمی)

(۶) ڈاکٹری اعتبار سے ان انجکشنوں میں اگر زہریلا مادہ ہے تو زہریلے مادے کا استعمال شرعاً جائز نہیں ہوگا۔

''لا خلاف بین الفقہاء فی حرمة تناول ما یقتل من السم بلا حاجة إلیہ، لقولہ تعالی: "ولا تلقوا بأیدیکم إلی التہلکة" (الموسوعة الفقہیہ ۲۵/ ۲۵۵) (مفتی شبیر احمد قاسمی)۔

(۷) مفتی سلمان پالنپوری کے نزدیک اس عمل کا محرک مالی حرص اور نفع کمانے کا ذہنیت ہے، مذکورہ تدبیریں دودھ کو فاسد کر دیتی ہیں، لہذا ''لاضرر ولاضرار'' کے پیش نظر ایسی تدبیروں کا استعمال جس کا ضرر دوسروں تک پہنچتا ہو، جائز نہیں ہے۔

(۸) اگر جانور کا بچہ مر گیا ہو جس کی وجہ سے جانور دودھ نہ دے رہا ہو یا تھن میں دودھ سوکھ جانے کی وجہ سے جانور کے ہلاک ہو جانے کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں انجکشن کا استعمال کیا جا سکتا ہے، ورنہ نہیں (مولانا احسن عبدالحق ندوی)۔

(۹) مولانا زین العابدین الکوثری کا کہنا ہے کہ دواؤں کے ذریعہ دودھ میں اضافہ کرنا مباح تو ہے لیکن یہ ایسا معاملہ یا ایسی حاجت نہیں ہے جس سے اضطراری کیفیت پیدا ہو یا حاجت شدیدہ کی نوعیت اختیار کر جائے، لہذا ایسی زہریلی دواؤں کا استعمال کرنا جائز نہ ہوگا۔

جواز کا رجحان:

جانور کو انجکشن لگا کر دودھ کی مقدار بڑھانا فی نفسہ جائز ہے اگر چہ اس سے جانور کی صحت متاثر ہوتی ہو، اس رائے کے قائلین میں مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا عبدالمنان آسامی، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مفتی عارف کنجروی وغیرہ شامل ہیں۔

☆ مفتی عارف باللہ قاسمی نے دودھ کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ ایک سفید مائع ہے جو کہ غدودوں میں پیدا ہوتا ہے، انجکشن وغیرہ کے ذریعہ ان غدودوں میں اس مائع کو پیدا کرنے کی مطلوبہ قوت پیدا کی جاتی ہے، جس کی وجہ سے یہ مائع پیدا ہوتا ہے اور پھر دودھ کی شکل میں باہر آتا ہے، اس حقیقت کے اعتبار سے اس طرح کے انجکشن سے دودھ حاصل کرنے کی گنجائش ہے۔.......... اور انجکشن لگا کر دودھ لینا درحقیقت اس سے وابستہ منفعت حاصل کرنے کی ایک تدبیر ہے، البتہ یہ طریقہ خلاف فطرت ہے، اس کی تائید میں مفتی محمود حسن علیہ الرحمہ کا یہ فتوی نقل کیا ہے:

انجکشن کے ذریعہ مادہ حاملہ ہو جائے تب بھی اس کے دودھ یا گوشت کو ناجائز نہیں کہا جائے گا لیکن یہ طریقہ خلاف فطرت ہے (فتاوی محمودیہ ۱۸/ ۲۴۷)۔

۱۔ ''والأنعام خلقہا لکم فیہا دفء ومنافع ومنہا تأکلون'' (النحل: ۵) (مقالہ مفتی عارف کنجروی)۔

۲۔ ''وإن لکم فی الأنعام لعبرة نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث ودم لبنًا خالصًا سائغًا للشاربین'' (النحل: ٦٦) (مقالہ مفتی عارف باللہ قاسمی)۔

۳۔ یہ طریقہ بلاشبہ جائز ہے، اللہ تعالی نے حیوانات کو انسان کے نفع کے لئے پیدا کیا ہے اس لئے ان سے انتفاع میں ان کو کچھ تکلیف بھی ہو تو کچھ حرج نہیں (احسن الفتاوی ۸/ ۲۲۳) (مقالہ مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی)۔

۴۔ مفتی محمود حسن صاحبؒ نے بھی جواز کا اشارہ دیا ہے (فتاوی محمودیہ ٦/ ۲۱۸) (مقالہ مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی)۔

☆ مفتی شبیر احمد قاسمی کہتے ہیں کہ ان انجکشنوں کی وجہ سے دودھ میں مضر اثرات منتقل ہونے کے باوجود شرعی طور پر اس دودھ کے استعمال کو ناجائز نہیں کہا

جاسکتا ہے، اس لئے کہ بعض دفعہ دودھ دوہتے وقت جانور پریشان کرتے ہیں اور جوں ہی انجکشن لگادیا تو سکون سے دودھ دیتے ہیں، تو ایسی مجبوری میں انجکشن لگانے سے منع نہیں کیا جاسکتا ہے۔

☆ مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی کا کہنا ہے کہ آج کل دودھ نکالنے کا اصل ذریعہ غیر فطری ہی ہوگیا ہے، جتنے فارم ہیں ان میں انجکشن کے ذریعہ ہی دودھ نکالا جاتا ہے، اور تجربات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں نفع کی مقدار نقصان کی بنسبت زیادہ ہے، صرف اس کلیہ کے پیش نظر کہ یہ غیر فطری ذریعہ مضر صحت ہے ناجائز و حرام نہیں کہا جاسکتا۔

☆ مولانا محمد عثمان بستوی لکھتے ہیں کہ اگر دودھ کا مضر صحت ہونا محقق و متعین ہو تو جن لوگوں کو دودھ فراہم کیا جائے اگر ان کو اس انجکشن کے استعمال کا علم ہو تو کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

☆ لیکن مفتی عارف باللہ قاسمی کہتے ہیں کہ صرف اس کے نقصان کا اندیشہ اور شک ہو تو محض شک کی وجہ سے حلال چیز حرام میں تبدیل نہیں ہوگی، اسی طرح اگر اس کا نقصان معمولی اور قابل تحمل ہو تو بھی اس کا استعمال جائز ہوگا، جیسا کہ آج کل بہت سی چیزوں میں منفی اثرات موجود ہیں، البتہ نقصان کے بقدر اس پر کراہت کا حکم جاری ہوگا۔

چند جدید مصنوعات:

مفتی محمد یحییٰ قاسمی نے اپنے مقالہ میں چند جدید مصنوعات اور ان کی معاون چیزوں کا ذکر تفصیل سے کیا ہے جو انسانی صحت کے لئے نقصان کا باعث ہوتے ہیں، اس تفصیل کا تعلق پہلے، دوسرے اور تیسرے سوال سے بھی ہے، لہذا ذیل میں ان کا تعارف پیش ہے:

آج صنعتی انقلاب کے نتیجہ میں انسانی استعمال کی اشیاء میں جو وسعت اور تنوع آیا ہے، اس کا سب سے زیادہ اثر شاید مسلمانوں کے نظام خوراک پر ہوا ہے۔ ایسی چیزیں اور مصنوعات مارکیٹ میں آئی ہیں جس نے مقدار کے ساتھ ذائقوں میں بھی تفاوت پیدا کیا ہے۔ ان جدید مصنوعات میں بہت سی ایسی چیزیں استعمال ہوتی ہیں جو یا تو حلال ہی نہیں ہوتیں یا پھر وہ 'طیب' کے درجے سے باہر ہوتی ہیں، یعنی حلال چیزوں میں بھی معاون کے طور پر ایسے اجزاء استعمال کیے جاتے ہیں جو انسانی صحت کے لئے سخت نقصان کا باعث ہوتے ہیں۔ ان غذائی مصنوعات میں جی ایم فوڈ، کوچنیل (COCHINEAL)، ایل-سیسٹائن، شیلاک وغیرہ جدید مصنوعات کی اہم مثالیں ہیں۔ ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جن کا بلا واسطہ استعمال ہوتا ہے اور کچھ وہ ہیں جو مصنوعات میں خوبصورتی یا پھر اس کے پروسس کو فاسٹ، یا پھر مصنوعات کو دیرپا کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔ ذیل میں ہم ان مذکورہ مصنوعات کا تعارف پیش کرتے ہیں:

جی ایم فوڈ:

جی ایم فوڈ کی بنیاد اس پر ہے کہ جانداروں اور انسانوں میں محیر العقول اختلاف کے باوجود ہم بعض اوقات مختلف جانداروں یا انسانوں کے درمیان کچھ مشترکہ صفات بھی مشاہدہ کرتے ہیں، مثلاً رنگ وروپ کے لحاظ سے ایک پوری قوم دوسری قوم سے ممتاز ہوتی ہے، اور اولاد تو اکثر و بیشتر اپنی قد، کاٹ، چال ڈھال اور رنگ میں اپنے والدین کے مشابہ ہوتی ہے، اسی طرح کچھ موروثی بیماریاں بھی ایسی ہوتی ہیں جو نسل در نسل والدین سے بچوں میں منتقل ہوتی ہیں، ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس کی بنیادی وجہ کیا ہے؟ اس کی وضاحت میں سائنسدان ہمیں بتاتے ہیں کہ ایک شخص کا دوسرے شخص سے مختلف یا مشابہ ہونا، ان دونوں کے ڈی این اے کے اختلاف کی وجہ سے ہوتا ہے۔

ڈی این اے کیا ہوتا ہے؟ اس کی وضاحت میں سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ ہر جاندار خلیوں (Cells) سے مل کر بنتا ہے۔ خلیے کسی جاندار کے لئے اس طرح ہیں جس طرح ایک عمارت کے لئے اینٹیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ خلیہ کسی جاندار کے جسم کی اتنی چھوٹی اکائی ہے جو خوردبین کے بغیر نظر نہیں آتی، مگر جسم کے اس ذرے سے چھوٹی اکائی میں بھی اللہ تعالی نے اتنا بڑا انظام رکھا ہے کہ جسم کے ہر خلیہ میں ایک مرکزہ (Nucleus) ہوتا ہے۔ اس مرکزہ کے اندر

کروموسوم نامی ذو ایسی دھاگہ نما ساختیں ہوتی ہیں جو ایک دوسرے سے گھماؤ دار سیڑھی کی شکل میں لپٹی ہوتی ہیں۔ان کروموسوم کے اوپر باریک باریک ذروں کی شکل میں ایک مخصوص کیمیائی مادہ پایا جاتا ہے۔ اسی کو DNA کہا جاتا ہے۔ جانداروں میں پایا جانے والا دراصل یہی مادہ ہوتا ہے جو جانداروں کی نسلی اور موروثی خصوصیات کو متعین کرتا ہے۔ کسی جاندار کا سفید ہونا، کسی انسان کے بالوں کا سیاہ ہونا، کسی انسان کے آنکھوں کا رنگ دوسرے انسان سے مختلف ہونا یہ سب ڈی این اے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ڈی این اے کی اکائیاں جین (Gene) کہلاتی ہیں، اس لئے مختصر طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ کیمیائی مادہ جو ڈی این اے کہلاتا ہے مختلف جینز کا مجموعہ ہے جو کروموسومز کی ساخت میں موجود ہوتے ہیں۔

سائنسدانوں کے بقول ایک خاندان کے افراد کے ڈی این اے میں پائے جانے والے جینز کافی حد تک مختلف ہونے کے ساتھ ساتھ ایک حد تک یکساں بھی ہوتے ہیں۔ ڈی این اے کے جینز میں پائے جانے والے اسی اختلاف اور یکسانیت کی وجہ سے ایک خاندان کے افراد ایک دوسرے سے مختلف اور مشابہ ہوتے ہیں، جینز میں جس قدر یکسانیت ہوتی ہے رنگ وروپ اور چھال ڈھال میں اسی قدر مشابہت ہوتی ہے۔

اس تمہیدی گفتگو کے بعد ہم دوبارہ جینیاتی طور پر تبدیل شدہ غذا کی طرف آتے ہیں۔ جب سائنسدانوں نے اس حقیقت کو دریافت کیا کہ جانداروں کی مختلف خصوصیات کا تعلق ان کے ڈی این اے میں پائے جانے والے جینز سے ہوتا ہے، تو انہوں نے اس پر تجربات شروع کئے کہ کسی جاندار کے ڈی این اے میں تبدیلی کر کے اس کی خصوصیات میں تبدیلی کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اسی طرح جینز کی منتقلی کے ذریعے ایک پودے یا جاندار کی خصوصیات دوسرے پودے یا جاندار میں منتقل کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ ایسے تجربات کی روشنی میں سائنسدانوں کو معلوم ہوا کہ ایسا بالکل ممکن ہے۔ چنانچہ پہلے پہل سائنسدانوں نے 1946ء میں یہ دریافت کیا کہ جانداروں کے جینز (Genes) کا تبادلہ ہوسکتا ہے۔ اس دریافت کے بعد سائنسدانوں نے نباتات کے جینز میں تبدیلی اور مختلف نباتات کی آپس میں پیوندکاری کے ذریعے ایک قسم کی سبزیوں میں دوسری قسم کی سبزیوں کی خصوصیات پیدا کرنے کے کامیاب تجربات کئے، جن سبزیوں میں ایسی تبدیلیاں کی گئیں ان کو جی ایم فوڈ (GM Food) یا (جینیٹکلی موڈیفائیڈ فوڈ (Genetically Modified Food) کہا جانے لگا۔ بعد میں اس کے اور بھی نام پڑے مثلاً بائیوٹک فوڈ (Biotech Food)، جینیٹکلی انجینئرڈ فوڈ (Genetically engineered food)، اور جی ایم او GMO یعنی جینیٹکلی موڈیفائیڈ آرگینزم (Genetically modified organism) وغیرہ۔

اس تفصیل کی روشنی میں ہم جینیاتی طور پر تبدیل شدہ غذا کی یہ تعریف کر سکتے ہیں کہ یہ ان اناج یا فصلوں کو کہا جاتا ہے جن کے خلیہ (Cell) میں موجود جین (Gene) میں تبدیلی کر کے مختلف خصوصیات کا اضافہ کیا گیا ہو۔ یہاں یہ وضاحت بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگی کہ جی ایم فوڈ (GM food) اور کلوننگ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ بعض لوگ دونوں کو ایک سمجھ لیتے ہیں، یہ درست نہیں، کیونکہ جی ایم فوڈ میں کسی اناج وغیرہ کے خلیہ کے مرکزہ میں موجود صرف جین کی تبدیلی کی جاتی ہے جبکہ کلوننگ میں باقاعدہ ایک جاندار کی دوسری کاپی بنائی جاتی ہے۔

جی ایم فوڈ کی دریافت کے ساتھ ہی مختلف ملکوں نے اس طریقہ پیداوار سے اپنی پیداواری صلاحیت کو بڑھانے اور اسے بہتر کرنے کا کام لیا اور اسے تجارتی مقاصد کے لئے استعمال کرنا شروع کردیا، چنانچہ اس وقت تک جی ایم فوڈ کی کئی اقسام مارکیٹ میں آچکی ہیں، مگر ایسی غذا کی پہلی مثال ٹماٹر ہے، کیونکہ پہلی مرتبہ 1994ء میں امریکہ جینیاتی طور پر تبدیل شدہ ایسے ٹماٹر مارکیٹ میں لایا تھا جس میں جینیاتی تبدیلی کے ذریعے پکنے کے عمل میں تاخیر پیدا کی گئی تھی۔ اس کے بعد مختلف ممالک میں مختلف سبزیاں تیار کی جانے لگیں، چنانچہ اس وقت تک جی ایم فوڈ میں سویابین، مکئی، کنولا، چاول، کپاس، آلو، مٹر، شکر قندی، گنا، ٹماٹر، سرسوں، پپیتا، تمباکو اور دودھ کی مختلف مصنوعات مارکیٹ میں آچکی ہیں۔

ابتداء میں غذاؤں میں ایسی جینیاتی تبدیلی کا عمل محدود پیمانے پر ہوتا تھا مگر بعد میں جب جینٹک سائنس کی ترقی کے ساتھ اس طریقہ پیداوار کو غذائی اشیاء کی تجارت وکاروبار میں اضافہ اور وسعت لانے کے لئے استعمال کیا جانے لگا تو یہ سلسلہ اتنا بڑھا کہ نباتات میں مخصوص حیوانات کی مخصوص خصوصیات کی منتقلی

کے لئے حیواناتی جینز کا استعمال بھی شروع ہوگیا۔ مثلاً ٹماٹر میں سرخ رنگ لانے کے لئے چین نے یہ تجربہ کیا کہ خنزیر کے گوشت سے سرخ رنگ پیدا کرنے والا جین لیکر ٹماٹر کی بیج میں داخل کیا، اسی طرح کے ایک اور تجربے میں اسٹرابری کے سرد موسم سے مقابلہ کرنے کی صلاحیت میں اضافہ کرنے کے لئے اس میں مچھلی کا جین داخل کیا گیا۔

جی ایم فوڈ کے ممکنہ فوائد ونقصانات:

ڈی این اے یا اس کی اکائیوں یعنی جینز (Genes) میں تبدیلی کر کے غذا کی خصوصیات میں سائنسدان جو تبدیلی لاتے ہیں، اس کے وہ مختلف مقاصد بیان کرتے ہیں، مثلاً:

☆ جانوروں کی نسلوں کو مضبوط، توانا، اور زیادہ دودھ یا گوشت والا بنانا۔

☆ مختلف اجناس جیسے گیہوں، مکئی اور چاول کی ایسی قسمیں تیار کرنا جو کم کھاد اور کم پانی کے باوجود زیادہ پیداوار دیتی ہوں۔

☆ ایسے پیڑ تیار کرنا جن کی نشو ونما تیز تر ہو اور ان سے لکڑی، گودا، ایندھن یا سایہ وغیرہ زیادہ مقدار میں حاصل کی جاسکتی ہوں۔

☆ پھول کی ایسی قسمیں پیدا کرنا جو معمول سے زیادہ بڑے، زیادہ رنگین یا زیادہ خوبصورت ہوں۔

☆ ٹماٹر وغیرہ مختلف سبزیوں کے پکنے کے عمل میں تاخیر پیدا کرنا تا کہ ان کی پیدوار کو مختلف اوقات میں درکار مقدار تک محدود کیا جاسکے۔

☆ اسٹرابری وغیرہ مختلف پھلوں میں سرد موسم کے خلاف قوت برداشت میں اضافہ کرنا۔

☆ مختلف فصلوں اور پودوں میں ایسی خصوصیات پیدا کرنا جن کی بنا پر وہ اپنے اوپر حملہ آور حشرات اور مختلف نقصان دہ جراثیم سے بچ سکیں۔

☆ غذاؤں کی غذائیت اور لذت میں اضافہ کرنا۔ وغیرہ

جی ایم فوڈ کی دریافت نے بلاشبہ مذکورہ بالا فوائد کے حصول کو ممکن بنادیا ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ سائنسدانوں کے بقول ایسی غذا میں بعض نقصان دہ اثرات بھی ہوتے ہیں مثلاً ایک رپورٹ کے مطابق اس قسم کی غذا سے الرجی پیدا ہوتی ہے، وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت مختلف ملکوں میں جی ایم فوڈ (GM Foods) کے حوالے سے تحفظات بھی پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ بعض ممالک میں مصنوع کے اوپر "جی ایم انگریڈنٹ" کی تصریح ضروری قرار دی گئی ہے۔ بہر حال جی ایم فوڈ میں پائے جانے والے نقصانات کے اس طبی پہلو سے قطع نظر مسلمانوں کے لئے شرعی حوالے سے بھی یہ بات قابل تشویش ہے کہ اگر کسی نباتاتی یا جماداتی مصنوع کی تیاری میں ایسا جی ایم انگریڈنٹ استعمال ہو جو حیوانی ذرائع سے حاصل کیا گیا ہو تو ایسے مصنوع کا شرعی حکم کیا ہوگا؟

کوچنیل (COCHINEAL):

کچنیلا، قرمز، ایک سرخ اور قرمزی رنگ جو خصوصاً کھانے کے کی چیزوں کو رنگنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ قرمزی رنگ کا مادہ قرمزی کیڑے سے نکالا جاتا ہے۔ یہ کیڑا سرخ اور سنتری رنگ کو بنانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ کوچنیل (قرمز) کیڑے کو کچل کر حاصل کردہ سرخ رنگ ہے جسے کارمک ایسڈ کہا جاتا ہے (اس کا نمبر E120 ہے)، اس کو بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کیڑوں کو گرم پانی میں ڈبو کر، سورج کی روشنی، بھاپ یا اوون کی گرمی میں مارا جاتا ہے۔ ان طریقوں میں سے ہر ایک مختلف رنگ دیتے ہیں، جو کہ رنگوں میں تنوع کا سبب ہوتے ہیں۔ کیڑوں کو خشک کرنا لازمی ہے۔ خشک ہونے کے بعد یہ کیڑے اپنے جسم کے اصل وزن کے تیس فیصد تک پہنچ جاتے ہیں، اور سڑنے سے پہلے ان کو جمع کر لیا جاتا ہے۔ قرمزی کیڑوں سے ایک کلو رنگ حاصل کرنے کے لئے ستر ہزار کیڑوں کی ضرورت پڑتی ہے۔

قرمزی کیڑوں سے حاصل ہونے والے رنگوں کی دو بنیادی قسمیں ہیں:

قرمزی کیڑوں کا خلاصہ: یہ ایک رنگ والا مادہ ہوتا ہے جو خام، خشک اور پسے ہوئے کیڑوں سے بنایا جاتا ہے۔ دوسری قسم 'کارمین' (carmine) ہوتی ہے: یہ رنگ والا مادہ ہوتا ہے اور کیڑوں سے نکالا جاتا ہے اور یہ زیادہ صاف ہوتا ہے۔ کارمین کو تیار کرنے کے لئے کیڑے کے جسم کے پاؤڈر کو 'امونیا' میں یا 'سوڈیم کاربونیٹ' کے لوشن میں ابالا جاتا ہے۔ ناقابل تحلیل مادے کو فلٹر کر کے نکال دیا جاتا ہے۔ پھر فلٹری کو کارمنک ایسڈ کے صاف نمک میں ملا دیا جاتا ہے

تاکہ لال المونیوم نمک کو زائل کیا جاسکے۔اب یہ ربک آئرین کی عدم موجودگی کے سبب صاف ہوتا ہے۔

پہلے زمانے میں اس کا استعمال کپڑوں کے رنگنے کے لئے ہوتا تھا۔اسی طرح یہ رنگ بادشاہ، شرفاء اور عیسائی مذہبی پیشواؤوں کے کپڑوں کے رنگنے کے لئے استعمال ہوتا تھا۔موجودہ زمانے میں یہ رنگ کپڑوں، حسن افروز اشیاء (cosmetics) اور قدرتی غذاؤوں کے رنگ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔اور پینٹر آج کل اس کلر کو استعمال نہیں کرتے ہیں بلکہ اس کی جگہ وہ مصنوعی سرخ رنگ کا استعمال کرتے ہیں۔

ایل-سیسٹائن کیا ہے:

گندھک ایمائینی ترشہ جو انسانی غذا کے ضروری عنصر میں سے ہے اور کئی طرح کے خامروں میں شامل ہوتی ہے۔ہاضمے کے دوران پروٹین ٹوٹنے سے بننے والا امائنو ایسڈ سلفر پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایل-سیسٹائن : ایک امینو ایسڈ (چربیلے نامیاتی مرکبات) ہے جو کیمیکل فارمولہ HO2CCH(NH2)CH2SH. سے بنایا جاتا ہے۔یہ بہت سے پروٹین میں اہم ساختی کردار ادا کرتا ہے، جب کہ یہ کھانے میں اضافی شئی کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔سیسٹائن سب سے زیادہ اعلی پروٹین والے کھانے کی اشیاء میں پایا جاتا ہے۔جانوروں کے ذرائع: سور کا گوشت، سانپوں کا قیمہ، چکن، بطخ، انڈا، دودھ، پنیر وغیرہ۔نباتاتی ذرائع: سرخ مرچ، لہسن، پیاز وغیرہ۔

سیسٹائن بنیادی طور پر L-enantiomer خوراک، دوائیاں اور ذاتی نگہداشت کی صنعت میں زیادہ استعمال ہوتا ہے۔اس کا سب سے بڑا استعمال ذائقوں (flavors) میں ہوتا ہے۔مثال کے طور پر شوگر کے ساتھ سیسٹائن کا ردعمل، میلارڈ ردعمل میں میٹ فلیور پیدا کرتا ہے۔اسی ایل-سیسٹائن کو بیکری مصنوعات بنانے میں معاون کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

شیلاک:

لاکھ، چیڑا، سریش، الکحل میں لاکھ ملانے سے تیار کیا وارنش، لاکھ کی پٹی یا ٹکلی (ایک طرح کی لکڑی)۔شیلاک انڈیا اور تھائی لینڈ میں پائے جانے والے درخت کا ایک مادہ کیڑا جس کو لاکھ بگ کہا جاتا ہے، سے رال کی شکل میں پیدا ہوتا ہے۔اس کو ایک عمل سے گزارے جانے کے بعد خشک پتیوں (پھنکی) کی شکل میں بیچا جاتا ہے، پھر اس کو ایتھائل الکحل میں ملا دیا جاتا ہے تاکہ سیال شیلاک بنایا جاسکے، جس کا استعمال پھر غذا مثلاً سیب وغیرہ چمکانے اور پالش کرنے اور لکڑی کی فنیشنگ کے رنگنے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ویجیٹیرین سوسائٹی کے مطابق: شیلاک ٹھیک اسی طرح بنتا ہے جس طرح شہد بنتا ہے۔

شیلاک ایک چھوٹا لال کیڑا جس کو (Lac Laccifer) کہا جاتا ہے، سے بنایا جاتا ہے جو اپنے ابتدائی مرحلے میں سیب کے بیج کی طرح ہوتا ہے۔ان کیڑوں کو مخصوص درختوں پر کھانا دیا جاتا ہے جس کو ہندوستان میں "لاکھ" درخت کہا جاتا ہے۔سال کے کچھ موسم میں یہ چھوٹے لال رنگ کے کیڑے اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ بعض اوقات پورا درخت سرخ اور گلابی لگنے لگتا ہے۔جب یہ کیڑے شاخوں اور پتیوں پر بیٹھ جاتے ہیں تو اپنے سونڈ سے چھال میں گھس جاتے ہیں، رس چوستے ہیں اور اسے جذب کرنا شروع کر دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ خود اپنے آپ کو بھی لقمہ بنا لیتے ہیں۔اسی دوران ان میں کا ہر مادہ مرنے سے پہلے ایک ہزار انڈے دیتا ہے۔

یہ رس کیڑے کے جسم میں کیمیائی تبدیلی سے گزارا جاتا ہے اور آخر کار یہ باہر آجاتا ہے۔ہوا لگنے کی وجہ سے یہ ایک سخت خول کی طرح ہو جاتا ہے جو پورے کیڑے کو ڈھک دیتا ہے۔اسی وقت یہ خول کیڑوں اور ٹہنی کے لئے ایک مرکب پرت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ان کیڑوں میں سے صرف پانچ فیصد نر ہوتے ہیں جو درخت پر ہوتے ہیں۔گویا کہ مادہ ہی بنیادی طور پر شیلاک کی پیداوار کا ذریعہ ہے۔

یہ مثالیں تو بطور وضاحت تھیں ورنہ تو ایسی سیکڑوں مثالیں ہیں۔ان مثالوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کچھ مطعومات اور مشروبات ایسے ہیں جن کے بنانے میں حرام اور خبائث چیزیں شامل ہوتی ہیں، اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جن میں کچھ چیزیں معاون اور اضافے کی لئے استعمال کی جاتی ہیں؛ لہٰذا اگر مطعومات اور مشروبات میں بعض خبائث چیزیں ڈالی گئی ہیں جیسے خنزیر کا تیل، اس کا گوشت یا خمر وغیرہ تو یہ حرام ہوں گی، کیونکہ اس لئے جب حرام وحلال کا اختلاط ہو تو اس میں جانب حرمت غالب ہوگا۔اس لئے کہ فقہی قاعدہ ہے: "جب حلال وحرام کا اجتماع ہو تو غلبہ حرام کو ہوگا" (الاشباہ والنظائر للسیوطی، ص ۱۰۵)۔

۴۔ جانوروں کے گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے نجس غذاؤں کا استعمال:

سوال نمبر: ۴۔ بعض جانوروں کو فربہ کرنے کے لئے دواؤں کا بھی استعمال ہوتا ہے اور غذاؤں کا بھی، جیسے پولٹری فارم میں پیدا ہونے والے بچوں کو تیزی سے بڑھانے کے لئے، اس سے ان کو دوہرا فائدہ ہوتا ہے، ایک: گوشت کی مقدار میں اضافہ، دوسرے: کم مدت میں پرورش کی ذمہ داری سے فارغ ہوجائے، مرغی وغیرہ کی اصل غذا نباتات ہے، مچھلیاں پانی کے اندر پائے جانے والے نباتات یا چھوٹے آبی جانوروں سے اپنی غذائی ضرورت پوری کرتے ہیں، لیکن اب ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان کے لئے جو غذا تیار کی جاتی ہے، اس میں ایسے جانوروں کے بھی اجزاء شامل کردیئے جاتے ہیں، جو تیزی سے وزن کو بڑھادیں، بتایا جاتا ہے کہ خنزیر کی چربی اس کام کے لئے بہت مفید اور موثر سمجھی جاتی ہے، اور آج کل بعض مغربی ملکوں سے مرغی اور مچھلی کے لئے جو خوراک سپلائی کی جاتی ہے، اس میں یہ اجزاء شامل کئے جاتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ:

الف۔ کیا جانوروں کو گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے ایسی غذائیں دی جاسکتی ہیں؟

اس کے ضمن میں مفتی عارف باللہ قاسمی تبدیلی حقیقت (استحالہ) کے طریقہ کار پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کی وجہ سے ناپاک چیزیں پاک ہوجاتی ہیں، علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

''إن التطهير يكون بأربعة أمور بالغسل والدلك والجفاف والمسح في الصقيل ... والخامس مسح المحاجم بالماء بالخرق كما قدمناه، والسادس النار كما قدمناه في الأرض إذا احترقت بالنار. والسابع انقلاب العين'' (البحر الرائق ۱/ ۲۳۹)۔

ڈاکٹر عبداللہ الفقیہ لکھتے ہیں:

''إذا كانت هذه المواد النجسة المستخدمة في العلف تمرّ بمراحل من التحول حتى تستحيل عن وصفها السابق ولا يبقى للنجس أثر فيها أم لا، فإن كانت قد استحالت عن ذلك الوصف فالراجح إن شاء الله جواز العلف بها وإلا فلا'' (فتاوى الشكبة الاسلاميه، رقم الفتوى: ۲۰۱۰)۔

مفتی سلمان پالنپوری قاسمی کا کہنا ہے کہ جانوروں کو گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے خنزیر کی چربی یا حرام چیز کے اجزاء پر مشتمل غذا دینا جائز نہیں؛ کیونکہ اس میں انقلاب ماہیت نہیں ہوتا، مجموعی شکل تو بدلتی ہے مگر جملہ اجزاء اپنے خواص کے ساتھ مطلوب ہوتے ہیں، جیسے ادویہ میں مختلف اجزاء ہوتے ہیں، پس اس غذا میں خنزیر کی چربی دوسری شکل کے باوجود ایک جز کی حیثیت سے ہوتی ہے، اگر کیمیائی تحلیل کی جائے تو چربی نمایاں ہوکر الگ ہوجائے گی، اور حرام ونجس چیز کا کھانا یا کھلانا خواہ جانور ہی کیوں نہ ہو، جائز نہیں، کیونکہ یہ اختلاط ہے انقلاب ماہیت نہیں ہے۔

لیکن اس کے برعکس مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی کہتے ہیں کہ اگر ان میں خنزیر کی چربی یا فضلات کی ملاوٹ ہوتی ہے یا گیہوں، مکئی کے چورے، مختلف پھلوں اور سبزیوں کے چھلکوں، جانوروں اور مچھلیوں کی آلائش، خون، نجاست، کھال، ہڈی، آنتوں وغیرہ کو شامل کرکے بنائی جاتی ہیں تو وہ مطلقاً نہیں بلکہ پہلے ان فضلات کو دیگوں میں پکایا جاتا ہے، تاکہ ان کے جراثیم مرجائیں، پھر انہیں خشک کیا جاتا ہے، انہیں پیسا جاتا ہے، پھر ان میں وٹامن اور دوسری چیزیں ملائی جاتی ہیں، ان تبدیلیوں کے بعد وہ چیزیں اپنی حقیقت بالکل کھودیتی ہیں، یا ان کے سابق کچھ ایسے اثرات باقی رہ جاتے ہیں جو حکم کی تبدیلی میں مانع نہیں بن سکتے۔

ناپاک اشیاء کی حقیقت تبدیل نہ ہونے کی صورت میں اس غذا کا حکم:

☆ اگر حقیقت تبدیل نہ ہوسکے تو مفتی عارف باللہ قاسمی نے ایسی غذا کے بارے میں فقہاء کے مختلف اقوال نقل کئے ہیں، شرنبلالی حنفی لکھتے ہیں:

''فإن عجن الآن بمائها قيل يلقى للكلاب أو يعلف به المواشي'' (مراقی الفلاح/ ۲۳)۔

ناپاک پانی جانوروں کو پلانے کے سلسلہ میں ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں:

''قال في الذخيرة: لا. وفي الخزانة: لا بأس بذلك. وأقول ما في الذخيرة: يوافق ما في البدائع. وما في الخزانة يوافق ما في الاسبيجابي'' (النهر الفائق ۱/ ۹۱)۔

حصکفی نے بھی صراحت کی ہے کہ ایسی روٹی کتوں کو کھلا دیا جائے، ابن نجیم مصری نے بھی بدائع کے حوالہ سے لکھا ہے:

''واختار الأول في البدائع وجزم به بصيغة قال مشايخنا: يطعم للكلاب'' (البحر الرائق ۱/ ۱۳۲)۔

ان اقوال کو ذکر کرنے کے بعد مولانا موصوف لکھتے ہیں کہ احناف کے نزدیک نجس اشیاء سے تیار کردہ غذا ماکول اللحم جانوروں کو کھلانا درست نہیں، لیکن مالکیہ، حنابلہ اور شافعیہ کے نزدیک جائز ہے، کشاف القناع میں ہے:

۱۔ ''ويجوز أن تعلف النجاسة الحيوان الذي لا يذبح قريبًا أو لا يحلب قريبًا'' (كشاف القناع ۶/ ۱۹۴)۔

۲۔ ''لو عجن دقيق بماء نجس وخبزه فهو نجس يحرم أكله ويجوز أن يطعمه لشاة أو بعير أو بقرة نحوها. نصّ عليه الشافعي رحمه الله'' (المجموع ۹/ ۲۹)۔

ان حضرات کے پیش نظر وہ روایت ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام قوم ثمود کی بستی سے گزرے تو صحابہ نے وہاں کنویں سے پانی بھر لیا اور آٹا بھی گوندھ لیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس پانی کو بہا دینے کا حکم دیا، اور آٹے کے بارے میں فرمایا کہ اسے اپنے اونٹوں کو کھلا دیں (بخاری: ۹۷ ۳۳، مسلم: ۲۹۸۱)

☆ مولانا محمد عثمان بستوی نے اس سلسلہ میں مذاہب اربعہ کی آراء موسوعہ فقہیہ کے حوالہ سے ذکر کی ہیں:

۱۔ ويقول الحنفية بحرمة الانتفاع بالخمر في التداوي بالاحتقان وسقي الدواب والاقطار في الاحليل، ذلك لأن الانتفاع بالنجس حرام فإذا حرم سقي الدوام بالنجس حرم إطعامها به (الموسوعة الفقهيه ۴۰/ ۱۰۸، نیز دیکھئے: شامی ۱۰/ ۲۸)۔

۲۔ أجاز الشافعية والمالكية إطعام العلف النجس أو المتنجس للدواب كما أجاز واسقي الماء المتغير من نجس الماء للبهائم والزرع (الموسوعة الفقهيه ۴۰/ ۱۰۸، نیز دیکھئے: الشرح الكبير ۱/ ۶۰، الدسوقي ۱/ ۶۱، روضة الطالبين ۳/ ۲۸۹)۔

۳۔ أجاز الحنابلة إطعام ذلك لما لا يؤكل لحمه من الدواب، ولم يجيزوا إطعامه لما يؤكل منها إلا أن يكون إذا أطعمه لم يذبح حتى يكون له ثلاثة أيام على معنى الجلالة (الموسوعة الفقهيه ۴۰/ ۱۰۹)۔

ان عبارتوں کا خلاصہ کرتے ہوئے مولانا موصوف لکھتے ہیں کہ احناف کے نزدیک نجس و ناپاک غذا اور چارہ ماکول اللحم جانور کو کھلانا جائز نہیں، البتہ مالکیہ اور شوافع کے نزدیک نجس چارہ کھلانے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، اسی طرح حنابلہ کے نزدیک بھی اجازت معلوم ہوتی ہے، بشرطیکہ تین دنوں تک روک کر پاکیزہ غذا دی جائے۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ اگر کسی چارے کے بارے میں نجس ہونے کا یقینی علم نہیں تو جب تک یقینی علم نہ ہو اس کو پاک ہی مانا جائے گا، اور اس کی تفتیش میں پڑنے سے حرج و تنگی ہے اور شریعت کے مقصد کے بھی خلاف ہے۔

جانوروں کی ناپاک غذا سے متعلق مختلف آراء:

اس سلسلہ میں آراء مختلف ہیں، بعض حضرات کی رائے ہے کہ جانوروں کے لئے سپلائی کی جانے والی غذا میں اگر خنزیر کے اجزاء شامل ہیں تو ایسی غذائیں نہیں دی جاسکتی ہیں، الا یہ کہ اس ناپاک عنصر کی قلب ماہیت یا استحالہ ہو چکا ہو تو پھر ایسی خوراک جانوروں کو دینا درست ہوگا۔

بعض مقالہ نگاروں نے اس کی مختلف صورتیں بھی بیان کی ہیں، مثلاً مولانا اختر امام عادل قاسمی کہتے ہیں کہ ایک یہ کہ جانوروں کی خوراک میں خنزیر کی چربی کی شمولیت معتبر اور محقق ذرائع سے ثابت ہو، اور دوسرے یہ کہ کیمیکل تحلیل و تجزیہ کے بعد بھی اس ناپاک جز کا وجود فنا نہ ہوا ہو تو وہ خوراک ناجائز ہے، جبکہ مولانا محمد عثمان بستوی کا کہنا ہے کہ ایسا چارہ کھلانا چونکہ مالکیہ و شوافع کے نزدیک جائز ہے، لہذا اگر ان کی نجاست کا شامل ہونا متحقق ہو جائے اور کوئی پاک و مناسب چارہ دستیاب نہ ہو تو مالکیہ و شوافع کے مذہب کے مطابق عمل کی گنجائش ہے۔

مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی کہتے ہیں کہ فارمی مرغیوں کی خلت پر جب تمام فقہاء متفق ہیں تو حرام اور نجس غذا ہونے کے باوجود اس کی خرید و فروخت اور اس کی مرغیوں کو کھلانا بدرجہ مجبوری جائز قرار دینا ہوگا۔

لیکن مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی کا کہنا ہے کہ حیلہ کیا جاسکتا ہے کہ کسی جگہ ان حرام اشیاء کو رکھ دیا جائے، پھر ان جانوروں کو ادھر ہنکا دیا جائے تاکہ وہ ان کو

کھالیں تو گنجائش ہوگی، مولانا محمد شاہجہاں ندوی کی بھی تقریباً یہی رائے ہے۔

مولانا اختر امام عادل قاسمی کے نزدیک اگر کسی ناجائز عنصر کی شمولیت معتبر ذرائع سے ثابت نہ ہو اور کیمیکل تجزیہ کے بعد اس کا وجود فنا ہو چکا ہو تو قلب ماہیت کی بنا پر جانوروں کو وہ خوراک دینا درست ہوگا، اور تقریباً یہی بات مفتی محمد یحییٰ قاسمی بھی کہتے ہیں، مفتی محمد عارف کنجروی کی بھی یہی رائے ہے۔

مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی اور مولانا محمد شاہجہاں ندوی نے انقلاب ماہیت، تبدیلی حقیقت، استحالہ کے تعلق سے مختلف اقوال ذکر کر کے حکم میں تبدیلی کی تائید کی ہے۔

۱۔ وكذلك إذا استحالت صفات عين الحلال الطاهر، فبطل عنه الاسم الذى به ورد ذلك الحكم فيه، وانتقل إلى اسم آخر وارد على حرام أو نجس، فليس هو ذلك الحلال الطاهر، بل قد صار شيئًا آخر ذا حكم آخر كالعصير يصير خمرًا، أو الخمر يصير خلًا، أو لحم الخنزير تأكله دجاجة يستحيل فيها لحم دجاج حلالا، وكالماء يصير بولًا، والطعام يصير عذرة، والعذرة والبول تدهن بهما الأرض فيعودان ثمرة حلالًا، ومثل هذا كثير (المحلى لابن حزم ۱/ ۱۳۸)۔

۲۔ ان النجاسة لما استحالت وتبدلت أوصافها ومعانيها، خرجت عن كونها نجاسة، لأنها اسم لذات موصوفة، فتنعدم بانعدام الوصف، وصارت كالخمر إذا تخللت (بدائع الصنائع للكاسانی ۱/ ۸۵)۔

۳۔ إن الله حرم الخبائث التى هى الدم والميتة ولحم الخنزير ونحو ذلك، فإذا وقعت هذه فى الماء أو غيره واستهلكت لم يبق هناك دم ولا ميتة ولا لحم خنزير أصلًا (الفتاوى الكبرى لابن تيميه ۱/ ۲۵۲)۔

۴۔ الصواب أن ذلك كله طاهر إذا لم يبق شئ من أثر النجاسة لا طعمها ولا لونها ولا ريحها، لأن الله أباح الطيبات وحرم الخبائث وذلك يتبع صفات الاعيان وحقائقها (مجموع الفتاوى لابن تيميه ۲۱/ ۴۸۱)۔

۵۔ فالقياس الصحيح تعدية ذلك إلى سائر النجاسات إذا استحالت، وقد نبش النبى ﷺ قبور المشركين من موضع مسجده ولم ينقل التراب، وقد أخبر الله سبحانه عن اللبن أنه يخرج من بين فرث ودم، وقد أجمع المسلمون على أن الدابة إذا علفت بالنجاسة ثم حبست، وعلفت بالطاهرات حلّ لبنها ولحمها، وكذلك الزرع والثمار إذا سقيت بالماء النجس، ثم سقيت بالطاهر، حلت لاستحالة وصف الخبث وتبدله بالطيب، وعكس هذا أن الطيب إذا استحال خبيثًا صار نجسًا كالماء والطعام إذا استحال بولا وعذرة، فكيف أثرت الاستحالة فى انقلاب الطيب خبيثًا، ولم يؤثر فى انقلاب الخبيث طيبًا؟ (اعلام الموقعين لابن القيم ۱/ ۲۹۷-۲۹۸)۔

مولانا محمد شاہجہاں ندوی مواہب الجلیل للحطاب المالکی (۱/ ۹۷)، المجموع للنووی الشافعی (۲/ ۵۷۹)، الانصاف للمرداوی الحنبلی (۱/ ۳۱۸) سے عبارتیں نقل کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں کہ مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا مسلک یہ ہے کہ ماہیت کی تبدیلی سے ناپاک اشیاء پاک نہیں ہوتیں، البتہ اگر شراب خود بخود تبدیل ہو جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے، لیکن مولانا موصوف نے احناف اور ان سے اتفاق رکھنے والے علماء کے قول کو راجح قرار دیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ طہارت ونجاست دو ایسے وصف ہیں جن کا تعلق اشیاء کی حقیقتوں سے ہے، تو پھر جب اشیاء کی حقیقتیں بدل جائیں تو ان سے وابستہ صفات بھی لازماً بدل جائیں گی (دیکھئے: فتح القدیر لابن ہمام ۱/ ۲۰۰)۔

مفتی عارف کنجروی نے خنزیر کے جز کے استعمال کی تائید میں اپنی یہ رائے ظاہر کی ہے:

قرآن کریم کی رو سے تمام اجزاء کے حرام اور نجس ہونے کے باوجود متعدد فقہاء اسلام نے چمڑے کے موزوں کی سلائی خنزیر کے بال سے کرنے کی اجازت دی ہے، اور ان موزوں کو پہن کر نماز ادا کرنے کی بھی اجازت دی ہے۔ بعض فقہاء نے اس سے آگے بڑھ کر یہ بھی لکھا ہے کہ اگر موزہ سلنے والوں کو خنزیر کے بال مفت نہ ملتے ہوں تو ان کے لئے خنزیر کا بال خریدنا جائز ہے، اس کی علت یہی لکھی ہے کہ چونکہ چمڑے کے موزوں اور جوتوں کی سلائی کا کام زیادہ بہتر اور مضبوط طریقہ پر خنزیر کے بالوں ہی سے ہوتا ہے، اس لئے اس کے استعمال کی ضرورت ہے اس پر پابندی عائد کرنے میں موزوں اور جوتوں کی سلائی کرنے

والے اور انہیں استعمال کرنے والوں کے لئے حرج ومشقت ہے۔

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں: ''ولایجوز بیع شعر الخنزیر لأنه نجس العین فلا یجوز بیعه إہانة له ویجوز الانتفاع به للخرز للضرورة، فإن ذلك العمل لا یتأتی بدونه ویوجد مباح الأصل''۔

علامہ ابن ہمام یوجد مباح الأصل کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وهو یوجد مباح الأصل فلا حاجة إلی بیعه حتی یجوز وعلی هذا. قال الفقیه أبو اللیث فلو لم یوجد إلا بالشراء جاز شراءه لشمول الحاجة إلیه وقد قیل أیضًا إن الضرورة ثابتة فی الخرز به بل یمکن أن یقام بغیره وکان ابن سیرین لا یلبس خفًا خرز بشعر الخنزیر فعلی هذا لا یجوز بیعه ولا الانتفاع به، وروی أبویوسف کراهة الانتفاع به لأن ذلك العمل یتأتی بدونه کما ذکرنا إلا أن یقال ذلك فرد تحمل مشقته فی خاصة نفسه فلا یجوز أن یلزم الجرام حرجًا مثله''۔

اس کے بعد مولانا موصوف لکھتے ہیں کہ دور حاضر میں بکثرت ان اشیاء کی ضرورت پڑتی ہے، اور ان اشیاء کا کوئی بدل نہیں ہے منفعت میں، لہذا ضرورت کے پیش نظر ایسی غذا کے استعمال کی گنجائش نکل سکتی ہے۔

عدم جواز کی رائے:

بعض مقالہ نگار حضرات کی رائے یہ ہے کہ خنزیر کی چربی سے یا حرام اشیاء سے تیار غذائیں جانوروں کو دینا شرعا درست نہیں ہے۔

احسن الفتاوی میں ہے: ایسی غذا کی خرید وفروخت اور مرغیوں کو کھلانا جائز نہیں (احسن الفتاوی ۸/ ۱۲۶)۔

(مقالہ: مفتی محمد اخلاق حسین قاسمی، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی وغیرہ)۔

قاضی محمد حسن نے اس ضمن میں چار خرابیوں کا ذکر کیا ہے:

۱۔ یہ کہ مشتری کو دھوکہ دینا لازم آئے گا اور یہ شریعت میں درست نہیں۔

۲۔ خنزیر کی چربی انسان کے جسم وعقل کے لئے مضر ہوتی ہے، اور جو چیز مضر ہو اس کا استعمال درست نہیں۔

۳۔ جب جانور کی غذا ایسی ہوگی تو اصلاً اس کا وزن کم ہوگا، مگر دیکھنے میں زیادہ ہوگا، اور یہ بائع ومشتری کے درمیان نزاع کا سبب ہے لہذا شرعا یہ درست نہیں۔

۴۔ یہ صورت تصریہ اور خداع کے قبیل سے ہے، اور تصریہ ناجائز ہے۔

مولانا زین العابدین الکوثری کا کہنا ہے کہ نجس اور حرام اشیاء پر مشتمل غذائیں دینا اور ان کے ذریعہ گوشت میں اضافہ کرنا غیر فطری ہے۔

سوال نمبر: ۴ (ب): اگر کسی حلال جانور کو یہ غذا کھلائی گئی، تو اب اس کا گوشت پہلے کی طرح حلال ہے یا حرام غذا کی وجہ سے اس میں حرمت یا کراہت پیدا ہو جائے گی؟

اس سوال کے ضمن میں مقالہ نگاروں کا کہنا ہے کہ اگر کثرت نجاست خوری کی وجہ سے حلال جانوروں کے گوشت میں بدبو پیدا ہو جائے تو اسے کچھ دن بند کر کے پاک خوراک دی جائے، اور جب بدبو ختم ہو جائے تو اس کا کھانا درست ہوگا

(مفتی ابوبکر قاسمی، مفتی لطیف الرحمن، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، مفتی محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مفتی عبدالرحیم قاسمی، مفتی عارف باللہ قاسمی، مولانا زین العابدین الکوثری وغیرہ)۔

دلائل:

۱۔ عن أبی موسی یعنی الاشعری رضی اللہ عنه قال: رأیت النبی ﷺ یأکل دجاجًا (بخاری: ۵۰۹۳) (مقالہ: مولانا جمشید جوہر قاسمی)۔

۲۔ عن زهدم قال: کنا عند أبی موسی الأشعری رضی اللہ عنه وکان بیننا وبین هذا الحی من جرم إخاء فأتی بطعام فیه لحم

دجاج وفی القوم رجل جالس أحمر فلم یدن من طعامه، قال: ادن. فقد رأیت النبی ﷺ یأکل منه. قال: إنی رأیته یأکل شیئًا فقذرته فحلفت أن لا آکله، فقال: ادن. أخبرك أو أحدثك إلى آخر الحديث (بخاری: ۵۰۲۴)

(مقالہ: مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مفتی انور علی اعظمی)۔

۳۔ عن أبي موسى قال: جاء رجل وهو يأكل دجاجًا فتنحى فقال: إني حلفت أن لا آكله، إني رأيته يأكل شيئًا قذرًا فقال: ادنه. فقد رأيت رسول الله ﷺ يأكله (مسند احمد ۳۲/۳۲۶) (مقالہ مولانا ولی اللہ مجید قاسمی)۔

۴۔ قال ابن عابدين تحت قوله (وكره لحم الجلالة التي تأكل العذرة) أي فقط حتى انتن لحمها. قال في الوهبانية وفي المنتقى الجلالة المكروهة التي إذا قربت وجدت منها رائحة فلا تؤكل ولا يشرب لبنها ولا يحمل عليها وتلك حالها ويكره بيعها وهبتها وتلك حالها. وذكر البقالي أن عرقها نجس وقدمناه في الذبائح۔

وقال العلامة الحصكفي وتحبس الجلالة حتى يذهب نتن لحمها وقدر بثلاثة أيام لدجاجة. وأربعة لشاة. وعشرة لإبل ولبقر على الأظهر. ولو أكلت النجاسة وغيرها بحيث لم ينتن لحمها حلت كما حل أكل جدي غذي بلبن خنزير لأن لحمه لا يتغير وما غذي به يصير مستهلكًا لا يبقى له أثر۔

وقال العلامة ابن عابدين: (قوله حلت) وعن هذا قالوا: لا بأس بأكل الدجاج لأنه يختلط ولا يتغير لحمه. وروى أنه عليه الصلاة والسلام كان يأكل الدجاج. وما روى أن الدجاجة تحبس ثلاثة أيام ثم تذبح فذلك على سبيل التنزه. زيلعي (رد المحتار ۵/ ۲۱۶۔۲۱۷)

(مقالہ: مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مفتی عبدالرحیم قاسمی، مفتی عارف کنجروی، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، مفتی محمد مقصود رامپوری، قاضی محمد حسن ندوی)۔

۵۔ فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:

ألا ترى إلى ماذكر محمد رحمه الله في النوادر لو أن جدیا غذي بلبن خنزير فلا بأس بأكله وعلى هذا لا بأس بأكل الدجاج وإن كان يقع على الجيف لأنها تختلف فلا يتغير لحمه ولا ينتن (۱۸/ ۵۰۲) (مقالہ مفتی انور علی اعظمی)۔

۶۔ أما التي تخلط بأن تتناول النجاسة والجيف، وتتناول غيرها على وجه لا يظهر أثر ذلك في لحمها فلا بأس به (تبيين الحقائق ۶/ ۱۰)۔

اس ضمن میں جلالہ جانوروں کے مسئلہ پر مولانا اختر امام عادل قاسمی نے یہ تفصیل کی ہے:

مسئلہ جلالۃ:

نجاست کی بنیاد پر ہی "جلالۃ" کا مسئلہ فقہاء کے یہاں زیر بحث آیا ہے، احادیث میں بھی اس کی ممانعت اسی بنیاد پر آئی ہے، جلالہ ایسے جانور کو کہتے ہیں جو گندگی کھاتا ہو مثلاً مرغی اور بطخ وغیرہ، کبھی اونٹ وغیرہ بھی اس لت میں مبتلا ہوجاتے ہیں، سب کا حکم ایک ہی ہے (نیل الاوطار ۸/ ۱۲۸)۔

متعدد روایات میں جلالہ جانور کا گوشت یا دودھ کھانے یا اس پر سواری کرنے سے منع کیا گیا ہے، جو بہت سے طرق سے منقول ہیں اور ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں، مثلاً:

عن ابن عمر قال: نهى رسول الله ﷺ عن أكل الجلالة وألبانها. قال وفي الباب عن عبدالله بن عباس. قال أبوعيسى هذا حديث حسن غريب. وروى الثوري عن ابن أبي نجيح عن مجاهد عن النبي ﷺ مرسلا. وعن ابن عباس: أن النبي ﷺ نهى عن المجثمة ولبن الجلالة وعن الشرب من في السقاء. قال محمد بن بشار وحدثنا ابن أبي عدي عن سعيد بن أبي عروبة عن قتادة عن عكرمة عن ابن عباس عن النبي ﷺ نحوه. قال أبوعيسى هذا حديث حسن صحيح.

(سنن الترمذي ۴/ ۲۶۹، حدیث نمبر: ۱۸۲۳، سنن أبي داود ۳/ ۳۱۲، حدیث نمبر: ۳۷۸۹)۔

یہ روایات اس پایہ کی نہیں ہیں کہ ان سے حرمت قطعیہ ثابت ہوسکے، چنانچہ فقہاء کے درمیان جلالہ کے حکم میں اختلاف ہے، جمہور فقہاء (حنفیہ، شافعیہ اور ایک قول کے بے مطابق امام احمد ابن حنبل) کی رائے یہ ہے کہ اگر جلالہ کے گوشت اور پسینہ میں گندگی کے آثار ظاہر ہوچکے ہوں تو اس کا گوشت اور دودھ استعمال کرنا اور اس پر سواری کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر بدبو نہ آتی ہو تو کوئی کراہت نہیں ہے، اس لئے کہ کراہت کی بنیاد گندگی کے کھانے پر نہیں بلکہ گوشت اور دودھ میں تغیر پر ہے (المغني ۸/۵۹۳، قليوبي ۴/۲۶۱، روض الطالب ۱/۵۶۸، ابن عابدين ۱/۱۴۹، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ۱۱/۱۱۱)۔

شافعیہ کا ایک قول اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ جلالہ کا گوشت اور دودھ حرام ہے (الانصاف في معرفة الراجح من الخلاف على مذهب الامام احمد بن حنبل ۱۰/۲۷۵، المؤلف: علاء الدين المرداوي الصالحي، الشرح الكبير ۱۱/۹۰، المؤلف: ابن قدامة المقدسي)۔

البتہ اگر گوشت میں بدبو نہ ہو تو حنابلہ اور شافعیہ دونوں کے نزدیک اس میں کوئی کراہت نہیں، گو کہ اس کی اکثر خوراک گندگی پر مشتمل ہو۔ (اسنى المطالب ۱/۵۶۸، المغني ۸/۵۹۳)۔

مالکیہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جلالہ میں کوئی کراہت نہیں ہے گو کہ اس میں بدبو پیدا ہوچکی ہو (شرح الزرقاني ۳/۲۶، التاج والاكليل لمختصر خليل ۳/۲۹۹)۔

بعض حضرات نے جلالہ کا مصداق اس جانور کو قرار دیا ہے جس کی اکثر خوراک نجاست ہو، لیکن فقہاء کی آراء کے مطالعہ سے صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اعتبار مدت کا نہیں گندگی کے آثار کا ہے، جب تک گندگی کے آثار ظاہر نہ ہوں حکم شرعی عائد نہ ہوگا (المجموع ۹/۲۸ وغیرہ)۔

طریقۂ تطہیر:

پھر قدرتی طور پر یہ بحث پیدا ہوئی کہ جلالہ جانور کو پاک کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ جائز خوراک چارہ وغیرہ یا کسی اور طریقہ سے بدبو ختم ہوجائے تو کراہت باقی نہ رہے گی، البتہ یہ مدت حبس کتنے دن ہوگی اس میں فقہاء میں تھوڑا سا اختلاف ہے:

حنفیہ کے یہاں اس کی تفصیل یہ ہے: مرغ کے لئے مدت حبس تین دن، بکری کے لئے چار دن اور اونٹ اور گائے کے لئے دس دن ہے۔ (ابن عابدین ۱/۱۴۹)۔

شافعیہ کے یہاں اس کی تفصیل یوں ہے: مرغ کو تین یوم، بکری کو سات یوم، گائے کو تیس یوم، اور اونٹ کو چالیس یوم حبس کیا جائے گا (قلیوبی ۴/۲۶۱)۔

امام احمد بن حنبل سے دو روایات ہیں: ایک روایت یہ ہے کہ کسی بھی جلالہ کے لئے مدت حبس تین دن کافی ہے، دوسری روایت یہ ہے کہ اونٹ اور گائے کے لئے مدت حبس چالیس یوم ہے (المغني ۸/۵۹۴)۔

جلالہ کا جوٹھا بھی مکروہ ہے، یہ تصریح حنفیہ کے یہاں ملتی ہے (ابن عابدین ۱/۱۴۹)۔

اسی طرح جلالہ اگر نجاست کے علاوہ کچھ نہ کھاتا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں ہے، یہ صراحت بھی حنفیہ کے یہاں ملتی ہے (ابن عابدین ۵/۲۰۷)۔

جلالہ کے ضمن میں فقہاء نے جو بحثیں کی ہیں ان سے نجاست کے استعمال کے نتائج اور طریقۂ تطہیر پر کافی روشنی پڑتی ہے اور دیگر مواقع پر ان سے بآسانی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

مولانا محبوب فروغ قاسمی دنوں کی قید کو یقینی اور حتمی نہیں قرار دیتے ہیں، بلکہ کہتے ہیں کہ جتنے دنوں میں اس کی بدبو زائل ہوجائے اتنے دنوں تک روکے رکھنا ضروری ہوگا۔

قال السرخسي: الأصح عدم التقدير وتحبس حتى تزول الرائحة المنتنة (شامي ۵/ ۲۱۵، كتاب الذبائح)۔

یہی رائے مفتی سلمان پالنپوری کی ہے، کاسانی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

كان أبوحنيفة لا يوقت في حبسها، وقال: تحبس حتى تطيب، وهو قولهما أيضًا (بدائع الصنائع ۵/ ۴۰)۔

مفتی عارف باللہ قاسمی جلالہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جلالہ: وہ جانور ہے جو مینگنی اور لید کھاتا ہو یعنی اس کا اکثر چارہ یہی ہو، اور اگر اکثر چارہ پاک ہو تو وہ جلالہ نہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ کثرت وقلت کا اعتبار

نہیں، بدبو پر مدار ہے، اور الکوکب الدری میں ہے کہ جب نجاست کا اثر پسینہ، دودھ اور گوشت میں صاف محسوس ہو تو وہ حرام ہے۔

اور مفتی محمد یحییٰ قاسمی یہ تعریف کرتے ہیں کہ: جلالہ وہ جانور ہے جو نجاست کھاتا ہے اور غلاظت کھانے کی وجہ سے اس کے گوشت کے اندر اس کے اثرات پیدا ہوں۔

جبکہ مفتی شبیر احمد قاسمی نے کسی بھی حلال جانور کے جلالہ ہونے کے لئے اس میں دو شرطوں کے پائے جانے کو لازم قرار دیا ہے:

۱۔ اس حلال جانور کی غذا صرف نجاست اور گندگی ہو، نجاست اور گندگی کے علاوہ کوئی پاک چارہ نہ کھاتا ہو۔

۲۔ نجاست اور گندگی کھانے کی وجہ سے اس کے گوشت سے بدبو نمایاں طور پر ظاہر ہوتی ہو حتی کہ اس کے پسینے سے بھی بدبو ظاہر ہوتی ہو، تو جس میں یہ دونوں شرطیں ایک ساتھ پائی جائیں ایسے جانور کو جلالہ کہا جاتا ہے۔

مولانا محمد شاہجہاں ندوی نے بھی جلالہ اور اس پر مرتب ہونے والے احکام کے تعلق سے تحفۃ الفقہاء (۳/۶۵)، المبسوط (۱۱/۲۵۵) تحفۃ الملوک (ص/۲۲۵)، الدر المختار مع رد المحتار (۶/۳۴۱) وغیرہ کے حوالے سے دوسرے مسالک کے فقہاء کی مختلف عبارتیں ذکر کی ہیں اور کہا ہے کہ نجس غذاؤں کا استعمال کرنے والے جانوروں کا گوشت مکروہ ہے مگر یہ کہ ان میں در آنے والے بو کو دور کر دیا جائے۔

مفتی شبیر احمد قاسمی کی بھی یہی رائے ہے کہ اگر گوشت میں بدبو نہ ہو اور نجاست کا کوئی اثر نہ ہو تو بلا کراہت جائز ہے۔

فهذا يدل على أن الكراهة فى الجلالة لمكان التغير والنتن لا لتناوله النجاسة، ولهذا إذا خلطت لا يكره، وإن وجد تناول النجاسة، لأنه لا تنتن، فدلّ أن العبرة للنتن لا لتناول النجاسة (البدائع ۴/ ۱۵۲) (نیز مقالہ مولانا محمد عثمان بستوی)۔

مفتی انور علی اعظمی نے فتاویٰ تاتارخانیہ کے حوالہ سے لکھا ہے:

''وأما الدجاجة فلا تكون جلالة لأنها لا تتغير ولا تنتن وفى التهذيب وأما الدجاجة لا يكره وإن تناول نجاسة لأنها لا تنتن''۔

آگے لکھتے ہیں کہ حلال جانور اگر ناپاک اور حرام شئی کھاتا ہے اور اس کا اثر اس کے گوشت پر آجاتا ہے تو اسے کچھ دن روکنے کے بعد ذبح کیا جائے گا، اور اگر ناپاک شئی کا اثر اس کے گوشت میں نہیں آتا تو روکنے کی بھی ضرورت نہیں (دیکھئے: مجموعۃ الفتاوی الشرعیہ، کویت)۔

مولانا محمد عثمان بستوی کا کہنا ہے کہ نجاست آمیز ادویہ و چارہ وغیرہ جانوروں کو کھلانے پلانے میں عام ابتلاء ہے اور جب کسی چیز میں ابتلاء عام ہو تو وہ یسر و سہولت کا متقاضی ہوتا ہے، اور یسر و سہولت کے لئے ائمہ اربعہ میں سے جس کے قول میں بھی آسانی ہو اختیار کرنے کی گنجائش ہوتی ہے۔

نجس غذائیں استعمال کرنے والے جانوروں کا حکم:

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ایسی غذائیں تو نہیں دی جاسکتی ہیں لیکن اگر جانور کھالے تو وہ حرام نہیں ہوگا، اور اس کا حکم جلالہ کے حکم کی طرح ہوگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس میں بدبو نہ پیدا ہو۔

لو علفها حرامًا لم يحرم لبنها ولحمها (الاشباہ والنظائر / ۱۷۵) (مقالہ مفتی عبدالرحیم قاسمی، قاضی محمد حسن ندوی)۔

یہی رائے مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی کی ہے، شامی کے حوالہ سے لکھا ہے:

ولا يحل حيوان مائى إلا السمك الذى مات بآفة ولو متولدًا فى ماء نجس فلا بأس بأكلها لحله بالنص وكونه يتغذى بالنجاسة لا يمنع حله (شامی ۵/ ۲۱۵، کتاب الذبائح)۔

مفتی سلمان پالنپوری قاسمی نے اس کی تائید میں دو دلیلیں ذکر کی ہیں:

۱۔ امداد الفتاویٰ میں ہے:

سوال: بکری کا بچہ جس نے سور کے دودھ سے پرورش پائی ہو حلال ہے یا نہیں؟ اور اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: فی الدر المختار کما حل أکل جدی غذی بلبن خنزیر لأن لحمه لا یتغیر وما غذی به یصیر مستهلکا لا یبقی له أثر. فی رد المحتار أن ابن المبارك قال معناه إذا اعتلف أیامًا بعد ذلك کالجلالة وفی شرح الوهبانیة أنه یحل إذا ذبح بعد أیام وإلا لا۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ وہ بچہ حلال ہے، لیکن کئی روز تک اس کو دوسرا چارہ دینا چاہئے، اس طرح قربانی بھی درست ہے، فقط واللہ اعلم (امداد الفتاوی ۳/ ۵۴۰)۔

۲۔ اور احسن الفتاوی میں ہے:

سوال: مردار جانوروں کا گوشت بھاپ میں پکا کر مشینوں کے ذریعہ پیس کر سکھا کر باریک پاؤڈر بنالیا جاتا ہے اور مرغیوں کی خوراک میں استعمال کیا جاتا ہے، کبھی اس گوشت میں کتے کا گوشت بھی ہوتا ہے، کیا ان مرغیوں کا گوشت کھانا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب: ایسی مرغی کا گوشت حلال ہے، اگر خوراک میں غالب حرام ہو تو بہتر ہے کہ ایسی مرغی کو تین روز تک بند رکھ کر حلال غذا دی جائے، البتہ مرغی کے گوشت میں حرام غذا اور نجاست وغیرہ کھانے سے بدبو پیدا ہو جائے تو اس کو اتنی مدت بند رکھ کر حلال غذا دینا ضروری ہے کہ بدبو زائل ہو جائے، بدبو زائل ہونے سے قبل ذبح کر دیا تو اس کا گوشت حلال نہ ہوگا، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (احسن الفتاوی ۷/ ۴۰۸)۔

مفتی عارف باللہ قاسمی بھی یہی بات کہتے ہیں اور جلالہ کے تعلق سے یہ دو عبارتیں ذکر کرتے ہیں:

۱۔ ولا تؤکل الجلالة ولا یشرب لبنها، لأنه علیه الصلاة والسلام نهی عن أکلها وشرب لبنها. والجلالة هی التی تعتاد أکل الجیف والنجاسات، ولا تخلط فیتغیر لحمها فیکون منتنا، ولو حبست حتی یزول النتن حلت (تبیین الحقائق ۶/ ۱۰)۔

۲۔ ولو حبست بعد ظهور النتن وعلفت شیئا طاهرًا فزالت الرائحة ثم ذبحت، فلا کراهة فیها قطعًا۔ (المجموع ۹/ ۲۹)۔

لیکن مولانا ولی اللہ مجید قاسمی کہتے ہیں کہ اگر حرام اور نجس جانوروں کے اثرات غذا کے ذریعہ اس میں منتقل ہو جائیں تو اس کا کھانا مکروہ تحریمی ہوگا، جیسا کہ ابن عمر سے منقول ہے:

۱۔ نهی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عن أکل الجلالة وألبانها (سنن ابوداؤد: ۳۷۸۵)۔

۲۔ نهی رسول اللہ ﷺ عن الجلالة فی الإبل أن یرکب علیها أو یشرب من ألبانها (سنن ابوداؤد: ۳۷۸۷)۔

لیکن مولانا محمد شاہجہاں ندوی حدیث کی توجیہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس حدیث کے اندر نجاست خور جانور کے گوشت اور دودھ سے منع فرمانے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ماہیت کی تبدیلی سے نجس شئی پاک نہیں ہوتی ہے، بلکہ ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ جانور کے نجاست کھانے کی وجہ سے اس کے دودھ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔

مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی کی بھی رائے کراہت کی ہے۔ لیکن قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی کا کہنا ہے کہ حرام غذا کی وجہ سے حرمت اور کراہت جب پیدا ہوگی جب گوشت کے اندر بدبو پائی جائے اور ایسا ہوتا نہیں ہے، اس لئے کہ یہ حرام چیزیں جانور کے کھانے کے بعد فنا اور ختم ہو جاتی ہیں، اس کی تائید میں مفتی محمد مقصود رامپوری نے شامی کے حوالہ سے یہ عبارت پیش کی ہے:

"إن الجلالة هی الإبل أو البقر أو الغنم التی أغلب أکلها النجاسات فیکره أکلها لما روی أن رسول اللہ ﷺ نهی عن أکل لحوم الإبل الجلالة ولأنها إذا کان الغالب من أکلها النجاسات یتغیر لحمها وینتن فیکره أکله کالطعام المنتن وروی أن رسول اللہ ﷺ نهی عن الجلالة أن تشرب ألبانها أیضًا وذلك لأن لحمها إذا تغیر یتغیر لبنها وأما ما روی من النهی عن رکوبها فمحمول علی أنها أنتنت فینتفع من استعمالها حتی لا یتأذی الناس بنتنها وتزول الکراهیة بحبسها عن أکل النجاسة وعلفها بالعلف الطاهر وروی ابن رستم عن محمد فی الناقة والشاة

وانبقرة الجلالات أنها إنما تكون جلالة إذا انتنت وتغيرت ووجد منها ريح منتنة فهى التى لا يؤكل لحمها ولايشرب لبنها هذا إذا كانت لا تخلط ولاتأكل إلا الجلة أو العذرة فإن خلطت فليست جلالة فلا تكره لأنها لا تنتن ولا يكره أكل الدجاجة المخلاة وإن كانت تتناول النجاسة لأنها لايغلب عليها أكلها بل تخلطها بالحب وقيل إنها لا تكره لأنها لا تنتن كما تنتن الإبل والحكم متعلق بالنتن ولهذا قالوا فى الجدى إذا ارتضع بلبن خنزيرة حتى كبر أنه لا يكره أكله لأن لحمه لا يتغير ولا ينتن وهذا يدل على أن العبرة للنتن لا تناول النجاسة۔

لیکن مولانا محمد شاہجہاں ندوی نے انسانوں پر پڑنے والے اثرات کی وجہ سے خنزیر کی چربی پر مشتمل غذا کھانے والے حلال جانور کے گوشت کو مکروہ قرار دیا ہے۔

۵۔غذائی مصنوعات میں مضرصحت اشیاء کا استعمال، ان کی خرید وفروخت اوران کوغذا بنانا:

سوال نمبر:۵-اگر غذائی مصنوعات میں مضرصحت اشیاء کا استعمال کیا جائے تو اس عمل کا کیا حکم ہوگا، یہ ممانعت کس درجہ کی ہوگی؟ حرام ہوگی یا مکروہ؟ اسی طرح ایسی چیزوں کے خریدنے، خودکھانے اور دوسروں کو کھلانے کا کیا حکم ہوگا؟

مقالہ نگار حضرات کی رائے ہے کہ غذائی مصنوعات میں مضرصحت زہریلی اشیاء کو شامل کرنا شرعاً ناجائز ہے اور جو بتدریج انسانوں کی موت کا سبب بنے وہ قطعاً حرام ہے، اس کا کھانا اور کھلانا دونوں ہی ناجائز ہے (مقالہ: مفتی شبیر احمد قاسمی، مفتی محمد مقصود رامپوری، مفتی سلمان پالنپوری، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی، مفتی لطیف الرحمن، مفتی ابوبکر قاسمی، مولانا جمشید جوہر قاسمی، مفتی محمد یحییٰ قاسمی وغیرہ)۔

ذیل میں ان حضرات کے دلائل ذکر کئے جارہے ہیں:

آیات:

۱۔ ''ولا تقتلوا النفس التى حرم الله إلا بالحق'' (الانعام:۱۵۱)(مقالہ مولانا محمد شاہجہاں ندوی)

۲۔ ''ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة'' (البقرہ:۱۹۵)(مقالہ مولانا جمشید جوہر قاسمی)۔

۳۔ ''ولا يقتلون النفس التى حرم الله إلا بالحق'' (الفرقان:۶۸)(مقالہ مولانا محمد شاہجہاں ندوی)۔

۴۔ ''يحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث'' (الاعراف:۱۵۷)(مقالہ مفتی ابوبکر قاسمی)۔

احادیث:

۱۔ ''لا ضرر ولا ضرار'' (ابن ماجہ:۲۳۴۰)(مقالہ مولانا محمد شاہجہاں ندوی، مفتی سلمان پالنپوری قاسمی، مفتی انور علی اعظمی، مفتی ابوبکر قاسمی، مولانا جمشید جوہر قاسمی)

۲۔ ''من غشنا فليس منا'' (مسلم ۱/۷۱)(مفتی ابوبکر قاسمی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا جمشید جوہر قاسمی)۔

۳۔ ''من تحسّى سمًّا فقتل نفسه فسمه فى يده يتحساه فى نار جهنم خالدًا مخلدًا فيها أبدًا'' (بخاری مع الفتح ۱۰/۲۴۷)(مقالہ قاضی محمد حسن ندوی)۔

فقہی عبارتیں:

۱۔ ''لا خلاف بين الفقهاء فى أن السم القاتل إذا خلا من نفع يباح أو خالطته النجاسة كلحم الحيات وغيرها من النجاسات لا يجوز بيعه، لأن جواز الانتفاع من البيع انتفاعًا مشروعًا، وطهارته شرطان فى صحة عقد البيع۔'' (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۵/۲۵۶)(مقالہ مفتی شبیر احمد قاسمی)۔

۲۔ ''يملك رفع الضرر عن النفس، ولا يملك إثباته شرعًا على نفسه، ولذا ملك التطبب، ولم يملك أكل السم.

وإدخال الموذی علی البدن۔'' (تبیین الحقائق ۲/ ۱۶۱) (مقالہ مولانا محمد شاہجہاں ندوی)۔

۳۔ ''یحرم أکل الشیئ مهما کان نوعه لأحد أسباب خمسة: السبب الأول: الضرر اللاحق بالبدن أو العقل''۔ (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۵/ ۱۲۵)(مقالہ مفتی عارف باللہ قاسمی، قاضی محمد حسن ندوی)۔

۴۔ ''فإن الغایة من المنع واحدة وهی وجود الضرر أو المفسدة القبیحة فی الحرام وهکذا نجد أن سبب کل ما حرم فی الإسلام هو من أجل وجود أضرار شخصیة أو اجتماعیة أو دینیة'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹/ ۳۸۹)(مقالہ مفتی عبدالرحیم قاسمی)۔

۵۔ ''إن ما قامت المعصیة بعینه یکره بیعه تحریمًا وإلا فتنزیها'' (ردالمحتار ۹/ ۵۶۱)(مقالہ مولانا ولی اللہ مجید قاسمی)۔

۶۔ معارف القرآن (۳/ ۲۸) میں ہے: جن جانوروں کا گوشت انسان کے لئے مضر ہے خواہ جسمانی طور پر کہ اس سے انسان کے بدن میں بیماری کا خطرہ ہے، یا روحانی طور پر کہ اس سے انسان کے اخلاق اور قلبی کیفیات خراب ہونے کا خطرہ ہے، ان کو قرآن نے خبائث قرار دیا اور حرام کردیا، اور جن جانوروں میں کوئی جسمانی یا روحانی مضرت نہیں ان کو طیب اور حلال قرار دیا (مقالہ مفتی عبدالرحیم قاسمی)۔

☆ قاضی محمد حسن ندوی حرام و مکروہ پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں آئے ممانعت کے الفاظ سے فقہاء نے کبھی حرمت کا معنی لیا ہے تو کبھی کراہت کا، فقہاء نے دلائل اور نصوص کے اعتبار سے حلال وحرام کے حکم میں مدارج قائم کی ہیں، اور پھر وہ حرام و مکروہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حرام: وہ امور جن کی حرمت پر دلیل قطعی موجود ہو وہ حرام ہوں گے، جیسے خمر کا حرام ہونا۔

مکروہ: جن چیزوں کی ممانعت پر کوئی نص قطعی موجود نہ ہو ان کو احتیاطًا حرام کے بجائے مکروہ کہتے ہیں۔

البتہ فقہاء نے مکروہ تحریمی اور تنزیہی میں فرق کیا ہے، جب مطلقًا مکروہ استعمال ہوتا ہے تو اس سے مکروہ تحریمی مراد ہوتا ہے، اور مکروہ تحریمی حرام کے قریب ہوتا ہے جبکہ مکروہ تنزیہی جواز کے قریب، جو خلاف مستحب اور خلاف اولی ہوتا ہے۔ اسی طرح جس امر کا ثبوت دلیل ظنی، قیاس اور خبر واحد سے ہوتا ہے وہ احناف کے یہاں مکروہ تحریمی کے درجہ میں ہوتا ہے لیکن جمہور کے یہاں حرام کے معنی میں ہوتا ہے۔

فما ثبت بدلیل ظنی کالقیاس وخبر الواحد یسمیه الحنفیة مکروهًا تحریمًا یعاف فاعله والجمهور یسمونه حرامًا۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳/ ۵۳۴)۔

دیگر آراء:

اگر کسی تیار کردہ غذائی شئی کے مضر صحت ہونے کا گمان غالب ہو، یا کسی شخص پر اس کے استعمال کے مضر اثرات ظاہر ہو چکے ہوں اور طبیب نے مشورہ دیا ہو کہ فلاں غذائی مصنوع کو فورًا ترک کردیں، تو ایسی صورت میں اس کو خریدنا، خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا سب حرام ہے (مولانا محمد شاہجہاں ندوی)۔

اگر غیر مہلک معمولی مضر صحت اشیاء کا استعمال کیا گیا ہو تو یہ مکروہ ہوگا، اسی طرح اس کا خریدنا، کھانا کھلانا بھی مکروہ ہوگا (قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، مفتی محمد اخلاق حسین قاسمی)۔

مفتی عبدالرحیم قاسمی اور مفتی ابوبکر قاسمی کہتے ہیں کہ یہ اعانت علی الحرام ہونے کی وجہ سے حرام ہے، "ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان"۔

مولانا ولی اللہ مجید قاسمی کی رائے میں اگر اس کا نقصان دہ ہونا یقینی اور عام ہو تو حرام ہوگا ورنہ مکروہ۔

مولانا اختر امام عادل قاسمی کہتے ہیں کہ محض تجارتی فوائد اور مادی مقاصد کے تحت مضر صحت اشیاء کا استعمال مکروہ ہے، بشرطیکہ انسانی صحت کو اس کا نقصان براہ راست نہ پہنچے۔

عام اختیاری حالت میں جبکہ غذائی مصنوعات میں زہریلی اشیاء کا استعمال ضروری نہ ہو اور فاسد مقصد کے لئے استعمال کی گئی ہو تو احناف کے یہاں مکروہ تحریمی ہوگا لیکن جمہور کے یہاں حرام ہوگا، اسی طرح ایسی مصنوعات کا خریدنا، کھانا اور دوسرے کو کھلانا جبکہ بغیر ضرورت اس میں زہریلی

اشیاء ملی ہوئی ہوں مکروہ ہوگا (مقالہ: قاضی محمد حسن ندوی)۔

اگر ایسی چیزوں سے نقصان کا خطرہ فی الحال تو نہیں مگر آئندہ چل کر اندیشہ ہے کہ ضرر ہوگا تو ایسی چیزوں کا استعمال بہتر نہیں ہے، اور جب خود نہیں کھا سکتا تو دوسروں کو بھی نہیں کھلا سکتا ہے، اسی طرح اگر اس سے انتفاع کی کوئی شکل نہیں تو تقوم مفقود ہونے کی وجہ سے بیع وشراء بھی جائز نہیں (مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی)۔

جواز کے قائلین:

۱۔ مفتی عارف باللہ قاسمی کی رائے ہے کہ اگر اس میں نقصان کا صرف اندیشہ ہو، یا معمولی قابل تحمل نقصان ہو تو پھر اس کو غذائی مصنوعات میں شامل کرنا، اسے کھانا، کھلانا اور اس کی خرید وفروخت جائز ہوگی، قاعدہ شرعیہ ہے: ''الأصل فی الأشياء الإباحة ما لم يدل دليل على تحريمه''۔ البتہ اندیشہ نقصان کی وجہ سے کراہت ہوگی اور ''لا تنافي الكراهة الحل'' (رد المحتار ۳۲۸/۶)۔

۲۔ مفتی عارف کنجروی اس حدیث: ''الحلال بين والحرام بين وبينهما أمور مشتبهة'' (بخاری: ۲۰۵۱) کی بنیاد پر اسے حرام کے بجائے کراہت پر محمول کرتے ہیں۔ یہی رائے مولانا محمد عثمان بستوی کی ہے لیکن وہ عیب کے درجہ میں ہوگا، لہٰذا اگر صارفین کو علم ہو تو کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

۳۔ جبکہ مولانا محمد طیب الرحمن آسامی کا کہنا ہے کہ آج کے دور میں شاید ہی کوئی ایسی غذا ملے جو بغیر کیمیکل کے پیدا کی گئی ہو، اس لئے ایسی غذاؤں کے استعمال کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، اور ابتلاء عام کی بنیاد پر کراہت کا پہلو بھی ختم ہوجائے گا۔

۴۔ مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی کہتے ہیں کہ اگر غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال قلیل مقدار میں ہو تو جائز ہے اس کی خریداری بھی جائز ہے اور خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا بھی جائز ہے۔

۵۔ غذائی اشیاء کو تادیر باقی اور محفوظ کرنے کے لئے مضر صحت اشیاء کا استعمال کیا جائے تو یہ ناجائز نہیں ہے، اسی طرح اس کا کھانا اور کھلانا اور خرید وفروخت کرنا بھی ناجائز نہیں ہوگا، اس لئے کہ یہ عموم بلوی کی شکل اختیار کر گیا ہے (مقالہ مولانا عبدالمنان آسامی)۔

۶۔ مولانا اختر امام عادل قاسمی لکھتے ہیں کہ غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال اگر ان کے تحفظ وبقا کی ضرورت سے کیا جائے اور یہ استعمال براہ راست انسانی صحت کو نقصان نہ پہنچائے بلکہ نقصان بالواسطہ طور پر پہنچے تو اس کے استعمال میں مضائقہ نہیں، اس کا خریدنا، خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا جائز ہے۔

۷۔ قاضی محمد حسن ندوی کا کہنا ہے کہ غذائی مصنوعات میں زہریلی اشیاء کے استعمال کا مقصد اگر بیماری کے جراثیم سے محفوظ کرنا ہے تو اس کی اجازت ہوگی بشرطیکہ وہ انسانی صحت وعقل کے لئے مضر نہ ہو، اور یہی رائے مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی کی ہے۔

وهذا ظاهر فإن كثيرًا من الأدوية التي يصفها الأطباء محتوية على السموم بالقدر الذي لا يضر الإنسان بل يفيده ويقتل جراثيم الأمراض (الموسوعة الفقهيه ۱۲۵/۵)۔

۸۔ مولانا جمشید جوہر قاسمی کا کہنا ہے کہ اگر بازار میں ان ملاوٹ شدہ اشیاء کے علاوہ کوئی خالص شئی دستیاب نہ ہو اور اس کی شدید ضرورت ہو تو اس کا خریدنا جائز ہوگا، حتی کہ اس کا خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا بھی حلال ہوگا۔

☆ ☆ ☆

عرض مسئلہ:

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول
(سوال نمبر ۱، ۲، ۵)

مفتی زین العابدین الکوثری[1]

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے چوبیسویں فقہی سمینار کے ایک موضوع ''غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول'' سے متعلق سوالنامہ کے نمبر ایک، دو اور پانچ کا عرض احقر کے ذمہ کیا گیا تھا، عرض مسئلہ کے لیے کل ۲۳ مقالات اکیڈمی کی جانب سے بھیجے گئے ہیں، ان میں سے ۲۲ مقالات اردو زبان میں اور احقر کا مقالہ عربی زبان میں تھا۔

جہاں تک اکیڈمی کا قائم کیا ہوا سوال نمبر ایک کا مسئلہ ہے کہ پیداوار کو بڑھانے کے لئے اور حفاظت کے لیے زمین میں سمیت والا کھاد اور زہر آلود دواؤں کا چھڑکاؤ کا مسئلہ ہے تو مقالے کا تجزیہ کرنے سے اس میں تین رائیں سامنے آئیں: کچھ مقالہ نگار حضرات نے اس کو ایک ضرورت اور عموم بلوی کی بنیاد پر جائز قرار دیا ہے، جن کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

قاضی محمد حسن ندوی، مفتی جمشید جوہر قاسمی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا مقصود عالم فرقانی، مفتی ابوبکر قاسمی، مولانا عثمان غنی بستوی، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی۔

قاضی محمد حسن ندوی نے پیداوار بڑھانے کے لئے کھاد استعمال کرنے کی گنجائش دی ہے، اور اس کو اسباب میں شمار کیا ہے، اور اس کو ''تابیر النخل'' پر قیاس کیا ہے، اور اسی طرح پھلوں پر زہریلی دواؤں کے چھڑکاؤ کو بھی درست قرار دیا ہے، اگرچہ ان دواؤں میں زہریلی مادہ استعمال کیا گیا ہو، لیکن وہ دوا ضرورت کے تحت پھل اور انسان کے لئے بجائے مضر کے مفید ہوتی ہے، پس ان دواؤں کا چھڑکاؤ جائز ہوگا، دلیل کے طور پر ''الموسوعۃ الفقہیہ'' کی عبارت پیش کی ہے:

لكن صرح المالكية والحنابلة بأن هذه السموم إنما تحرم على من تضره وهذا ظاهر، فإن كثيرا من الأدوية يصفها الأطباء محتوية على السموم بالقدر الذي لايضره الانسان بل يفيده ويقتل جراثيم الأرض (الموسوعة الفقهية: ۵/ ۱۲۵)

اسی طرح مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی نے لکھا ہے کہ کھاد اور پھلوں پر چھڑکاؤ کا مسئلہ آج ایک عام مسئلہ ہوگیا ہے، اس سے کوئی غذائی چیز مستثنی نہیں ہے، بلکہ اس کے لئے حکومت اور سائنس داں حضرات اور غذائی ضابطہ ایسوسی ایشن نے بہت ساری لیباریٹری قائم کی ہیں، اس کے انواع واقسام اور طریقے بھی متعین کئے ہیں کہ کونسی دوا کب ڈالی جائے، کس طرح ڈالی جائے اور اس کے اثرات کب تک باقی رہیں گے، اس کی مکمل تفصیلی رہنمائی موجود ہے، پس ان اصول وضوابط کا خیال کرتے ہوئے ان کے حدود میں رہ کر کھاد کا استعمال کرنا اور دواؤں کا چھڑکاؤ کرنا درست ہوگا، اور ان حدود سے تجاوز کرنا درست نہ ہوگا، اور موصوف نے اس کے لئے بہت سارے دلائل پیش کئے ہیں، جیسے ''تابیر النخل'' کی حدیث، اسی طرح حدیث غیلہ اور فقہاء کرام کے اقوال بھی نقل کئے ہیں، اسی طرح فقہ کے قواعد ''الامور بمقاصدھا'' سے استدلال کیا ہے کہ کھاد ڈالنے کا مقصد پیداوار میں اضافہ ہے نہ کہ انسانی بدن کو نقصان پہونچانا، اسی طرح ''الیقین لایزول بالشک'' کے قاعدہ کے مطابق ان غذاؤں کا مباح ہونا یقینی ہے اور کینسر کا خطرہ

[1] مدرس دار العلوم عین الہدی، کیرالا۔

محض ظن ہے، اسی طرح ''الأصل بقاء ما کان علی ما کان'' ان اشیاء کا اصل حلال ہونا ہے شک کی بنیاد پر حرام نہیں کہا جا سکتا، کھاد کا استعمال دورِ صحابہ سے بھی معمول بہ ہے ''کان سعد-یعنی ابن ابی وقاص-یحمل مکتل عرۃ إلی أرض لہ'' (بیہقی حدیث: ۱۲۰۹۴)۔

اسی طرح مفتی محبوب علی وجیہی اور مولانا مفتی محمد مقصود عالم فرقانی نے لکھا ہے کہ کھاد کا استعمال کرنا جائز ہے؛ کیونکہ مٹی میں ملنے سے انقلاب عین ہو جاتا ہے جیسا کہ حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک نجس العین اشیاء استحالہ سے پاک ہو جاتا ہے، اسی طرح یہ بھی پاک اور جائز ہوگا، اسی طرح مولانا عثمان غنی بستوی نے لکھا ہے کہ غیر مضر مناسب متبادل موجود نہ ہو تو مسموم کھاد اور زہریلی دواؤں کا استعمال جائز ہوگا؛ کیونکہ یہ زہر مہلک اور قاتل نہیں ہوتے ہیں، چنانچہ فقہاء نے قلیل زہر کو دواء اپینے کے لئے جائز کہا ہے (نیل الاوطار: ۸/ ۲۰۴)۔

نیز جلب نفع کے ساتھ ضرر کا بھی علم ہو تو یہ ضرر موجب حرمت نہیں ہوگا، اسی طرح ان دواؤں کے استعمال سے انسانوں کو نقصان پہنچتا ہے اور استعمال نہ کرنے سے کسانوں کا نقصان قلت غذا، قیمت کی زیادتی لازمی بات ہے؛ لہٰذا بڑے ضرر کو دفع کرنے کے لئے چھوٹے ضرر کو برداشت کیا جائے گا، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی اور مفتی ابوبکر قاسمی نے قلیل مقدار کو جائز قرار دیا ہے، اور ضرورت کو معتبر مانا ہے۔ تو ازن کو توڑ کر مضر حد تک کثیر استعمال کو حرام قرار دیا ہے، لیکن قلیل اور کثیر کی تعیین نہیں کی ہے۔

اس کے برخلاف ایک دوسری جماعت کی رائے بقاء صحت انسانی اور ضرر عام کی وجہ سے حرمت کا ہے جن کے قائلین حضرات مندرجہ ذیل ہیں:
مفتی محمد اخلاق حسین قاسمی، مولانا عبدالشکور قاسمی، مہاراشٹر، ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہان ندوی، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، مفتی لطیف الرحمن صاحب، مفتی عارف باللہ قاسمی، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، مفتی محمد یحیی قاسمی، مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی، مفتی سلمان پالنپوری قاسمی، مفتی عبدالرحیم قاسمی، حضرت مولانا محمد طیب الرحمن صاحب، مفتی انور علی اعظمی اور راقم الحروف۔

مولانا ڈاکٹر شاہجہان ندوی پیداوار میں اضافہ اور پھلوں کو بچانے کے لئے زہر آلود مادوں کا استعمال کرنے کو حرام قرار دیا ہے، جس پر سات دلیلیں قائم کی ہیں، مثلاً "ولا تعتدوا إن اللہ لا یحب المعتدین" کہ پاکیزہ چیزوں کو بگاڑنا یہ بھی حدود سے تجاوز کرنا ہے، اسی طرح "ویسعون فی الارض فسادًا واللہ لا یحب المفسدین" (مائدہ/ ۶۴) کہ شئی کو اس کی حقیقت کو بگاڑ دینا بھی فساد میں داخل ہو کر حرام ہے، اسی طرح "یا أیہا الناس کلوا مما فی الأرض حلالاً طیبًا ولا تتبعوا خطوات الشیطان إنہ لکم عدو مبین" (بقرہ/ ۱۶۸)۔

لہٰذا غذا کو اس کی صفت طیب سے باہر نکالنے کا ہر اقدام گناہ اور معصیت ہے، چاہے وہ کھاد کے ذریعہ سے ہو یا زہریلی دواؤں کے ذریعہ سے ہو، نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کا گزر غلہ کے ایک ڈھیر کے پاس سے ہوا، آپ نے اپنا ہاتھ اندر ڈال دیا اور تری کو محسوس کیا تو سوال کیا: ''ما ھذا یا صاحب الطعام؟ قال: أصابته سماء یا رسول الله، قال: فهلا جعلته فوق الطعام حتی یراه الناس، من غشنا فلیس منا'' (صحیح مسلم: ۱۰۲) کہ جب آپ نے تر حصہ کو چھپانے کو فریب قرار دیا تو غلہ جات کو زہر آلود مادوں سے یا کھاد کے ذریعہ سے ضرر رساں بنانا بدرجہ اولی فریب ہوگا، اور فریب دینا حرام ہے، اسی طرح من ضار أضره الله ومن شاق شق الله علیه (سنن ابی داؤد: ۳۶۳۵) سے بھی استشہاد کیا۔

مولانا ولی اللہ مجید قاسمی اور حضرت مولانا طیب الرحمن صاحب نے تمباکو پر قیاس کرتے ہوئے ناجائز اور حرام قرار دیا ہے، اسی طرح مولانا ولی اللہ مجید قاسمی لکھتے ہیں کہ اگر مضر صحت اشیاء کا نقصان ہونا یقینی ہو اور عام ہو تو حرام ہوگا ورنہ مکروہ۔ مفتی عارف باللہ قاسمی نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے اور دلیل میں ''الموسوعۃ الفقہیہ'' کی عبارت نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ زہریلی اشیاء اور نقصاندہ اشیاء کا استعمال حرام ہے (الموسوعۃ الفقہیہ ۵/ ۱۴۵)۔

نیز مفتی سلمان پالنپوری قاسمی نے بھی اس کو حرام قرار دیا ہے؛ کیونکہ اس میں نعمت کی ناشکری اور خلق خدا کو ضرر پہنچانا ہے، اسی طرح مفتی لطیف الرحمن قاسمی نے حرام لکھا ہے اور درء المفاسد أولی من جلب المصالح، فإذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفاسد غالبًا کا کلیہ

پیش کیا ہے۔

مفتی عبد الرحیم قاسمی اور مفتی انور علی اعظمی نے بھی ناجائز کے دائرے میں رکھا ہے: ''إن المصالح العامة مقدمة على المصالح الخاصة'' اور ''لاضرر ولاضرار'' کی وجہ سے بھی اور خود راقم الحروف نے بھی اپنے مقالے میں اسی پہلو کو ترجیح دی ہے، اسی طرح مفتی محمد یحیی قاسمی نے جی ایم فوڈ اور ڈی این اے، کے ممکنہ فوائد ونقصانات کا تجزیہ کرنے کے بعد ان کے مضر پہلو پر نظر کرتے ہوئے اور انسانی صحت کا خیال کرتے ہوئے ان چیزوں کے استعمال کو حرام قرار دیا ہے، مذکورہ سابقہ فقہی کلیات کو بھی ذکر کیا ہے، اسی طرح قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی نے لکھا ہے کہ انسانی صحت کی حفاظت شرعی فریضہ ہے، اور اسی لئے شریعت نے سڑا ہوا گوشت کھانے کو حرام قرار دیا "واللحم إذا أنتن حرم أكله" (فتاوی ہندیہ: ۵/ ۳۳۹)۔

اسی طرح مولانا محمد احسن عبد الحق ندوی کا کہنا ہے کہ صحت مند جسم میں ہی صحت مند دماغ ہوتا ہے، اور ان چیزوں سے صحت اور دماغ دونوں میں اثر پڑتا ہے، اس لئے ناجائز ہی ہوگا۔

ایک تیسرا نقطہ نظر مکروہ تحریمی کا ہے جیسا کہ مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی اور مفتی عارف کا ہے، چنانچہ مفتی عارف نے اس کو احکام شرع کے مقاصد پنج گانہ میں سے جان کی حفاظت کا خیال کرتے ہوئے کھاد اور مضر دواؤں کے استعمال کو مکروہ قرار دیا ہے اور المؤمن القوی خیر من المؤمن الضعیف (مسلم: ۲/ ۳۳۸) سے استدلال کرتے ہیں اور ماء مشمس پر قیاس کرتے ہیں۔

قوله عليه السلام لعائشة رضي الله عنها حين سخنت الماء بالشمس لا تفعلي يا حميراء فانه يورث البرص۔

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی نے اپنے مقالے میں لکھا ہے کہ وہ غذائی اشیاء جن کو پکا کر کھانے کا رواج ہے اس میں زہریلی کھاد اور دواؤں کا چھڑکاؤ کرنا مکروہ تنزیہی کے دائرے میں ہوگا، کیونکہ آگ پر پکنے کی وجہ سے ایک حد تک سمیت ختم ہوجاتی ہے چنانچہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ کتے کا شکار کیا ہوا جانور حلال ہے اور ''فتاوی عالمگیری'' ۵/ ۲۹۹ پر ہے کہ ''لو لدغت حية سمكة في الماء فقتلها . . . أكلت'' غالباً یہ حکم آگ سے بے اثر ہونے کی بنا پر ہی ہے، البتہ جو پیداوار از قبیل فواکہ یا بعینہ کھانے والی سبزیوں کا ہو اس میں بیماری کا خطرہ رہتا ہے، لہٰذا مکروہ تحریمی ہوگا۔

اور ایک آخری رائے ہے مکروہ تنزیہی کا جو مفتی اختر امام عادل قاسمی کی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: جس طرح انسان کے جسمانی تحفظ اور بقائے صحت کے لئے غذا کے ساتھ دواؤں کی ضرورت پڑتی ہے، اسی طرح انسانی غذاؤں کے تحفظ واستحکام کے لئے تدبیر اور طریقہ علاج کی ضرورت ہوتی ہے، یہ بھی ایک طریقہ علاج ہے جس کی ضرورتاً اجازت دی جائے گی، اور موصوف نے اس کو سبب بعید مانا ہے اور مکروہ تنزیہی کا حکم دیا ہے، اور دلیل کے طور پر حاشیہ ابن عابدین ۲/ ۱۱۳، حاشیہ دسوقی ۴/ ۳۵۳ اور دیگر کتب فقہ کے حوالے ذکر کئے ہیں۔

جہاں تک سوال نمبر ۲ کا مسئلہ ہے جو پھلوں کو پکانے اور خوشنما بنانے یا حجم کو بڑھانے کے لئے زہریلی دواؤں کے استعمال سے متعلق ہے، اس کے بارے میں مقالہ نگاروں کی رائے اس طرح ہے، اکثر مقالہ نگاروں نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے، اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

مولانا عبد الشکور قاسمی مہاراشٹر، مفتی محمد اخلاق حسین قاسمی، حضرت مولانا طیب الرحمن صاحب، مفتی عارف کنجروی، مفتی ابوبکر قاسمی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مفتی محمد یحیی قاسمی، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی محبوب علی وجیہی، مولانا مقصود عالم فرقانی، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مفتی لطیف الرحمن، مفتی سلمان پالنپوری، مفتی عارف باللہ قاسمی، قاضی محمد حسن ندوی، مفتی شاہجہان ندوی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا محمد احسن عبد الحق ندوی، مولانا ولی اللہ مجید قاسمی اور راقم الحروف۔

مولانا عبد الشکور قاسمی مہاراشٹر، مفتی محمد اخلاق حسین قاسمی، حضرت مولانا طیب الرحمن صاحب، مفتی عارف کنجروی، مفتی ابوبکر قاسمی اور مفتی عبد الرحیم قاسمی لکھتے ہیں کہ پھلوں کو پکانے یا ترکاریوں کا حجم بڑھانے یا بلد تیار کرنے کے لئے زہریلی دواؤں کا استعمال جائز نہیں ہے،

''إذا كان يخاف على نفسه أنه أكله لورثه ذلك علة وآفة لايباح له التناول وكذلك هذا في كل شئ '' (فتاوى عالمگیری ٥/ ٣٤٠) اسی طرح حرم ایضًا الدم المسفوح ولحم الخنزير لما فيه من سميات او ديدان او اضرار صحية او معنوية '' (الفقه الاسلامي وادلته ٩/ ٣٨٩)۔

مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی اور مفتی محمد یحیی قاسمی نے پروفیسر علی کامل یوسف الساعد کی ''غذائی اضافات'' کی تحقیق جس میں مختلف قسم کی بیماریوں کو آنے کا سبب بتایا ہے، اس کی بنیاد پر امراض کے پیدا ہونے کے خطرے کی وجہ سے اس کو حرام قرار دیا ہے کہ مٹی کھانے سے فقہاء نے منع کیا ہے، اس لئے کہ وہ صحت کے لئے مضر ہے، البتہ تھوڑی مقدار کی اجازت ہے۔

''وإن كان يتناول منه قليلًا او كان يفعل ذلك احيانًا لا بأس به '' (فتاوى ہندية ٥/ ٣٤٠)۔

اسی طرح مفتی لطیف الرحمن اور مفتی سلمان پالن پوری قاسمی نے اس عمل کو فطری طریقہ کے خلاف اور مجرمانہ عمل قرار دیا ہے، اسی طرح مولانا ولی اللہ مجید قاسمی نے لکھا ہے کہ ایسے زہر آلود مادوں کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے جس کا اثر کھانے والوں تک پہنچتا ہو، اور بتدریج خطرناک بیماریوں کا سبب بنتا ہو، مفتی محمد عارف باللہ قاسمی اور قاضی محمد حسن صاحب ندوی کی رائے یہ ہے کہ اس طرح کے اعمال شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ اور ممنوع ہیں، کیونکہ ان میں کئی قباحتیں ہیں: ایک تو امراض کا سبب بنتے ہیں، دوسرے یہ سراسر دھوکہ دہی ہے جو حرام ہے ''من غشنا فليس منا'' (مسلم:/ ١٦٤)۔

البتہ جن دواؤں سے کوئی نقصان لاحق نہ ہو کراہت کے ساتھ اجازت ہوگی، اسی طرح راقم الحروف نے بھی اس کو خدع میں شمار کر کے ناجائز قرار دیا ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعاقدین میں سے ایک دوسرے کو خدع کرنے اور دھوکہ دینے سے منع کیا ہے، اسی طرح مفتی محمد شاہجہان ندوی نے لکھا ہے کہ "إنا كل شئ خلقناه بقدر'' (القمر: ٤٩) کہ اللہ نے ہر چیز کو ایک تناسب کے ساتھ پیدا کیا ہے، لہٰذا زہریلی دواؤں کے ذریعہ ترکاری کے حجم کو بڑھانا توازن کو بگاڑنا ہے، اور انسانی صحت کو ضرر پہنچانے والی تدبیر اختیار کرنا حرام ہے، اور ایسے لوگوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت ہے ''ملعون من ضار مسلما أو غره'' (ترمذی/ ١٩٤١)، اور یہ ''لا ضرر ولا ضرار'' کے ضمن میں آتا ہے، نیز میڈیکل ماہرین کی تحقیق کے مطابق حد درجہ نقصان دہ ہے اور جس چیز کا ضرر طبی اعتبار سے محقق ہو وہ شرعی اعتبار سے بھی حرام ہے۔ اسی طرح مولانا اخترامام عادل قاسمی نے لکھا ہے کہ یہ طریقہ سبب بعید کی صورت میں ہے، البتہ انجکشن سیدھے پھل میں دیئے جائیں تو اس کے اثرات نسبتاً زیادہ قریبی طور پر کھانے والے تک پہنچیں گے، اس لئے اس کو سد اللباب سبب بعید سے اوپر سبب قریب موصل الی الشر کے زمرہ میں داخل کیا جائے گا اور مکروہ تحریمی قرار دیا جائے گا، اور اسی طرح محبوب فروغ احمد قاسمی نے لکھا ہے کہ لوگوں کے تجربات وتحقیقات سے مظنون بظن غالب ہو تب تو مکروہ تحریمی یا حرام ہے، لیکن ضرر کا صرف اندیشہ ہے تو کراہت تنزیہی ہوگا، اسی طرح سے اگر آگ پر پکانے سے اس کی سمیت زائل ہو جاتی ہے تو مکروہ تنزیہی ہے، اور بنفسہ کھائی جانے والی ہو تو وہ بھی پھلوں کی طرح مکروہ تحریمی ہوگا، اسی طرح مفتی محبوب علی وجیہی اور مولانا مقصود عالم فرقانی اور مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی نے مذکورہ عمل کو "أن لا تطغوا في الميزان" (الرحمن/ ٨)، کے حکم ربانی کے خلاف بتایا ہے، اور ناجائز قرار دیا ہے۔ ان تمام مقالہ نگار حضرات نے غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کا شرعی ضابطہ کے سوال کے جزئیہ نمبر ۲ کے جواب میں ناجائز یعنی حرام اور مکروہ تحریمی کی رائے کو ترجیح دی ہے، جس میں خود احقر کی رائے بھی شامل ہے، جب کہ دو مقالہ نگار مولانا جمشید جوہر قاسمی اور مفتی محمد عثمان بستوی میں سے مؤخر الذکر کی رائے مطلقاً مکروہ کی ہے، موصوف نے اپنے مقالے میں لکھا ہے کہ پھلوں کو پکانے اور خوشنما بنانے والے کیمیکل کا استعمال مکروہ ہے لیکن حرام و ناجائز نہیں؛ کیونکہ ان کے استعمال کے شیوع اور عموم کی وجہ سے ہر ایک کو اس کے استعمال کا علم ہوتا ہے، جس کی وجہ سے خداع اور اضرار کا تحقق نہیں ہوتا ہے، بلکہ تحمل ضرر برضا ورغبت پایا جاتا ہے، اس لئے حرام نہیں اور اس سے پہنچنے والا زہریلا اثر موجب ہلاکت نہیں، اس لئے جلب مصلحت کے لئے اس کے استعمال کی اجازت ہوگی، لیکن موجب مضرت ہونے کی وجہ سے حرمت کا حکم عائد نہ ہوگا۔

موصوف نے پھلوں کو پکانے اور خوشنما بنانے والے کیمیکل وغیرہ کے استعمال کو مکروہ لکھا ہے، لیکن پھلوں کے حجم کو بڑھانے والی دوا کو جائز قرار نہیں دیا، اور لکھا ہے کہ ایسے انجکشن کا عرف ورواج نہیں ہے جس کی وجہ سے استعمال کرنے والوں کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا ہے، لہٰذا اس میں ضرر، ظلم،

خداع وغیرہ پایا جاتا ہے، اس لئے اس کا استعمال جائز نہیں، لیکن اگر ایسے انجکشن شدہ سبزیاں پھل وغیرہ ایسے لوگوں کو فراہم کی جائیں جو اس کے استعمال کئے جانے سے واقف ہوتو ایسی صورت میں کراہت ہوگی حرمت نہیں۔ مولانا جمشید جوہر قاسمی لکھتے ہیں کہ اس سوال کے دو پہلو ہیں: ایک زہریلی دواؤں کا خارجی استعمال دوسرا داخلی استعمال، خارجی استعمال کا مطلب یہ ہے کہ پھلوں کو درخت سے اتارنے کے بعد بند کمرہ میں جمع کر کے اس میں دوا رکھی جاتی ہے، جس کی گرمی سے وہ چیزیں پک جاتی ہیں جیسا کہ آم اور کیلوں میں کیا جاتا ہے، پھلوں کو پکانے کے لئے ایسی تدبیر کرنے میں کوئی حرج نہیں؛ کیونکہ اس سے کاشتکاروں کا دو مقصد ہوتا ہے: ایک مال کی حفاظت نیز روزانہ تھوڑا تھوڑا پکے ہوئے پھلوں کو اتارنا باعث تکلیف بھی ہے، دوسرا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایک ساتھ ان کو اتار کر بیچ لیا جائے اور حفاظت کے بار سے سبکدوش ہوجانے کے ساتھ ساتھ یکمشت رقم بھی حاصل ہوجائے، میڈیکل ماہرین ایسے پھلوں کو دھو کر استعمال کی صلاح دیتے ہیں تاکہ نقصان کا باعث نہ ہو، لہٰذا ایسا خارجی استعمال درست ہوگا۔

داخلی استعمال کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ عمل کے لئے درختوں یا شاخوں پر انجکشن لگایا جاتا ہے، درختوں کے واسطے سے پھل اثر قبول کرتے ہیں، جس کی وجہ سے فساد بدن لازم آتا ہے؛ اس لئے داخلی استعمال کے لئے زہر آلود مادوں کا استعمال ممنوع ہوگا، نیز مولانا موصوف نے اپنے مقالہ میں دوائیوں کے کچھ نام اور اس پر ڈاکٹر کی رائے کو لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ ڈاکٹروں کے کہنے کے مطابق جو چیز مضر صحت ہوگی اس کا استعمال درست نہ ہوگا اور جو چیزیں مضر صحت نہیں ہے ان کا استعمال درست ہوگا۔

اسی طرح سوال نمبر ۵ غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کے استعمال کا حکم وممانعت کی درجہ بندی، ایسی چیزوں کے خریدنے، خود کھانے اور دوسروں کو کھلانے کا کیا حکم ہوگا؟

مذکورہ بالا سوال کے جوابات میں بھی مقالہ نگار حضرات کی رائے مختلف ہے، اکثر مقالہ نگار حضرات کی رائے میں اس کا استعمال کرنا اور خود کھانا وکھلانا اور اس کی خرید وفروخت کرنا ناجائز، حرام یا مکروہ تحریمی کا ہے۔ مفتی عبدالرحیم قاسمی نے لکھا ہے کہ جن مصنوعات میں مضر صحت اشیاء شامل ہوں ان کا کھانا حرام ہے، ایسی چیزوں کو خریدنا دوسروں کو کھلانا سب حرام ہے؛ کیونکہ یہ اعانت علی الحرام ہونے کی وجہ سے حرام ہے، "تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان" کے دائرے میں ہوگا، "فان الغاية من المنع واحدة وهي وجود الضرر أو المفسدة القبيحة في الحرام وهكذا نجد ان سبب كل ما حرم في الاسلام هو من أجل وجود اضرار شخصية او اجتماعية او دينية" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹/ ۳۸۹)۔

مفتی محمد یحییٰ قاسمی لکھتے ہیں کہ مضر صحت اشیاء کا استعمال کرنے والا اگر اس کی خرابیوں سے واقف ہے تو اس کا یہ عمل حرام ہوگا اور اہلاک بنفسہ کے درجہ میں آئے گا، اسی طرح اس کا خریدنا کھانا، اور کھلانا بھی حرام ہوگا۔

قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی کی رائے یہ ہے کہ یہ دوائیاں اگر مہلک ہوں تو اس کا ملانا حرام ہے، کھانا کھلانا خریدنا بھی حرام ہوگا، اور اگر معمولی مضر صحت ہو تو مکروہ ہوگا، اسی طرح مفتی لطیف الرحمن فلاحی اور مفتی سلمان پالن پوری نے بھی مطلقاً حرام قرار دیا ہے، نیز مولانا انور علی اعظمی نے ملک میں رہنے والوں کے لئے جانچ پڑتال کر کے خریدنے کی نصیحت کی ہے، اسی طرح مفتی محبوب علی وجیہی اور مولانا مقصود عالم فرقانی صاحب نے بھی اسکو ناجائز وحرام قرار دیا ہے۔

نیز مولانا ولی اللہ مجید قاسمی نے لکھا ہے کہ اگر اس کا نقصاندہ ہونا یقینی اور عام ہو تو حرام ہوگا ورنہ مکروہ۔ اور ایسی چیزوں کی خرید وفروخت، خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا درست نہیں ہے، جیسا کہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ "ان ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريمًا والافتنزيها" (رد المحتار ۹/ ۵٦)

نیز مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی اور مفتی عارف باللہ قاسمی نے اپنے مقالے میں لکھا ہے کہ اس کی ممانعت کا درجہ اس کے نقصان کی قلت وکثرت کے مطابق ہوگا، ماہر اطباء کی تحقیق کی رو سے بہت زیادہ نقصان دہ ہو تو اس کو غذائی مصنوعات میں شامل کرنا، کھانا، کھلانا، نص قرآنی

"لاتقتلوا أنفسکم" اور حدیث نبوی "لا ضرر ولا ضرار" کی وجہ سے ناجائز ہوگا۔ "ویمنع من بیع الدخان وشربه" (ردالمحتار ۵/۲۹۵)، دار العلوم دیوبند کے ایک فتوی میں مذکور ہے: "بلاوجہ سگریٹ نوشی مکروہ ہے، اور اگر مریض ہو جانے کا خطرہ ہو تو ناجائز ہے، اور اگر جان کی ہلاکت کا اندیشہ ہو تو حرام ہے (آن لائن فتوی: ۴۶۷۶)۔ "الموسوعۃ الفقہیۃ" میں مذکور ہے: "یحرم أکل الشئ مهما کان نوعه لأحد أسباب خمسة: السبب الأول: الضرر اللاحق بالبدن أو العقل" (الموسوعۃ الفقہیۃ ۳۵/۱۲۵)۔

اگر اس میں نقصان کا صرف اندیشہ ہو یا معمولی قابل تحمل نقصان ہو تو پھر اس کو غذائی مصنوعات میں شامل کرنا، اسے کھانا، کھلانا اور اس کی خرید وفروخت جائز ہوگی، کیونکہ قاعدہ شرعیہ ہے: "الأصل في الأشياء الإباحة مالم يدل دليل على تحريمه" اسی طرح مفتی ڈاکٹر شاہجہاں ندوی کی رائے ہے کہ اگر مضر صحت ہونے کا گمان غالب ہو یا کسی شخص پر اس کے اثرات ظاہر ہو چکے ہوں اور طبیب نے ترک کرنے کا مشورہ دیا ہو تو ایسی حالت میں اس کو خریدنا، خود کھانا، دوسروں کو کھلانا، سب حرام ہے جیسا کہ امام زیلعی نے لکھا ہے: "یملك دفع الضرر عن النفس ولا یملك إثباته شرعًا على نفسه، ولذا ملك التطیب ولم یملك أكل السم وإدخال الموذي على البدن" (تبیین الحقائق ۲/ ۱۶۱)۔

اور اسی طرح مفتی ابوبکر قاسمی، مولانا احسن عبدالحق ندوی، مفتی محبوب علی وجیہی اور مولانا مقصود فرقانی بھی ضرر کثیر کو حرام اور ضرر قلیل کو مکروہ تحریمی لکھا ہے، اس کے علاوہ کچھ حضرات کی رائے جواز کی بھی ہے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں: حضرت مولانا محمد طیب الرحمن صاحب، قاضی محمد حسن ندوی، مولانا عثمان بستوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا جمشید جوہر قاسمی، اور راقم الحروف۔

چنانچہ حضرت مولانا محمد طیب الرحمن صاحب نے لکھا ہے کہ مضر صحت اشیاء کو خریدنا، خود کھانا، اور کھلانا مناسب نہیں ہے، حتی الامکان گریز کرنا چاہئے؛ لیکن آج کل کے زمانہ میں ابتلاء عام کی بنیاد پر کراہت کو بھی خارج قرار دیا ہے، اسی طرح احقر کی رائے بھی ہے کہ عموم بلوی کی بنیاد پر خریدنا، بیچنا، کھانا، کھلانا سب کو جائز قرار دیا جانا چاہئے، فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے: "ماضاق أمر الا اتسع" اس کی بنیاد پر فقہاء نے بہت سارے ممنوعہ مسائل کو عموم بلوی کی وجہ سے جائز قرار دیا ہے، جیسے کہ 'بیع الثمار قبل بدو الصلاح" کے کچھ مسائل میں ہے، ملاحظہ ہو: تکملہ فتح الملہم جلد ا، صفحہ ۳۷۲ تا ۳۷۶)۔

اسی طرح قاضی محمد حسن ندوی نے بھی عموم بلوی کی بنیاد پر "الضرر الأشد یزال بالضرر الأخف" کے قاعدہ "ماخیر رسول الله صلى الله علیه وسلم بین أمرین إلا اختار أیسرهما" کی رو سے استعمال کرنا، کھانا، کھلانا جائز قرار دیا ہے۔

مولانا محمد عثمان بستوی کا خیال ہے کہ اگر اس کا ضرر کھلا ہوا نہ ہو اور ضرر کے ساتھ نفع بھی ملا ہو تو اس کا استعمال جائز ہے لیکن مکروہ ہے، اور یہی حکم، کھانا، کھلانا، خرید وفروخت کرنے کا بھی ہے، اور اسی سے ملتی جلتی رائے مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی کی بھی ہے کہ اگر فی الحال ضرر کا خطرہ ہے تو بیع ناجائز ہوگی اور اگر مآلاً انتفاع ممکن ہے تو بیع کی گنجائش ہوگی۔

مولانا اختر امام عادل قاسمی لکھتے ہیں کہ غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال اگر ان کے تحفظ وبقا کی ضرورت سے کیا جائے اور یہ استعمال براہ راست انسانی صحت کو نقصان نہ پہنچائے بلکہ نقصان بالواسطہ طور پر پہنچے تو اس کے استعمال میں مضائقہ نہیں، اس کو خریدنا اور کھانا بھی جائز اور دوسروں کو کھلانا بھی جائز ہے، اسی طرح مولانا جمشید جوہر قاسمی کی رائے ہے کہ تمباکو کے استعمال کے بارے میں جس طرح فقہاء کی رائے مختلف ہے، اسی طرح بوقت ضرر شدید ان اشیاء کو استعمال کرنا حرام ہوگا، لیکن ضرورت کے وقت ان کو خریدنا خود کھانا، دوسروں کو کھلانا حلال ہوگا، البتہ جن اشیاء میں حکومت نے پابندی لگا دی ہے ان کا استعمال کرنا حلال نہ ہوگا، مضر صحت کے تحقق کی وجہ سے وہ حرام ہوں گے، مفتی عارف کنجروی نے حدیث "ماء مشمس" کی بنیاد پر کراہت پر محمول کیا ہے، جس کا حوالہ پیچھے گزر چکا ہے۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

عرض مسئلہ:

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

(سوال نمبر ۳، ۴)

مولانا اختر امام عادل قاسمی [1]

جانوروں میں دودھ اور گوشت کی افزائش کے مسائل:

غذائی مصنوعات سے متعلق سوالنامہ میں سوال نمبر ۳، ۴ کا عرض حقیر راقم الحروف سے متعلق ہے، اس موضوع پر اسلامک فقہ اکیڈمی دہلی کی طرف سے کل چوبیس (۲۴) اصحاب علم کے مقالات وآراء مجھے موصول ہوئے، جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

(۱)- جناب مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی، مدرسہ امدادالاسلام میرٹھ، (۲) مفتی انور علی اعظمی، مفتی دارالعلوم مئو، (۳) جناب مولانا محمد طیب الرحمن صاحب، امیر شریعت آسام، (۴) مفتی عبدالرحیم قاسمی، بھوپال، (۵)- مفتی محمد عثمان بستوی، گورینی جونپور، (۶) مفتی سلمان قاسمی پالنپوری، گجرات، (۷)- مفتی محبوب علی وجیہی، رامپور، (۸) مفتی محمد مقصود، رامپور، (۹)- مولانا عبدالشکور قاسمی، آکولہ مہاراشٹر، (۱۰) مولانا زین العابدین الکوثری، کیرالا، (۱۱)- مولانا ولی اللہ مجید قاسمی، بلیریا گنج اعظم گڑھ، (۱۲) مفتی محمد یحیی قاسمی، دہلی، (۱۳)- قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی، یمنانگر ہریانہ، (۱۴) مفتی محمد اخلاق حسین قاسمی، یمنانگر ہریانہ، (۱۵)- مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی، سری نگر کشمیر، (۱۶) مفتی محمد عارف باللہ قاسمی، حیدرآباد، (۱۷)- مفتی عارف کنجروی، بھروچ گجرات، (۱۸) مفتی لطیف الرحمن، ممبئی، (۱۹)- مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، کایم کولم، کیرالا، (۲۰) مفتی محمد ابوبکر قاسمی، دربھنگہ بہار، (۲۱)- مولانا ڈاکٹر شاہ جہاں ندوی، شاستاپورم کیرالا، (۲۲) قاضی محمد حسن ندوی، بھروچ گجرات، (۲۳)- مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی، رائے بریلی، (۲۴) اور حقیر راقم الحروف اختر امام عادل قاسمی۔

سوال نمبر ۳: تیسرا سوال جانوروں میں دودھ کی افزائش اور فطری طور پر بند دودھ کو دوبارہ جاری کرنے کی مصنوعی تدابیر سے متعلق ہے، مفتی محمد ابوبکر قاسمی (دربھنگہ) کو چھوڑ کر تمام ہی حضرات نے اس مسئلہ پر تفصیلاً یا اجمالاً اظہار خیال کیا ہے، مفتی ابوبکر صاحب نے اس سوال سے کوئی تعرض نہیں کیا ہے، مقالہ نگاروں میں اس سلسلے میں بظاہر تھوڑا سا اختلاف نظر آتا ہے:

(۱) اکثر مقالہ نگاروں نے اس سوال کا جواب واقعی مضرت کی صورت میں مطلقاً عدم جواز اور مضرت نہ ہونے کی صورت میں مطلقاً جواز سے دیا ہے، بعض حضرات نے یہ بھی صراحت کی ہے کہ محض شک کا اعتبار نہیں ہے، دلائل یہ ہیں:

☆ ولا تقتلوا أنفسكم إن الله كان بكم رحيما (النساء:۲۹) ترجمہ: اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ پاک تم پر رحم کرنے والے ہیں۔

ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة (بقرة:۱۹۵) ترجمہ: اپنے ہاتھ ہلاکت میں نہ ڈالو۔

حدیث پاک ہے: "لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ" (سنن ابن ماجہ، ج ۷، ص ۱۴۱، حدیث نمبر: ۲۳۴۳)

(۲) دوسری رائے یہ ہے کہ مکروہ ہے اس لئے کہ مضرت سے خالی نہیں، یہ رائے جناب مفتی عبدالرحیم قاسمی بھوپال، مفتی محمد عارف کنجروی اور مفتی انور علی اعظمی صاحبان کی ہے۔

(۳) معمولی مضرت کی صورت میں گنجائش ہے، اور زیادہ مضرت ہو تو ناجائز ہے، یہ رائے مولانا شاہین جمالی صاحب کی ہے۔

(۴) مولانا محمد عثمان غنی صاحب کی رائے یہ ہے کہ لوگ اس عمل اور اس کی مضرت سے واقف ہوں، یا ان کو بتا کر معاملہ کیا جائے تو مکروہ ہے اور اگر واقف نہ

---

[1] مدرس دارالعلوم عین الہدی، کیرالا۔ مہتمم جامعہ ربانی منوروا شریف، سمستی پور بہار۔

ہوں، اور اصل صورت حال ان سے چھپا کر معاملہ کیا جائے تو حرام ہے، اس لئے کہ یہ دھوکہ ہے، البتہ واقفیت کے ساتھ دودھ کی فراہمی میں بائع کی طرف سے اضرار نہیں پایا جاتا بلکہ خود مشتری کی طرف سے تحمل ضرر ہے، اور فقہاء نے اس حد تک گنجائش دی ہے:

لاباس بیع المغشوش اذا بین غشه اوکان ظاهرًا یریٰ لاباس بیعه (شامی: ص 495، 494، طحطاوی علی الدر 3 ص 139)

(۵) قاضی محمد حسن ندوی صاحب نے فطری طور پر جانور کا دودھ بند ہوجانے کی صورت میں انجکشن کے ذریعہ دودھ جاری کرنے کی کوشش کو علی الاطلاق ناجائز لکھا ہے، قطع نظر اس سے کہ وہ دودھ فی نفسہ مضر صحت ہو یا نہ ہو، ان کی دلیل یہ ہے کہ:

☆ یہ قانون قدرت کی مخالفت اور تغییر خلق اللہ کے مترادف ہے۔

☆ نیز یہ ایک طرح کا دھوکہ ہے، لوگ اسے فطری دودھ سمجھ کر خریدیں گے، یا ایسے جانوروں کی قیمت زیادہ لگے گی، جبکہ یہ حقیقت نہیں ہے، جانوروں میں تصریہ کی ممانعت کی علت یہی دھوکہ ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لا تصروا الإبل والغنم (الجامع الصحیح المختصر: ۲/۷۵۵، ح: 2041) المؤلف: محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي، الناشر: دار ابن كثير، اليمامة - بيروت، الطبعة الثالثة، 1407-/1987)

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا (الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم، ج۱، ص ۶۹) المؤلف: أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري، الناشر: دار الجيل بيروت + دار الآفاق الجديدة بيروت) ترجمہ: جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

مگر جہاں تک میں نے سمجھا ہے، اصل حکم کے لحاظ سے علماء کے درمیان کوئی حقیقی اختلاف نہیں ہے، محض صورت مسئلہ کے فہم اور تجزیہ کی بنا پر بیان احکام یا تعبیرات میں فرق واقع ہوا ہے، اگر مسئلہ کا تجزیہ کیا جائے اور اس کی ممکنہ شکلوں کا احاطہ کیا جائے، تو وہ سب ایک دوسرے کے ساتھ منطبق ہوجاتی ہیں:

مذکورہ سوال بنیادی طور پر تین اجزاء پر مشتمل ہے:

(الف) دودھ یا کسی بھی پیداواری اضافہ کے لئے تدابیر کا حکم۔

(ب) دودھ دینے والے جانوروں کی صحت پر اس کے اثرات۔

(ج) دودھ استعمال کرنے والے لوگوں کی صحت پر اس کے اثرات۔

دودھ کی افزائش کے لئے تدابیر کرنا:

جہاں تک دودھ میں افزائش کے لئے تدابیر کا تعلق ہے، ظاہر ہے کہ فی نفسہ یہ چیز ممنوع نہیں ہے اور نہ نعمت میں برکت وزیادتی ناپسندیدہ امر ہے، بالخصوص دودھ میں، دودھ اللہ پاک کا قیمتی عطیہ ہے، جو جانوروں کے تھن سے جاری ہوتا ہے اور جانوروں کو اللہ پاک نے انسانوں کے نفع کے لئے پیدا فرمایا ہے،، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے جانوروں کو موٹا کرنے کا حکم فرمایا: (سمنوا ضحایاکم) إن أفضل الضحايا أعلاها وأسمنها

(كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، ج ۵، ص ۸۸، المؤلف: علاء الدين علي بن حسام الدين المتقي الهندي البرهان فوري (المتوفى 975ھ) المحقق: بكري حياني صفوة السقا، الناشر: مؤسسة الرسالة، الطبعة الخامسة، 1401ھ/1981م)

☆ عہد نبوی میں کھجور میں پیداواری اضافہ کے لئے تابیر نخل کا رواج تھا، آپ نے اس کی اجازت مرحمت فرمائی۔

☆ احیاء موات یعنی مردہ زمینوں کو زندہ اور قابل کاشت بنانا، شریعت اسلامی کا ایک مستقل باب ہے، حدیث پاک میں ہے: من أحيا أرضا ميتة فله فيها أجر (رواه الترمذي 4 / 630، ط: السلفية، وعله الترمذي بالارسال لكن له شاهد من حديث عائشة في البخاري (5 /) وغيره)۔

اس طرح کی متعدد مثالیں موجود ہیں جن میں پیداواری اضافہ کی اجازت بلکہ ترغیب ملتی ہے، قابل لحاظ امر صرف یہ ہے کہ مقصد درست ہو اور طریقہ غیر شرعی نہ ہو، ...... یہاں پر غیر فطری طریق کی جوابات کی جاتی ہے، اس کا مطلب ہر حال میں غیر شرعی نہیں ہوتا بلکہ اس کا مفہوم عرف انسانی میں رائج طریقہ کار سے الگ راستہ اختیار کرنا ہے، اسی کو مصنوعی طریقہ بھی کہہ سکتے ہیں، اس لئے کہ ممکن ہے کہ کوئی طریقہ ابتداء مصنوعی اور اجنبی محسوس ہو، لیکن فی الواقع وہ نفع بخش ہو،

اس کو ہم غیر شرعی نہیں کہہ سکتے، اس کی بہترین مثال تابیر نخل کا واقعہ ہے، حضور ﷺ کو ابتداء یہ چیز غیر معقول اور مصنوعی سی لگی؛ لیکن اس کی افادیت کا احساس ہونے کے بعد آپ نے اس کی اجازت مرحمت فرمادی، ہمارے کئی مقالہ نگاروں نے اس نکتہ کو اٹھایا۔ ہے کہ کسی چیز کے غیر فطری ہونے سے اس کا غیر شرعی ہونا لازم نہیں آتا، یا تو یہ تعبیر کا سقم ہے یا مفہوم سے تجاوز۔

جانوروں کی صحت پر اس کے اثرات:

☆ جہاں تک جانوروں پر پڑنے والے اثرات کا معاملہ ہے تو درست ہے کہ شریعت اسلامیہ میں جانوروں کے ساتھ رحم وکرم اور حسن سلوک کی کافی ہدایات موجود ہیں، ان کی خوراک، صحت اور بار برداری وغیرہ میں احتیاط کی تلقین کی گئی ہے، حدیث شریف میں ہے:

☆ فاركبوها صالحة وكلوها صالحةً (أبوداؤد شريف، باب مايؤ مر به من القيام على الدواب والبهائم. بذل المجهود، ج ۳، ص ۴۲۷)۔

☆ اسی طرح ایک حدیث میں اونٹ کے مالک کو حضور ﷺ نے خوف خدا کی تلقین فرمائی۔

(ابو داؤد شریف، باب مایؤ مر به من القيام على الدواب والبهائم، بذل المجهود، ج ۳، ص ۴۲۷) وغیرہ۔

☆ اسی طرح فقہاء نے مضرت ہی کے پیش نظر جانوروں کا پورا دودھ نچوڑنے سے منع کیا ہے:

يُكْرَهُ الِاسْتِقْصَاءُ فِي حَلْبِ الْبَهِيمَةِ إذَا كَانَ ذَلِكَ يَضُرُّ بِهَا لِقِلَّةِ الْعَلَفِ وَيُكْرَهُ تَرْكُ الْحَلْبِ أَيْضًا ؛ لِأَنَّهُ يَضُرُّ بِالْبَهِيمَةِ (الجوهرة النيرة، ج 4، ص 374، المؤلف: أبو بكر بن علي بن محمد الحدادي العبادي اليمني الزَّبِيدِيّ (المتوفى: 800هـ))۔

ان ہدایات کے پیش نظر جانوروں کا بے جا اور بے ضرورت استحصال جو اس کے لئے اذیت رساں ہو، ممنوع ہے؛ البتہ اصلاح حال، علاج یا اور کسی واقعی ضرورت کی بنا پر کسی مناسب تدبیر کی گنجائش ہے، مثلاً جانور کو خصی کرنا ایک سخت تکلیف دہ عمل ہے اور بظاہر تغییر خلق اللہ بھی نظر آتا ہے، لیکن گوشت کی تطییب واصلاح کے لئے یہ مفید ہے، یہ نہ صرف جائز بلکہ پسندیدہ عمل ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جانوروں کے حق میں ہر اذیت ومضرت ممنوع نہیں ہے بلکہ ضرورت اور نیک مقصد کے تحت کبھی اذیت محمود بھی ہوتی ہے، دودھ کی افزائش بھی ایک محمود ضرورت ہے، نیز جانوروں میں انجکشن وغیرہ تدابیر کا مقصد دودھ کی وقتی افزائش نہیں بلکہ مستقل افزائش ہوتی ہے، اور مطلوب پیداواری نمو ہے نہ کہ محض نمائش، اور یہ عموماً ایسے ہی جانوروں کے ساتھ کیا جاتا ہے، جن میں میڈیکل ماہرین کے مطابق تحمل کی گنجائش ہو، اور کسی بڑے نقصان کا موجب نہ ہو۔

انسانی صحت پر اس کے اثرات

☆ تیسرا جزو ہے انجکشن زدہ جانور کے دودھ سے انسانوں کو پہونچنے والے نقصانات، حالانکہ ماہرین اس پر نگاہ رکھتے ہیں کہ انجکشن کی وجہ سے دودھ میں خطرناک جراثیم پیدا نہ ہوں، لیکن اگر لیبارٹری تحقیقات سے ثابت ہو جائے کہ کسی مخصوص طریقہ افزائش یا انجکشن سے دودھ فاسد پیدا ہو رہا ہے اور وہ انسانی صحت کے لئے مضر ہے، تو اس کی اجازت نہیں دی جائے گی، اور اس عمل کی حوصلہ افزائی نہیں کی جائے گی۔

مولانا جمشید جوہر قاسمی نے ایسے بعض انجکشنوں کی نشاندہی کی جو دودھ کو نقصان پہونچاتے ہیں اور جو نقصان نہیں پہونچاتے ہیں۔

اس تفصیل سے مسئلہ کی مختلف شکلیں سامنے آتی ہیں، اور ہمارے علماء نے انہی میں سے کسی ایک شکل کو سامنے رکھ کر حکم شرعی بیان کیا ہے:

☆ انجکشن یا کسی مصنوعی تدبیر کے ذریعہ جانوروں میں افزائش دودھ کا عمل فی نفسہ جائز ہے بشرطیکہ طریقہ کار غیر شرعی اور غیر فطری نہ ہو، جانوروں کی صحت پر منفی اثرات نہ پڑتے ہوں، اس سے حاصل شدہ دودھ طیب اور صالح ہو اور انسانی صحت کے لئے مضر نہ ہو، معتبر اطباء نے اس دودھ کی صالحیت پر اظہار اطمینان کیا ہو اور خریداروں سے کوئی معاملہ مخفی نہ رکھا گیا ہو۔

☆ افزائش دودھ کے اس عمل کو محض شک وشبہ کی بنا پر ناجائز نہیں کہا جائے گا اور نہ محض چند اطباء کا دعویٰ کافی قرار پائے گا جب تک کہ دیگر معتبر ذرائع سے بھی اس کی توثیق نہ ہو جائے۔

☆ اگر اس عمل کی بنا پر جانوروں کی صحت پر بہت معمولی مضر اثرات مرتب ہوتے ہوں اور دودھ کی صالحیت میں فرق نہ آتا ہو تو اس کی گنجائش ہے۔

☆ البتہ اگر جانوروں کی صحت پر اس کے غیر معمولی منفی اثرات مرتب ہوں مگر دودھ کی صالحیت محفوظ ہو تو اس عمل کو مکروہ قرار دیا جائے گا۔

☆ اگر جانوروں کی صحت تو محفوظ ہو لیکن اس سے حاصل شدہ دودھ کو معتبر اطباء انسانی صحت کے لئے نقصان دہ تصور کرتے ہوں اور خریدار اصل صورت حال سے بے خبر ہوں تو یہ عمل جائز نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس میں اضرار بھی ہے اور دھوکہ بھی، لیکن اگر لوگ صورت حال سے پوری طرح باخبر ہونے کے باوجود دودھ کو خرید یں تو یہ تحمل ضرر ہے، اس کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا، زیادہ سے زیادہ اس کو مکروہ قرار دیا جائے گا۔

☆ اس میں میرے خیال میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ جانور کا دودھ فطری طور پر بند ہوا ہے یا درمیان میں وقتی طور پر، اس لئے کہ اگر جانور کو اس سے کوئی خاص نقصان نہ پہنچے اور دودھ کی صالحیت بھی معتبر اطباء کے مطابق محفوظ ہو، تو پھر اس کو کس بنیاد پر ناجائز قرار دیا جائے گا؟ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے دودھ کی بکریوں سے بطور کرامت دودھ جاری کرنا ثابت ہے، اگر یہ کسی صورت میں بھی نفع بخش نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے اس کا ظہور نہ ہوتا، سیرت کی کتابوں میں جہاں اس واقعہ کا تذکرہ ہے، وہاں حضرت ام معبدؓ کے شوہر ابومعبد کے جو الفاظ نقل کئے گئے ہیں، ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بکری دودھ دینے والی نہیں تھی، شاۃ عازب ایسی بکری کو کہتے ہیں جو نر بکرے سے علحدہ رہی ہو۔

من أين لك هذا اللبن يا أم معبد والشاة عازب ولا حلوب في البيت ؟ (سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد، ج ٢، ص 245، المؤلف: محمد بن يوسف الصالحي الشامي (المتوفى: 942هـ)، زاد المعاد في هدي خير العباد، ج ٣، ص ٥٠، المؤلف: محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى: 751هـ))۔

غرض مختلف مقالہ نگار علماء نے جو مختلف آراء کا اظہار کیا ہے وہ مسئلہ کی مختلف شکلوں کی بناپر، ورنہ اصل مسئلہ کی روح سب کے ذہنوں میں ایک ہی ہے پاک جانوروں کو ناپاک غذا دینے کا حکم۔

سوال نمبر: ۴۔ بعض جانوروں کو فربہ کرنے کے لئے دواؤں کا بھی استعمال ہوتا ہے اور غذاؤں کا بھی، جیسے پولٹری فارم میں پیدا ہونے والے بچوں کو تیزی سے بڑھانے کے لئے، اس سے ان کو دوہرا فائدہ ہوتا ہے، ایک گوشت کی مقدار میں اضافہ، دوسرے کم مدت میں پرورش کی ذمہ داری سے فراغت، مرغی وغیرہ کی اصل غذا نباتات ہے، مچھلیاں پانی کے اندر پائے جانے والے نباتات یا چھوٹے آبی جانوروں سے اپنی غذائی ضرورت پوری کرتے ہیں، لیکن اب ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان کے لئے جو غذا تیار کی جاتی ہے، اس میں ایسے جانوروں کے بھی اجزاء شامل کردیئے جاتے ہیں جو تیزی سے وزن کو بڑھادیں، بتایا جاتا ہے کہ خنزیر کی چربی اس کام کے لئے بہت مفید اور مؤثر سمجھی جاتی ہے اور آج کل بعض مغربی ملکوں سے مرغی اور مچھلی کے لئے جو خوراک سپلائی کی جاتی ہے، اس میں یہ اجزاء شامل کئے جاتے ہیں، سوال یہ ہے کہ:

الف: کیا جانوروں کو گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے ایسی غذائیں دی جاسکتی ہیں؟ اس مسئلہ میں حنفیہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ماکول اللحم جانوروں کو بالارادہ ناپاک اور حرام غذا دینا جائز نہیں، الا یہ کہ علاج کی ضرورت ہو:

☆ کالخمر لما حرم شربه حرم سقيه (بدايه: كتاب الكراهية، ج ۴، ص ۴۵۶)۔

☆ ويقول الحنفية بحرمة الانتفاع بالخمر في التداوي بالاحتقان وسقي الدواب والإقطار في الإحليل، ذلك لأن الانتفاع بالنجس حرام، فإذا حرم سقي الدواب بالنجس حرم إطعامها به (العناية بهامش فتح القدير 8 / 157، المطبعة الكبرى الأميرية، 1318 هـ، الموسوعة الفقهية الكويتيه، ج 40، ص 109، وزارة الأوقاف والشئون الاسلامية الكويت)۔

البتہ مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک ماکول اللحم جانوروں کو حرام غذا دی جاسکتی ہے، (الشرح الكبير وحاشية الدسوقي عليه 1/ 61، وروضة الطالبين 3 / 279، المكتب الاسلامي، والقليوبي على شرح المنهاج 1 / 76، أسهل المدارك شرح إرشاد السالك 1 / 35، بحواله الموسوعة الفقهية الكويتيه، ج ۴۰، ص ۱۰۸)۔

ہمارے تمام مقالہ نگاروں نے حنفیہ کے موقف کے مطابق اپنے نقطہ نظر کا اظہار کیا ہے کہ اگر جائز غذائیں مارکیٹ میں بآسانی میسر ہوں تو محض فربہ کرنے

اور گوشت بڑھانے کے لئے جانوروں کو ناپاک غذائیں دینا درست نہیں ہے، البتہ پاک غذا میں کچھ ناپاک یا حرام اجزاء شامل کئے جائیں اور ناپاک اجزاء تحلیل ہوکر فنا ہوجائیں تو قلب ماہیت کے اصول پر وہ غذا پاک تصور کی جائے گی اور جانوروں کو کھلانا درست ہوگا۔

☆ بعض حضرات نے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بیان کردہ اس حیلہ کا ذکر کیا ہے کہ خود سے نہ کھلائے بلکہ ایسی جگہ رکھدے کہ جانور خود ہی پہونچ کر کھالے تو اس کی گنجائش ہے (امداد الفتاویٰ، ج ۴، ص ۹۰ مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا محبوب فروغ احمد)۔

☆ اسی طرح بعض حضرات نے اس خیال کا بھی اظہار کیا ہے کہ اگر جائز غذائیں بآسانی میسر نہ ہوں، اور جائز غذا کی پابندی سے تجارتی نقصانات کا اندیشہ ہو تو مسلک مالکی و شافعی کے مطابق بضرورت جائز غذاؤں کے ساتھ ناپاک اجزاء شامل کئے جاسکتے ہیں، یعنی اس صورت میں بھی خالص ناپاک غذا نہ دی جائے بلکہ دونوں طرح کی غذائیں دی جائیں، تاکہ اس کے منفی اثرات گوشت پر نہ پڑیں (جناب مولانا شاہین جمالی صاحب میرٹھ، جناب مولانا محمد عثمان بستوی صاحب)۔

میرے ناقص خیال میں اس صورت حال میں اس اصول کا بھی یہی تقاضا ہے، اور دیگر علماء کے لئے بھی یہ قابل قبول ہونا چاہئے، اسلئے کہ "الحرج مدفوع" بالخصوص معاملات میں تنگی کی صورت میں دوسرے مذاہب پر فتویٰ دینے کی روایت رہی ہے۔

(ب) اسی مسئلہ کی دوسری شق یہ ہے، ماکول اللحم جانوروں کو مسلک حنفی کے مطابق عام حالات میں ناپاک غذا دینے کی اجازت نہیں ہے، لیکن اگر حرام غذا کسی وجہ سے دی گئی تو ایسے جانوروں کے گوشت کا حکم کیا ہوگا؟ اس باب میں بھی تمام مقالہ نگار تقریباً متفق الرائے ہیں کہ:

☆ اگر جانور کو حرام وحلال دونوں طرح کی غذا دی گئی اور گوشت، پسینہ یا دودھ میں اس کے آثار (بدبو وغیرہ) محسوس نہ ہوں تو تمام فقہاء کے نزدیک اس کا استعمال بلاکراہت درست ہے، خواہ غذا کا غالب حصہ پاک ہو یا ناپاک، اس لئے کہ غذا پیٹ میں تحلیل ہوکر فنا ہوجاتی ہے۔

ولو أكلت النجاسة وغيرها بحيث لم ينتن لحمها حلت كما حل أكل جدي غذي بلبن خنزير لأن لحمه لا يتغير، وما غذي به يصير مستهلكا لا يبقى له أثر (الدر المختار شرح تنوير الأبصار في فقه مذهب الامام أبي حنيفة، ج٥، ص 656، المؤلف: محمد علاء الدين بن علي الحصكفي (المتوفى: 1088ھ، كذلك في المغني 8 / 593، وقليوبي 4 / 261، وروض الطالب 1 / 568، وابن عابدين 1 / 149، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج ١١، ص ١١١، تأليف: علاء الدين أبو بكر بن مسعود الكاساني الحنفي (587ھ) دار الكتب العلمية بيروت لبنان، الطبعة الثانيه، 1406ھ 1986م)

☆ لیکن اگر جانور کی غالب خوراک حرام ہو اور اس کے واضح اثرات اس کے گوشت وغیرہ میں محسوس ہوں تو جمہور فقہاء حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک بغیر حبس یا ازالۂ اثر بدایسے جانور کا گوشت کھانا مکروہ ہے، حبس اور ازالۂ تغیر کے بعد کراہت باقی نہیں رہے گی، شافعیہ کا ایک قول اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ جلالہ (نجاست خور جانور جس کے گوشت سے بدبو آتی ہو) کا گوشت اور دودھ حرام ہے

(الانصاف في معرفة الراجح من الخلاف على مذهب الامام أحمد بن حنبل، ج ١٠، ص ٢٧٥، المؤلف: علاء الدين أبو الحسن علي بن سليمان المرداوي الدمشقي الصالحي (المتوفى: 885ھ)، الناشر: دار إحياء التراث العربي بيروت لبنان، الطبعة الأولى 1419ھ، الشرح الكبير، ج ١١، ص ٩٠، المؤلف: ابن قدامة المقدسي، عبد الرحمن بن محمد (المتوفى: 682ھ)۔

ہمارے مقالہ نگاروں کو بھی اس سے اتفاق ہے، البتہ مولانا شاہ جہاں ندوی مذکورہ دونوں صورتوں میں کراہت کے قائل ہیں، ان کا خیال ہے کہ تحلیل وقلب ماہیت کے باوجود اس کے معنوی اور اخلاقی اثرات باقی رہتے ہیں، جبکہ حضرت مولانا طیب الرحمن صاحب امیر شریعت آسام اور مولانا زین العابدین صاحب کیرالا اور مفتی انور علی اعظمی وغیرہ متعدد علماء کی رائے ہے کہ آج کے دور میں ایسے جانوروں کا گوشت کہاں میسر ہے جن کی غذا بالکلیہ پاک وصاف ہو، شہری آلودہ ماحول کو چھوڑیئے، دیسی مرغیاں بھی بے تکلف غلاظتیں کھاتی ہیں، اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرغی کھانا ثابت ہے (شمائل ترمذی، ص ۱۱)۔

مولانا ولی اللہ مجید قاسمی صاحب نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ ماضی میں گوشت کے اثرات کا پتہ بدبو سے لگایا جاتا تھا آج جدید ذرائع سے بھی اس سلسلے میں مدد لی جاسکتی ہے۔ مفتی ابوبکر قاسمی صاحب اس مسئلہ میں بھی پوری طرح خاموش ہیں۔

☆ ☆ ☆

باب دوم/تعارفی تحریریں

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

مولانا محمد سعید نولکھی[1]

یہ مقالہ دوحصوں میں تقسیم ہے: حصہ اول غذا کے متعلق حلال وحرام کے اصولوں پر مشتمل ہے اور حصہ دوم میں اس سلسلے میں پیش آنے والی مشکلات کا بیان ہے۔

حصہ اول:

۱۔ کائنات اوراس کے اندر جو کچھ ہے وہ انسان کے فائدے کے لیے ہے۔ انسان ان اشیاء سے اسی وقت فائدہ اٹھاسکتا ہے جب شرعاً اس کے لیے فائدہ اٹھانا جائز بھی ہو۔ اس لیے راجح یہی ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے؛ اگرچہ حرمت اور توقف کے اقوال بھی ہیں، مگر جمہور کا قول یہ ہے کہ اصل اباحت ہے اور یہی راجح ہے۔

''اقول: وقد صرح فی التحریر بأن المختار أن الأصل الإباحة عند الجمهور من الحنفية والشافعية اھ وتبعه تلمیذہ العلامة قاسم، وجری علیه فی الهدایة من فصل الحداد، وفی الخانیة من اوائل الحظر والاباحة'' (حاشیة رد المحتار ۱/ ۱۱۳)۔

''وفي شرح المنار للمصنف: الأشياء في الأ صل على الإباحة عند بعض الحنفية، ومنهم الكرخي، وقال بعض أ صحاب الحديث: الأصل فيها الحظر، وقال أصحابنا: الأصل فيها التوقف بمعنى أنه لابد لها من حكم لكنا لم نقف عليه با لعقل (انتهى)، وفى الهداية من فصل الحداد: إن الإباحة أصل (الاشباہ والنظائر ۱/ ۶۶)۔

۲۔ اباحت کا قاعدہ ان اشیاء کے بارے میں ہے جن سے نصوص خاموش ہیں۔ جن اشیاء کو نصوص میں حلال یا حرام قرار دیا گیا ہے وہ نص کی دلالت کے مطابق حلال یا حرام ہوں گی، وهو واضح۔

۳۔ اصل اشیاء میں اباحت ہے مگر بعض اشیاء اس قاعدے سے مستثنی ہیں، مثلاً گوشت اور فروج میں اصل حرمت ہے اور عبادت میں حظر وتوقف ہے وغیرہ۔

''الأصل فی الأبضاع التحريم ولذا قال فی كشف الأسرار شرح فخر الإسلام الأصل فی النكاح الحظر وأبيح للضرورة'' (الاشباہ والنظائر ۱/ ۶۷)۔

۴۔ جس طرح اصل حلت ہے اور حرمت کے لیے دلیل کی ضرورت ہے اسی طرح اصل طہارت ہے اور نجاست کے لیے دلیل کی ضرورت ہے؛ کیونکہ نجاست عارض ہے، اس لیے جہاں کوئی دلیل نہ ہو وہاں طہارت کے اثبات کے لیے
دلیل کی ضرورت نہ ہوگی؛ کیونکہ اصل کے اثبات کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔

''شك فی وجود النجس فالأصل بقاء الطهارة'' (الاشباہ والنظائر ۱/ ۸)۔

۵۔ حلت اور طہارت اصل اور یقینی ہیں تو ان کے رفع کے لیے بھی یقینی دلیل کی ضرورت ہوگی، محض وہم اور شک سے حرمت اور نجاست کا حکم نہیں دیا جاسکے گا۔

[1] ڈائریکٹر امور شرعیہ ساؤتھ افریقن نیشنل حلال اتھارٹی، جوہانسبرگ ساؤتھ افریقہ۔

''لا حرمة إلا مع العلم لا مع الشك والظن لأن الأصل في الأشياء الحل'' (الحديقة الندية شرح الطريقة المحمديه ۲/ ۱۰ا)

''الحرمة باليقين والعلم وهو لم يتيقن ولم يعلم أن عين ما أخذه حرام'' (ایضًا ۲/ ۷۲۱)۔

۶۔ اگر دلائل متعارض ہوں تو احتیاط پر عمل ہوگا اور احتیاط یہ نہیں کہ کسی چیز کو حرام قرار دے دیا جائے؛ بلکہ احتیاط یہ ہے کہ اصل پر عمل کیا جائے اور اصل اباحت ہے۔

''ليس الاحتياط في الافتراء على الله تعالى بإثبات الحرمة أو الكراهة اللذين لا بد لهما من دليل بل في القول بالإباحة التي هي الأصل وقد توقف النبي ﷺ مع أنه هو المشرع في تحريم الخمر أم الخبائث حتى نزل النص القطعي إلخ''

(دیکھئے: رد المحتار، کتاب الاشربہ ۵/ ۳۲۶، ط: مصطفی البابی مصر)۔

۷۔ بے بنیاد خبروں اور جھوٹی افواہوں کا کوئی اعتبار نہیں۔

''لا مجرد الشيوع من غير علم بمن أشاعه كما قد تشيع أخبار يتحدث بها سائر أهل البلدة ولا يعلم من أشاعها'' (رد المحتار ۲/ ۱۰۲)۔

۸۔ کوئی چیز خیر محض یا مجموعہ شر نہیں؛ بلکہ نفع اور نقصان دونوں ہی پہلو اپنے اندر رکھتی ہے، یہاں تک کہ ایک ہی چیز ایک شخص کے لیے مفید اور دوسرے کے لیے مضر ہوتی ہے؛ بلکہ ایک ہی شخص کے لیے ایک پہلو سے مفید اور دوسرے پہلو سے ضرر رساں ہوتی ہے، یا اس کے بعض خواص مفید اور بعض مضر ہوتے ہیں، اس لیے جس چیز میں نفع کا پلہ نقصان پر بھاری ہوگا وہ جائز اور حلال ہوگی اور جس چیز میں نقصانات کو فوائد پر غلبہ ہوگا وہ حرام اور ناجائز ہوگی۔ قرآن کریم نے خمر کی خوبیوں کا بھی اعتراف کیا ہے مگر چونکہ نقصان کا پہلو اس میں غالب ہے اس لیے اسے حرام قرار دیا ہے۔

"يسألونك عن الخمر والميسر قل فيهما إثم كبير ومنافع للناس وإثمهما أكبر من نفعهما" (البقرہ: ۲۱۹)۔

۹۔ غذائی مصنوعات میں جو طیب ہے وہ حلال ہے اور جو خبیث ہے وہ حرام ہے۔ طیب کا لفظ موقع ومحل کی مناسبت سے مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ ہر چیز میں طیب کا وصف اس کی مخصوص نوعیت کے مطابق مختلف ہوتا ہے مثلاً جب غذا کے ساتھ اسے استعمال کیا جائے اور طعام طیب کہا جائے تو مطلب حلال غذا ہوگا، زمین کے ساتھ بطور صفت کے طیب کا لفظ بڑھا دیا جائے تو معنی قابل کاشت زمین ہوتا ہے، جب یہ عورت کی صفت کے طور پر استعمال ہو تو مطلب پاکباز اور پاک دامن عورت ہوتا ہے، ریح طیب ملائم ہوا کو کہتے ہیں اور طعام طیب کا مطلب ہے عمدہ اور مرغوب غذا۔

''طيب (الطِّيبُ على بناء فِعْل والطَّيِّب نعت وفي الصحاح الطَّيِّبُ خلاف الخَبيث قال ابن بري الأمر كما ذكر إلا أنه قد تتسع معانيه فيقال أَرضٌ طَيِّبة للتي تَصْلُح للنبات ورِيحٌ طَيِّبَةٌ إذا كانت لَيِّنةً ليست بشديدة وطُعْمة طَيِّبة إذا كانت حلالًا وامرأَةٌ طَيِّبة إذا كانت حَصانًا عفيفةً ومنه قوله تعالى الطيبات للطَّيِّبين وكلمةٌ طَيِّبة إذا لم يكن فيها مكروه وبَلْدَة طَيِّبة أَي آمنةٌ كثيرةُ الخير ومنه قوله تعالى بَلْدَة طَيِّبة ورَبٌّ غَفُور ونَكْهة طَيِّبة إذا لم يكن فيها نَتْنٌ وإن لم يكن فيها ريح طَيِّبة كرائحةِ العُود والنَّدِّ وغيرهما ونَفْسٌ طَيِّبة بما قُدِّرَ لها أَي راضية وحِنْطة طَيِّبة أَي مُتَوَسِّطَة في الجَوْدَةِ وتُرْبة طَيِّبة أَي طاهرة ومنه قوله تعالى فَتَيَمَّمُوا صَعيدًا طَيِّبًا وزَبُونٌ طَيِّبٌ أَي سَهْل في مُبايعَته وسَبْيٌ طَيِّبٌ إذا لم يكن عن غَدْر ولا نَقْض عَهْدٍ وطعامٌ طَيِّب للذي يَسْتَلِذُّ الآكلُ طَعْمه ابن سيده طَاب الشيءُ طِيبًا وطَابًا لَذَّ وزَكَا'' (لسان العرب: ابن منظور ۱/ ۵۶۳)۔

حلال کا مطلب ہے جس کی شرعًا اجازت ہو۔ کسی چیز کی ممانعت یا تو اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ جائز ملکیت نہیں ہوتی یعنی اس میں دوسرے کا حق ہوتا ہے اور کبھی کوئی چیز اپنی ذات کی وجہ سے ممنوع وحرام ہوتی ہے، خواہ اس میں غیر کا حق ہو یا نہ ہو۔ ہمارا مقصود یہی دوسری قسم ہے۔ اول الذکر کے متعلق فقہ کے دوسرے ابواب میں بحث ہوتی ہے۔

۱۰۔ طیب اور خبیث دو متضاد اصطلاحات ہیں اور قرآن کریم نے ان دونوں کو مقابلے میں ذکر کیا ہے۔ طیب میں حلال کی جملہ انواع سمٹ کر آجاتی ہیں اور

خبیث میں حرام کی تمام شاخیں جمع ہوجاتی ہیں۔آگے اسباب حرمت کے بیان میں اس کی تفصیل آجائے گی۔

"ویحل لهم الطیبات ویحرم علیهم الخبائث" (الاعراف: ۱۵۷)۔

الطیب: خلاف الخبیث (الصحاح فی اللغة (۱/ ۴۳۴)۔

۱۱۔ غذائی مصنوعات کے اندر جو اضافی عناصر شامل کیے جاتے ہیں، ان کے لیے رمز اور اشارے کے طور پر اعداد کا استعمال ہوتا ہے جنہیں ای نمبرز کہا جاتا ہے۔ یہ نمبرات انواع میں اور یہ انواع مزید ذیلی اقسام میں تقسیم کیے جاتے ہیں مثلاً کچھ ایسے ہیں جن کی غذائی قدر و قیمت ہے اور کچھ کی نہیں، کچھ ذائقہ کی بہتری کے لیے اور کچھ پروڈکٹ کو دیرپا اور محفوظ بنانے کے لیے اور کچھ جمانے، گاڑھا بنانے اور بعض رقیق اور سیال حالت میں رکھنے کے لیے اور کچھ پروڈکٹ کو عمدہ اور خوشنما بنانے کے لیے شامل کیے جاتے ہیں۔

علماء شریعت ایک پروڈکٹ کے تمام مشمولات کو تین انواع میں تقسیم کرتے ہیں، خواہ وہ بنیادی عناصر ہوں یا اضافی، ان سے مقصود رنگت ہو یا ذائقہ، یا کچھ اور ہو:

۱۔جو حلال ہیں۔ ۲۔جو حرام ہیں۔ ۳۔جو مشکوک اور مشتبہ ہیں۔

اس تقسیم کی بنیاد وہ مشہور حدیث معلوم ہوتی ہے جس کو ایک چوتھائی دین کہا گیا ہے کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں۔

۱۲۔جو چیزیں کھانے پینے میں استعمال ہوتی ہیں وہ چار قسم پر ہیں:

۱:جمادات۔ ۲:نباتات۔ ۳: حیوانات۔ ۴:مرکبات۔

حیوانات پھر دو قسموں میں تقسیم کیے جاتے ہیں:

۱:بحری۔ ۲:بری

بری جانوروں کی پھر تین بڑی بڑی قسمیں ہیں:

۱:جن میں بہتا ہوا خون ہو۔ ۲:جن میں خون تو ہو لیکن بہنے والا نہ ہو۔ ۳:اور جن میں سرے سے خون ہی نہ ہو۔

"وأما الذی یعیش فی البر فأنواع ثلاثة: مالیس له دم أصلا، وما لیس له دم سائل... وما له دم سائل..."

(هندیة: الباب الثانی فی بیان مایؤکل من الحیوان ۵/ ۲۸۹، ط: کوئٹه)۔

تفصیلی حکم:

جمادات سب کے سب حلال اور پاک ہیں؛ البتہ کسی جامد چیز کا اتنی مقدار میں استعمال جائز نہیں جو مسکر ہو یا مضر ہو۔ مضر میں ممانعت کی وجہ ضرر اور مسکر میں سکر ہے؛ اس لیے اگر ضرر اور سکر دور کر دیا جائے تو ممانعت بھی نہ رہے گی۔ جو حکم جمادات کا ہے وہی نباتات کا بھی ہے۔

حیوانات میں سے انسان اپنی حرمت کی وجہ سے اور اس کا فضلہ نجاست کی وجہ سے اور خنزیر نجس العین ہونے کی وجہ سے اور کیڑے مکوڑے خبث کی وجہ سے حرام ہیں۔ بحری حیوانات میں سوائے مچھلی کے سب حرام ہیں۔ جو مچھلی مر کر پانی کے اوپر الٹی تیرنے لگے جسے سمک طافی کہتے ہیں اس کا کھانا بھی حرام ہے۔

بری حیوانات میں سے جو جانور اور پرندے شکار کر کے کھاتے پیتے رہتے ہیں ان کا کھانا جائز نہیں جیسے شیر، بھیڑیا، بلی، کتا، بندر، شکرا، باز اور گدھ وغیرہ، اور جو ایسے نہ ہوں جیسے طوطا، مینا، فاختہ، چڑیا، بٹیر، مرغابی، کبوتر، نیل گائے، ہرن، بطخ، اور خرگوش وغیرہ یہ سب جانور حلال ہیں۔

بری جانور جو شکار کر کے کھاتے رہتے ہیں اور ان میں دم سائل ہے وہ حرام ہیں مگر شرعی ذبح سے وہ بھی پاک ہوجاتے ہیں، البتہ خنزیر ذبح شرعی سے بھی پاک نہیں ہوسکتا، اسی طرح دم سائل بھی ذبح سے پاک نہیں ہوتا، جو جانور ماکول اللحم ہیں وہ باقاعدہ ذبح سے حلال بھی ہوجاتے ہیں)۔

(ملخص ومستفاد من رسالہ طبی جوہر حصہ نہم بہشتی زیور)۔

حلال ذبیحہ کے مکروہ اعضاء:

حلال مذبوح جانور کے بھی سات اعضاء مکروہ تحریمی ہیں:

۱۔بہتا ہوا خون۔ ۲۔مادہ کی پیشاب گاہ۔ ۳۔مثانہ۔ ۴۔غدود۔ ۵۔پتہ۔ ۶۔کپورے۔ ۷۔نر کی پیشاب گاہ۔

(مصنف عبد الرزاق ۴/۵۳۵، مراسیل ابی داؤد، ص: ۱۹، سنن کبری بیہقی ۱۰/۷، بدائع الصنائع ۵/۶۱، ابن نجیم، البحر الرائق ۸/۵۵۳، رد المحتار ۶/۷۴۹)۔

لحم، کبد اور طحال کا خون حلال ہے اور رگوں میں جو خون رہ جاتا ہے اس کے بارے میں فقہ حنفی میں چار اقوال ملتے ہیں:

''فالحاصل من تتبع کتب الفقه ان فی الدم الباقی فی العروق أربع روایات'' (فاکهة البستان فی مسائل ذبح وصید الطیر والحیوان للعلامة المخدوم هاشم السندی، ص: ۱۶۱، ط: دار الکتب العربیه)۔

جو جانور حلال اور حرام جانور کے ملاپ سے پیدا ہو:

جو جانور حلال اور حرام جانور کے ملاپ سے پیدا ہو، وہ مرجوح قول کے مطابق حرام ہے؛ مگر صحیح تر یہ ہے کہ اگر مادہ حرام ہے تو وہ حرام ہے اور اگر مادہ حلال ہے تو وہ حلال ہے مگر شرط یہ ہے کہ بچہ میں واضح شباہت نر جانور کی نہ ہو۔

''المعتبر فی الحل والحرمة الأم فیما یولد من مأکول وغیر مأکول کذا فی التبیین... لکن الحل باعتبار حلیة الأم إذا لم یکن الولد غالب الشبه بأبیه فی شئ من الأعضاء ونحوها لما قال المسکین فی شرحه علی الکنز فی مسائل الآسار: إن قولهم: الولد یتبع الأم فی الحل والحرمة مقید بما إذا لم یغلب شبهه بالأب، أما إذا غلب شبهه فلا یحل'' (المصدر السابق، ۱۲۴-۱۲۵)۔

مردار کے پاک اعضاء:

مردار حرام بھی ہے اور ناپاک بھی، مگر اس کے بال، ہڈی جب کہ اس پر دسومت نہ ہو، کھال جب کہ دباغت کردی جائے، ناخن، سم، سینگ اور پر وغیرہ پاک ہیں۔ کھال کے حکم میں مثانہ، اوجھ، پوست، سنگدانہ، آنتیں اور جھلیاں بھی ہیں کہ اعضاء بھی کھال کی طرح دباغت سے پاک ہوجاتے ہیں، جو اعضاء نجاست کا محل ہیں جیسے سنگدانہ وغیرہ ان کو نجاست ظاہری سے دھولینا ضروری ہے (ملخص ومستفاد من رسالہ طبی جوہر حصہ نہم بہشتی زیور)۔

نشہ آور اشیاء:

اشیاء دو قسم پر ہیں: ۱۔نشہ آور۔ ۲۔غیر نشہ آور

جو نشہ آور ہیں وہ پھر دو قسم پر ہیں: 1۔سیال، 2۔غیر سیال

جو سیال ہیں، ان کی پھر دو قسمیں ہیں: 1۔چار حرام شرابیں۔ 2۔حرام شرابوں کے علاوہ اور شرابیں

جو چار شرابیں حرام ہیں وہ نجس بھی ہیں اور حرام بھی ہیں، اور اس کے علاوہ جو دیگر شرابیں ہیں ان کا حکم اسباب حرمت کے بیان میں تفصیل کے ساتھ آتا ہے۔ جو خشک نشہ آور اشیاء ہیں جیسے افیون اور بھنگ وغیرہ وہ پاک ہیں، انکے داخلی یا خارجی استعمال کا بیان بھی آگے آتا ہے۔

۱۳۔کسی چیز کا استعمال درج ذیل اسباب میں سے کسی ایک کی بنا پر ممنوع ہوتا ہے:

1۔کرامت۔ 2۔نجاست۔ 3۔اسکار۔ 4۔استخباث۔ 5۔اضرار۔

''ضبط أهل الفقه حرمة التناول إما بالإسکار کالبنج وإما بالإضرار بالبدن کالتراب والتریاق أو بالاستقذار کالمخاط والبزاق وهذا کله فیما کان طاهرًا (تنقیح الفتاوی الحامدیه ۲/ ۳۶۳، ط: المکتبة الحبیبیه)۔

۱۔کرامت:

کوئی انسانی عضو یا انسانی عضو سے ماخوذ کوئی جزء کسی مصنوع میں شامل ہو تو احترام آدمیت کی وجہ سے اس کا استعمال حرام ہوگا، خواہ وہ انسانی عضو بذات خود پاک ہو یا ناپاک ہو۔ مثلاً ایل سسٹین (L.Cysteine) جو انسانی بالوں سے بنایا جاتا ہے اور فلور امپرو ور (Flour Improver) کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ عورت کے جنین کے اردگرد جو غلاف ہوتا ہے جسے مشیمہ کہتے ہیں اس سے ایک مادہ مولوکو بی بی (Moloco bb-12) 12 تیار کیا جاتا ہے جو عورت کے دودھ میں اضافہ کرتا ہے۔ پلاسنٹا (Placenta) بھی پیٹ میں موجود بچے کے گرد غلاف سے بنایا جاتا ہے اور کاسمٹکس میں استعمال ہوتا ہے۔ ای ڈبلیو ای وہ مادہ ہے جو عورت کو اسقاط حمل کرانے کے بعد ساقط شدہ حمل سے تیار کیا جاتا ہے اور چہرے کی خوبصورتی اور شادابی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ان تمام اشیاء کا استعمال انسانی اعضاء کی شمولیت کی وجہ سے حرام ہے۔

۲۔اسکار:

چار حرام شرابوں کا استعمال تو حرام ہے، اس کے علاوہ کسی اور نشہ آور چیز کا اتنی مقدار میں استعمال کرنا جس سے نشہ ہو حرام ہے خواہ وہ نشہ آور چیز سیال ہو یا جامد، اور اگر سیال ہو تو انگور یا کھجور سے بنی ہوئی شراب ہو یا ان کے علاوہ کوئی اور شراب ہو۔

۳۔اضرار:

جو اشیاء مضر ہیں ان کا استعمال ناجائز ہے جیسے زہر وغیرہ۔

نقصان سے مراد یہ ہے کہ دین، عقل، مال اور نسل کے لیے نقصان دہ ہو۔

اگر مضر اشیاء کا ضرر دور کر دیا جائے تو وہ حرام بھی نہیں رہتی، مگر جن چیزوں کو شریعت نے صراحت کے ساتھ حرام کر دیا ہے وہ حرام ہی رہیں گی خواہ اس کے استعمال سے ظاہری اور فوری نقصان ہو یا نہ ہو۔

یہ بھی ضروری نہیں کہ کوئی شئی بہر صورت مضر ہو؛ بلکہ عام طبائع کے لیے اس کا مضر ہونا کافی ہے اور ضرر کا بھی صرف غلبہ ظن ضروری ہے۔

یہ بھی ممکن ہو کہ ایک شئی ایک شخص کے مضر ہونے کی بنا پر حرام ہو اور دوسرے کے لیے مضر نہ ہونے کی بنا پر حرام نہ ہو اور جو اشیاء مفید اور مضر دونوں پہلو رکھتی ہوں ان میں غالب کا اعتبار ہوگا۔

۴۔استخباث:

طیب کی ضد خبیث ہے۔ جو چیزیں سلیم الطبع انسان کو طبعاً ناپسند اور غیر مرغوب ہوں اور ان سے طبعاً گھن آتی ہو وہ حرام ہیں۔ جملہ حشرات الارض اس علت کی بنا پر حرام ہیں کہ ان میں خبث ہوتا ہے۔ مگر خبیث ہونے کے ساتھ کوئی شئی پاک بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ مچھلی کے علاوہ دیگر دریائی جانوروں میں خبث ہے مگر وہ پاک بھی ہیں۔ پاک ہونے کی وجہ سے ان کا خارجی استعمال جائز ہے اور حلال نہ ہونے کی وجہ سے ان کا کھانا جائز نہیں۔ الغرض خبث اور حلت جمع نہیں ہو سکتے مگر خبث اور طہارت جمع ہو سکتے ہیں۔

۵۔نجاست:

جو چیز گندی اور پلید ہے اس کا کھانا جائز نہیں جیسے پیشاب، خون، پیپ وغیرہ۔

۶۔مرکبات:

نجس اور غیر نجس مل جائیں تو وہ نجس ہوتے ہیں۔

اگر نجاست غالب ہو تو اس کا حکم نجس العین کا ہے، اور اگر نجاست مغلوب ہو تو وہ نجس تو ہے مگر خارجی استعمال اس کا جائز ہے۔

اگر مضر اور غیر مضر مل جائیں اور ضرر جاتا رہے یا خبیث اور غیر خبیث مل جائیں اور خبث جاتا رہے تو ضرر اور خبث کی بنا پر پائی جانے والی حرمت بھی ختم

ہوجاتی ہے۔

اگر مضر کا ضرر، مسکر کا سکر اور خبیث کا خبث دور ہوجائے تو حرمت بھی دور ہوجاتی ہے۔ نجس چیز اگر نجس العین ہے تو سوائے تبدیل ماہیت کے طہارت کا اور کوئی طریقہ نہیں، اور اگر متنجس ہے تو انقلاب ماہیت سے بھی پاک ہوسکتا ہے، اور نجاست کے اجزاء الگ کرنے سے بھی پاک ہوسکتا ہے۔

’’أن المال إنما يُحرم إما لمعنى في عينه أو لخلل في جهة اكتسابه. القسم الأول الحرام لصفة في عينه كالخمر و الخنزير وغيرهما، وتفصيله أن الأعيان المأكولة على وجه الأرض لا تعدو ثلاثة أقسام فإنها إما أن تكون من المعادن كالملح و الطين وغيرهما أو من النبات أو من الحيوانات، أما المعادن فهى أجزاء الأرض وجميع ما يخرج منها فلا يُحرم أكله إلا من حيث أنه يضر بالآكل وفي بعضها ما يجري مجرى السم، والخبز لو كان مضرا لحرم أكله، و الطين الذي يعتاد أكله لا يُحرم إلا من حيث الضرر، وفائدة قولنا أنه لا يحرم مع أنه لا يؤكل، أنه لو وقع شئ منها في مرقة أو طعام مائع لم يصر به محرما، و أما النبات فلا يُحرم منه إلا ما يزيل العقل أو يزيل الحياة أو الصحة فمزيل العقل البنج و الخمر وسائر المسكرات ومزيل الحياة المسموم ومزيل الصحة الأدوية فى غير وقتها وكأن مجموع هذا يرجع إلى الضرر إلا الخمر والمسكرات فإن الذى لايسكر منها أيضًا حرام مع قلته لعينه ولصفته وهى الشدة المطربة، وأما السم فإذا خرج عن كونه مضرًا لقتله أو لعجنه بغيره فلايحرم، وأما الحيوانات فتنقسم إلى ما يؤكل وإلى ما لا يؤكل، وتفصيله فى كتاب الأطعمة والنظر يطول فى تفصيله لا سيما فى الطيور الغريبة وحيوانات البر والبحر وما يحل أكله منها فإنما يحل إذا ذبح ذبحًا شرعًا روعى فيه شروط الذابح والآلة والذبح وذلك مذكور فى كتاب الصيد والذبائح وما لم يذبح ذبحًا شرعيًا أو مات فهو حرام ولا يحل إلا ميتتان السمك والجراد وفى معناهما ما يستحيل من الأطعمة كدود التفاح والخل والجبن فإن الاحتراز منهما غير ممكن فأما إذا أفردت وأكلت فحكمها حكم الذباب والخنفساء والعقرب وكل ما ليس له نفس سائلة، لا سبب فى تحريمها إلا الاستقذار، ولو لم يكنْ لكان لا يكره فإن وجد شخص لا يستقذره لم يلتفت إلى خصوص طبعه فإنه التحق بالخبائث لعموم الاستقذار فيكره أكله كما لو جمع المخاط وشربه كره‘‘ (احياء علوم الدين ۲/ ۹۲)۔

۱۴۔ داخلی اور خارجی استعمال کا فرق:

شریعت اشیاء کے داخلی اور خارجی استعمال میں فرق کرتی ہے۔

(۱) نجس کا داخلی اور خارجی استعمال ناجائز ہے۔

(۲) متنجس کا خارجی استعمال جائز ہے بشرطیکہ نجاست غالب نہ ہو، اور اگر نجاست کا غلبہ ہو تو وہ نجس العین کے حکم میں ہے۔

(۳) جو چیز سیال نہ ہو اور نشہ آور ہو جیسے افیون اور بھنگ وغیرہ ان کی اتنی مقدار کھالینا جو نشہ نہ کرے اور مقصد لہو ولعب نہ ہو تو جائز ہے، اور اس دوا کا لگانا بھی جائز ہے جس میں یہ چیزیں شامل ہوں، اور اتنا کھانا کہ نشہ ہوجائے حرام ہے۔

(۴) چار حرام شرابوں کے علاوہ اور شرابوں کا خارجی استعمال جائز ہے اور داخلی استعمال بھی کسی معتد بہ غرض کے لیے جائز ہے۔

(۵) جمادات اور نباتات کا خارجی استعمال جائز ہے۔

(۶) حشرات الارض کا خارجی استعمال جائز ہے۔

(۷) جو جانور بجز خنزیر کے ذبح کردیے جائیں وہ پاک ہوجاتے ہیں اور ان کا خارجی استعمال جائز ہوجاتا ہے۔

(۸) مردار کے بعض اعضاء جیسے بال، ہڈی، ناخن وغیرہ کا بھی بیرونی استعمال جائز ہے، اسی طرح مردار کی کھال اور آنتوں اور جھلیوں وغیرہ کا دباغت کے بعد خارجی استعمال جائز ہے۔

(۹) حلال جانور اگر مر جائے تو اسکے تھنوں کا دودھ پاک اور حلال ہے۔

(۱۰) حرام جانور جو دم سائل رکھتا ہو وہ اگر چہ ذبح سے پاک ہو جاتا ہے مگر اس کا انڈا پھر بھی ناپاک رہتا ہے۔

۱۵۔ جو چیز ناپاک ہے اس کا کھانا حرام ہے مگر جو پاک ہے ضروری نہیں کہ اس کا کھانا حلال ہو، بنابریں درج ذیل اشیاء پاک ہیں؛ اس لیے کہ ان کا بیرونی استعمال جائز ہے مگر حرام بھی ہیں؛ اس لیے کہ ان کا کھانا حلال نہیں:

(۱) مچھلی کے علاوہ پانی کے تمام حیوانات اور ان کے اجزاء

(۲) کیڑے مکوڑے

(۳) خشکی کے وہ تمام جانور جن میں دم سائل نہ ہو۔

(۴) وہ تمام جانور جن کو شرعی ذبح کیا جائے، ان کے تمام اعضاء سوائے دم مسفوح کے سب پاک ہوجاتے ہیں۔

(۵) مردار کے بال، ناخن، سینگ اور پر وغیرہ۔

(۶) مردار کی کھال اور اعضاء جلدی جیسے مثانہ، اوجھ، پتہ، پوست، سنگدانہ وغیرہ دباغت سے پاک ہوجاتے ہیں۔

(۷) سانپ اور چھپکلی جب کہ بالشت بھر سے چھوٹے ہوں۔

(۸) وہ غیر مسفوح خون جو رگوں، گوشت یا جلد میں رہ جائے۔

(۹) حلال پرندوں کے فضلات۔

(۱۰) ایسے حیوانات کا فضلہ جس سے احتراز بہت مشکل ہو اور اس میں عموم بلوی ہو جیسے مکھی کی بیٹ اور ریشم کے کیڑے کا فضلہ۔

(۱۱) حلال پرندوں کا لعاب، پسینہ اور میل۔

(۱۲) انسان کا لعاب، پسینہ، میل، آنسو اور قے قلیل۔

(۱۳) کیڑوں کا لعاب جن سے گھن نہ آتی ہو

(۱۴) جامد شئی بقدر نشہ

(۱۵) نباتات بقدر نشہ

(۱۶) غیر ماکول زندہ جانور سے الگ کیا ہوا ایسا عضو جس میں حس نہ ہو

(۱۷) الکحل جو انگور و کھجور سے نہ لیا گیا ہو

(۱۸) عورت کا دودھ علاوہ شیر خوار کے کسی اور کے لیے۔

(۱۹) ذبح کے بعد جو خون رگوں اور جلد میں رہ جاتا ہے اور دم کبد وطحال کے علاوہ جو خون غیر مسفوح ہو وہ بھی پاک ہے مگر حلال نہیں۔

ناپاک اشیاء:

(۱) جو جانور شکار کر کے کھاتے رہتے ہیں

(۲) جو جانور شرعی طریقہ سے ذبح نہ کیا گیا ہو

(۳) حرام شرابیں

(۴) زندہ جانور سے جدا کیا ہوا ایسا عضو جس میں حس ہو

(۵) مردار سوائے چند اعضاء کے

(۶) خنزیر

(۷) ان جانوروں کا دودھ جن کا گوشت کھانا حرام ہے۔

(۸) مردار کا انڈا اگر چہ اسے ذبح کیا گیا ہو۔

(۹) حلال جانور کا گندا انڈا جب خون بن جائے۔

۱۶۔ ذبح کے وقت:

(۱) عمل ذبح

(۲) ذابح

(۳) آلہ ذبح

(۴) اور مذبوح کی تمام شرائط کی رعایت لازم ہے۔

سوائے مچھلی اور ٹڈی کے کسی جانور کو بغیر ذبح کیے کھانا درست نہیں۔

ذبح سے ماکول اللحم میں حلت اور غیر ماکول اللحم میں طہارت پیدا ہو جاتی ہے۔

۱۷۔ ہر وہ چیز جس کے اندر کسی حیوان کے اجزاء مخلوط ہو گئے ہوں اگر چہ وہ حیوان غیر دموی ہو، اس کا استعمال جائز نہیں، البتہ اس اصول سے مچھلی اور ٹڈی مستثنیٰ ہیں۔ بڑی دیگ میں اگر مکھی گر جائے تو دیگ ناپاک نہیں ہوتی مگر مکھی کا کھانا پھر بھی جائز نہیں رہتا؛ البتہ چند استثنائی مثالیں ایسی موجود ہیں کہ جہاں باوجود احتیاط کے تحرز مشکل ہو وہاں گنجائش ہے:

وقد ظهر من كلام صاحب القنية فائدة: هي أن كل شئ اختلط معه أجزاء حيوان غير ماكول ولو غير دموي لا يحل أكله، قلت ويستثنى منه ما في مطالب المؤمنين عبارته هذه: لا يحل الميتة إلا السمك والجراد وما في معناهما مما يستحيل تميزها من الأطعمة كدود الجبن والتفاح فإن الاحتراز عنها غير ممكن انتهى وهذا من أعظم الفوائد فكن على بصيرة من ذلك (فاكهة البستان في مسائل ذبح وصيد الطير والحيوان للعلامة المخدوم هاشم السندي: ۱۷۱، ط: دار الكتب العربية)۔

۱۸۔ جن مصنوعات کی تیاری میں:

(۱) حرام جانور کا کوئی جز ہو

(۲) یا غیر شرعی طور پر ذبح کیے گئے حلال جانور کا کوئی جز ہو

(۳) یا حلال جانور کے حرام اجزاء میں سے کوئی جز ہو

(۴) یا زندہ حلال جانور کا ذی حس کوئی جز ہو

اس کا خوردنی استعمال ناجائز ہوگا۔

اور جن مصنوعات میں:

(۱) حرام اجزاء ترکیبی شامل ہوں

(۲) غذا براہ راست مضر صحت ہو

(۳) انسانی عضو کا کوئی حصہ یا اس سے کشید کردہ کوئی حصہ شامل ہو

(۴) اس کی تیاری، پیکنگ، اسٹوریج، ٹرانسپورٹیشن میں کوئی حرام جز شامل ہو

(۵) ایسے برتن، پلانٹ، اوزار، جن میں حرام مصنوعات تیار ہوتی ہوں اور پھر ان میں حلال تیار کیا جائے اور حلال کی تیاری سے قبل ان کی مطلوبہ پاکی کا اہتمام نہ کیا جائے۔

۱۹۔ عموم بلوی جس طرح طہارت اور نجاست میں باعث تخفیف ہے اسی طرح حلت وحرمت میں بھی باعث تخفیف ہے۔

۲۰۔ ذبیحہ تو صرف مسلمان اور کتابی کا حلال ہے مگر ذبیحہ کے علاوہ اور خشک خوردنی اشیاء مثلاً پھل فروٹ، اجناس وغیرہ ہر کافر ومشرک کے ہاتھ کے جائز وحلال ہیں۔

جن اشیاء میں صنعت کی ضرورت پڑتی ہے ان میں چونکہ ان کے ہاتھ اور برتن کا استعمال ہوتا ہے اس لیے بلا ضرورت شدیدہ استعمال نہ کرے؛ البتہ اگر طہارت کا اور کسی حرام چیز کی عدم شمولیت کا یقین ہو تو پھر استعمال میں حرج نہیں (ملاحظہ کیجیے: معارف القرآن مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ ۳/۴۹)۔

۲۱۔ اگر علم ہو کہ کسی پروڈکٹ میں حرام شامل ہے یا کسی خاص پروڈکٹ کے بارے میں تو علم نہ ہو لیکن یہ معلوم ہو کہ اس کا صانع بالالتزام حرام شامل کرتا ہے تو اس کا استعمال جائز نہ ہوگا۔

اگر کچھ علم نہ ہو اور معاملہ گوشت یا اس سے بنی ہوئی کسی ایسی چیز کا نہ ہو جس میں اصل حرمت ہو تو وہ چیز حلال کہلائے گی۔

اسی طرح اگر کسی شئی میں الکحل کا ملایا جانا ثابت ہو اور یہ بھی معلوم ہو کہ وہ انگور یا کھجور سے کشید کیا ہوا ہے تو وہ چیز ناپاک اور حرام ہوگی۔

اگر معلوم ہو کہ الکحل انگور و کھجور کے علاوہ کسی اور چیز سے کشید کیا گیا ہے تو وہ پروڈکٹ پاک اور حلال ہوگی بشرطیکہ نشہ کی حد تک اس میں الکحل شامل نہ ہو۔

اگر الکحل کا ماخذ معلوم نہ ہو؛ لیکن قرائن کی بنا پر اغلب یہ ہو کہ وہ الکحل انگور و کھجور سے حاصل کردہ نہیں ہے جیسا کہ آج کل غالب یہ ہے کہ انگور اور کھجور کے علاوہ دیگر نباتات سے الکحل حاصل کیا جاتا ہے تو ایسی مصنوعات کو حلال اور پاک تصور کیا جائے گا۔

اگر کسی چیز کے بارے میں یقینی معلوم ہو کہ وہ حرام ہے یا نجس ہے اور پھر شک پیدا ہو جائے کہ تبدیلی ماہیت کے نتیجے میں وہ پاک وحلال ہوا ہے یا نہیں تو اسے حرام اور نجس ہی متصور کیا جائے گا؛ کیونکہ اس کا حرام اور نجس ہونا یقینی ہے جب کہ حلت وطہارت میں شک ہے اور تعارض کے وقت یقین کو شک پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً جیلاٹن بڑی مقدار میں جانور کی ہڈیوں سے حاصل کیا جاتا ہے اور بنانے والے یورپی ممالک ہیں جن کے ہاں حلال ذبیحہ کا اہتمام نہیں ہوتا، گویا جیلاٹن مردار کی ہڈیوں سے بنایا جاتا ہے، اور مردار کی ہڈی پر اگر چکناہٹ نہ ہو تو وہ پاک ہوتی ہے لیکن حلال نہیں ہوتی۔ حلال ہونے کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ ہڈی میں انقلاب ماہیت ہو جائے، لیکن انقلاب ماہیت میں شک ہو تو وہ پروڈکٹ حرام ہوگا؛ کیونکہ ہڈی اصل میں حرام تھی اور بذریعہ تبدیلی ماہیت اس کے پاک ہونے میں شک ہے۔

اشیاء میں اصل حلت ہے مگر گوشت میں اصل حرمت ہے، اس لیے گوشت اسی وقت حلال کہلائے گا جب دلیل سے اس کا حلال ہونا ثابت ہو جائے، اس لیے غیر مسلم ممالک سے درآمد کیا گیا گوشت اسی وقت حلال کہلائے گا جب یقینی دلیل سے اس کا حلال ہونا ثابت ہو جائے، اور مسلم ممالک کا ذبیحہ حلال کہلائے گا مگر یہ کہ دلیل سے اس کا حرام ہونا ثابت ہو جائے۔

۲۲۔ حلت وحرمت اور طہارت ونجاست کا تعلق دیانات سے ہے اور دیانات میں خبر واحد قابل قبول ہے؛ لیکن شرط یہ ہے کہ خبر دینے والا مسلمان، عاقل اور بالغ ہو۔ اگر مخبر فاسق ہو یا مستور الحال ہو تو تحری کے بعد غالب گمان پر عمل واجب ہے۔ بچے اور معتوہ اور کافر کی خبر کا اعتبار نہیں؛ البتہ منادی سلطان اگرچہ فاسق ہو پھر بھی اس کی خبر قبول ہے۔ اگر کافر کی خبر معاملات میں قبول کرنے سے دیانات میں قبول کرنا لازم آ رہا ہو تو پھر ضرورۃً دیانات میں بھی اس کی خبر مقبول ہوگی، دیانت میں اگرچہ خبر واحد مقبول ہے لیکن خبر واحد قبول کرنے سے اگر کسی کی ملک کا ابطال لازم آتا ہو تو پھر کامل نصاب درکار ہوگا مثلاً ایک عورت زوجین میں سے کسی ایک یا دونوں کے متعلق گواہی دے کہ اس نے زوج یا زوجہ یا دونوں کو مدت رضاعت میں دودھ پلایا تھا تو نکاح کے فساد کا حکم نہیں دیا جائے گا (ملاحظہ فرمائیں: فاکھۃ البستان فی مسائل ذبح وصید الطیر والحیوان للعلامۃ المخدوم ھاشم السندی، مطلب فی قبول خبر المستور والفاسق فی الدیانات، ۱۷۱، اور اس کے بعد کے صفحات، دار الکتب العربیہ)۔

حصہ دوم

غذائی مصنوعات کے بارے میں درج ذیل مسائل تحقیق چاہتے ہیں:

1۔کارمائن

2۔وہ مصنوعات جن میں قلیل مقدار میں حرام شامل ہو

3۔مردار کی ہڈی کی حلت وحرمت

4۔دردی الخمر

5۔الکحل

6۔جہاں حلال گوشت کے ساتھ حرام گوشت بھی ملتا ہو

کارمائن (Carmine) (کوچنیل Cochineal)

موجودہ ترقی یافتہ دور میں انسان مختلف قسم کے رنگوں کا استعمال کر رہا ہے، خاص کر کھانے پینے کی بعض اشیاء، ادویات اور خواتین کے میک اپ کی اشیاء میں مختلف قسم کے رنگوں کا استعمال ہوتا ہے۔ یہ رنگ مختلف ذرائع سے حاصل ہوتے ہیں، مثلاً: پھل، سبزیاں، پھول، کیڑے مکوڑے اور کیمیکلز، وغیرہ۔

ان رنگوں میں سے لال رنگ کا استعمال زمانہ قدیم سے ہے۔ پہلے یہ رنگ مصوری میں، کپڑے اور دھاگے رنگنے میں استعمال ہوتا تھا اور آج ترقی یافتہ دور میں اُسے کھانے پینے کی اشیاء اور خواتین کے میک اپ کے سامان، مثلاً لپ اسٹک وغیرہ میں استعمال کیا جاتا ہے۔

اس لال رنگ کے حصول کا ایک ذریعہ ''کوچنیل'' نامی ایک مادہ کیڑا ہے، جس کی غذا ''کیکٹس'' نامی ایک پودا ہے۔ یہ کیڑا لاطینی امریکہ میں پایا جاتا ہے اور دنیا کے مختلف علاقوں میں اس کی فارمنگ کی جارہی ہے۔

سوال یہ ہے کہ:

۱۔کیا کوچنیل کیڑے سے حاصل کردہ مذکورہ رنگ پاک ہے یا نہیں؟

۲۔کیا کوچنیل کیڑے سے حاصل کردہ رنگ کا استعمال کھانے پینے میں جائز ہے؟

۳۔کیا کوچنیل کیڑے سے حاصل کردہ رنگ کا استعمال میک اپ کے سامان مثلاً لپ اسٹک وغیرہ میں درست ہے یا نہیں؟

کارمائن کے متعلق تحقیق:

سرخ رنگ، کارمینک ایسڈ کا ایلومینیم رنگ (ایلومینیم لیک)، رنگ دار مادہ جو کوچنیل نامی مادہ کیڑے کے جسم سے حاصل کیا جاتا ہے۔ درج ذیل ناموں سے مراد یہی سرخ رنگ ہے۔

۱۔کارمائن (Carmine)

۲۔کارمینک ایسڈ (Carminic Acid)

۳۔نیچرل ریڈ (Natural Red)

۴۔کوچنیل (Cochineal)

۵۔کرمزن لیک (Crimson Lake)

۶۔مختلف مصنوعات میں جو اضافی عناصر (Food Additives) شامل کیے جاتے ہیں، ان کے لیے عددی اشارے مقرر کیے گئے ہیں جنہیں ای نمبرز (E-Numbers) کہا جاتا ہے، اس کے حساب سے کارمائن (Carmine) کا عددی رمز E.120 ہے۔

۷۔کاسمیٹک انڈسٹری کارمائن کے لیے C.I.75470 کا کوڈ استعمال کرتی ہے۔

اضافی اجزاء:

غذائی مصنوعات میں تیاری، تکمیلی مرحلے، پیکیجنگ اور ذخیرہ کاری کے موقع میں کچھ اضافی اجزاء شامل کیے جاتے ہیں۔ یہ اضافی اجزاء کبھی تو خود استعمال سے مقصود ہوتے ہیں یعنی ان کی حیثیت خام مال یا تکمیلی مواد کی ہوتی ہے، اور کبھی ان کی غذائی قدر و قیمت نہیں ہوتی بلکہ ان کا مقصد پروڈکٹ کی حفاظت، ذائقے کی بہتری، خوبصورتی، پتلا یا گاڑھا بنانا، دیرپا اور محفوظ کرنا وغیرہ ہوتا ہے۔ اشیاء کی خوشنمائی اور عمدگی اور ان کو جاذب نظر اور پرکشش بنانے کے لیے بھی مختلف قسم کے اجزاء استعمال کیے جاتے ہیں؛ تاکہ زبان کے ساتھ نگاہ بھی لطف اٹھائے اور انسان کے جمالیاتی ذوق کی تسکین ہو۔ رنگ کے لیے جو اضافی اجزاء استعمال کیے جاتے ہیں ان کا ای نمبر ایک سو سے دوسو یا ایک سو اسی کے درمیان ہوتا ہے۔ پھر رنگ کی ایک ذیلی تقسیم سرخ، پیلے، نیلے وغیرہ کے حساب سے قائم کی گئی ہے، مثلاً یہ کہ ایک سو سے ایک سو دس تک سبز رنگ کے لیے ہوں گے وغیرہ۔

کارمینک ایسڈ کی خصوصیت اور استعمال:

کارمینک ایسڈ (Carminic Acid) کا ای نمبر 120 ہے اور یہ گہرے اور شوخ قسم کا سرخ رنگ ہے، سرخ رنگ پھلوں اور سبزیوں سے بھی حاصل کیا جاتا ہے مگر جو شوخی اور تیزی کارمینک ایسڈ میں ہے وہ اور کسی شئی میں نہیں، اسی خصوصیت کی وجہ سے یہ رنگ زمانہ قدیم سے مصوری اور کپڑوں کے رنگنے میں استعمال ہوتا ہے۔ زمانہ حال میں اس کا استعمال کھانے پینے کی اشیاء، دواؤں اور میک اپ کے سامان میں بھی ہوتا ہے۔ اس لیے سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ رنگ حلال ہے یا حرام، اور جس پروڈکٹ میں یہ شامل ہو اس کا استعمال درست ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب اس نکتے پر موقوف ہے کہ کارمینک ایسڈ کا ماخذ کیا ہے؟

کارمینک ایسڈ کا ماخذ:

رنگ اگر پاک اور حلال اشیاء سے بنایا گیا ہو اور اتنی مقدار میں کسی پروڈکٹ میں شامل کیا گیا ہو جو نقصان دہ اور نشہ آور (مضر اور مسکر) نہ ہو تو اسے ملانے اور کھانے میں کوئی حرج نہیں، مگر کارمکینک ایسڈ کا معاملہ اس سے مختلف ہے؛ کیونکہ یہ رنگ کوچنیل نامی مادہ کیڑے سے حاصل کیا جاتا ہے، جسے اردو میں کرم دانہ اور کچنیلا اور عربی میں قرمز کہتے ہیں، اسی سے قرمزی رنگ حاصل کیا جاتا ہے، یہ کیڑا لاطینی امریکہ میں پایا جاتا ہے اور قیمتی سرخ رنگ کا ماخذ ہونے کی وجہ سے مختلف خطوں میں اس کی فارمنگ بھی کی جاتی ہے، اس وقت پیرو اس کا سب سے بڑا برآمد کنندہ ہے (۱)۔

یہ کیڑا کیکٹس کے پودے پر پایا جاتا ہے اور یہی پودا اس کا مسکن اور غذا ہوتا ہے۔ ان پودوں سے اسے اتار کر مصنوعی گرمائش کے ذریعے مار دیا جاتا ہے یا پھر گرم پانی میں ڈال کر ابال دیا جاتا ہے، پھر خشک کرنے کے بعد اسے کوٹا اور پیسا جاتا ہے جس سے ابتدائی درجے کا سرخ رنگ حاصل ہو جاتا ہے جسے (Cochineal Extract) کہتے ہیں۔ مگر جب اسے محلول میں ڈال کر مزید کیمیائی مراحل سے گزارا جاتا ہے تو سرخ رنگ کا مواد الگ ہو جاتا ہے اور پھر اس سے جب رنگ کشید کیا جاتا ہے تو انتہائی عمدہ قسم کا سرخ رنگ برآمد ہو جاتا ہے جسے کارمائن کہا جاتا ہے۔ کارمائن کو ماکولات، مشروبات، ادویات اور دیگر مصنوعات میں استعمال کیا جاتا ہے (۲)۔

جب کوئی پروڈکٹ فروخت کے لیے پیش ہو اور اس کے لیبل پر پروڈکٹ میں شامل تمام اجزاء کی تفصیل بھی درج ہو تو صارف اطمینان کے ساتھ اسے خرید اور استعمال کر سکتا ہے، جن ملکوں نے صارف کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے ایسی قانون سازی کر لی ہے کہ لیبل پر پورا نام اور مکمل حقیقت درج کرنا ضروری ہے، وہاں کے صارفین تو کسی تردد اور تذبذب کے بغیر کسی شئی کے استعمال اور عدم استعمال کا فیصلہ کر سکتے ہیں، مگر ہمارے یہاں اشیاء پر اجزاء ترکیبی کی فہرست یا درج نہیں ہوتی اور اگر ہوتی ہے تو مجمل قسم کی ہوتی ہے کہ اس میں قدرتی رنگ اور مصنوعی ذائقہ بھی شامل ہے، مگر وہ مصنوعی ذائقہ اور رنگ کس شئی سے تیار کیا گیا

ہے؟ کمپنی اسے اجمال کے دبیز پردے میں چھپالیتی ہے۔ جولوگ حلال اور حرام کے احکام کے پابند نہیں یا جولوگ پابند ہیں مگر دھیان نہیں دیتے ان کے لیے یہ کوئی غیر معمولی واقعہ اور نوٹس طلب امر نہیں؛ مگر جولوگ محتاط اور پابند زندگی گزارتے ہیں ان کے سامنے اصل حقیقت کی وضاحت ضروری ہے۔

حاصل تعارف:

اب تک جو کچھ بیان ہوا اس کا حاصل یہ ہے کہ کوچنیل ایک کیڑا ہے جس میں سرخی اور لالی ہوتی ہے اور اس سے سرخی کشید کر کے مختلف اشیاء میں ملا دی جاتی ہے۔

چند شرعی اصول:

کوچنیل کے شرعی حکم کے بیان سے قبل چند شرعی اصولوں کی وضاحت ضروری ہے؛ کیونکہ ان ہی اصولوں کی بنیاد پر کوچنیل کا شرعی حکم معلوم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ اشیاء کے داخلی اور خارجی استعمال میں فرق ہے۔ اس فرق کی وجہ سے بسا اوقات ایک چیز کا داخلی استعمال ناجائز ہوتا ہے مگر خارجی استعمال درست ٹھہرتا ہے۔

۲۔ حلال اور پاک میں بھی فرق ہے۔ حلال اشیاء پاک ہوتی ہیں اور ان کا کھانا جائز ہوتا ہے مگر پاک اشیاء کا حلال ہونا ضروری نہیں۔ بعض چیزیں ایسی ہیں جو پاک تو ہیں مگر ان کا کھانا حلال نہیں ہے جیسے مچھلی کے علاوہ دیگر سمندری مخلوقات پاک ہیں مگر ان کا کھانا حلال نہیں، اسی طرح عورت کا دودھ پاک ہے مگر سوائے اس کے بچے کے کسی اور کے لیے اس کا پینا حرام ہے، اور بچے کے لیے بھی ولادت کے بعد ابتدائی دو سالوں میں پینا حلال ہے، دو سال کے بعد اس کے لیے بھی پینا حلال نہیں۔

۳۔ بری جانوروں کی تین بڑی بڑی قسمیں ہیں:

۱:......جن میں بہتا ہوا خون ہو۔

۲:......جن میں خون تو ہو لیکن بہنے والا نہ ہو۔

۳:......اور جن میں سرے سے خون ہی نہ ہو۔

جتنے کیڑے مکوڑے ہیں وہ اس دوسری قسم میں داخل ہیں یعنی ان میں خون تو ہوتا ہے مگر بہنے والا نہیں ہوتا ہے۔(۳)

۴۔ شریعت جب کسی چیز کو حرام قرار دیتی ہے تو درج ذیل اسباب میں سے کسی ایک کی بنا پر قرار دیتی ہے:

الف: کرامت۔ ب: مضرت۔ ج: نجاست۔ د: اسکار۔ ھ: خبث۔(۴)

خبث سے مراد یہ ہے کہ سلیم فطرت اور صحیح طبیعت کو اس سے گھن آئے۔ اسکار کا مطلب اس کا نشہ آور ہونا ہے، اور نجاست سے گندگی اور پلیدی مراد ہے۔ مضرت یہ ہے کہ وہ شی نقصان پہنچاتی ہو، اور کرامت کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کا رتبہ اور مرتبہ اس قدر بلند ہو کہ وہ خود تو اشیاء کو استعمال میں لاتی ہو مگر وہ خود کسی کے استعمال میں نہیں آسکتی ہو؛ کیونکہ شریعت نے اسے اعزاز و اکرام بخشا ہے۔

۵۔ کوئی تنگی اور مجبوری ہو اور حلال ذرائع سے وہ دور نہ کی جاسکتی ہو تو شریعت کے قانون ضرورت کا سہارا لے کر وہ تنگی دور کی جاسکتی ہے، مگر جہاں تنگی نہ ہو یا تنگی ہو مگر نام کی تنگی ہو اور شریعت اس کو تنگی تسلیم نہ کرتی ہو تو ایسے مواقع پر شریعت کے قانون ضرورت سے کام لے کر حرام کے استعمال کی اجازت نہ ہوگی۔

کوچنیل کا شرعی جائزہ:

اب ہم اس پوزیشن میں ہیں کہ کوچنیل کے متعلق کوئی شرعی تبصرہ کر سکتے ہیں:

ا۔خبث۔ب۔خون۔

کوچنیل کیڑا ہے اور کیڑا ہونے کی بنا پر پاک ہے اور پاک ہونے کی وجہ سے اس کا بیرونی استعمال جائز ہے، مگر حلال نہیں ہے؛ کیونکہ کیڑے خبائث میں سے ہیں اور خبائث کا کھانا حلال نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر مکھی کھانے میں گر جائے تو پاک ہونے کی وجہ سے سالن ناپاک نہیں ہوتا مگر حلال نہ ہونے کی وجہ سے اس مکھی کا کھانا جائز نہیں ہوتا۔ مٹھائی میں چیونٹیاں پڑ گئی ہوں تو چیونٹیاں نکال کر اس کا کھانا جائز ہوتا ہے مگر چیونٹیاں کھانا یا چیونٹیوں سمیت اس مٹھائی کا کھانا جائز

نہیں ہوتا(۵)۔

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ اشیاء میں کارمائن کا استعمال عام ہے۔ عالمی ادارہ صحت نے کئی انواع کی مصنوعات کے لیے کارمائن کی شرح استعمال کی حد مقرر کی ہے، جس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کارمائن کتنے انواع واقسام کی مصنوعات میں استعمال ہوتا ہے۔ حلال کی رہنمائی فراہم کرنے والے مستند ادارے بھی ایسی سینکڑوں اشیاء کی فہرست آویزاں کیے ہوتے ہیں جن میں کوچنیل کی نشاندہی کی ہوتی ہے اور خود تجربہ ومشاہدہ کیا جائے تو کئی مصنوعات کے اجزاء ترکیبی میں کوچنیل کی شمولیت کی صراحت ملتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کارمائن کا استعمال اب عام ہے، مگر اس کثرت کے باوجود کارمائن کو جائز نہیں کہا جاسکتا؛ کیونکہ غیر مسلم اسے استعمال کرتے ہیں تو ان کا عمل مسلمانوں کے لئے معیار نہیں، اور اگر مسلمان استعمال کرتے ہیں تو ناواقفیت کی وجہ سے کرتے ہیں، اور اگر حقیقت کے علم کے باوجود ایسا کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کے استعمال کا اعتبار نہیں۔ شریعت کے نزدیک جن لوگوں کی فطرت سلیم اور طبع مستقیم ہو ان کی طبیعت وفطرت کا اعتبار ہے، اور طبیعت اسی وقت فطرت کے مطابق ہوسکتی ہے اور ذوق اسی وقت اعلی اور درست قرار دیا جاسکتا ہے جب وہ شریعت کے مطابق ہو، اور شریعت یہ کہتی ہے کہ کیڑوں میں خبث ہے اور جب ان میں خبث ہے تو سلیم فطرت انسان اس کا استعمال نہیں کرسکتا۔

کوچنیل میں حرام ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں خون ہوتا ہے، خون اگر سائل نہ ہو تو ناپاک تو نہیں ہوتا مگر اس کا کھانا بھی نہیں ہوتا(۶)۔

کوچنیل میں مضرت کا پہلو بھی ہے: کیونکہ اس کے استعمال سے لوگ دمہ اور الرجی کا شکار ہوجاتے ہیں؛ چنانچہ برطانیہ کی (HASCG) نامی تنظیم بچوں کے لئے اس رنگ کے استعمال کو منع کرتی ہے(۷)۔

اگر کارمائن کو اس کے مضرت کے پہلو سے دیکھا جائے تو اس سے اجتناب برتنا ضروری ہوگا جیسا کہ مذکورہ تنظیم کا دعوی ہے، لیکن اگر اس قسم کے واقعات معقول تعداد میں نہ ہوں تو ان سے صرف نظر کیا جاسکتا ہے۔

اب تک کی گفتگو سے یہ واضح ہوگیا ہے کہ کوچنیل کا کھانا ایک سے زائد وجوہات کی بنا پر درست نہیں ہے۔ شنید یہ بھی ہے کہ کوچنیل کو الکحل میں ڈال کر اس سے سرخ رنگ کشید کیا جاتا ہے، اگر یہ درست ہو تو پھر جن صورتوں میں الکحل کا استعمال جائز نہ ہو، ان صورتوں میں الکحل شامل ہونے کی وجہ سے کوچنیل کا استعمال بھی جائز نہ ہوگا۔

بہر حال مضرت اور الکحل کی شمولیت سے تو یقینی طور پر کوچنیل کو حرام نہیں کہا جاسکتا مگر اس وجہ سے کہ کوچنیل کیڑا ہے اور کیڑا خبائث میں داخل ہے اور کوچنیل میں خون ہوتا ہے اور خون حرام ہے، ان دو وجوہات کی وجہ سے کوچنیل کا کھانا ناجائز ہے، اور یہی دو دلیلیں کوچنیل کے عدم جواز کی ٹھوس اور بنیادی دلیلیں ہیں۔

کوچنیل کے بارے میں جو چیز غور وفکر پر مجبور کرتی ہے وہ اس کا کثرت استعمال ہے، اس کثرت استعمال کی وجہ سے اس سے بچنا مشکل ہے اور جن چیزوں سے بچنا مشکل ہو شریعت ان میں رخصت اور رعایت دے دیا کرتی ہے؛ کیونکہ شریعت حتی الامکان مکلف کو تکلیف اور مشقت سے بچاتی، رعایت بخشتی اور سہولت فراہم کرتی ہے۔

یہ دلیل وزنی اور معقول معلوم ہوتی ہے اور مجبور شخص کے بارے میں اور کوچنیل کے بیرونی استعمال کے سلسلے میں اس کا وزن بھی تسلیم ہے مگر خوردنی استعمال کے بارے میں اس استدلال میں زیادہ وزن نہیں ہے؛ کیونکہ جو لوگ مجبور ہوں ان کو شریعت کے قانون ضرورت کے تحت اجازت ہوگی، مثلاً مریض ہے اور دوا صرف ایسی دستیاب ہے جس میں کوچنیل ہے اور اس دوا کے استعمال سے ماہر ڈاکٹر کے بقول شفا کی امید غالب ہے تو اسے ضرورت کے قانون کے تحت کوچنیل ملی دوا کھانے کی اجازت ہوگی، اسی طرح اگر کوچنیل کاسمیٹکس کے سامان میں استعمال ہوا ہو تو اس کا استعمال جائز ہے؛ کیونکہ کیڑے کو شریعت غذا کے طور پر استعمال کی اجازت نہیں دیتی جبکہ کوچنیل میں غذائیت کا پہلو بھی نہیں ہے؛ کیونکہ وہ نہ غذا ہے نہ دوا ہے بلکہ رنگ ہے، اور رنگ بحیثیت رنگ ہونے کے ہماری مجبوری نہیں، انسان ہونے کے ناطے ہم کسی کالے، پیلے اور سرخ رنگ کے محتاج نہیں۔

اگر رنگ کا استعمال ناگزیر ہو تو دیگر رنگ موجود ہیں، اور اگر سرخ رنگ ہی مطلوب ہو تو انگور اور چقندر وغیرہ سے حاصل کیا جاسکتا ہے، اور اگر زیادہ سرخی، گہری شوخی اور تیز لالی مقصود ہو تو یہ کوئی اتنی بڑی ضرورت نہیں کہ اس کی وجہ سے کیڑے مار کر کھانے کی اجازت دی جائے۔

الحاصل:

۱۔کوچنیل سے حاصل کردہ رنگ پاک ہے بشرطیکہ کسی مرحلے میں اس میں کوئی ناپاک شامل نہ ہو۔

۲۔کھانے پینے کی اشیاء میں کوچنیل کا استعمال جائز نہیں۔

۳۔کوچنیل کا بیرونی استعمال جائز ہے۔

حواشی وحوالہ جات:

۱۔معنی ومطلب

قرمز، فرنگی، کرم دانہ۔(اسٹینڈرڈ اردو ڈکشنری، ۱۹۹)

"۱ cochineal۔سرخ، قرمزی رنگ جو خصوصاً کھانے کی چیزوں کو رنگنے کے لئے استعمال ہوتا ہے، ۲۔میکسیکو کے کیڑے قرمز dactylopius coccus کی مادینوں کے سوکھے جسم جن سے یہ رنگ حاصل ہوتا ہے۔"

(اوکسفرڈ انگلش اردو ڈکشنری، ص:۲۷۲، مترجم: شان الحق حقی، ط: اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس)۔

۲۔کارمائن کی تیاری کا طریقہ دیکھنے کے لیے ملاحظہ کیجیے:

Youtube video 1: http://www.youtube. com/watch?v=jSgteZSLJ90&feature=related

Youtube video 2:http://www.youtube. com/watch?v= 9YzM1Edb6mo

Once all of the insects are collected, farmers pour them onto a wooden plank. For five to six minutes, the farmer will shake the beetles in a process that eventually kills the insects while retaining their dark colors. There are other ways to kill the bugs....

(http://www.businessinsider.com/how-cochineal-insects-your-food-and-drinks-2012-3?op-1)

۳۔وأما الذی یعیش فی البر فأنواع ثلثة: مالیس له دم أصلا، ومالیس له دم سائل... وماله دم سائل..." (هندیه: الباب الثانی فی بیان مایؤکل من الحیوان، ص: ۹۸۲، ج:۵، ط: کوئٹه)۔

عربی فتاویٰ جات میں بھی حشرات کو پاک لکھا ہے اور ان کے کھانے کو حرام کہا گیا ہے:

"واعلم أن کل مالا یفسد الماء لا یفسد غیر الماء وهو الأصح کذافی المحیط والتحفة والأشبه بالفقه کذافی البدائع، لکن یحرم أکل هذه الحیوانات المذکورة، وماعدا السمک الغیر الطافی لفساد الغذاء وخبثه متفسخا أو غیره وقدمناه عن التجنیس" (البحر الرائق: کتاب الطهارة ۱/ ۱۶۴، ط: مکتبه رشیدیة، کوئٹه)۔

(ویکره أکل الضبع... والحشرات کلها) والظاهر أن الحشرات کلها من الخبائث (فتح القدیر: کتاب الذبائح، فصل فیما یحل آکله وما لا یحل، ۹/ ۵۱۳، ۵۱۱، ط: دار الکتب العلمیة)۔

"وموت مالیس له نفس سائلة فی الماء لا ینجسه کالبق والذباب والزنابیر والعقار ونحوها" (الهندیه، الباب الثالث فی المیاه، الفصل الثانی، ۱/ ۲۴، ط: کوئٹه)۔

("... ومالیس له دم سائل کالبق والذباب) لأن النجس هو الدم المسفوح" (السعایة، کتاب الطهارة ۱/ ۳۵۶، ۳۵۴، ط: سهیل اکیڈمی)۔

"وکذلک مالیس له دم سائل مثل الحیة والوزغ وسام أبرص وجمیع حشرات الأرض وهوام الأرض من الفارة والقراد والقنافذ والضب والیربوع وابن عرس ونحوها" (بدائع: الذبائح والصیود ۵/ ۳۶، ط: مکتبه رشیدیه، کوئٹه)۔

"فما لا دم له أصلا مثل الجراد والزنبور والذباب والعنکبوت والخنفساء والعقرب والببغاء ونحوها لا یحل أکله إلا الجراد خاصة" (هندیة: الباب الثانی فی بیان مایؤکل من الحیوان ۵/ ۲۸۹، کوئٹه)۔

۴۔کیڑے طبعی طور پر مرغوب نہیں ہوتے ہیں، سلیم طبیعتوں کو ان کے کھانے سے گھن آتی ہے۔ جن چیزوں سے ذوق سلیم اور طبع مستقیم کو کراہت محسوس ہو وہ شرعاً بھی ناجائز ہوتی ہیں۔ تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں ہے:

"ضبط أهل الفقه حرمة التناول إما بالإسکار کالبنج وإما بالإضرار بالبدن کالتراب والتریاق أو بالاستقذار کالمخاط والبزاق وهذا کله فیما کان طاهرا" (۹/ ۳۶۳، ط: المکتبة الحبیبیة)۔

("ولا یحل ذوناب یصید بنابه ...ولا الحشرات) هی صغار دواب الأرض واحدها حشرة... ثم قال: والخبیث ما تستخبثه الطباع

السلیمة... وتحته فی الرد: قال فی معراج الدرایة: أجمع العلماء علی أن المستخبث حرام بالنص وهو قوله تعالی: ویُحرم علیهم الخبائث" (رد المحتار، کتاب الذبائح ۶/۳۰۶، ۳۰۵، ط: ایچ ایم سعید)۔

"وحل غراب الزرع... لا الأبقع... والحشرات... یعنی هذه الأشیاء لا تؤکل... والحشرات فلأنها من الخبائث وقد قال تعالی: ویحرم علیهم الخبائث" (البحر الرائق، کتاب الذبائح ۸/۱۷۲، ط: رشیدیه)۔

یہی مضمون "بہشتی زیور" میں بھی ہے:

"جاننا چاہئے کہ شریعت مطہرہ میں استعمال کے منع ہونے کی وجہیں چار ہیں: نجاست...... مضر ہونا...... استخباث، یعنی طبیعت سلیمہ کا اس سے گھن کرنا، جیسے کیڑے مکوڑوں میں، اور نشہ لانا" ("بہشتی زیور، نواں حصہ، ص: ۹۸، میر محمد کتب خانہ)۔

مذکورہ بالا عبارت سے کچھ پہلے ایک دوسرے مقام پر ہے:

"......اسی طرح سرکہ کو مع کیڑوں کے کھانا یا کسی معجون وغیرہ کو جس میں کیڑے پڑ گئے ہوں، مع کیڑوں کے یا مٹھائی کو مع چیونٹیوں کے کھانا درست نہیں، اور کیڑے نکال کر درست ہے" ("بہشتی زیور، نواں حصہ، ص: ۱۰۴)۔

۵۔ فتاوی مظاہر العلوم میں ہے:

"مکھی غیر ذی دم مسفوح ہے، لہذا جب سالن میں گر جاتی ہے تو اس کے مرنے سے سالن ناپاک نہیں ہوتا، لہذا اس سالن کا کھانا شرعاً جائز قرار پایا، اور چونکہ مکھی منجملہ خبائث کے ہے، اور تمام خبائث کا کھانا حرام ہے، لہذا مکھی کا کھانا اور کھلانا حرام ہوگا" (کتاب الحظر والاباحه، باب الأکل والشرب ۱/۲۹۸، ط: مکتبۃ الشیخ)۔

کوچنیل ایک کیڑا ہے جس میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا ہے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں:

"حشرات کو غیر ذی دم مسفوح مانا گیا ہے" ("بہشتی زیور، نواں حصہ، ص: ۱۰۶)

فتاوی رحیمیہ میں ایک ایسا فتوی درج ہے جو لگتا ہے کہ کوچنیل ہی کے متعلق ہے، صرف نام کی صراحت نہیں ہے:

سوال: یہاں دکانوں میں لال شربت ملتا ہے، اس کے اندر جو سرخی اور لالی ہوتی ہے وہ ایک قسم کی مکھی سے کشید کی جاتی ہے۔ اس مکھی کو پیس کر یا کسی اور طریقہ سے سرخی کشید کرتے ہیں اور اس کو شربت میں ملاتے ہیں تو اس شربت کا پینا کیسا ہے؟

الجواب: "مکھی اور چیونٹی میں دم سائل نہیں ہے، اس لئے پاک ہے، مگر کھانا حلال نہیں، خارجی استعمال درست ہے، داخلی استعمال درست نہیں، لہٰذا اس کا کوئی جز شربت میں پڑتا ہو تو اس کا استعمال جائز نہ ہوگا" (کتاب الحظر والاباحة، باب ما یجوز أکله وما لا یجوز ۹/۱۳۸، ط: دار الاشاعت)۔

بہشتی زیور میں بھی یہی بات کہی گئی ہے:

"کیڑے مکوڑے اور خشکی کے جملہ وہ جانور جن میں دم سائل نہ ہو، پاک ہیں، جیسے حشرات الارض، بچھو، تتیے، چھوٹی چھپکلی جس میں دم سائل نہ ہو، چھوٹا سانپ جس میں دم سائل نہ ہو، خارجاً ان کا استعمال ہر طرح درست ہے اور داخلاً سب حرام ہیں، سوائے ٹڈی کے" ("بہشتی زیور، نواں حصہ، ص ۱۰۴، میر محمد کتب خانہ)۔

۶۔ حشرات میں دم غیر مسفوح ہوتا ہے اور دم غیر مسفوح پاک تو ہے، مگر اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ بہشتی زیور میں ہے: "مذبوح جانور کی گردن میں موضع ذبح پر جو خون لگا ہوتا ہے وہ دم مسفوح ہے، بلا دھوئے اور خون چھوٹے طہارت نہیں ہو سکتی۔ ہاں جو خون رگوں کے اندر یا جلد وغیرہ میں رہ جاتا ہے وہ غیر مسفوح ہے اور دفعاً للحرج کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں اور سوائے اس کے اور خون غیر مسفوح پاک تو ضرور ہیں، مگر داخلاً جائز نہیں، جیسے کوئی کھٹمل کا خون کھانا چاہے" ("بہشتی زیور، نواں حصہ، ص: ۱۰۶، میر محمد کتب خانہ)۔

۷۔ برطانیہ کی (HASCG) نامی تنظیم بچوں کے لئے اس رنگ کے استعمال کو منع کرتی ہے:

\
E-Numbers to Avoid

Some countries have displayed a more responsible attitude and, as you will see from the lists below, have banned certain substances......Any substance marked with(*) means that it is derived from animals(mostly pigs) and should be avoided if a child has pork allergies.

Colourant E numbers banned in some countries":

※..E120 Cochineal, red colour.....\"

(http//:www.safekids.co.uk/enumberstoavoid.html)

\"E120 Cochineal, Carminic acid, Carmines

Red colours made from insects; rarely used the HASCG recommends to avoid it, especially

hyperactives, rhinitis sufferers, urticaria, asthmatics and aspirin cause of allergic reactions. Typical products include alcoholic beverages, dyed cheeses, puddings, icings, sweets, sauces, fizzy drinks, cakes, soups and pie fillings.

Banned in USA.\"(http://mbm.net.au/health/100-181.html)

The World Health Organisation has found that cochineal extract may cause asthma in some people. Others may see an allergic reaction.

http//:www.dailymail.co.uk/femail/article-2120796/Starbucks-admits- Strawberry-Frappuccino.

وہ مصنوعات جن میں قلیل مقدار میں حرام شامل ہو

بعض غذائی مصنوعات جو کسی غیر مسلم ملک سے درآمد کی جاتی ہیں، ان میں کوئی حرام جز بھی شامل ہوتا ہے، مگر وہ جز مقدار میں اتنا کم ہوتا ہے کہ پورے پروڈکٹ کے مقابلے اس کی نسبت بہت کم بالکل نہ ہونے کی برابر ہوتی ہے، مثلاً ہزار لیٹر محلول میں ایک لیٹر الکحل ہو تو اس کی نسبت ہزارواں حصہ بنتی ہے، گویا کہ پانی کے ہزار قطروں میں ایک قطرہ حرام کا ہے۔

اگر مقدار کی اس کمی کو مدنظر رکھیں اور اس کے ساتھ کچھ اور عقلی اور نقلی دلائل کا اضافہ کرلیں تو بظاہر ایسے پروڈکٹ کا خوردنی استعمال جائز ہونا چاہیے، مثلاً:

۱۔ شراب جب بدل کر سرکہ بن جائے تو بالاتفاق وہ حلال ہوجاتا ہے حالانکہ ماہرین کے بقول اس میں پھر بھی دو فیصد شراب کے اجزاء باقی رہتے ہیں مگر شریعت اس مقدار کو خاطر میں نہیں لاتی اور اس کو حلال تصور کرتی ہے، لہذا قلیل حرام شامل ہو تو پروڈکٹ کو حلال ہونا چاہیے جیسا کہ سرکہ حلال ہے۔

۲۔ اگر کسی پروڈکٹ میں کسی عنصر کی آمیزش بہت کم مقدار میں ہے تو علاوہ صانع کے کسی اور کے لیے اس کا علم بہت مشکل قریباً ناممکن ہے، اس لیے صارف اپنی لاعلمی کی وجہ سے معذور ہے اور بعض صورتوں میں مجبور بھی ہے۔

۳۔ صانع کو اس عنصر کے اظہار پر مجبور بھی نہیں کیا جاسکتا؛ کیونکہ بین الاقوامی قوانین کے تحت اگر کسی پروڈکٹ میں کسی عنصر کی مقدار دو فیصد یا اس سے کم ہے تو لیبل پر اس کا اظہار ضروری نہیں ہے۔

۴۔ جس چیز کو صارف حرام سمجھتا ہو ضروری نہیں کہ وہ شریعت میں بھی حرام ہو، مثلاً الکحل اگر چار حرام شرابوں میں کسی ایک سے کشید نہیں کیا گیا ہے اور اتنی کم مقدار میں شامل کیا گیا ہے کہ نشہ کی حد تک نہیں پہنچتا تو شرعی لحاظ سے اس کے استعمال کی اجازت ہے۔ اسی گنجائش کی وجہ سے امریکہ میں حلال تصدیقی ادارے افانکا نے کسی پروڈکٹ میں اعشاریہ ایک فیصد الکحل کی اجازت دی ہے۔

۵۔ صارفین کا عمومی رویہ کچھ اس طرح کا ہوتا ہے کہ وہ کھوج کرید کرنے اور زیادہ گہرائی میں جانے کی زحمت گوارہ نہیں کرتے خصوصاً تحریر کو تو بہت کم ملاحظہ کرتے ہیں، بجلی اور گیس وغیرہ کے بلوں پر متعلقہ محکموں نے ضروری قوانین درج کیے ہوتے ہیں، جان بچانے والی ادویہ پر ضروری ہدایات درج ہوتی ہیں، مگر لاکھوں میں شاید گنتی کے چند ہی اس کو پڑھنے کی زحمت گوارہ کرتے ہیں، اور اگر کوئی استثنائی مثال ایسی ہو کہ کوئی صارف احتیاط پر عمل پیرا ہوتے ہوئے معلوم کرنے کی کوشش کرنے تو اول تو اس کے لیے پروڈکٹ پر درج اجزاء ترکیبی کا سمجھنا ہی مشکل ہوتا ہے، اور جب مینوفیکچرر کسی قلیل حرام جز کے اظہار کا پابند ہی نہیں تو صارف کے لیے اصل حقیقت جاننا ناممکن ہوجاتا ہے، اور اگر وہ مشکوک سمجھ کر کسی پروڈکٹ کے تمام اجزاء ترکیبی معلوم کرنا چاہے تو ایسا اس پروڈکٹ کے کیمیائی تجزیے کے بغیر ممکن نہیں، اور کیمیائی تحلیل صارف تو درکنار کسی حلال سرٹیفکیشن باڈی کے لیے بھی ایک مستقل نظم کے طور پر ممکن نہیں؛ کیونکہ مصنوعات کی کثرت، وسائل کی قلت اور مطلوبہ آلات کی عدم دستیابی سمیت بے شمار وجوہات ایسی ہیں کہ کسی مجاز اتھارٹی کے لیے بھی اس معیار پر پروڈکٹ کا جانچنا ممکن نہیں۔

اگر تصویر کے اس رخ کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی چیز میں حرام جز بہت کم بالکل نہ ہونے کے برابر استعمال کیا گیا ہو تو اسکے استعمال کی اجازت ہونی چاہیے۔

۶ اگر ایک دوسرے پہلو سے دیکھیں تو ایسے مصنوعات کا استعمال جائز نہیں ہونا چاہیے؛ کیونکہ حرام حرام ہے اگر چہ مقدار میں کم ہو، اور تھوڑا حرام بقیہ حلال کو بھی حرام بنادیتا ہے جیسا کہ پیشاب کا ایک قطرہ پورے ڈرم کو ناپاک کردیتا ہے۔ ہم ایسی اشیاء کے استعمال پر مجبور بھی نہیں ہیں اور اگر مجبور ہوئے تو شریعت کا

قانون ضرورت موجود ہے اس کے تحت مجبور حضرات کو تو گنجائش مل سکتی ہے مگر عام لوگوں کو اجازت نہیں ہو سکتی۔ قلت اور کثرت کی بحث بھی زیادہ معقول نہیں؛ کیونکہ مدار قلت اور کثرت پر نہیں بلکہ اہمیت اور ضرورت پر ہونا چاہیے۔ بسا اوقات کوئی چیز مقدار میں قلیل ہوتی ہے مگر کردار میں بہت اہم ہوتی ہے جیسا کہ نمک کی مقدار کم ہوتی ہے مگر ذائقے کا مدار اس پر ہوتا ہے، اور کبھی کوئی جز قلیل ہوتا ہے مگر وہی اہم عنصر اور پروڈکٹ کی جان اور اس کے استعمال سے مطلوب ہوتا ہے تو کیا ایسی صورتوں میں بھی اس فلسفے پر عمل کیا جائے گا کہ جس جز کا تناسب بہت کم ہو اس کے استعمال کی اجازت ہوگی؟

دونوں متضاد پہلوؤں کو ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ مسئلہ اچھی طرح واضح ہو جائے اور اس کا ہر رخ سامنے آجائے تا کہ ہم بصیرت کے ساتھ کسی نتیجے پر پہنچ سکیں۔ اگر ہم غالب اور مغلوب کے اصول کو لیں اور یوں کہیں کہ جب حلال کو غلبہ اور اکثریت حاصل ہو تو غالب اور اکثر کا اعتبار کرتے ہوئے پروڈکٹ کو حلال ہونا چاہیے تو شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی؛ کیونکہ جب حلال اور حرام جمع ہوتے ہیں تو غلبہ حرام کو حاصل ہوتا ہے: "إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام" مشہور قاعدہ ہے۔

بہر حال غالب اور مغلوب کا قاعدہ اس بحث میں مفید نہیں ہو سکتا ہے؛ البتہ ایک دوسرے پہلو سے ایسے مصنوعات کے استعمال کی گنجائش نکل سکتی ہے، وہ پہلو یہ ہے کہ شریعت کا عمومی مزاج سہولت اور آسانی کا ہے اور جب تنگی اور مشقت عمومی نوعیت کی ہو اور اس میں ابتلاء عام ہو اور بچنا مشکل ہو تو پھر شریعت بڑی وسعت اور سخاوت کے ساتھ اور بہت فیاضی اور کشادہ دلی سے گنجائش دیتی ہے۔ اس اصول کو مدلل کرنے کی ضرورت بھی نہیں؛ کیونکہ سہولت اور تیسیر خود دلیل ہے۔ اس کے ساتھ شریعت کا یہ بھی قاعدہ ہے کہ: القليل مغتفر یعنی قلیل مقدار معاف ہے۔

قاعدہ بالا کے ہم معنی یہ قواعد بھی ہیں:

اليسير معفو عنه... اليسير مغتفر... القليل كالمعدوم... اليسير تجري المسامحة فيه

اگر ہم مختلف فقہی ابواب کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ شریعت قلیل مقدار کو نظر انداز کر دیتی ہے مثلاً:

۱۔ کپڑوں پر سوئی کے ناکے کے برابر پیشاب کی چھینٹیں لگتی ہیں تو وہ معاف ہیں۔

۲۔ نماز کے دوران قبلہ سے معمولی انحراف ہو جائے تو نماز ہو جاتی ہے۔

۳۔ دوران نماز ستر معمولی طور پر کھل جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔

۴۔ معمولی تاخیر سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔

۵۔ عمل قلیل نماز میں معاف ہے۔

۶۔ روزے میں اگر بہت معمولی چیز حلق میں چلی جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۷۔ زکوۃ میں دو نصابوں کے درمیان کی مقدار معاف ہوتی ہے۔

۸۔ بیع میں اگر ایجاب اور قبول میں معمولی وقفہ ہو تو شریعت پھر بھی ایجاب کا قبول کے ساتھ اتصال مانتی ہے۔

۹۔ یمین سے استثناء کرتے وقت اگر کھانسی وغیرہ کے عذر سے معمولی تاخیر ہو جائے تو شریعت اس تاخیر کو تاخیر نہیں سمجھتی۔

۱۰۔ مبیع، ثمن اور مدت میں معمولی جہالت معاف ہے۔

۱۱۔ اجارہ میں اگر مدت اجارہ کے اندر معمولی جہالت ہو اور عام طور پر گوارہ کر لی جاتی ہو تو اس سے عقد اجارہ فاسد نہیں ہوتا۔

۱۲۔ مبیع میں اگر معمولی عیب ہو تو اس کا اعتبار نہیں۔

۱۳۔ غبن یسیر اور غرر یسیر بھی معاف ہے۔

۱۴۔ قربانی کے جانور میں معمولی عیب معاف ہوتا ہے۔

۱۵۔ مردوں کے لیے ریشم کی قلیل مقدار کا استعمال جائز ہے۔

۱۶۔ جانور ذبح کرتے وقت اگر تسمیہ اور ذبح میں معمولی فصل آجائے تو اس سے جانور مردار نہیں ہوتا۔

۱۷۔ وقف جائیداد کو اجرت مثل پر دینا ضروری ہے لیکن اجرت مثل سے معمولی کمی جائز ہے۔

ان تمام مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ شریعت کا مزاج یہ ہے کہ وہ قلیل مقدار معاف کردیتی ہے، اس لیے غذائی مصنوعات میں اگر بہت قلیل مقدار میں غیر شرعی عنصر شامل ہو تو اسے معاف ہونا چاہیے۔

اگر اس نظریے کو تسلیم کرلیا جائے کہ قلیل مقدار معاف ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوگا کہ قلیل سے مراد کیا ہے؛ کیونکہ قلیل کا کوئی ایک معیار طے شدہ نہیں، معاملات میں قلیل کچھ ہے تو ماکولات ومشروبات میں کچھ اور، فعل اور عمل کے لیے قلیل کی جو کسوٹی ہے وہ قدر اور مقدار کے لیے نہیں ہے، حقوق العباد میں قلیل کا معیار جتنا سخت ہے، حقوق اللہ میں اتنا ہی نرم اور لچک دار ہے، پھر ایک ہی چیز ایک معاملہ میں قلیل سمجھ کر نظر انداز کی جاتی ہے تو دوسرے معاملے میں اس سے چشم پوشی نہیں کی جاتی، مثلاً لوہے اور پتھر کی خرید وفرخت کے وقت کلو اور من کو بھی کم سمجھا جاتا ہے لیکن سونے کی خرید وفروخت ہو تو رتی اور ماشے کا بھی حساب کیا جاتا ہے، خود شریعت نے کسی جگہ چوتھائی کو اور کبھی تہائی اور کبھی نصف سے کم کو قلیل کہا ہے۔

جب قلیل کا کوئی ایسا متعین اور لگا بندھا معیار نہیں ہے جو تمام مسائل میں اصل اور بنیاد کا کام دے سکے تو سب سے پہلے ہمیں غذائی مواد کے لیے قلیل کا معیار طے کرنا چاہیے۔

اس کے ساتھ شریعت کسی چیز کے داخلی اور خارجی استعمال میں فرق کرتی ہے۔ عین ممکن ہے بلکہ امر واقعہ ہے کہ ایک ہی شئی کا خوردنی اور داخلی استعمال تو ناجائز ہو مگر بیرونی اور خارجی استعمال جائز اور حلال ہو، لہذا ہمیں داخلی اور خارجی کا فرق بھی روا رکھنا ہوگا۔

یہ سوال کہ حرام کے امتزاج اور آمیزش کے بعد کسی چیز کا استعمال جائز ہے یا نہیں، صرف اور صرف صارف کے نقطہ نظر سے ہے، صانع کے نقطہ نظر سے مسئلے کی مختلف صورتیں ہوں گی جن کے احکام علیحدہ ہوں گے۔

یہ تمام بحث اس بنیاد پر ہے کہ کسی چیز میں حرام موجود ہو لیکن بہت کم مقدار میں ہو، لیکن اگر حرام حرام نہ رہے بلکہ بدل کر حلال ہوجائے جیسا کہ انقلاب ماہیت کی صورت میں ہوتا ہے تو قلیل وکثیر کی ساری بحث ہی ختم ہوجاتی ہے۔ لہذا اگر کیمیائی عمل کے نتیجے میں غذائی مواد کے ماہرین اور اہل فتوی حضرات قرار دیں کہ قلب ماہیت کے باعث کوئی حرام جز بدل گیا ہے تو وہ پورا پروڈکٹ حلال کہلائے گا۔

آخری نکتہ جو آگے بڑھنے سے پہلے ملحوظ رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ شریعت کے قانون ضرورت کے تحت اگر کسی مجبور یا بیمار شخص کو حرام استعمال کرنے کی اجازت مل جائے تو وہ صورت ہماری گفتگو سے خارج ہے؛ کیونکہ ضرورت کے اصول کچھ اور ہیں۔

قلیل کا معیار:

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ شریعت جس قلیل سے چشم پوشی کرتی ہے اس قلیل کا تعین ہونا چاہیے؛ لیکن جس طرح فقہ کے تمام ابواب کے لیے قلیل کی کوئی ایک مقدار متعین نہیں، اسی طرح غذائی اجناس اور ماکولات ومشروبات کے بارے میں بھی قلیل کی کوئی خاص مقدار متعین نہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جو اشیاء حرام ہیں وہ کسی ایک سبب کی بنا پر نہیں بلکہ مختلف اسباب کی بنا پر حرام ہیں اور جب اسباب مختلف ہیں تو لامحالہ مقدار بھی مختلف ہوگی۔ وہ اسباب جن کی بنا پر شریعت کسی چیز کو حرام قرار دیتی ہے، علماء شریعت نے استقراء کے بعد قرار دیا ہے کہ پانچ اسباب ہیں:

ضرر، سکر، خبث، کرامت، نجاست۔

ان اسباب میں سے ہر سبب کا دائرہ مختلف ہے مثلاً کوئی چیز مضر ہو تو ضروری نہیں کہ وہ نجس بھی ہو اور جو نجس ہو تو لازم نہیں کہ وہ مسکر بھی ہے اور جو مکرم ومحترم ہو تو اس کا مضر ومسکر اور خبیث ونجس ہونا لازم نہیں۔ مزید یہ کہ اشیاء مختلف ہیں، کبھی کسی شئی کا ایک جز پاک تو دوسرا ناپاک ہوتا ہے، ایک مقدار میں خبث ہوتا ہے تو اس سے کم مقدار خبث سے خالی ہوتی ہے، ایک ہی شئی ایک شخص کے لیے حرام تو دوسرے کے لیے حلال ہوسکتی ہے، لہذا قلیل کی مقدار کو اسی وقت معلوم کیا جاسکتا ہے جب یہ معلوم ہو کہ اس کی حرمت مذکورہ اسباب حرمت میں سے کس وجہ سے ہے؟

مضرت:

اگر حرمت کا سبب مضرت ہو تو اس کی اتنی مقدار کا استعمال جائز ہوگا جو مضرت کا باعث نہ ہو؛ کیونکہ حرمت کی علت مضرت ہے اور جب مضرت نہ ہو تو پھر حرمت بھی نہیں۔

جب وجہ حرمت مضرت ہو تو اگر کوئی چیز مفرد حیثیت سے مضر نہ ہو لیکن مجموعہ میں جا کر وہ مضر بن جاتی ہو تو ضرر کی علت کی وجہ سے اس کا استعمال ناجائز ہوگا، اس کے برعکس اگر ایک چیز مفرد حیثیت سے ضرر رساں ہو لیکن کسی دوسری چیز کی آمیزش سے اس کا نقصان دور ہو جاتا ہو تو اس کا استعمال جائز ہوگا۔

''أما المعادن فهي أجزاء الأرض وجميع ما يخرج منها فلا يحرم أكله إلا من حيث أنه يضر بالأكل'' (احياء علوم الدين ۲/ ۹۲)۔

بہشتی زیور حصہ نہم، ص: ۹۸ میں ہے: اگر مضر چیز کا نقصان کسی طرح جاتا رہے یا نشی میں نشہ نہ رہے تو ممانعت بھی نہ رہے گی۔

جب مضر اور غیر مضر مل جائیں تو اگر ملانے سے نقصان جاتا رہے تو ممانعت بھی جاتی رہے گی (ایضاً ص: ۱۰۸)۔

کرامت:

کرامت سے مراد یہ ہے کہ وہ شئی باعث تکریم و تعظیم ہو۔ کائنات میں حق تعالی شانہ نے انسان کو کرامت اور عزت بخشی ہے؛ اس لیے انسان کا کوئی جز براہ راست کھانا یا کسی چیز میں ملانا حرام ہے اور جس شئی میں انسانی اعضاء میں سے کسی کی آمیزش ہو تو قلیل و کثیر کی تفریق کیے بغیر اس کا استعمال حرام ہے، چاہے وہ انسانی جز خود پاک ہو جیسے بال، ناخن اور ہڈی، یا خود ناپاک ہو جیسے خون اور فضلہ وغیرہ۔

''لو وقع جزء من آدمي ميت في قدر ولو وزن دانق حرم الكل لا لنجاسته فإن الصحيح أن الآدمي لا ينجس بالموت ولكن لأن أكله محرم احتراما لا استقذارا'' (احياء علوم الدين ۲/ ۹۳)۔

''جلدة آدمي إذا وقعت في الماء القليل تفسده إذا كانت قدر الظفر والظفر لو وقع بنفسه لا يفسده. الكافر الميت نجس قبل الغسل وبعده وكذلك الميت وعظم الآدمي نجس وعن أبي يوسف أنه طاهر والأذن المقطوع والسن المقلوعة طاهرتان في حق صاحبهما، وإن كانتا أكثر من قدر الدرهم وهذا قول أبي يوسف وقال محمد في الأسنان الساقطة إنها نجسة، وإن كانت أكثر من قدر الدرهم، وفي قياس قوله الأذن نجس وبه نأخذ. وقال محمد في صلاة الأثرس وقعت في الماء القليل يفسد وإذا طحنت في الحنطة لا تؤكل وعن أبي يوسف إن سنه طاهر في حقه حتى إذا أثبتها جازت الصلاة، وإن أثبت سن غيره لا يجوز وقال بينهما فرق، وإن لم يحضرني وسن الكلب والثعلب طاهرة وجلد الكلب نجس وشعره طاهر هو المختار وماء فم الميت نجس بخلاف ماء فم النائم فإنه طاهر'' (البحر الرائق شرح كنز الدقائق ۲/ ۴۰۶)۔

(قوله: جلده الآدمي إذا وقعت في الماء القليل إلخ) قال ابن أمير حاج وإن كان دونه لا يفسده صرح به غير واحد من أعيان المشايخ ومنهم من عبر بأنه إن كان كثيرا أفسده وإن كان قليلا لا يفسده وأفاد أن الكثير ما كان مقدار الظفر وأن القليل ما دونه، ثم في محيط الشيخ رضي الدين تعليلا لفساد الماء بالكثير؛ لأن هذا من جملة لحم الآدمي، وقد بان من الحي فيكون نجسا إلا أن في القليل تعذر الاحتراز عنه فلم يفسد الماء لأجل الضرورة وفيه قبل هذا قال محمد عصب الميتة وجلدها إذا يبس فوقع في الماء لا يفسده؛ لأن باليبس زالت عنه الرطوبة النجسة''۔

ومشى عليه في الملتقط من غير عزو إلى أحد فعلى هذا ينبغي تقييد جلد الآدمي الكثير في هذه المسألة بكونه رطبا، ثم لا يخفى أن فساد الماء به بعد ذلك مقيد بكونه قليلا (البحر الرائق شرح كنز الدقائق ۲/ ۴۱۰)۔

سکر:

سکر سے مراد نشہ ہے، اور نشہ سے مراد یہ ہے کہ عقل مغلوب ہوجائے اور ھذیان غالب ہوجائے اور انسان بہکی بہکی باتیں کرنے لگے۔ اگر نشہ آور شئی جامد ہے تو اس کی اتنی مقدار کا استعمال جائز ہے جس سے نشہ نہ ہو خواہ یہ مقدار پورے پروڈکٹ میں دوتین فیصد ہو یا اس سے کم یا زیادہ ہو؛ کیونکہ علت نشہ ہے اور جب نشہ نہیں تو حرمت بھی نہیں۔ اگر نشہ آور جز سیال ہے اور چار حرام شرابوں میں سے کوئی ایک نہیں تو اس کے قدر غیر مسکر کا استعمال بھی جامد نشہ آور اشیاء کی طرح جائز ہے، البتہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ اشربہ اربعہ کے علاوہ دیگر مسکرات کا خارجی استعمال جائز ہے اور داخلی استعمال بھی اس حد تک جائز ہے کہ نشہ نہ ہو۔

اگر نشہ آور شئی چار حرام شرابوں میں سے کوئی ایک ہے تو اس کا مطلقا استعمال ناجائز ہے؛ خواہ اس کی مقدار کم ہو یا زیادہ، اور اس سے نشہ ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو، خوردنی استعمال کے علاوہ اشربہ اربعہ کا بیرونی استعمال بھی جائز نہیں، اور جس طرح صارف کے لیے ایسی مصنوعات کا استعمال حرام ہے جس میں اشربہ اربعہ میں سے کوئی ایک شراب شامل ہو ایسے ہی صانع کے لیے بھی اس حرام شراب کا ملانا حرام ہے۔

’’و أما النبات فلا يحرم منه إلا ما يزيل العقل أو يزيل الحياة أو الصحة فمزيل العقل البنج والخمر وسائر المسكرات ومزيل الحياة السموم ومزيل الصحة الأدوية في غير وقتها وكأن مجموع هذا يرجع إلى الضرر إلا الخمر و المسكرات فإن الذى لايسكر منها ايضا حرام مع قلته لعينه ولصفته وبي الشدة المطربة‘‘ (احیاء علوم الدین ۲/ ۹۲)۔

خبث:

خبث سے مراد یہ ہے کہ ایک سلیم الفطرت انسان اس کو طبعی طور پر ناپسند کرے اور اس کا مزاج اس سے گھن کھائے اور طبیعت نفرت کرے۔ طبیعت کا کسی شئی سے گھن کھانا بعض اوقات مقدار کی کمی بیشی کے بغیر مطلق ہوتا ہے، مثلا ایک صحیح فطرت انسان کو خبر ملے کہ بھرے مٹکے میں ایک قطرہ پیشاب ڈال گیا ہے تو اس کی طبیعت استعمال پر آمادہ نہ ہوگی، کبھی مقدار کا کم یا زیادہ ہونا خبث کے ہونے یا نہ ہونے میں اثر رکھتا ہے، مثلا پورے دیگ میں ایک مکھی کے گرنے سے طبیعت گھن نہیں کھاتی، اس لیے دیگ کا استعمال جائز ہوگا، لہذا جن اشیاء کی حرمت خبث کی بنا پر ہو اگر وہ شئی خود یا اس سے بنا ہوا کوئی جز ترکیبی کسی پروڈکٹ میں ملایا گیا ہو، مگر مقدار میں اتنا کم ہو کہ طبیعت کو اس سے گھن نہ آئے تو اس کا استعمال جائز ہوگا۔

مگر اس پر اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فقہاء نے اس سلسلے میں جو مثالیں دی ہیں وہ عام طور پر وہ ہیں جن سے بچنا مشکل ہے، مثلا دیگ میں مکھی گر جائے یا شوربے میں چیونٹی پک جائے یا کسی چیز میں خود ہی کوئی کیڑا نکل آئے، بالفاظ دیگر مچھر یا چیونٹی خود گر کر مرجائے تو اس کا کھانا اور بات ہے اور خود کیڑے مار مار کر شامل کرنا ایک دوسری بات ہے۔ آج کل یہی دوسری صورت اختیار کی جاتی ہے؛ کیونکہ کیڑوں مکوڑوں کی باقاعدہ صنعت قائم ہوگئی ہے، ان کی افزائش کی جاتی ہے اور پھر ان سے رنگ کشید کر کے میک اپ کے سامان، ادویہ اور غذائی مواد میں ڈالا جاتا ہے۔ مثال کے طور کوچنیل کیڑے سے کارمائن، اور لیک نامی کیڑے سے شیلاک نکالا جاتا ہے اور پھر مختلف مصنوعات میں شامل کیا جاتا ہے، تو کیا صرف اس بنا پر کیڑوں مکوڑوں کے استعمال کی اجازت ہوگی کہ مجموعے میں جاکر اس کا خبث معلوم نہیں ہوتا اور استقذار ختم ہوجاتا ہے؟

اگر اس پہلو سے غور کیا جائے تو صانع کے لیے مستخبث اشیاء کو مصنوعات میں ملانا جائز معلوم نہیں ہوتا۔ دوسری طرف اگر کوئی خبث رکھنے والی شئی مثلا مکھی وغیرہ دیگ میں گر جائے تو فقہاء اس بنا پر اس کا استعمال جائز قرار دیتے ہیں کہ اتنی مقدار میں استخباث نہیں ہوتا، اس طرح کی تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی شئی مستخبث کی حد سے نکل جائے تو اس کا استعمال جائز ہونا چاہیے۔ مگر حق بات یہ ہے کہ مکھی وغیرہ کے گرنے سے سالن کے استعمال کا جائز ہونا مراد ہے؛ کیونکہ مکھی پاک ہے، خود مکھی کا کھانا جائز نہیں ہوتا؛ کیونکہ مکھی میں خبث کی علت بھی ہے اور خون بھی ہے، اور مکھی کا خون اگرچہ سائل نہیں مگر کھانا اس کا بھی جائز نہیں۔

’’وما لم يذبح ذبحا شرعيا أو مات فهو حرام ولا يحل إلا ميتتان السمك والجراد وفي معناهما ما يستحيل من الأطعمة كدود التفاح والخل والجبن فإن الاحتراز منهما غير ممكن فأما إذا أفردت وأكلت فحكمها حكم الذباب والخنفساء والعقرب وكل ما ليس له نفس سائلة لا سبب في تحريمها إلا الاستقذار ولو لم يكن لكان لا يكره فإن وجد شخص لا يستقذره لم يلتفت إلى خصوص طبعه فإنه التحق بالخبائث لعموم الاستقذار فيكره أكله كما لو جمع المخاط وشربه كره ذلك وليست الكراهة لنجاستها فإن الصحيح أنها لاتنجس بالموت إذ أمر رسول الله ﷺ بأن

يمقل الذباب في الطعام إذا وقع فيه (حديث الأمر بأن يمقل الذباب في الطعام إذا وقع فيه، رواه البخاري من حديث أبي هريرة) وربما يكون حارا ويكون ذلك بسبب موته ولم تحرت نملة أو ذبابة في قدر لم يجب إراقتها إذ المستقذر هو جرمه إذا بقي له جرم ولم ينجس حتى يحرم بالنجاسة وهذا يدل على أن تحريمه للاستقذار" (احياء علوم الدين ۲/ ۹۲، ۹۳)۔

"بہشتی زیور" میں ہے:

"جاننا چاہئے کہ شریعت مطہرہ میں استعمال کے منع ہونے کی وجہیں چار ہیں: نجاست..... مضر ہونا..... استخباث، یعنی طبیعت سلیمہ کا اس سے گھن کرنا، جیسے کیڑے مکوڑوں میں، اور نشہ لانا" (بہشتی زیور، نواں حصہ، ص: ۱۹، میر محمد کتب خانہ)۔

مذکورہ بالا عبارت سے کچھ پہلے ایک دوسرے مقام پر ہے:

"..... اسی طرح سرکہ کو مع کیڑوں کے کھانا یا کسی معجون وغیرہ کو جس میں کیڑے پڑ گئے ہوں، مع کیڑوں کے یا مٹھائی کو مع چیونٹیوں کے کھانا درست نہیں، اور کیڑے نکال کر درست ہے" (بہشتی زیور، نواں حصہ، ص: ۱۰۴)۔

فتاویٰ مظاہر العلوم میں ہے:

"مکھی غیر ذی دم مسفوح ہے، لہذا جب سالن میں گر جاتی ہے تو اس کے مرنے سے سالن ناپاک نہیں ہوتا، لہذا اس سالن کا کھانا شرعاً جائز قرار پایا، اور چونکہ مکھی منجملہ خبائث کے ہے اور تمام خبائث کا کھانا حرام ہے، لہذا مکھی کا کھانا اور کھلانا حرام ہوگا"

(کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاکل والشرب ۱/ ۲۹۸، ط: مکتبۃ الشیخ)۔

نجاست:

پروڈکٹ میں کوئی نجس چیز ملانا نہ تو صانع کے لیے جائز ہے اور نہ ہی صارف کے لیے اس کا استعمال جائز ہے؛ کیونکہ نجس چیز کے ملنے سے مجموعہ نجس ہوتا ہے اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حرام مقدار میں کم اور نہ ہونے کے برابر ہے۔ نجس جز پر مشتمل پروڈکٹ کا جس طرح داخلی استعمال منع ہے اسی طرح خارجی استعمال بھی جائز نہیں، البتہ اس اصول سے استثناء صرف اس صورت میں مل سکتا ہے جب نجس چیز نہ چاہتے ہوئے کسی شئی میں شامل ہو جائے اور اس سے بچنا بھی مشکل ہو اور خود نجس چیز مقدار میں بہت معمولی ہو، مثلاً چوہے کی مینگنی گندم میں پس جائے یا دودھ دوہتے وقت ایک دو مینگنیاں دودھ میں گر جائیں اور ٹوٹنے سے پہلے نکال دی جائیں اور دودھ میں اس کا کوئی اثر بھی ظاہر نہ ہو۔

حاصل بحث:

- حاصل یہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی شئی مضرت یا خبث کی وجہ سے حرام ہو مگر مجموعے میں جا کر اس کا خبث دور ہو جائے اور مضرت نہ رہے تو اس کا استعمال جائز ہوگا۔
- اگر کسی چیز میں چار حرام شرابوں میں سے کوئی ایک شامل ہو تو وہ پروڈکٹ نجس ہونے کی بنا پر حرام ہے، اگرچہ اس میں نشہ نہ ہو۔
- اگر پروڈکٹ میں انسان کا کوئی جز یا اس سے ماخوذ کوئی جز شامل ہے یا کوئی نجس شئی شامل ہے تو اس کا استعمال جائز نہیں۔

"مبحث في بول الفأرة وبعرها وبول الهرة (قوله: وكذا بول الفأرة إلخ) اعلم أنه ذكر في الخانية أن بول الهرة والفأرة وخرأها نجس في أظهر الروايات يفسد الماء والثوب، ولو طحن بعر الفأرة مع الحنطة ولم يظهر أثره يعفى عنه للضرورة، وفي الخلاصة: إذا بالت الهرة في الإناء أو على الثوب تنجس، وكذا بول الفأرة، وقال الفقيه أبو جعفر: ينجس الإناء دون الثوب اه، قال في الفتح: وهو حسن لعادة تخمير الأواني، وبول الفأرة في رواية لا بأس به، والمشايخ على أنه نجس لخفة الضرورة بخلاف خرئها، فإن فيه ضرورة في الحنطة، اه. والحاصل أن ظاهر الرواية نجاسة الكل، لكن الضرورة متحققة في بول الهرة في غير المائعات كالثياب، وكذا في خرء الفأرة في نحو الحنطة دون الثياب والمائعات، وأما بول الفأرة فالضرورة فيه غير متحققة إلا على تلك الرواية التي ذكر الشارح أن علينا

الفتوی، لکن عبارة التاتارخانية: بول الفأرة وخرؤها نجس، وقيل بولها معفو عنه وعليه الفتوى، وفي الحجة الصحيح أنه نجس، اھ۔ ولفظ الفتوى وإن كان آكد من لفظ الصحيح إلا أن القول الثاني هنا تأيد بكونه ظاهر الرواية فافهم، لكن تقدم في فصل البئر أن الأصح أنه لا ينجسه وقد يقال: إن الضرورة في البئر متحققة، بخلاف الأواني، لأنها تخمر كما مر فتدبر'' (رد المحتار ۲/ ۴۷۶)۔

مردار کی ہڈی کا حکم:

آج کل مرغیوں کی خوراک میں جانوروں کی ہڈی کا استعمال ہوتا ہے، اسی طرح فوڈ انڈسٹری کثرت کے ساتھ جیلاٹن کا استعمال کرتی ہے۔ اگر چہ پاکستان میں اب حلال جیلاٹن بنانے والی کمپنیاں وجود میں آگئی ہیں مگر بڑے پیمانے پر اب بھی مغربی ممالک اسے تیار کرتے ہیں اور اس کا بڑا ماخذ جانور کی ہڈی ہے جب کہ غیر مسلم ممالک میں ذبیحہ غیر شرعی ہوتا ہے جو بحکم مردار ہے اور اسی مردار کی ہڈی سے جیلاٹن تیار کیا جاتا ہے، اس لیے سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا جیلاٹن جو مردار کی ہڈی سے بنایا گیا ہو، حلال ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب جیسا کہ ظاہر ہے اس پر موقوف ہے کہ مردار کی ہڈی کا کیا حکم ہے۔

تمام جانوروں کی ہڈیاں پاک ہیں خواہ جانور ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول اللحم ہو، اور خواہ شرعی طریقے پر ذبح کیا گیا ہو یا غیر شرعی طریقے پر ذبح کیا گیا ہو، اور جانور سمندری ہو یا خشکی کا ہو، اور اگر سمندری ہو تو مچھلی ہو یا مچھلی کے علاوہ کوئی اور جانور ہو، اور اگر خشکی کا جانور ہو تو اس میں دم ہو یا نہ ہو، اور اگر دم ہو تو دم سائل ہو یا غیر سائل ہو، سب کی ہڈی حلال ہے، البتہ درج ذیل اصناف کی ہڈیاں حرام ہیں:

۱۔ خنزیر کی ہڈی نجس اور حرام ہے؛ کیونکہ خنزیر اپنے تمام اعضاء سمیت نجس العین ہے۔

۲۔ انسان کی ہڈی پاک ہے مگر اس کی عظمت اور کرامت کی وجہ سے اس کی ہڈی کا استعمال حرام ہے۔

۳۔ مردار کی ہڈی پر دسومت اور چکنائی ہو تو اس کا استعمال حرام ہے؛ البتہ جن جانوروں میں دم نہ ہو یا دم تو ہو مگر سائل نہ ہو اس کی ہڈی پر اگر دسومت ہو تو اس کا استعمال حلال ہے۔

حاصل یہ ہے کہ سوائے خنزیر کے ہر جانور کی ہڈی پاک ہے، خواہ حلال ہو یا حرام، مذبوح ہو یا مردار؛ البتہ مردار کی ہڈی میں شرط ہے کہ اس پر دسومت نہ ہو، اور اگر جانور میں دم سائل نہ ہو تو اس کی ہڈی پر دسومت کا نہ ہونا بھی شرط نہیں۔

اس تفصیل کی روشنی میں ہڈیوں سے بننے والی خوراک کا حکم یہ ہے کہ:

۱۔ شرعی طور پر مذبوح حلال جانوروں کی ہڈیوں سے خوراک بنانا اور جانوروں کو کھلانا جائز ہے۔

۲۔ جو جانور حلال نہ ہو مگر شرعی طریقے پر ذبح کر دیا گیا ہو اس کی ہڈی سے بھی خوراک بنانا اور جانور کو کھلانا جائز ہے۔

۳۔ مردار کی ہڈی پر اگر رطوبت ہے تو خشک ہو جانے کے بعد اس سے خوراک بنانا جائز ہے۔

۴۔ ایسی خوراک جس میں انسانی ہڈی یا خنزیر کی ہڈی استعمال ہو، اس کا بنانا اور جانوروں کو کھلانا جائز نہیں۔

''ولا يجوز بيع شعر الإنسان والانتفاع به ولا بيع جلود الميتة قبل أن تدبغ فإذا دبغت فلا بأس ببيعها والانتفاع بها ولا بأس ببيع عظام الميتة وعصبها وعقبها وصوفها وشعرها وقرنها ووبرها والانتفاع بذلك كله'' (الجامع الصغير عبد الحی لکھنوی ۱/ ۳۲۸)۔

''قال ولا بيع جلود الميتة قبل أن تدبغ لأنه غير منتفع به قال عليه الصلاة والسلام: و لا تنتفعوا من الميتة بإهاب'' وهو اسم لغير المدبوغ على ما مر في كتاب الصلاة ولا بأس ببيعها والانتفاع بها بعد الدباغ لأنها قد طهرت بالدباغ وقد ذكرناه في كتاب الصلاة ولا بأس ببيع عظام الميتة وعصبها وصوفها وقرنها وشعرها ووبرها والانتفاع بذلك كله لأنها طاهرة لا يحلها الموت لعدم الحياة وقد قررناه من قبل والفيل كالخنزير نجس العين عند محمد رحمه الله وعندهما بمنزلة السباع حتى يباع عظمه وينتفع به '' (الهدايه شرح البدايه ۳/ ۴۶، فتح القدير لکمال بن الهمام ۱۵/ ۷۵)۔

دردی الخمر (Tartaric acid)

مائع اشیاء جیسے تیل، شہد اور شراب کی تہہ میں جو تلچھٹ رہ جاتی ہے اسے دردی کہتے ہیں، اسے روبہ یعنی خمیرہ بھی کہا جاتا ہے جو شیرہ پر شراب بنانے کی غرض سے ڈالا جاتا ہے۔ دردی الخمر شراب کی تلچھٹ اور کدورت کو کہتے ہیں۔ اس پر اتفاق ہے کہ عام شرابوں کی طرح یہ بھی حرام ہے، نجس ہے، اس سے فائدہ اٹھانا ناجائز وحرام ہے۔

حنفیہ کے علاوہ دیگر مسالک میں اس کا ایک قطرہ پینا بھی حد کا موجب ہے، البتہ احناف کے نزدیک اگر نشے سے کم مقدار میں دردی خمر استعمال کرلیا جائے تو حد واجب نہیں ہوگی؛ کیونکہ یہ شراب کی تلچھٹ اور کدورت ہوتی ہے اور اس وجہ سے رغبت اور شوق سے نہیں پی جاتی جس طرح دیگر حرام شرابیں پی جاتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ عادی شرابی اسے پسند نہیں کرتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خمریت کا وصف اسمیں ناقص ہے، اس نقص کی وجہ سے اس کے پینے والے پر حد واجب نہیں، مگر چونکہ یہ حرام اور نجس ہے اس لیے اس کا پینا اور استعمال میں لانا جائز نہیں، اور جس پروڈکٹ میں دردی خمر شامل ہو اس کا استعمال بھی جائز نہ ہوگا۔

جیسا کہ ذکر ہوا کہ دردی خمر شراب کا بقیہ اور تلچھٹ ہوتی ہے، جس میں خمر اور غیر خمر کے اجزاء مخلوط ہوتے ہیں، آجکل فلٹریشن کے عمل کی وجہ سے خمر کے اجزاء جدا اور الگ کر لیے جاتے ہیں اور پھر مختلف مصنوعات میں خاص طور پر ذائقہ بڑھانے کی غرض سے اس کی آمیزش کی جاتی ہے۔ تقطیر یعنی فلٹریشن کے عمل کی وجہ سے دردی خمر کے حکم میں کوئی تبدیلی نہیں آتی بلکہ مزید شدت پیدا ہوجاتی ہے؛ کیونکہ استخلاص سے پہلے وہ خمر اور غیر خمر کا مجموعہ تھا اور استخلاص کے بعد خالص خمر کے ذرات رہ گئے، جس کا نجس اور حرام ہونا اور اس سے انتفاع کا ناجائز ہونا غیر اختلافی ہے، البتہ اگر ایسی صورت ہو کہ دردی خمر کی ماہیت ہی بدل جاتی ہو تو پھر قلب ماہیت کے اصول کی وجہ سے اس کا استعمال جائز ہوگا۔

(ویکرہ شرب دردي الخمر والامتشاط به) لأنه من أجزاء الخمر، ولا يحد شاربهما لم يسكر لأنه ناقص، إذ الطباع السليمة تكرهه وتنبو عنه، وقليله لايدعو إلى كثيره فصار كغير الخمر" (الاختيار لتعليل المختار ۴/ ۱۰۸)۔

وبه يعلم أن الذى يستقطر من دردى الخمر المسمى بالعرق فى ولاية الروم نجس حرام كسائر أصناف الخمر. اهـ

. قال رحمه الله (ولا يحد شاربه إلا إذا سكر) يعني- لا يحد شارب دردي الخمر إلا إذا سكر وقال الشافعي: يحد شاربه سكر أو لم يسكر؛ لأن الحد يجب في الخمر بشرب قطرة وفي الدردي قطرات، قلنا وجوب الحد للزجر فيما ترغب النفس فيه وتميل إليه والنفس لا ترغب في شرب الدردي ولا تميل إليه فكان ناقصا فلا يحد فأشبه غير الخمر من الأشربة فلايحد ما لم يسكر ودردي الخمر هو التفل ويكره الاحتقان بالخمر وإقطاره فى الإحليل؛ لأنه انتفاع بالنجس المحرم وتقدم الكلام فيما إذا أخبر به طبيب حاذق وفى المحيط ولو سقى شاة خمرًا لا يكره لحمها ولبنها؛ لأن الخمر وإن كانت باقية فى معدتها فلم يختلط بلحمها وإن استحالت الخمر لحما فيجوز كما لو استحالت خلا إلا إذا سقاها كثيرا بحيث يؤثر في رائحتها الخمر فإنه يكره لحمها (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، مشكول ۲/ ۲۱۱)۔

ولو شرب دردي الخمر لا حد عليه إلا إذا سكر لأنه لا يسمى خمرا ومعنى الخمرية فيه ناقص لكونه مخلوطا بغيره فأشبه المنصف وإذا سكر منه يجب حد السكر كما في المنصف ويحرم شربه لما فيه من أجزاء الخمر ومن وجد منه رائحة الخمر أو قاء خمرا لا حد عليه لأنه يحتمل أنه شربها مكرها فلا يجب مع الاحتمال، ولا حد على أهل الذمة وإن سكروا من الخمر لأنها حلال عندهم، وعن الحسن بن زياد رحمه الله أنهم يحدون إذا سكروا لأن السكر حرام فى الأديان كلها، وما قاله الحسن حسن۔

ومنها بقاء اسم الخمر مشروب وقت الشرب فى حد الشرب؛ لأن وجوب الحد بالشرب تعلق به، حتى لو خلط الخمر بالماء، ثم شرب نظر فيه إن كانت الغلبة للماء لا حد عليه؛ لأن اسم الخمرية يزول عند غلبة الماء، وإن كانت الغلبة للخمر أو كانا سواء يحد؛ لأن اسم الخمر باق وهي عادة بعض الشربة أنهم يشربونها ممزوجة بالماء، وكذلك من شرب دردى الخمر لا حد عليه؛ لأن دردى الخمر لا يسمى خمرًا وإن كان لا يخلو عن أجزاء

الخمر (بدائع الصنائع ۱۰/ ۴۴۷)۔

مطلب العرق الذي يستقطر من دردي الخمر نجس حرام بخلاف النوشادر وقال في شرح المنية والظاهر أن وجه الاستحسان فيه الضرورة لتعذر التحرز وعليه فلو استقطرت النجاسة فمائيتها نجسة لانتفاء الضرورة فبقي القياس بلا معارض وبه يعلم أن ما يستقطر من دردي الخمر وهو المسمى بالعرق في ولاية الروم نجس حرام كسائر أصناف الخمر اھ (حاشية رد المحتار على الدر المختار ۱/ ۳۲۵، نیز دیکھئے: درر الحكام شرح غرر الاحكام ۵/ ۲۰۸، الخلاصة في أحكام أهل الذمة ۲/ ۳۶)۔

''دردي الخمر: أي كدره أو عكره، ودردي الشئ: مايبقى أسفله. فالمراد به: مافي أسفل وعاء الخمر من عكر''
(الفقه الاسلامی وادلته ۴/ ۱۷۶)۔

الکحل:

کوئی بھی چیز اتنی مقدار میں استعمال کرنا جس سے نشہ ہو حرام ہے، خواہ وہ نشہ آور چیز سیال ہو یا خشک، اگر سیال ہو تو انگور یا کھجور سے بنی ہوئی شراب ہو یا ان کے علاوہ کوئی اور شراب ہو، لیکن اگر انگور و کھجور کے علاوہ شراب ہو اور نشہ کی مقدار استعمال نہ کی جائے اور مقصد بھی لہو ولعب نہ ہو تو شیخین کے نزدیک اتنی مقدار پاک بھی ہے اور حلال بھی ہے، اصول فتوی کے لحاظ سے شیخین کا قول قوی ہے، عموم بلوی کی وجہ سے بھی اس پر فتوی مناسب ہے اور ضرورت وحاجت کا قاعدہ بھی قول شیخین پر فتوی کا تقاضا کرتا ہے۔ آج کل ماکولات، مشروبات، ادویات اور خوشبویات میں الکحل کا استعمال عام ہے اور زیادہ تر اشربہ اربعہ کے علاوہ اشیاء سے بنا ہوا الکحل استعمال کیا جاتا ہے؛ اس لیے صرف اس وجہ سے کوئی شئی حرام نہ ہوگی کہ اس میں الکحل ملا ہوا ہے جب تک یہ تحقیق نہ ہو کہ اس میں اشربہ اربعہ سے کشید کیا ہوا الکحل شامل ہے۔

الحاصل الکحل اگر انگور و کھجور کے علاوہ کسی اور شئی سے کشید کیا گیا ہو تو دوا کے لیے یا کسی اور جائز مقصد کے لیے اس کا استعمال جائز ہے بشرطیکہ نشہ کی مقدار استعمال نہ کرے اور نشہ سے کم مقدار نجس بھی نہیں؛ اس لیے اس کی آمیزش سے مرکب نجس بھی نہیں کہلائے گا۔ مختلف مصنوعات میں چونکہ اس کا استعمال بہت معمولی مقدار میں ہوتا ہے اس لیے الکحل ملی اشیاء کا استعمال جائز ہوگا۔

حوالہ جات:

۱۔ احسن الفتاوی کتاب الاشربہ ۸/ ۴۸۴۔ ۲۔ بحوث فی قضایا فقهیه معاصرة ۱/ ۳۴۰۔ ۳۔ طبی جوہر حصہ نہم بہشتی زیور۔

کیا ایسی جگہ سے حلال سرٹیفائڈ گوشت خریدا جاسکتا ہے جہاں حرام گوشت بھی ملتا ہو؟

بازار میں جب حلال اور حرام مخلوط ہوں تو اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں:

ایک یہ کہ کوئی ایسی علامت اور قرینہ نہ ہو جس سے حلال اور حرام میں فرق اور امتیاز کیا جاسکتا ہو۔

دوسرے یہ کہ کوئی علامت اور قرینہ موجود ہو جس سے دونوں میں فرق ہوسکتا ہو۔

پہلی صورت میں بھی بازار سے خریداری جائز ہے؛ کیونکہ حلت کا امکان موجود ہے، اور جب اس عدم تمیز کی صورت میں خریداری جائز ہے تو صورت ثانیہ میں بطریق اولی جائز ہوگی۔

''إذا اختلط الحلال بالحرام في البلد فإنه يجوز الشراء والأخذ إلا أن تقوم دلالة على أنه من الحرام'' (الاشباه والنظائر، القاعدة الثانية من الفن الأول ۱/ ۱۴۸، ط: ادارة القرآن، کراچی)۔

مذکورہ بالا مسائل کے علاوہ یہ مسئلہ بھی غور وفکر چاہتا ہے کہ کیا خنزیر اور حلال جانور ایک ہی چھت کے نیچے ذبح کئے جاسکتے ہیں؟ ان کے لیے ایک ہی فریزر استعمال ہوسکتا ہے؟ ایک ہی گاڑی میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاسکتا ہے؟ اور کیا ایسے ریسٹورنٹ میں کھانا جائز ہے جہاں حلال وحرام ایک ساتھ دیے جاتے ہوں۔ حلال کھانا بھی دستیاب ہے مگر شراب بھی مہیا کی جاتی ہے، یا پھر حلال گوشت کے ساتھ ساتھ خنزیر بھی پکایا جاتا ہو؟ ☆☆☆

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

مفتی محمد یحییٰ قاسمی[1]

غذا سے خون بنتا ہے۔ اور خون سے اجزاء، ترکیب وساخت، ماہیت، قوام، کیفیت ومزاج اور انسجہ وٹشوز بنتے ہیں۔ گویا غذا سے اعضائے انسانی بنتے، بڑھتے وارتقاء پذیر ہوتے ہیں۔ اعضائے بدن کے افعال، صحت، قوت مدافعت (Immunity force)، توانائی وحرارت اور انسانی کردار اور فکر وادراک سب غذا سے حاصل ہوتے ہیں۔ مختلف طریقوں (حلال وحرام) سے کمائی ہوئی غذا کھانے سے مختلف قسم (مختلف مزاج، کیفیت، اثرات، خواص وقوام) کا خون بنتا ہے۔ بچہ دودھ وغذا ہی سے جسمانی، روحانی، شعوری، جذباتی، اخلاقی نشوونما پاکر قوت اور صحت مند جوانی اور بڑھاپے تک پہنچتا ہے۔

اس لئے شریعت اسلامی نے غذا کے تعلق سے واضح احکامات بیان فرمائے ہیں؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے غذا کے حوالے سے ایک طرف لوگوں کو حلال کھانے کا حکم دیا؛ اس لئے کہ حلال صرف جسمانی صحت کے لئے ہی فائدہ مند نہیں بلکہ یہ تقویٰ، خوف خدا اور اس کے شکر بجالانے میں بھی اضافہ کا سبب ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اے ایمان والوں! اللہ کی دی ہوئی اچھی (طیبات) چیزیں کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو'' (سورہ بقرہ ۲، آیت ۱۷۲)، تو دوسری طرف ان اشیاء کو جو انسان کی اخلاقی کیفیت، طبعی افتاد اور جسمانی صحت کے لئے مضر ہو سکتا تھا ان کو حرام قرار دیا جس کو شریعت نے "خبائث" اور ناپاک سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ قرآن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے ارشاد ہے: ''جو لوگ کہ ایسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نبی امی کی اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس توریت وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں (جن کی صفت یہ بھی ہے) کہ وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لیے حلال بتلاتے ہیں اور گندی چیزوں کو بدستور ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں سو جو لوگ اس نبی (موصوف) پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کی اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں (سورہ اعراف ۷، آیت ۱۵۷)۔

ان چیزوں کو جو صحت کے لئے نقصاندہ اور مضر ہیں شریعت نے ان کو کھانے سے بھی منع کیا ہے؛ اس لئے کہ انسان کو مضرت سے بچانا شریعت کا بنیادی مقصد ہے، اور شریعت نے اس مقصد کو لفظ ''طیب'' سے بیان فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب قرآن نے کھانے کی بات کی تو صرف حلال ہی نہیں بلکہ ''طیب'' بھی کھانے کی تاکید کی ہے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''اے بنی اسرائیل (دیکھو) ہم نے تم کو تمہارے (ایسے بڑے) دشمن سے نجات دی اور ہم نے تم سے (تمہارے پیغمبر سے) کوہ طور کی داہنی جانب آنے کا وعدہ کیا اور (وادی تیہ میں) ہم نے تم پر من وسلویٰ نازل فرمایا، (اور اجازت دی کہ) ہم نے جو نفیس چیزیں تم کو دی ہیں ان کو کھاؤ اور اس (کھانے) میں حد (شرعی) سے مت گزرو کہیں میرا غضب تم پر واقع ہو جائے اور جس شخص پر میرا غضب واقع ہوتا ہے وہ بالکل گیا گزرا ہوا (سورہ طہٰ، آیت: ۸۰۔۸۱)۔ من وسلویٰ، خدا تعالیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل کے لئے عطیہ اور پاکیزہ وخوش ذائقہ قسم کی روزی تھی۔ اس آیت میں ''طیب'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، اور ''طیب'' اس چیز کو کہتے ہیں کہ جس سے انسان کے نفس اور حواس کو لذت حاصل ہو (مفردات راغب)۔ طیب کا ماخذ 'طاب' ہے یعنی لذیذ اور پاکیزہ ہو گیا (قاموس)۔

البتہ ''طیب'' کا ایک معنی حلال بھی ہے لیکن چونکہ یہ رزق منزل من اللہ تھا اس لئے اس کو حلال کے معنی میں نہیں لیا جا سکتا ہے جس کا مقابل 'حرام' ہے۔ بلکہ طیب معنی پاکیزہ ہی ہوگا۔ مزید برآں قرآن نے دوسری جگہ 'حلال اور طیب' کو متصلاً ذکر کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ حلال اور طیب میں من وجہ مغایرت ہے۔ لہٰذا 'طیب' کے معنی خوش ذائقہ اور پاکیزہ ہونے کے ہیں؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: 'سو جو چیزیں اللہ نے تم کو حلال اور پاک دی ہیں ان کو کھاؤ اور اللہ کی

[1] کوآرڈینیٹر حلال کمیٹی (دہلی آفس) جمعیۃ علماء مہاراشٹر۔

نعمت کا شکر کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو (سورہ نحل: ۱۱۴)۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے حلال کھانے کی بات کی ہے جو حلال ہونے کے ساتھ ساتھ 'طیب' بھی ہو، لہٰذا اب طیب کا مطلب ہوا کہ وہ شئی حلال ہو، پاک ہو، پاکیزہ ہو، صاف ستھری ہو، ابھی یا آئندہ جا کر نقصان دہ نہ ہو، جسمانی اور روحانی دونوں پہلوؤں سے مفید ہو، اور اسی لئے درج ذیل اشیاء اس بنا پر ممنوع ہیں کہ وہ طیب نہیں ہیں: ا۔ وہ اشیاء جو ناپاک ہوں۔ ۲۔ جو مضر اور نقصان دہ ہوں۔ ۳۔ جو نشہ آور ہوں۔ ۴۔ جو خبیث ہو یعنی وہ شئی جن سے صاف طبیعت اور ذوق سلیم کو گھن آتی ہو۔

لیکن آج صنعتی انقلاب کے نتیجہ میں انسانی استعمال کی اشیاء میں جو وسعت اور تنوع آیا ہے، اس کا سب سے زیادہ اثر شاید مسلمانوں کے نظام خوراک پر ہوا ہے۔ ایسی چیزیں اور مصنوعات مارکیٹ میں آئی ہیں جنہوں نے مقدار کے ساتھ ذائقوں میں بھی تفاوت پیدا کیا ہے۔ ان جدید مصنوعات میں بہت سی ایسی چیزیں استعمال ہوتی ہیں جو یا تو حلال ہی نہیں ہوتیں یا پھر وہ 'طیب' کے درجے سے باہر ہوتی ہیں۔ یعنی حلال چیزوں میں بھی معاون کے طور پر ایسے اجزاء استعمال کیے جاتے ہیں جو انسانی صحت کے لئے سخت نقصان کا باعث ہوتے ہیں۔ ان غذائی مصنوعات میں جی ایم فوڈ، کوچنیل (COCHINEAL)، ایل-سیسٹائن، شیلاک وغیرہ جدید مصنوعات کی اہم مثالیں ہیں۔ ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جن کا بلا واسطہ استعمال ہوتا ہے اور کچھ وہ ہیں جو مصنوعات میں خوبصورتی یا پھر اس کے پروسس کو فاسٹ، یا پھر مصنوعات کو دیر پا کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔ ذیل میں ہم ان مذکورہ مصنوعات کا تھوڑا تعارف کراتے چلیں تا کہ صورت مسئلہ واضح ہو جائے۔

جی ایم فوڈ:

جی ایم فوڈ کی بنیاد اس پر ہے کہ جانداروں اور انسانوں میں محیر العقول اختلاف کے باوجود ہم بعض اوقات مختلف جانداروں یا انسانوں کے درمیان کچھ مشترکہ صفات بھی مشاہدہ کرتے ہیں، مثلاً رنگ وروپ کے لحاظ سے ایک پوری قوم دوسری قوم سے ممتاز ہوتی ہے، اور اولاد تو اکثر وبیشتر اپنی قد، کاٹھ، چال ڈھال اور رنگ میں اپنے والدین کے مشابہ ہوتی ہے، اسی طرح کچھ موروثی بیماریاں بھی ایسی ہوتی ہیں جو نسل در نسل والدین سے بچوں میں منتقل ہوتی ہیں، ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس کی بنیادی وجہ کیا ہے؟ اس کی وضاحت میں سائنسدان ہمیں بتاتے ہیں کہ ایک شخص کا دوسرے شخص سے مختلف یا مشابہ ہونا، ان دونوں کے ڈی این اے کے اختلاف کی وجہ سے ہوتا ہے۔

ڈی این اے کیا ہوتا ہے؟ اس کی وضاحت میں سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ ہر جاندار خلیوں (Cells) سے مل کر بنا ہے۔ خلیے کسی جاندار کے لئے اس طرح ہیں جس طرح ایک عمارت کے لئے اینٹیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ خلیہ کسی جاندار کے جسم کی اتنی چھوٹی اکائی ہے جو خوردبین کے بغیر نظر نہیں آتی، مگر جسم کے اس ذرے سے چھوٹی اکائی میں بھی اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا انظام رکھا ہے کہ جسم کے ہر خلیہ میں ایک مرکزہ (Nucleus) ہوتا ہے۔ اس مرکزہ کے اندر کروموسوم نامی دو ایسی دھاگہ نما ساختیں ہوتی ہیں جو ایک دوسرے سے گھماؤ دار سیڑھی کی شکل میں لپٹی ہوتی ہیں۔ ان کروموسوم کے اوپر باریک باریک ذروں کی شکل میں ایک مخصوص کیمیائی مادہ پایا جاتا ہے۔ اسی کو DNA کہا جاتا ہے۔ جانداروں میں پایا جانے والا در اصل یہی مادہ ہوتا ہے جو جانداروں کی نسلی اور موروثی خصوصیات کو متعین کرتا ہے۔ کسی جاندار کا سفید ہونا، کسی انسان کے بالوں کا سیاہ ہونا، کسی انسان کی آنکھوں کا رنگ دوسرے انسان سے مختلف ہونا، یہ سب ڈی این اے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ڈی این اے کی اکائیاں جین (Gene) کہلاتی ہیں، اس لئے مختصر طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ کیمیائی مادہ جو ڈی این اے کہلاتا ہے مختلف جینز کا مجموعہ ہے جو کروموسومز کی ساخت میں موجود ہوتے ہیں۔

سائنسدانوں کے بقول ایک خاندان کے افراد کے ڈی این اے میں پائے جانے والے جینز کافی حد تک مختلف ہونے کے ساتھ ساتھ ایک حد تک یکساں بھی ہوتے ہیں۔ ڈی این اے کے جینز میں پائے جانے والے اسی اختلاف اور یکسانیت کی وجہ سے ایک خاندان کے افراد ایک دوسرے سے مختلف اور مشابہ ہوتے ہیں، جینز میں جس قدر یکسانیت ہوتی ہے رنگ وروپ اور چھال ڈھال میں اسی قدر مشابہت ہوتی ہے۔

اس تمہیدی گفتگو کے بعد ہم دوبارہ جینیاتی طور پر تبدیل شدہ غذا کی طرف آتے ہیں۔ جب سائنسدانوں نے اس حقیقت کو دریافت کیا کہ جانداروں کی مختلف خصوصیات کا تعلق ان کے ڈی این اے میں پائے جانے والے جینز سے ہوتا ہے، تو انہوں نے اس پر تجربات شروع کئے کہ کسی جاندار کے ڈی این اے میں تبدیلی کر کے اس کی خصوصیات میں تبدیلی کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اسی طرح جینز کی منتقلی کے ذریعے ایک پودے یا جاندار کی خصوصیات دوسرے پودے یا جاندار میں منتقل کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ ایسے تجربات کی روشنی میں سائنسدانوں کو معلوم ہوا کہ ایسا بالکل ممکن ہے۔ چنانچہ پہلے پہل سائنسدانوں نے 1946ء

میں یہ دریافت کیا کہ جانداروں کے جینز (Genes) کا تبادلہ ہوسکتا ہے۔اس دریافت کے بعد سائنسدانوں نے نباتات کے جینز میں تبدیلی اور مختلف نباتات کی آپس میں پیوندکاری کے ذریعے ایک قسم کی سبزیوں میں دوسری قسم کی سبزیوں کی خصوصیات پیدا کرنے کے کامیاب تجربات کئے، جن سبزیوں میں ایسی تبدیلیاں کی گئیں ان کو جی ایم فوڈ (GM Food) یا جینیٹکلی موڈیفائیڈ فوڈ (Genetically Modified Food) کہا جانے لگا۔بعد میں اس کے اور بھی نام پڑے مثلاً بائیوٹک فود (Biotech)، جینیٹکلی انجینئرڈ فوڈ (Genetically Engineered Food)، اور جی ایم او GMO یعنی جینیٹکلی موڈیفائیڈ آرگینزم (Genetically modified Organism) وغیرہ۔

اس تفصیل کی روشنی میں ہم جینیاتی طور پر تبدیل شدہ غذا کی یہ تعریف کرسکتے ہیں کہ یہ ان اناج یا فصلوں کو کہا جاتا ہے جن کے خلیہ (Cell) میں موجود جین (Gene) میں تبدیلی کرکے مختلف خصوصیات کا اضافہ کیا گیا ہو۔یہاں یہ وضاحت بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگی کہ جی ایم فوڈ (GM food) اور کلوننگ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔بعض لوگ دونوں کو ایک سمجھ لیتے ہیں، یہ درست نہیں؛ کیونکہ جی ایم فوڈ میں کسی اناج وغیرہ کے خلیہ کے مرکزہ میں موجود صرف جین کی تبدیلی کی جاتی ہے جبکہ کلوننگ میں باقاعدہ ایک جاندار کی دوسری کاپی بنائی جاتی ہے۔

جی ایم فوڈ کی دریافت کے ساتھ ہی مختلف ملکوں نے اس طریقہ پیداوار سے اپنی پیداواری صلاحیت کو بڑھانے اور اسے بہتر کرنے کا کام لیا اور اسے تجارتی مقاصد کے لئے استعمال کرنا شروع کردیا، چنانچہ اس وقت تک جی ایم فوڈ کی کئی اقسام مارکیٹ میں آچکی ہیں، مگر ایسی غذا کی پہلی مثال ٹماٹر ہے، کیونکہ پہلی مرتبہ 1994ء میں امریکہ جینیاتی طور پر تبدیل شدہ ایسے ٹماٹر مارکیٹ میں لایا تھا جس میں جینیاتی تبدیلی کے ذریعے پکنے کے عمل میں تاخیر پیدا کی گئی تھی۔اس کے بعد مختلف ممالک میں مختلف سبزیاں تیار کی جانے لگیں، چنانچہ اس وقت تک جی ایم فوڈ میں سویابین، مکئی، کنولا، چاول، کپاس، آلو، مٹر، شکر قندی، گنا، ٹماٹر، سرسوں، پپیتا، تمباکو اور دودھ کی مختلف مصنوعات مارکیٹ میں آچکی ہیں۔

ابتداء میں غذاؤں میں ایسی جینیاتی تبدیلی کا عمل محدود پیمانے پر ہوتا تھا مگر بعد میں جب جنیٹک سائنس کی ترقی کے ساتھ اس طریقہ پیداوار کو غذائی اشیاء کی تجارت وکاروبار میں اضافہ اور وسعت لانے کے لئے استعمال کیا جانے لگا، تو یہ سلسلہ اتنا بڑھا کہ نباتات میں مخصوص حیوانات کی مخصوص خصوصیات کی منتقلی کے لئے حیواناتی جینز کا استعمال بھی شروع ہوگیا۔مثلاً ٹماٹر میں سرخ رنگ لانے کے لئے چائنا نے یہ تجربہ کیا کہ خنزیر کے گوشت سے سرخ رنگ پیدا کرنے والا جین لیکر ٹماٹر کی بیج میں داخل کیا، اسی طرح کے ایک اور تجربے میں اسٹرابری کے سرد موسم سے مقابلہ کرنے کی صلاحیت میں اضافہ کرنے کے لئے اس میں مچھلی کا جین داخل کیا گیا۔

جی ایم فوڈ کے ممکنہ فوائد ونقصانات:

ڈی این اے یا اس کی اکائیوں یعنی جینز (Genes) میں تبدیلی کرکے غذا کی خصوصیات میں سائنسدان جو تبدیلی لاتے ہیں، اس کے وہ مختلف مقاصد بیان کرتے ہیں، مثلاً:

☆ جانوروں کی نسلوں کو مضبوط، توانا، اور زیادہ دودھ یا گوشت والا بنانا۔

☆ مختلف اجناس جیسے گیہوں، مکئی اور چاول کی ایسی قسمیں تیار کرنا جو کم کھاد اور کم پانی کے باوجود زیادہ پیداوار دیتی ہوں۔

☆ ایسے پیڑ تیار کرنا جن کی نشوونما تیزتر ہو اور ان سے لکڑی، گودا، ایندھن یا سایہ وغیرہ زیادہ مقدار میں حاصل کی جاسکتی ہوں۔

☆ پھول کی ایسی قسمیں پیدا کرنا جو معمول سے زیادہ بڑے، زیادہ رنگین یا زیادہ خوبصورت ہوں۔

☆ ٹماٹر وغیرہ مختلف سبزیوں کے پکنے کے عمل میں تاخیر پیدا کرنا تاکہ ان کی پیدوار کو مختلف اوقات میں درکار مقدار تک محدود کیا جاسکے۔

☆ اسٹرابری وغیرہ مختلف پھلوں میں سرد موسم کے خلاف قوت برداشت میں اضافہ کرنا۔

☆ مختلف فصلوں اور پودوں میں ایسی خصوصیات پیدا کرنا جن کی بنا پر وہ اپنے اوپر حملہ آور حشرات اور مختلف نقصان دہ جراثیم سے بچ سکیں۔

☆ غذاؤں کی غذائیت اور لذت میں اضافہ کرنا۔وغیرہ

جی ایم فوڈ کی دریافت نے بلاشبہ مذکورہ بالا فوائد کے حصول کو ممکن بنادیا ہے، مگر اس کے ساتھ سائنسدانوں کے بقول ایسی غذا میں بعض نقصان دہ

اثرات بھی ہوتے ہیں مثلاً ایک رپورٹ کے مطابق اس قسم کی غذا سے الرجی پیدا ہوتی ہے، وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت مختلف ملکوں میں جی ایم فوڈ (GM Foods) کے حوالے سے تحفظات بھی پائے جاتے ہیں؛ چنانچہ بعض ممالک میں مصنوع کے اوپر جی ایم انگریڈینٹ کی تصریح ضروری قرار دی گئی ہے۔ بہر حال جی ایم فوڈ میں پائے جانے والے نقصانات کے اس طبی پہلو سے قطع نظر مسلمانوں کے لئے شرعی حوالے سے بھی یہ بات قابل تشویش ہے کہ اگر کسی نباتاتی یا جماداتی مصنوع کی تیاری میں ایسا جی ایم انگریڈینٹ استعمال ہو جو حیوانی ذرائع سے حاصل کیا گیا ہو تو ایسے مصنوع کا شرعی حکم کیا ہوگا؟

کوچنیل (COCHINEAL):

کچنیلا، قرمز، ایک سرخ اور قرمزی رنگ جو خصوصاً کھانے کی چیزوں کو رنگنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ قرمزی رنگ کا مادہ قرمزی کیڑے سے نکالا جاتا ہے۔ یہ کیڑا سرخ اور سنتری رنگ کو بنانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ کوچنیل (قرمز) کیڑے کو کچل کر حاصل کردہ سرخ رنگ کو کارمک ایسڈ کہا جاتا ہے (اس کا ای نمبر ۱۲۰ ہے)۔ اس کو بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کیڑوں کو گرم پانی میں ڈبو کر، سورج کی روشنی، بھاپ یا اوون کی گرمی میں مار ڈالا جاتا ہے۔ ان طریقوں میں سے ہر ایک مختلف رنگ دیتے ہیں، جو کہ رنگوں میں تنوع کا سبب ہوتے ہیں۔ کیڑوں کو خشک کرنا لازمی ہے۔ خشک ہونے کے بعد یہ کیڑے اپنے جسم کے اصل وزن کے تیس فیصد تک پہنچ جاتے ہیں، اور سڑنے سے پہلے اس کو جمع کر لیا جاتا ہے۔ قرمزی کیڑوں سے ایک رطل رنگ حاصل کرنے کے لئے ستر ہزار کیڑوں کی ضرورت پڑتی ہے۔

قرمزی کیڑوں سے حاصل ہونے والے رنگوں کی دو بنیادی قسمیں ہیں:

قرمزی کیڑوں کا خلاصہ: یہ ایک رنگ والا مادہ ہوتا ہے جو خام، خشک اور پسے ہوئے کیڑوں سے بنایا جاتا ہے۔ دوسری قسم 'کارمین' (carmine) ہوتی ہے، یہ رنگ والا مادہ ہوتا ہے اور کیڑوں سے نکالا جاتا ہے اور یہ زیادہ صاف ہوتا ہے۔ کارمین کو تیار کرنے کے لئے کیڑے کے جسم کے پاؤڈر کو امونیا میں یا سوڈیم کاربونیٹ کے لوشن میں ابالا جاتا ہے۔ ناقابل تحلیل مادے کو فلٹر کر کے نکال دیا جاتا ہے۔ پھر فٹکری کو کارمینک ایسڈ کے صاف نمک میں ملا دیا جاتا ہے تاکہ لال المونیوم نمک کو زائل کیا جا سکے۔ اب یہ رنگ آئرن کی عدم موجودگی کے سبب صاف ہوتا ہے۔

پہلے زمانے میں اس کا استعمال کپڑوں کے رنگنے کے لئے ہوتا تھا۔ اسی طرح یہ رنگ بادشاہ، شرفاء اور عیسائی مذہبی پیشواؤں کے کپڑوں کے رنگنے کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ موجودہ زمانے میں یہ رنگ کپڑوں، حسن افروز اشیاء (Cosmetics) اور قدرتی غذاؤں کے رنگ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور پینٹر آج کل اس کلر کا استعمال نہیں کرتے ہیں بلکہ اس کی جگہ وہ مصنوعی سرخ رنگ کا استعمال کرتے ہیں۔

ایل-سیسٹائن کیا ہے:

گندھک ایمائینی ترشہ جو انسانی غذا کے ضروری عنصر میں سے ہے اور کئی طرح کے خامروں میں شامل ہوتی ہے، اور جو ہاضمے کے دوران پروٹین ٹوٹنے سے بننے والا امائنو ایسڈ سلفر پر مشتمل ہوتا ہے۔

ایل-سیسٹائن:...... ایک امینو ایسڈ (چربیلے نامیاتی مرکبات) ہے جو کیمیکل فارمولہ HO2CCH(NH2)CH2SH. سے بنایا جاتا ہے۔ یہ بہت سے پروٹین میں اہم ساختی کردار ادا کرتا ہے، جب کہ یہ کھانے میں اضافی شئی کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ سیسٹائن سب سے زیادہ اعلی پروٹین والے کھانے کی اشیاء میں پایا جاتا ہے۔

جانوروں کے ذرائع:...... سؤر کا گوشت، ساپیوں کا قیمہ، چکن، بطخ، انڈا، دودھ، پنیر وغیرہ۔

نباتاتی ذرائع:...... سرخ مرچ، لہسن، پیاز وغیرہ۔

سیسٹائن بنیادی طور پر L-enantiomer خوراک، دوائیاں اور ذاتی نگہداشت کی صنعت میں زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا استعمال ذائقوں (Flavors) میں ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر شوگر کے ساتھ سیسٹائن کا ردعمل، میلارڈ ردعمل میں میٹ فلیور پیدا کرتا ہے۔ اسی ایل-سیسٹائن کو بیکری مصنوعات بنانے میں معاون کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

شیلاک:

لاکھ، چپڑا، سریش، الکحل میں لاکھ ملانے سے تیار کیا وارنش، لاکھ کی پٹی یا ٹکلی (ایک طرح کی لکڑی)۔ شیلاک انڈیا اور تھائی لینڈ میں پائے جانے والے درخت کا ایک مادہ کیڑا جس کو لاکھ بگ کہا جاتا ہے، سے رال کی شکل میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کو ایک عمل سے گزارے جانے کے بعد خشک پتیوں (پھٹکی) کی شکل میں بیچا جاتا ہے، پھر اس کو ایتھائل الکحل میں ملا دیا جاتا ہے تاکہ سیال شیلاک بنایا جاسکے، جس کا استعمال غذا مثلاً سیب وغیرہ چمکانے اور پالش کرنے اور لکڑی کی فنیشنگ کے رنگنے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ ویجیٹیرین سوسائٹی کے مطابق: شیلاک ٹھیک اسی طرح بنتا ہے جس طرح شہد بنتا ہے۔

شیلاک ایک چھوٹا لال کیڑا جس کو (Lac Laccifer) کہا جاتا ہے، سے بنایا جاتا ہے جو اپنے ابتدائی مرحلے میں سیب کے بیج کی طرح ہوتا ہے۔ ان کیڑوں کو مخصوص درختوں پر کھا نا دیا جاتا ہے جس کو ہندوستان میں ''لاکھ'' درخت کہا جاتا ہے۔ سال کے کچھ موسم میں یہ چھوٹے لال رنگ کے کیڑے اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ بعض اوقات پورا درخت سرخ اور گلابی لگنے لگتا ہے۔ جب یہ کیڑے شاخوں اور پتیوں پر بیٹھ جاتے ہیں تو اپنے سونڈ سے چھال میں گھس جاتے ہیں، رس چوستے ہیں اور اسے جذب کرنا شروع کر دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ خود اپنے آپ کو بھی لقمہ بنا لیتے ہیں۔ اسی دوران ان میں کا ہر مادہ مرنے سے پہلے ایک ہزار انڈے دیتا ہے۔

رس کو کیڑے کے جسم میں کیمیائی تبدیلی سے گزارا جاتا ہے اور آخرکار یہ باہر آجاتا ہے۔ ہوا لگنے کی وجہ سے یہ ایک سخت خول کی طرح ہو جاتا ہے جو پورے کیڑے کو ڈھک دیتا ہے۔ اسی وقت یہ خول کیڑوں اور نہنی کے لئے ایک مرکب پرت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ ان کیڑوں میں سے صرف پانچ فیصد نر ہوتے ہیں جو درخت پر رہتے ہیں۔ گویا کہ مادہ ہی بنیادی طور پر شیلاک کی پیداوار کا ذریعہ ہے۔

یہ مثالیں تو بطور وضاحت تھیں ورنہ تو ایسی سیکڑوں مثالیں ہیں۔ ان مثالوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کچھ مطعومات اور مشروبات ایسے ہیں جن کے بنانے میں حرام اور خبائث چیزیں شامل ہوتی ہیں۔ اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جن میں کچھ چیزیں معاون اور اضافے کی لئے استعمال کی جاتی ہیں۔ لہذا اگر مطعومات اور مشروبات میں بعض خبائث چیزیں ڈالی گئی ہیں جیسے خنزیر کا تیل، اس کا گوشت یا خمر وغیرہ تو یہ حرام ہوں گی۔ اس لئے جب حرام وحلال کا اختلاط ہو تو اس میں جانب حرمت غالب ہوگا۔ اس لئے کہ فقہی قاعدہ ہے: ''جب حلال وحرام کا اجتماع ہو تو غلبہ حرام کو ہوگا'' (الاشباہ والنظائر للسیوطی، ص: ۱۰۵)۔

کچھ وہ چیزیں جن کا استعمال مطعومات اور مشروبات میں معاون اور اضافے کے لئے ہوتا ہے، اس کی تعریف اردن یونیورسٹی کے شعبہ ''أنظمة ضبط الجودة لقسم التغذية والتصنيع الغذائي'' کے پروفیسر علی کامل یوسف الساعد نے غذائی اضافات (Food Additives) کی تعریف نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: أي مادة ليست لها قيمة غذائية تضاف بقصد إلى الغذاء بكميات قليلة لتحسين مظهره أو طعمه أو قوامه أو قابليته للتخزين (اس کی پہلی عالمی تعریف ۱۹۵۶ء یہ کی گئی تھی: ایک ایسا مادہ ہوتا تھا جو بالقصد غذا سے جوڑا جاتا تھا جس کی مقدار تھوڑی ہوتی تھی تاکہ اس کا ظاہر اچھا دکھے، یا اس کا مزا اچھا ہو جائے یا ساخت اچھی ہو جائے یا اس کو ذخیرہ کرنے کے قابل بنایا جاسکے) (المواد المضافة، علی کامل الساعد، ص: ۷)۔

لیکن اس تعریف کی روشنی میں وہ مواد نکل گئے جن کا اضافہ غذا کی قیمت بڑھانے کے لئے ہوتے ہیں جیسے وٹامن، مغذیات، فلیور اور وہ کیمکل اور جراثیم کش دوائیں جو پیکنگ کے وقت غذا میں سرایت کرتی ہیں۔ لہذا اس کی ایک نئی تعریف کی گئی: ''ایک ایسا مادہ جو بالذات غذا کے طور پر استعمال نہیں ہوتا اور نہ ہی عادۃً غذا کے جزو کے طور پر استعمال ہوتا ہے چاہے اس کی غذائی قیمت ہو یا نہ ہو۔ یہ ٹکنالوجیکل مقاصد کے حصول کے لئے بڑھایا جاتا ہے چاہے وہ غذا کے بنانے کے درمیان ہو، یا پیکنگ کے درمیان ہو یا نقل وحمل کے دوران ہو، اور ان سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ مواد غذا کا حصہ بن جائیں یا اس کے خواص پر اثر انداز ہوں (المواد المضافة، علی کامل الساعد، ص: ۱۵)۔

ان اضافی مواد کے استعمال کے محرکات کی تلخیص اس طرح کی جاسکتی ہے کہ غذا کے معیار اور اس کی نوعیت کو بہتر بنانے، غذا کی قیمت کو بڑھانے، غذائی مصنوعات کو خراب اور ضائع ہونے سے بچانے، صارفین کے درمیان اس کی مقبولیت بڑھانے، اس کی تیاری میں سہولت پیدا کرنے، اچھا اور کم وقت میں اس کی فراہمی ممکن بنانے اور مارکیٹنگ میں اس پر زیادہ نفع کمانے کے لئے ان اضافی مواد کا استعمال ہوتا ہے (المواد المضافة، علی کامل الساعد، ص: ۱۶)۔

پروفیسر علی کامل یوسف الساعد کے بقول غذائی اضافات (Food Additives) کی مختلف قسمیں کئی طرح کی بیماری کا سبب بنتے ہیں جن میں کئی قسم کے کینسر، جگر یا گردے کا فیل ہونا، اعضاء جسم کی خرابی اور ایسی بیماری بھی ہے جو موت تک منتہی ہوتی ہے (المواد المضافة، علی کامل الساعد، ص: ۱۷)۔

مذکورہ گفتگو سے یہ پتہ چلا کہ یہ غذائی اضافات انسان کی صحت کے لئے کس درجہ نقصاندہ ہیں۔ اسی وجہ سے ان غذائی مصنوعات کا جن میں یہ غذائی اضافات شامل ہوں اور انسان کے لئے ان کا نقصاندہ ہونا سائنسی تجربے یا اس کے علاوہ ذرائع سے ثابت ہو تو ان کا استعمال حرام ہوگا، چاہے یہ چیز بر بنائے یقین ہو یا ظن کی بنیاد پر ہو، یا یہ اضرار صحت میں گراوٹ، جسمانی وظائف میں خلل یا مستقبل میں امراض کے پیدا ہونے کے خطرے کی وجہ سے ہو۔

وہ مصنوعات جو غذائی اضافات پر مشتمل ہوں اور صحت کے لئے نقصاندہ ہوں، ان کی حرمت پر قرآن وحدیث کے نصوص سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ قرآن میں ہے: "ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة" (اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو) (سورہ بقرہ: ۱۹۵)۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: "ولا تقتلوا أنفسكم إن الله كان بكم رحيما" (اپنے آپ کو قتل مت کرو، اللہ تم پر مہربان ہے) (سورہ النساء: ۲۹)۔ ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کو مارنے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع کیا ہے۔ نہی جب مطلق بولی جائے تو تحریم کا فائدہ دیتا ہے؛ لہذا وہ غذائیں جو ان اضافات پر مشتمل ہوں جو صحت کے نقصان یا ہلاکت کا سبب ہوتے ہیں، وہ حرام ہوں گے۔ تیسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے طیبات حلال کی ہیں اور خبائث حرام کی ہیں" (سورہ الاعراف: ۱۵۷)۔ اس آیت میں اللہ نے خبیث اور نقصاندہ چیزوں کو حرام کیا ہے، اور چوں کہ یہ اضافات صحت کے لئے نقصاندہ ہیں، لہذا یہ بھی خبیث اور منہی عنہ ہوں گے۔

حدیث شریف میں ہے، حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے: "لا ضرر ولا ضرار" (البیہقی، ابن ماجہ، امام احمد، دارقطنی)، اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ہر اس چیز سے منع کیا ہے جس میں ضرر ہو؛ چنانچہ ان غذائی اضافات کے استعمال میں آدمی کے بدن کا نقصان ہے لہذا ان کا استعمال حرام ہوگا؛ اس لئے کہ ان اضافات پر مشتمل مصنوعات یا تو صحت میں گراوٹ پیدا کرے گی یا پھر موت کا سبب بنے گی۔

اصول فقہ کا ایک مشہور قاعدہ ہے: "مالا يتم الواجب إلا به فهو واجب" (الاشباہ والنظائر، ص: ۲۸۶)، شریعت میں جان ونفس کی حفاظت مقاصد ضروریہ میں سے ہے، اور یہ قاعدہ ہے کہ واجب کے حصول کے لئے جن چیزوں کا ہونا ضروری ہوتا ہے وہ بھی واجب ہوتی ہیں؛ چنانچہ جان کی حفاظت واجب ہے، اور اس کا حصول تب ہی ممکن ہے جب کہ ان اضافات ضارہ سے بچا جائے جو انسان کو موت تک پہنچادیتے ہیں؛ لہذا ان سے بچنا بھی واجب ہوگا اور ان اضافات کا استعمال جائز نہ ہوگا۔ اسی طرح 'درء المفاسد' کے فقہی اصول سے بھی ان چیزوں کا استعمال ممنوع ہوگا۔

مزید برآں اگر شریعت کی حرام کردہ چیزوں میں غور کیا جائے تو ان میں حرمت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ چیزیں انسانی جسمانی اور روحانی صحت کے لئے نقصاندہ ہیں اور وہ چیزیں مقاصد شریعت کی حفاظت میں مخل ہیں؛ چنانچہ سورہ مائدہ آیت ۳ میں جن چیزوں کو حرام کیا گیا ہے ان کی حکمت بھی یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "تم پر حرام کیے گئے ہیں مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جو جانور کہ غیر اللہ کے نام زد کر دیا گیا ہو اور جو گلا گھٹنے سے مرجاوے اور جو کسی ضرب سے مرجاوے اور جو اونچے سے گر کر مرجاوے اور جو کسی ٹکر سے مرجاوے اور جس کو کوئی درندہ کھانے لگے لیکن جس کو ذبح کرڈالو، اور جو جانور پرستش گاہوں پر ذبح کیا جاوے اور یہ کہ تقسیم کرو بذریعہ قرعہ کے تیروں کے یہ سب گناہ ہیں، آج کے دن ناامید ہو گئے کافر لوگ تمہارے دین سے سو ان سے مت ڈرنا اور مجھ سے ڈرتے رہنا، آج کے دن تمہارے لیے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لیے پسند کر لیا۔ پس جو شدت کی بھوک میں بیتاب ہو جاوے بشرطیکہ کسی گناہ کی طرف اس کا میلان نہ ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے ہیں رحمت والے ہیں" (سورہ مائدہ: ۳)، اس آیت میں جن چیزوں کو حرام کیا گیا ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ یہ چیزیں انسانی صحت کے لئے نقصان دہ ہیں۔

اسی طرح حدیث شریف میں "جلالۃ" کے دودھ پینے سے منع کیا گیا ہے:

"نهى رسول الله ﷺ عن شرب لبن الجلالة" (رواه الخمسة الا ابن ماجة)، جلالۃ وہ جانور ہے جو نجاست کھاتا ہے اور غلاظت کھانے کی وجہ سے اس کے گوشت کے اندر اثر پیدا ہوتا ہے؛ اس لئے کہا گیا کہ اس کو مقید رکھا جائے اور اچھا چارہ دیا جائے، اور جب اس کی بدبو ختم ہو جائے اور گوشت اچھا ہو جائے تو پھر ذبح کیا جائے، گویا کہ اس کی ممانعت بھی اسی وجہ سے ہے کہ یہ صحت کے لئے نقصاندہ ہے۔

مذکورہ وضاحت کے بعد پہلی، دوسری اور تیسری صورت میں حلت وحرمت کا مدار اس پر ہوگا کہ سوال میں ذکر کردہ چیزیں انسان کے لئے نقصاندہ ہیں یا نہیں؛ چنانچہ پھلوں کو پکانے یا کسی ترکاری کے حجم کو بڑھانے یا جلد تیار کرنے کے لئے اگر ایسی چیز استعمال ہوتی ہے جو دیانت دار ماہرین کی نظر میں انسان کے لئے نقصان دہ ہے تو اس کا استعمال جائز نہیں ہوگا؛ کیوں کہ انسانی جان کی حفاظت مقاصد شریعت میں سے ہے۔

چوتھی صورت میں تفصیل یہ ہے کہ اگر گوشت اور ہڈی کا پاؤڈر پاک چیزوں کا ہے اس طور پر کہ اس پاک جانور کو زندہ ہونے کی حالت میں ذبح کیا گیا ہو تو ان کا استعمال جانوروں کے چارے کے طور پر کیا جاسکتا ہے، اسی طرح جب کہ وہ دونوں یعنی گوشت اور ہڈی کا پاؤڈر نجس ذرائع سے ہوں مثلاً خنزیر وغیرہ؛ لیکن ان کی تبدیلئ ماہیت ہوگئی ہو اور وہ دوسری شئی میں تبدیل ہوگئے ہوں تو ہی جانور کے چارے کے طور پر اس کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔

لیکن اگر نجس ہونے کی صورت میں ماہیت کی تبدیلی بھی نہیں ہوئی اور وہ اپنی اسی حالت پر رہے تو پولٹری وغیرہ کو چارے کے طور پر اس کا دینا جائز نہیں ہوگا اگر چہ اس کی مقدار کم ہو، اسی طرح اس کے جائز ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ ظن غالب ہو کہ یہ چارہ آدمی اور جانور کے لئے نقصاندہ نہیں ہوگا۔

اور اگر کسی جانور کو یہ غذا کھلائی گئی تو اس کا حکم 'جلالۃ' کا ہوگا۔ اس لئے کہ فقہاء کے یہاں جس حیوان کی غذا نجاست ہو وہ 'جلالۃ' ہے، لہذا اونٹ، گائے، بکری، مرغی، بطخ وغیرہ جن کی غذا نجاست ہو اس کو 'جلالۃ' کہا جاتا ہے۔

وہ جانور جس کی غذا نجاست ہو اس کی کئی حالتیں ہیں: پہلی حالت یہ کہ اس کی اغلب خوراک طیبات ہو اور کبھی کبھی نجاست بھی کھالیتا ہو تو اس پر 'جلالۃ' کا حکم ثابت نہیں ہوگا۔ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ: اگر وہ جانور گھاس چرتا ہے اور دانہ کھاتا ہے اور اس کے ساتھ تھوڑی نجاست بھی آجاتی ہے تو یہ 'جلالۃ' کے حکم میں نہیں ہوگا؛ اس لیے کہ اس کی غالب غذا اور چارہ نجاست کے علاوہ ہے، لہذا اس کا کھانا مکروہ نہیں ہوگا (معالم السنن ۴/ ۲۴۴)۔

شیخ ابن عثیمین فرماتے ہیں: اگر وہ طیب اور قبیح دونوں کھاتا ہے اور اس کا اکثر چارہ طیب ہے تو وہ 'جلالۃ' نہیں ہے، بلکہ وہ مباح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض پولٹری فارم والے چوزوں کو دم مسفوح کھلاتے ہیں تاکہ ان میں قوت پیدا ہو اور جلدی بڑھیں، لہذا یہ حرام نہیں ہے اور نہ مکروہ؛ اس لئے کہ اس کی اکثر غذا طیب ہے اور حکم اکثر پر لگتا ہے (شرح ریاض الصالحین ۶/ ۴۳۴)۔

دوسری شکل یہ ہے کہ بیشتر خوراک نجاست ہے، اور اس کا اثر حیوان کے گوشت اور اس کی بو میں بھی ظاہر ہو رہا ہے، تو حدیث کی نہی اس پر صادق آئے گی؛ لہذا اس کا گوشت، انڈا وغیرہ جائز نہیں ہوگا۔ علامہ کاسانی فرماتے ہیں: جانور جلالہ اس وقت ہوگا جب اس کی کیفیت متغیر ہو جائے اور اس سے بدبو آنے لگے، تو اس وقت اس کو 'جلالۃ' کہا جائے گا، لہذا اب اس کا گوشت کھانا جائز نہیں ہوگا (بدائع الصنائع ۵/ ۴۰)۔

تیسری شکل یہ ہے کہ بیشتر کھانا نجاست ہے لیکن اس کا اثر حیوان کے گوشت اور بو میں نہیں ہے تو کیا اس کو 'جلالۃ' کہا جائے گا؟ حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ 'جلالۃ' ہوگا، اس لئے کہ اس کا بیشتر کھانا نجاست ہے۔ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں: 'فإذا كان أكثر علفها النجاسة، حرم لحمها ولبنها' (المغنی ۹/ ۴۱۳)، احناف وشوافع کہتے ہیں کہ یہ 'جلالۃ' میں شمار نہیں ہوگا؛ اس لئے کہ جلالہ ہونے کی شرط نجاست کا اثر اس کے گوشت اور بو میں پیدا ہونا ہے۔

سرخسی فرماتے ہیں: ''وأما ما يخلط فيتناول الجيف وغير الجيف على وجه لا يظهر أثر ذلك من لحمه، فلا بأس بأكله'' (المبسوط ۱۱/ ۲۵۵)، امام نوویؒ کی بھی وہی رائے ہے جو احناف وشوافع کی رائے ہے (المجموع شرح المہذب)۔

'جلالۃ' کا گوشت حلال نہیں ہوگا یہاں تک کہ اس کی بدبو ختم ہو جائے، اور یہ اس کو قید کر کے اچھا چارہ دینے سے ہوگا؛ لہذا اس سلسلے میں ابن قدامہ کہتے ہیں: ''وتزول الكراهة بحبسها اتفاقا'' (المغنی)، کچھ علماء نے اس حبس کی مقدار متعین کی ہے، چنانچہ اونٹ اور گائے میں چالیس دن، بکری میں سات دن اور مرغی میں تین دن ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے: حضرت نافعؒ، ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جلالۃ مرغی کو تین دن قید کرتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ۵/ ۱۴۸)۔

جلالۃ کا گوشت کھانا حرام ہے یا مکروہ؟ حنابلہ کے یہاں اس کا گوشت اور انڈا کھانا اور اس کا دودھ پینا حرام اور اس پر سواری مکروہ ہے (الانصاف)، احناف، شوافع اور امام احمد کی ایک روایت کے مطابق جلالۃ کا گوشت کھانا، دودھ پینا اور اس پر سواری کرنا سب مکروہ ہے (بدائع الصنائع ۵/ ۴۰)۔

پانچویں سوال کے سلسلے میں عرض یہ ہے کہ مضر صحت اشیاء کا استعمال کرنے والا اگر اس کی خرابیوں سے واقف ہے اور اس کے نقصان سے بھی آگاہ ہے تو اس کا یہ عمل حرام ہوگا؛ کیوں کہ اس کا یہ عمل اہلاک بنفسہ کے درجے میں آئے گا جس سے قرآن میں صراحۃ منع کیا گیا ہے۔ اور ظاہری بات ہے کہ اس کے خریدنے، کھانے اور کھلانے کا بھی وہی حکم ہوگا جو اس کے استعمال کا ہے۔

☆☆☆

غذا کے حلال ہونے کے متعلق اصول

ڈاکٹر زیڈ اے آر اے آزاد[1]

غذا کا مسئلہ مختلف نسلی، سماجی، مذہبی طبقات کے درمیان سب سے اہم عوامل میں شمار کیا جاتا ہے، تمام لوگ جو غذا استعمال کرتے ہیں اس کے بارے میں احتیاط برتنے میں مسلمان اس بات کی احتیاط کرتے ہیں کہ جو کچھ وہ کھائیں وہ حلال ہو، یہودی چاہتے ہیں کہ جو غذا وہ استعمال کریں وہ کوشر ہو، بودھ مذہب میں اور بعض دیگر زمروں کے افراد چاہتے ہیں کہ ان کی خوراک دال سبزی (ویجیٹیرین) پر مشتمل ہو، مسلمان خوراک کے انتخاب میں واضح شرعی ہدایات کی پابندی کرتے ہیں، یہاں حلال غذاؤں کے بارے میں اصول بیان کئے جاتے ہیں۔

مسلمانوں کے استعمال میں آنے والی غذاؤں میں حلال اور حرام سے متعلق گیارہ عمومی طور پر قبول کردہ اصول بیان کئے گئے ہیں (القرضاوی: ۱۹۸۴)۔

۱- پہلا اصول یہ ہے کہ اللہ نے جو چیزیں پیدا کی ہیں وہ سب حلال ہیں ماسوائے ان چند اشیاء کے جنہیں خاص طور پر حرام قرار دیا گیا ہے۔

۲- کسی شئی کو حلال یا حرام قرار دینے کا اختیار صرف اللہ رب العزت کو ہے، کوئی شخص وہ کیسا ہی پارسا یا طاقتور ہو اسے اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔

۳- کسی حلال شئی کو حرام قرار دینا یا حرام کو حلال بنانا اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے مترادف ہے۔

۴- بعض اشیاء کو حرام قرار دینے کی بنیادی وجہ ان کا ناپاک اور نقصاندہ ہونا ہے۔ کسی مسلمان کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی شئی کے حلال یا حرام ہونے کے بارے میں تجسس کا شکار ہو، جن چیزوں کو اللہ تعالی نے حلال یا حرام قرار دیا ہے ان کے بارے میں واضح اسباب اور وجوہ ہو سکتے ہیں۔

۵- جو شئی حلال ہے وہ کافی ہے اور جو شئی حرام ہے وہ فضول ہے، اللہ تعالی نے صرف ان چیزوں کو حرام قرار دیا ہے جو غیر ضروری ہیں اور ان کے متبادل کے طور پر بہتر اشیاء کو حلال قرار دیا ہے۔

۶- جو شئی حرام اشیاء کی معاون ہے وہ بھی حرام ہے اور جو شئی حرام ہے اس کی طرف لے جاتی ہے وہ بھی حرام ہوگی۔

۷- کسی حرام شئی کو کذب بیانی سے حلال بنا کر پیش کرنے کی اجازت نہیں ہے، اللہ تعالی کی حرام کردہ اشیاء کو ضعیف دلائل کے ذریعہ حلال قرار دینا بھی جائز نہیں ہے۔

۸- اللہ نے جس شئی کو حرام قرار دیا ہے اسے نیک نیتی کی آڑ میں حلال نہیں قرار دیا جاسکتا، جب کوئی مسلمان اخلاص نیت سے کوئی جائز کام کرتا ہے تو وہ عبادت میں شمار ہے؛ لیکن حرام عمل میں خواہ کیسی ہی اخلاص نیت ہو، کیسا ہی اعلا مقصد ہو وہ عمل حرام ہی رہے گا۔

اسلام کسی جائز مقصد کے حصول کے لئے حرام طریقہ یا وسیلہ کی اجازت نہیں دیتا؛ بلکہ اسلام اس پر زور دیتا ہے کہ کسی اعلی مقصد کے حصول کے لئے جو وسیلہ اختیار کیا جائے وہ بھی جائز ہو۔ مقصد وسیلہ کا جواز پیش کرتا ہے اور غلط وسیلہ سے بھی اپنا جائز مقصد حاصل کرو، جیسی کہاوتیں اسلام میں قابل قبول نہیں ہیں، شریعت کا حکم ہے کہ جائز مقصد کو صرف جائز وسیلہ سے ہی حاصل کیا جائے۔

۹- جن اشیاء کے بارے میں شبہ ہے ان سے اجتناب کرنا چاہئے، واضح طور پر حرام اور واضح طور پر حلال کے درمیان بعض ایسی اشیاء ہیں جن کے

---

[1] ڈپارٹمنٹ آف فوڈ پروسیسنگ ٹیکنالوجی، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی۔

بارے میں شبہ ہے، مشتبہ چیزوں سے اجتناب اسلام میں تقوی کی نشانی ہے اور حرام چیزوں سے دور رہنا بھی پاکیزہ کردار کی علامت ہے، محمد ﷺ نے فرمایا کہ حلال اور حرام واضح ہیں اور ان دونوں کے درمیان بعض ایسی اشیاء ہیں جن کے بارے میں شبہ ہے، بہت سے لوگ نہیں جانتے کہ یہ چیزیں حلال ہیں یا حرام، جو شخص ایسی مشتبہ اشیاء سے اجتناب کرتا ہے وہ اپنے عقیدہ اور ضمیر کے تحت معصوم رہتا ہے، لہذا وہ محفوظ ہوتا ہے، اور جو شخص ان مشتبہ اشیاء سے پرہیز نہیں کرتا وہ ناجائز اور حرام کے دائرے میں آسکتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص ممنوع علاقہ میں جانوروں کو پالنا چاہے تو وہ ایسا کرسکتا ہے، بلاشبہ اللہ کی مقرر کردہ ممنوعات ''حرام'' ہیں (سکر، ۱۹۹۴)۔

۱۰- تمام حرام اشیاء سب کے لئے حرام ہیں، اسلامی قانون شریعت ہر نسل، ہر طبقہ اور ہر جنس پر ہر جگہ نافذ العمل ہے، اس میں کسی بھی اعلی وادنی کے لئے کوئی رعایت نہیں ہے، اسلام میں کوئی مراعات یافتہ طبقہ نہیں ہے، لہذا کسی ایسے طبقہ کے لئے خصوصی رعایت یا مراعات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اسلام کا یہ اصول صرف مسلمانوں کے درمیان ہی نافذ العمل نہیں بلکہ مسلم اور غیر مسلم کے درمیان بھی سب پر یکساں نافذ ہوتا ہے۔

۱۱- ضرورت مشتبہات کی طرف لے جاتی ہے، اسلام میں حرام اشیاء کا دائرہ بے حد تنگ ہے؛ لیکن حرام سے اجتناب پر بیحد زور دیا گیا ہے، اس کے ساتھ اسلام انسانی زندگی کے مصالح، ان کی وسعت یا انسانی کمزوریوں اور حالات سے نبرد آزما ہونے کی اس کی صلاحیت سے بھی بے خبر نہیں ہے، ضرورت کے تحت اسلام ایک مسلمان کو حرام شئ کے استعمال کی اجازت بھی عطا کرتا ہے کہ وہ اس حرام شئ کو اس حد تک استعمال کرے کہ اس کی جان بچ جائے۔

غذائی اشیاء کے حلال/ جائز ہونے کے بارے میں پانچ اہم شرائط مقرر کی گئی ہیں:

۱- حلال سے مراد جائز، اس کا اطلاق گوشت اور پولٹری اور دیگر غذائی مصنوعات، ذاتی آرائش کے سامان اور ذاتی دیکھ بھال/صحت سے متعلق اشیاء پر ہوتا ہے، اس کا اطلاق ذاتی رویہ اور اپنے فرقہ/ملت سے ربط اور میل جول پر بھی ہوتا ہے۔

۲- حرام سے مراد ممنوع اشیاء ہیں، یہ حلال کی متضاد شکل ہے۔

۳- مشتبہ، اس سے مراد مشتبہ یا قابل اعتراض شئ ہے، خواہ اس کا سبب اس کے بارے میں علماء کا اختلاف رائے ہو یا اس غذائی مصنوعات میں شامل مرکبات (اجزاء) کے بارے میں غیر مصدقہ صورت ہو۔

۴- مکروہ وہ اصطلاح ہے جو کسی شئ کے بارے میں کسی شخص کی ناپسندیدگی کو ظاہر کرتی ہے یا جو شئ واضح طور پر حرام نہیں مانی جاتی، اور مسلمان اسے ناپسند کرتے ہیں۔

۵- ذبیحہ، یہ وہ اصطلاح ہے جو امریکہ کے مسلمان ایک مسلمان کے ذریعہ لئے گئے ذبیحہ کے بارے میں بولتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا گوشت جسے اہل کتاب (یہودی، عیسائی) کے ذریعہ ذبح کیا گیا ہو، یا بغیر مذہبی طریقہ پر عمل کرتے ہوئے کیا گیا ہو۔

حلال اور حرام:

قرآن عظیم کی عمومی ہدایات کے مطابق تمام اشیاء حلال ہیں، سوائے ان کے جنہیں واضح طور پر حرام قرار دیا گیا ہے، اس اسلامی عقیدہ کے مطابق تمام غذائی اشیاء حلال ہیں (گلوریس قرآن، اس کا انگریزی ترجمہ از پکتھال ۱۹۹۴)۔

اے اہل ایمان! وہ تمام پاکیزہ چیزیں کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرو، یہ وہی ذات ہے تم جس کی عبادت کرتے ہو (سورہ بقرہ: ۱۷۲)۔

گلوریس قرآن میں حرام اشیاء کو واضح طور پر استعمال کیا گیا ہے، ان آیات کا ترجمہ درج ذیل ہے:

اللہ نے تمہارے لئے مردار، خون اور خنزیر کا گوشت حرام کیا ہے اور وہ شئ جو غیر اللہ کی طرف منسوب کی گئی ہو (سورہ بقرہ: ۱۷۳)۔

تم پر حرام کیا گیا ہے مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ شئ جو غیر اللہ کو نذر کی گئی ہو، گلا گھونٹ کر مارا ہوا جانور، یا ضرب کے ذریعہ مارا گیا ہو، یا جو بلندی سے گر کر مر گیا ہو، یا جو سینگ کی چوٹ سے مرا ہو، یا جسے جزوی طور پر درندوں نے کھالیا ہو سوائے اس کے کہ تم اسے (زندہ حالت میں) ذبح

کرلو، اور وہ جو بتوں کے نام پر قربان کیا گیا ہو اور تیروں کے ذریعہ فال نکالنا یہ سب فسق (برائی) ہیں (سورہ مائدہ: ۳)۔

مندرجہ ذیل آیات کے ذریعہ شراب اور خمار لانے والی دیگر اشیاء کی حرمت بھی بیان کی گئی ہے۔

اے اہل ایمان، شراب اور دیگر نشہ آور اشیاء جوا (قمار بازی) اور تیروں کے ذریعہ فال نکالنا یہ سب شیطانی کام ہیں ان سے اجتناب کرو تا کہ تم فلاح پاؤ (سورہ مائدہ: ۹۰)۔

گوشت کے بارے میں قرآن عظیم میں سخت احکام ہیں، نہ صرف خون، لحم خنزیر، مردہ جانوروں کا گوشت یا غیر اللہ کے نام قربان کئے گئے جانوروں کا کھانا حرام ہے، بلکہ اسی کے ساتھ یہ بھی ہدایت ہے کہ حلال جانور کو ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لیا جائے۔

وہ (گوشت) کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، اگر تم مومن ہو اور اللہ کے نازل کردہ احکام پر یقین رکھتے ہو (سورہ انعام: ۱۱۸)۔

جس (گوشت) پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اسے مت کھاؤ، کیونکہ یہ کراہیت والی شئ (فسق) ہے اور شیطان اور اس کے ساتھی تمہیں ورغلانا چاہتے ہیں، اگر تم ان کی پیروی کرو گے تو تم شرک کے مرتکب ہو گے (سورہ انعام: ۱۲۱)۔

لہٰذا مسلمانوں کے لئے تمام حلال اور طیب غذائیں قابل استعمال ہیں ماسوائے ان کے جنہیں ذیل میں حرام قرار دیا گیا ہے، یا جن کی تیاری میں ممنوع اور حرام اشیاء شامل ہوں، مردار جانور، بہتا یا جما ہوا خون، خنزیر کا گوشت اور اس سے تیار کی جانے والی تمام خوردنی وغیر خوردنی اشیاء، وہ جانور جنہیں ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، وہ جانور جو اس انداز سے مارے گئے ہوں کہ ان کا سارا خون ان کے جسموں سے خارج نہ ہو گیا ہو، وہ جانور جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کئے گئے ہوں، ہر قسم کی خمار آور ادویہ اور مشروبات کی ممانعت ہے، درندے، شیر، کتے، بھیڑیئے، چیتے، پرندے جن کے تین تیز پنجے ہیں، شکاری پرندے جیسے (شکرا، چیل، الو اور گدھ)، زمینی جانور (حشرات الارض) جیسے مینڈک اور سانپ وغیرہ۔

اسلام کے غذائی اصول قرآنی آیات، احادیث، تفسیر اور فقہ کی بنیاد پر وضع کئے گئے ہیں، قرآن مجید میں غذا اور مشروبات سے متعلق مزید احکام حسب ذیل ہیں:

اے بنی آدم! زمین پر جو حلال اور طیب غذائیں ہیں انہیں کھاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو، خبردار وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (سورہ بقرہ: ۱۶۸)۔

اے اہل ایمان، اپنے عہد پورے کرو، تمہارے لئے تمام جانور حلال کئے گئے ہیں ماسوائے .... (سورہ مائدہ: ۱)۔

(اے محمد!) وہ تم سے سوال کرتے ہیں کہ ان کے لئے حلال کیا ہے، کہہ دو کہ تمام طیب اشیاء ان کے لئے حلال ہیں اور وہ شکاری جانور اور پرندے جنہیں تم اللہ کے بتائے ہوئے طریقے پر شکار کے لئے سدھائے ہو، ان کے شکار کئے ہوئے جانور (پرندے) کھاؤ لیکن ان پر اللہ کا نام لو، اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ حساب لینے میں دیر نہیں کرتا (سورہ مائدہ: ۴)۔

آج تمہارے لئے وہ تمام طیب غذائی اشیاء حلال کی جاتی ہیں جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں، اہل کتاب کی غذائیں جو وہ کھاتے ہیں تمہارے لئے حلال ہیں اور تمہاری غذائیں ان کے لئے حلال ہیں (سورہ مائدہ: ۵)۔

اے اہل ایمان! جو چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں انہیں اپنے اوپر حرام مت کرو اور زیادتی نہ کرو، اللہ حد سے گذرنے والوں کو پسند نہیں کرتا؟

جو حلال اور طیب چیزیں اللہ نے تمہیں عطا کی ہیں انہیں کھاؤ اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو (سورہ مائدہ: ۸۸)۔

اور تم اس چیز کو کیوں نہیں کھاتے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے اور جو کچھ حرام ہے وہ بھی اللہ نے تمہیں بتایا ہے، سوائے اضطرار کے (سورہ انعام: ۱۱۹)۔

اور جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا ہے اسے مت کھاؤ...... دیکھو یہ برا (قابل اجتناب) ہے، شیطان اپنے ساتھیوں کے ذریعہ تمہیں ورغلاتا ہے، اگر تم ان کی پیروی کرو گے تو تم شرک کے مرتکب ہو گے (سورہ انعام: ۱۲۱)۔

اور جو جانور اللہ نے پیدا کئے ہیں ان میں سے بعض بار برداری کے لئے، بعض کھانے کے لئے ہیں، اللہ نے جو کچھ تمہیں عطا کیا ہے اسے کھاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (سورہ انعام: ۱۴۲)۔

(اے محمد) کہہ دو کہ مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے، میں نے اس میں ایسا کچھ نہیں پایا کہ جو کچھ کوئی کھانا چاہے وہ حرام ہو ماسوائے اس کے کہ وہ مردار ہو، یا بہنے والا خون یا خنزیر کا گوشت، بلاشبہ یہ ناپاک اور نجس ہے، جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا (اسے مت کھاؤ وہ حرام ہے)، اگر اضطرار کی حالت میں کوئی اسے کھالے اس کا ارادہ اللہ کی نافرمانی یا حد سے گذرنا نہ ہو تو اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے (سورہ نحل: ۱۱۴)۔

بس حلال اور طیب چیزیں کھاؤ، جو اللہ نے تمہیں عطا کی ہیں اور اللہ کی نعمتوں کا شکرادا کرو وہ جس کی تم عبادت کرتے ہو (سورہ نحل: ۱۱۴)۔

اللہ نے تمہارے لئے مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو حرام کیا ہے لیکن جو حالت اضطرار میں ہو، نافرمانی اور حد سے گذرنا اس کا ارادہ نہ ہو تو اللہ معاف کرنے اور رحم کرنے والا ہے (سورہ نحل: ۱۱۵)۔

حرام اشیاء میں خنزیر کا گوشت، شراب، خون، مردار جانور، یا جس پر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، ان میں وہ حلال اشیاء بھی شامل ہے جن کی تیاری میں حرام اشیاء کی آمیزش کی گئی ہو، وہ گوشت یا پولٹری جسے اللہ کا نام لئے بغیر ذبح کیا گیا ہو بہت سے مسلمان اسے حرام یا پھر مکروہ سمجھتے ہیں۔

حرام قرار دینے کی بنیاد:

اسلامی عقیدہ میں اللہ قادر مطلق ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، ایک مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ سب سے پہلے لا الہ الا اللہ کہے، پس ہر شئ کا تعلق اللہ سے ہے، اس عقیدے کو کوئی چیلنج نہیں کرسکتا، اللہ تعالی نے جن اشیاء کو حرام قرار دیا ہے وہ سب قرآن عظیم کے ذریعہ حرام بتلائی گئی ہیں، بعض سائنسدانوں نے بھی اپنے سائنسی مطالعہ کی روشنی میں ان حرام اشیاء کے مضر اثرات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، جو مندرجہ ذیل ہے:

۱- مردار یا مردہ جانور انسان کی غذا کے لئے مضر ہیں؛ کیونکہ مردہ جسم میں ایسے کیمیاوی اجزاء پیدا ہوجاتے ہیں جو انسان کے لئے نقصان دہ ہیں (آوان ۱۹۸۸)۔

۲- جسم سے جو خون خارج ہوتا ہے اس میں مضرت رساں بیکٹیریا (جراثیم) ہوتے ہیں جو زہریلے اجزاء سے پیدا ہوتے ہیں (اوان، ۱۹۸۸، حسین اور سکر، ۱۹۸۳)۔

۳- خنزیر کے گوشت میں ایسے مضرت رساں جراثیم ہوتے ہیں جو انسانی جسم میں پہنچ کر اسے نقصان پہنچاتے ہیں اور یہ بکثرت ہوتے ہیں، خنزیر کے گوشت میں چربی بہت ہوتی ہے اور یہ چربی انسانی جسم کی چربی اور بایوکیمیکل سسٹم سے میل نہیں کھاتی (اوان ۱۹۸۸، حسین اور سکر ۱۹۸۳)۔

۴- نشہ لانے والی اشیاء اعصابی نظام کے لئے مضرت رساں سمجھی جاتی ہیں، یہ انسانی حواس اور قوت فیصلہ کو متاثر کرتی ہیں، بہت سے کیسوں میں ان سے سماجی اور خاندانی پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں اور بعض اوقات موت بھی واقع ہوجاتی ہے (القرضاوی ۱۹۸۴، اوان ۱۹۸۸)۔

اگر چہ یہ تجزیہ اور تشریحات صحیح بھی ہوسکتی ہیں اور نہیں بھی، تاہم حرام اشیاء قرآن عظیم کے احکام کے تحت حرام قرار دی گئی ہیں، قرآن عظیم میں متعدد جگہ پر "تمہارے لئے یہ اشیاء حرام کی گئی ہیں" کی آیات موجود ہیں۔

آج کے صنعتی ماحول میں کوئی شخص واضح حرام اشیاء سے اجتناب پر کیسے عمل کرسکتا ہے، آیئے دیکھتے ہیں کہ ہم حرام سے متعلق قوانین پر کیسے عمل کرسکتے ہیں؟

۱- مردار اور مردہ جانور: یہ عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ مردار کھانا انسانی وقار کے منافی ہے اور غالبا آج کی مہذب سوسائٹی میں کوئی بھی مردہ جانور کا گوشت نہیں کھاتا، بہر حال ایسا ہوسکتا ہے کہ کسی جانور کو ذبح کرنے سے پہلے بجلی کے جھٹکے سے سن کردیا جائے، شمالی امریکہ کے مقابلہ میں یہ طریقہ یوروپ میں زیادہ رائج ہے، اس طرح ذبح کئے گئے جانور کا گوشت کھانا مسلمان کے لئے مناسب نہیں ہے (چودھری ۱۹۹۲)۔

۲- صحیح ڈھنگ سے ذبیحہ: جانور کو ذبح کرنے کے لئے سخت ضابطے ہیں، جانور حلال جانوروں کی نسل سے ہونا چاہئے، جیسے بھیڑ بکری وغیرہ، جانور

کا ذبیحہ کرنے والا مسلمان اور بالغ عمر کا ہونا چاہئے، ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا لازمی ہے، جانور کی رگ گردن کاٹ کر ذبح کیا جائے، یہ تیزی سے کیا جائے اور اس طرح گردن کاٹ دی جائے کہ جسم کا سارا خون خارج ہو جائے اور جانور فوری طور پر مرجائے، دیگر مزید شرائط کی پابندی بھی ضروری ہے مثلاً جانور پر سختی نہ کی جائے، اسے پانی پلایا جائے اور تیز چھری سے ذبح کیا جائے، یہ اقدامات اس لئے تاکہ ذبح سے قبل اور بعد کو جانور کو زیادہ اذیت نہ ہو، جو بھی غذائی مصنوعات یا اس کے جزوی مرکبات (اجزاء) ہوں وہ حلال جانور کے ہی ہونے چاہئیں تاکہ مسلمان اسے کھاسکیں۔

۳- خنزیر: خنزیر کا گوشت، چربی اور اس سے تیار کی جانے والی غذائی اشیاء یا وہ اشیاء جن کے مرکبات میں یہ شامل ہوں وہ واضح طور پر مسلمانوں کے لئے حرام ہیں، حلال اشیاء میں کسی بھی طرح سے خنزیر کا گوشت یا چربی کلی یا جزوی طور پر شامل کئے جانے کا اندیشہ ہو ان سے پرہیز لازم ہے۔

درحقیقت اسلام میں حرام کی حدود اشیاء خورد ونوش سے بھی آگے تک جاتی ہیں، مثال کے طور پر کسی مسلمان کے لئے حرام اشیاء کی فروخت یا خرید، باربرداری، ذبح کرنا یا کسی طرح بھی بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر اس سے منافع حاصل کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

۴- خون: سیال خون بازار میں فروخت نہیں کیا جاتا، نہ اسے کھایا جاتا ہے، لیکن خون سے یا اس کے اجزاء سے تیار کی جانے والی اشیاء بازار میں دستیاب ہوتی ہیں، علماء کا اس پر اجماع ہے کہ خون سے تیار کی جانے والی اشیاء مسلمان کے لئے حرام ہیں۔

۵- شراب اور نشہ لانے والی دیگر اشیاء: الکوحل پر مشتمل مشروبات جیسے شراب، بیئر اور بغیر ملاوٹ کی شراب وغیرہ مسلمانوں کے لئے قطعی حرام ہیں، وہ غذائیں جن میں الکوحل کی زیادہ مقدار ایسے مشروبات بھی حرام ہیں؛ کیونکہ ایسی غذائی اشیاء اپنی نوعیت کے اعتبار سے ناپاک ہیں، غیر طبی ادویہ اور دیگر اشیاء جو خمار آور ہیں اور انسان کے ذہن، بدن اور صلاحیت پر اثر انداز ہوتی ہیں وہ بھی حرام ہیں، اور ان کا براہ راست استعمال یا غذا میں ان کا شامل کرنا جائز نہیں ہے، بہرحال بعض قابل قبول صورتیں بھی ہیں جن کے تحت قدرتی طور پر الکوحل والی اشیاء یا غذائی اشیاء میں الکوحل کے استعمال کی اجازت ہے۔

غذائی اشیاء کے حلال ہونے کے لحاظ سے انہیں چار زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے اور صنعت کے لئے بھی اسی کے مطابق خطوط ہدایت مرتب کی جاتی ہیں:

۱- گوشت اور پولٹری: اس زمرہ میں پانچ حرام زمروں میں سے چار دستیاب ہیں، لہذا یہاں اس کے لئے سخت ترین تحدید کی جاتی ہے، جانور لازمی طور پر حلال ہونا چاہئے، خنزیر کو اسلامی طریقہ پر ذبح کر کے اسے حلال قرار نہیں دیا جاسکتا، ذبح کرنے والا عاقل مسلمان ہونا چاہئے اور ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا لازمی ہے، ایک تیز چھری سے جانور کی گردن کی رگیں کاٹنی چاہئیں تاکہ خون مکمل طور سے خارج ہو جائے، اسلام سنگدلی کی اجازت نہیں دیتا، لہذا جب تک جانور پوری طرح مر نہ جائے اس کے اعضاء الگ نہیں کئے جانے چاہئیں۔

۲- مچھلی اور دیگر سمندری غذائیں: مچھلی اور سمندری غذاؤں کے جائز ہونے کے بارے میں مختلف فقہی مسالک کے ضابطوں اور مختلف ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کے ثقافتی رسوم ورواج کو سمجھنا ضروری ہے، غیر کھپرے دار مچھلی استعمال کرتے ہیں، تاہم بعض لوگ بغیر کھپرے والی مچھلی جیسے کٹ فش استعمال نہیں کرتے، سمندری غذاؤں کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان اور بھی زیادہ اختلافات ہیں، بعض سمندری جانور کا بطور غذا استعمال کرنے میں، لیکن ہمیں دنیا کے مختلف خطوں میں رہنے والوں کی ضروریات کو سمجھنا چاہئے، مثلاً ایسی اشیاء کا برآمد کرنا جن میں سمندری غذائیں شامل ہوتی ہیں۔

۳- دودھ اور انڈے: حلال جانور کا دودھ اور انڈا بھی حلال ہے، مغرب میں دودھ زیادہ تر گائے کا ہوتا ہے اور انڈے بیشتر مرغی کے ہوتے ہیں، دیگر ذرائع سے حاصل ہونے والی یہ اشیاء بھی اسی زمرے میں آتی ہیں، انڈوں اور دودھ سے مختلف غذائی اشیاء تیار کی جاتی ہیں، پنیر، مکھن اور کریم دودھ سے تیار کئے جاتے ہیں، پنیر ایک مخصوص کیمیائی مادہ (انزائیم) سے تیار کیا جاتا ہے، اگر یہ کیمیاوی مادہ حلال جانور کے ذبیحہ سے بنایا جاتا ہے تو یہ حلال ہے؛ لیکن اگر حرام جانوروں کے اجزاء سے حاصل کیا جاتا ہے تو یہ حلال نہیں ہوگا، اسی طرح ان غذائی اشیاء میں جو ایسے

مرکبات ہوتے ہیں جن کے بارے میں واضح علم نہ ہو تو ان کے استعمال میں بھی احتیاط ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

۴- پودے اور ترکاریاں: ان میں سے بیشتر چیزیں حلال ہیں، ماسوائے ان کے جن میں الکوحل کی ملاوٹ کرکے مشروبات تیار کیے گئے ہوں، بہر حال آج کے صنعتی طریقہ کار میں گوشت اور سبزیاں ایک ہی مشین اور آلات سے تیار کی جاتی ہیں اور اس سے ان کے آلودہ ہونے کا اندیشہ رہتا ہے، سبزیوں کو ڈبہ بند یا پیک کرنے کے دوران ان میں بعض جانوروں کے اجزاء بھی شامل کردیئے جاتے ہیں، جس سے یہ مصنوعات شبہ کے زمرہ میں آجاتی ہیں، لہذا پودوں اور سبزیوں سے بنائی جانے والی اشیاء کی تیاری کے عمل پر نظر رکھی جائے تاکہ ان کا حلال ہونا مشتبہ نہ رہے۔

اوپر شرعی ضوابط کو مدنظر رکھتے ہوئے جو بحث کی گئی اس سے واضح ہوتا ہے کہ غذائی اشیاء کے حلال یا حرام ہونے کے بارے میں فیصلہ کرنے میں متعدد عوامل سامنے آتے ہیں، یہ اس پر منحصر ہے کہ اس کی نوعیت کیا ہے، تیار کرنے کا عمل کیا ہے، اس کا سامان (مواد) کہاں سے حاصل کرایا گیا ہے۔

مثال کے طور پر خنزیر کے گوشت سے تیار ہونے والی تمام اشیاء حرام ہیں؛ کیونکہ ان کا مادہ حرام ہے، اسی طرح اس حلال جانور کا گوشت جسے اسلامی طریقہ پر ذبح نہ کیا گیا ہو اسے بھی جائز قرار نہیں دیا جائے گا، اسی طرح چوری سے حاصل کی گئی غذائی اشیاء یا وہ اشیاء جو اس طریقہ سے حاصل کی گئی ہیں جو شریعت کے تحت جائز نہیں ہیں وہ بھی حرام ہوں گی، وہ غذائیں اور مشروبات جو زہریلے ہوں یا جن میں نشہ آور اجزاء شامل ہیں وہ بھی حرام ہیں؛ کیونکہ وہ سب مضر صحت ہیں۔

حوالہ جات:

۱- قرآن عظیم، ہولی قرآن پبلشنگ ہاؤس لندن

۲- القرضاوی، اسلام میں حلال وحرام، ۱۹۸۴ء

۳- اوان جے اے ۱۹۸۸- غذا سے متعلق اسلامی قوانین، حرام غذا تیار کرنے کی فلاسفی، ۱۹۵۱-۵-۶۔

۴- چودھری- ایم ایم ۱۹۹۲ غذائی اشیاء سے متعلق اسلامی قوانین، فلسفیانہ بنیاد، اور عملی نفاذ ۴۶--۱۰-۹۲، ۹۳، ۱۰۴۔

۵- حسین- ایم ایم اور سکر ۱۹۸۳- اسلامی غذائی قوانین اور پریکٹس- اسلامی فوڈ اینڈ نیوٹریشین کونسل آف امریکہ- بیڈفورڈ پارک ۱۱۔

۶- پکتھال- ایم گلوریس قرآن- عربی عبارت اور انگریزی ترجمہ- لائبریری آف اسلام- قاضی پبلیکیشن- شکاگو۔

۷- سکر اے ایچ ۱۹۹۴- حلال اور حرام کی وضاحت- حلال غذاؤں کا علم حقائق اور بے حقیقت باتیں، فاؤنڈیشن فار اسلامک نالج لمبارڈ۔

۸- سکر اے ایچ ۱۹۹۳، شمالی امریکہ میں حلال غذا سے متعلق عصری مسائل، لائٹ، مئی جون ۳(۳) ۲۲، ۲۴۔

۹- طوائی جبری، ایس اور اسپیل مین ڈی، ۱۹۸۹، مسلمانوں کے غذائی قوانین کا ایک تعارف- فوڈ ٹیک نول، ۷، ۸۸، ۹۰۔

صحت پر کیڑے مار دواؤں کے اثرات

کیڑے مار دوائیں چھڑکنے والوں پر ان دواؤں کے شدید اور تاخیر سے نمایاں ہونے والے اثرات ہوتے ہیں، ان میں جلد میں جلن، آنکھوں میں سوزش سے لے کر اور بھی سنگین بیماریاں مثلاً نظام اعصاب پر منفی اثرات، ہارمون میں عدم اعتدال، رجولیت سے متعلق مسائل کے علاوہ کینسر ہو جانے کا خدشہ بھی رہتا ہے، ۲۰۰۷ء کے ایک جائزہ سروے سے پتا چلا کہ خون کے کینسر اور بعض دیگر مہلک امراض کی تشخیص ظاہر کرتی ہے کہ کیڑے مار دواؤں کے اثرات کا ان سے گہرا تعلق ہے، ان کا کہنا تھا کہ کیڑے مار دواؤں کا استعمال کم کیا جانا چاہئے، کیڑے مار دواؤں کے منفی اثرات سے متعلق دیگر اہم شہادتیں بھی موجود ہیں، ان میں دماغی نقص، اور ذہنی فروغ سے متعلق کمزوریاں شامل ہیں۔

امریکی میڈیکل ایسوسی ایشن نے ان کیڑے مار دواؤں کے استعمال کو محدود کرنے اور دیگر محفوظ متبادل سے کام لینے کی سفارش کی ہے، کیڑے مار دواؤں کے کم مقدار میں استعمال کے طویل المدتی اثرات کے بارے میں غیر یقینی صورتحال اب بھی برقرار ہے۔

عالمی ادارہ صحت اور اقوام متحدہ کے ماحولیاتی پروگرام نے اندازہ لگایا ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں کھیتوں میں کام کرنے والے تیس لاکھ افراد ان دواؤں کے اثرات کا شکار ہوتے ہیں اور ان میں سے اٹھارہ ہزار موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔

ان کیڑے مار دواؤں سے جو بے حد مالی منافع حاصل ہوتا ہے اس کی ہوس نے ان دواؤں کے استعمال کو مقبول بنا دیا ہے، لیکن ان دواؤں کے استعمال سے انسانی صحت کو جو خطرہ لاحق ہوتا ہے اس کے پیش نظر عالمی غذائی ضابطہ ایسوسی ایشن مثلاً امریکہ ایف ڈی اے، یوروپی یونین، کوڈیکس وغیرہ نے کیڑے مار دواؤں کے استعمال کی ایک حد مقرر کر دی ہے، اس حد سے زیادہ ان دواؤں کا استعمال انسانی صحت کے لئے مضر ثابت ہوگا، وسیع انسانی آبادی کی غذائی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے بڑے پیمانے پر غذائی اشیاء کی فراہمی مطلوب ہے مگر اس کے باوجود مضر صحت دواؤں کے استعمال کے بارے میں قانون اور ضابطوں کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔

کیڑے مار دواؤں سے متعلق یوروپی یونین کی کارروائی:

کمیشن نے ان کیڑے مار دواؤں کے بارے میں جو ۱۹۹۳ سے قبل بازار میں فروخت ہوتی تھیں اپنا تجزیہ مکمل کر لیا ہے، اس پروگرام کے تحت ایک ہزار سے زیادہ اجزاء کی جانچ کی گئی اور ان میں سے دو تہائی کو بازار سے ہٹا لیا گیا، ان تمام دواؤں میں ہر ایک کا اس کے مضر اور منفی اثرات کا تفصیل سے جائزہ لیا گیا، انسانی صحت اور ماحول پر ان کے اثرات کی جانچ بھی کی گئی۔

اعداد و شمار پر مبنی منظور شدہ کیڑے مار دوائیں:

یہ معلوم کرنے کے لئے کہ یوروپ میں کون سے فعال اجزاء منظور شدہ ہیں یوروپی یونین کمیشن کی ویب سائٹ پر اعداد و شمار پر مبنی رپورٹ کو دیکھا جا سکتا ہے، ہر ایک مادہ سے متعلق یوروپی یونین کے قانون کا حوالہ دیا گیا ہے، اس میں متعلقہ نشہ آور اجزاء اور غذاء میں باقی رہ جانے والے زیادہ سے زیادہ مادہ کی بابت معلومات بھی فراہم کی گئی ہیں، اس اعداد و شمار پر مبنی رپورٹ میں مقرر کردہ معیار کے مطابق مادہ کی تحقیق/ جانچ اور مطلوبہ معلومات پوری طرح حاصل کرنے کی گنجائش بھی موجود ہے۔

http://ec.europa.eu/sanco_pesticides/public/index.cfm

ماحولیاتی تحفظ سے متعلق امریکی ایجنسی:

یہ ایجنسی خوراک اور تغذیہ میں کیڑے ماردواؤں کے باقی ماندہ اجزاء (مادہ) کی تحدید کا تعین کرتی ہے جو غذائی اشیاء بنانے اور ان میں پائے جاتے ہیں، کیڑے ماردواؤں کے ان باقی ماندہ اجزاء کو قابل برداشت کہا جاتا ہے، یہ انسان کو غذائی اشیاء میں ان دواؤں کے باقی ماندہ اجزاء سے تحفظ کی حد بتاتی ہیں، غذاء اور ادویہ سے متعلق انتظامیہ کے انسپکٹر اور امریکی محکمہ زراعت کے اہل کار اس بات کی نگرانی کرتے ہیں کہ مقرر کردہ حد سے زیادہ اجزاء ان اشیاء میں باقی نہ رہ جائیں، ذیل میں باقی ماندہ اجزاء کی زیادہ سے زیادہ حد (ایم آر ایل ایس) یا قابل برداشت مادہ سے متعلق اطلاعات کے ماخذ کی تفصیل دی جارہی ہے۔

۱- وفاقی ضوابط (فیڈرل ریگولیشنز) کا الیکٹرانک ضابطہ (کوڈ)۔

۲- یو ایس ڈی اے انٹرنیشنل اعداد وشمار برائے باقی ماندہ اجزاء کی حد۔

مخصوص کیمیاوی اجزاء کی بابت مزید معلومات حاصل کرنے کیلئے رجسٹریشن اور کیمیاوی مادہ سے متعلق خصوصی معلومات، اس صفحہ کے ذریعہ ای پی اے کے پاس متعدد دستاویزات ہیں جن سے کیڑے ماردواؤں کے بارے میں معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں، مثلاً نشہ لانے والے اجزاء، استعمالی نمونے اور رجسٹریشن کا درجہ۔

زہریلے اجزاء کے اثرات کے بارے میں معلومات۔

یو ایس ڈی اے کا کیڑے ماردواؤں سے متعلق اعداد وشمار پر مبنی پروگرام کیڑے ماردواؤں کے باقی ماندہ اجزاء ایک جائزہ۔

ہندوستانی قانون کے مطابق:

پھلوں اور ترکاریوں میں کیمیاوی اجزاء کی موجودگی اور صحت پر ان کے اثرات، تازہ پھلوں اور سبزیوں میں کون سے کیمیاوی اجزاء کی اجازت/ممانعت ہے، پھل اور سبزیاں بے حد تغذیہ بخش ہوتی ہیں اور انسانی خوراک میں سب سے اہم اشیاء ہیں؛ لیکن یہ زیادہ دیر تک نہیں رکھی جاسکتیں؛ کیونکہ یہ بہت جلد خراب ہوجاتی ہیں، ان غذائی اشیاء میں زہریلے اور مضر صحت کیمیاوی اجزاء کی موجودگی کی بابت اطلاعات دی گئی ہیں، کیمیاوی مادے مثلاً کیلشیم کاربو ہائڈریٹ، ایتھیفن اور اوگزائی ٹاسن وغیرہ ان پھلوں اور سبزیوں کو مصنوعی طور پر پکانے اور ان کا وزن بڑھانے کے لئے بازاروں اور کھیتوں میں استعمال کی جاتی ہیں، کیلشیم کاربائڈ جسے مصالحہ کہا جاتا ہے کینسر پیدا کرنے والا مادہ ہے اور پی ایف اے رولز ۱۹۵۵ کے تحت اس کا استعمال ممنوع ہے، ایتھےفن ایک کیڑے ماردوا ہے اور پھلوں کو پکانے کے لئے اس کا استعمال نہ کرنے کی سفارش کی گئی ہے، اوگزائی ٹاسن، جانوروں کے تحقق کا ہارمون ہے، امراض مویشیاں میں استعمال کیا جاتا ہے، تازہ پھلوں اور سبزیوں میں اس کا استعمال نہیں کیا جانا چاہئے۔

پی ایف اے رولز ۱۹۵۵ء کے ضابطہ (اول) ۴۴ اے اے کے تحت پھلوں کو پکانے کے لئے کاربائڈ گیس کا استعمال ممنوع ہے، کوئی شخص اس گیس سے پکائے ہوئے پھلوں کو نہ بیچے گا، نہ انہیں بیچنے کے لئے پیش کرے گا اور نہ اپنی دکان وغیرہ پر کسی بھی طریقے سے انہیں فروخت کرنے کے لئے رکھے گا، ایسے تمام پھل جو کاربائڈ گیس سے پکائے گئے ہیں ان کی فروخت پر پابندی ہے۔

وزارت زراعت نے وضاحت کی ہے کہ پھل ایتھی لین گیس کے اثر سے ۱۰۰-۱۰ پی پی ایم سے کیمیاوی طور پر متاثر ہوتے ہیں، اسے پکانے کے لئے محفوظ سمجھا جاتا ہے، یہ اثرات 0.0001-0.01% فیصد کے متفرق اثر کے تحت ہوتے ہیں جو مختلف فصلوں اور ان کے پکنے پر موقوف ہوتے ہیں، پی ایف اے رولز میں پھلوں کو پکانے کے مادے کے بارے میں کوئی مخصوص دفعہ نہیں ہے، ایسی متعدد شکایات سامنے آئی ہیں کہ غیر ذمہ دار عناصر سبزیوں کو زیادہ پرکشش اور خوشنما بنانے کے لئے انہیں مصنوعی رنگوں میں ڈبوتے ہیں، پی ایف اے ایکٹ کے تحت پھلوں اور سبزیوں کو رنگنا ممنوع ہے۔

سوال: پھلوں اور سبزیوں میں آلودہ کرنے والے دیگر مادے کہاں سے آتے ہیں اور صحت پر ان کے کیا اثرات ہوتے ہیں

کیڑے مار دواؤں کے باقی ماندہ اجزاء، فصلوں کو آلودہ کرنے والے مادے (Aflatoxins, Patulin, Ochratoxin) وغیرہ قدرتی طور پر ظاہر ہونے والے زہریلے مادے اور بھاری دھات ایسے مادے ہیں جو سبزیوں اور پھلوں میں آلودگی پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ کیڑے مار دوائیں جو زراعتی اور پیڑوں کو کیڑوں اور بیماریوں سے بچانے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں، آب پاشی کے لئے استعمال ہونیوالے پانی اور کھاد میں دھات کی بھاری مقدار بھی آلودگی کا باعث ہوتے ہیں، خراب بیج، آب پاشی کا پانی اور مٹی سے یہ زہریلے مادے پھلوں اور سبزیوں پر بڑے اثر انداز ہوتے ہیں، ان میں ممنوع مادوں کے باقی ماندہ اجزاء اور محدود پیمانے پر کیڑے مار دواؤں کے اثرات بھی شامل ہیں۔

سوال-ان کی باقی ماندہ مادہ کی حد کیا ہے؟

غذائی اشیاء کی افزائش کے لئے بی ویکس (سفید اور زرد) یا کاربو ویکس جی ایم پی کے معیار کے مطابق استعمال کی اجازت ہے۔

۲-کیونکہ پی ایف اے ایکٹ کے تحت پھلوں کو پکانے کے لئے کاربائڈ گیس کا استعمال ممنوع ہے، لہذا اس کے باقی ماندہ مادے کی کوئی حد مقرر نہیں ہے اور نہ اس کے برقرار رکھنے کی اجازت ہے۔

۳-پھلوں اور سبزیوں میں رنگ اور معدنی تیل کے استعمال کی اجازت نہیں ہے۔

۴-پی ایف اے رولز ۱۹۵۵ (ضابطہ ۶۵) کے تحت کیڑے مار دواؤں کے باقی ماندہ مادے کی زیادہ سے زیادہ حد کی تفصیل دی گئی ہے۔

۵-پھلوں اور سبزیوں میں بھاری دھات کے اجزاء کی موجودگی پی ایف اے رولز ۱۹۵۵ (ضابطہ ۵۷) میں دیئے گئے معیار سے زیادہ نہیں ہوگی۔

۶-سبزیوں اور پھلوں میں فصلوں میں آلودگی اور قدرتی طور پر ظاہر ہونے والے زہریلے مادے کی مقدار پی ایف اے رولز ۱۹۵۵ ضابطہ ۵۷ اے اور ۵۷ بی کے تحت مقرر کردہ زیادہ سے زیادہ حد سے تجاوز نہیں کرے گی۔

سوال: خوراک سے متعلق قانون کے ضابطے:

پی ایف اے رولز کا نفاذ ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں کے دائرہ کار میں ہیں، ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں کے کمشنر برائے تحفظ غذا (صحت) اتھارٹی کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ پھلوں کو پکانے کے لئے کاربائڈ گیس اور سبزیوں کو رنگنے کے استعمال پر کڑی نظر رکھیں اور خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا دیں۔

دودھ کی پیداوار بڑھانے کے لئے انجیکشن کا استعمال:

یو ایس ایف ڈی اے: یو ایس ایف ڈی اے کا اندازہ یہ ہے کہ انجیکشن کے ذریعہ گائے کے دودھ میں کوئی خاص فرق نہیں ہے، ۲۱ / دیگر ممالک نے بھی بی ایس ٹی (منظور کردہ ہارمون کا استعمال) کی اجازت دے دی ہے، برازیل، چلی، کولمبیا، کوسٹاریکا، ایکویڈور، گوئٹی مالا، ہنڈورس، لبنان، میکسکو، پناما، پاکستان، پیراگوئے، پیرو، سلواڈور، جنوبی افریقہ، جنوبی کوریا، یوراگوئے اور وینی زولا، بہر حال کئی ملکوں میں باضابطہ نافذ کرنے والے اداروں مثلاً یوروپی یونین، کینڈا، جاپان، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور ارجنٹینا نے بی ایس ٹی کی سفارشات کو مسترد کر دیا؛ کیونکہ بی ایس ٹی گائے میں صحت سے متعلق مضر اثرات میں اضافہ کرتا ہے اسمیں خسرہ، پیدوار میں کمی اور جسمانی صلاحیت میں کمی بھی شامل ہے۔

یوروپی یونین: ۱۹۹۰ء میں یوروپی یونین نے اپنے تمام ممبر ممالک میں اس کے فروخت پر روک لگا دی ہے، یکم جون ۲۰۰۰ء سے اس پر مستقل پابندی عائد کر دی گئی ہے، یہ پابندی مویشیوں کے مفاد کے قانون اور معاہدوں کے تحت عائد کی گئی ہے۔

کینڈا کے صحت بورڈ نے کینڈا کی ڈیریوں میں بی ایس ٹی کے استعمال کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔

کوڈکس ایلی منٹریسیس کمیشن نے جو عالمی غذائی معیار سے متعلق اقوام متحدہ کا ایک ادارہ ہے اس نے بھی بی ایس ٹی کے محفوظ ہونے (مضر صحت نہ ہونے) کی بابت منظوری نہیں دی ہے، یہ ہارمون پر پابندی کی منظوری دینے کا اختیار نہیں رکھتا؛ لیکن اس کے فیصلے کوڈکس کے منظور کردہ اور

معیاری مانے جاتے ہیں، کوڈیکس عالمی تجارتی ادارہ کے روبرو برآمد کنندہ ممالک کی جانب سے بی ایس ٹی پر پابندی عائد کرنے والے ممالک کے خلاف کارروائی کی منظوری دے سکتی تھی۔

گائے کے گوشت میں ہارمون:

صحت عامہ سے متعلق یوروپی یونین کے سائنسدانوں کی کمیٹی برائے اقدامات علاج مویشیاں (ایس سی وی پی) کے مطابق گائے کے گوشت کی پیداوار میں کچھ قدرتی اور مصنوعی ہارمون کا استعمال انسانی صحت کے لئے بڑا خطرہ ہے، ان چھ ہارمون میں سے تین فطری طور پر وجود میں آتے ہیں، ٹیسٹوٹورون اور دیگر تین سینتھٹک زیرانول، ٹرمیولون، اور میلین جیسٹرول ہیں، کمیٹی نے پایا کہ ان ہارمون کے استعمال کے بارے میں کوئی قابل قبول اعداد وشمار مرتب نہیں کئے جاسکتے۔

کمیٹی نے یہ بھی سوال کیا کہ آیا جانور کے گوشت میں پائے جانے والے ہارمون کے باقی ماندہ اجزاء انسانی ہارمون کے توازن کو نقصان پہنچا سکتے ہیں، اس سے فروغ پانے والے اجزاء سے متعلق مسائل پیدا ہوسکتے ہیں جو تولیدی نظام میں خلل ڈالیں گے اور اس سے چھاتی، مثانے کا کینسر ہوسکتا ہے۔

اضافی ہارمون کے صحت پر منفی اثرات بچوں، حاملہ عورتوں اور پرورش پانے والے جنین پر بہت زیادہ ہوسکتے ہیں، مثال کے طور پر گائے کے گوشت میں ہارمون کے جو باقی ماندہ اجزاء رہ جاتے ہیں ان کی جانچ سے پتا چلا کہ اس سے لڑکوں میں عمر بڑھنے کے ساتھ مادہ منویہ کی کمی کا باعث بنتے ہیں؛ کیونکہ جو گوشت ہم کھاتے ہیں ان میں یہ ہارمون باقی رہ جاتے ہیں بلکہ جانور کے گوبر سے وہی اجزاء کھاد میں بھی پہنچ جاتے ہیں، ہارمون کے ان باقی ماندہ اجزاء کے ماحول پر جو اثرات ہوتے ہیں ان کے بارے میں سائنسداں شدید تشویش میں مبتلا ہیں؛ کیونکہ یہ کھاد سے گذر کر ماحولیات میں پہنچ جاتے ہیں اور مٹی اور سطح اور زیر زمین پانی کو آلودہ کرتے ہیں، سائنسدانوں کی اس تشویش کے باوجود امریکہ عالمی تجارتی تنظیم کے تعاون سے جانوروں میں ان ہارمون کے فروغ کے لئے کام کررہا ہے، یوروپی یونین نے ان ہارمون کے استعمال کی اجازت نہیں دی ہے، اور ۱۹۸۸ سے ان کے اجزاء رکھنے والے گائے کے گوشت کی درآمد پر پابندی لگادی ہے اور امریکہ سے بھی ہارمون زدہ اشیاء کی درآمد بھی ممنوع کردی ہے، امریکہ نے اس ممانعت کے خلاف عالمی ادارہ تجارت میں استغاثہ کیا ہے اور اس کے درست ہونے کے بارے میں امریکہ اور یوروپی یونین کے درمیان سرگرم بحث جاری ہے۔



کیڑے مار دواؤں کے اثرات

پروفیسر عارف علی [1]

سوال نمبر ۱: ایک کہاوت مشہور ہے کہ ہم وہی بوتے ہیں جو کھاتے ہیں، آج کل سبزی خوری عروج پر ہے، اسی وجہ سے کسانوں پر اس بات کا دباؤ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ سبزیاں اور پھل کی پیداوار بڑھائیں، اس بات کا بھی دباؤ ہے کہ یہ سبزیاں اور پھل پورے سال مارکیٹ میں موجود ہوں۔

اسی وجہ سے کسان اپنی فصل کی افزائش کے لئے اس بات پر مجبور ہیں کہ وہ تمام قسم کے کیڑے مار دوائیں (Pesticides)، غیر ضروری گھاس کو ختم کرنے والی دوائیں (Herbicides)، کیڑے مار گیس اور پاؤڈر اور دیگر دوائیں استعمال کریں تا کہ وہ اپنی فصل کو زیادہ سے زیادہ بڑھا سکیں، کچھ کیمیکل ایسے ہوتے ہیں جو فطری طور پر اپنجنے والے ہارمون کی کاپی کرتے ہیں اور ایسے کیمیکل پھلوں کو پکانے، ان کو یکساں سائز دلانے، جاذب نظر بنانے اور مارکیٹ میں ان پھلوں کی کھپت کو بڑھانے کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

پھل سب سے اہم فطری غذا ہے تمام انسانوں کے لئے، مگر آج کل مختلف قسم کے کیمیکل کی وجہ سے یہ پھل تندرستی کو کافی حد تک نقصان پہنچانے لگے ہیں۔

یہ کیمیکل درج ذیل کام کے لئے استعمال کئے جا رہے ہیں:

۱- پھلوں کو بڑا بنانے کے لئے۔

۲- پھلوں کو ایک سائز میں پکانے کے لئے۔

۳- پھلوں کو تازہ دکھتا ہوا بنانے کے لئے۔

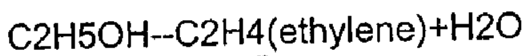
۴- یکساں رنگ دینے کے لئے۔

۵- زیادہ دنوں تک قابل استعمال بنانے کے لئے عام طور سے پھلوں کو پکانے کے لئے جو عمل کیا جاتا ہے وہ مصنوعی ہوتے ہیں اور وہ فیزیولوجیکل عمل ہوتے ہیں جو پھلوں کو:

۱- کھانے کے قابل بناتے ہیں۔ ۲- لذیذ اور عمدہ بناتے ہیں۔ ۳- غذا بخش بناتے ہیں۔

مصنوعی پکانے کا عمل کیا ہے؟

غیر مرکب ہائڈروکاربن، خاص طور سے اسٹیلین گیس پھلوں کو بڑھاتے ہیں اور ان کے رنگ کی تبدیلی میں اثر انداز ہوتے ہیں، اتھیلین یا اسٹیلین کو اس طرح پیدا کیا جاتا ہے کہ ایتھانول کو کاٹالیسٹ میں گرم کیا جاتا ہے اور اس طرح اتھیلین تیار ہوتا ہے۔


C2H5OH--C2H4(ethylene)+H2O

کیلشیم کاربائڈ (CaC2): جب اس کو ہائڈرولائز کیا جاتا ہے تو یہ اسٹیلین تیار کرتا ہے، اس میں اتنی مقدار میں اتھیلین ہوتی ہے جو پھلوں کو

---

[1] پروفیسر، ڈپارٹمنٹ آف بایو سائنس، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی۔

پکانے کے لئے کافی ہوتی ہے۔

آتھیلین بھی ایسا ہی عمل کرتا ہے جیسا کہ فطری طور پر آتھیلین سے مرکب شدہ ہارمون کرتا ہے، مگر آخری نتیجہ یکساں نہیں ہوتا ہے۔

خطرناک چیزیں:

کیلشیم کاربائڈ (CaC2) انسانی جسم کے لئے بہت ہی خطرناک چیز ہے؛ کیونکہ اس کے اندر زہریلی فاسفورس پائے جاتے ہیں، آرسینک انسانی جسم کے چمڑے کے لئے انتہائی خطرناک چیز ہے، کیلشیم کاربائڈ بہت سارے ممالک میں ممنوع ہے، مگر ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور نیپال میں اس کا استعمال کثرت سے ہوتا ہے، کیلشیم کاربائڈ پھل کے ظاہری رنگ کو بدل دیتا ہے مگر اندر یونہی کچا رہتا ہے۔

کیلشیم کا زیادہ استعمال پھل کو بے مزہ بنا دیتا ہے، غیر صحت بخش اور تھوڑا انشیلا بنا دیتا ہے، کیلشیم کاربائڈ سے وٹامن کے صحت بخش اجزاء بھی زائل ہوجاتے ہیں، اس کے اندر اس بات کی صلاحیت ہوتی ہے کہ یہ جسم کے عظیم اعضاء کو نقصان پہنچادے اور ان کو نیست و نابود کردے۔

اسٹائلن اور آتھیلن کو جب کیلشیم کاربائڈ سے معرض وجود میں لایا جائے تو اس کے اندر پھوسفائن ہوتا ہے اور 95 سے 3PPM تک پہنچ جاتا ہے بالترتیب۔

کیلشیم کاربائڈ ایک طرح کا ردعمل کرنے والا کیمیکل ہے اور اس کے اندر کینسر پیدا کرنے کے اجزاء ہوتے ہیں، اس کو گیس ویلڈنگ میں استعمال کیا جاتا ہے، فاسفورس زہریلی چیز ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے درج ذیل چیزیں ہوسکتی ہیں:

۱- قے، ۲- ہیضہ، خون یا خون کے بغیر، ۳- سینے اور معدے میں جلن، ۴- پیاس، ۵- کمزوری، ۶- کسی چیز کو گھونٹنے اور نگلنے میں تکلیف، ۷- آنکھوں، چرم، حلق، منہ، ناک میں خارش، ۸- مسلسل نظر کی کمزوری، ۹- السر۔

فاسفورس سے زیادہ واسطہ پڑنے کی وجہ سے پھیپھڑوں میں تری اور پانی آسکتا ہے، اسی طرح معدے میں السر کی بیماری ہوجاتی ہے۔

مصنوعی طور سے پکائے ہوئے آم کھانے سے پیٹ میں تکلیف ہوسکتی ہے اور اس کے داخلی نظام کو بشمول رس نلی کے جو ہاضمے کے نظام کو سنبھالتا ہے، تہہ و بالا کرسکتا ہے، اس کی وجہ سے نیورولوجیکل نظام پر اثر پڑسکتا ہے؛ کیونکہ آکسیجن کی کمی ہوجاتی ہے۔

درج ذیل پھل مصنوعی طور پر پکائے جاتے ہیں:

کیلا، آم، ٹماٹر، پپیتہ، کھجور وغیرہ۔

سوال نمبر ۲، ۳:

Pesticide کیمیکل کا استعمال اس لئے ہوتا ہے کہ سبزیوں، فصلوں، پھلوں وغیرہ میں کوئی آفت نہ داخل ہو، کچھ ہارمون ایسے ہوتے ہیں جن کو سبزیوں میں ڈال دیا جاتا ہے، یا مختلف پھلوں میں ڈالا جاتا ہے جیسے بیگن، کھیرا، لوکی، گھیا، توری اور تربوز وغیرہ، تاکہ یہ چیزیں فطری میعاد سے پہلے بڑھ جائیں اور بڑے ہوجائیں۔ یہ کیڑے مار دوائیاں کیمیکل اور ہارمون ہمارے جسم میں جگہ بنالیتی ہیں اور اپنا اثر چھوڑ جاتی ہیں، ان کیمیکل کے اثرات نتیجے کے طور پر نہایت ہی خطرناک اور مہلک ثابت ہوتی ہیں اور مختلف بیماریاں جنم دیتی ہیں۔

کیڑے مار دوائیاں نتیجے کے حساب سے مختلف قسم کی ہوتی ہیں، چونکہ یہ کیمیکل ہوتی ہیں نوع کے حساب سے، اس لئے ان کی مختلف درج ذیل قسمیں ہیں:

۱- آرگن- کلورائنز، ۲- آرگن- فاسفیٹس، ۳- کاربامیٹس

آرگن کلورائنز جیسے ڈی ڈی ٹی- یہ اعصابی نظام پر حملہ کرتے ہیں اور سوڈیم/پوٹاشیم کے اعصابی توازن کو تہہ و بالا کردیتے ہیں اور اعصاب کو مسلسل منتقل ہونے پر مجبور کرتے ہیں، چونکہ ان کا یہ کام ہی ہے کہ یہ بڑے اعضاء میں سرایت کرجاتے ہیں اس لئے یہ قابل استعمال نہیں رہ جاتے۔

آرگن- فاسفیٹس اور کاربونیٹس اینزائم ایسٹل کولینیٹریس میں داخل ہوکر اپنا عمل کرتے ہیں، جس کی وجہ سے ایسٹیل کولین قوت مدافعت

کو ٹرانسفر کر دیتا ہے مکمل طور پر اور مختلف قسم کی علامتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں جیسے کمزوری اور فالج وغیرہ، ایسٹل کولن ایک نیوروٹرانزمیٹر ہے جو ایک اہم مرکب ہوتا ہے اور جو اعصابی نظام کے ساتھ ساتھ قوت مدافعت کو زائل کر دیتا ہے۔

اگر آپ زہر کھالیتے ہیں تو یہ زہر اعصابی نظام سے مل جاتا ہے اور اسپائنل کورڈ اور دماغ تک پہنچ جاتا ہے، کوئی بھی ایسی کوشش جو مرکزی اعصابی نظام (CNS) میں مخل ہو، ہارٹ اٹیک یا فالج کا ذریعہ بنتی ہے۔

یہ آرگن فاسفیٹس اور کاربونیٹس اگر جانوروں کے اعصابی نظام کو لگ گئے تو ان کو مار دیتے ہیں، ان زہروں کے اثرات ہمارے مطبخ تک سبزیوں، پھلوں وغیرہ کے ساتھ پہنچتے ہیں، اگر ان کو صحیح ڈھنگ سے نہ دھلا جائے تو یہ ہمارے کھانے کے دسترخوان تک پہنچ جاتے ہیں جو فکرمندی کی بات ہے۔

کیڑے مار دوائیاں پودے کے اندر پانی کے ذریعہ داخل ہوتی ہیں اور ان پودوں کی جڑ تک پہنچ جاتی ہیں اور پھر یہ دوائیاں پودے کے پورے جسم میں اگزیلم کے ذریعہ پہنچ جاتی ہیں اور پھر یہ دوائیاں پھولوں کے ذرات میں پہنچ جاتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو کیڑے مکوڑے، شہد کی مکھی، تتلیاں اور دیگر جاندار ان پھولوں پر بیٹھتی ہیں ان کو زندہ مار دیتی ہیں۔

صحت پر برے اثرات:

ان کیڑے مار دواؤں کے اثرات ان لوگوں پر جن کو ان کا سامنا ہوتا ہے، بڑے دیرپا ہوتے ہیں، ان کے اثرات بڑے مہلک، خطرناک ہوتے ہیں تندرستی کے لئے، کچھ بیماریوں کے نام ذیل میں دیئے جاتے ہیں جو ان کیڑے اور کیمیکل کی وجہ سے ہوتی ہیں:

۱- ان سے چرم میں اور آنکھوں میں خارش ہوتی ہے۔

۲- ان سے اعصابی نظام متاثر ہوتا ہے۔

۳- یہ ہارمون کی کاپی کرتے ہیں اور جدید تخلیق میں بے ترتیبی کی وجہ بنتے ہیں۔

۴- کینسر کا سبب بنتے ہیں۔

۵- نون، ہاگکن، لمپھوما اور لیوکیمیا پر کئے گئے زیادہ ریسرچ اس کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ان کا تعلق ایجابی ہے کیڑے مار کیمیکل سے۔

۶- اس بات کے شواہد موجود ہیں کہ کیڑے مار کیمیکل کا منفی نتیجہ ہوتا ہے، بشمول دماغی امراض، پیدائش میں نقص، اچانک موت اور دماغی نشوونما کی بے ترتیبی کے۔

۷- انڈوسلفر اور ڈیکولفل کی وجہ سے ایسے بچوں کی پیدائش ہوتی ہے جو دماغی طور سے بہت زیادہ مریض ہوتے ہیں۔

آج کل امریکہ اور دیگر ممالک میں فارم میں پرورش پانے والے تقریبا تمام جانوروں کو چھ طرح کی وٹامن (Anabolic Steroids) دیئے جاتے ہیں۔

تین وہ جو نیچرل ہیں (Estradiol, testosterone& Progesterone)

تین مصنوعی ہارمون (The estrogen compound zeranol, the androgen trembolone acetate, and progesterone melengestrol acente)

ان (مذکورہ بالا) مصنوعی جنس اور ہارمون کو دودھ دینے والے گائے کو دیا جاتا ہے جو ۱۵ فیصد زیادہ دودھ دینے لگتی ہیں، گوشت کے مقصد سے پالی جانیوالی گائے کو دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے ۲۰ فیصد تیزی کے ساتھ ان کے گوشت پوست میں اضافہ ہوتا ہے، بظاہر ان کیمیکل سے نشوونما دیئے گئے گائے کے گوشت اور جسم انسان پر ان کے مضر اثرات کے درمیان کوئی رشتہ واضح نہیں کیا گیا ہے، rBGH ایک مصنوعی ہارمون ہے، اس کو اگر گائے کو دیا جائے تو دودھ کی مقدار میں کافی اضافہ ہوجاتا ہے، خدشہ یہ ہے کہ اس طرح کے مصنوعی ہارمون گائے کو دینے سے دوسرے ہارمون بڑ

جاتے ہیں جیسے انسولین (IGF) جس کے برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

بہت زیادہ درجے کے انسولین جیسے (IGF) لینے سے سینے کے خطرات بڑھ جاتے ہیں، کمزوری بہت زیادہ ہوجاتی ہے، اور دوسری طرح کے کینسر ہوجاتے ہیں انسانی جسم میں، ایک دوسرا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ اس طرح کے ہارمون اگر جسم میں ایسے گوشت کے ذریعہ داخل ہوجائے جس میں یہ ہارمون ملے ہوئے ہوں تو بچوں میں جنسی اعضاء کی افزائش تیزی سے ہوجاتی ہے، مگر اس مطالعہ پر ابھی یقین نہیں کیا جاسکتا، مزید ریسرچ درکار ہے۔

سوال نمبر ۴ (A) کا جواب:

ہاں، نشوونما دینے والے ان ہارمون کو دیا جاسکتا ہے تا آنکہ سائنس مکمل جامعیت کے ساتھ اس کو ثابت نہ کردے۔

(B) کا جواب:

ہاں، کیونکہ جانوروں اور انسانوں کے ہاضمہ نظام ان ڈرگس کو ان کے اجزائے ترکیبی میں توڑ دیتے ہیں، بہرحال کچھ ذرے ہاضمہ نظام کو چھوڑ دیتے ہیں، مشمولات کو دھیان میں رکھنا چاہئے۔

امریکہ میں ایک مطالعے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ اگر حاملہ عورت کو گائے کا گوشت (Beef) دیا جائے تو منی میں کیڑوں کی تعداد زیادہ پائی جاتی ہے جو نر کی پیدائش کی شرح میں اضافہ کرتے ہیں، مطالعے میں یہ نتیجہ سامنے آیا ہے کہ نشوونما والے ہارمون بیف کے اندر زیادہ پائے جاتے ہیں، ان ہارمون کو بیف کو بھی دیا جاتا ہے جس سے ان کے وزن میں بڑھوتری ہوتی ہے۔

☆ ☆ ☆

باب سوم / تفصیلی تحریریں

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول اور اس پر مبنی چند جدید فقہی مسائل

مولانا محمد مصطفی عبدالقدوس ندوی [۱]

غذا انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہے، اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا ہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جہاں انسان کی صحت کے لئے بعض اشیاء مفید اور صحت بخش ہیں، وہیں پر بعض چیزیں اس کی صحت کے لئے ضرر رساں ہیں، اور انسان کو مضرت سے بچانا شریعت اسلامیہ کا بنیادی مقصد ہے، اس لئے اسلام نے بڑی تفصیل اور شرح وبسط کے ساتھ حلال وحرام کے احکام کی طرف رہنمائی کی ہے۔

موجودہ دور میں نباتی اور حیوانی غذائی اشیاء سے کھانے پینے کے لئے مختلف مصنوعات تیار کی جاتی ہیں، اور جو چیزیں حلال ہیں ان میں بھی تیز رفتار نمو پیدا کرنے، تازگی برقرار رکھنے، دیر پا بنانے، لذت میں اضافہ کرنے، اور خوشنما شکل دینے کے لئے مختلف ایسے اجزاء استعمال کئے جاتے ہیں، جن میں سے بعض صحت کے لئے سخت نقصان کا باعث بنتے ہیں، اس پس منظر میں بہت سے مسائل غور طلب ہیں، جن میں سے چند کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

مسائل ذکر کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حلال وحرام غذائی اشیاء سے متعلق ضروری اصول ذکر کر دیئے جائیں، اس کے بعد سوالنامہ میں ذکر کردہ مسائل کے شرعی احکام بیان کئے جائیں۔

۱- ''الأصل في الأشياء الإباحة'' (اشیاء میں اصل اباحت اور جائز ہونا ہے):

یہاں چند باتیں قابل توجہ ہیں، وہ یہ ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل افعال اور اشیاء کا حکم کیا تھا؟ اور بعثت کے بعد اشیاء میں اصل کیا ہے؟ اباحت، توقف یا حرمت؟ اگر اباحت ہے تو سوال یہ ہے کہ آیا یہ مطلق ہے یا اس سے عبادت کا باب مستثنیٰ ہے؟

(ا) اشیاء کی حقیقت نزول شرع سے پہلے:

معلوم ہونا چاہئے کہ انسانی افعال دو طرح کے ہوتے ہیں: اضطراری اور اختیاری، پہلی قسم کے بارے میں تمام علماء سلف وخلف کا اتفاق ہے کہ وہ مباح ہے ممنوع نہیں، جیسے ہوا خوری وغیرہ (المحصول ۱/ ۴۷، کشف الاسرار للبخاری ۳/ ۱۹۳، نہایۃ السول علی ہامش التقریر ۱/ ۹۶)۔

دوسری قسم ''افعال اختیاری'' اس کے بارے میں علماء کی تصریحات مختلف ہیں، مجموعی طور پر تین نقاط نظر ہیں: توقف، حرمت اور اباحت۔

۱- شیخ ابوالحسن اشعری، امام ابوبکر صیرفی (الاحکام فی أصول الاحکام ۱/ ۱۳۱، الابہاج ۱/ ۱۴۲)، ضرار بن عمرو، بشر المریسی (کشف الاسرار ۳/ ۹۲)، حجۃ الاسلام امام غزالی (المستصفی ۱/ ۱۵)، امام فخر الدین رازی اور ان حضرات کے متبعین (نہایۃ السول فی شرح منہاج البیضاوی علی ہامش التقریر ۱/ ۹۷) توقف کے قائل ہیں، یہی رائے بعض احناف اور شوافع کی ہے، اور عام طور پر محدثین کا میلان بھی اسی طرف ہے (تیسیر التحریر ۲/ ۱۷۲، حاشیۃ المحصول ۱/ ۱۴۴، کشف الاسرار للبخاری ۳/ ۱۹۳)۔

---

[۱] جامعۃ الصالحات نسواں، کڑپا، آندھرا پردیش۔

۲- بغداد کے معتزلہ، بعض امامیہ، شیخ ابوعلی ابن ہریرہ شافعی (الابہاج فی شرح المنہاج ۱/ ۱۴۲-۱۴۳)، اور بعض علماء احناف جن میں ابومنصور ماتریدی قابل ذکر ہیں، نیز بعض شوافع علماء بھی اس بات کے قائل ہیں کہ اشیاء میں اصل تحریم ہے (کشف الاسرار ۳/ ۱۹۳، تیسیر التحریر ۲/ ۱۶۸)۔ امیر بادشاہ نے عام محدثین سے بھی حرمت کی رائے نقل کی ہے (تیسیر التحریر ۲/ ۱۶۸، التقریر والتحبیر ۱/ ۹۹۲)۔

۳- جمہور علماء حنفیہ وشافعیہ (تیسیر التحریر ۲/ ۱۶۸، فواتح الرحموت علی ہامش المستصفی ۱/ ۴۹)، اصحاب ظواہر اور ابوعلی جبائی کی رائے کے مطابق اشیاء میں اصل اباحت ہے، چنانچہ اصول فقہ کی مشہور ومعروف کتاب کشف الاسرار میں لکھا ہے:

''اختلف العلماء فی الأشياء التي تحتمل أن يرد الشرع بإباحتها وحظرها، أنها قبل ورود الشرع على الإباحة أم على الحظر، فذهب أكثر أصحابنا خصوصًا العراقيون منهم. وكثير من أصحاب الشافعي إلى أنها على الإباحة... وهو قول أبي علي الجبائي وابنه، وقال بعض أصحابنا وبعض الشافعي ومعتزلة بغداد على أنها على الحظر'' (کشف الاسرار ۳/ ۹۵)

وہ اشیاء جن کے بارے میں یہ احتمال ہے کہ شریعت کے نزول کے بعد مباح وممنوع ہوسکیں، اس طرح کی اشیاء میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا وہ ورود شرع سے قبل مباح تھیں یا حرام؟ تو اکثر ہمارے اصحاب حنفیہ خصوصاً عراقی اور بہ کثرت اصحاب شافعی فرماتے ہیں کہ وہ مباح تھیں، اور ان میں اصل یہی ہے، او رہمارے بعض اصحاب حنفیہ اور بعض شوافع اور بغداد کے معتزلہ نے کہا کہ اصل حظر وحرمت ہے۔

کیونکہ فترت کے زمانہ میں وحی کے نزول کا زریں سلسلہ منقطع ہوتا ہے جو کہ حلت وحرمت کی معرفت کا اصل منبع اور اللہ کی منشا جاننے کا واحد سرچشمہ ہے، دوسری طرف کلام الٰہی کا مجموعہ توریت وانجیل ضرور مدون تھا اور وہ لوگوں کے صداقت کی کرن ہوسکتا تھا؛ لیکن وہ بھی تحریف لفظی ومعنوی دونوں کا مرکب بن چکا تھا، اور یہ صحائف حقیقت میں یہودی ونصرانی عالموں کا کھلونا بن کررہ گئے تھے، یہاں تک کہ خود یہودی وعیسائی علماء کو بھی اعتراف تھا کہ یہ کتابیں محرف ہوچکی ہیں، ایسی صورت حال میں حلت وحرمت کا صحیح علم جوئے شیر لانے کے مترادف ہوکررہ گیا تھا، اس لئے دفع حرج کی بنیاد پر اباحت اصل حکم قرار پائی۔

(۲) شریعت کے نزول کے بعد:

اسلام کا بہت بڑا طرہ امتیاز احکام میں سختی وتشدد اور افراط وتفریط سے اجتناب ہے، تخفیف کے پہلو کا بھرپور خیال رکھا گیا ہے، لیکن تخفیف بھی اس حد تک نہیں کہ احکام کی قدر وقیمت ہی لوگوں کے دلوں سے جاتی رہے، بلکہ اعتدال کی راہ اپنائی گئی ہے؛ چنانچہ سابق شرائع کی بہت سی حرام اشیاء کو امت محمدیہ کے لئے حلال کیا گیا، ایسا بہت کم ہوا کہ گذشتہ شریعتوں کے حلال کو حرام کیا گیا ہو، ہاں گذشتہ قوم نے اگر اپنی بری عادتوں کی وجہ سے کسی چیز کو حلال کرلیا تھا؛ حالانکہ وہ حقیقت میں حرام تھی، تو اسلام نے اس پر سے تحریف کے غبار کو ہٹا کر حقیقت حال واضح کردی، بہت سارے ایسے افعال واشیاء ہیں جن کے بارے میں اسلام نے کوئی حکم نہیں بتلایا ہے، جن کو ''مسکوت عنہ'' کہا جاتا ہے، اس بارے میں بھی علماء کی رائیں اسی طرح مختلف ہیں جس طرح نزول شریعت سے قبل کے بارے میں ہیں، یعنی تینوں اقوال پائے جاتے ہیں: توقف، حرمت اور اباحت (تیسیر التحریر ۲/ ۱۷۲)۔

توقف کے قائلین اور ان کی دلیل:

علماء کی ایک معتدبہ تعداد توقف کی قائل ہے، جن میں برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ، ابومنصور ماتریدی، علاء الدین حصکفی، صاحب حاشیہ طحطاوی اور شارح منار ہیں، جیسا کہ تسہیل الوصول میں لکھا ہے (تسہیل الوصول/ ۲۷)، لیکن صاحب ہدایہ اور علاء الدین حصکفی کی طرف توقف کی رائے منسوب کرنا قرین صواب معلوم نہیں ہوتا ہے؛ کیونکہ خود صاحب ہدایہ برہان الدین مرغینانی نے ''فصل فی الحداد'' میں لکھا ہے: ''الإباحة أصل'' (ہدایہ، نکاح، فصل فی الحداد ۲/ ۴۲۸)، اور حصکفی نے درمختار کے باب الربا میں ایک جگہ رقم فرمایا ہے: ''فبقي على أصل الإباحة'' (درمختار علی ہامش الرد ۴/ ۱۹۹، ط: پاکستان)، گو کہ علامہ ابن نجیم نے اکثر فقہاء احناف سے توقف کا قول نقل کیا ہے، لیکن خود ہی اس پر شبہ ظاہر کیا کہ عملاً مجھے کوئی ایسا مسئلہ نہیں ملا جس میں توقف اختیار کیا گیا ہو ''ولكن لم نقف عليه بالفعل'' (الاشباہ والنظائر لابن نجیم ۱/ ۶۹)۔

بہرحال توقف کے قائلین کا اصل مستدل حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے:

''قال رسول اللهﷺ: الأمر ثلاثة، أمر بين رشده فاتبعه، وأمر بين غيّه فاجتنبه، وأمر اختلف فيه، فكله إلى الله''

(رواه احمد فی مسنده، مشکاۃ المصابیح ۱/۳۱)۔

(اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حکم تین طرح کے ہیں: اول: جس کا درست ہونا واضح ہو، اس کی اتباع کرو، دوسرا: جس کا غلط ہونا عیاں ہو، اس سے اجتناب کرو، تیسرا: جو دوہرا پہلو رکھتا ہو، اسے اللہ کے سپرد کردو)۔

حرمت کے قائلین اوران کی دلیل:

جولوگ اشیاء میں اصل حرمت کو مانتے ہیں، ان کی تعداد کم ہے (دیکھئے: فواتح الرحموت علی ہامش المستصفی ۱/۴۹)۔

علامہ ابن تیمیہ نے اس کو ظاہریہ کا مذہب قرار دیا ہے (الأصل فی العقود والشروط فیها ونحو ذلك الحظر، إلا ما ورد الشرع بإجازته، فهذا قول أهل الظاهر (القواعد الفقهيه النورانيه / ۲۰۶)۔ ان حضرات کی دلیل اللہ تعالی کا پاک ارشاد ہے: "قل لا أجد فيما أوحي إلي محرما على طاعم يطعمه إلا أن يكون ميتة ... الخ" (اس آیت کی تفسیر ملاحظہ ہو: تفسیر خازن ۲/۱۹۴، تفسیر ابوالسعود ۲/۱۴۳، تفسیر مظہری ۳/۲۳۶)۔

(آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر جو وحی آئی ہے تو میں اور کچھ نہیں حرام پاتا کسی کھانے والے کے لئے جو اسے کھائے سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو)۔

ان کا استدلال یہ ہے کہ حلت وحرمت کا مدار وحی الہی ہے، جب تک بذریعہ وحی کسی بات کی حلت کا ثبوت نہ مل جائے اس وقت تک وہ ممنوع ہے۔

اباحت کے قائلین اوران کی دلیلیں:

تیسرا قول یہ ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے، یہ جمہور محدثین وفقہاء اور متکلمین کی رائے ہے (الجامع لاحکام القرآن ۴/۷/۱۶۶)، شوافع کا مذہب بھی یہی ہے (الاشباہ النظائر للسیوطی/ ۱۳۳، المجموع شرح المہذب للنووی ۹/ ۲۶-۲۷)، امام احمد اور ابن تیمیہ کی عبارت سے مترشح ہوتا ہے کہ امام مالک کا رجحان اسی طرف ہے، خود امام ابن تیمیہ بھی اباحت کے قائل ہیں (القواعد الفقهيه النورانيه/ ۲۱۰)، اور علامہ قرافی کا بھی یہی نقطہ نظر ہے (الفروق ۳/۱۴۵)۔

علامہ ابن عابدین نے امام محمدؒ کے فقہی جزئیہ سے استخراج کیا ہے کہ ان کے یہاں اصل اباحت ہے اور حرمت عارض ہے (ردالمحتار ۱/۲۲۲)۔

بقول علامہ ابن نجیم: بعض احناف بشمول امام کرخی اسی طرف گئے ہیں (الاشباہ والنظائر لابن نجیم ۱/۶۹)، لیکن تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ تر علماء احناف اباحت ہی کے قائل ہیں، علامہ ابن عابدین شامی نے بصرہ کے معتزلہ اور بہت سے شوافع اور اکثر احناف کی رائے اصل اباحت کا نقل کیا ہے،

"وهو قول معتزلة البصرة وكثير من الشافعية وأكثر الحنفية لا سيما العراقيون" (رد المختار ۱/۲۲۲)

اور علامہ ابن ہمام کی کتاب تحریر میں ہے: "المختار الإباحة عند جمهور الحنفية والشافعية" (رد المحتار ۶/ ۲۶۸)۔

جن میں علامہ برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ، علامہ علاء الدین حصکفی صاحب مجمع الانہر، علامہ آلوسی صاحب روح المعانی، امام ابوبکر جصاص رازی، علامہ ابن نجیم مصری، شاہ ولی اللہ دہلوی اور علامہ قاسم بن قطلوبغا خصوصیت سے شامل ہیں (ہدایہ ۴/ ۴۲۸، درمختار علی ہامش الرد ۴/ ۱۹۹، مجمع الانہر، کتاب القاضی، مسائل شتی ۲/ ۱۷۵، روح المعانی ۸/ ۴۳، احکام القرآن ۳/ ۱۹، الاشباہ والنظائر، القاعدۃ الثانیۃ: إذا اجتمع الحلال والحرام، ص: ۱۰۹، حجۃ اللہ البالغہ، باب ما کان علیه أهل الجاهلية فأصلحه النبي صلی اللہ علیہ وسلم، حموی ۱/ ۱۲۳)۔

البتہ علامہ حموی کے حسب بیان فخر الاسلام بزدوی نے اس قول کو زمانہ فترت کے ساتھ خاص کیا ہے۔

المختار أن الأصل الإباحة عند أصحابنا، و قيده فخر الاسلام بز من الفترة (حموی ۱/ ۱۲۳)۔

اباحت کے قائلین جمہور علماء نے متعدد آیات واحادیث سے استدلال کیا ہے، جو حسب ذیل ہیں:

۱- "هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعًا" (بقرہ: ۲۹) (وہی خدا ہے جس نے جو کچھ بھی زمین میں ہے سب کا سب تمہارے لئے پیدا کیا)

۲- "وسخر لكم ما في السموات وما في الأرض جميعًا منه" (جاثیہ: ۱۳) (اور اس نے تمہارے لئے مسخر بنایا جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ بھی زمین میں ہے، سب کو اپنی طرف سے)۔

۳- ''ألم تروا أن الله سخر لكم في السموات وما في الأرض، وأسبغ عليكم نعمه ظاهرة وباطنة'' (لقمان: ۲۰)
(کیا تم لوگوں کی اس پر نظر نہیں کہ اللہ نے تمہارے ہی کام میں لگا رکھا ہے ان (سب) کو جو آسمان اور زمین میں ہے اور اس نے تم پر اپنی حسی اور معنوی نعمتیں پوری کر رکھی ہیں)۔

۴- ''وقد فصل لكم ما حرم عليكم'' (انعام: ۱۱۹) (جب کہ (اللہ) نے تمہیں تفصیل بتادی ہے ان کی جنہیں اس نے تم پر حرام کیا ہے)، لہٰذا جن چیزوں کو حرام کی حیثیت سے ذکر نہیں فرمایا گیا، وہ سب مباح ہیں،

''وإذا لم يكن حرامًا، لم تكن فاسدة، وكانت صحيحة'' (القواعد الفقهيه النورانيه/ ۴۴۴)۔

۵- ''كلوا مما رزقكم الله ولا تتبعوا خطوات الشيطان'' (انعام: ۱۴۲)
(اللہ نے تمہیں جو عطا فرمایا ہے، اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا تو کھلا ہوا دشمن ہے)۔

۶- ''قل لا أجد فيما أوحي إليّ محرمًا على طاعم يطعمه إلا أن يكون ميتة الخ'' (انعام: ۱۴۵)
(آپ کہہ دیجئے مجھ پر جو وحی آئی ہے تو میں اور کچھ نہیں حرام پاتا کسی کھانے والے کے لئے جو اسے کھائے، سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو)۔

۷- ''كلوا واشربوا ولا تسرفوا إنه لا يحب المسرفين'' (اعراف: ۳۱)
(کھاؤ پیو، لیکن اسراف سے کام نہ لو، بے شک وہ (اللہ) مسرفوں کو پسند نہیں کرتا)۔

امام فخر الدین رازی نے اس آیت پاک میں مطلق خورد و نوش وارد ہونے سے یہ نکتہ خوب پیدا کیا ہے کہ مطعومات و مشروبات میں اصل حلت ہی ہے، صرف حرمت کے لئے کسی مستقل دلیل کی ضرورت ہے، اور تقاضائے عقل بھی یہی ہے کہ اباحت کے لئے کسی مستقل دلیل کی ضرورت نہ ہو (مفاتیح الغیب)۔

تفسیر قرطبی (۷/ ۱۷۵) میں ہے: ''لا تسرفوا في تحريم ما لم يحرم عليكم''۔

۸- ''قل من حرم زينة الله التي أخرج لعباده والطيبات من الرزق'' (اعراف: ۳۲)
(آپ کہئے اللہ کی زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لئے بنائی ہے کس نے حرام کیا اور کھانے کی پاکیزہ چیزوں کو؟)۔

۹- ''كل الطعام كان حلًا لبني إسرائيل إلا ما حرم إسرائيل على نفسه من قبل أن تنزل التوراة'' (آل عمران: ۹۳)
(ہر کھانا بنی اسرائیل کے لئے حلال تھا، بجز اس کے جو خود اسرائیل نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا، قبل اس کے کہ توریت اترے)۔ فقہاء مفسرین نے لکھا ہے کہ غذاؤں میں اصل ان کی حلت ہی ہے، حرمت صرف حکم خداوندی سے ہوسکتی ہے،

''والأصل في الأشياء الحل حتى يرد النص بالتحريم'' (المنار)۔

۱۰- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''إن الله فرض فرائض، فلا تضيعوها، وحدّ حدودًا فلا تعتدوها، وحرّم أشياء فلا تنتهكوها، وسكت عن أشياء غير نسيان فلا تبحثوا عنها'' (ترمذی، لباس، باب في لبس الفراء: ۱/ ۲۰۳، امام ترمذی کا بیان ہے: هذا حديث غريب، لا نعرفه مرفوعًا إلا من هذا الوجه)، مستدرک حاکم (۲/ ۳۷۵) میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ما سكت الله عنه فهو مما عفا الله عنه'' (حاکم کا بیان ہے: صحیح الاسناد، حافظ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے، امام ہیثمی نے مجمع الزوائد (۱/ ۱۷۱) میں لکھا ہے: رواه البزار والطبراني في الكبير، وإسناده حسن ورجاله موثوقون)۔

(اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزیں فرض کی ہیں، انہیں ضائع مت کرو، کچھ حدود مقرر کئے ہیں ان سے تجاوز مت کرو، کچھ چیزیں حرام کی ہیں ان کی ہتک حرمت مت کرو، اور بعض چیزوں کی بابت عمداً خاموشی اختیار کی ہے، ان کے متعلق کھوج میں نہ پڑو)۔

۱۱- ''عن جابر بن عبد الله قال: كنا نعزل والقرآن ينزل، زاد إسحاق قال سفيان: لو كان شئ ينهى عنه لنهانا

عنه القرآن'' (مسلم، نکاح، باب حکم العزل ۱/ ۴۶۵)

(حضرت جابر بن عبداللہؓ کا بیان ہے کہ ہم عزل کا عمل کرتے تھے اور قرآن کا نزول ہورہا تھا، اسحاق راوی نے اضافہ کیا کہ سفیان نے نقل کیا: اگر کسی چیز سے روکا جانا ضروری ہوتا تو اس سے قرآن ضرور منع کرتا)۔

۱۲-''عن أبي الدرداء مرفوعًا ''الحلال ما أحل الله، والحرام ما حرم الله، وما سكت عنه فهو معفو عنه، فاقبلوا من الله، فإن الله لم يكن لينسى شيئا''(رواه البيهقي في سننه ۹/ ۳۲۰، والحاكم في مستدركه عن أبي الدرداء مرفوعًا وأخرجه ابن المنذر وابن مردويه (درمنثور ۴/ ۲۴۹))

(حضرت ابودرداءؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حلال وہ ہے جسے اللہ نے حلال کیا، اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے حرام کیا، اور جس سے خاموشی اختیار کی تو وہ ان کا فضل ہے، لہٰذا اسے اللہ کی جانب سے بطیب خاطر قبول کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ قطعاً نہیں بھولتے ہیں)۔

۱۳- صاحب کشف الاسرار اور امام بزدوی نے ''اصل اموال میں اباحت ہے'' پر اجماع نقل کیا ہے:

''أما بعد ورود الشرع، فالأموال على الإباحة بالإجماع ما لم يظهر دليل الحرمة'' (کشف الاسرار للبخاری ۳/ ۱۹۵)

علامہ ابن عابدین شامی نے بھی اصول بزدوی کے حوالہ سے اس پر اجماع نقل کیا ہے

(رد المحتار، جہاد، باب استیلاء الکفار، مطلب فی أن الأصل فی الاشیاء الاباحة ۶/ ۲۶۸)

(جہاں تک نزول شریعت کے بعد کی بات ہے تو اموال میں اصل اباحت ہے، اس پر اجماع ہے، جب تک کہ حرمت کی کوئی دلیل نہ مل جائے)۔

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض وغایت اور اس کی روح ومقصد پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہی ہونی چاہئے، اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اسرار ورموز کی بے نظیر کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں اشارہ کیا ہے، وہ رقمطراز ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی کج روی کی درستی کے لئے اور ان کی خرابیوں کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسماعیل کی شریعت کا بغور جائزہ لیا، اس میں جو طریقہ حضرت اسماعیلؑ کے مسلک کے موافق یا منجملہ شعائر الٰہی کے پایا، اس کو باقی رکھا اور جس میں تحریف ہوگئی تھی، یا اس میں بگاڑ آگیا تھا اس میں شرک وکفر کی علامت تھی، اس کو مٹادیا، اور جو امور عادات وغیرہ کے قبیل سے تھے، ان کی خوبیاں اور ناپسندیدگیاں اس طرح بیان کردیں کہ گمراہ کن رسموں سے بچا جاسکے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدروش طریقوں سے منع فرمادیا، اور عمدہ طریقوں کا حکم دیا، اور جو مسائل اصلی یا عملی زمانہ فترت میں متروک ہوگئے تھے، ان کو شاداب وتر وتازہ ویسا ہی کردیا جیسا کہ وہ تھے، اس طرح اللہ تعالیٰ کا انعام مکمل ہوگیا اور اس کا دین مستقیم ہوگیا''

(حجة الله البالغه، باب ما كان عليه أهل الجاهلية فأصلحه النبي صلى الله عليه وسلم)۔

اس سے مترشح ہوتا ہے کہ زمانہ فترت کی بہت ساری چیزوں کو اسی حال میں باقی رکھا گیا، جہاں قانون فطرت سے کسی طرح کا انحراف نظر آیا اس کی اصلاح کردی گئی، نیز فقہی اصول ''الأصل بقاء ما كان على ما كان''۔ (الاشباہ والنظائر لابن نجیم، القاعدۃ الثالثۃ۔ الیقین لا یزول بالشك، ص: ۵۷)۔ یعنی اشیاء اپنے سابق حکم پر باقی رہتی ہیں، یہاں تک کہ اسی درجہ کی کوئی دلیل معارض سامنے آجائے، اس لئے کہ اصل اشیاء میں بقاء ہے اور معدوم ہونا ایک طاری وعارضی کیفیت ہے، ''الأصل في الأشياء البقاء والعدم طارئ'' (الحموی ۱/ ۱۹۸)۔

جب ہم ان احکام پر غور کرتے ہیں جو بتدریج نازل ہوئے ہیں، تو اس سے اباحت کے نقطہ نظر کی تائید ہوتی ہے، مثلاً شراب کا معاملہ ہے، ابتداء میں صرف اس کی شناعت کے بیان پر اکتفا کیا گیا، اس کے نفع ونقصان سے لوگوں کو روشناس کرایا گیا:

''يسئلونك عن الخمر والميسر قل فيهما إثم كبير، ومنافع للناس، وإثمهما أكبر من نفعهما'' (بقرہ: ۲۱۹)۔

(لوگ آپ سے شراب اور قمار کی بابت دریافت کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے فائدے بھی ہیں اور ان کا گناہ ان کے فائدوں سے کہیں بڑھا ہوا ہے)۔

دوسرے مرحلہ میں صرف حالت نماز میں حرام قرار دی گئی، نشہ میں مست آدمی کو مسجد کے قریب جانے سے روکا گیا:

"یا أیہا الذین آمنوا لا تقربوا الصلاۃ وأنتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون" (نساء: ۴۳)

(اے ایمان والو! نماز کے قریب نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشہ میں ہو، یہاں تک کہ جو کچھ (منہ سے) کہتے ہو اسے سمجھنے لگو)۔

تیسرے مرحلہ میں جا کر عمومی تحریم کا اعلان ہوا:

"یا أیہا الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون" (مائدہ: ۹۰)۔

(اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور پانسے تو بس نری گندی باتیں ہیں شیطان کے کام، سو ان سے بچے رہو، تا کہ فلاح پاؤ)۔

اس سے معلوم ہوا کہ اصل میں شراب جائز تھی، لیکن بعد میں قرآنی دلیل کے ذریعہ حرام ہوئی، لہذا اسی طرح خورد ونوش، لباس وپوشاک، زیبائش وآرائش اور عقود ومعاملات اصل میں اس وقت تک مباح ہیں، جب تک کوئی دلیل حرمت نہ مل جائے، جیسا کہ فواتح الرحموت میں لکھا ہے:

"ما لم یقم فیہ دلیل التحریم مأذون فیہ" (فواتح الرحموت علی ہامش المستصفی ۱/ ۴۹)

(جب تک کہ دلیل حرمت قائم نہ ہو جائے، اس وقت تک اس چیز کی اجازت ہے)۔

کشف الاسرار میں ہے:

"لأن الإباحۃ والحرمۃ قد ثبتتا فی الأشیاء بالشرائع الماضیۃ، وبقیتا فیما بین الناس، فتبقی إلی أن یثبت الموجب للحرمۃ فی شریعتنا" (کشف الاسرار للبخاری ۳/ ۱۹۴، نیز دیکھئے: کشف الاسرار للنسفی ۲/ ۹۹)۔

(کیونکہ گذشتہ شریعتوں میں اشیاء میں اباحت وحرمت دونوں موجود تھیں، اسی طرح زمانہ فترت تک باقی رہیں، یہاں تک کہ زمانہ فترت میں لوگوں کے درمیان اباحت کو غلبہ حاصل ہوا، یہی اباحت ہماری شریعت میں اس وقت تک قائم رہے گی تا آنکہ حرمت کی کوئی دلیل ثابت ہو جائے)۔

اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ بعثت سے قبل اور بعد دونوں صورتوں میں اصل اشیاء میں اباحت ہے، یہی جمہور علماء کا قول ہے، اور احناف کے یہاں بھی اسی کو ترجیح حاصل ہے، چنانچہ علامہ شامی نے صاحب ہدایہ اور اصول بزدوی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ بتقاضائے دلیل نزول شریعت کے بعد اصل اباحت ہے، بلکہ اصول بزدوی میں صراحت ہے کہ اموال میں اصل اباحت پر اجماع ہے، تا آنکہ حرمت کی کوئی دلیل نہ مل جائے (رد المحتار ۶/ ۲۶۸)۔

حرمت کی دلیل پر ایک نظر:

آیت پاک "قل لا أجد فیما أوحی إلیّ محرما... الخ" کو تحریم کے قائلین نے مستدل بنایا ہے جیسا کہ اوپر گذرا، لیکن ذرا دقت نظر سے آیت بالا کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اباحت کو بتاتی ہے نہ کہ تحریم کو؛ چنانچہ علامہ آلوسی رقمطراز ہیں:

"وتنبیہ کما قیل علی أن الأصل فی الأشیاء الحل" (روح المعانی ۸/ ۴۰۳، نیز ملاحظہ ہو: احکام القرآن لابن العربی ۲/ ۷۴۷)

(اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اشیاء میں اصل حلت ہے جیسا کہ کہا گیا)۔

بظاہر محسوس ہوتا ہے کہ اس آیت میں صرف چار اشیاء کی تحریم آئی ہے، حالانکہ شریعت میں اور بھی اشیاء حرام ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان چاروں کا ذکر صریح الفاظ میں ہے اور بقیہ حرام چیزوں کا تذکرہ اقتضاءً ہے، اس لئے مفسرین لکھتے ہیں کہ بذریعہ وحی جن چیزوں کی حرمت کی تصریح ہے وہ سب اس آیت میں شامل ہیں، خواہ وہ باری تعالی کے الفاظ ومعانی کے پیرہن میں ہو، جسے وحی متلو سے تعبیر کیا جاتا ہے، یا کلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قالب میں ہو جسے وحی غیر متلو بولا جاتا ہے، مفسر کبیر علامہ قرطبی کی چشم کشا عبارت قابل لحاظ ہے:

"اس آیت کے حکم اور تفسیر میں علماء کے اقوال وآراء مختلف ہیں، اس سے پہلے اشارہ کر آیا ہوں کہ یہ آیت مکی ہے، اور ہر وہ حرام شئی جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کی ہو، یا اس کی حرمت قرآن میں آئی ہو، سب اس آیت میں شامل ہیں، یہ اللہ تعالی کی جانب سے حکم میں اضافہ ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر جاری ہوا، یہ رائے اکثر متکلمین، فقہاء اور محدثین کی ہے، طبری نے کہا کہ امام شافعیؒ نے اسی آیت کو بنیاد بنا کر ان اشیاء کو حلال ومباح قرار دیا ہے جن سے قرآن وحدیث خاموش ہے، سوائے اس کے کہ اس کے خلاف کوئی دلیل حرمت ثابت ہو جائے، تو اب وہ حرام ہے" (الجامع لاحکام القرآن ۴/ ۷/ ۱۱۶، نیز

دیکھئے: احکام القرآن للجصاص ۳/۱۹)۔

''إلا أن يكون ميتة... الخ'' ماقبل کے عام لفظ سے استثناء ہے، یعنی اصل میں تمام چیزیں مباح ہیں مگر ان سے فلاں فلاں چیزیں مستثنی ہیں جو کہ حرام ہیں، چنانچہ علامہ راغب اصفہانی رقمطراز ہیں:

''فالاستثناء إيراد لفظ يقتضي رفع بعض ما يوجبه عموم لفظ متقدم، أو يقتضي رفع حكم اللفظ. فمما يقتضي رفع بعض ما يوجبه عموم اللفظ، قوله تعالى: ''قل لا أجد فيما أوحي إليّ محرمًا على طاعم يطعمه إلا أن يكون ميتة'' (المفردات في غريب القرآن، ص: ۸۳)

(استثناء ایسے لفظ کو بولتے ہیں جو پہلے کے عام لفظ سے بعض چیزوں کو خاص کرلے، یا ان میں لفظ کے حکم کو غیر موثر بنادے، لہٰذا وہ استثناء جو پہلے عام لفظ سے بعض کو خاص کرلے، اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''آپ کہہ دیجئے مجھ پر جو وحی آئی ہے تو میں اور کچھ نہیں حرام پاتا کسی کھانے والے کے لئے جو اسے کھائے، سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو)۔

توقف کی دلیل پر ایک نظر:

توقف پر جس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے، وہ قرآنی آیات سے متصادم ہے، اور جب دو دلیلوں میں تعارض پیدا ہوتا ہے تو قوی تر دلیل کو ترجیح حاصل ہوتی ہے (مسلم، مساقات، باب أخذ الحلال وترك الشبهات ۲/۲۸)۔

نیز یہ بھی ممکن ہے کہ یہ حدیث ورع وتقویٰ پر محمول ہو، نہ کہ حکم لازم پر، جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے:

''عن النعمان بن بشير قال: سمعت رسول اللهﷺ يقول: إن الحلال بين والحرام بين، وبينهما مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس، فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه'' (مسلم، مساقات، باب أخذ الحلال وترك الشبهات ۲/۲۸)۔

(حضرت نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حلال اور حرام واضح ہے، ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں، جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے، لہٰذا جو شخص مشتبہ اشیاء سے بچا، اس نے اپنے دین اور عزت وناموس کی حفاظت کی)۔

اس حدیث پاک میں مشتبہ چیز سے بچنے کو تقویٰ کا عمل قرار دیا گیا ہے، اور مشتبہ ایسی چیز کو کہتے ہیں جس کی حلت اور حرمت کی تصریح نہ ہو، علامہ ابن عابدین شامی کا بیان ہے:

''والامتناع عن الحرام واجب، بخلاف الامتناع عن الشبهة فإنه مندوب'' (رد المحتار، باب النفقة ۲/ ۵۷۷، ط: پاکستان)

اباحت کے قائلین پر ایک نظر اور کچھ وضاحتیں:

اشیاء کا لفظ عام ہے، اس میں افعال، اقوال، ضرر رساں اور نفع آور چیزیں وغیرہ سب داخل ہیں، سوال یہ ہے کہ جب ''الأصل في الأشياء الإباحة'' بولا جائے تو کیا مذکورہ بالا تمام امور شامل ہوں گے، یا ان میں سے بعض مستثنیٰ ہیں؟

ایک نقطہ نگاہ پر تمام کا اتفاق ہے کہ اس سے عبادت کا باب مستثنیٰ ہے، عبادات میں اصل حرمت یا توقف ہے، ورنہ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہر شخص کو نئی عبادت کے ایجاد کا حق ہوگا اور وہ ایجاد کردہ عبادتیں اس اصول پر مباح اور درست قرار پائیں گی، جس کے نتیجہ میں بدعت کے دروازے وا ہوں گے، اسی وجہ سے امام احمدؒ اور دوسرے فقہاء امور تعبدیہ میں توقیف کے قائل ہیں،

''كان أحمد وغيره من فقهاء أهل الحديث يقولون: إن الأصل في العبادات التوقيف، فلا يشرع منها إلا ما شرعه الله، وإلا دخلنا في معنى قوله تعالى: أم لهم شركاء شرعوا لهم من الدين ما لم يأذن به الله'' (شوری: ۲۱)، ونقل عن مالك أنه قال: من سنّ سنة يرى أنها حسنة كمن زعم أن محمدًا خان الرسالة'' (عبادة الأوثان، ص: ۲۸۶)۔

لہٰذا عبادات اور تعبدی امور میں بذریعہ وحی ہی کمی وبیشی ممکن ہے، ورنہ عبادات کی صحیح شکل وصورت مسخ ہوکر رہ جائے گی، اسی لئے آپ ﷺ نے سد

ذریعہ کے طور پر ارشاد فرمایا:

''من أحدث فی أمرنا ما لیس فیہ فھو رد'' (بخاری، صلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود ۱/ ۳۷۲)
(جو شخص ہمارے طریقے میں کوئی ایسی نئی چیز ایجاد کرے، جو فی الواقع ہمارے طریقے میں سے نہیں ہے تو وہ نا قابل قبول ہے)۔

علامہ عبدالرحمن بن احمد بن رجب حنبلی لکھتے ہیں:

''وإن کان قد زاد فی العمل المشروع ما لیس بمشروع، فزیادتہ مردودۃ'' (جامع العلوم والحکم، ص: ۴۳۲)
(اگر کوئی اللہ کے مقرر کردہ عمل میں ایسی چیز کا اضافہ کردے جو مشروع نہیں ہے تو پھر یہ زیادتی مردود ہے)۔

علامہ شاطبی رقم فرماہیں: ''أن التعبدیات إنما وضعھا الشارع فلا یقال فی صلاۃ سادسۃ مثلًا، أنھا علی الإباحۃ .... لیتعبد بھا اللہ، لأنہ باطل بإطلاق'' (الاعتصام ۱/ ۳۰۱)۔

(امور تعبدی اللہ تعالی کی جانب سے وضع کردہ ہیں، یہ کہنا قطعاً درست نہیں ہے کہ فلاں فرض نماز چھ رکعت ہیں، کیونکہ اصل اباحت ہے،...... تاکہ بندہ اللہ کی عبادت کرے، اس لئے کہ یہ مطلق باطل ہے)۔

عقود ومعاملات میں اصل اباحت ہے، جب تک کہ ممانعت کی کوئی دلیل نہ مل جائے، امور عادیہ میں اصل عفو یعنی معاف ورخصت ہے، لہذا جس چیز کا حرام ہونا منصوص ہو وہ حرام ہے، ورنہ پھر ہم اللہ تعالی کے اس قول کے مصداق ہوجائیں گے: ''آپ کہئے کہ یہ تو بتاؤ کہ اللہ نے تمہارے لئے جو رزق نازل کیا تھا پھر تم نے اس میں سے (کچھ) حرام اور (کچھ) حلال قرار دے لیا۔ یہ بڑا اہم اور مفید ضابطہ ہے، اور جب یہ حکم ہے تو جس طرح لوگ چاہیں خرید وفروخت کریں اور جیسے چاہیں اجارہ کا معاملہ کریں، ہاں جسے شریعت حرام قرار دیدے وہ حرام ہے، اس سے بچیں، جیسا کہ لوگوں کو حسب منشا کھانے اور پینے کی اس وقت تک اجازت ہے جب تک کہ شریعت اس کی حرمت کی تصریح نہ کردے (عبادۃ الاوثان، ص: ۲۵۶)۔

اباحت کے قائلین علماء ''اباحت اصلیہ'' کو منافع اشیاء کے ساتھ خاص کرتے ہیں، چنانچہ تفسیر رازی میں "خلق لکم ما فی الأرض جمیعًا" (بقرہ: ۲۹) کے تحت لکھا ہے:

''والفقھاء استدلوا علی أن الأصل فی المنافع الإباحۃ'' (تفسیر رازی ۲/ ۱۵۴، نیز دیکھئے: تفسیر بیضاوی ۱/ ۲۸۶)۔
(فقہاء نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ نفع بخش اشیاء میں اصل اباحت ہے)۔

تیسیر التحریر کی عبارت بھی چشم کشا ہے:

''من یقول فی الأشیاء الإباحۃ یعنی فی المنافع، وأما فی المضار الأصل فیھا التحریم، وقال الإسنوی: ھذا بعد ورود الشرع بمقتضی أدلتہ'' (تیسیر التحریر ۲/ ۱۷۲، نیز دیکھئے: احکام القرآن للجصاص ۲/ ۲۹۵)۔

(جو لوگ اشیاء میں اباحت کے قائل ہیں، ان کا مقصد یہ ہے کہ منافع میں اصل اباحت ہے، جہاں تک مضرت رساں اشیاء کی بات ہے تو ان میں اصل تحریم ہے، اسنوی کہتے ہیں: یہ حکم شریعت کے نازل ہونے کے بعد کا ہے، کیونکہ دلائل کا تقاضا یہی ہے)۔

پس ہر وہ چیز اس میں شامل ہے جو انسان کے لئے کسی بھی اعتبار سے مفید ہو، بشرطیکہ وہ عقلی، شرعی اور طبی لحاظ سے مضر نہ ہو اور نہ شرعی دلائل کتاب وسنت اور اجماع وقیاس صحیح سے اس کی حرمت وکراہت ثابت ہورہی ہو، اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام ابوبکر جصاص رازی نے لکھا ہے:

''وساغ قبول الواحد واستعمال القیاس فیہ'' (احکام القرآن للجصاص ۳/ ۲۷)۔

خلاصہ بحث:

(۱) اشیاء میں اصل اباحت ہے، یا حرمت یا توقف؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے، اور یہ اختلاف زمانہ فترت کی بابت بھی ہے اور شریعت کے نزول کے بعد بھی۔

(۲) جمہور علماء کے نزدیک اشیاء میں اصل اباحت زمانہ فترت میں اور شریعت کے نزول کے بعد بھی ہے۔

(۳) شریعت اسلامی کے نازل ہونے کے بعد قاعدہ ''اشیاء میں اصل اباحت ہے'' سے عبادت کا باب مستثنی ہے۔

(۴) امور تعبدی اور ابضاع کے علاوہ تمام چیزوں میں اصل اباحت ہے، بشرطیکہ شرعی، عقلی اور طبی لحاظ سے ضرر رساں نہ ہو اور دلائل اربعہ میں سے کسی کے ذریعہ اس کی حرمت یا کراہت تحریمی ثابت نہ ہو رہی ہو۔

(ابضاع کی بابت فقہاء نے ایک قاعدہ ذکر کیا ہے: ''الأصل فی الأبضاع التحریم'' (عصمت انسانی میں اصل حرمت ہے) (الاشباہ ۱/ ۱۱)؛ کیونکہ انسانی عصمت وعفت اور عزت وناموس کا مسئلہ نہایت نازک ہے، اس وجہ سے فقہاء نے ''الأصل فی الأشیاء الإباحة'' ضابطہ سے اس کو بربناء احتیاط مستثنی قرار دیا ہے، اسی بنا پر حضرت عثمان بن عفانؓ نے دو سگی بہن باندیوں کو ایک شخص کی ملکیت میں جمع کرنے کے بارے میں فرمایا: میرے نزدیک جمع کرنا حرام ہے، ''قال عثمان: ''لما سئل عن الجمع بین أختین بملك الیمین'' (الاشباہ ۱/ ۱۰۹)، یہ اس وقت ہے جب کہ حرمت ثابت ہو، اس کا ثبوت مشکوک نہ ہو (دیکھئے: حوالہ سابق ۱/ ٦٦)۔

۲- الاستحالہ (حقیقت وماہیت کی تبدیلی):

ماہیت کی تبدیلی کا معیار:

اس سلسلہ میں غور طلب بات یہ ہے کہ کسی بھی شئی کے وہ بنیادی عناصر کیا ہیں، جن کے قائم رہتے ہوئے کہا جائے کہ شئی کی حقیقت نہیں بدلی ہے، گو اس میں مختلف قسم کے تغیرات واقع ہوئے ہوں؟

الف:...... اس سلسلہ میں عرض ہے کہ خلقی نجس العین یعنی جس کی مکمل ذات پیدائشی طور پر نجس ہو، جیسے: پیشاب، پاخانہ، اور خنزیر وغیرہ، یہ جزوی تبدیلی سے پاک نہیں ہوں گے، تا آنکہ پوری ذات بدل نہ جائے، بالفاظ دیگر انقلاب ماہیت سے پاک ہوں گے، جیسے: انسانی غلاظت جل کر راکھ ہو جائے یا زمین پر پڑے رہنے سے مٹی ہو جائے تو پاک ہو جائے گی (دیکھئے: خانیہ ہامش الہندیہ ۱/ ۲۲، ط: زکریا دیوبند، حاشیہ طحطاوی ومراقی الفلاح، ص: ۸٦)۔

خشک مٹی پیشاب میں گیلی کی گئی اور اس مٹی کے برتن، مشکیزے، مٹکے اور گھڑے وغیرہ یا اینٹ بنائی گئی، تو محض دھوپ میں خشک ہونے سے پاک نہیں ہوں گے؛ بلکہ آگ میں پکانے کے بعد پاک ہوں گے (خانیہ ۱/ ۲۲)، کیونکہ آگ میں جلنے وپکنے سے پاخانہ وپیشاب کی ذات جل کر ختم ہو جاتی ہے، اسی طرح پاخانہ کا مٹی بن جانے کی وجہ سے بھی اس کی ذات گم ہو جاتی ہے؛ اس لئے کہ اب وہ پاخانہ نہیں رہا، بلکہ مٹی ہو گیا، یا راکھ بن گیا، اگر پیشاب کے مضر اثرات بذریعہ فلٹر زائل کردیئے جائیں تو اس سے پیشاب پاک نہیں ہوگا؛ کیونکہ پیشاب کی حقیقت وذات نہیں بدلی بلکہ موجود ہے۔

اسی طرح خنزیر اگر نمک کی کان میں گر کر مرجائے اور کچھ دنوں کے بعد نمک بن جائے تو حکم بدل جائے گا، یعنی اس پر نمک کا اطلاق ہوگا اور اس کا استعمال درست ہوگا (رد المحتار ۱/ ۵۳۴، ط: زکریا دیوبند، نیز دیکھئے: فتح القدیر ۱/ ۱۷٦، المغنی ۱/ ۲۷، حاشیہ دسوقی ۱/ ۵۲)۔ کیونکہ نمک پاک ہے، یہ مثال نجس العین لذاتہ کی ہے، یہی حکم نجس العین لغیرہ کا بھی ہے، مثلاً: فقہاء کرام گدھا کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اگر گدھا نمک کی کان میں گر کر مرجائے اور نمک بن جائے تو نمک پاک ہی رہے گا ناپاک نہیں ہوگا (درمختار مع الرد ۱/ ۵۳۴، نیز دیکھئے: فتح القدیر ۱/ ۵۲، ۵۷، الانصاف ۱/ ۳۱۸، المغنی ۱/ ۷۲)؛ اس لئے کہ گدھے کی حقیقت وماہیت بدل گئی، اب وہ گدھا نہیں رہا؛ بلکہ نمک ہو گیا، اسی وجہ سے اس پر نمک کا حکم جاری ہوگا، اس کی نظیر اسلامی شریعت میں نطفہ کی ہے، جو کہ ناپاک ہے، یہی علقہ (جما ہوا خون) بنتا ہے جو کہ ناپاک ہے، پھر گوشت کا ٹکڑا بنتا ہے اور وہ پاک ہے (درمختار مع الرد ۱/ ۵۳۴، نیز دیکھئے: فتح القدیر ۱/ ۵۲، ۵۷، الانصاف ۱/ ۳۱۸، المغنی ۱/ ۷۲)۔

معلوم ہوا کہ جب تک نجس شئی کے اجزاء باقی رہیں گے، اس وقت تک اس کی حقیقت وماہیت بدلنے کا حکم نہیں لگایا جائے گا، یہاں تک کہ اس کی پوری ذات بدل جائے؛ لہذا خلقی نجس میں ناپاکی کے بنیادی عناصر خود ان کے اجزاء جسمانی ہیں، جن کے رہتے ہوئے اس کی حقیقت وماہیت بدلنے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا ہے، فقہاء کرام ایک اصول لکھتے ہیں، اور وہ یہ ہے: ''استحالة العین تستتبع زوال الوصف المرتب علیها'' (عین کا استحالہ اس وصف کے زوال کو مستلزم ہے جو کہ عین کے بقا پر مرتب ہوتا ہے) (رد المحتار ۱/ ۵۳۴، مزید ملاحظہ ہو: فتح القدیر ۱/ ۱۳۹، حاشیۃ دسوقی ۱/ ۵۲، ۵۷، الانصاف ۱/ ۳۱۸، المغنی ۱/ ۷۲)،

علامہ طحطاوی کے الفاظ ہیں: ''زوال الحقیقة یستتبع زوال الوصف'' (حاشیہ طحاوی: ۸۹)۔

ب: اگر کوئی شئی انسانی عمل سے نجس بنی ہے، تو اس کی ناپاکی کے بنیادی عناصر بدلنے سے اس کی حقیقت بدل جائے گی، اور وہ پاک متصور ہوگی گو اس کے

جسمانی اجزاء موجود ہوں، جیسے: شراب، اس کے نجس وحرام ہونے کی علت اسکار ہے، اسکار (نشہ) زائل ہونے سے شراب سرکہ بن جاتی ہے، اور سرکہ پاک وحلال ہے (دیکھئے: رد المحتار ۱/۵۲۰، حاشیہ دسوقی ۱/۵۲، ۵۳، الانصاف ۱/۳۱۸، المغنی ۱/۷۲)۔ لہٰذا اسکار علت جو کہ نجاست وحرمت کا بنیادی عنصر ہے، کے باقی رہتے ہوئے شراب کی حقیقت اور ماہیت بدلنے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

شوافع کہتے ہیں کہ شراب کے علاوہ کوئی بھی نجس العین کی حقیقت بدلنے سے حکم نہیں بدلے گا؛ بلکہ وہ ناپاک ہی باقی رہے گا "ولا يطهر نجس العين إلا خمر تخللت" (مغنی المحتاج ۱/۲۳۶، نیز دیکھئے: روضۃ الطالبین ۱/۱۳۷)۔

ج:...... متنجس شئی سے نجاست کے بنیادی عناصر زائل کردیئے جائیں تو وہ شئی پاک ہوجائے گی، اس لئے کہ اس میں بنیادی عنصر عین نجاست کا پایا جانا ہے، جب وہ زائل ہوگئی تو وہ شئی پاک ہوگئی؛ چنانچہ تمام فقہاء احناف، مالکیہ، صحیح قول پر جمہور شوافع اور حنابلہ سب کا اتفاق ہے کہ عین نجاست کے ازالہ سے مثلاً ناپاک کپڑا پاک ہوجائے گا (الشرح الكبير ۱/۶۰، الاقناع للشربيني الخطيب ۱/۳۳، قليوبي على شرح المنهاج ۱/۷۵، المغني مع روضة الطالبين ۱/۱۳۷)

البتہ فقہاء احناف اور مالکیہ کے نزدیک طعم (مزہ) کا ازالہ بھی ضروری ہے، کیونکہ طعم (مزہ) کا باقی رہنا عین نجاست کے باقی رہنے پر دلالت کرتا ہے، جہاں تک رنگ وبو کی بات ہے تو مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے یہاں ان دونوں کا ازالہ لازم نہیں ہے، احناف کے نزدیک مختلف اقوال ہیں، تاہم عین نجاست کے ازالہ کے ساتھ رنگ وبو کا ازالہ ممکن ہو تو زائل کیا جائے گا، جیسا کہ علامہ حصکفی، علامہ ابن نجیم مصری اور صاحب کفایہ نے تصریح کی ہے (البحر الرائق ۱/۲۱۰، الكفاية مع فتح القدير ۱/۱۸۴، در مختار مع الرد ۱/۵۳۷، الشرح الكبير ۱/۶۰، الاقناع ۱/۳۳، قليوبي ۱/۷۵، المغني مع الشرح الكبير ۱/۷۰)۔

معلوم ہوا کہ متنجس اشیاء کے پاک ہونے کے لئے بنیادی عنصر عین نجاست کا ازالہ ہے، مالکیہ اور احناف کے یہاں طعم بھی شامل ہے اور احناف کے یہاں بشرط سہولت رنگ وبو کا ازالہ بھی ضروری ہے، یہ بھی واضح رہے کہ مزہ کے ساتھ عین نجاست کے ازالہ کی بابت دھونے کی تعداد لازم ہے بلکہ ایک بار میں بھی زائل ہوجائے تو کافی ہے، یہی ظاہر روایت ہے اور صحیح قول ہے، اور اگر تین بار سے زائد دھونا پڑے تو دھونا لازم ہوگا، یہاں تک کہ عین نجاست اور طعم زائل ہوجائے (دیکھئے: ہندیہ ۱/۴۱، جامع الرموز ۱/۴۳، مراقی الفلاح ص:۸۶)، اسی لئے احناف کہتے ہیں کہ اتنی بار کپڑا دھویا جائے کہ پانی صاف آنے لگے (مراقی الفلاح ص:۸۶، فتح القدیر ۱/۱۴۵)۔

د:...... مردار چمڑے کی ناپاکی کے بنیادی عناصر رطوبت اور دم سائل ہیں، دباغت کے ذریعہ رطوبت اور دم سائل کو زائل کیا جاتا ہے (دیکھئے کبیری، ص: ۱۵۳، ط: رحیمیہ دیوبند)، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إن دباغه قد أذهب نجسه" (یعنی دباغت اس کی ناپاکی (اور دم سائل) کو دور کردیتی ہے) (الفتح الربانی ۱/۲۳۲، ط: داراحیاء التراث العربی، بیروت، حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے (حوالہ سابق))۔ مزید اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دباغها طهورها" (مسند احمد ۳/۴۷۶، ابوداؤد، نسائی، ترمذی (نصب الرايه ۱/۱۱۸))۔

اسی وجہ سے فقہاء لکھتے ہیں کہ ایک بار دباغت دینے کے بعد چمڑا پاک ہوجاتا ہے، اگر دوبارہ پانی میں ڈالا گیا اور اس میں رطوبت عود کر آئی، تو نہ پانی ناپاک ہوگا اور نہ ہی چمڑا؛ کیونکہ ناپاک رطوبت پہلی ہی بار دباغت سے زائل ہوگئی تھی، دوبارہ جو رطوبت عود کی ہے، یہ سابق ناپاک رطوبت نہیں ہے؛ بلکہ پاک رطوبت ہے جو کہ پاک پانی سے پیدا ہوئی ہے؛ اس لئے کہ دباغت کے بعد چمڑا پاک ہوگیا تھا، اور پاک چیز پاک پانی میں ملنے سے ناپاک نہیں ہوتی اور نہ پانی ناپاک ہوتا ہے (بدائع ۱/۲۴۴)۔

اصل شئی کے بدل جانے سے مراد:

انقلاب ماہیت وحقیقت، استحالہ عین اور تحول عین سب باہم قریب المعنی الفاظ ہیں، لغوی اعتبار سے تحول مصدر ہے، یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا، استحالہ: ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف بدلنا ہے (مختار الصحاح، الصحاح فی اللغۃ والعلوم، لسان العرب: مادہ: حول)۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو فقہاء جس اصطلاحی معنی میں استحالہ تحول اور انقلاب کے الفاظ استعمال کرتے ہیں، وہ لغوی معنی سے مختلف نہیں ہیں، یعنی شئی کا اپنی حقیقت، کیفیت، ہیئت اور وصف سے دوسری حقیقت، کیفیت، ہیئت اور وصف کی طرف منتقل ہونا، جب شئی کی حقیقت وماہیت بدلتی ہے تو اس کے ساتھ اس کے اوصاف اور کیفیات بھی بدل جاتی ہیں، چنانچہ علامہ شامی کا بیان ہے:

"الشرع رتب وصف النجاسة على تلك الحقيقة وتنتفي الحقيقة بانتفاء بعض أجزاء مفهومها فكيف بالكل؟

فإن الملح غير العظم واللحم، فإذا صار ملحًا ترتب حكم الملح، ونظيره في الشرع النطفة نجسة وتصير علقة وهي نجسة وتصير مضغة فتطهر، والعصير طاهر فيصير خمرًا فيتنجس ويصير خلا، فيطهر، فعرفنا أن استحالة العين تستتبع زوال الوصف المرتب عليها'' (رد المحتار ۱/ ۵۳۴)۔

(شریعت نے نجاست کی صفت کو اسی حقیقت کے ساتھ مربوط کیا ہے اور یہ حقیقت نجاست کے بعض بنیادی اجزاء فوت ہونے سے فوت ہوجاتی ہے، تو کل اجزاء کے فوت ہونے سے حقیقت کیسے فوت نہیں ہوگی؟ اس لئے کہ نمک ہڈی اور گوشت کا غیر ہے، جب یہ نمک ہو گئے، تو نمک کا حکم مرتب ہوگا، اس کی نظیر شریعت میں نطفہ کی ہے کہ وہ ناپاک ہے، یہی جما ہوا خون بن جاتا ہے اور وہ بھی ناپاک ہے اور یہ خون گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے (اس طرح وہ نطفہ اس مرحلہ میں آکر) پاک ہوجاتا ہے، (انگور) کا شیرہ پاک ہے، شراب بننے کے بعد ناپاک ہوجاتا ہے اور جب سرکہ بنتا ہے تو پاک ہوجاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ عین نجاست کا استحالہ اس وصف کے زوال کو مستلزم ہے جو کہ اس عین پر مرتب ہوتا ہے)۔

شئی میں تبدیلی کا اطلاق:

گذشتہ مباحث سے واضح ہے کہ عین نجاست خواہ وہ لذاتہ ہو یا لغیرہ ہو، اس کے پاک ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی پوری ذات تبدیل ہوجائے، یعنی رنگ، صورت اور کیفیت (مزہ، بو اور خاصیت) میں سے ہر ایک کا بدل جانا ضروری ہے، یہی قول احناف، مالکیہ کا ہے اور ایک قول امام احمد کا بھی ہے (دسوقی ۱/ ۵۲، ۵۳، الانصاف ۱/ ۳۱۸، المغنی ۱/ ۲/ ۷، رد المحتار ۱/ ۵۳۴)۔ حنابلہ کا ظاہر مذہب اور شوافع کا قول یہ ہے کہ شراب کے علاوہ کوئی بھی عین نجاست استحالہ سے پاک نہیں ہوگی (المغنی ۱/ ۵۶، ط: دار الفکر، مغنی المحتاج ۱/ ۲۳۶-۲۳۷، روضۃ الطالبین ۱/ ۷؍۱۳)، چنانچہ اگر کتا نمک کی کان میں گر کر مرجائے اور نمک بن جائے تو احناف اور مالکیہ کے نزدیک نمک پاک رہے گا، اور حنابلہ اور شوافع کے نزدیک نمک ناپاک ہوجائے گا، کیونکہ کتا کے نمک بن جانے سے حکم نہیں بدلا، بلکہ کتا کا حکم جو ناپاکی کا تھا وہ باقی ہے؛ اس لئے کہ کتا استحالہ سے پاک نہیں ہوتا ہے (دیکھئے: المغنی ۱/ ۵۶، مغنی المحتاج ۱/ ۲۳۶-۲۳۷، روضۃ الطالبین ۱/ ۷؍۱۳)۔

شوافع اور حنابلہ کا استدلال یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ کے گوشت خوری اور دودھ نوشی سے منع فرمایا (ترمذی عن ابن عمر ۴/ ۲۷۰، امام ترمذی کا بیان ہے: یہ حدیث حسن غریب ہے)۔ ممانعت کی علت جانور کی نجاست خوری ہے، اگر استحالہ سے پاک ہوجاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منع نہیں فرماتے (نہایۃ المحتاج ۱/ ۲۳۰، کشاف القناع ۱/ ۱۸۶-۱۸۷)۔

احناف اور مالکیہ کا استدلال یہ ہے کہ شریعت نے انقلاب ماہیت پر حکم کو دائر کیا ہے، لہذا حقیقت بدلنے سے حکم بدل جائے گا، جیسا کہ علامہ شامی کی عبارت واستدلال اوپر گذر چکا ہے، جہاں تک جلالہ والی حدیث کی بات ہے تو اس سلسلہ میں صحابہ کے آثار موجود ہیں کہ جانور ومرغی جب جلالہ ہوجائیں تو ایک متعین مدت تک محبوس رکھنے سے پاک ہوجاتے ہیں۔

اگر نجاست پاک شئی میں لگ جائے تو اس صورت میں اگر نجاست مرئی ہو (نظر آتی ہو) تو عین نجاست کا ازالہ ضروری ہے، اس میں دھونے کی تعداد کی کوئی تحدید نہیں ہے، عین نجاست زائل ہوگئی تو مثلاً کپڑا پاک ہوجائے گا اور اگر زائل نہیں ہوئی تو کپڑا ناپاک رہے گا (بدائع الصنائع ۱/ ۲۴۹)۔

اگر عین نجاست کے ازالہ کے بعد طعم (مزہ) باقی ہے تو کپڑا پاک نہیں ہوگا، بلکہ طعم (مزہ) کا ازالہ بھی ضروری ہے، یہی مالکیہ اور احناف کا قول ہے، اور جہاں تک رنگ وبو کی بات ہے تو اگر بہ سہولت زائل ہوجائیں تو زائل کئے جائیں گے، ورنہ چھوڑ دیئے جائیں گے، جیسا کہ گذر چکا ہے، شوافع کے نزدیک نجاست کا اثر (رنگ وبو) زائل کرنا ضروری ہے، بغیر زائل کئے کپڑا پاک نہیں ہوگا، بلکہ اگر زائل نہ ہورہا ہو تو قینچی سے اس حصہ کو کاٹ دیا جائے گا، اس لئے کہ اثر کا باقی رہنا عین نجاست کے باقی رہنے پر دال ہے (المجموع شرح المہذب ۲/ ۵۹۲-۵۹۳)۔

احناف کی دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''لا یضرک بقاء أثرہ'' (مسند احمد ۲/ ۳۶۴)۔ خون کے اثر کا باقی رہنا تمہارے لئے مضر نہیں ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے: ''لا يضرك أثره'' (بخاری باب دم الحيض، باب نجاسة الدم وكيفية غسله، ترمذی، باب ما جاء في غسل دم الحيض من الثوب)۔

شافعی المسلک کی کتاب ''روضۃ الطالبین'' میں احناف کے مذہب کے مطابق شافعی کا مذہب نقل کیا گیا ہے:

''وإن بقي اللون والرائحة معًا لم يطهر على الصحيح، ثم الصحيح الذي قاله الجمهور إن ما حكمنا بطهارته مع بقاء لون أو رائحة فهو طاهر حقيقة، ويحتمل أنه نجس معفو عنه'' (روضة الطالبين ۱/۱۳۸)۔

(اگر رنگ اور بو دونوں ایک ساتھ باقی رہ جائیں تو صحیح قول پر پاک نہیں ہوگا، پھر صحیح قول یہ ہے کہ رنگ یا بو کی بقا کے ساتھ طہارت کا جو فیصلہ کیا ہے، درحقیقت وہ طاہر ہے اور نجاست کا احتمال ہے جو کہ معفو عنہ ہے، یہی جمہور فقہاء شوافع کا قول ہے)۔

نیز اسی کتاب میں لکھا ہے: ''فإن فعل ذلك وبقي طعم لم يطهر'' (روضۃ الطالبین ۱/۱۳۸) (یعنی اگر طعم (مزہ)، رنگ اور بو کو زائل کرنے کی کوشش کی، لیکن طعم زائل نہیں ہوا تو پاک نہیں ہوگا)۔

جوہری عناصر کی تبدیلی کے بعد کی دو صورتیں:

اگر شئی میں ایسی تبدیلی ہو جس کی وجہ سے اس کے جوہری عناصر ختم ہو جائیں، نام بدل جائے اور مجموعی مزاج میں بھی تبدیلی آجائے، تو اس تبدیلی کے بعد بھی دو صورتیں بن سکتی ہیں: پہلی صورت یہ ہے کہ جن اشیاء سے مل کر یہ شئی بنی ہے ان کا کوئی بھی اثر و خاصیت اس شئی میں باقی نہ رہے، دوسری صورت یہ ہے کہ یہ نئی پیدا ہونے والی شئی اپنی اصل سے موروثی طور پر کچھ خصوصیات اور کیفیات کو برقرار رکھتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا ہر دو صورتوں کا ایک ہی حکم ہوگا یا کچھ سابق خصوصیات و کیفیات کے برقرار رہنے کی وجہ سے بنیادی عناصر میں تغیر کے باوجود ہم اسے تبدیلی ماہیت نہیں قرار دے سکتے؟ جہاں تک پہلی صورت کی بات ہے تو واضح ہے کہ مخلوط اشیاء پاک ہیں؛ کیونکہ نجس شئی کا ان میں کوئی اثر اور نہ کوئی خاصیت برقرار ہے، دوسری صورت جبکہ نئی پیدا ہونے والی شئی اپنی اصل سے موروثی طور پر کچھ خصوصیات اور کیفیات برقرار رکھتی ہے، اگر نجاست کے بنیادی عناصر ناپید ہو جائیں گے تو پہلی صورت کے حکم کی طرح نئی پیدا ہونے والی شئی پاک ہوگی اور اگر بنیادی عناصر میں سے ایک بھی عنصر باقی رہے گا تو نئی پیدا ہونے والی شئی پاک نہیں ہوگی۔

کیا انقلاب ماہیت کے تحت مختلف نجس اشیاء کے درمیان فرق ہوگا؟

انقلاب ماہیت کے مسئلہ میں مختلف نجس اشیاء خواہ ان میں نجس العین ہوں یا غیر نجس العین، کے درمیان احناف اور مالکیہ کے مذہب پر کوئی فرق نہیں ہوگا؛ کیونکہ گزر چکا ہے کہ انقلاب ماہیت سے حکم بدل جاتا ہے، خواہ انقلاب ماہیت خنزیر (نجس العین) یا گدھا (غیر نجس العین) یا شراب میں پیش آئے، تمام کا حکم یکساں ہے، البتہ شوافع اور حنابلہ نے فرق کیا ہے کہ صرف شراب میں انقلاب ماہیت کا اثر پڑتا ہے کہ شراب سے اسکار زائل ہو جائے تو سرکہ بن جائے گی اور حکم کے اعتبار سے سرکہ پاک و حلال ہوگا، اس میں بھی شوافع اور حنابلہ نے ایک شرط کا اضافہ کیا کہ شراب از خود سرکہ بنی ہو، اس کے سرکہ بننے میں کسی انسانی عمل کا دخل نہ ہو، یعنی شراب میں پیاز، یا نمک یا کوئی اور شئی ڈال کر سرکہ بنایا گیا ہو (مغنی المحتاج ۱/۲۳، روضۃ الطالبین ۱/۱۳، نہایۃ المحتاج ۱/۲۳۰، المغنی ۱/۵۶)۔

معلوم ہوا کہ شراب خود سے سرکہ بن جائے تو پاک و حلال ہے، اس پر سب کا اتفاق ہے، اور خارج سے کوئی چیز ڈالنے سے سرکہ بن جائے تو اس میں اختلاف ہے، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک سرکہ پاک و حلال نہیں ہوگا، دلیل حضرت ابوطلحہؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یتیم جو وراثت میں شراب پائے (تو اس کا حکم کیا ہوگا؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شراب کو بہا دو، حضرت ابوطلحہؓ نے کہا: کیا ہم اس کو سرکہ نہ بنالیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں (ابوداؤد ۴/۸۲-۸۳، تحقیق عبید دعاس، سند صحیح ہے)۔

نیز ہمیں شراب سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے اور سرکہ بنانے میں اس سے قربت لازم آتی ہے (بدایۃ المجتہد ۱/۴۶۱، جواہر الاکلیل ۱/۹، المجموع ۱/۲۲۵، المغنی ۸/۳۱۹، کشاف القناع ۱/۱۸۷)، اور چونکہ حرام شئی کو حلال بنانے میں عجلت کی، اس لئے اس کے قصد کی ضد سے سزا دی گئی (مغنی المحتاج ۱/۲۳)، یعنی اس کو محروم کر دیا گیا۔

احناف اور مالکیہ کا راجح مذہب یہ ہے کہ جس طرح سے بھی سرکہ بن جائے حلال و پاک ہے، خواہ از خود بن جائے یا انسانی عمل کے ذریعہ بنے، دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''نعم الأدم الخل'' (مسلم ۳/۱۶۲۳، ط: حلبی از جابر بن عبداللہ)۔

حدیث بلا تفریق تخلیل (سرکہ بنانا) اور تخلل (از خود سرکہ بن جانا) کے مطلق ہے اور چونکہ تخلیل شراب سے مفسد وصف (اسکار) کو دور کر دیتا ہے اور اسے

مفید بخش بنادیتا ہے، کیونکہ اس میں غذائیت اور دوا اور دیگر انسانی فائدے ہیں، جب مفسد وصف جس کی وجہ سے شراب حرام ہے دور ہوجائے گا تو حلال ہوجائے گا، جیسا کہ از خود سرکہ بننے میں حلت کی علت یہی ہے، اور چونکہ تخلیل ایک اصطلاح ہے، یعنی حرام شئی کو قابل استعمال بنانا ہے، جس طرح مردار کے چمڑے کو دباغت کے ذریعہ قابل استعمال بنایا جاتا ہے، اسی پر قیاس کرتے ہوئے تخلیل کا عمل درست ہوگا، اور جب نجاست وحرمت کی علت اسکار ٹھہری تو اسی علت کے ساتھ حکم دائر ہوگا، اگر یہ علت موجود ہے تو ناپاک اور اگر موجود نہیں تو پاک ہے (تبیین الحقائق للزیلعی ۱/ ۴۸، الاختیار ۴/ ۱۰۱-۱۰۲، فتح القدیر ۸/ ۱۶۶-۱۶۷، رد المحتار ۱/ ۵۴۵، ۵/ ۲۹۰، کتاب الاشربہ دسوقی ۱/ ۵۲، الحطاب ۱/ ۹۷، ۹۸، نہایۃ المحتاج ۱/ ۲۳۰، ۲۳۱ کشاف القناع ۱/ ۱۸۷، المغنی ۱/ ۷۲، جواہر الاکلیل ۱/ ۹)۔

ملک العلماء علامہ کاسانی نے امام محمدؒ کے مفتی بہ قول کی توجیہ ان الفاظ میں کی ہے:

''إن النجاسة لما استحالت وتبدلت أوصافها ومعانيها خرجت عن كونها نجاسة؛ لأنها اسم لذاته موصوفة. فتنعدم بانعدام الوصف، وصارت كالخمر إذا تخللت'' (بدائع الصنائع ۱/ ۲۴۳، ط: نعیمیہ دیوبند)۔

(نجاست جب بدل جائے، اس کے اوصاف اور بنیادی عناصر بدل جائیں تو ناپاک ہونے سے خارج ہوجائے گی؛ کیونکہ نجاست بااوصاف ذات کا نام ہے؛ لہٰذا ان بنیادی عناصر واوصاف کے معدوم ہونے سے نجاست بھی معدوم ہوجائے گی اور یہ ایسا ہی ہوگا جیسا کہ شراب از خود سرکہ بن جائے)۔

شوافع اور حنابلہ کے نزدیک شراب کو چھوڑ کر کوئی بھی نجس العین یا غیر نجس العین ماہیت وحقیقت بدلنے کے باوجود پاک نہیں ہوں گے، جبکہ احناف اور مالکیہ کے نزدیک مطلق انقلاب ماہیت سے پاک ہوجائیں گے، جیسا کہ دونوں فریق کے دلائل کے ساتھ اوپر بحث گذر چکی ہے، اسی طرح اگر غیر نجس العین کی نجاست وحرمت کے بنیادی عناصر دور ہوجائیں تو پاک ہوجائے گا، مثلاً مردار کا چمڑا، اس سے رطوبت اور دم سائل دور کردینے سے پاک ہوجاتا ہے، حالانکہ انقلاب ماہیت نہیں ہوا۔ ''ولأن نجاسة الميتات لما فيها من الرطوبات والدماء السائلة. وإنها تزول بالدباغ. فتطهر كالثوب النجس إذا عمل'' (بدائع الصنائع ۱/ ۲۴۴)۔

قلب ماہیت کے اسباب:

قلب ماہیت کے اسباب یہ ہیں:

۱- مرور زمانہ: اس کی وجہ سے شئی کی حقیقت وماہیت بدل جائے، جیسے: خنزیر، کتا اور گدھا وغیرہ، خواہ نجس العین ہو یا غیر نجس العین، نمک کی کان میں یا برف کے حوض میں گر کر مرجائیں اور مرور زمانہ سے نمک یا برف بن جائیں۔ ملک العلماء علامہ کاسانیؒ نے اس سلسلہ میں ایک اصول ذکر کیا ہے، اور وہ یہ ہے:

''النجاسة إذا تغيرت بمضى الزمان وتبدلت أوصافها تصير شيئًا آخر عند محمد فيكون طاهرًا'' (بدائع الصنائع ۱/ ۲۴۳، نیز دیکھئے: حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۸۷، خانیہ ۱/ ۲۲)۔

مرور زمانہ سے نجاست اور اس کے اوصاف بدل جائیں اور وہ نجاست دوسری شئی بن جائے تو امام محمدؒ کے نزدیک پاک ہوجائے گی۔

۲- مٹی: اس میں تبدیل کرنے کی صلاحیت ہے، اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ زمین اپنے بطن میں نہ جانے کتنی چیزوں کو اور کس کس طرح کے اشیاء کو ہضم کرجاتی ہے، علامہ کاسانی نے لکھا ہے:

''لأن من طبع الأرض أنها تحيل الأشياء وتغيرها إلى طبعها فصارت ترابًا بمرور الزمان ولم يبق نجس أصلًا'' (بدائع الصنائع ۱/ ۲۴۳، نیز دیکھئے: حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۸۷، خانیہ ۱/ ۲۲)۔

(کیونکہ زمین کی فطرت ہے کہ وہ اشیاء کو بدل دیتی ہے اور اپنی طبیعت کی طرف منتقل کردیتی ہے، اس طرح وہ مرور زمانہ کی وجہ سے مٹی ہوجاتی ہیں اور نجس باقی نہیں رہتیں)۔

اسی وجہ سے انسانی غلاظت اور مردار اندرون زمین دفنانے کے کچھ عرصہ کے بعد مٹی بن جاتے ہیں اور جب مٹی بن گئے تو پاک ہوگئے، اسی طرح اگر کنواں میں کوئی جانور گرا اور نیچے کیچڑ میں چلا گیا اور کیچڑ بن گیا تو وہ پاک ہوگیا، اسی طرح مٹی (سابق حوالہ جات، نیز دیکھئے: درمختار ورد المحتار ۱/ ۵۳۴)۔

۳- دھوپ اور ہوا: زمین ناپاک ہوجائے تو خشک ہونے کے بعد پاک ہوجاتی ہے، ''زكاة الأرض يبسها'' یہ حدیث مرفوعاً غریب ہے، البتہ موقوفاً ثابت۔

ہے (نصب الرایہ، باب الأنجاس)، البتہ اس مسئلہ کی تائید حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی مرفوعاً حدیث: ''كانت الكلاب تبول وتقبل وتدبر في المسجد، فلم يكونوا يرشون شيئًا من ذلك'' سے ہوتی ہے (رواہ ابوداؤد، باب طهور الأرض إذا يبست) خواہ زمین دھوپ کی وجہ سے خشک ہوئی ہو یا ہوا سے، اسی طرح مردار کے چمڑے سے اس کی رطوبت دھوپ یا ہوا سے زائل ہوگئی ہو تو چمڑا پاک ہو جائے گا؛ کیونکہ دھوپ اور ہوا سے بھی دباغت ہو جاتی ہے (دیکھئے: خانیہ ۱/ ۲۲، اور اس کے بعد کے صفحات، حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص: ۸۷، اور اسکے بعد کے صفحات، بدائع ۱/ ۲۴۵)۔

۴- دباغت: تمام ناپاک چمڑے دباغت سے پاک ہو جاتے ہیں، ''عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: ''أيما إهاب دبغ فقد طهر'' (رواہ الترمذی فی الطهارة، باب فی جلود المیتة إذا دبغت، رقم: ۱۷۲۸، وقال: هذا حديث حسن صحيح)۔ اس سے خنزیر اور انسان کے چمڑے مستثنیٰ ہیں، چونکہ خنزیر کے چمڑے کی ناپاکی کی علت خون اور رطوبت نہیں ہیں، بلکہ اس کی پوری ذات نجس العین ہوتی ہے، اور دباغت سے صرف خون اور رطوبت کا ازالہ ہوتا ہے، نہ کہ انقلاب ماہیت، جہاں تک انسان کے چمڑے کی بات ہے تو قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ پاک ہو جائے؛ لیکن چوں کہ اس سے انتفاع بوجہ احترام واکرام درست نہیں ہے؛ اس لئے دباغت سے کچھ حاصل نہیں، شوافع نے کتے کو بھی مستثنیٰ کیا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک کتا بھی نجس العین ہے (دیکھئے: بدائع الصنائع ۱/ ۲۴۳-۲۴۴، المہذب ۱/ ۱۷، الوجیز ۱/ ۱۷)۔

دباغت نام ہے اس شئی کا جو چمڑے کی رطوبت کو دور کر دے، اور مستقبل میں خراب اور بدبودار ہونے سے روک دے

(بدائع الصنائع ۱/ ۲۴۵، کبیری، ص: ۱۵۳، ردالمحتار ۱/ ۱۳۶، دسوقی ۱/ ۵۵، مغنی المحتاج ۱/ ۲۳۸)۔

دباغت کی دو قسمیں ہیں: اول حقیقی اور وہ پاک شئی سے دباغت دینا ہے، جیسے: نمک، بیری کے پتے، مازو اور انار کے پتے وغیرہ۔ دوسری قسم دباغت حکمی اور وہ دھوپ، ہوا اور مٹی سے دباغت دینا ہے، اسی کے حکم میں مشین سے رطوبت کھینچنے کے ذریعہ دباغت دینا بھی شامل ہوگا، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ دباغت حکمی کے قائل نہیں ہیں، شوافع کہتے ہیں: ترش روشئی سے دباغت ہوتی ہے، احناف کہتے ہیں: دباغت کا مقصد رطوبت کا ازالہ اور خراب ہونے سے روکنا ہے، اور یہ مقصد دھوپ اور مٹی سے حاصل ہو جاتا ہے (دیکھئے: کبیری ص: ۱۵۳، بدائع ۱/ ۲۴۵، ردالمحتار ۱/ ۱۳۶، دسوقی ۱/ ۵۵، مغنی المحتاج: ۲۳۸، کشاف القناع ۱/ ۵۶، المغنی ۱/ ۷۰)۔

۵- ذبح: بالاتفاق ماکول اللحم جانور کو شرعی طریقہ پر ذبح کرنے سے اس کے سارے اعضاء پاک ہو جاتے ہیں، سوائے خون مسفوح کے، غیر ماکول اللحم جانور کو شرعی طریقہ پر ذبح کرنے سے اس کے چمڑے اور وہ اعضاء جن میں خون نہیں ہوتا ہے، جیسے: بال وغیرہ پاک ہو جاتے ہیں، جہاں تک اس کے گوشت اور چربی کی بات ہے تو صحیح قول پر پاک ہو جائیں گے، اسی طرف صاحب بدائع کا رجحان معلوم ہوتا ہے (بدائع ۱/ ۲۴۵، درمختار و ردالمحتار ۱/ ۵۱۸، حاشیہ طحطاوی و مراقی الفلاح، ص: ۸۹، کبیری: ۱۴۵)۔ جبکہ شوافع کے نزدیک غیر ماکول اللحم کا چمڑا پاک نہیں ہوگا (دیکھئے: المہذب ۱/ ۱۷، الوجیز ۱/ ۱۷)۔

۶- آگ: انقلاب ماہیت کے اسباب میں سے ایک اہم سبب آگ ہے، جانور اور انسان کی غلاظت جلنے کے بعد راکھ ہو جائے تو پاک ہو جاتی ہے، ناپاک مٹی سے مشک، مٹکے اور گھڑے بنائے گئے اور آگ میں پکا دیئے گئے تو پاک ہو جائیں گے (ہندیہ ۱/ ۴۴، بزازیہ بہامش الہندیہ ۴/ ۳۰، حاشیہ طحطاوی و مراقی الفلاح، ص: ۸۹، درمختار و ردالمحتار ۱/ ۵۱۸-۵۱۹)۔

شوافع کے قدیم قول کے مطابق آگ مطہر ہے (روضۃ الطالبین ۱/ ۱۳۹)۔

مالکیہ نے تصریح کی ہے کہ نجس کا راکھ طاہر ہے (حاشیہ دسوقی ۱/ ۵۲-۵۷)۔

حنابلہ میں سے بہوتی کا بیان ہے کہ آگ کی وجہ سے نجاست پاک نہیں ہوگی، کشاف القناع (۱/ ۱۸۶-۱۸۷) میں ہے:

''ولا تطهر نجاسة بنار، فالرماد من الروث النجس نجس''۔

آگ مطہر اس وقت ہے جب کہ نجاست جل کر اس کی ماہیت و حقیقت بدل جائے، یا اس کا اثر زائل ہو جائے

''المراد ما استحالت به النجاسة بالنار أو زال أثر بها يطهر'' (ردالمحتار ۱/ ۵۱۹)۔ چنانچہ راکھ بننے کی صورت میں مکمل انقلاب ماہیت ہو جاتا ہے۔ ناپاک مٹی سے بنے ہوئے برتن پاک ہو جاتے ہیں، اس میں نجاست کے اثر کا ازالہ ہوتا ہے، اسی طرح اگر شراب میں گیہوں کے دانے پھول گئے تو تین بار آگ پر پانی میں جوش دے کر ٹھنڈا کرنے سے پاک ہو جاتے ہیں، اسی طرح گوشت شراب میں پکایا گیا تو تین بار آگ پر پانی جوش دے کر

ٹھنڈا کرنے سے پاک ہوجائے گا (ہندیہ ۱/ ۴۴، درمختار ورد المحتار ۱/ ۵۴۴)، وجہ نجاست کے اثر کا ازالہ ہے۔

۷- تخلیل: شراب کو سرکہ بنانے اور بننے کی بابت فقہاء کا اختلاف گذر چکا ہے، یہاں صرف اتنا بیان کرنا ہے کہ شراب سے نجاست وحرمت کی بنیادی علت اس کا رزائل ہوجانے تو وہ پاک ہوجاتا ہے، خواہ ازخود زائل ہوجائے، جیسا کہ اس پر سب کا اتفاق ہے، یا دوسری اشیاء ملانے کی وجہ سے زائل ہوجائے، جیسا کہ گذر چکا ہے۔ علامہ شامی کا بیان ہے:

''تخليل الخمر بإلقاء شئ فيها وهو كالتخلل بنفسها، وهما داخلان في انقلاب العين ... وإذا ألقى في الخمر رغيف أو بصل ثم صار الخمر خلا، فالصحيح أنه طاهر'' (رد المحتار ۱/ ۵۱۸)

(شراب میں کوئی چیز ڈال کر سرکہ بنانا ایسا ہی ہے جیسا کہ شراب ازخود سرکہ بن جائے، دونوں ہی صورتیں تحول عین میں داخل ہیں...... جب شراب میں روٹی یا پیاز ڈالی جائے اور شراب سرکہ بن جائے، تو صحیح قول پر سرکہ طاہر ہے)۔

۳- مہلک جان ومضر صحت اشیاء:

غذائی اشیاء میں حرمت وممانعت کی بابت ایک اصول یہ ہے کہ جو شئی مہلک جان ہو جیسے زہر، یا انسانی صحت وجسم کے لئے ضرر رساں وباعث مرض ہو جیسے سگریٹ نوشی وغیرہ، تو اس کا استعمال شرعاً ناجائز وممنوع ہے، اس پر درج ذیل دلائل دلالت کرتی ہیں:

(۱) اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر" (بقرہ: ۱۸۵) (اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے نہ کہ دشواری)۔ مذکورہ بالا صفت کی حامل شئی کے استعمال کا مکلف بنانا اور اس کے استعمال کو جائز قرار دینا خلاف یسر (آسانی) ہوگا، جبکہ قرآن نے دین پر عمل کی دشواری کو دفع کیا ہے: "وما جعل عليكم في الدين من حرج" (حج: ۷۸) (اور دین میں تم پر کچھ مشکل نہیں رکھی)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''الدين يسر'' (بخاری عن ابی ھریرۃ، ایمان، باب الدین یسر: ۳۹)، یعنی عمل کے اعتبار سے ہر نوع انسان کے لئے آسان ہے۔ اسی وجہ سے فقہاء نے یہ اور اس کے علاوہ نصوص کو سامنے رکھتے ہوئے درج ذیل قواعد فقہیہ ذکر کئے ہیں: ''الحرج مدفوع شرعًا، المشقة تجلب التيسير، الضرر يزال'' (الاشباہ والنظائر لابن نجیم ۱/ ۷۷، ۸۶، غیاثیہ، ص: ۵۳، عینی ۱/ ۲/ ۱۴۰۵، رد المحتار ۲/ ۲۴۵)۔ ظاہر ہے کہ مضر صحت اشیاء کا استعمال انجام کے اعتبار سے باعث مشقت وحرج اور ضرر رساں ہے۔

(۲) اللہ تعالی نے مردار، خنزیر وغیرہ جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، ان کی بنیادی وجہ صحت کے لئے ضرر رساں ہونا ہے (ملاحظہ ہو: راقم الحروف کی کتاب: الاعجاز التشریعی للقرآن الکریم، ص: ۱۳۶-۱۳۹)۔

علامہ شامی نے کفایہ کے حوالہ سے لکھا ہے: ''المؤثر في الحرمة الإيذاء'' (رد المحتار ۹/ ۳۶۸)، وحرم ايضا الدم المسفوح ولحم الخنزير لما فيهما من سميات أو ديدان أو أضرار صحية أو معنوية (الفقه الاسلامي وادلته ۹/ ۳۸۹)۔

(۳) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ (نجاست خور جانور جس کے جسم سے نجاست کی بدبو آتی ہو) کے گوشت خوری اور دودھ نوشی سے منع فرمایا (السنن الکبری للبیہقی ۱۴/ ۳۲۵، رقم: ۲۰۰۳۴، معرفۃ السنن والآثار ۷/ ۲۷۱، رقم: ۵۷۴۰)۔

حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی سند کو حسن قرار دیا ہے (فتح الباری ۱۰/ ۲۶۰)، وجہ اس کے گوشت کھانے سے بیماری پیدا ہونے اور صحت بگڑنے کا اندیشہ ہے (دیکھئے: رد المحتار ۹/ ۳۶۸) گویا جلالہ کی ممانعت کا سبب دراصل انسان کو مضر اثرات سے بچانا ہے۔

(۴) جان لیوا اشیاء کے استعمال کی حرمت کے بارے میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "ولا تقتلوا أنفسكم إن الله كان بكم رحيمًا" (نساء: ۲۹) (اور اپنا خون نہ کرو، بے شک اللہ تمہارے ساتھ بڑے مہربان ہیں)، "ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة" (بقرہ: ۱۹۵) (اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو)، لہذا زہر آلود اشیاء کا استعمال حرام ہوگا، پس بچھو اور زہریلے سانپ کا کھانا حرام ہوگا، اور نباتات سے مسموم جیسے زرنیخ کا کھانا حرام ہوگا؛ کیونکہ یہ خودکشی میں شمار ہوگا، اور مذکورہ بالا آیات کی بنا پر خودکشی حرام ہے۔

(۵) سد ذرائع، یعنی صحت کے لئے مضر اشیاء کا استعمال سد ذرائع کے طور پر بھی ممنوع ہوگا، مطلب یہ ہے کہ ایسی چیزوں کا کھانا پینا جو یقینی طور پر صحت

انسانی کے لئے ضرر رساں ہوں، یا غالب گمان ہو کہ وہ صحت کو نقصان پہنچائیں گے، یہ دونوں ذرائع بالاتفاق ممنوع ہیں (دیکھئے: الموافقات للشاطبی ۲/ ۲۵۳)۔

اسی بنا پر سگریٹ نوشی، گٹکا، سیکھر، بیڑی اور دیگر چیزیں جو آج کل نوجوانوں کے درمیان متداول ہیں اور اپنی صحت سے بے پرواہ ہو کر استعمال کرتے ہیں، حالانکہ وہ صحت کے لئے مضر ہیں، لہذا یہ سب شرعاً ممنوع ہوں گے۔

شمس الائمہ حلوانی نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو اپنے بارے میں خوف ہو کہ اگر وہ مٹی کھائے گا تو وہ بیمار پڑ جائے گا، یا فلاں آفت و مرض میں مبتلا ہو جائے گا تو اس کے لئے مٹی کھانا جائز نہیں ہوگا (فتاوی تاتارخانیہ ۱۸/ ۱۴۳-۱۴۴، رد المحتار ۹/ ۱۷۴، مجموعۃ الفتاوی الشرعیہ ۲/ ۷/ ۲۳، ط: وزارت اوقاف کویت)۔

۴-غذائی مصنوعات پاک ہوں اور ان کے حصول کا ذریعہ جائز ہو:

غذائی مصنوعات کے استعمال وانتفاع درست ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ پاک اشیاء سے تیار کی گئی ہوں، اور اگر اس میں ناپاک شئی کی آمیزش ہو تو اس کا استحالہ ہو چکا ہو اور تیار ہونے کے بعد اس کی پاکی متحقق ہو، کیونکہ ناپاک چیز کا کھانا حرام ہے، اس لئے کہ اللہ تعالی نے خنزیر کی حرمت کے ذکر کے بعد فرمایا: کیونکہ وہ ناپاک ہے، "فإنه رجس" (انعام: ۱۴۵)۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالی اور اس کے رسول تم لوگوں کو پالتو گدھے کے گوشت کھانے سے روکتے ہیں، اس لئے کہ وہ ناپاک ہے (بخاری، ذبائح (۵۵۲۸)۔

قرآنی آیت اور حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جو شئی ناپاک ہو اس کا کھانا ناجائز و حرام ہوتا ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالی نے دوسرے مقام پر کھانے کے لئے پاک اور نفیس شئی کے حلال کرنے کا ذکر فرمایا: "یحل لهم الطیبات ویحرم علیهم الخبائث" (اعراف: ۱۵۷)۔ نیز فرمایا: "یا أیها الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقنا کم واشکروا لله إن کنتم إیاه تعبدون" (بقرہ: ۱۷۲) (اے ایمان والو! اگر (واقعی) تم اللہ ہی کی بندگی کرتے ہو تو جو کچھ ہم نے تم کو عطا کیا ہے، اس میں سے پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو)۔

اللہ تعالی نے ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

"یا أیها الناس کلوا مما فی الأرض حلالا طیبا" (بقرہ: ۱۶۸) (اے لوگو! زمین میں جو کچھ ہے، اس میں سے کھاؤ بشرطیکہ حلال و پاک ہو)۔

"وأحل لهم الطیبات" (مائدہ: ۴) (تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں)۔

طیبات ایسے پاکیزہ کھانے کو کہتے ہیں جو لذیذ ہونے کے ساتھ انسان کے لئے مضر اور باعث اذیت نہ ہوں

(''الطیبات ہی تطلق علی المستلذ مما لا ضرر فیه وعلی ما لا أذی فیه'' (فتح الباری ۹/ ۵۰۰)۔

نیز اس میں ایک اور شرط کا اضافہ ہے، اور وہ یہ کہ وہ پاک چیز شرعاً جائز ذریعہ سے حاصل ہوئی ہو، جیسے صحیح بیوع اور جائز معاملات کے طریقے پر ملکیت میں آئی ہو، اگر ناجائز طریقے پر ملکیت میں آئی ہو جیسے ادھار کئی بیوع کے بعد ملکیت میں آئی ہو، یا بیع قبل القبض کی صورت سے گذر کر آئی ہو تو اس غذائی مصنوع شئی کا کھانا درست نہیں ہوگا؛ اس لئے کہ اللہ تعالی نے ناجائز طریقے پر مال کھانے سے منع فرمایا، اور ناجائز طریقے پر کھانے کو شیطان کی پیروی قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد الہی ہے: "ولا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل" (بقرہ: ۱۸۸) (اور ناحق طریقہ پر ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ)۔ "یا أیها الذین آمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل إلا أن تکون تجارة عن تراض منکم" (نساء: ۲۹) (اے ایمان والو! آپس میں ناحق طریقہ پر ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ سوائے اس کے کہ آپسی رضامندی سے تجارت ہو)، "ولا تتبعوا خطوات الشیطان إنه لکم عدو مبین" (بقرہ: ۱۶۸) (اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو، کہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے)۔

۵-حلت وحرمت میں احتیاط:

حلال وحرام کے بارے میں شریعت اسلامیہ نے احتیاط پر عمل کرنے کو پسند فرمایا اور اس کی ترغیب فرمائی، چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال واضح ہے، حرام واضح ہے، ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں (یعنی جن کی حلت وحرمت مشکوک ہے) پس جو ان مشتبہات سے بچا اس نے اپنی آبرو اور دین کو محفوظ کیا، جو مشتبہ چیز میں پڑا وہ حرام میں پڑا (مسلم، بیوع، باب أخذ الحلال وترک الشبهات، رقم: ۱۵۹۹)۔ یہ ایسے ہی ہے کہ جیسے کوئی شخص کھیت کی مینڈھ پر جانور کو چرائے تو اس کا جانور کھیت میں اتر سکتا ہے (حوالہ سابق)، پس جو مشکوک اور مشتبہ چیزوں سے نہ بچے وہ حرام کا مرتکب ہو سکتا ہے، اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: مشکوک چیز کو چھوڑ کر غیر مشکوک شئی کو اختیار کرو (ترمذی: ۲۵۱۸، امام ترمذی کا بیان ہے: یہ حدیث صحیح ہے)۔

اسی بنا پر فقہاء نے ایک قاعدہ ذکر کیا ہے: "إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام" (الاشباہ والنظائر ۱/ ۱۰۹)، یعنی جہاں حلال اور حرام دونوں پہلو جمع ہو جائیں، قوت کے اعتبار سے دونوں کی دلیلیں برابر ہوں یا حرام کی دلیل زیادہ قوی ہو تو حرام ہونے کو ترجیح ہوگی۔

۶- تیسیر (دینی امور میں آسانی پیدا کرنا):

دین پر عمل کرنا آسان ہے (بخاری عن ابی ہریرۃ فی الایمان، باب الدین یسر، رقم: ۳۹)۔ اور عمل کرنے کو آسان بنانا شریعت کا مطلوب ومحبوب عمل ہے، اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا: "(لوگوں کے لئے) آسانی پیدا کرو، دشواریوں میں نہ ڈالو، خوشخبری دو اور نفرت نہ دلاؤ"

(بخاری، جہاد، باب مایکرہ من التنازع الخ، رقم: ۳۰۳۸، مسلم، جہاد، باب فی الأمر بالتیسیر وترک التنفیر، رقم: ۴۵۲۶)۔

اسی وجہ سے فقہاء نے یُسر پر دلالت کرنے والے نصوص (بقرہ: ۱۸۵، حج: ۷۸، بخاری، ایمان، باب الدین یسر، رقم: ۳۹) کے پیش نظر کئی قواعد ذکر کئے ہیں: "الحرج مدفوع شرعا" (غیاثیہ، ص: ۵۳، عینی ۱/ ۲/ ۱۴۰۵، رد المحتار ۳/ ۳۴۵)، "المشقة تجلب التيسير"، پھر اس قاعدہ کے تحت اسباب تخفیف بیان کئے: سفر، اکراہ، نسیان، جہالت، عموم بلوی اور نقص (الاشباہ والنظائر لابن نجیم ۱/ ۷۷-۸۳)۔

۷- مصالح مرسلہ:

لغوی اعتبار سے مصلحت "نفع حاصل کرنے اور نقصان دور کرنے" کو کہتے ہیں، یہ مصلحتیں تین قسم کی ہیں:

اول: مصالح معتبرہ: یعنی وہ مصلحتیں جنہیں شریعت نے معتبر سمجھا ہے، مثلاً جان، دین، عقل، نسل اور مال کی حفاظت سے متعلق سارے احکام، جیسے دین کی حفاظت کے لئے جہاد، جان کی حفاظت کے لئے قصاص، عقل کی حفاظت کے لئے شراب نوشی کی حد، نسل کی حفاظت کے لئے حد زنا وقذف اور مال کی حفاظت کے لئے چوری کی حد۔

دوسری قسم: مصالح ملغاۃ: یعنی وہ مصلحتیں جنہیں شریعت نے لغو قرار دیا ہے، جیسے: حق وراثت میں مرد وعورت کے درمیان مساوات۔

تیسری قسم: مصالح مرسلہ: یعنی ایسی مصلحتیں جن کے متعلق شریعت نے معتبر ہونے کی وضاحت کی ہو اور نہ ہی انہیں لغو کہا ہو، اس میں وہ تمام مصلحتیں آئیں گی جن کی شریعت نے نہ ترغیب دی ہو اور نہ ہی انہیں برا سمجھا ہو، اور یہ کسی بھی زمانہ میں پیش آسکتی ہیں، جیسے: جمع تدوین قرآن کی مصلحت، جمعہ کے دن مزید ایک اذان کا اضافہ، جیلوں کی تعمیر اور خلافت فاروقی میں تقسیم وظائف وغیرہ کی مصلحت۔

عبادت میں مصالح مرسلہ کا اعتبار نہیں ہے، اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے؛ کیونکہ عبادت امور تعبدی وتوقیفی میں سے ہے، جس میں رائے واجتہاد کی قطعا گنجائش نہیں ہوتی ہے، البتہ معاملات کے باب میں مصالح مرسلہ کی حجیت کے بارے میں اختلاف ہے، تاہم جمہور مالکیہ اور حنابلہ اسے حجیت تسلیم کرتے ہیں، حنفیہ مصالح مرسلہ کو استحسان کے راستہ سے قبول کرتے ہیں، یہی جمہور فقہاء کا مذہب ہے۔

۸- حلت وحرمت کی بابت ایک اصل:

اللہ تعالی نے جن چیزوں کو پیدا کیا ہے ان میں سے جن کو راست قرآن مجید میں یا بزبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم حدیث شریف میں حلال قرار دیا ہے، وہ حلال ہیں، اور جن کو حرام قرار دیا ہے وہ حرام ہیں، اور جن کے بارے میں کچھ صراحت نہیں ہے تو وہ اپنے اصل کے اعتبار سے مباح ہیں، جیسا کہ تفصیل سے بات "الأصل في الأشياء الإباحة" کے تحت گذر چکی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الحلال ما أحل الله، والحرام ما حرم الله وما سكت عنه فهو معفو عنه" (رواه البيهقي في سننه ۹/ ۲۳۰، والحاكم في مستدركه عن ابي الدرداء مرفوعا، وأخرجه ابن المنذر وابن مردويه، درمنثور ۳/ ۲۷۹)

(حلال وہ ہے جسے اللہ نے حلال کیا، اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے حرام کیا، اور جس سے خاموشی اختیار کی تو وہ ان کا فضل ہے)۔

چنانچہ حدیث وقرآن اور اجماع سے ثابت حلال جانور یہ ہیں: گائے، بیل، بھینس، بھینسا، بکری، بکرا، اسی طرح اونٹ اور ہرن نر ومادہ وغیرہ، اور حرام اشیاء:

خون، مردار، خنزیر، بتوں کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور اور غیر اللہ کے نامزد جانور وغیرہ ہیں۔

۹-تحلیل وتحریم کا اختیار صرف اللہ کو ہے:

کسی بھی شئی کو حلال یا حرام کرنے کا کلی اختیار صرف اللہ رب العزت کو ہے، کسی انسان کو نہیں، گو وہ اللہ کا ولی یا نبی کیوں نہ ہو، جہاں تک حدیث پاک میں بہت ساری چیزوں کی حلت وحرمت کے ذکر کی بات ہے تو یہ بھی اللہ تعالی ہی کی طرف سے ہے، اور یہ بات ہے کہ یہ وحی غیر متلو ہے؛ کیونکہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق واضح لفظوں میں فرمایا: "وما ینطق عن الھوی إن ھو إلا وحی یوحی" (نجم: ۴-۳)۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "قل أرأیتم ما أنزل اللہ لکم من رزق فجعلتم منه حراما وحلالا قل آللہ أذن لکم أم علی اللہ تفترون" (یونس: ۵۹) (آپ فرما دیجئے: بتلاؤ تو سہی، تمہارے لئے رزق تو اللہ نے اتارا ہے، پھر تم نے اس میں اپنے طور پر کچھ کو حرام اور کچھ کو حلال ٹھہرا لیا ہے، آپ دریافت فرمائیے کہ کیا اللہ نے تمھیں اس کی اجازت دی تھی یا تم اللہ پر جھوٹ گھڑ رہے ہو؟)۔

زمانہ جاہلیت میں لوگ بعض جانوروں کو حلال اور بعض جانوروں کو حرام کرلیا کرتے تھے، اسی طرح اللہ تعالی نے اس آیت میں اور سورہ انعام (آیت نمبر: ۱۳۸ تا ۱۴۳) میں بھی اشارہ کیا ہے، اللہ تعالی کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ تحلیل وتحریم کا حق اللہ ہی کا ہے؛ کیونکہ اسی نے انسان کو پیدا کیا ہے، اور خالق ہی کا حق ہے کہ مخلوق کے لئے اس کی صلاحیت اور ضرورت کو دیکھتے ہوئے اسی اعتبار سے قانون بنائے۔

اللہ تعالی نے سورہ یونس میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی فرمایا:

"یأیھا الناس إن کنتم فی شك من دینی فلا أعبد الذی تعبدون من دون اللہ ولکن أعبد اللہ الذی یتوفاکم وأمرت أن أکون من المؤمنین" (یونس: ۱۰۵)۔

(آپ کہہ دیجئے: اے لوگو! اگر تمھیں میرے (لائے ہوئے) دین کے بارے میں شک وشبہ ہے تو اللہ کے سوا تم جن کی عبادت کرتے ہو، میں تو ان کی عبادت نہیں کرسکتا، بلکہ میں تو اس خدا کی عبادت کرتا ہوں جو تمھیں موت دیتا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے رہوں)۔

یعنی میرا کام قانون سازی نہیں، بالفاظ دیگر میرا کام احکام شریعت کو وضع کرنا نہیں ہے، یہ تو اللہ تعالی کا حق ہے، میری ذمہ داری احکام شریعت کو ماننا، اس پر عمل پیرا ہونا اور لوگوں تک اس کو پہنچا دینا ہے۔

۱۰-حلال وحرام قرار دینا شرک ہے:

یعنی کسی شئی کو اپنے طور پر حلال یا حرام قرار دینا، یا کسی غیر اللہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کو تحلیل وتحریم کا اختیار حاصل ہے، اللہ تعالی کے ساتھ شرک کرنے کے مترادف ہے، جیسا کہ اوپر ذکر کردہ سورہ یونس کی آیات (نمبر: ۵۹، ۱۰۵) اس پر دلالت کررہی ہیں۔

۱۱-شدید ضرورت ومجبوری ناجائز کو جائز کردیتی ہے:

جو مجبوریاں اور شدید ضرورتیں وقتی طور پر ناجائز کو جائز کردیتی ہیں، وہ ایسی ہوں کہ ان سے راہ فرار کی کوئی سبیل نہ ہو، جیسے شدید بھوک و پیاس لگی ہو، یہاں تک کہ جان کی ہلاکت کا اندیشہ ہو، جان بچانے کے لئے شراب یا مردار جو کہ حرام ہیں، کے علاوہ حلال چیز میسر نہ ہو، تو شراب یا مردار اتنا کھا اور پی سکتا ہے جتنے سے اس کی جان بچ سکتی ہو، ایسی حالت مجبوری کو فقہ کی اصطلاح میں ضرورت کہا جاتا ہے جو شرعا ناجائز وممنوع چیز کو جائز کردیتی ہے۔

"الضرورات تبیح المحظورات"، "ما أبیح للضرورة یقدر بقدرھا" (الاشباہ والنظائر لابن نجیم ۱/۸۷)۔

اگر مجبوریاں ایسی ہوں کہ ان کی رعایت نہ کی جائے تو شدید مشقت اور دشواری پیدا ہوجائے، اس کو فقہ کی اصطلاح میں "حاجت" کہتے ہیں، اور حاجت کا حکم وہی ہوتا ہے جو ضرورت کا حکم ہوتا ہے، "الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة کانت أو خاصة" (سابق حوالہ ۱/۹۳)۔ اسی بنا پر محتاج کے لئے سودی قرض لینے کو جائز قرار دیا گیا، "وطعام الذین أوتوا الکتاب حل لکم" (جو اہل کتاب ہیں ان کا کھانا (ذبیحہ) تمہارے لئے حلال ہے)، یہاں طعام (کھانا) سے مراد ذبیحہ ہے (تفسیر بغوی ۱/۶۴۱)۔

قرآن مجید نے شرعاً حرام وناجائز چیزوں کے ذکر کے بعد فرمایا: "فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا إثم علیہ" (بقرہ: ۱۷۳) (ہاں، جو شخص مجبور ہوجائے (اوران میں سے کچھ کھالے) نہ نافرمانی مقصود ہواور نہ حد سے تجاوز کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں)۔

۱۲-لحمیات کے بارے میں ایک اصول:

غذائی مصنوعات میں سے اگر اس کا تعلق لحمیات سے ہوتو ضروری ہے کہ وہ حلال جانور کے ہوں، نیز جس جانور یا چکن کے لحمیات ہوں اس کو ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا کم از کم اہل کتاب (یعنی یہود ونصاریٰ) "وطعام الذین أوتوا الکتاب حل لکم" (جو اہل کتاب ہیں ان کا کھانا (ذبیحہ) تمہارے لئے حلال ہے)، یہاں طعام (کھانا) سے مراد ذبیحہ ہے (تفسیر بغوی ۱/۶۴۱) جو واقعی خدا پر، رسالت پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہوں، گو پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ پر ان کا ایمان نہ ہو (آسان تفسیر قرآن مجید ۱/۳۶۲)۔

اسی طرح ذبیحہ پر اللہ کا نام لیا گیا ہو نہ کہ غیر اللہ کا، "فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ" (انعام: ۱۱۸) (جس ذبیحہ پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اسی میں سے کھاؤ)، "ولا تأکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ وإنہ لفسق" (انعام: ۱۲۱) (اور ایسی چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو یہ یقیناً گناہ ہے)۔

اگر بند ڈبہ یا پیکٹ میں مارکٹوں میں فروخت ہوتے ہوں تو ضروری ہے کہ اس پر کسی معتبر حلال شرعیہ بورڈ کی تصدیق ثبت ہو، ویسے دور حاضر جو تلبیس کا زمانہ ہے، مال ودولت کی ہوس پرستی کا دور دورہ ہے اور مفاد ومطلب پرستی کا غلبہ ہے، ایسی صورت میں احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ لحمیات اور لحمیات سے بنی ہوئی مصنوعات کے استعمال سے مسلمان پرہیز کریں، ہاں اگر اس کے پاکیزہ وحلال ہونے کا یقین یا کم سے کم غالب گمان ضرور ہو تو اس کے استعمال کرنے میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے، حلال جانور کو اگر شرعی طریقہ پر ذبح نہیں کیا گیا ہو تو اس کا گوشت مردار کے حکم میں ہوگا، نہ ہی اس گوشت کا کھانا حلال ہوگا اور نہ ہی اس سے تیار کردہ کسی شئی کا کھانا جائز ہوگا۔

۱۳-ناجائز غذائی اشیاء کے بارے میں ایک اصول:

جن چیزوں کا کھانا پینا حرام ہے تو ان کی خرید وفروخت اور ان سے کسی طرح کا انتفاع بھی حرام ہے، اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے ہوتی ہے: "ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان" (مائدہ: ۲) (گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہیں کرو)، اسی بنا پر فقہاء نے یہ قواعد وضع کئے ہیں:

"ما حرم أخذہ حرم إعطاؤہ"، "ما حرم فعلہ حرم طلبہ" (الاشباہ والنظائر لابن نجیم ۱/۱۵۵)۔

معلوم ہوا جس عمل کا کرنا حرام ہو تو اس پر دوسرے کی مدد کرنا اور دوسرے سے مدد طلب کرنا، دوسرے کو اس کے کرنے کی ترغیب دینا سب ناجائز وحرام ہوں گے۔ شریعت میں اس کی ایک نظیر سود کی ہے کہ صرف سود کا کھانا ہی ممنوع نہیں ہے بلکہ اس سلسلہ میں ہر طرح کا تعاون بھی ممنوع ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے سود لینے والے، دینے والے، گواہ بننے والے اور سودی کاروبار لکھنے والے سبھوں پر لعنت فرمائی (ابوداؤد، باب فی آکل الربا وموکلہ ۲/۴۷۳)۔

اسی اساس پر جب خنزیر کا گوشت، چربی اور اس سے تیار کی جانے والی غذائی اشیاء یا جن اشیاء کے ترکیبی عناصر میں یہ شامل ہوں تو وہ سب مسلمانوں کے اوپر حرام ہیں، لہٰذا اس کی خرید وفروخت، اس کی کمپنی میں مزدوری کرنا، اور ایسی چیز کی تیاری میں کسی طرح کا تعاون کرنا حرام وناجائز ہوں گے، جس میں خنزیر کا گوشت یا اس کی چربی یا کوئی بھی اس کا جز اس میں شامل کیا جائے۔

سیال خون حرام ہے (انعام: ۱۴۵)، لہٰذا اسے خشک کرنا، پیسنا، پھر اسے فروخت کرنا اور اس سے پیسے کمانا سب ناجائز وحرام ہوں گے، اس میں کام کرنے والے کی مزدوری بھی صحیح نہیں ہوگی۔ خون یا اس کے اجزاء سے تیار کی جانے والی اشیاء بازار میں ملتی ہوں، درآنحالیکہ خون اور اس کے اجزاء کا استحالہ نہ ہوا ہو، تو ان اشیاء کا استعمال اور خرید وفروخت سب حرام ہوں گے۔

خمر یعنی شراب، نشہ آور دوسری اشیاء، الکحل پر مشتمل مشروبات جیسے شراب، بیئر اور بغیر ملاوٹ کی شراب سب مسلمانوں کے لئے حرام ہیں۔ شراب آمیز غذائی خوردنی اشیاء اور مشروبات کا تناول کرنا اور اس کی خرید وفروخت سب ناجائز وحرام ہوں گے جبکہ شراب کی حقیقت وماہیت نہ بدلی ہو۔

۱۴- غذا نشہ آور نہ ہو:

غذا کی حلت کے لئے جہاں ضروری ہے کہ وہ ناپاک نہ ہو وہیں یہ بھی ضروری ہے کہ وہ نشہ آور نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

"یا أیہا الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون" (مائدہ: ۹۰)

(اے ایمان والو! بے شک شراب، جوا، مورتیاں اور رفال نکالنے کے تیر گندی باتیں اور شیطانی کام ہیں، ان سے بچو، تاکہ تمہارا بھلا ہو)۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر نشہ آور شراب ہے اور نشہ آور حرام ہے" (مسلم، حدیث نمبر: ۳۰۰۳)، یہی حکم دوسری نشہ آور اشیاء کا ہے، جیسے اس قسم کے بعض حشیش، افیون، اور بھانگ وغیرہ جو بتدریج انسانی عقل کو ناکارہ کرنے والے ہیں، اور حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے:

"نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر و مفتر" (ابوداؤد، حدیث نمبر: ۳۶۸۶)۔

نیز نشہ آور اشیاء صحت کے لئے ضرر رساں ہوتی ہیں، چنانچہ ماہرین کا بیان ہے کہ نشہ لانے والی اشیاء اعصابی نظام کے لئے مضرت رساں سمجھی جاتی ہیں، یہ انسانی حواس اور قوت فیصلہ کو متاثر کرتی ہیں، بہت سے کیسوں میں ان سے سماجی اور خاندانی پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں اور بعض اوقات موت بھی واقع ہوجاتی ہے۔

۱۵- دودھ اور انڈے کی بابت ایک اصول:

حلال جاندار کے دودھ اور انڈے حلال ہوں گے، پس گائے، بھینس، اونٹنی اور بکری کے دودھ حلال ہوں گے، اسی طرح مرغی، بطخ، کبوتر اور ہنس کے انڈے حلال ہوں گے، ان چیزوں کی آمیزش سے تیار کردہ خوردنی اشیاء بھی حلال ہوں گی جبکہ دوسری چیزیں بھی پاک ہی ہوں، ان جانوروں کے دودھ سے جو پنیر، مکھن، کریم، کھویا اور گھی تیار کئے جاتے ہیں، سب حلال ہوں گے، اسی طرح مٹھائی اور بعض آئسکریم میں بھی دودھ ڈالا جاتا ہے، اور بعض حلویات اور مغزیات میں دودھ سے تیار کیا ہوا کھویا ڈالا جاتا ہے، بہر حال سب کا کھانا حلال و جائز ہوگا۔

(۱) پھلوں اور پیداوار کے لئے زہر آلود مادوں کا استعمال:

ڈاکٹروں کا بیان ہے کہ سکرین نامی کیمیکل پھلوں کو ذائقہ دار بنانے اور اس کی مٹھاس میں اضافہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے سکرین زدہ پھل صحت کے لئے نقصان دہ بن جاتے ہیں، اسی طرح سبزیوں کو ہرا اور تازہ دکھانے کے لئے سنتھیٹک رنگ استعمال کیا جاتا ہے، اور ان کو بڑا کرنے اور جلد تیار کرنے کے لئے ۵۰/ پیسے والے آکسی ٹوسن (Oxytocin) نامی انجکشن دیئے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے کھیرے اور ککڑی وغیرہ صرف ایک رات میں ۱۰/ سے ۱۲/ گھنٹے میں پوری طرح تیار ہوجاتے ہیں، اس سے تیار کی جانے والی سبزیوں سے لوگ پیٹ کی بیماری اور دیگر خطرناک بیماریوں کی زد میں آسکتے ہیں، بلکہ کینسر تک کی بیماری بھی ہوسکتی ہے۔

شرعی نقطہ نظر سے پیداوار میں اضافہ اور پھلوں کو بڑھانے کے لئے ایسے زہر آلود مادوں کا استعمال درست نہیں ہوگا؛ کیونکہ یہ انسانی صحت کے لئے مضر ہیں، پیچھے بڑی تفصیل سے بات آچکی ہے کہ شریعت اسلامیہ کا اصول یہ ہے کہ جو شئی مہلک جان یا مضر صحت کا سبب وذریعہ بنے تو اس کا استعمال سدّ الذریعہ ممنوع ہے۔

نیز اس میں شخصی فائدہ کسانوں کا ہوتا ہے اور کھانے والے عام لوگوں کا نقصان ہوتا ہے، اور فقہی قاعدہ ہے: "یتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام" (الاشباہ لابن نجیم ۱/ ۸۸)، نیز اگر کسان کا ضرر ہوتا ہے کہ پیداوار کم ہوگی اگر وہ کیمیکل کا چھڑکاؤ نہیں کرے گا، یقینا یہ ضرر قابل ازالہ ہے، لیکن شریعت اسلامیہ کا اصول یہ ہے کہ کسی کا ضرر دوسرے کو نقصان پہنچا کر دور نہیں کیا جائے گا،

"الضرر لا یزال بالضرر"، "الضرر لا یزال بمثلہ" (الاشباہ لابن نجیم ۱/ ۸۸)۔

اور یہاں عامۃ الناس کو ضرر پہنچ رہا ہے، ہاں البتہ ایسی کھاد، کیمیکل یا کوئی دوسری چیزیں جو زمین کی روئیدگی اور قوت پیداوار میں باعث تقویت ہوں، اور انسانی صحت کے لئے مضر نہ ہوں، تو ایسی چیزوں کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(۲) پھلوں کو پکانے اور خوشنما بنانے کے لئے کیمیکل اور انجکشن کے استعمال کا حکم:

جب ماہرین میڈیکل کا خیال ہے کہ قبل از وقت پھل پکانے کے لئے استعمال کئے جانے والے کیمیکل اور انجکشن انسانی صحت کے لئے حد درجہ نقصان دہ ہیں تو ایسے زہریلی مادوں پر مشتمل کیمیکل، انجکشن اور دواؤں کا استعمال شرعاً درست نہیں ہے، اسی طرح ایسے کیڑے مار دواؤں کا چھڑکاؤ پھلوں، سبزیوں اور دیگر اناج کے درختوں پر کرنا صحیح نہیں جو کہ چھڑکنے والوں اور کھیتوں میں کام کرنے والوں پر شدید اور تاخیر سے اثر انداز ہوتے ہیں، ان میں جلد میں جلن، آنکھوں میں سوزش سے لے کر اور بھی سنگین بیماریاں مثلاً نظام اعصاب پر منفی اثرات، ہارمون میں عدم اعتدال، رجولیت سے متعلق مسائل کے علاوہ کینسر ہو جانے کا خدشہ بھی رہتا ہے۔ ممانعت کی وجہ وہی ہے جس کا ذکر پیچھے تفصیل سے مضر صحت اشیاء کی ممانعت کی بابت آچکا ہے، اور فقہی قواعد بھی گذر چکے ہیں۔

نیز معلوم ہونا چاہئے کہ پی ایف اے رولز ۱۹۵۵ھ کے ضابطہ (اول) ۴۴/اے اے کے تحت پھلوں کو پکانے کے لئے کاربائڈ گیس کا استعمال ممنوع ہے، کوئی شخص اس گیس سے پکائے ہوئے پھلوں کو نہ بیچے گا، نہ انہیں بیچنے کے لئے پیش کرے گا، یا اپنی دکان وغیرہ پر کسی بھی طریقہ سے انہیں فروخت کرنے کے لئے رکھے گا، ایسے تمام پھل جو کاربائڈ گیس سے پکائے گئے ہیں ان کی فروخت پر پابندی ہے۔ پی ایف اے ایکٹ کے تحت پھلوں اور سبزیوں کو رنگنا بھی ممنوع ہے۔

ترکاری کے حجم کو بڑھانے یا جلد تیار کرنے کے لئے زہریلی کیمیکل کے استعمال کا حکم:

مہلک جان اور مضر صحت اشیاء کی بابت اصول مع دلائل کا بیان اوپر آچکا ہے، ظاہر ہے کہ اس کی روشنی میں ترکاری کے حجم کو بڑھانے یا جلد از جلد تیار کرنے کے لئے زہریلی کیمیکل اور دواؤں کا استعمال درست نہیں ہوگا؛ پس زہریلی دواؤں اور کیمیکل کے استعمال کے ذریعہ ترکاری کے حجم کو بڑھانا ناجائز ہوگا۔

ہاں اگر ایسی دواؤں اور انجکشن کا استعمال عمل میں آئے جو مضر صحت نہ ہوں تو ان کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہوگا؛ کیونکہ فی نفسہ ترکاری کے حجم کو بڑھانا اور جلد تیار کرنا ممنوع اسباب میں سے نہیں ہیں، اسی طرح کیڑے مار دواؤں کا چھڑکاؤ اتنی محدود مقدار میں کیا جائے کہ انسانی صحت کے لئے مضر ثابت نہ ہو، تو اس محدود مقدار کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(۳) جانوروں کے دودھ کو بڑھانے کے لئے خصوصی انجکشن کے استعمال کا حکم:

اگر طبی نقطۂ نظر سے قطعی طور پر یا تجربہ سے اکثر و بیشتر مضر صحت ہونا ثابت ہو تو محض دودھ بڑھانے کے لئے اس طرح کی تدبیر اختیار کرنا درست نہیں ہوگا، اور اگر تجربہ سے یا طبی نقطہ سے حد درجہ مضر صحت ہونا ثابت نہ ہو، جیسے کینسر کا سبب نہ بنے، اسی طرح کسی بڑے مرض کا سبب نہ بنے، بلکہ معمولی نقصان کا باعث بنے تو اس طرح کی تدبیروں کا استعمال کرنا کراہت تنزیہی کے ساتھ درست ہوگا، اور اگر معمولی ضرر بھی نہ پہنچے تو بلا کراہت تنزیہی ان تدبیروں کا اختیار کرنا صحیح ہوگا۔

اگر مصنوعی طور پر دودھ بڑھانے کے لئے خاص قسم کے انجکشن لگانے سے غیر معمولی تکلیف جانور کو پہنچتی ہو تو ایسا کرنا درست نہیں ہوگا؛ کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا (شرح السنہ ۱/۸۷۶)، اور تکلیف رسانی سے منع فرمایا (ابوداؤد (۲۵۴۳))۔ اگر معمولی تکلیف پہنچتی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو انسان کی خدمت اور انتفاع کے لئے پیدا فرمایا: "هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعًا" (بقرہ:۲۹) (وہی ہے جس نے تمہارے واسطے زمین کی تمام چیزیں پیدا کیں)۔

نیز اللہ تعالیٰ نے دودھ ایک بیش بہا نعمت ہے، کی حیثیت سے ذکر فرمایا: "وان لكم في الأنعام لعبرة نسقيكم مما في بطونه من بين فرث ودم لبنا خالصًا سائغًا للشاربين" (نحل:۶۶) (اور تمہارے لئے چوپایوں میں بھی عبرت کا سامان ہے، ان کے پیٹ میں جو گوبر اور خون ہے، ہم ان ہی کے درمیان میں سے خالص اور پینے والوں کے لئے خوشگوار دودھ مہیا کرتے ہیں)۔

جہاں تک دودھ کا انسانی صحت کے لئے غیر معمولی درجہ مضر ثابت ہونے کی صورت میں ممانعت کی دلیل کی بات ہے، تو پیچھے مضر صحت اشیاء کے بارے میں تفصیلی گفتگو قرآن وحدیث اور فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں آچکی ہے۔

نیز گراہک کو مضر صحت دودھ دینا بیع میں موجود عیب کو چھپا کر خریدار کو دودھ فراہم کرنا جہاں خریدار کے ساتھ عہد شکنی ہو رہی ہے (اس لئے کہ بائع نے دلالۃً

خریدار سے عہد کیا ہے کہ وہ اسے صحت بخش دودھ فراہم کرے گا)، وہیں خریدار کو دھوکا دینا بھی ہے؛ کیونکہ بائع نے خریدار کو مفید صحت دودھ دینے کے بجائے مضر صحت دیا ہے، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکہ دینے والے کے بارے میں فرمایا: ''من غشنا فلیس منا'' (مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۲۸۸۳) (جو ہمیں دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں ہے)۔

نیز سماج کے ایک طبقہ کو مضر صحت دودھ مہیا کر کے اسے حرج وضیق میں مبتلا کرنا اور نقصان پہنچانا ہے، حالانکہ شریعت کا اصول یہ ہے کہ حتی الوسع ضرر کو دور کیا جائے، ''الضرر یزال'' (الاشباہ والنظائر لابن نجیم ۱/ ۸۶)، اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ''لا ضرر ولا ضرار'' (موطا الامام مالك، باب الاقضية فى المرافق، رقم: ۲۲۶، ابن ماجه، احكام، باب من بنى فى حقه ما يضر بجاره، مستدرك حاكم، بيوع ۲/ ۵۷، بيهقى، صلح، باب لا ضرر ولا ضرار ۶/ ۶۹)۔

(۴) الف: نجس وحرام شئی سے حلال جانور کی غذا کی تیاری:

اسلامی نقطہ نظر سے حرام اشیاء سے انتفاع عام حالات میں حلال وجائز نہیں ہے، مجبوری واضطرار کی حالت میں جائز ہے، مجبوری کا حکم استثنائی ہوتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں خود اس کی وضاحت موجود ہے (بقرہ: ۱۷۳، مائدہ)، اور ناپاک شئی سے بھی انتفاع بجز حالت مجبوری کے نادرست وحرام ہے (موسوعہ فقہیہ کویت ۴۰/ ۱۰۸، ردالمحتار ۱۰/ ۲۸)، اور خنزیر تو نجس العین ہے اس سے انتفاع بدرجہ اولی حرام ہوگا۔

''قال الطحاوی: لا ينتفع من الخنزير بشئ ولا يجوز بيع شئ منه'' (عمدة القارى ۸/ ۵۴۴)

، کیونکہ قرآن نے خود اس سے انتفاع کو حرام قرار دیا ہے (بقرہ: ۱۷۳)، پس مرغی، مچھلی اور دوسرے حلال جانوروں کی غذاؤں میں خنزیر کی چربی ملانا درست نہیں ہوگا، بلکہ اس طرح کی غذاؤں کا تیار کرنا شرعاً ممنوع وحرام ہوگا، مجموعۃ فتاوی شرعیہ کویت (۲/ ۲۱۵) میں لکھا ہے کہ استعمال وانتفاع کی غرض سے خنزیر کے اجزاء میں سے کسی جزء کی تحویل وقلب ماہیت کا کام مسلمان کے لئے کرنا جائز نہیں ہے۔

جانوروں کو گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے نجس وحرام غذائیں کھلانا:

مچھلی، مرغی یا دیگر حلال جانوروں کو خنزیر کی چربی یا اس کے دوسرے اجزاء یا کوئی دوسری حرام وناپاک چیز کی آمیزش سے تیار کردہ غذا دینے کے بارے میں تفصیل ہے، اور وہ یہ ہے کہ دیکھا جائے گا کہ خنزیر کی چربی یا جو بھی حرام چیز ملائی گئی ہے، آیا اس کی حقیقت وماہیت باقی ہے یا فوت ہوگئی اس طور پر کہ اس کا مادہ باقی نہ رہا، ہو بلکہ استحالہ ہو گیا تو ایسی غذا مرغی و مچھلی اور دوسرے حلال جانور کو دی جاسکتی ہے، بلکہ اگر انسانی غذا میں خنزیر کی چربی، یا اس کی ہڈی، یا اس کا گوشت اس طور پر ملایا گیا کہ اس کی حقیقت باقی نہیں رہی، بالکلیہ استحالہ ہو گیا تو اس کا انسان کے لئے بھی کھانا حلال ہوگا؛ اس لئے کہ قلب ماہیت سے حکم بدل جاتا ہے جیسا کہ پچھلے اصولی بحث ''استحالہ'' کے تحت تفصیل سے بات آچکی ہے، بدائع میں لکھا ہے:

''إن النجاسة لما استحالت وتبدلت أوصافها ومعانيها، خرجت عن كونها نجاسة؛ لأنها اسم لذات موصوفة، فتنعدم بانعدام الوصف، وصارت كالخمر إذا تخللت (۱/ ۸۵)، شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا بیان ہے: ''إن الله حرم الخبائث التى هى الدم والميتة ولحم الخنزير ونحو ذلك، فإذا وقعت هذه فى الماء أو غيره واستهلكت لم يبق هناك دم ولا ميتة ولا لحم خنزير أصلا'' (الفتاوى الكبرى ۱/ ۲۵۲، نیز دیکھئے: مجموع الفتاوى لابن تيميه ۱/ ۲۵۲، اعلام الموقعين ۱/ ۲۹۸-۲۹۷)۔

اگر اس کی حقیقت نہیں بدل سکی، یعنی اس کا استحالہ نہیں ہوا، تو ایسی غذا حلال جانور مرغی اور مچھلی وغیرہ کو دینا جائز نہیں ہوگا؛ کیونکہ اس کا سابق حکم حرمت ونجاست کا باقی ہے (سابق حوالہ جات)۔

نیز فقہی قواعد ہیں: ''ما حرم أخذه حرم إعطاؤه''، ''ماحرم فعله حرم طلبه'' (الاشباہ لابن نجیم ۱/ ۱۸۵)۔

قواعد کا حاصل یہ ہے کہ جس شئی کا استعمال اور کسی عمل کا کرنا حرام ہو تو نہ خود کر سکتے ہیں اور نہ ہی دوسروں کو کرنے کے لئے کہنا اور ان کو وہ شئی دینا سب ناجائز وحرام ہیں، پس یہاں پر حرام غذا کا استعمال خود انسان کے لئے حرام ہے تو دوسروں کو استعمال کے لئے دینا، یا دوسروں کو کھلانا یا کھانے کے لئے کہنا کہ یہ لو کھاؤ، خواہ وہ انسان ہوں یا حلال جانور، حرام ہوگا۔ فقہاء نے بھی تصریح کی ہے کہ ناپاک آٹا گائے، بکری یا کسی حلال جانور کو دینے کے بجائے غیر ماکول اللحم جانور جیسے کتا کو

کھلادینا ہے "یطمع للکلاب" (البحر الرائق ۱/ ۱۳۲)۔

شاید ممانعت کی وجہ یہ ہو کہ انسان چونکہ حلال جانور کا گوشت کھاتا ہے، تو حرام و ناپاک چارہ کھانے والے جانور کے گوشت کھانے میں کراہیت محسوس کرے گا، اور ہوسکتا ہے کہ انجام کے اعتبار سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

ب: حرام و ناپاک غذا کھانے والے جانوروں کے گوشت کا حکم:

اولاً اس طرح کی غذا حلال جانور کو کھلانا درست نہیں ہے، کھلانے والا گنہگار ہوگا، تاہم اگر کھلایا گیا یا جانور نے از خود کھالیا تو اس کے گوشت کا حکم کیا ہوگا؟

دیکھا جائے گا اگر حرام و ناپاک غذا ہضم ہو کر بالکل اس کی ماہیت وحقیقت بدل جائے جس کو فقہ کی اصطلاح میں استحالہ کہا جاتا ہے تو گوشت پاک وطیب ہوگا اور اس کا کھانا بلا کراہت حلال ہوگا، اور اگر وہ عین غذا اپنی اصلی حالت میں باقی ہے، یا خنزیر کی چربی کی حقیقت و ماہیت نہیں بدل سکی، وہ گوشت میں مل کر اپنی اصلی ماہیت کو نہیں کھو سکی، تو گوشت کا کھانا مکروہ تحریمی ہوگا۔ اس مسئلہ کی نظیر حلال جلالہ جانور کی ہے، جس کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ کے گوشت خوری اور دودھ نوشی سے منع فرمایا ہے۔

عن ابن عمر قال: ''نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن أكل الجلالة وألبانها''

امام ترمذی کے بیان کے مطابق یہ حسن غریب ہے (ترمذی، رقم: ۱۸۲۳، ابوداؤد، رقم: ۳۷۸۹)

دوسری حدیث میں بوجھ برداری اور سواری کی ممانعت آئی ہے (بیہقی ۱۴/ ۳۲۵، ابوداؤد، رقم: ۳۸۱۱)۔

جلالہ اس جانور کو کہتے ہیں جو نجاست کھائے یہاں تک کہ اس کے قریب جانے کے بعد اس کے جسم سے بدبو آئے، فقہاء نے لکھا ہے کہ اس کا نہ گوشت کھایا جائے گا، نہ ہی اس کا دودھ پیا جائے گا، نہ ہی اس پر سواری کی جائے گی اور نہ ہی اس پر بار برداری کا عمل ہوگا، اس کا اس حالت میں بیچنا اور ہبہ کرنا مکروہ تحریمی ہوگا، جلالہ ہر وہ حلال جانور ہوسکتا ہے جو نجاست کھائے، یہاں تک کہ اس کے جسم سے بدبو آنے لگے خواہ وہ گائے، بھینس، اونٹ، بکری ہوں، یا مرغ، مرغی، بطخ اور ہنس وغیرہ ہوں (نیل الاوطار ۸/ ۱۲۸، فتح الباری ۱۰/ ۶۶۰، ردالمحتار ۹/ ۷۱، ۳، ۱۴، ۴، فقہ السنہ ۲/ ۱۵)۔

حدیث اور فقہاء کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ نجاست خوری کی وجہ سے گوشت کی کیفیت بدل جاتی ہے کہ بدبو آنے لگتی ہے تو اس کا حکم بھی بدل جاتا ہے، یعنی اس سے ہر طرح کا انتفاع ممنوع ہو جاتا ہے، اگر گوشت کی کیفیت دوبارہ بدل جائے اس طور پر کہ اس کی بدبو زائل ہو جائے تو اس کا گوشت پاک اور حلال ہو جاتا ہے (''لو حبست حتى يزول النتن حلت'' (تبيين الحقائق ۶/ ۱۰)، علامہ شامی نے امام سرخسی سے نقل کیا ہے:

''الأصح عدم التقدير وتحبس حتى تزول الرائحة المنتنة'' (رد المحتار ۹/ ۳۷۱)؛

کیونکہ حلت وحرمت کے حکم کا مدار نجاست خوری نہیں ہے، بلکہ تغییر لحم ہے، اور وہ ہے گوشت کا بدبودار ہو جانا، اسی وجہ سے جب بدبو ختم ہوگئی تو علت نہی جو گوشت کا متغیر ہونا یعنی اس کا بدبودار ہونا ہے، باقی نہیں رہی، اس لئے حرمت و ناجائز کا حکم بھی باقی نہیں رہے گا،

''العبرة للنتن لا لتناول النجاسة'' (بدائع ۴/ ۱۵۴)، ''وإنما الاعتبار بالرائحة والنتن'' (اعلاء السنن ۱۷/ ۲۱۶)، ''والمعتبر في جواز أكل الجلالة زوال رائحة النجاسة بعد أن تعلف بالشئ الطاهر على الصحيح'' (فتح البارى ۱۰/ ۶۶۱، نیز دیکھئے: المجموع ۹/ ۲۹)۔

یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر جانور حرام غذا کھائے تو اس کا گوشت اور دودھ حرام نہیں ہوتے ہیں، گو تقوی کی رو سے اس سے اجتناب کرنا بہتر ہے

''ولو أكلت النجاسة وغيرها بحيث لم ينتن لحمها حلت كما حل أكل جدى غذى بلبن خنزير؛ لأن لحمه لا يتغير، وما غذى به يصير مستهلكا لا يبقى له أثر'' (درمختار مع الرد ۹/ ۴۱۴)؛

کیونکہ اس نے جو حرام غذا کھایا ہے وہ ہضم ہو کر ہلاک و فنا ہوگئی، جیسا کہ فقہاء نے اس بکری کے بچہ کے بارے میں لکھا ہے جس نے خنزیر کا دودھ پی کر پرورش پایا، اس کا گوشت کھانا حلال ہے: اس لئے کہ خنزیر کا دودھ اس کے پیٹ میں جا کر اپنی ماہیت پر باقی نہیں رہا، بلکہ وہ فنا ہوگیا۔

لہذا زیر بحث مسئلہ میں خنزیر کی چربی یا اس کے کسی اور جزء کی آمیزش سے تیار کردہ غذا حلال جانور کے پیٹ میں جانے کے بعد وہ اپنی اصل حقیقت وماہیت پر باقی نہیں رہتی ہے، جیسا کہ میرا خیال ہے؛ کیونکہ پیٹ کا نظام کچھ ایسا ہے کہ پیٹ میں جانے کے بعد کوئی بھی شئی ہضم ہو کر اپنی حقیقت کو کھو دیتی ہے، یا وہ بدہضمی ہو کر باہر آجاتی ہے یا انفیکشن ہو کر نقصان پہنچاتی ہے، یہاں زیر بحث مسئلہ میں مرغی اور مچھلیاں ایسی خوراکوں کو آسانی سے ہضم کر جاتی ہیں، اگر ہضم نہیں کر پاتیں تو لوگ یہ خوراک انہیں دیتے ہی نہیں۔

''ولا يحل حيوان مائي إلا السمك الذى مات بآفة ولو متولدًا في ماء نجس، فلا بأس بأكلها لحله بالنص وكونه يتغذى بالنجاسة لايمنع حله'' (رد المحتار ۵/ ۲۱۵، ذبائح)، ''وأما الدجاجة فلا تكون جلالة؛ لأنها لا تتغير ولا تنتن، وفي التهذيب: وأما الدجاجة لا يكره وإن تناول نجاسة؛ لأنها لا تنتن'' (فتاوی تاتارخانیہ)۔

(۵) مضر صحت غذائی مصنوعات بنانے، کھانے اور کھلانے کا حکم:

ایسی انسانی غذائیں تیار کرنا جو انسانی صحت کے لئے مضر ہوں، شرعا درست نہیں ہے، اگر اس کا ضرر انسان کی ہلاکت کا باعث بنے تو اس کی ممانعت کا درجہ حرمت کا ہوگا، اگر انسان کی ہلاکت کا سبب تو نہ بنے، لیکن مشقت ومرض کا ذریعہ بنے تو یہ عمل مکروہ ہوگا، اسی اعتبار سے کھانا اور کھلانا دونوں ناجائز وحرام اور مکروہ ہوں گے، دلائل حسب ذیل ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"ولا تقتلوا النفس التي حرم الله إلا بالحق" (انعام: ۱۵۱) (کسی جان کو۔جس کے قتل کو اللہ نے حرام کیا ہے۔قتل نہ کرو، سوائے اس کے کہ (شریعت کے حکم کے مطابق) حق کی بنیاد اس کا قتل ہو)۔

"ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة وأحسنوا" (بقرہ: ۱۹۵) (اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور اچھے کام کرتے رہو)۔

"ولا تقتلوا أنفسكم إن الله كان بكم رحيمًا" (نساء: ۲۹) (اپنا خون نہ کرو، بے شک اللہ تمہارے ساتھ بڑا مہربان ہے)۔

نیز اللہ تعالی نے نیک بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا: "ولا يقتلون النفس التي حرم الله إلا بالحق" (فرقان: ۶۸)، اور جس شخص (کے قتل کرنے) کو اللہ نے حرام فرمایا ہے، اس کو قتل نہیں کرتے ہاں مگر حق پر)۔

اور فقہی قواعد ہیں:

''ما حرم أخذه حرم إعطاؤه''، ما حرم فعله حرم إعطاؤه'' (الاشباہ والنظائر لابن نجیم ۱/ ۱۵۵)۔

اور فقہاء نے لکھا ہے کہ پانچ اسباب میں سے کسی ایک کے پائے جانے کے وقت کسی بھی شئی کا کھانا حرام ہے، پہلا سبب: بدن یا عقل کو پہنچنے والا ضرر ہو،

''يحرم أكل الشيء مهما كان نوعه لأحد أسباب خمسة: السبب الأول: الضرر اللاحق بالبدن أو العقل'' (موسوعہ فقہیہ کویت ۲۵/ ۱۲۵)۔

مضر صحت غذائی مصنوعات کی خرید وفروخت:

مضر صحت غذائی مصنوعات کا استعمال کرنا، کھانا اور دوسروں کو کھلانا جن دلائل و وجوہ کی بنا پر ناجائز وحرام اور مکروہ قرار پائے ہیں، ان ہی دلائل و وجوہ کی بنا پر ان کی خرید وفروخت بھی مذکورہ بالا تفصیلات کے مطابق یعنی اگر ضرر جان لیوا ہو تو ناجائز وحرام ہوگی، اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ تجربہ سے ثابت ہوا ہو یا ماہر ڈاکٹر کے بیان کے مطابق مشقت ومرض کا سبب بنے تو مکروہ ہوگی۔مزید مضر صحت غذائی مصنوعات کی خرید وفروخت کی ممانعت پر قول رسول اللہ ﷺ بھی دلالت کر رہا ہے:

''من غشنا فليس منا'' (مسلم ۱/ ۷۱، کتاب الایمان، (۲۸۳) (جو شخص ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے)۔

☆......☆......

غذائی مصنوعات میں حلت وحرمت کے اصول

مولانا اختر امام عادل قاسمی [1]

نئے غذائی نظام سے پیدا ہونے والے مسائل کو حل کرنے کے لئے چند اصولی مباحث کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

انسانی زندگی میں غذا کی اہمیت:

☆ انسان کی زندگی میں غذا کی سب سے زیادہ اہمیت ہے کہ اسی پر اس کے جسمانی تحفظ کا بھی مدار ہے اور ذہنی وروحانی صحت کا بھی، انسان کی نجی زندگی پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور اس کی اجتماعی زندگی پر بھی، عبادات میں بھی اس کا دخل ہے اور اخلاقیات میں بھی، آدمی کا عمل بھی اس سے متأثر ہوتا ہے اور اس کا زاویۂ فکر ونظر بھی، اچھی غذا سے اچھا خون اور گوشت تیار ہوتا ہے، اور اچھے خون اور گوشت سے اچھا انسان تعمیر ہوتا ہے، پاک غذا سے انسان کا باطن پاک ہوتا ہے، فرد اور ملت کی سب سے بڑی کامیابی یہی ہے، اسی لئے اسلام نے غذائی حلت وطہارت پر بہت زور دیا ہے، اسلام صرف پاک چیزوں کو انسانوں کے لئے درست قرار دیتا ہے اور گندی اور ناپاک چیزوں کے استعمال سے روکتا ہے:

"یسئلونك ماذا أحل لهم قل أحل لكم الطيبات" (المائدہ: ۴)۔

(لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا چیزیں حلال ہیں؟ آپ فرمادیں کہ تمام پاک چیزیں ان کے لئے حلال ہیں)۔

"ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث" (الاعراف: ۱۵۷)۔

(تمام پاک چیزیں ان کے لئے حلال ہیں اور تمام گندی چیزیں حرام ہیں)۔

اسلام نے کافی وضاحت کے ساتھ اس کی تفصیلات بیان کردی ہیں:

"قد فصل لكم ما حرم عليكم" (الانعام: ۱۱۹) (جو چیزیں حرام کی گئی ہیں اللہ پاک نے ان کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمادیا ہے)۔

اسلام نے انسانی معاشرہ کی جو بنیادیں مقرر کی ہیں ان میں اکل حلال کو اولین اہمیت حاصل ہے، بلکہ عمل صالح کا مدار اس پر رکھا گیا ہے، قرآن میں ایک جگہ پیغمبروں کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا گیا:

"يأيها الرسل كلوا من الطيبات واعملوا صالحا" (المؤمنون: ۵۱) (اے پیغمبرو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو)۔

اور یہ حکم صرف پیغمبروں کے لئے نہیں بلکہ ایمان رکھنے والی تمام امتوں کے لئے بھی ہے:

"يأيها الذين آمنوا كلوا من طيبات ما رزقناكم" (بقرۃ: ۱۷۲) (اے ایمان والو! ہماری دی ہوئی پاک چیزوں کو کھاؤ)۔

رزق حرام کے اثرات:

حرام رزق ایک بدترین زہر ہے جو انسانی زندگی کے سارے نظام کو معطل کردیتا ہے، انسان کا پورا اخلاقی سسٹم بگڑ جاتا ہے، اس حالت میں نیکی اور خدا کی بندگی بھی بندگی نہیں رہ جاتی، قرآن کریم میں مال حرام کو بے محابا استعمال کرنے والوں کی مذمت اس طرح کی گئی ہے:

[1] جامعہ ربانی منوروا شریف، سمستی پور، بہار۔

"أولئك الذين لم يرد الله أن يطهر قلوبهم لهم في الدنيا خزي ولهم في الآخرة عذاب عظيم، سمّاعون للكذب أكّالون للسحت"

(المائدة: ۴۱، ۴۲)۔

(یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پاک کرنے کا ارادہ نہیں کیا، ان کے لئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں بدترین عذاب ہے، یہ جھوٹ سننے والے اور حرام کھانے والے لوگ ہیں)۔

ایک موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی وضاحت کے ساتھ اس پر روشنی ڈالی اور تمثیلی طور پر ایک دور دراز سفر کرنے والے شخص کا قصہ بیان فرمایا، جو پریشان حال اور غبار آلود ہو اور رب العالمین کو رو رو کر اور ہاتھ پھیلا کر پکار رہا ہو، حالانکہ نہ اس کا کھانا، پینا حلال ہو اور نہ پہننا اوڑھنا، بھلا پروردہ حرام جسم و جان سے نکلی ہوئی دعا بارگاہ الٰہی میں کیسے باریاب ہوسکتی ہے؟

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: "أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لاَ يَقْبَلُ إِلاَّ طَيِّبًا وَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ فَقَالَ (يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ) وَقَالَ (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ) "ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ" (صحيح مسلم: أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري ۳ / ۸۵، حديث نمبر: ۲۳۹۳، الناشر: دار الجيل بيروت، مسند الامام أحمد بن حنبل، الناشر: مؤسسة قرطبه، القاهره)۔

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ کی ذات پاک ہے اور پاک کے علاوہ کسی چیز کو قبول نہیں کرتا، اللہ پاک نے مسلمانوں کو انہی چیزوں کا حکم فرمایا جو اس نے اپنے رسولوں کو حکم فرمایا کہ اے رسولو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، مجھے تمہارے اعمال کا علم ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دراز منزل، خاک آلود، پریشان حال مسافر کا ذکر فرمایا جو ہاتھ اٹھا کر رب العالمین کے حضور فریاد کناں ہے، لیکن نہ اس کا کھانا پاک، نہ پینا پاک، لباس اور غذا سب حرام، بھلا ایسے شخص کی دعا کہاں قبول ہوسکتی ہے؟)۔

☆ ایک دوسری روایت میں ہے، حضرت کعب بن عجرہؓ سے روایت ہے:

"إِنَّهُ لاَ يَرْبُو لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ إِلاَّ كَانَتِ النَّارُ أَوْلَى بِهِ" قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ لاَ نَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مُوسَى. وَأَيُّوبُ بْنُ عَائِذٍ الطَّائِيُّ يُضَعَّفُ وَيُقَالُ كَانَ يَرَى رَأْيَ الإِرْجَاءِ. وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ إِلاَّ مِنْ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مُوسَى وَاسْتَغْرَبَهُ جِدًّا" (سنن الترمذي: محمد بن عيسى أبو عيسى الترمذي السلمي ۲/ ۵۱۲، حديث نمبر: ۶۱۴، الناشر: دار إحياء التراث العربي بيروت، تحقيق: أحمد محمد شاكر وآخرون)

(حرام غذا سے پیدا ہونے والا گوشت جہنم کا زیادہ مستحق ہے)۔

اسی لئے شریعت مطہرہ میں جس طرح کسی حرام غذا کا استعمال جائز نہیں اسی طرح یہ بھی درست نہیں کہ کسی حلال چیز کو اپنی طرف سے حرام کیا جائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قل من حرم زينة الله التي أخرج لعباده والطيبات من الرزق" (بقرة: ۳۰)۔

(آپ فرمادیں، کس نے اللہ پاک کی اس زینت کو اور پاک رزق کو حرام کیا جو اللہ پاک نے اپنے بندوں کے لئے نکالی تھی)۔

خلق خدا کو غلط غذا فراہم کرنا جرم ہے:

☆ اس طرح کے بے شمار نصوص ہیں جن سے انسانی غذا کے بارے میں اسلامی تصور پر روشنی پڑتی ہے اور اندازہ ہوتا ہے کہ شریعت اسلامیہ اس سلسلے میں کتنی حساس ہے، نہ صرف یہ کہ شریعت خود غلط غذاؤں کے استعمال سے روکتی ہے بلکہ دوسروں کے لئے اس کی فراہمی پر بھی پابندی عائد کرتی ہے، اسلام کی نظر میں سچا مؤمن وہ ہے جو دوسروں کے لئے وہی پسند کرے جو اسے اپنی ذات کے لئے پسند ہو، جو لوگ دوسروں کے لئے نقصان کا سامان فراہم کرتے ہیں

وہ دراصل ان کے ایمان کا نقص ہے، بہت سے نصوص میں یہ مضمون آیا ہے، مثلاً قرآن کریم میں ہے:

☆ "ولا تقتلوا أنفسكم إن الله كان بكم رحيما" (النساء: ٢٩).

(اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ پاک تم پر رحم کرنے والے ہیں)۔

☆ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ زہر کھا کر خودکشی کرنے والے شخص کی موت حرام موت ہے اور ایسا شخص جہنمی ہے۔

''قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ تَحَسَّى سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا'' (مسند الامام أحمد بن حنبل ٢/ ٤٧٨، حديث نمبر: ١٠١٩٨، الأحاديث مذيلة بأحكام شعيب الأرنؤوط عليها)

(جو شخص زہر کھا کر جان دے گا وہ جہنم میں مسلسل اسی تکلیف میں مبتلا رکھا جائے گا)۔

☆ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ''لا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ'' (صحيح البخاري: محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي ١/ ١٤، حديث نمبر: ١٣، الناشر: دار ابن كثير، اليمامة بيروت، الطبعة الثالثة، ١٤٠٧ھ/ ١٩٨٧، تحقيق: ڈاكٹر مصطفى ديب البغا، سنن الترمذي ٤/ ٦٦٧، حديث نمبر: ٢٥١٥)۔

(تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو خود کے لئے پسند کرتا ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مسلمان وہ ہے جس سے دوسرے مسلمانوں کو تکلیف نہ پہنچے)۔

'' عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما عن النبي ﷺ قال: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده'' (صحيح بخاري ١/ ١٣، حديث نمبر: ١٠)۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ میں مسلمان کی قید نہیں ہے بلکہ عمومیت کے ساتھ کسی بھی انسان کو بلا وجہ تکلیف پہونچانے کو تقاضائے اسلام کے خلاف قرار دیا گیا ہے:

''المؤمن من أمنه الناس والمسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده والمهاجر من هجر السوء والذي نفسي بيده لا يدخل الجنة عبد لا يأمن جاره بوائقه، إسناده صحيح على شرط مسلم'' (مسند الامام أحمد بن حنبل ٣/ ١٥٤، حديث نمبر: ١٢٥٨٣، المستدرك على الصحيحين: محمد بن عبدالله أبو عبدالله الحاكم النيسابوري ١/ ٥٥، حديث نمبر: ٢٥، الناشر: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى، ١٤١١/ ١٩٩٠، تحقيق: مصطفى عبد القادر عطا)۔

حرام وحلال کا اختیار صرف رب العالمین کو ہے:

☆ ان نصوص سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں تحریم وتحلیل کا اختیار کسی انسان کو نہیں ہے، یہ سب کچھ رب العالمین کی طرف سے طے شدہ نظام ہے جس کی بنیادی تفصیلات اور مرکزی اصول خود اللہ پاک نے مقرر فرمادیئے ہیں، اس لئے اب انسانوں کے لئے اس باب میں سوائے تطبیقات کے دوسرا کوئی کام باقی نہیں بچتا، یہی بات اسلام کے غذائی نظام کو دوسرے تمام نظاموں سے ممتاز کرتی ہے، اسلام سے قبل کا جاہلی نظام (جس کا تسلسل آج بھی جاری ہے) زمانی اور مکانی حالات اور مختلف انسانی دماغوں کے افکار وخیالات پر مبنی تھا، جس میں نہ معقولیت تھی اور نہ استحکام، قرآن کریم میں جابجا اس کی طرف اشارات کئے گئے ہیں، مثلاً:

"قل أرأيتم ما أنزل الله لكم من رزق فجعلتم منه حرامًا وحلالًا" (يونس: ٥٩).

(آپ کہہ دیجئے کہ تمہاری کیا رائے ہے کہ اللہ پاک نے تمہارے لئے رزق نازل فرمائی پھر تم نے اپنی مرضی سے کچھ چیزوں کو حرام کردیا اور کچھ کو حلال)۔

"وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا

يُفْلِحُونَ* مَتَاعٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ" (النحل ۱۱۶۔۱۱۷)۔

(اور جو تمہاری زبان جھوٹ بولتی ہے اس کو نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، کہ اللہ پر جھوٹ افترا کرو، بے شک جو لوگ اللہ کی طرف جھوٹ بات کی نسبت کرتے ہیں، وہ کامیاب نہیں ہوسکتے، دنیا کا تھوڑا سا نفع ہے اور اس کے بدلے میں ایک دردناک عذاب تیار ہے)۔

"وجعلوا لله مما ذرأ من الحرث والأنعام نصيبًا فقالوا هذا لله بزعمهم وهذا لشركائنا فما كان لشركائهم فلا يصل إلى الله وما كان لله فهو يصل إلى شركائهم ساء ما يحكمون. قالوا هذه أنعام وحرث حجر لا يطعمها إلا من نشاء بزعمهم وأنعام حرمت ظهورها وأنعام لا يذكرون اسم الله عليها افتراء عليه سيجزيهم بما كانوا يفترون. قد خسر الذين قتلوا أولادهم سفهًا بغير علم وحرموا ما رزقهم الله افتراءً على الله قد ضلوا وما كانوا مهتدين"۔

(ان لوگوں نے زمینی پیداوار اور جانوروں میں اللہ کا بھی ایک حصہ مقرر کیا اور کہا کہ یہ ان کے گمان میں اللہ کے لئے ہے اور یہ ان کے شرکاء کے لئے ہے، تو جو ان کے شرکاء کے لئے ہے وہ اللہ تک نہیں پہونچتا، اور جو اللہ کے لئے ہے وہ ان کے شرکاء تک پہونچتا ہے، وہ برا فیصلہ کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ جانور اور کھیتی منع ہیں ان کو وہی کھاسکتا ہے جس کو ہم چاہیں، اور کچھ جانور وہ ہیں جن پر سواری اور بار برداری حرام کردی گئی ہے، اور کچھ جانور وہ ہیں جن پر یہ اللہ کا نام نہیں لیتے، یہ اللہ پاک پر افتراء کرتے ہیں، عنقریب ان کو ان کے افتراء کا بدلہ ملے گا۔ یقیناً وہ لوگ گھاٹے میں ہیں جنہوں نے اپنی اولاد کو حماقت سے لاعلمی میں قتل کیا، اور اللہ کی دی ہوئی رزق کو اللہ پر افتراء کرتے ہوئے حرام کیا، وہ ہدایت پر نہیں ہیں)۔

"قل هلم شهداء كم الذين يشهدون أن الله حرم هذا" (الأنعام: ۱۵۰)۔

(آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اپنے گواہ لے آئیں جو گواہی دیں کہ اللہ پاک نے ان چیزوں کو حرام کیا ہے)۔

پوری سورۂ انعام حلال وحرام جانوروں کی تفصیلات سے بھری ہوئی ہے، اور اسی میں عہد جاہلیت کے افکار وتصورات پر بھی کاری ضرب لگائی گئی ہے، قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات نے اس حقیقت کو پوری طرح واضح کردیا ہے کہ حلال وحرام کا معیار انسانی تخیلات نہیں بلکہ ربانی تعلیمات ہیں، ہمیں کسی چیز کی حلت وحرمت کا فیصلہ اسی معیار کا پابند ہوکر کرنا ہوگا، جو اللہ پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمادیا ہے، قرآن کریم نے اس صداقت پر اپنی زبان حقیقت بیان سے یہ کہکر مہر لگادی ہے کہ:

"قد فصل لكم ما حرم عليكم" (الانعام: ۱۱۹)۔

(جو چیزیں حرام کی گئی ہیں اللہ پاک نے ان کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمادیا ہے)۔

"قل تعالوا أتل ما حرم ربكم عليكم" (الانعام: ۱۵۱)۔

(آپ ان سے کہیں کہ آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ تمہارے رب نے تم پر کیا چیزیں حرام کی ہیں)۔

قرآن کے نزدیک کسی کو حلال وحرام کا اختیار دینے کا معنی یہ ہے کہ ہم نے اس کے لئے دین بنانے کا اختیار تسلیم کرلیا، جو معبود کی شان ہے اور معبود اللہ کی ذات پاک کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے:

"أم لهم شركاء شرعوا لهم من الدين ما لم يأذن به الله" (الشوری: ۲۱)۔

(کیا ان کے پاس شرکاء ہیں جو ان کے لئے دین بناتے ہیں جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی)۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

"اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أربابًا من دون الله والمسيح ابن مريم وما أمروا إلا ليعبدوا إلهًا واحدًا لا إله إلا هو سبحانه عما يشركون" (التوبة: ۳۱)۔

(ان لوگوں نے اپنے احبار ورہبان کو اللہ کے علاوہ اپنا معبود بنالیا، جبکہ انہیں صرف ایک معبود کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ان

شرکیات سے بالاتر ہے)۔

حالانکہ وہ حضرات حضرت مسیح یا ان کے احبار و رہبان کے بارے میں براہ راست معبودیت کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے، یہی سوال حضرت عدی بن حاتمؓ نے (جو اسلام سے قبل عیسائیت کے پیروکار تھے) خود نبی کریم ﷺ سے کیا تھا، اس کی توجیہ حضور ﷺ نے یہ فرمائی:

''قال: أجل، ولكن يحلون لهم ما حرم الله فيستحلونه ويحرمون عليهم ما أحل الله فيحرمونه فتلك عبادتهم لهم'' (سنن البيهقي الكبرى: أحمد بن الحسين بن علي بن موسى أبو بكر البيهقي ۱۰/ ۱۱۶، حديث نمبر: ۲۰۱۳۷، الناشر: مكتبة دار الباز مكة المكرمة ۱۴۱۴/ ۱۹۹۴، تحقيق: محمد عبد القادر عطا، المعجم الكبير: سليمان بن أحمد بن أيوب أبو القاسم الطبراني ۱۷/ ۹۲، حديث نمبر: ۲۱۸، الناشر: مكتبة العلوم والحكم الموصل، الطبعة الثانية، ۱۴۰۴-۱۹۸۳)۔

(بجا ہے، لیکن احبار و رہبان ان کے لئے حرام کو حلال کرتے تھے تو وہ اس کو حلال سمجھتے تھے اور جب حلال کو حرام کرتے تھے تو وہ حرام سمجھتے تھے، یہی تو ان کی عبادت ہے)۔

کسی چیز کو حرام وحلال کہنے میں احتیاط:

☆ یہی وجہ ہے کہ متقدمین اسلاف کسی مسئلے میں سیدھے حرام وحلال کا فتویٰ دینے سے احتیاط کرتے تھے، وہ فوراً کسی چیز کو حرام یا حلال نہیں کہتے تھے، جبتک کہ دلیل قطعی سے اس کا علم نہ ہو جاتا۔

حضرت امام شافعیؒ نے حضرت امام ابو یوسفؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ:

''أدركت مشائخنا من أهل العلم يكرهون الفتيا، أن يقولوا: هذا حلال وهذا حرام إلا ما كان في كتاب الله عزوجل بينًا بلا تفسير'' (الأم ۷/ ۳۱۷)۔

(میں نے اپنے مشائخ اہل علم کو دیکھا کہ وہ فتویٰ دینے میں ان الفاظ کو پسند نہیں کرتے تھے، یہ حلال ہے، یہ حرام ہے، جب تک کہ اللہ کی کتاب میں واضح طور پر وہ بات نہ ہوتی)۔

حضرت ابن السائبؒ نے حضرت ربیع بن خثیمؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے جو بڑے تابعین میں سے تھے، وہ اپنے لوگوں کو اکثر نصیحت فرماتے تھے کہ اس طرح کہنے سے بچو کہ اللہ پاک نے اس چیز کو حلال کیا ہے، یا اللہ کی مرضی یہ ہے کہ اللہ پاک اس کے جواب میں یوں کہدے کہ میں نے تو اسے حلال نہیں کیا اور میں اس سے راضی نہیں ہوں، یا کوئی کہے کہ اللہ پاک نے اس کو حرام کیا ہے اور اللہ پاک اس کے جواب میں کہدے کہ تو جھوٹا ہے، میں نے تو اسے حرام نہیں کیا اور نہ میں نے اس سے روکا ہے۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ اپنے مشائخ کا معمول نقل فرماتے تھے کہ وہ فتویٰ میں حرام وحلال کے الفاظ استعمال کرنے سے گریز کرتے تھے، بلکہ کہتے: یہ مکروہ ہے، یا اس میں مضائقہ نہیں ہے، وغیرہ۔

ابن مفلحؒ نے علامہ ابن تیمیہؒ کا قول نقل کیا ہے کہ سلف کسی چیز پر حرام کا اطلاق اس وقت تک نہیں کرتے تھے جب تک اس کی حرمت کا یقینی علم نہ ہو جاتا (حوالہ بالا)۔

خود قرآن کریم نے اس سلسلے میں رہنما اصول کے طور پر اشارہ کیا ہے، جس پر سلف سختی کے ساتھ کاربند تھے۔

اشیاء میں اصل اباحت ہے یا حرمت؟

☆ غذائی مسائل اور جزئیات میں حکم شرعی کی تنقیح کے لئے اکثر ایک اصولی قاعدہ سے مدد لی جاتی ہے کہ ''اشیاء میں اصل اباحت ہے''، اس کا ذکر ہماری کتب فقہ میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے...... دراصل جن چیزوں کے بارے میں کوئی حکم شرعی مصرح نہیں ہے، وہ قابل عمل ہیں یا قابل ترک؟ اس ضمن میں فقہاء نے یہ اصولی بحث کی ہے کہ اشیاء میں اصل حکم کیا ہے اباحت یا ممانعت؟...... مگر مشکل یہ ہے کہ اس باب میں علماء کے یہاں سخت اضطراب پایا جاتا

ہے اور مختلف فقہاء کی طرف جو آراء منسوب ہیں، ان میں بھی شدید اختلاف ہے، مثلاً:

☆ بعض لوگوں نے اباحت کا قول شافعیہ کی طرف اور حرمت کا قول حنفیہ کی طرف منسوب کیا ہے، (الأشباه و النظائر في قواعد و فروع فقه الشافعية: عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين السيوطي ۱/۶۰، الناشر: دار الكتب العلمية بيروت لبنان)۔

☆ جبکہ کچھ دوسرے حضرات نے شافعیہ کے ساتھ اکثر حنفیہ کی طرف بھی اباحت کی نسبت کی ہے (تیسیر التحریر ۲/۱۶۸)۔

☆ بعض حنابلہ کی بھی یہی رائے بتائی جاتی ہے (التمهيد ۴/۲۷۱، شرح الكوكب المنير ۱/۳۲۵-۳۲۶)۔

☆ بلکہ بعض متاخرین نے تو اسے جمہور علماء کا موقف قرار دے دیا ہے (إرشاد الفحول، ص: ۲۸۴، الوجيز في إيضاح قواعد الفقه الكلية، ص: ۱۲۹)۔

☆ دوسری جانب اشیاء میں اصل ممانعت ہے، اس قول کو بعض علماء نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب کیا ہے (دیکھئے: المنثور ۲/۷۰، الأشباہ والنظائر للسیوطی، ص ۶۰)۔

☆ بعض شوافع کی بھی یہی رائے بتائی جاتی ہے (التبصرۃ فی أصول الفقہ، ص: ۵۳۲، وإرشاد الفحول، ص: ۲۸۴)۔

☆ بعض حنابلہ کی بھی یہی رائے ہے (دیکھئے: التمہید ۴/۲۷۱، شرح الکوکب المنیر ۱/۳۲۵-۳۲۶)۔

☆ وہیں پر کئی علماء نے اکثر فقہاء کا موقف توقف نقل کیا ہے، یعنی حکم شرعی کی صراحت کے بغیر اس امر میں کوئی رائے ظاہر نہیں کی جاسکتی، نہ جواز کی اور نہ عدم جواز کی (إحكام الفصول، ص: ۶۸۱، الأشباه والنظائر لابن نجيم، ص: ۶۶)۔

☆ امام رازیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ نفع بخش چیزوں میں اصل اباحت ہے اور نقصان دہ چیزوں میں اصل ممانعت ہے (المحصول ۲/۱۳۱)۔

علائیؒ بھی اسی کے قائل ہیں، کچھ معاصر علماء نے یہی قول شافعیہ بلکہ جمہور علماء کی طرف منسوب کر دیا ہے (المجموع شرح المهذب في قواعد المذهب ۲/۵۱۵، بحواله القواعد والضوابط الفقهية المتضمنة للتيسير: عبد الرحمن بن صالح العبد اللطيف ۱/۱۵۴، الناشر: عمادة البحث العلمي بالجامعة الاسلامية، المدينة المنورة، الطبعة الأولى، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء)۔

☆ علامہ ابن نجیم الحنفی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر علماء حنفیہ بھی توقف ہی کے قائل ہیں، شافعیہ نے حضرت الامامؒ کی طرف حرمت کا قول منسوب کیا ہے، ابن نجیمؒ نے اس کی سختی کے ساتھ تردید کی ہے اور انہوں نے مسلک مختار توقف کو قرار دیا ہے، ابن نجیمؒ نے بھی اس سلسلے میں علماء کے اختلاف آراء کا ذکر کیا ہے، اور اس سے پیدا ہونے والی مشکلات کی طرف اشارہ کیا ہے (الاشباه والنظائر على مذهب أبي حنيفة النعمان: الشيخ زين العابدين بن ابراهيم بن نجيم ۱/۶۶، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعه ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء)۔

ہر موقف کے لئے دلائل (قرآن وحدیث کے نصوص) بھی موجود ہیں، اس طرح آراء کے ساتھ دلائل میں بھی سخت انتشار ہے..... بہر حال یہ اضطراب کیوں پیدا ہوا؟ دو الگ الگ قاعدوں کو خلط کرنے اور ایک پس منظر میں دیکھنے کی بناپر، یا اباحت، حرمت اور توقف کے اصطلاحی مفاہیم کے فرق کی بناپر، (جیسا کہ بعض علماء نے یہ بحث اٹھائی ہے)، یہ ایک الگ مسئلہ ہے، اس کا ابھی موقعہ نہیں ہے، لیکن اس بحث سے کم از کم اتنی بات صاف ہو جاتی ہے کہ اس باب میں اس اصولی بحث سے کوئی بہت زیادہ استفادہ نہیں کیا جاسکتا، یہ ایک کمزور اور مختلف فیہ بنیاد ہے جس سے کسی فیصلہ کن نتیجہ تک نہیں پہنچا جاسکتا۔

البتہ جن مخصوص ابواب میں اس تعلق سے اتفاق آراء پایا جاتا ہے زیادہ سے زیادہ ان میں اس قاعدہ سے استفادہ کیا جاسکتا ہے، مثلاً:

چند ابواب میں اصل حرمت ہے- جمہور کی رائے

☆ عبادات اور ابضاع (خواتین) کے بارے میں تقریباً اکثر فقہاء احناف اور شوافع کی رائے یہ ہے کہ ان میں اصل حرمت ہے، یعنی صریح حکم شرعی موجود نہ ہو تو ان کو ناجائز قرار دیا جائے گا (الاشباه والنظائر على مذهب أبي حنيفة النعمان ۱/۶۶، الأشباه والنظائر في قواعد وفروع فقه الشافعية ۱/۶۱)۔

☆ عبادات اور دینی امور کے تعلق سے اس تصور کا ماخذ یہ حدیث پاک ہے، جو اکثر کتب حدیث میں آئی ہے:

"عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله ﷺ: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس فيه فهو رد" (صحيح

البخاری ۲/ ۹۵۹، حدیث نمبر: ۲۵۵۰)۔

(حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو امور دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کرے وہ قابل رد ہے)۔

☆ ابضاع کے تعلق سے ان آیات کریمہ کو ماخذ بنایا جاسکتا ہے، جن میں حرام وحلال عورتوں کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں اور اس ضمن میں ایک ایک جزئیہ سے پردہ اٹھایا گیا ہے۔

حیوانات میں اصل حرمت ہے:

☆ اسی طرح کے مسائل میں ایک مسئلہ (لحوم) حیوانی غذاؤں کا ہے، یعنی جن حیوانات کے تعلق سے شریعت کا کوئی حکم صریح منقول نہ ہو، یا کسی حیوانی غذا کی حلت وحرمت پر کوئی دلیل یا قرینہ موجود نہ ہو ان میں اباحت اصل ہوگی یا حرمت؟ یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے، بعض علماء اس باب میں بھی اباحت اصلیہ کے قائل ہیں (الاشباہ والنظائر لابن الوکیل ۱/ ۲۹۷، المنثور ۲/ ۱۱۲)۔

مجوزین اس کو عام اشیاء (جن میں وہ نظریہ اباحت کے قائل ہیں) پر قیاس کرتے ہیں اور وہی دلائل عامہ پیش کرتے ہیں جو اکثر اشیاء میں اباحت اصلیہ کے ثبوت کے لئے پیش کی جاتی ہیں مثلاً:

☆ قُل لَّا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَن يَكُونَ مَيْتَةً (سورۃ الأنعام: ۱۴۵)۔

☆ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ (سورۃ الأنعام: ۱۱۹) وغیرہ۔

لیکن حنفیہ، بعض شافعیہ اور اکثر محققین علماء کا نظریہ اس معاملہ میں اصلاً ممانعت کا ہے، یعنی حرمت وحلت کی دلیل موجود نہ ہو تو جانور حرام ہوگا (اعلام الموقعین ۱/ ۲۹۵، بدائع الفوائد ۳/ ۱۲۹، المغنی ۱/ ۴۴، قواعد ابن رجب، ق ۱۵، قواعد ابن سعدی، ص ۲۳)۔

ابن سعدیؒ کا یہ منظوم اس سلسلے میں کافی مشہور ہے، جس میں بڑے اعتدال کے ساتھ چند مخصوص چیزوں میں حرمت کو اصل بتایا گیا ہے:

والأصل في الأبضاع واللحوم والنفس والأموال للمعصوم

تحريمها حتى يجيء الحل فافهم هداك الله ما يحل (قواعد ابن سعدی، ص ۲۳)۔

ان حضرات نے درج ذیل دلائل سے استدلال کیا ہے:

☆ حضرت عدی بن حاتمؓ کی روایت ہے:

عن عدي بن حاتم قال: سألت النبي صلى الله عليه وسلم فقال: إذا أرسلت كلبك المعلم فقتل فكل وإذا أكل فلا تأكل فإنما أمسكه على نفسه، قلت: أرسل كلبي فأجد معه كلبا آخر؟ قال: فلا تأكل فإنما سميت على كلبك و لم تسم على كلب آخر (صحيح البخاري ۱/ ۷۶)۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سوال کرنے پر ارشاد فرمایا کہ جب تم نے اپنے تربیت یافتہ کتے کو بھیجا اور اس نے قتل کر دیا تو اس شکار کو کھاؤ، اور وہ خود کھانے لگے تو نہ کھاؤ، اس لئے کہ اس نے تمہارے لئے نہیں بلکہ اپنے لئے شکار کیا، میں نے دریافت کیا کہ میں اپنے کتے کو بھیجتا ہوں، اور شکار کے پاس ایک دوسرا کتا بھی موجود ہو تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مت کھاؤ؛ اس لئے کہ تم نے بسم اللہ اپنے کتے پر پڑھا ہے دوسرے کتے پر نہیں)۔

☆ اسی روایت میں آگے شکار کا ایک اور مسئلہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَإِنْ وَجَدْتَهُ غَرِيقًا فِي الْمَاءِ فَلَا تَأْكُلْ (الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ۶/ ۵۸ حدیث نمبر: ۵۰۹۰)۔

(اگر تمہارا شکار پانی میں ڈوبا ہوا ملے تو نہ کھاؤ)۔

بعض روایات میں اس حکم کی وضاحت بھی موجود ہے کہ:

فإنك لا تدري الماء قتله أو سهمك (الجمع بين الصحيحين البخاري ومسلم: محمد بن فتوح الحميدي، عدد الأجزاء /۴، الناشر: دار ابن حزم، لبنان، ۱۴۲۳-۲۰۰۲ء، الطبعة الثانية، جامع الأحاديث: جلال الدين السيوطي ۲/ ۲۹۰، جامع الأصول في أحاديث الرسول: مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد الجزري ابن الأثير ۷/ ۲۳، تحقيق: عبد القادر الأرنؤوط، الناشر: مكتبة الحلواني مطبعة الملاح مكتبة دار البيان، الطبعة الأولى)۔

(اس لئے کہ تم نہیں جانتے کہ اس کی موت پانی میں ڈوبنے سے ہوئی یا تمہارے تیر سے ہوئی؟)۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جانور کے گوشت میں اگر وجوہ اباحت اور وجوہ حرمت دونوں موجود ہوں تو وجوہ حرمت کا اعتبار ہوگا، وجوہ اباحت کا نہیں، اسی سے ان فقہاء نے یہ قاعدہ اخذ کیا ہے کہ جانوروں کے گوشت میں اصل حرمت ہے، جب تک دلیل اباحت موجود نہ ہوگی اس کو ناجائز تصور کیا جائے گا۔

☆ آخر الذکر نقطۂ نظر کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ عام فقہی ضابطہ یہ ہے کہ مبیح اور محرم میں اختلاف ہو جائے تو محرم کو ترجیح حاصل ہوتی ہے، اس لحاظ سے لحوم کے بارے میں حرمت اصلیہ والا نقطۂ نظر زیادہ لائق ترجیح ہے، چند حوالے درج ذیل ہیں:

☆ والمحرم فغلب لأنه اجتمع المبيح المحرم (الأشباه و النظائر في قواعد و فروع فقه الشافعية ۱/ ۱۱۳)۔

☆ ولأنه (أي تقديم المحرم على المبيح) الاحتياط؛ لأن فيه زيادة حكم وہو نيل الثواب بالانتهاء عنه واستحقاق العقاب بالإقدام عليه، وہو ينعدم في المبيح، والأخذ بالاحتياط أصل في الشرع ذكره شمس الأئمة السرخسي (التقرير والتحبير: محمد بن محمد ابن أمير الحاج الحنبلي ۵/ ۲۵، دراسة وتحقيق: عبد الله محمود محمد عمر، الناشر: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الاولى، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء)۔

☆ أن المحرم راجح على المبيح (شرح التلويح على التوضيح لمتن التنقيح في أصول الفقه: عبيد الله بن مسعود المحبوبي البخاري الحنفي ۱/ ۶۷، تحقيق: زكريا عميرات، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۶ء)۔

☆ وَمِنْهَا: إِذَا تَعَارَضَ الْمُحَرِّمُ وَالْمُبِيحُ، رَجَحَ الْمُحَرِّمُ، كَمَا سَبَقَ حُكْمُهُ (شرح مختصر الروضة: سليمان بن عبد القوي بن الكريم الطوفي الصرصري، أبو الربيع، نجم الدين ۳/ ۶۷۴، المحقق: عبد الله بن عبد المحسن التركي، الناشر: مؤسسة الرسالة، الطبعة الأولى، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء)۔

مذکورہ بالا تمام عربی اقتباسات کا مشترک مفہوم یہ ہے کہ مبیح و محرم میں تعارض کے وقت محرم کو ترجیح حاصل ہوگی۔

اسی لئے شریعت اسلامیہ نے حیوانات کی اقسام اور ان کے طریقۂ استعمال پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، اور جواز اسی دائرہ میں منحصر ہے جس کی شریعت اسلامیہ نے تحدید کر دی ہے، جن صورتوں میں شریعت کا جواز مصرح نہیں ہے وہ ناجائز رہیں گی جب تک ان کے جواز پر کوئی واقعی دلیل میسر نہ ہو جائے۔

اس اصولی بحث کے بعد ہم براہ راست انسانی غذاؤں کے مسئلے پر آتے ہیں، انسانی غذائیں دو قسم کی اشیاء پر مشتمل ہیں:

حیوانی غذائیں اور غیر حیوانی غذائیں۔

حیوانی غذاؤں میں حلت وحرمت کا معیار:

حیوانات کے تعلق سے جو تفصیلات ہمیں شریعت سے حاصل ہوئی ہیں ان کی روشنی میں حیوانات کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

(۱) وہ جانور جن میں ذبح شرعی کی حاجت نہیں ہے، مثلاً مچھلی اور ٹڈی، ارشاد نبوی ہے:

”أحلت لنا ميتتان السمك والجراد (ابن ماجه ۲/ ۱۰۷۳)۔ (ہمارے لئے دو مردار حلال کئے گئے ہیں: مچھلی اور ٹڈی)۔

(۲) وہ جانور جو ذبح شرعی کے بغیر حلال نہیں ہوتے، مثلاً مچھلی اور ٹڈی کے علاوہ تمام حلال جانور، ایسے تمام جانوروں میں ذبح شرعی کے جو معروف اصول وقواعد ہیں، نیز ذابح کے لئے جو معیار مقرر کیا گیا ہے، اور اس ضمن کی جو شرائط وتفصیلات ہیں ان کی رعایت ضروری ہے، اس کے بغیر جانور حلال نہیں ہوگا، اس کی

تفصیلات کتب فقہ میں موجود ہیں۔

یہ تو خالص حیوانی غذاؤں کا معاملہ ہے، لیکن غیر حیوانی غذائیں جن میں کوئی حیوانی جزو شامل کیا جاتا ہو ان میں بھی حیوانی غذا کے شرعی معیار اور تمام بنیادی شرائط واصول کی رعایت لازمی ہے، بصورت دیگر جب تک کہ استحالہ اور قلب ماہیت کی بالکلیہ صورت نہ پیدا ہو جائے اس کے جواز کا کوئی امکان نہیں ہے۔

غیر حیوانی غذاؤں میں حلت وحرمت کا معیار:

البتہ خالص غیر حیوانی غذاؤں میں جن میں کوئی حیوانی جزو شامل نہ ہو، اسلام کے غذائی نظام کے مطالعہ سے سمجھ میں آتا ہے کہ ان میں حلت وحرمت کے لئے درج ذیل چیزوں کو بنیاد بنایا گیا ہے:

نفع وضرر:

(۱) شریعت نے عام طور پر انسان کے لئے نفع بخش چیزوں کو حلال اور نقصان دہ چیزوں کو ناجائز قرار دیا ہے، اس لئے ہر ایسی چیز جو عام انسانوں کے لئے ضرر رساں ہو ناجائز ہوگی، نہ اس کا خود استعمال جائز ہوگا اور نہ دوسرے کو فراہم کرنا، ایک حدیث میں اس اصول کی نشاندہی کی گئی ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبادۃ بن الصامتؓ دونوں حضرات نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا:

قَضَى أَنْ لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ (سنن ابن ماجه: أبوعبد الله محمد بن يزيد القزويني ۷/ ۲۲۱، حديث نمبر: ۲۳۳۱، مسند الامام أحمد بن حنبل ۱/ ۳۱۳، حديث نمبر: ۲۸۶۷، الموطأ: مالك بن انس ۴ / ۱۰۷۸، حديث نمبر: ۲۷۵۸، المحقق: محمد مصطفى الأعظمي، الناشر: مؤسسة زايد بن سلطان آل نهيان، الطبعة الاولى، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء)۔

(نہ نقصان اٹھانا درست ہے اور نہ نقصان پہونچانا درست ہے)۔

غذائی اشیاء میں ضرر کی کئی صورتیں ممکن ہیں، مثلاً:

☆ طاقت سے زیادہ کھانا پینا، اسراف، فضول خرچی باعث مضرت ہے جس کی قرآن نے ممانعت کی ہے:

''كلوا واشربوا ولا تسرفوا إنه لا يحب المسرفين'' (الاعراف: ۳۱)۔

(کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کرو، اللہ پاک بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے)۔

☆ کسی زہریلی چیز کا استعمال درست نہیں جو انسانی جان، عضو یا عقل وفکر کو نقصان پہنچائے، خواہ وہ زہریلا جانور ہو، سانپ، بچھو وغیرہ یا منجملہ جمادات کے ہو مثلاً زہر وغیرہ، قرآن کریم میں ہے:

''ولا تقتلوا أنفسكم إن الله كان بكم رحيما'' (النساء: ۲۹)۔ (اپنے آپ کو قتل نہ کرو، اللہ پاک تم پر بہت مہربان ہیں)

''ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة'' (بقرة: ۱۹۵)۔ (اپنے ہاتھ ہلاکت میں نہ ڈالو)۔

حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ تَحَسَّى سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا'' (أخرجه البخاري (الفتح ۱۰/ ۲۴۷، ط السلفية)، مسند الامام أحمد بن حنبل ۲/ ۴۷۸، حديث نمبر: ۱۰۱۹۸)۔

(جو شخص زہر کھا کر جان دے دے تو جہنم میں مسلسل اسی تکلیف میں مبتلا رکھا جائے گا)۔

البتہ مالکیہ اور حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ یہ چیزیں صرف ان اشخاص کے لئے ممنوع ہیں جن کے لئے یہ مضر ہوں، اگر کسی کے لئے بطور علاج تجویز کیا جائے اور اس کے لئے مفید ہو تو بقدر ضرورت ان کے استعمال میں مضائقہ نہیں، (الشرح الصغير ۲/ ۱۸۳، طبعة دار المعارف، مطالب أولي النهى ۶/ ۳۰۹)۔

☆ ایسی چیز کا استعمال جو گو زہریلی نہ ہو لیکن انسان کی صحت کے لئے نقصان دہ ہو، مثلاً کیچڑ، مٹی اور کوئلہ وغیرہ پاک ہونے کے باوجود انسان کے

لئے ان کا کھانا سخت نقصان دہ اور حرام ہے، شافعیہ مٹی کی حرمت کے قائل ہیں، مالکیہ کے یہاں حرمت وکراہت دونوں طرح کے قول ہیں لیکن فتویٰ حرمت پر ہے، حنابلہ کے یہاں کراہت کی تعبیر آئی ہے لیکن صاحب مطالب اولی النہیٰ نے کراہت کی علت ضرر تحریر کی ہے اور ضرر کو سبب حرمت قرار دیا ہے (مطالب أولي النہی ۶/ ۳۰۹)۔

☆ اس ضمن میں وہ تمام چیزیں داخل ہیں جن کا نقصان دہ ہونا تجربہ اور معتبر ماہرین کے ذریعہ ثابت ہوجائے، اور اکثر حالات میں وہ نقصان دہ ہو، اگر کسی کو اتفاقی طور پر کسی شے سے نقصان پہنچ جائے لیکن عام لوگوں کو اس سے ضرر نہ ہوتا ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا، کیونکہ حکم شرعی کا مدار نادر پر نہیں ہے۔

اسباب مضرت۔مفہوم اور معیار:

☆ یہاں ایک اہم بحث یہ ہے کہ بعض چیزیں براہ راست ضرر رساں نہیں ہوتیں لیکن مضرت کا سبب بنتی ہیں، ایسی چیزوں کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ اس میں بہت سے مدارج ومراتب ہیں اور اسی بنیاد پر فقہی جزئیات میں بظاہر کافی اضطراب پایا جاتا ہے، اللہ پاک درجات بلند فرمائیں حضرت علامہ مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی کے، آپ نے اس ذیل میں فقہی جزئیات کو سامنے رکھ کر مسئلہ کی ایسی اصولی تنقیح فرمائی کہ اس سے مسئلہ بالکل واضح ہوجاتا ہے اور تمام فقہی جزئیات بھی اپنی اپنی جگہ منطبق ہوجاتی ہیں، مفتی صاحبؒ نے اس پوری بحث کو کتابی صورت میں چھاپ دیا تھا، جو بعد میں جواہر الفقہ کا حصہ بن کر شائع ہوئی، رسالہ کا نام ہے ''تفصيل الكلام في مسئلة الاعانة على الحرام'' عربی میں مفصل اور اردو میں مختصر ہے، ہم اس رسالہ کی بنیادی فکر پیش کرتے ہیں:

دراصل اسلام میں جس طرح مجرم گناہ گار ہوتا ہے، اسی طرح مجرم کی مدد کرنے والا بھی گناہ گار ہے، یہ مسئلہ خود قرآن میں مصرح ہے:

☆ فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِّلْمُجْرِمِينَ (القصص: ۱۷)۔ (میں ہرگز مجرموں کی مدد کرنے والا نہیں بنوں گا)۔

اس آیت کی تشریح حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی طرف منسوب تفسیر میں اس طرح ہے:

''فلا تجعلني عونًا للمشركين لفرعون وقومه'' (تنوير المقباس من تفسير ابن عباس ۱/ ۴۰۴)۔

(مجھے مشرکین فرعون وغیرہ کا مددگار نہ بنائیے)۔

ثعالبیؒ نے اس کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے:

'' فأنا مُلتزِمٌ ألاَّ أكونَ مُعِينًا للمجرمين؛ هذا أحسن ما تأول'' (الجواهر الحسان في تفسير القرآن: أبوزيد عبد الرحمن بن محمد بن مخلوف الثعالبي ۳/ ۱۴۹)۔

(مجھ پر لازم ہے کہ میں مجرموں کا مددگار نہ بنوں، یہ اس آیت کا سب سے بہترین مفہوم ہے)۔

☆ قرآن میں ایک جگہ صریح حکم ہے:

"وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ" (المائدة: ۲)۔

(نیکی اور تقویٰ کی مدد کرو اور گناہ اور ظلم کی مدد نہ کرو، اور اللہ سے ڈرو اللہ پاک سخت عذاب دینے والے ہیں)۔

مگر جرم وعصیان کی مدد فی الواقع کس صورت میں متحقق ہوگی؟ یا سببیت کا وہ کون سا درجہ ہے جس کی وجہ سے انسان حقیقتاً مجرم کی صف میں کھڑا مانا جاتا ہے؟ حضرت مفتی شفیع صاحب نے فقہی جزئیات ونظائر کو سامنے رکھ کر ایک اصولی ضابطہ تحریر فرمایا ہے:

یہاں دو چیزیں الگ الگ ہیں: تعاون گناہ اور سبب گناہ۔

قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ تعاون علی الاثم کی ممانعت آئی ہے، لیکن کبھی انسان گناہ کا اس طرح سبب بنتا ہے کہ وہ بھی تعاون کے درجے میں آجاتا ہے، اور قرآنی ممانعت کے دائرہ میں داخل ہوجاتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ممنوعہ تعاون اور ممنوعہ سببیت کا مصداق متعین ہو:

قرآن کریم میں جس تعاون سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد وہ تعاون ہے جس میں معصیت خود اس شخص کے عمل سے متعلق ہو، اور اس کا تعین تین شکلوں میں سے کسی ایک شکل میں ہوگا:

(۱) اس نے تعاون کی نیت کی ہو (۲) یا بوقت عمل اس کی صراحت کی ہو، (۳) یا یہ کہ اس عمل کی جہت عرف میں معصیت ہی کے لئے متعین ہو۔

ان میں سے ہر صورت کے لئے فقہی جزئیات موجود ہیں، تفصیل کی حاجت نہیں ہے، یہی تین صورتیں ہیں جن کو حقیقی طور پر تعاون علی الاثم کہا جاسکتا ہے، تعاون کی مذکورہ تمام صورتیں حرام ہیں، ان کے علاوہ اگر کسی صورت سے معصیت متعلق ہوتی ہے تو اس کو تعاون نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ سبب قرار دیا جائے گا، پھر سبب کا بھی ایک فقہی معیار ہے جس کی بنیاد پر حکم شرعی کی تطبیق کی جائے گی۔

سبب کی تین قسمیں ہیں:

سبب کی تین قسمیں ہیں:

(۱) ایسا سبب قریب جو خود معصیت کی داعی و محرک ہو، یہ صورت حقیقی تعاون کی طرح حرام ہے مثلاً غیر مسلم قوموں کے خداؤں اور مذہبی شخصیات کو برا بھلا کہنا حرام ہے، اس لئے کہ یہ خود اپنے خدا اور اپنی مذہبی شخصیات کو برا بھلا کہنے کی دعوت دینا ہے، اسی لئے قرآن کریم میں اس کی ممانعت آئی ہے:

"وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ" (الانعام: ۱۰۸)۔

(تم ان معبودوں کو گالیاں نہ دو جن کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں کہ یہ بھی جہالت میں آگے بڑھ کر اللہ کو گالیاں دینے لگیں)۔

☆ یا عورتوں کا بے پردہ باہر نکلنا اور جاہلانہ طور پر اپنے زیب و زینت کا بے جا مظاہرہ کرنا حرام ہے؛ اس لئے کہ یہ بہت سے گناہوں کو دعوت دیتا ہے، قرآن کریم میں ہے:

"وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ" (الاحزاب: ۳۳)۔ (اور پہلی جاہلیت کی طرح زیب و زینت کا مظاہرہ مت کرو)۔

☆ عورتوں کو مردوں کے ساتھ نرم گفتاری سے روکا گیا کہ یہ مریضان قلب کے لئے حرص و ہوس کا دروازہ کھولتا ہے، اس لئے قرآن نے اس سے منع کیا:

"فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا" (الاحزاب ۳۲)۔

(نرم لب و لہجہ میں بات مت کرو کہ دل کا بیمار شخص لالچ کرنے اور معروف باتیں کرو)۔

☆ اس کی ایک بہترین مثال حدیث پاک میں آئی ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ، قَالُوا: يَارَسُولَ اللّٰهِ! هَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ ؟ قَالَ: نَعَمْ، يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ (صحيح مسلم ۱/ ۶۴ حديث نمبر: ۲۷۳)۔

(کسی آدمی کا اپنے والدین کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے، لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا کوئی آدمی اپنے والدین کو بھی گالی دے سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! آدمی کسی دوسرے کے باپ یا ماں کو گالی دے گا تو جواب میں وہ اس کے باپ یا ماں کو گالی دے گا)۔

(۲) سبب کی دوسری قسم ہے ایسا سبب قریب جو معصیت کی داعی تو نہ ہو لیکن معصیت تک پہنچنے کا براہ راست ذریعہ ہو، اس صورت میں اگر ممانعت منصوص نہ ہو تو کم از کم حکم مکروہ تحریمی ہوگا، اس لئے کہ ذریعۂ معصیت ہونے کی بنا پر علت میں اشتراک موجود ہے، کتب فقہ میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں، ایک مثال پیش ہے:

ومنها: بيع السلاح من أهل الفتنة وفي عساكرهم ؛ لأن بيعه منهم من باب الإعانة على الإثم والعدوان وأنه

منهي" (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع: علاء الدين أبو بكر بن مسعود الكاساني الحنفي ۱۲ / ۱۸۹، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعة الثانية، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶)۔

(اہل فتنہ اور ان کی فوج کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنا مکروہ تحریمی ہے؛ اس لئے کہ یہ نتیجہ کے اعتبار سے ظلم وگناہ کا تعاون ہے، جو ممنوع ہے)۔

(۳) تیسری قسم ہے سبب بعید یعنی جو معصیت کے لئے نہ داعی ومحرک ہو اور نہ معصیت تک پہونچنے کا براہ راست ذریعہ ہو، البتہ کسی عمل جدید یا درمیانی واسطہ سے گذر کر اس معصیت تک پہنچا جاسکتا ہو، لیکن ضروری نہیں کہ ہر شخص اسی معصیت کے لئے اس سبب کو اختیار کرے، مثلاً جنگ کے زمانے میں دشمن کے ہاتھ لوہا کی فروخت، کہ دشمن اس سے ہتھیار بنا سکتا ہے، یا باجا بنانے والے کے ہاتھ ایسی لکڑی کی فروخت جس سے مزمار بن سکتا ہو؛ جبکہ مزامیر کی بیع مکروہ تحریمی ہے؛ لیکن ظاہر ہے کہ لوہا سے ہتھیار ہی اور لکڑی سے مزامیر ہی بنایا جانا ضروری نہیں ہے، کسی دوسرے مصرف میں بھی ان کا استعمال ہوسکتا ہے، اس لئے ان کو سبب بعید قرار دیا جائے گا اور ان کو زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ کہا جائے گا۔

"ولا يكره بيع ما يتخذ منه السلاح منهم كالحديد وغيره؛ لأنه ليس معدا للقتال فلا يتحقق معنى الإعانة، ونظيره بيع الخشب الذي يصلح لاتخاذ المزمار فإنه لا يكره وإن كره بيع المزامير (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ۱۲ / ۱۸۹)۔

طہارت ونجاست:

(۲) دوسری اہم وجہ جس کی بنیاد پر کسی شے کا استعمال انسان کے لئے ناجائز ہوجاتا ہے وہ نجاست وگندگی ہے، اسلام ایک پاک مذہب ہے، یہ انسانوں کے لئے کسی ناپاک چیز کے استعمال کی اجازت نہیں دیتا، غذا کی نجاست وخباثت سے انسان کے باطنی اور اخلاقی حالات متاثر ہوتے ہیں، پھر نجاست کی دو صورتیں ہیں:

(۱) نجس لعینہ: یعنی جو چیزیں بذات خود ناپاک ہیں، ان کو کسی صورت میں پاک کرنا ممکن نہیں، مثلاً خون، قے، مردار اور ناجائز جانوروں کی غلاظتیں وغیرہ۔

(۲) نجس لغیرہ، یعنی ایسی چیز جو بذات خود تو ناپاک نہ ہو، لیکن کسی ناپاک چیز سے مل جانے کی بنا پر ناپاک ہوگئی ہو، مثلاً پانی یا کسی پاک مشروب میں خون مل جائے، سیال گھی میں چوہا مرجائے، یا کھانے پینے کی غیر سیال چیزوں میں کوئی نجس چیز سرایت کرجائے، مثلاً گوشت کو خنزیر کے تیل میں پکا دیا جائے، وغیرہ (حاشیۃ ابن عابدین ۱/ ۲۲۳، حاشیۃ الدسوقی ۱/ ۵۹، روضۃ الطالبین ۱/ ۳۰، کشاف القناع ۱/ ۱۸۸)۔

حنابلہ کے نزدیک پھل دار باغات کی سینچائی اگر مسلسل ناپاک پانی سے کی جائے تو ان کے پھلوں کا استعمال ناجائز ہوجاتا ہے اور ان میں نجاست کے اثرات سرایت کرجاتے ہیں، یہاں تک کہ ان کو دوبارہ پاک پانی سے اس وقت تک سیراب کیا جائے کہ اس کی نجاست کا اثر ختم ہوجائے، حالانکہ الانصاف میں ابن عقیلؒ کے حوالہ سے اس کے بالمقابل اس قول پر جزم واعتماد کا اظہار کیا گیا ہے کہ پھل کا استعمال درست ہے؛ اس لئے کہ استحالہ کی بنا پر نجاست کے اثرات معدوم ہوجاتے ہیں (الانصاف ۱۰/ ۳۶۸، المغنی مع الشرح الکبیر ۱۱/ ۸۲)۔

حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک مذکورہ صورت میں پھل ناپاک نہیں ہوتے اور ان کا استعمال درست ہے (ابن عابدین ۵/ ۲۱۷، الخرشی ۱/ ۸۸، تحفۃ المحتاج ۸/ ۱۴۹)۔

مسئلہ جلالۃ:

نجاست کی بنیاد پر ہی "جلالۃ" کا مسئلہ فقہاء کے یہاں زیر بحث آیا ہے، احادیث میں بھی اس کی ممانعت اسی بنیاد پر آئی ہے، جلالہ ایسے جانور کو کہتے ہیں جو گندگی کھاتا ہو مثلاً مرغی اور بطخ وغیرہ، کبھی اونٹ وغیرہ بھی اس لت میں مبتلا ہوجاتے ہیں، سب کا حکم ایک ہی ہے (نیل الاوطار ۸/ ۱۲۸)۔

متعدد روایات میں جلالہ جانور کا گوشت یا دودھ کھانے یا اس پر سواری کرنے سے منع کیا گیا ہے، جو بہت سے طرق سے منقول ہیں اور ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں، مثلاً:

عن ابن عمر قال: نهى رسول الله ﷺ عن أكل الجلالة وألبانها قال وفي الباب عن عبد الله بن عباس قال أبو عيسى هذا حديث حسن غريب وروى الثوري عن ابن أبي نجيح عن مجاهد عن النبي ﷺ مرسلا وعن ابن عباس: أن النبي ﷺ نهى عن المجثمة ولبن الجلالة وعن الشرب من في السقاء قال محمد بن بشار وحدثنا ابن أبي عدي عن سعيد بن أبي عروبة عن قتادة عن عكرمة عن ابن عباس عن النبي ﷺ نحوه قال أبو عيسى هذا حديث حسن صحيح (سنن الترمذي، ۴/ ۲۶۹، حديث نمبر: ۱۸۲۴، سنن أبي داؤد: أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني ۳/ ۴۱۳،حديث نمبر: ۳۷۸۹، الناشر: دار الكتاب العربي بيروت)۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ کا گوشت اور دودھ کھانے سے منع فرمایا ہے)۔

یہ روایات اس پایہ کی نہیں ہیں کہ ان سے حرمت قطعیہ ثابت ہوسکے، چنانچہ فقہاء کے درمیان جلالہ کے حکم میں اختلاف ہے، جمہور فقہاء (حنفیہ، شافعیہ اور ایک قول کے مطابق امام احمد ابن حنبل) کی رائے یہ ہے کہ اگر جلالہ کے گوشت اور پسینہ میں گندگی کے آثار ظاہر ہو چکے ہوں تو اس کا گوشت اور دودھ استعمال کرنا اور اس پر سواری کرنا مکروہ تنزیہی ہے، اور اگر بدبو نہ آتی ہو تو کوئی کراہت نہیں ہے، اس لئے کہ کراہت کی بنیاد گندگی کے کھانے پر نہیں بلکہ گوشت اور دودھ میں تغیر پر ہے (المغني ۸/ ۵۹۳، قليوبي ۴/ ۲۶۱، روض الطالب ۱/ ۵۶۸، ابن عابدين ۱/ ۱۴۹، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ۱۱/ ۱۱۱)۔

شافعیہ کا ایک قول اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ جلالہ کا گوشت اور دودھ حرام ہے (الانصاف في معرفة الراجح من الخلاف على مذهب الامام أحمد بن حنبل: علاء الدين أبو الحسن علي بن سليمان المرداوي الدمشقي الصالحي ۱۰/ ۲۷۵، الناشر: دار إحياء التراث العربي بيروت لبنان، الطبعة الأولى ۱۴۱۹ھ، الشرح الكبير: ابن قدامة المقدسي، عبد الرحمن بن محمد ۱۱/ ۹۰)۔

البتہ اگر گوشت میں بدبو نہ ہو تو حنابلہ اور شافعیہ دونوں کے نزدیک اس میں کوئی کراہت نہیں، گوکہ اس کی اکثر خوراک گندگی پر مشتمل ہو (اسنی المطالب ۱/ ۵۶۸، المغنی ۸/ ۵۹۳)۔

مالکیہ کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جلالہ میں کوئی کراہت نہیں ہے گوکہ اس میں بدبو پیدا ہو چکی ہو (شرح الزرقاني ۳/ ۲۶، التاج والاكليل لمختصر خليل: محمد بن يوسف بن أبي القاسم العبدري أبو عبد الله ۳/ ۲۹۹، الناشر: دار الفكر، بيروت)۔

بعض حضرات نے جلالہ کا مصداق اس جانور کو قرار دیا ہے جس کی اکثر خوراک نجاست ہو، لیکن فقہاء کی آراء کے مطالعہ سے صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اعتبار مدت کا نہیں گندگی کے آثار کا ہے، جب تک گندگی کے آثار ظاہر نہ ہوں حکم شرعی عائد نہ ہوگا (المجموع ۹/ ۲۸، وغیرہ)۔

طریقۂ تطہیر:

پھر قدرتی طور پر یہ بحث پیدا ہوئی کہ جلالہ جانور کو پاک کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ جائز خوراک چارہ وغیرہ یا کسی اور طریقہ سے بدبو ختم ہو جائے تو کراہت باقی نہ رہے گی، البتہ یہ مدت حبس کتنے دن ہوگی اس میں فقہاء میں تھوڑا سا اختلاف ہے:

حنفیہ کے یہاں اس کی تفصیل یہ ہے: مرغ کے لئے مدت حبس تین دن، بکری کے لئے چار دن اور اونٹ اور گائے کے لئے دس دن ہے (ابن عابدین ۱/ ۱۴۹)

شافعیہ کے یہاں اس کی تفصیل یوں ہے: مرغ کو تین یوم، بکری کو سات یوم، گائے کو تیس یوم، اور اونٹ کو چالیس یوم حبس کیا جائے گا (قلیوبی ۴/ ۲۶۱)۔

امام احمد بن حنبل سے دو روایات ہیں: ایک روایت یہ ہے کہ کسی بھی جلالہ کے لئے مدت حبس تین دن کافی ہے، دوسری روایت یہ ہے کہ اونٹ اور گائے کے لئے مدت حبس چالیس یوم ہے (المغنی ۸/ ۵۹۴)۔

جلالہ کا جوٹھا بھی مکروہ ہے، یہ تصریح حنفیہ کے یہاں ملتی ہے (ابن عابدین ۱/ ۱۴۹)۔

اسی طرح جلالہ اگر نجاست کے علاوہ کچھ نہ کھاتا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں ہے، یہ صراحت بھی حنفیہ کے یہاں ملتی ہے (ابن عابدین ۵/ ۲۰۷)۔

جلالہ کے ضمن میں فقہاء نے جو بحثیں کی ہیں ان سے نجاست کے استعمال کے نتائج اور طریقہ تطہیر پر کافی روشنی پڑتی ہے اور دیگر مواقع پر ان سے بآسانی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

سکر ونشہ:

(۳) تیسرا اہم عنصر جو کسی چیز کی حرمت پر اثر انداز ہوتا ہے وہ ہے سکر ونشہ، نشہ کسی چیز کے استعمال سے پیدا ہونے والی اس کیفیت کو کہتے ہیں جس سے انسان کی عقل وقتی طور پر متاثر ہوجائے اور معمول کی کیفیت سے نکل جائے، اسلام میں نشہ کی سخت ممانعت ہے، قرآن کریم نے اس کو گندگی اور شیطانی عمل قرار دیا ہے:

☆ إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون (المائدة: ۹۰)۔

(کوئی شک نہیں کہ شراب، جوا، بت اور پانسے شیطان کے گندے کام ہیں، ان سے بچو اسی میں تمہاری کامیابی ہے)۔

خمر اصطلاح میں انگوری شراب کو کہتے ہیں، لیکن اس کے حکم میں وہ تمام شرابیں داخل ہیں، جو نشہ پیدا کرے، شراب میں جمہور علماء کی رائے میں نشہ اور گندگی دونوں چیزیں ہوتی ہیں، اس لئے کہ قرآن نے اس کو "رجس" سے تعبیر کیا ہے (حاشیۃ ابن عابدین ۵ / ۲۸۹، المجموع ۲ / ۵۴۶، المغنی ۸ / ۳۱۸)۔

احادیث میں بھی بکثرت اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے:

☆ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: "كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ" (صحيح مسلم ٦ / ١٠٠، حديث نمبر: ٥٣٣٧)۔

(ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے)۔

☆ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"كل شراب أسكر فهو حرام" (صحيح البخاري ١ / ٩٥، حديث نمبر: ٢٣٩)۔ (جو شراب نشہ پیدا کرے وہ حرام ہے)۔

☆ حضرت عمر ابن الخطابؓ ارشاد فرماتے ہیں:

"والخمر ما خامر العقل" (صحیح بخاری ۲ / ۱۶۸۸)۔ (شراب وہ ہے جو عقل کو ڈھانپ لے)۔

ان نصوص سے نشہ کے تعلق سے اسلام کا تصور واشگاف ہوتا ہے کہ ہر نشہ آور چیز ناجائز اور حرام ہے، البتہ نشہ کے تفاوت سے حکم کی شدت میں فرق آئے گا جو کتب فقہ کی معروف بحث ہے۔

نشہ آور اشیاء کا نہ خود استعمال کرنا درست ہے اور نہ اس کی خرید وفروخت اور اس کے فروغ میں کسی قسم کی مدد دینا جائز ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: "لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَمُبْتَاعَهَا وَعَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُولَةَ إِلَيْهِ" (سنن أبي داود ٣ / ٣٦٦، حديث نمبر: ٣٦٧٦)۔

(رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک کی لعنت ہو شراب کے پینے والے پر، پلانے والے پر، بیچنے والے پر، خریدنے والے پر، نچوڑنے والے پر، نچوڑنے کا کام کرانے والے پر، اس کے اٹھانے والے پر اور جس کے پاس اٹھا کر لیجایا جائے اس پر)۔

البتہ شراب اگر سرکہ بن جائے تو اس کا استعمال درست ہے اور اس کی خرید وفروخت بھی جائز ہے؛ البتہ بالا رادہ شراب کو سرکہ بنانے کا عمل گناہ ہے، لیکن اس عمل سے جو شراب سرکہ بن گئی وہ تبدل ماہیت کی بنا پر حلال ہے، شافعیہ کے یہاں بالا رادہ شراب سے تیار شدہ سرکہ جائز نہیں ہے۔

هذا إذا تَخَلَّلَتْ بِنَفْسِهَا فأما إذا خَلَّلَهَا صَاحِبُهَا بِعِلَاجٍ من خَلٍّ أو مِلْحٍ أو غَيْرِهِمَا فَالتَّخْلِيلُ جَائِزٌ وَالْخَلُّ حَلَالٌ عِنْدَنَا وَعِنْدَ الشَّافِعِيِّ لَا يَجُوزُ التَّخْلِيلُ وَلَا يَحِلُّ الْخَلُّ" (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ٥ / ١١٣)۔

(یہ حکم اس وقت ہے جب کہ شراب خود بخود سرکہ بن جائے، لیکن اگر کوئی شراب والا کسی تدبیر سے مثلاً سرکہ یا نمک وغیرہ ملا کر اس کو سرکہ بنائے تو حنفیہ کے نزدیک سرکہ بنانا جائز ہے اور اس سے حاصل شدہ سرکہ بھی حلال ہے، حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک سرکہ بنانا جائز نہیں اور وہ سرکہ بھی حلال نہیں ہے)۔

قابل نفرت چیزیں:

(۴) کسی چیز کی حرمت میں قابل نفرت ہونا بھی کبھی مؤثر بنتا ہے، یعنی ایسی چیز جس سے طبع سلیم گھن محسوس کرے، کھانے پینے میں اس کا استعمال درست نہیں؛ اگرچہ وہ فی الواقع پاک ہوں، حنفیہ کے نقطۂ نظر سے اس کی مثال بدبودار گوشت ہے، بدبودار گوشت کی حرمت ان کے نزدیک نجاست کی بنا پر نہیں بلکہ امکان ضرر کی بنا پر ہے، اسی طرح بدبودار کھانا بھی حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے، حنفیہ نے قابل نفرت کی اصطلاح تو استعمال نہیں کی ہے، بلکہ ضرر کی اصطلاح استعمال کی ہے، لیکن بدبودار ہونے کے ضمن میں قابل نفرت کا مفہوم بھی نکلتا ہے۔

☆ (يحرم أكل لحم أنتن) عزاه في التاترخانية إلى مشكل الآثار للطحاوي قال ح أي لأنه يضر لا لأنه نجس وأما نحو اللبن المنتن فلا يضر ذكره الشرنبلالي في شرح الوهبانية اهـ ... لكن في الحموي عن النهاية أن الاستحالة إلى فساد لا توجب النجاسة لا محالة (حاشية رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار: ابن عابدين، ۱/ ۳۴۹، الناشر: دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء)۔

(بدبودار گوشت کھانا حرام ہے، فتاویٰ تاتارخانیہ میں اس قول کی نسبت امام طحاوی کی مشکل الآثار کی طرف کی گئی ہے، اور یہ حرمت ضرر کی بنا پر ہے نہ کہ نجاست کی بنا پر، اس کے برخلاف بدبودار دودھ نقصان دہ نہیں ہے.....حموی میں النہایہ کے حوالہ سے یہ بات کہی گئی ہے کہ کسی چیز کا خراب ہو جانا اس کی نجاست ہی کو ہر حال میں ثابت نہیں کرتا)۔

☆ يتغير لحمها وينتن فيكره أكله كالطعام المنتن (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ۱۱/ ۱۱۲)۔
(جلالہ کے گوشت میں تغیر اور بدبو پیدا ہو جائے تو اس کا کھانا مکروہ ہے جیسے کہ بدبودار کھانا کھانا مکروہ ہے)۔

☆ ولا يلزم من حرمته نجاسته كالسم القاتل فإنه حرام مع أنه طاهر (حاشية رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار: ابن عابدين ۶/ ۴۵۵، الناشر: دار الفكر للطباعة والنشر ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء)۔
(کسی چیز کی حرمت سے اس کی نجاست لازم نہیں آتی جیسے کہ زہر قاتل پاک ہے پھر بھی حرام ہے)۔

☆ البتہ شافعیہ کے یہاں باقاعدہ قابل نفرت کی اصطلاح ملتی ہے، اس کی مثال ہے انسان کا لعاب دہن، ناک کا پانی، اور پسینہ وغیرہ کہ فی الواقع پاک ہونے کے باوجود ان چیزوں کا کھانا پینا حرام ہے، ان کی بہت سی کتابوں میں یہ مضمون آیا ہے:

وقوله ولا لاستقذارها خرج به نحو المخاط فإنه طاهر أيضا وحرمة تناوله لا لنجاسته بل لاستقذاره

(حاشية إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين لشرح قرة العين بمهمات الدين: أبو بكر ابن السيد محمد شطا الدمياطي ۱/ ۸۳، الناشر: دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت، أسنى المطالب في شرح روض الطالب: شيخ الاسلام/ زكريا الأنصاري ۱/ ۹، دار النشر: دار الكتب العلمية، بيروت، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۰ء، الطبعة الأولى، تحقيق: ڈاکٹر محمد محمد تامر، نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج: شمس الدين محمد بن أبي العباس أحمد بن حمزة شهاب الدين الرملي ۲/ ۲۶۱)۔
"استقذارها" کی قید سے ناک کا پانی وغیرہ نکل گیا، اس لئے کہ یہ پاک ہیں اور ان کے استعمال کی حرمت نجاست کی بنا پر نہیں بلکہ تنفر طبع کی بنا پر ہے)

☆ حنابلہ کے یہاں بھی یہ تصور موجود ہے، انہوں نے اس کی مثال میں جوں، پسو اور جانوروں کی لید وغیرہ کو پیش کیا ہے (مطالب اولی النہیٰ ۶/ ۳۰۹)

ملکیت غیر:

(۵) حرمت کے اسباب میں پانچواں اہم سبب یہ ہے کہ جس چیز سے کسی دوسرے شخص کی ملک متعلق ہو جائے اس کا استعمال متعلقہ شخص کی رضامندی

کے بغیر جائز نہیں ہے، قرآن کریم میں ہے:

یا یھا الذین آمنوا لا تأکلوا أمولکم بینکم بالباطل إلا أن تکون تجارۃ عن تراض منکم (النساء: ۲۹)۔

(اے ایمان والو! آپس میں اپنے اموال باطل طریق پر نہ کھاؤ، مگر باہم رضامندی سے تجارت کے طریق پر ہو)۔

اس طرح مال مسروق، مال مغصوب، اور قمار، ربا یا کسی ناجائز طریق سے حاصل شدہ مال کا استعمال کرنا یا دوسرے کے ہاتھ اس کی خرید وفروخت وغیرہ بالکل حرام ہے، قرآن وحدیث میں صراحت کے ساتھ ان کی ممانعت وارد ہوئی ہے، البتہ جن شکلوں میں خود شارع نے اجازت دی ہو تو حسب اجازت دوسرے کا مال استعمال کرنے کی اجازت ہوگی، مثلاً نگران وقف کو مال وقف سے بقدر ضرورت اپنے لئے استعمال کرنے کی اجازت ہے، اسی طرح ولی اپنے زیر ولایت شخص کے مال سے یا مضطر مال غیر سے بقدر ضرورت استفادہ کر سکتا ہے، اس کی شریعت نے اجازت دی ہے، لیکن مالک یا شارع کی اجازت کے بغیر کسی کے مال کا استعمال درست نہیں ہے، جیسا کہ شریعت میں معروف ہے۔

نئی غذائی شکلیں اصول بالا کے تناظر میں:

یہ وہ اصولی اقدار اور بنیادی کلیات ہیں جن کی بنیاد پر کسی بھی دور کی نئی غذائی شکلوں کا حکم دریافت کیا جا سکتا ہے، مثلاً سوالنامہ میں جو صورتیں دی گئی ہیں، مذکورہ بالا اصولوں سے ان کا حکم بھی بآسانی معلوم کیا جا سکتا ہے، سوالنامہ میں غذائی پیداوار میں اضافہ، دودھ دینے والے جانوروں کے دودھ میں اضافہ، قبل از وقت پھلوں کو پکانے یا غذائی تحفظ وغیرہ کے تعلق سے پانچ سوالات اٹھائے گئے ہیں جو موجودہ غذائی نظام میں بکثرت رائج ہیں، ان میں سے کوئی صورت راست ضرر کی نہیں ہیں اور نہ ان کو حقیقی طور پر تعاون علی العدوان کہا جا سکتا ہے، اس لئے کہ سوال میں مذکور تمام تدابیر بظاہر نیک اغراض کے تحت انجام دی جاتی ہیں اور طریقۂ کار میں بھی بظاہر کسی کا ضرر پیش نظر نہیں ہوتا، جو نقصانات پیدا ہوتے ہیں وہ عمل سے نہیں رد عمل سے تعلق رکھتے ہیں، جیسا کہ علاج کے باب میں بہت سی انگریزی دواؤں کا سائڈ ایفیکٹ ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ سائڈ ایفیکٹ اختیار اور عمل سے نہیں بلکہ رد عمل سے بے اختیار طور پر ظہور پذیر ہوتا ہے، اور حکم شرعی کو کسی غیر اختیاری رد عمل سے متعلق تو نہیں کیا جا سکتا، لایکلف اللہ نفسًا إلا وسعھا، یہ تمام صورتیں زیادہ سے زیادہ اسباب مضرت کی ہیں اور اسباب قریبہ نہیں بلکہ اسباب بعیدہ ہیں، اس لئے کہ انسانی عمل کے فوری بعد نقصانات کا ظہور نہیں ہوتا بلکہ درمیان میں کئی واسطوں کے بعد ان کا ظہور ہوتا ہے، اس لئے اگر ان اعمال سے واقعی نقصانات ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ سوالنامہ میں پیش کیا گیا ہے اور معتبر اور ماہر اطباء کی ایک جماعت نے ان کی توثیق کی ہو (محض بعض اطباء کا کسی بات کا دعویٰ قابل قبول نہیں ہے جب تک کہ دیگر معتبر طبی ذرائع سے اس کی توثیق نہیں ہو جاتی) تو ان کو زیادہ سے زیادہ اسباب بعیدہ کے زمرہ میں داخل کیا جائے گا اور کراہت تنزیہی کا حکم ان پر عائد ہوگا۔

☆ علاوہ ازیں جس طرح انسان کے جسمانی تحفظ اور بقائے صحت کے لئے غذا کے ساتھ دواؤں کی ضرورت پڑتی ہے، اور اسی ضرورت کی بنا پر بعض حرام یا زہریلے مادوں سے بھی علاج کی فقہاء نے اجازت دی ہے، جو کتب فقہ میں معروف ہے (دیکھئے: حاشیۃ ابن عابدین ۴/۱۱۳، ۱۱۵، حاشیۃ الدسوقي ۴/۳۵۳، ۳۵۴، الفواکہ الدواني ۲/۴۴۱، حواشي الشرواني وابن القاسم علی التحفۃ ۹/۱۷۰، قلیوبي وعمیرۃ ۳/۲۰۳، کشاف القناع ۲/۷۶، ۶/۱۱۶، ۲۰۰، الانصاف ۲/۴۶۳، ۴۶۳، الفروع ۲/۱۶۵ ومابعدھا)۔

اسی طرح انسانی غذاؤں کے تحفظ واستحکام کے لئے تدبیر اور طریقۂ علاج کی ضرورت ہوتی ہے، غذاؤں کے پیداواری نظام میں جو تدابیر بھی کی جا رہی ہیں وہ اس کے تحفظ، ترقی اور بقا کے نام پر، کہ ایسا نہ کیا جائے گا تو پیداواری نظام حد سے زیادہ کمزور ہو جائے گا، اشیاء کا تحفظ نہ ہو پائے گا، دور دراز لوگوں تک غذائی چیزیں نہ پہنچ پائیں گی وغیرہ، تو جس طرح انسانی علاج سے ہونے والے ضمنی نقصانات قابل تحمل ہیں، اسی طرح غذائی نظام کے تحفظ سے ہونے والے ضمنی نقصانات گوارا کئے جائیں گے۔

البتہ اس سے ان صورتوں کا استثنا ہوگا جن میں واقعی کسی تحفظ وعلاج کی ضرورت سے نہیں بلکہ محض پیداواری بھوک اور تجارتی ہوس کے تحت غذائی اشیاء کے ساتھ تکنیکی عمل کیا جائے، تو اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی جا سکتی، مگر چونکہ ان کا تعلق براہ راست عمل سے نہیں ہے اس لئے ان کو ناجائز بھی نہیں کہا جا سکتا، بلکہ مکروہ کہا جائے گا، اور اگر مضرت اجتماعی ہو تو مکروہ تحریمی ورنہ مکروہ تنزیہی قرار دیا جائے گا، ذیل میں ان صورتوں کا ہم الگ

الگ ذکر کرتے ہیں، جن سے سوالنامہ میں تعرض کیا گیا ہے۔

سوالنامہ کے مختصر جوابات

۱۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک طریقۂ علاج ہے جس کی بضرورت اجازت دی جائے گی، نقصانات کے لئے ان کی حیثیت زیادہ سے زیادہ سبب بعید کی ہے، اس لئے اس پر مکروہ تنزیہی کا حکم عائد کیا جائے گا، اور اگر واقعی ضرورت کے لئے نہ ہو تو اخلاقی طور پر اس کی حوصلہ شکنی کی جائے گی، البتہ اجتماعی نقصانات کی صورت میں حکومت اس پر پابندی عائد کر سکتی ہے، جو طبی مفادات کے تحت اس کا حق ہے۔

۲۔ یہ بھی ایک طریقۂ علاج ہی ہے اور سبب بعید ہی کی صورت ہے، البتہ انجکشن اگر سیدھے پھل میں دیا جائے تو اس کے اثرات نسبتاً زیادہ قریبی طور پر کھانے والے تک پہونچیں گے، اس لئے اس کو سدّ اللباب سبب بعید سے اوپر سبب قریب موصل الی الشر کے زمرہ میں داخل کیا جائے گا اور مکروہ تحریمی قرار دیا جائے گا۔

۳۔ اگر یہ صرف چند اطباء کا خیال نہ ہو بلکہ دیگر معتبر اور ماہر اطباء بھی اس کی تائید کرتے ہوں، نیز یہ محض قیاس سے نہیں بلکہ عملی تجربوں سے ثابت ہو، تو نقصان کی شدت کے لحاظ سے ان پر حکم لگایا جائے گا، اگر دودھ میں سمیت کے اثرات پیدا ہو چکے ہوں اور میڈیکل جانچ سے اس کی تصدیق ہوتی ہو تو اس کو ناجائز قرار دیا جائے گا، لیکن اگر دودھ میں سمیت پیدا نہ ہوئی ہو بلکہ اس سے بتدریج نقصانات رونما ہوتے ہوں تو یہ مکروہ تنزیہی قرار پائے گا۔

۴۔ الف: اگر یہ خیال درست ہو کہ جانوروں کی خوراک میں خنزیر کی چربی شامل کی جاتی ہے، معتبر اور محقق ذرائع سے ثابت ہو، محض افواہ نہ ہو (جیسا کہ سوال کے انداز سے ظاہر ہوتا ہے) نیز کیمیکل تحلیل کے بعد بھی اس ناپاک جز کا وجود فنا نہ ہوا ہو تو وہ خوراک ناجائز ہے، اور محض گوشت کے اضافہ کے لئے کسی حلال جانور کو وہ خوراک دینا درست نہیں ہے، البتہ اگر کسی حیوانی ناجائز عنصر کا شامل کیا جانا معتبر ذرائع سے ثابت نہ ہو، یا کیمیکل تجزیہ کے بعد اس کا اپنا وجود فنا ہو چکا ہو تو قلب ماہیت کی بنا پر اس خوراک کو ناجائز نہیں کہا جائے گا، اور حلال جانوروں کو وہ خوراک دینا درست ہوگا، علاج کے نقطۂ نظر سے حلال جانور کو ناجائز خوراک دینا بھی درست ہے۔

ب: کسی حلال جانور کو ناجائز غذا کھلانے سے گوشت میں کوئی حرمت یا کراہت پیدا نہیں ہوتی، جب تک کہ گوشت میں اس کے اثرات نمایاں نہ ہوں، اگر جانور کے گوشت، پسینہ یا دودھ میں ناجائز غذا کے اثرات واقعتاً پیدا ہو جائیں اور محسوس ہوں تو جمہور فقہاء (حنفیہ، شافعیہ اور ایک قول کے مطابق امام احمد بن حنبلؒ) کے نزدیک ایسے جانور کا گوشت یا دودھ استعمال کرنا مکروہ تنزیہی ہے، مالکیہ کے نزدیک اس صورت میں بھی کوئی کراہت نہیں ہے، تفصیل پیچھے مقالہ میں گذر چکی ہے۔

۵۔ یہ کوئی نیا سوال نہیں ہے، اس کا جواب پچھلے جوابات میں گذر چکا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ:

☆ غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال اگر ان کے تحفظ و بقا کی ضرورت سے کیا جائے اور یہ استعمال براہ راست انسانی صحت کو نقصان نہ پہنچائے بلکہ نقصان بالواسطہ طور پر پہنچے، تو اس استعمال میں مضائقہ نہیں، اس کا خود خریدنا اور کھانا بھی جائز اور دوسروں کو کھلانا بھی جائز ہے۔

☆ البتہ محض تجارتی فوائد اور مادی مقاصد کے تحت مضر صحت اشیاء کا استعمال مکروہ ہے، بشرطیکہ انسانی صحت کو اس کا نقصان براہ راست نہ پہنچے، اس صورت میں ایسی چیزوں کا خود بھی استعمال کرنا درست ہے اور دوسروں کو کرانا بھی، البتہ بچنا بہتر ہے۔

☆ براہ راست نقصان پہنچنے کی صورت میں اس عمل کو ناجائز قرار دیا جائے گا، نہ اس کو خود استعمال کرنا درست ہوگا اور نہ دوسروں کو دینا درست ہوگا۔

ھذا ماعندی واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم۔

☆☆☆

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

مولانا محمد عثمان بستوی[1]

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وأصحابه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أما بعد!

مرسلہ سوالات میں سے ایک سوال مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول سے متعلق ہے، یہ سوال پانچ اجزاء پر مشتمل ہے، اور ان میں سے چار اجزاء کا تعلق ضرر سے ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مضر اشیاء کے بارے میں شریعت مقدسہ کا جو اصول ہے وہ تحریر کر دیا جائے۔

دوسرے کی طرف سے پہنچنے والے ضرر محض کی قسمیں:

اس موضوع پر علامہ شاطبیؒ نے اپنی کتاب موافقات فی اصول الشریعہ میں بہت ہی عمدہ بحث کی ہے، ہم اس بحث کی تلخیص نقل کر کے سوالات کے اجزاء کو اس پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ علامہ شاطبی فرماتے ہیں کہ جب نفع حاصل کرنے یا نقصان سے بچنے کے لئے انسان کوئی کام کرے گا تو اس کی کل نفع نقصان کے اعتبار سے آٹھ قسمیں ہوتی ہیں، اس لئے کہ جلب منفعت یا دفع مضرت کے لئے جو کام کیا جائے گا وہ دو حال سے خالی نہیں، نفع حاصل کرنے والا دوسرے کے نقصان کا قصد کرے گا یا نہیں، اگر دوسرے کے نقصان کا قصد نہ کرے تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں، دوسرے کو جو نقصان پہنچے گا، وہ نقصان عام ہوگا یا خاص، اگر بلا قصد کے دوسرے کو نقصان خاص پہنچے تو اس کی بھی دو قسمیں ہیں، اگر نفع حاصل کرنے والا اپنے کام کو ترک کر دے تو اس کو نقصان ہوگا یا نہیں، اگر اس کو نقصان نہ ہو تو اس کی تین قسمیں ہیں، اس لئے کہ دوسرے کو نقصان پہنچانا یا تو قطعی ہوگا یا نادر ہوگا یا اکثری ہوگا، اگر دوسرے کو نقصان پہنچنا اکثری ہو تو اس کی دو قسمیں ہیں، دوسرے کے نقصان پہنچنے کا ظن غالب ہوگا یا ظن غالب نہیں بلکہ محتمل ہوگا، ان آٹھ قسموں کو نقشے کی مدد سے بھی سمجھنا آسان ہے (الموافقات للشاطبی/۳۴۸)۔

دوسرے کی طرف سے پہنچنے والے نقصان کی اقسام مع احکام:

(۱) پہلی قسم کا حکم: جب کسی نفع حاصل کرنے والے یا نقصان سے بچنے والے کے عمل سے دوسرے کا کوئی نقصان نہ ہو تو شرعاً اس کا جائز ومباح ہونا ظاہر ہے۔ حاصل یہ کہ پہلی قسم جائز ہے۔

”فباق على أصله من الإذن ولا إشكال فيه ولا حاجة إلى الاستدلال عليه لثبوت الدليل على الإذن ابتداء“ (الموافقات للشاطبی ۲/۳۴۹)۔

(۲) دوسری قسم کا حکم: دوسرے کا نقصان ہو اور نقصان کا قصد بھی ہو، تو اگر اس کا متبادل موجود ہو تو اس کا کرنا حرام اور اگر متبادل موجود نہ ہو تو قصد اضرار کی وجہ سے گناہ ہوگا، لیکن وہ کام شرعاً جائز ودرست ہوگا۔

”أما نوع الثاني فلا إشكال في منع القصد إلى الإضرار من حيث هو إضرار لثبوت الدليل على أن لا ضرر ولا ضرار في الإسلام... وهو إما أن يكون إذا رفع ذلك العمل وانتقل إلى وجه آخر في استجلاب تلك المصلحة أو درء تلك المفسدة حصل له ما أراد أولا، فإن كان كذلك فلا إشكال في منعه منه لأنه لم يقصد ذلك الوجه إلا لأجل الإضرار، وإن لم يكن محيص عن تلك الجهة التي يستضر منها الغير فحق الجالب أو الدافع مقدم وهو ممنوع من

[1] مدرسہ عربیہ ریاض العلوم گورینی، جونپور۔

قصد الإضرار ولا يقال إن هذا تكليف بما لا يطاق فإنه إنما كلف بنفي قصد الإضرار'' (الموافقات للشاطبی / ۳۴۹)۔

(۳) تیسری قسم کا حکم: یعنی دوسرے کو ضرر عام ہو، اگر نفع حاصل کرنے والے کا ترک کرنے کی صورت میں ایسا ضرر ہو کہ جس کی تلافی ناممکن ہو تو پھر ایسی صورت میں وہ مجبور ہے اور اس کے لئے وہ کام کرنا جائز ہے، لیکن اگر اس کو پہنچنے والے ضرر کی تلافی ممکن ہو تو ایسا فعل جس سے دوسرے کا ضرر عام ہو جائز نہیں۔

''وأما الثالث فلا يخلو أن يلزمه من منعه الإضرار به بحيث لا ينجبر أولًا فإن لزم قدم حقه على الإطلاق كمسألة الترس التي فرضها الأصوليون فيما إذا تترس الكفار بمسلم. فاعتبار الضرر العام أولى فيمنع الجالب أو الدافع مما هم به لأن المصالح العامة مقدم على المصالح الخاصة بدليل النهي عن بيع الحاضر للبادي وعن تلقي السلع'' (الموافقات للشاطبی / ۳۴۹-۳۵۰)۔

(۴) چوتھی صورت کا حکم: یعنی دوسرے کا ضرر خاص ہو اور کام کرنے والے کا بھی ترک کی صورت میں نقصان ہو، تو اس صورت کا حکم ترک کرنے والے کے نقصان کے اعتبار سے مختلف ہے:

(۱) اگر ایسا نقصان ہو جس میں اس کو خود ہلاکت کا خطرہ ہو تو ترک کرنا شرعاً جائز نہیں، (۲) اور اگر ترک کرنے والے کی ہلاکت کا خطرہ نہیں ہے تو اس کے لئے وہ کام کرنا جائز ہے، کیونکہ شریعت نے انسان کو دوسرے کے نفع ونقصان سے قطع نظر اپنے حصول نفع اور دفع ضرر کا اختیار دیا ہے، اب اگر اس کے ذریعہ دوسرے کے ضرر کا قصد نہ ہو تو اپنے نفع اور دفع نقصان کے لئے ہر کام کرنا جائز ہے دوسرے کے نقصان کا اس کو مکلف نہیں بنایا گیا ہے، (۳) البتہ اگر کوئی دوسرے کے لئے خود اپنا نفع ترک کردے یا نقصان کو برداشت کرلے تو یہ ایثار میں داخل ہوکر شرعاً محمود وپسندیدہ عمل ہوگا۔

''لأن جلب المنفعة أو دفع المضرة مقصود للشارع مطلوب، (۱) قد يتعين عليه حق نفسه في الضروريات فلا يكون له الخيرة في إسقاط حقه لأنه من حقه على بينة ومن حق غيره على ظن أو شك، (۲) لا بأس أن يطرحه عن نفسه مع العلم بأن يطرحه على غيره إذا كان المطروح جورًا بينًا. فقال الحماد لأبي سليمان إنما عليك أن تكلم في نفسك فإذا رفعت عنك فلا تبالي على من وضعت بنالك إضراران إضرار صاحب اليد والملك وإضرار من لا يد له ولا ملك والمعلوم من الشريعة تقديم صاحب اليد والملك فعلى الإمام أن يدفع إضراره بالناس على وجه لا يستضر هو به، (۳) الإيثار على النفس هو من محامد الأخلاق وزكيات الأعمال هو ثابت من فعل رسول الله ﷺ. فقال له عمر ما كلف الله ما لا تقدر عليه فكره فقال رجل من الأنصار: أنفق ولا تخف من ذي العرش إقلالًا فتبسم'' (كلها مختصرة من الموافقات للشاطبی / ۳۵۰ تا ۳۵۵)۔

(۵) پانچویں قسم کا حکم: اپنے نفع ونقصان کے لئے کام کرنے کی صورت میں دوسرے کا نقصان یقینی ہو اور اس کا علم بھی ہو، اور اس کا متبادل موجود ہونے کی وجہ سے اس کو ترک کرنے کی صورت میں کوئی نقصان نہ ہو تو یہ قسم بھی شرعاً جائز نہیں اگرچہ اپنی اصل کے اعتبار سے جائز ہے لیکن دوسرے کے نقصان کے قطعی ہونے اور اس کا متبادل موجود ہونے کی وجہ سے اس کے اوپر لازم ہوگا کہ دوسرے کو نقصان سے بچائے۔

''أما القسم الخامس وهو أن لا يلحق الجالب أو الدافع ضرر ولكن أداؤه إلى المفسدة قطعي عادة فله نظران، نظر من حيث كونه قاصدًا لما يجوز أن يقصد شرعًا من غير قصد إضرار بأحد فهذا من هذه الجهة جائز. ونظر من حيث كونه عالمًا بلزوم مضرة الغير لهذا العمل المقصود مع عدم استضراره بتركه فإنه من هذا الوجه مظنة لقصد الإضرار. فلا قصد للشارع في إيقاعه من حيث يوقع. وعلى كلا التقديرين فتوخيه لذلك الفعل على ذلك الوجه مع العلم بالمضرة لا بد فيه من أحد أمرين إما تقصير في النظر المأمور به وذلك ممنوع وإما قصد إلى نفس الإضرار وهو ممنوع أيضًا'' (الموافقات للشاطبی ۲/ ۳۵۷-۳۵۸)۔

(۶) چھٹی قسم کا حکم: جس میں دوسرے کا نقصان نادر ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اپنے نفع ونقصان کے لئے عمل کرنا جائز ہے، کبھی کبھار دوسرے کو پہنچنے والے نقصان کی وجہ سے اس پر حرمت کا حکم عائد نہیں ہوگا، اس لئے کہ نادر کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہوتا ہے۔

''وأما السادس وهو ما يكون أداؤه إلى المفسدة نادرًا فهو على أصله من الإذن لأن المصلحة إذا كانت غالبة فلا اعتبار بالندور فى انخرامها، إذ لا توجد فى العادة المصلحة عرية عن المفسدة جملة. تقصيرًا فى النظر. ولا قصد إلى وقوع ضرر. فالعمل إذًا باق على أصل المشروعية'' (الموافقات للشاطبی / ۳۵۸-۳۵۹)۔

(۷) ساتویں قسم کا حکم: دوسرے کو نقصان پہنچنا اکثری ہو اور ظن غالب بھی ہو تو ایسا فعل بھی شرعاً جائز نہیں۔

''وأما السابع وهو ما يكون أداؤه إلى المفسدة ظنيًا فيحتمل الخلاف إما أن الأصل الإباحة والإذن فظاهر وأما أن الضرر والمفسدة تلحق ظنًا فهل يجرى الظن مجرى العلم فيمنع من الوجهين المذكورين؟ أم لا لجواز تخلفهما وإن كان التخلف نادرًا ولكن اعتبار الظن هو الأرجح لأمور أن الظن فى أبواب العمليات جار مجرى العلم فالظاهر جريانه هنا'' (الموافقات ۲/ ۳۶۰،۳۵۹)۔

(۸) آٹھویں قسم کا حکم: دوسرے کے نقصان کا ظن غالب نہ ہو تو ایسی صورت میں تو اگر اس کا متبادل موجود ہو تو احتیاط لازم ہے اور ایسے کام سے پرہیز بھی لازم ہے جو کسی مفسدہ کا سبب بنے، البتہ اگر متبادل موجود نہ ہو تو اپنے مقصد کا حصول جائز ہوگا۔

''وأما الثامن وهو ما يكون أداؤه إلى المفسدة كثيرًا لا غالبًا ولا نادرًا فهو موضع نظر والتباس ... فاعتبرنا الكثرة فى الحكم بما هو على خلاف الأصل فالأصل عصمة الإنسان عن الإضرار به وإيلامه. كما أن الأصل فى مسألتنا الإذن فخرج عن الأصل هنالك لحكمة الزجر وخرج عن الأصل هنا من الإباحة لحكمة سد الذريعة إلى الممنوع. وأيضًا فإن هذا القسم مشارك لما قبله فى وقوع المفسدة بكثرة فكما اعتبرت فى المنع هنالك فلتعتبر هنا كذلك'' (الموافقات للشاطبی ۲/ ۳۶۲،۳۶۱)۔

حاصل:

مذکورہ بالا اقسام واحکام کی علل اور وجوہات میں غور کرنے پر مندرجہ ذیل تین اصولی باتیں نکلتی ہیں:

(۱) مصالح اور مفاسد اسی طرح منافع اور مضار، دونوں عموماً ایک ساتھ پائے جاتے ہیں، مصلحت مفسدہ سے اور نفع ضرر سے خالی کم ہی ہوتا ہے، اس لئے شریعت مطہرہ نے دوسرے کے نفع وضرر سے قطع نظر ہر ایک کو حصول نفع اور دفع مضرت کا حق واختیار دیا ہے، اسی لئے اگر کسی کے فعل سے دوسرے کا ضرر ہو اور فاعل کے لئے کوئی متبادل موجود نہ ہو تو شریعت نے ایسی صورت میں اپنے نفع اور دفع ضرر کی اجازت دی ہے اگر چہ اس کے ضمن میں دوسرے کا ضرر ہو جیسا کہ نمبر دو، نمبر تین، نمبر چار، نمبر پانچ، نمبر چھ کے تحت علامہ شاطبی نے اس کی وضاحت کردی ہے، اور اس کے نظائر کتب فقہیہ میں بھی موجود ہیں،

''لا يلزم أحدًا أن يولج نفسه فى ظلم مخافة أن يوضع الظلم على غيره'' (الموافقات ۲/ ۳۵۱)۔

(۲) دوسرے کو بالقصد نقصان پہنچانا شرعاً حرام ہے، نقصان پہنچانے کا قصد خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً، حقیقتاً نقصان پہنچانے کی صورت یہ ہے کہ اپنا نفع ونقصان پیش نظر نہ ہو بلکہ صرف دوسرے کا اضرار مقصود ہو یہی اس کا ارادہ اور نیت ہو تو اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اور حکماً نقصان پہنچانے کی صورت یہ ہے کہ اپنے فعل سے دوسرے کو ضرر اور نقصان پہنچنے کا یقین اور ظن غالب ہو اور فاعل کے پاس اس کا مناسب بدل موجود بھی ہو لیکن وہ متبادل کو اختیار نہ کرے بلکہ اپنے نفع یا دفع ضرر کے لئے ایسی صورت اختیار کرے جس میں دوسرے کا بھی ضرر ہو، اسی طرح اپنے فعل سے دوسرے کا ضرر تو متیقن ہو اور ترک کی صورت میں اپنا کوئی ضرر ونقصان نہ ہو تو یہ بھی حکماً اضرار میں داخل ہوگا، لہذا اضرار کی تمام صورتیں خواہ حقیقتاً ہوں یا حکماً سب ناجائز وحرام ہیں، جیسا کہ نمبر دو، نمبر تین کی شق ثانی، اور نمبر پانچ اور نمبر سات وآٹھ کے تحت مذکور علامہ

شاطبی کے کلام سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔

"وعلى كلا التقديرين فتوخيه لذلك الفعل على ذلك الوجه مع العلم بالمضرة لا بد فيه من أحد أمرين، إما تقصير في النظر المأمور به وذلك ممنوع واما قصد الى نفس الاضرار وهو ممنوع أيضًا" (الموافقات ۲/ ۳۵۸-۳۵۷)۔

(۳) اگر کسی کے فعل سے ضرر ہو اور فاعل کے سامنے اس کا کوئی متبادل بھی موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں ارباب حکومت وانتظام کی ذمہ داری ہے کہ ہر ایک کو ضرر سے محفوظ رہنے کا راستہ نکالے، فاعل کو متبادل فراہم کر کے دوسرے لوگوں کو ضرر سے محفوظ رکھے تا کہ کسی کا ضرر نہ ہو، جیسا کہ نمبر تین وچار کے تحت علامہ شاطبی کے تفصیلی کلام سے معلوم ہوتا ہے، اگر دفع مضرت کا کوئی متبادل موجود نہ ہو تو فاعل کو بغیر متبادل فراہم کئے روکنے کا حق نہیں ہوگا، البتہ اگر دوسرے کا ضرر بین ہو تو نفع حاصل کرنے والے کو دوسرے کے ضرر بین کی وجہ سے روک دیا جائے گا۔

"إن حق الجالب أو الدافع مقدم وإن استضره غيره بذلك لأن جلب المنفعة أو دفع المضرة مطلوب للشارع مقصود" (الموافقات ۲/ ۳۵۰)۔

ایسا فعل جس سے دوسرے کا ضرر ہو اس کی ممانعت کی وجہ:

ایسا فعل جس میں دوسرے کا ضرر ونقصان ہو اس کے ممنوع ہونے کی علت ظلم وتعدی اور دھوکہ ہے اور یہ دونوں شرعاً حرام ہیں۔

"لأن الضرر هو ظلم وغدر والواجب عدم إيقاعه وإقرار الظالم على ظلمه حرام وممنوع أيضًا فيجب إزالته" (شرح المجله ماده نمبر: ۱۹-۲۰/۱، ۳۲)۔

اشیاء ماکولہ میں مضر صحت چیزوں کی آمیزش:

اگر مضر صحت چیز اشیاء ماکولہ میں اتنی مقدار میں ملائی جائے جو مہلک نہ ہو تو اگر استعمال کرنے والوں کو اس کی آمیزش کا علم نہ ہو تو ظلم وخداع ہونے کی وجہ سے شرعاً حرام وناجائز ہے، لیکن اگر مضر صحت اشیاء کی آمیزش کا اس قدر عرف ورواج ہو کہ سب کو معلوم ہو تو اتنی مقدار میں آمیزش کرنا جو موجب ہلاکت ونقصان بین نہ ہو تو شرعاً جائز ہے (شامی ۷/ ۴۹۴)۔

مضر صحت اشیاء کے استعمال کے سلسلہ میں تصریحات فقہاء:

(۱) "أكل الطين مكروه هكذا ذكر في فتاوى أبي الليث رحمه الله تعالى، وذكر شمس الأئمة الحلواني في شرح صومه إذا كان يخاف على نفسه أنه لو أكله أورثه ذلك علة أو آفة لا يباح له التناول وكذلك هذا في كل شئ سوى الطين وإن كان يتناول منه قليلًا أو كان يفعل ذلك أحيانًا لا بأس به، كذا في المحيط. وسئل بعض الفقهاء عن أكل الطين البخاری ونحوه قال لا بأس بذلك ما لم يضر وكراهية أكله لا للحرمة بل لتهييج الداء وعن ابن المبارك كان ابن أبي ليلى يرد الجارية من أكل الطين وسئل أبو القاسم عمن أكل الطين قال ليس ذلك من عمل العقلاء كذا في الحاوى للفتاوى، والمرأة إذا اعتادت أكل الطين تمنع من ذلك إذا كان يوجب نقصانا في حالها كذا في المحيط" (فتاوى ہندیہ ۵/ ۳۴۱)

ہندیہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جو چیزیں انسان کے لئے مہلک ہوں یا موجب امراض ہوں ان کو اتنی مقدار میں استعمال کرنا جس سے مرض یا ہلاکت کا ظن غالب ہو جائے تو شرعاً ناجائز وحرام ہے، لیکن کبھی کبھار تھوڑی مقدار استعمال کرنا جس سے مرض وہلاکت کا ظن غالب نہ ہو تو جائز ہے لیکن مکروہ ہے، لہٰذا بلا کسی غرض مفید کے مضر چیزوں کے استعمال کی ممانعت ہوگی، خواہ قلیل ہو یا کثیر۔

(۲) "قال الماوردی وغيره السموم على أربعة أضرب منها ما يقتل كثيره وقليله فأكله حرام للتداوى ولغيره لقوله تعالى: "ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة" ومنها ما يقتل كثيره دون قليله فأكل كثيره الذي يقتل حرام للتداوى

وغیره والقليل منه إن كان مما ينفع فى التداوى جاز أكله تداويًا منها ما يقتل فى الأغلب وقد يجوز أن لا يقتل فحكمه كما قبله ومنها ما لا يقتل فى الأغلب وقد يجوز أن يقتل فذكره الشامى فى مواضع إباحة أكله وفى مواضع تحريم أكله فجعله بعض أصحابه على حالين فحيث أباح أكله فهو إذا كان للتداوى وحيث حرام أكله فهو إذا كان غير منتفع به فى التداوى'' (نيل الاوطار ۸/ ۲۰۴)۔

قاضی شوکانی نے ماوردی کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے کہ زہر کی کل چار قسمیں ہوتی ہیں، (۱) قلیل وکثیر سب مہلک وقاتل ہو، اس کا استعمال کسی حال میں بھی جائز نہیں، (۲) دوسری قسم وہ ہے جس کی کثیر مقدار مہلک ہے اور قلیل مقدار مہلک نہیں، تو اس کی کثیر مقدار حرام اور قلیل مقدار دوا وغیرہ کیلئے جائز ومباح ہے، (۳) تیسری قسم وہ ہے جو اکثر حالتوں میں مہلک ہوتا ہے لیکن کبھی کبھار مہلک نہیں بھی ہوتا ہے تو اس کا بھی حکم وہی ہے جو پہلی قسموں کا ہے یعنی قدر مہلک حرام ہے، (۴) چوتھی قسم وہ ہے جو اکثر اوقات وحالات میں مہلک نہیں ہوتا ہے البتہ بعض حالات اور اوقات میں مہلک ہو جاتا ہے تو علاجاً ودواءً اس کا استعمال جائز ہے اور بغیر دوا اور علاج کے حرام ہے۔

(۳) ''أكل قليل السقمونيا والبنج مباح للتداوى وما زاد على ذلك إذا كان يقتل أو يذهب العقل حرام... وهكذا يقول فى غيره من الأشياء الجامدة المضرة فى العقل أو غيره، يحرم تناول القدر المضر منها دون القليل النافع، لأن حرمتها ليست لعينها بل لضررها'' (شامی ۱۰/ ۴۰)۔

شامی کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں ساتر عقل یا موجب مرض ہوں وہ شرعاً ممنوع ہیں، اور جن چیزوں سے ضرر ومرض نہ ہو وہ شرعاً جائز اور مباح ہے، اس لئے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے، حرمت وغیرہ دیگر عوارض کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

(۴) ''وأما المجوزون فحملة ما استندوا به أمروا ثلاثة، الأول: أن شرب الدخان لم يدل دليل من الأدلة الأربعة على حرمته وما كان كذلك فهو فى حيز الإباحة، الثانى: أن الأصل فى الأشياء الإباحة فيندرج فيه شرب الدخان ويبقى عليه أصل الإباحة، الثالث: أن الأصل فى المنافع إباحة الاستعمال وفى المضار التحريم وشرب الدخان نافع ولو فى الجملة فلا يدخل فى الأصل التحريم، والحق فى الاختلاف الأول وهو الإباحة ولا سبيل إلى إثبات الحرمة بدليل من الأدلة الشرعية'' (مجموعه رسائل اللكنوى ۲/ ترويح الجنان بتشريح حكم شرب الدخان/ ۵۸)

مولانا عبدالحی صاحب نے اپنے رسالہ ''شرب الدخان'' میں اشیاء کی اباحت اور حرمت پر گفتگو کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ اشیاء میں بعثت اور شریعت سے پہلے توقف کا حکم تھا اور شریعت کے بعد علماء کے تین اقوال ہیں:

۱- اصل حرمت ہے حلت کے لئے دلیل شریعت کی ضرورت ہے۔

۲- اصل اباحت ہے حرمت کے لئے دلیل شریعت کی ضرورت ہے۔

۳- جو چیزیں مضر ہیں وہ اصلاً حرام ہیں اور جو چیزیں مفید ہیں وہ اصلاً مباح ہیں، اسی تیسری رائے کو مولانا نے راجح اور صحیح قرار دیا ہے۔

(۵) ''وأما المسكر فحرام تناوله لقوله تعالى فيه: ''رجس من عمل الشيطان الخ'' وأما الضار فلا يحل أكله كالسم والمخاط والمنى والتراب والحجر لقوله تعالى: ''ولا تقتلوا أنفسكم'' ولقوله تعالى: ''ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة'' وأكل هذه الأشياء تهلكة، فوجب ألا تحل، لكن قال المالكية قيل الطين مكروه، وقيل: حرام هو الأرجح، ويحل أكل ما لا يضره كالفواكه والحبوب لقوله تعالى: ''قل من حرم زينة الله التى أخرج لعباده والطيبات من الرزق'' (الفقه الاسلامى وادلته ۳/ ۵۰۶-۵۰۷)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے فرمایا کہ جتنی بھی مضر چیزیں ہیں وہ شرعاً حرام ہیں، البتہ حضرت امام مالکؒ سے مٹی کھانے کی کراہت کا حکم نقل کیا ہے، اور دوسرا قول حرام ہونے کا بھی ذکر کیا ہے اور اسی کو ترجیح دی ہے۔

حلت وحرمت کا ایک ضابطہ:

اصولی اعتبار سے شریعت مقدسہ نے ہر اس چیز کو اپنی اصل کے اعتبار سے مباح اور حلال کیا ہے جس میں انسانی نفع مضمر ہے اور اسی طرح سے ہر اس چیز کو اپنی اصل کے اعتبار سے حرام قرار دیا ہے جس میں ضرر اور نقصان ہو۔

''ثم إن لنا فی أن معرفة حرمة الأشياء بإباحتها وجها حسنًا يرجع إلى الأصول ... والثالث وهو الصحيح أن يكون فيه تفصيل وهو أن المضار متصفة بالحرمة بمعنى أن الأصل فيها حرمة وإن المنافع متصفة بالإباحة لقوله تعالى: ''وهو الذى خلق لكم ما فى الأرض جميعًا'' فإنه ذكره فى معرض الامتنان ولا يكون الامتنان بالنافع المباح فكأنه قال هو الذى خلق لأجل نفعكم جميع ما فى الأرض من المنافع لتنتفعوا بها''

(مجموعہ رسائل لکنوی رسالہ ترویح الجنان بتشریح حکم شرب الدخان ۲/۱۸ا)۔

خلاصہ بحث:

جن چیزوں میں ضرر محض ہو نفع کا کوئی پہلو نہ ہو تو اتنی مقدار میں کھانا پینا جس سے ضرر و نقصان کا ظن غالب ہو شرعاً حرام و ناجائز ہے، البتہ اتنی مقدار میں کھانا جس سے نقصان نہ ہو جائز تو ہے لیکن کراہت سے خالی نہیں، لہذا غیر مفید اور اندیشہ ضرر کی وجہ سے ممنوع ہوگا، اور جن چیزوں میں نفع و ضرر دونوں کا پہلو ہو تو اس کو نفع کے لئے بقدر ضرورت کھانے کی بلا کراہت اجازت ہے، اور ضرورت سے زائد کراہت سے خالی نہیں ہے، اسی وجہ سے علماء ہند میں سے اکثر حضرات تمبا کو وغیرہ کے کثرت استعمال کو صرف مکروہ کہتے ہیں حرام و ناجائز نہیں، کیونکہ اس میں دونوں پہلو مانتے ہیں، اور علماء عرب میں سے اکثر تمبا کو وغیرہ کے مضر صحت ہونے کی وجہ سے ناجائز و حرام کہتے ہیں۔

مضر صحت کھاد، دوا، انجکشن وغیرہ سے متعلق چند اصولی باتیں:

(۱) دفع مضرت اور جلب منفعت کی صورت میں دوسرے کو پہنچنے والے ضرر و نقصان کے متعلق علامہ شاطبیؒ کی جو تفصیلی بحث ذکر کی گئی اس کا تعلق دوسرے کے ضرر محض سے ہے، جب کسی کے ذریعہ دوسرے کو ضرر محض پہنچے تو اس کی وہی آٹھ قسمیں ہوں گی جو مع احکام تفصیل سے ذکر کی گئیں، لیکن اگر دوسرے کو پہنچنے والا صرف ضرر محض نہ ہو، بلکہ ضرر کے ساتھ نفع بھی پہنچے تو اس کا حکم سابقہ احکام سے الگ ہوگا، اور وہ یہ ہے کہ جب کسی کو نفع کے ساتھ ضرر بھی پہنچے تو ایسے شخص کو اختیار ہے کہ وہ نفع کے ساتھ ضرر کو بھی برداشت کرے یا وہ نفع و ضرر دونوں کو ترک کر دے، مثلاً مبیع میں عیب ہو تو بیع کو فسخ کر کے ضرر سے بچنے کا اختیار ہے، اور اگر چاہے تو ضرر پر راضی ہو کر نفع کو حاصل کرے، حاصل یہ کہ جب نفع و ضرر دونوں ہوں تو ضرر پہنچانے والا گنہگار اسی صورت میں ہوگا جب دھوکہ دے کر ضرر پہنچائے، کیونکہ دھوکہ دینے کی صورت میں جو ضرر پہنچے گا اس پر وہ راضی نہیں ہے لیکن اگر بغیر دھوکہ کے کوئی از خود ضرر برداشت کرے تو اس میں دوسرے پر کوئی گناہ نہیں، اس ضابطے کی مثال خیار رؤیت، خیار عیب، حق شفعہ وغیرہ ہیں۔

''لأن الضرر هو ظلم وغدر والواجب عدم إيقاعه، وإقرار الظالم على ظلمه حرام وممنوع أيضًا فيجب إزالته فتجويز خيار التعيين، وخيار الرؤية، وخيار النقد، وخيار الغبن، والتغرير، ورد المبيع بخيار الشرط، والحجر، والشفعة وتضمين المال المتلف للمتلف والإجبار على قسمة الأموال المشتركة إنما هو بقصد إزالة الضرر ... كذا لو وجد فى دار شخص شجرة كانت سببًا لأن يستفيد منها الجار كالاستظلال بها فقطعها موجب لضرر الجار أيضًا ... (لأن) لا يجوز للإنسان أن يضر شخصًا آخر فى نفسه وماله لأن الضرر هو ظلم والظلم ممنوع فى كل دين وجميع الكتب السماوية قد منعت الظلم'' (شرح المجله ۱/ ۲۲۲۳)۔

(۲) اگر کسی کے ذریعہ دوسرے کو نفع اور ضرر دونوں ساتھ پہنچے اور اس ضرر کو بیان کر دیا جائے یا وہ ضرر ایسا ہو کہ دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہو یا اس ضرر پر دلالۃ رضا ہو تو اس صورت میں اس شخص پر جس کی جانب سے نفع کے ساتھ ضرر بھی پہنچا ہے کوئی گناہ نہیں؛ کیونکہ اس نے دھوکہ دے کر کوئی ضرر نہیں پہنچایا ہے بلکہ اس نے از خود ضرر کو اپنی رضا سے برداشت کیا ہے، لہذا دوسرے پر کوئی گناہ نہیں، یعنی اضرار نہیں بلکہ تحمل ضرر ہے۔

"لا يحل كتمان العيب في مبيع أو ثمن لأن الغش حرام إلا في مسألتين ... وفي البزازية إذا باع سلعة مبيعة عليه البيان وإن لم يبين، قال بعض مشائخنا، يفسق وترد شهادته، قال الصدر: لا نأخذ به وقال في النهر أي لا نأخذ بكونه يفسق بمجرد هذا الخ" (شامی ۷/ ۲۳۰)، "لا بأس بيع المغشوش إذا بين غشه أو كان ظاهرًا يرى، لا بأس بيعه وإن طحنه لا يبيع، وقال الثاني في رجل معه فضة نحاس: لا يبيعها حتى يبين، وكل شئ لا يجوز فإنه ينبغي أن يقطع ويعاقب صاحبه إذا أنفقه وهو يعرفه، أكره للرجل أن يعطي الزيوف والنبهرجة والستوقة وإن بين ذلك وتجوز بها عند الأخذ قبل إنفاقها ضرر على العوام وما كان ضررا عامًا فهو مكروه خوفًا من الوقوع في أيدي المدلسة من الجاهل به ومن التاجر الذي لا يتحرج" (شامی ۷/ ۴۹۴،۴۹۵، طحطاوی علی الدرر ۳/ ۱۳۹)۔

مذکورہ بالا ضابطے کی بنیاد پر بقدر معروف ملاوٹ کو جائز کہا گیا ہے (احسن الفتاوی ۸/ ۹۹)۔

(۳) جس چیز میں نفع اور ضرر دونوں پہلو ہو تو وہ چیز فی نفسہ شرعاً حرام و ناجائز نہیں ہوا کرتی ہے، اسی وجہ سے جس چیز کے جائز استعمال کی کوئی صورت ہو اس کی خرید و فروخت اور کاشت وغیرہ سب جائز ہے (انعام الباری ۶/ ۲۰۹،۶/ ۲۷۰)۔

(۴) جس چیز میں ضرر عام ہو تو اس کو بند اور ختم کرنے کی کوشش سلطان کی ذمہ داری ہے، اور ضرر عام والی صورت اختیار کرنا کراہت سے خالی نہیں، اگر چہ ضرر کی نوعیت واضح ہو۔

"وقال الثاني في رجل معه فضة نحاس لا يبيعها حتى يبين وكل شئ لا يجوز فإنه ينبغي أن يقطع ويعاقب صاحبه إذا أنفقه وهو يعرفه"۔

(قوله وقال الثاني في رجل الخ) قال لا بأس أن يشتري بستوقة إذا بين وأرى للسلطان أن يكسرها لعلها تقع في أيدي من لا يبين وروى بشر في الإملاء عنه أكره للرجل أن يعطي الزيوف والنبهرجة والستوقة وإن بين ذلك وتجوز عند الأخذ من قبل أن إنفاقها ضرر على العوام، وما كان ضررًا عامًا فهو مكروه وليس بمصلحة خوفًا من الوقوع في أيدي المدلسة على الجاهل به" (طحطاوی علی الدر ۳/ ۱۳۹، شامی ۷/ ۴۹۴،۴۹۵)۔

(۵) جس وقت دو محظور و دو ضرر سے کسی ایک میں ابتلاء ناگزیر و لابدی ہو جائے تو ضرر اخف کے ذریعہ اشد کو دفع کیا جائے گا۔

"إذا ابتلى ببليتين فاختر أهونهما، الضرر الأشد يزال بالضرر الأخف" (شرح المجلہ المادہ: ۲۷،۲۹/ ۱/ ۳۶،۳۷)۔

زہریلی کھاد دوا وغیرہ کے استعمال کا حکم:

جن مقامات میں زہریلی کھاد و دوا وغیرہ کا غیر مضر مناسب متبادل موجود نہیں ہے ان مقامات میں اس کا استعمال بلا کراہت جائز ہے؛ البتہ اگر اس کا مناسب متبادل موجود ہو تو اس کا استعمال کراہت سے خالی نہیں، چونکہ زہریلی کھاد و دوا کے استعمال کی صورت میں دوسرے کو ضرر ہوتا ہے اور استعمال نہ کرنے کی صورت میں کسانوں کو ضرر ہوگا؛ اس لئے حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ اس کا غیر مضر متبادل فراہم کر کے ہر ایک کو ضرر سے بچانے کی سنجیدہ کوشش کرے، لیکن جب تک متبادل موجود نہیں اس کا استعمال جائز ہے، جس کے دلائل درج ذیل ہیں:

دلائل:

(۱) زہریلی ادویہ اور کھاد وغیرہ کی وجہ سے غلہ جات اور پھلوں میں جو زہریلا اثر پیدا ہوتا ہے وہ مہلک اور قاتل نہیں اور جو زہر مہلک نہ ہو ان کو دفع مضرت کے لئے استعمال کرنے کی اجازت ہے۔

"السموم على أربعة أضرب... منها: ما يقتل كثيره دون قليله فأكل كثيره الذي يقتل حرام والقليل منه إن كان مما ينفع في التداوي جاز أكله تداويا منها" (نیل الاوطار ۸/ ۲۰۴)۔

(۲) غلہ جات اور پھل کو استعمال کرنے والوں کو جو ضرر لاحق ہوتا ہے وہ ضرر محض نہیں ہے بلکہ اس میں ضرر کے ساتھ نفع بھی شامل ہے، اور جب

نفع اور ضرر دونوں ملے ہوئے ہوں تو وہ ضرر اس وقت موجب حرمت ہوگا جب ضرر پہنچنے والے کو بغیر اس کی رضا اور علم کے ضرر پہنچایا جائے؛ کیونکہ اس میں ظلم اور خداع دونوں پایا جائے گا، لیکن جب ضرر پہنچنے والے کو نفع کے ساتھ ضرر کا بھی علم ہو اور اس پر راضی ہو تو ایسی صورت میں یہ ضرر موجب حرمت نہیں ہوگا؛ کیونکہ وہ تحمل ضرر پر راضی ہے اور دوسرے کی طرف سے اس کو کوئی دھوکہ نہیں دیا گیا ہے، اور غلہ جات اور پھلوں کے لئے زہریلی دوا اور کھاد کا استعمال اس قدر عام ہے جو کسی سے مخفی نہیں، لہذا ان کو استعمال کرنے والا اس کے ضرر سے واقف ہوتا ہے جس کی وجہ سے وجہ حرمت کا تحقق نہیں ہوتا ہے۔

''لا بأس ببيع المغشوش إذا بين غشه أو كان ظاهرا يرى، وكذا قال أبوحنيفة في حنطة خلط فيها الشعير والشعير يرى'' (شامی ۷/ ۲۹۳ مطبوعہ زکریا)۔

(۳) زہریلی کھاد و دوا کا مناسب متبادل موجود نہ ہونے کے وقت اس کے استعمال کرنے اور نہ کرنے دونوں میں ضرر و نقصان ہے، استعمال کرنے میں دوسرے لوگوں کا نقصان اور استعمال نہ کرنے میں کسانوں کے ساتھ ساتھ عامۃ الناس کا بھی نقصان ہے، کیونکہ بغیر کھاد و دوا کے پیداوار کا ہونا اور محفوظ رہنا دشوار ہے؛ لہذا اس کے ترک کی صورت میں پھل و غلہ جات کی انتہائی قلت ہو جائے گی، جس کی بنا پر قیمت کا زیادہ ہونا، عام لوگوں تک نہ پہنچنا، غرباء و مساکین کا اس سے محروم رہنا ایک واضح بات ہے، لہذا جب دونوں میں ضرر ہے تو بڑے ضرر کو دفع کیا جائے گا اور چھوٹے ضرر کو برداشت کیا جائے گا، اور کھاد و دوا کے استعمال سے پہنچنے والا ضرر اس کے ترک کے ضرر سے بدرجہا کم ہے؛ لہذا استعمال والے ضرر کو برداشت کر کے ترک والے ضرر کو دور کیا جائے گا۔

(۴) جب ان زہریلی دوا و کھاد کا مناسب متبادل موجود نہ ہو تو اس کے ترک کا ضرر متیقن ہے اور استعمال کا ضرر محتمل ہے؛ لہذا ضرر محتمل کی وجہ سے کسی کو ضرر متیقن برداشت کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے۔

(۵) البتہ اگر اس کا مناسب متبادل موجود ہو تو اس کا استعمال کراہت سے خالی نہیں گرچہ ضرر پہنچنے والے کو اس کا علم ہو۔

حاصل یہ کہ سمیت آمیز دوا و کھاد وغیرہ کا ہندوستان جیسے ممالک میں مناسب متبادل موجود نہیں لہذا اس کا استعمال جائز ہے لیکن حکومت کے فرائض منصبی میں سے ہے کہ اس کا مناسب متبادل فراہم کرے اور ہر ایک کو ضرر سے محفوظ رکھنے کی سنجیدہ کوشش کرے۔

پھلوں کو پکانے اور خوشنما بنانے والے کیمیکل وغیرہ کا استعمال:

پھلوں کو پکانے اور خوشنما بنانے والے کیمیکل کا استعمال مکروہ ہے لیکن حرام و ناجائز نہیں؛ کیونکہ ان کے استعمال کے شیوع اور عموم کی وجہ سے ہر ایک کو اس کے استعمال کا علم ہوتا ہے جس کی وجہ سے خداع اور اضرار کا تحقق نہیں ہوتا ہے، بلکہ تحمل ضرر برضا و رغبت پایا جاتا ہے اس لئے حرام نہیں اور اس سے پہنچنے والا زہریلا اثر موجب ہلاکت نہیں اس لئے جلب مصلحت کے لئے اس کے استعمال کی اجازت ہوگی، لیکن موجب مضرت ہونے کی وجہ سے کراہت ہوگی، اور اس مضرت کے یقینی نہ ہونے کی وجہ سے حرمت کا حکم عائد نہ ہوگا، دلیل کے لئے زہریلی کھاد و دوا کے استعمال کا جو حکم تحریر کیا گیا ہے اس کی وجوہات میں غور کیا جائے۔

پھلوں وغیرہ کا سائز بڑا کرنے کے لئے انجکشن کا استعمال:

ہماری معلومات میں ایسے انجکشن کا عرف و رواج نہیں ہے جس کی وجہ سے استعمال کرنے والوں کو اس کا علم بھی نہیں ہوتا ہے، لہذا اس میں ضرر، ظلم اور خداع وغیرہ پایا جاتا ہے اس لئے اس کا استعمال جائز نہیں، لیکن اگر ایسے انجکشن شدہ سبزیاں، پھل وغیرہ ایسے لوگوں کو فراہم کی جائیں جو اس کے استعمال کئے جانے سے واقف ہوں تو ایسی صورت میں کراہت ہوگی حرمت نہیں۔

جانور کو انجکشن لگا کر دودھ کی مقدار بڑھانا:

جانور کو انجکشن لگا کر دودھ کی مقدار بڑھانا فی نفسہ جائز و مباح ہے، اگر چہ اس سے جانور کی صحت متاثر ہو؛ لیکن اگر اس دودھ کا مضر صحت ہونا محقق و متعین ہو تو جن لوگوں کو دودھ فراہم کیا جائے اگر ان کو اس انجکشن کے استعمال کا علم ہو تو جائز ہے کراہت کے ساتھ، اور اگر ان کو علم نہ ہو تو ظلم اور

خداع وغیرہ پر مبنی ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

نجس اشیاء سے انتفاع:

نجس اشیاء سے انتفاع پر تفصیلی بحث تکملۃ فتح الملہم، اعلاء السنن وغیرہ میں موجود ہے، صاحب تکملۃ فتح الملہم فرماتے ہیں:

"قال أثر الشافعية إن هذا الضمير المرفوع (لا ہو حرام) راجع إلى بيع الشحم دون الانتفاع به فيجوز عندهم الانتفاع بشحم الميتة .... وذكر الحافظ في الفتح أن الخطابي استدل على جواز الانتفاع بشحم الميتة بإجماعهم على أن من ماتت له دابة ساغ له إطعامها لكلاب الصيد الخ. أما الزيت والسمن التي أصابتها نجاسة قال الجمهور يجوز الانتفاع بها في غير الأكل وهو قول أبي حنيفة وأصحابه ومالك والشافعي والثوري والليث بن سعد" (تكملة فتح الملهم ۱/ ۵۴۴)۔

حرام ونجس اشیاء جانور کو کھلانے کا حکم اور مذاہب فقہاء:

چونکہ نجاست آمیز ادویہ وچارہ وغیرہ جانوروں کو کھلانے پلانے میں عام ابتلاء ہے اور جب کسی چیز میں ابتلاء عام ہوتو وہ یسر وسہولت کا متقاضی ہوتا ہے اور یسر وسہولت کے لئے ائمہ اربعہ میں سے جس کے قول میں بھی آسانی ہواختیار کرنے کی گنجائش ہوتی ہے؛ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اولاً اس سلسلہ میں مذاہب ائمہ کو نقل کیا جائے۔

مذہب احناف:

نجس اشیاء سے انتفاع کے متعلق فقہاء احناف کی عبارات متفرق مقامات میں درج ہیں جن میں بظاہر تعارض بھی معلوم ہوتا ہے، ان عبارات میں تطبیق ودفع تعارض اور حکم کی تنقیح کے لئے حضرت اقدس تھانویؒ سے سوال کیا گیا تو حضرت کا جواب بہت ہی جامع اور منقح ہے جس سے تعارض بھی رفع ہوجاتا ہے، جس کا ذکر فائدہ سے خالی نہیں، اس لئے ذیل میں سوال وجواب دونوں کو نقل کیا جاتا ہے۔

سوال: (۱) "إذا تنجس الخبز والطعام لا يجوز أن يطعم الصغير أو المعتوه أو الحيوان المأكول اللحم" (عالمگیری کتاب الكراهية)، (۲) "لا يجوز لأحد أن يؤكل المجنون الميتة بخلاف الهرة وقال أصحابنا لا يجوز الانتفاع بالميتة على وجه ولا يطعم الكلاب والجوارح" (عالمگیری)، (۳) "لأن ما تنجس باختلاط النجاسة به والنجاسة مغلوبة لا يباح أكله ويباح الانتفاع به فيما وراء الأكل" (شامي، فصل البير تحت قول صاحب الدرالمختار) "فيطعم الكلاب"۔

پہلی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حیوان ماکول اللحم کو نہ کھلائے، تیسری عبارت عام معلوم ہوتی ہے، نجاست کے مغلوبہ ہونے کی قید لگائی اور جگہ یہ قید نہیں لگائی، دوسری عبارت کے شروع سے معلوم ہوتا ہے کہ ہرۃ کو میتہ کھلانا درست ہے، اور آخر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ نادرست ہے، شامی کی عبارت جو ماء مستعمل میں ہے اس میں برخلاف اور مقامات کے ایک نئی تفصیل ہے، جو ذیل میں درج ہے:

"الماء إذا وقعت فيه نجاسة فإن تغير وصفه لم يجز الانتفاع به بحال وإلا جاز كبل الطين وسقي الدواب" (شامي، ماء مستعمل)۔

الجواب: پانی اور طعام میں یہ فرق ہے کہ پانی میں دوسرے ائمہ کے قول پر گنجائش ہے، پس وہ نجس متفق علیہ نہیں ہے، اسی وجہ سے تصریح کی ہے "فإن تغير وصفه لم يجز" اس لئے کہ اس صورت میں سب کے نزدیک وہ نجس ہوگیا، پھر مطعوم کے باب میں یہ تفصیل ہے کہ یا تو وہ عین نجاست ہے جیسا کہ میتہ یا متنجس ہے، اگر خود نجاست ہے تو حسب عبارت دوم اس سے کسی طرح کا انتفاع درست نہیں، "حتى لا يطعم الكلاب والجوارح" اور بعض نے جو "ہرۃ" کو کھلانے کو جائز کہا ہے یا تو اس کا مبنیٰ اختلاف ہے، تو تطبیق کی حاجت نہیں، یا یہ قول مؤول کیا جائے کہ کسی ایسی جگہ ڈالدے کہ خود ہرہ اسی طرح کلب وغیرہ آکر کھا جائے، خود اپنے اہتمام سے اس کے سامنے نہ رکھے، اور اگر وہ متنجس ہے پھر یا تو وہ

غالب النجاسۃ ہے، یا مغلوب النجاسۃ ہے، اگر غالب النجاسۃ ہے تو بقاعدہ ''للأکثر حکم الکل'' اس کا حکم بھی شامل عین نجاست کے ہے جیسا کہ عبارت سوم سے معلوم ہوتا ہے، اور بعض کا قید نہ لگانا یا بر بناء اختلاف قولین ہوگا...... اور اگر مغلوب النجاسۃ ہے تو خود اپنا اکل تو جائز نہیں، رہا اطعام تو کلاب وغیرہا کو جائز ہے جیسا عبارت سوم سے معلوم ہوتا ہے اور حیوان ماکول حکم میں آدمی کے ہے اس لئے اس کے لئے جائز نہیں، جیسا عبارت اول سے معلوم ہوتا ہے، پس ماوراء اکل سے مراد بعض ماوراء اکل لیا جائے یعنی اطعام غیر آدمی وغیرہ حیوان ماکول، اور اکل کو مختص کیا جائے گا اکل انسان کے ساتھ، اب امید ہے کہ سب عبارات اور ان کا تدافع حل ہو گیا ہوگا، فقط واللہ تعالی وعلمہ أتم وأحکم (امداد الفتاوی ۹۰/۴)۔

''ویقول الحنفیة بحرمة الانتفاع بالخمر فی التداوی بالاحتقان وسقی الدواب والإقطار فی الإحلیل ذلك لأن الانتفاع بالنجس حرام فإذا حرم سقی الدواب بالنجس حرم إطعامها به'' (موسوعہ فقہیہ ۱۰۸/۴۰، شامی ۲۸/۱۰)

مالکیہ وشوافع کا مذہب:

مالکیہ اور شوافع نے نجس چارہ جانوروں کو کھلانے کی اجازت دی ہے، ''أجاز الشافعیة والمالکیة إطعام العلف النجس أو المتنجس للدواب کما أجاز واسقی الماء المتغیر من نجس للبهائم والزرع'' (الموسوعة الفقهیه ۱۰۸/۴۰)۔

''وینتفع جوازا بمتنجس من الطعام والشراب واللباس کزیت ولبن وخل ونبیذ لا نجس فلا ینتفع به إلا جلد المیتة المدبوغ علی ما مر أو میتة تطرح لکلاب أو شحم میتة لدهن عجلة نحوها وفی غیر آدمی فلا یأکله ولا یشربه ولا یدهن به إلا أن الإدهان به مکروه علی الراجح'' (شرح کبیر ۶۰/۱)۔

''(قوله وفی غیر آدمی) أی وفی غیر أکل آدمی فلا یجوز للآدمی أکله ولو غیر مکلف والخطاب لولیه ومثل الأکل الشرب، وإنما قدرنا ذلك، لأنه لا یصح نفی کل منافع الآدمی لجواز استصباحه بالزیت المتنجس وعمله صابونًا وعلفه الطعام المتنجس للدواب وإطعامه العسل للنحل ولبسه الثوب المتنجس فی غیر المسجد وغیر الصلاة وهو من منافعه'' (دسوقی ۶۱/۱)۔

''فی روضة الطالبین: وإذا عجن دقیقًا بماء نجس وخبزه فهو نجس یحرم أکله ویجوز أن یطعمه لشاة وبعیر ونحوهما ونص علیه الشافعی ونقله البیهقی فی السنن الکبری فی باب نجاسة الماء الدائم عن نصه واستدل له بحدیث صحیح فی فتاوی صاحب الشامل أنه یکره إطعام الحیوان الماکول نجاسة وهذا لا یخالف ما نص علیه الشافعی فی الطعام لأنه لیس بنجس العین، قال ابن الصباغ ولا یکره أکل البیض المسلوق بماء نجس کما لا یکره الوضوء بماء سخن بالنجاسة'' (روضة الطالبین ۲۷۹/۳)۔

حنابلہ کا مذہب:

حضرات حنابلہ غیر ماکول اللحم جانور کو نجس چارہ کھلانے کی اجازت دیتے ہیں لیکن ماکول اللحم جانور کو نجس چیز کھلانے کی اجازت نہیں دیتے، البتہ اگر ماکول اللحم جانور کو نجس چیز کھلانے کے بعد فی الفور ذبح نہ کرنا ہو بلکہ اس کو تین دن تک پاکیزہ حلال چارہ کھلانے کے بعد ذبح کرنا ہو تو اس کی بھی اجازت ہے۔

''أجاز الحنابلة إطعام ذلك لما لا یؤکل لحمه من الدواب، ولم یجیزوا إطعامه لما یؤکل منها إلا أن یکون إذا أطعمه لم یذبح حتی یکون له ثلاثة أیام علی معنی الجلالة'' (الموسوعة الفقهیه ۱۰۹/۴۰)۔

''فقد سئل أحمد عن خباز خبز خبزا فباع منه، ثم نظر فی الماء الذی عجن منه فإذا فیه فارة ... ویطعمه من الدواب ما لا یؤکل لحمه، ولا یطعم لما یؤکل إلا أن یکون إذا أطعمه لم یذبح حتی یکون له ثلاثة أیام علی

معنى الجلالة. قال: ليس هذا بمنزلة الميتة إنما اشتبه عليه، قيل له فهو بمنزلة كسب الحجام يطعم النواضح. قال هذا أشد عندى لا يطعم الرقيق لكن يعلفه البهائم، قيل له أين الحجة؟ قال: حدثنا عبد الصمد عن صخر عن نافع عن ابن عمر أن قومًا اختبزوا من آبار الذين مسخوا، فأمرهم رسول الله ﷺ أن يهريقوا ما استقوا من بئارها، وأن يعلفوا الإبل العجين، وأمرهم أن يستقوا من البئر التى كان تردها الناقة'' (الموسوعة الفقهيه ۴۰/ ۱۰۹)۔

حاصل: یہ کہ حضرات احناف کے نزدیک نجس وناپاک غذا اور چارہ ماکول اللحم جانور کو کھلانا جائز نہیں، البتہ مالکیہ اور شوافع کے مذہب کے مطابق نجس چارہ کھلانے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، اسی طرح سے حضرات حنابلہ کے مذہب کے مطابق بھی اجازت معلوم ہوتی ہے بشرطیکہ ذبح سے پہلے تین دن تک نجس غذا و چارہ کو روک کر پاکیزہ غذا دی جائے، لھذا اگر مناسب متبادل موجود ہو تو جان بوجھ کر ماکول اللحم جانوروں کو نجاست آمیز چارہ کھلانے کی ہرگز اجازت نہیں، لیکن اگر کسی چارے کے بارے میں نجس ہونے کا یقینی علم نہیں تو جب تک یقینی علم نہ ہو اس کو پاک ہی مانا جائے گا، اور اس کی تفتیش وتحقیق کی فکر میں پڑنے سے حرج وتنگی ہے اور شریعت کے مقصد کے بھی خلاف ہے، جیسا کہ حضرت عمرؓ کے ارشاد ''لاتخبرنا یاصاحب الحوض'' سے معلوم ہوتا ہے، اس لئے تحقیق وتفتیش کی بالکل فکر نہ کرے۔

ماکول اللحم جانور کو حرام ونجس غذا کھلانے کے بعد اس کے گوشت کا حکم اور مذاہب فقہاء:

مذہب احناف:

ایسے ماکول اللحم جانور جن کو نجاست آمیز غذا کھلائی جائے تو اس کے حکم میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس کے گوشت وغیرہ میں نجاست کی بو وغیرہ نہیں محسوس ہوتی ہے تو اس کا گوشت کھانا جائز ہے، کیونکہ نجاست آمیز غذا کھانے کے بعد جب اس کا اثر باقی نہیں رہا تو اس سے پیدا ہونے والے گوشت وغیرہ انقلاب ماہیت کی وجہ سے جائز اور حلال ہیں، البتہ جو جانور اکثر نجاست کھاتے ہوں اور ان کے گوشت وغیرہ میں نجاست کی بدبو پیدا ہو جائے تو ایسی صورت میں فی الفور اس کا گوشت کھانا جائز نہیں، البتہ اگر اس کی نجاست والی غذا کو بند کر کے صرف پاک وحلال غذا اتنے دنوں تک دی جائے کہ اس کے گوشت وغیرہ سے نجاست کی بدبو ختم ہو جائے اس کے بعد اس کو کھانا جائز ہے۔

''عبارة الحنفية: يكره لحم الجلالة ولبنها، كما يكره لحم الأتان ولبنها ولبن الخيل، وبول الإبل، وأجازه (أى بول الإبل ولحم الفرس) أبويوسف للتداوى به، وتحبس الجلالة حتى يذهب نتن لحمها، وقدر بثلاثة أيام لدجاجة، وأربعة لشاة، وعشرة لإبل وبقر على الأظهر، ولو أكلت الجلالة النجاسة وغيرها بحيث لم ينتن لحمها، حلت كما حل أكل جدى غذّى بلبن خنزير؛ لأن لحمه لايتغير، وما غذّى به يصير مستهلكًا لا يبقى له أثر وعليه: لا بأس بأكل الدجاج لأنه يخلط أكل النجس مع غيره، ولا يتغير لحمه'' (الفقه الاسلامى / ۵۱۲)۔

ائمہ ثلاثہ کا مذہب:

حضرات شوافع ومالکیہ کے یہاں جانور کو نجاست آمیز دوا کھلانے کی اجازت ہے، اس کا گوشت بھی ان کے یہاں حلال ہے، البتہ جس جانور کی اکثر غذا نجاست ہو تو ائمہ ثلاثہ کے یہاں اس پر جلالہ کا حکم عائد ہوگا، یعنی اس کا گوشت کھانا شوافع ومالکیہ کے یہاں مکروہ ہے اور حنابلہ اس کو حرام قرار دیتے ہیں، لیکن اگر ایسے جانور کو نجس غذا روک کر کے حلال چارہ کھلایا جائے تو اس کی کراہت اور حرمت باقی نہیں رہے گی، البتہ حلال چارہ کھلانے کی مدت میں شافعیہ وحنابلہ کا اختلاف ہے۔ شافعیہ کے یہاں اونٹ جیسے جانور کو چالیس دن اور بکری جیسے جانور کو سات دن اور مرغی جیسے جانور کو تین دن حلال چارہ کھلانے کے بعد شوافع کے یہاں اس کے گوشت میں کوئی کراہت باقی نہیں رہے گی، اور حنابلہ کی ایک روایت اسی کے مطابق ہے، اور ایک دوسری روایت میں امام احمد سے تین دن تک صرف حلال چارہ کھلانے کے بعد اس کو کھانے کی اجازت منقول ہے، خواہ جانور چھوٹا ہو یا بڑا۔

''فأباح المالكية كما بينا أكل لحم الجلالة وكرهها مالك وأحمد فى رواية عنه والحنفية والشافعية وحرمها

الحنابلة'' (الفقه الاسلامی / ۵۱۱)۔

''وعبارة الشافعية: يكره أكل الجلالة وهي التي أكثر أكلها العذرة (الغائط) من ناقة أو شاة أو بقرة أو ديك أو دجاجة، لحديث ابن عمر المتقدم، ولا يحرم أكلها لأنه ليس فيها أكثر من تغيير لحمها. وهذا لا يوجب التحريم، فإن أطعم الجلالة طعامًا طاهرا لم يكره، لقول ابن عمر: ''تعلف الجلالة علفًا طاهرا: إن كانت ناقة أربعين يومًا، وإن كانت شاة سبعة أيام وإن كانت دجاجة ثلاثة أيام'' (الفقه الاسلامی / ۵۱۳)۔

خلاصہ بحث:

خلاصہ بحث یہ ہے کہ فارم کی مرغیوں وغیرہ کو گرچہ نجاست آمیز غذا دغیرہ کھلائی جاتی ہوتو بھی اس کا گوشت شرعاً حلال ہے، کیونکہ جلالہ کے گوشت میں کراہت تحریمی کی علت صرف نجاست کھانا نہیں ہے، بلکہ اس کی وجہ سے اتنا تغیر پیدا ہوجانا ہے کہ گوشت میں بدبو آنے لگے، اس لئے جو جانور نجاست کے ساتھ دوسری غذا بھی کھاتا ہے اس میں چونکہ یہ بدبو پیدا نہیں ہوتی اس لئے اس کا کھانا بلا کراہت جائز ہے۔

''أن الكراهة في الجلالة لمكان التغير والنتن لا لتناول النجاسة ولهذا إذا خلطت لا يكره وإن وجد تناول النجاسة لأنها لا تنتن فدل أن العبرة للنتن لا لتناول النجاسة'' (بدائع الصنائع ۵/ ۴۰)۔

فتوی بمذہب الغیر کی ضرورت:

جب ائمہ مجتہدین کے درمیان کسی حکم میں اختلاف ہو اور کسی مجتہد کے مقلد پر تقلید کی صورت میں حرج ومشقت ہو تو اس وقت دوسرے مذہب پر سہولت وآسانی کے لئے عمل کرنے کی اجازت حضرات اکابر حضرت گنگوہیؒ، حضرت تھانویؒ، مفتی محمد شفیع صاحبؒ وغیرہم نے دی ہے خصوصاً باب معاملات میں، اور مرغی فارم وغیرہ میں یہ معاملات سے جڑا ہوا ہے، اگر اس کے لئے دستیاب چارے وغیرہ پر پابندی لگائی جائے اور دوسرے کسی خاص قسم کے چارے پر مجبور کیا جائے جب کہ دوسرے قسم کے چارے اس طرح کے موجود نہ ہوں جن سے ضرورت پوری ہوسکے تو ایسی صورت میں دستیاب چارہ ضرورت ومجبوری کی وجہ سے استعمال کرنا جائز ہوگا، ورنہ یہ کاروبار بالکل ختم ہوجائے گا اور مسلمان مزید تنگی کے شکار ہوں گے؛ لہذا اگر کسی مذہب کے مطابق اس کو کھلانے کی گنجائش نکلتی ہے تو تیسیرُ اللناس اس پر عمل کی اجازت ہوگی،

''لأن المشقة تجلب التيسير والحرج مدفوع، الأمر إذا ضاق اتسع''۔

غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال:

غذائی اشیاء میں مضر صحت چیزوں کے استعمال کا اگر صارفین کو علم ہو تو مکروہ ہے، اور اگر صارفین کو علم نہ ہو تو حرام وناجائز ہے۔ ''لحنة الظلم والخداع''، كما مر تفصيله۔

مضر صحت ملی ہوئی اشیاء کا خود استعمال کرنا اور دوسرے کو استعمال کرانا:

اگر اس کا ضرر کھلا ہوا نہ ہو اور ضرر کے ساتھ نفع بھی ملا ہو تو اس کا استعمال جائز ہے لیکن مکروہ ہے، اور جو حکم کھانے کا ہے وہی حکم کھلانے کا ہے بشرطیکہ دوسرا بھی اس کے ضرر کے پہلو سے واقف ہو، کیونکہ حضرات فقہاء نے کھانے کھلانے کا حکم یکساں مانا ہے یعنی جس کا کھانا جائز اس کا کھلانا جائز ہے، اور جس کا کھانا ناجائز اس کا کھلانا بھی ناجائز، ''فإنما حرم لبسه وشربه حرم إلباسه وإشرابه'' (شامی ۹/ ۵۲۲)۔

مضر صحت چیزوں کی خرید وفروخت:

جس چیز کے استعمال کی جائز صورت موجود ہو اس کی خرید وفروخت بھی جائز ہے، اور جس چیز کے استعمال کی جائز صورت نہ ہو اس کی خرید وفروخت بھی جائز نہیں (انعام الباری ۶/ ۲۰۹)۔

خلاصہ جواب:

۱- پیداوار بڑھانے کے لئے یا پھلوں کی حفاظت کے لئے جن دواؤں اور کھادوں کا استعمال عام ہے ان کے استعمال کی شرعاً اجازت ہے؛ کیونکہ ان کا مناسب غیر مضر متبادل دستیاب نہیں، اور صارفین کو عموماً اس کے استعمال کا علم ہوتا ہے اس لئے دھوکہ نہیں اور پہنچنے والے نقصان کا اخفاء نہیں، اور اس کا زہر موجب ہلاکت نہیں، مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر سمیت آمیز دوا وکھاد کے استعمال کی اجازت ہے ممانعت نہیں۔

۲- پھلوں کو پکائے جانے والے جن کیمیکل کا استعمال عام ہے کراہت کے ساتھ ان کی بھی اجازت ہے، البتہ ترکاری کے حجم کو بڑھانے والے زہریلے انجکشن کی ممانعت ظلم وخداع پر مبنی ہونے کی وجہ سے ہوگی، لیکن اگر ایسے انجکشن کا استعمال پکانے والے کیمیکل کی طرح سے عام ہو جائے تو پھر اس کا استعمال مکروہ ہوگا ناجائز نہیں۔

۳- دودھ کی تکثیر کے لئے لگائے جانے والے انجکشن سے اگر واقعۃً ضرر ہوتا ہو تو صارفین کے علم میں لاکر کراہت کے ساتھ اس کے استعمال کی اجازت ہوگی، اور بغیر علم میں لائے ناجائز وحرام۔

۴- (الف) مغربی ممالک سے سپلائی کئے جانے والے مرغی ومچھلی کے چارے کی نجاست اگر صرف شک اور گمان کے درجہ میں ہے، اس کے نجاست کا کوئی علم نہیں بلکہ صرف شبہ ہے تو اس چارے کے کھلانے میں کوئی کراہت نہیں، ایسے چارے پاک مانے جائیں گے، البتہ اگر ان چاروں میں نجس اشیاء کے شامل ہونے کا یقین اور ظن غالب ہو تو حنفی حضرات کے نزدیک ایسا چارہ کھلانا جائز نہیں، البتہ مالکیہ وشوافع کے نزدیک جائز ہے، لہذا اگر ان کی نجاست کا شامل ہونا متحقق ہو جائے اور کوئی پاک مناسب چارہ دستیاب نہ ہو تو مالکیہ وشوافع کے مذہب کے مطابق عمل کی گنجائش ہے۔

(ب) نجاست ملی ہوئی غذا جن جانوروں وغیرہ کو کھلائی گئی ہو اس کا گوشت حلال ہے، اس میں کوئی کراہت نہیں بشرطیکہ اس کے گوشت میں نجاست کی بدبو پیدا نہ ہوئی ہو۔

۵- غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال یہ عیب کے درجہ میں ہوگا، لہذا اگر صارفین کو علم ہو تو کراہت کے ساتھ جائز ہے، اور اگر صارفین کو علم نہ ہو تو کتمان عیب میں داخل ہو کر ناجائز وحرام ہے۔

اور جو حکم شریعت میں کسی چیز کے کھانے کا ہوتا ہے وہی حکم دوسرے کو کھلانے کا بھی ہوتا ہے، اور چونکہ غذائی مصنوعات گرچہ مضر صحت اجزاء پر مشتمل ہوں، تو بھی نفع وضرر دونوں کے مشترک ہونے کی وجہ سے نفع کا اعتبار کرتے ہوئے اس کا کھانا جائز ہے اور ضرر کے پہلو سے مکروہ، پس ایسی چیزوں کا کھانا کھلانا بہتر نہیں، اور یہی حکم اس کی خرید وفروخت کا ہے بشرطیکہ کسی کو دھوکہ وغیرہ نہ دیا جائے؛ ''مفہوم الآیۃ:

إن ما كانت منافعه ومصالحه أكثر من مفاسده فإن الله لا يحرمه ولا يمنعه'' (بحوث هيئة كبار العلماء ۱/۵۸)۔

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی ارریادی[1]

انسان کی منجملہ بڑی ضروریات میں سے غذا بھی ہے بلکہ انسان کی زندگی اسی پر موقوف ہے، اسی لئے اللہ نے ماکولات ومشروبات کی حلت وحرمت کے سلسلہ میں ایک اصول اور ضابطہ بیان کردیا ہے کہ طیبات حلال ہیں اور خبائث حرام۔ "وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ" (الأعراف: ۱۵۷)،

نیز شریعت میں جہاں اور چیزوں کی ایک حد بیان کی گئی ہے وہیں کھانے، پینے کے آداب اور حلال وحرام کے اصول بھی موجود ہیں، چنانچہ ارشاد باری ہے: "كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ" (الأعراف: ۳۱)۔

البتہ بعض چیزیں اخلاقی اعتبار سے یا صحت کے لحاظ سے انسان کے لئے نقصان دہ ہیں اور انسان کو مضرت سے بچانا شریعت کا بنیادی مقصد ہے؛ کیونکہ شریعت کے احکام کی بنیاد مصالح عباد پر ہے، چنانچہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فإن الشريعة مبناها وأساسها على الحكم ومصالح العباد في المعاش والمعاد وهي عدل كلها ورحمة كلها ومصالح كلها وحكمة كلها (إعلام الموقعين ۳/ ۳)۔

علامہ شاطبی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: "أن التكاليف كما تقدم مشروعة لمصالح العباد، ومصالح العباد إما دنيوية وإما أخروية" (الموافقات ۵/ ۱۷۸)۔

نیز دوسری جگہ لکھتے ہیں: "وهي أن وضع الشرائع إنما هو لمصالح العباد في العاجل والآجل معا" (الموافقات ۲/ ۹)۔

اور ایک جگہ فرماتے ہیں: "أن الأحكام شرعت لمصالح العباد" (الموافقات ۲/ ۱۲۰)۔

لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان جن غذاؤں کا استعمال کرتا ہے یا جن مشروبات سے لطف اندوز ہوتا ہے، ان میں اکثر پاک ہیں، اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ بنیادی طور پر انسانی غذا میں کام آنے والی چیزیں دو طرح کی ہیں: ایک نباتات، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَعِنَبًا وَقَضْبًا وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا وَحَدَائِقَ غُلْبًا وَفَاكِهَةً وَأَبًّا مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ (عبس: ۲۴-۳۲)۔

دوسرے حیوانات، ارشاد باری ہے:

"وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ (المؤمنون: ۲۱)۔

انہیں دونوں چیزوں کا ذکر سورہ انعام میں اس طرح آیا ہے:

"وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أُكُلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشًا كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ" (الأنعام: ۱۴۱-۱۴۲)۔

البتہ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ نباتات میں سے اکثر چیزیں حلال ہیں، صرف وہ جو نشہ آور ہوں یا صحت کے لئے مضر ہوں ان سے اجتناب کا حکم

---

[1] دار العلوم الہیہ، سرینگر، کشمیر۔

دیا گیا ہے، جبکہ حیوانات میں بیشتر چیزوں کو منع کیا گیا ہے، اسی اصول کے پیش نظر ان دونوں قولوں کے درمیان تطبیق دینا آسان ہوجاتا ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے یا حرمت؟ جن فقہاء نے اباحت کا قول اختیار کیا ہے اس کو ہم نباتات پر محمول کریں گے اور جنہوں نے حرمت کو ترجیح دی ہے اس کو ہم حیوانات پر منطبق کرسکتے ہیں:

''وَفِي شَرْحِ الْمَنَارِ لِلْمُصَنِّفِ: الْأَشْيَاءُ فِي الْأَصْلِ عَلَى الْإِبَاحَةِ عِنْدَ بَعْضِ الْحَنَفِيَّةِ، وَمِنْهُمُ الْكَرْخِيُّ وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ: الْأَصْلُ فِيهَا الْحَظْرُ، وَقَالَ أَصْحَابُنَا: الْأَصْلُ فِيهَا التَّوَقُّفُ بِمَعْنَى أَنَّهُ لَا بُدَّ لَهَا مِنْ حُكْمٍ لٰكِنَّا لَمْ نَقِفْ عَلَيْهِ بِالْعَقْلِ'' (انتهى)۔

''وَفِي الْهِدَايَةِ مِنْ فَصْلِ الْحِدَادِ: إِنَّ الْإِبَاحَةَ أَصْلٌ (انتهى) (الأشباه والنظائر لابن نجیم ۱/ ۶۶)۔

جیسا کہ اصحاب ظواہر نے ممانعت کے قول کو معاملات و شروط کے ساتھ خاص کیا ہے، علامہ ابن تیمیہ رقمطراز ہیں:

''الأصل في العقود والشروط فيها ونحو ذلك الحظر إلا ماورد الشرع بإجازته فهذا قول أهل الظاهر (القواعد النورانية الفقهية ۱/ ۱۸۴)۔

اور فخر الاسلام علامہ بزدوی نے اباحت کے قول کو زمانہ فترت کے ساتھ مخصوص کیا ہے جس کے ناقل علامہ حموی ہیں۔

یا مثلاً مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے اس پر تفصیل سے روشنی ڈالنے کے بعد تطبیق دی ہے، وہ لکھتے ہیں:

پس حاصل یہ کہ عبادات میں اصل حرمت و ممانعت ہے جب تک کہ شارع کی طرف سے اس کے ثبوت پر کوئی دلیل موجود نہ ہو، اور معاملات اور اشیاء میں اصل اباحت ہے، اگر اس کی حرمت پر کوئی نص صراحتاً یا اشارۃً وارد نہ ہو (قاموس الفقہ ۱/ ۴۶۶)۔

بہر حال موجودہ دور میں اس مسئلہ نے اس لئے زیادہ اہمیت اختیار کرلی ہے کہ نباتی اور حیوانی غذائی اشیاء سے کھانے پینے کے لئے مختلف مصنوعات تیار کی جاتی ہیں، اور جو چیزیں حلال ہیں ان میں بھی تیز رفتار نمو پیدا کرنے، تازگی برقرار رکھنے، دیرپا بنانے، لذت میں اضافہ کرنے اور خوشنما شکل دینے کے لئے مختلف ایسے اجزاء استعمال کئے جاتے ہیں جو انسانی صحت کے لئے سخت نقصان کا باعث بنتے ہیں۔

اس تمہید کے بعد سمینار کے سوالوں کے جوابات بالترتیب دیئے جارہے ہیں:

جواب ۱- اس سوال کے دو پہلو ہیں: ایک پیداوار میں اضافہ کے لئے کھاد وغیرہ کا استعمال کرنا، دوسرا پہلو ہے پھلوں پر دواؤں کا چھڑکاؤ کرنا۔

سماد یعنی زمین میں کھاد ڈالنا۔ اس کی تعریف ہے:

''وَالسَّمَادُ مَا يُطْرَحُ فِي أُصُولِ الزَّرْعِ وَالْخُضَرِ مِنْ تُرَابٍ وَسِرْجِينٍ، وَنَحْوِ ذٰلِكَ لِيَجُودَ نَبَاتُهُ'' (الموسوعة الفقهية الكويتيه ۲۵/ ۲۳۶)۔

الفاظ کی عمومیت اس بات کی دلیل ہے کہ کھاد ڈالنے کا مقصد، زیادتی فصل ہے۔

جہاں تک پیداوار بڑھانے کے لئے زمین میں سمیت والی کھاد کے استعمال کی بات ہے تو اس کے جواز میں کوئی دو رائے نہیں، کیونکہ ہر زمانہ میں پیداوار بڑھانے کے لئے مختلف شکلیں اختیار کی گئی ہیں؛ چنانچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی کاشت کار صحابہ کرام تابیر نخلہ کیا کرتے تھے، ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کی بنا پر پیداوار میں کمی ہوگئی تو سبب دریافت کرنے پر آپ کو بتایا گیا کہ ہم تابیر نخلہ کیا کرتے تھے لیکن آپ کی ممانعت کی بنا پر ہم نے ترک کردیا جس کی بنا پر کاشت میں کمی ہوئی ہے، یہ سن کر آپ نے ان سے فرمایا: ''أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ''۔

''عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ وَعَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَوْمٍ يُلَقِّحُونَ فَقَالَ: لَوْ لَمْ تَفْعَلُوا لَصَلُحَ، قَالَ: فَخَرَجَ شِيصًا فَمَرَّ بِهِمْ فَقَالَ: مَا لِنَخْلِكُمْ؟ قَالُوا: قُلْتَ كَذَا وَكَذَا قَالَ: أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ'' (صحيح مسلم ۱۲/ ۵۴، حديث نمبر: ۴۳۵۸)۔

حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ پیداوار میں اضافہ کرنے کی شکل اختیار کرنا ممنوع نہیں، البتہ اس کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں، چنانچہ آج بھی بہت سارے علاقوں میں گوبر اور راکھ وغیرہ ڈالا جاتا ہے، لیکن دور جدید میں اس کی جگہ کھاد کا استعمال عام ہو گیا ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے پیداوار میں زیادہ اضافہ ہوتا ہے اور نکلنے والی چیز جلدی حاصل ہو جاتی ہے۔

دوسری حدیث میں آیا ہے: ''عَنْ سِمَاكٍ أَنَّهُ سَمِعَ مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ مَرَرْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَخْلٍ فَرَأَى قَوْمًا يُلَقِّحُونَ النَّخْلَ فَقَالَ: مَا يَصْنَعُ هٰؤُلَاءِ؟ قَالُوا: يَأْخُذُونَ مِنَ الذَّكَرِ فَيَجْعَلُونَهُ فِي الْأُنْثَى قَالَ: مَا أَظُنُّ ذٰلِكَ يُغْنِي شَيْئًا فَبَلَغَهُمْ فَتَرَكُوهُ فَنَزَلُوا عَنْهَا فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّمَا هُوَ الظَّنُّ إِنْ كَانَ يُغْنِي شَيْئًا فَاصْنَعُوهُ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَإِنَّ الظَّنَّ يُخْطِئُ وَيُصِيبُ وَلٰكِنْ مَا قُلْتُ لَكُمْ قَالَ اللّٰهُ فَلَنْ أَكْذِبَ عَلَى الله'' (سنن ابن ماجه ۷/ ۳۲۲، حديث نمبر: ۲۴۶۱)۔

آج کے سائنسی دور میں جن چیزوں کو لوگ بطور کھاد استعمال کرتے ہیں، اور ان کو سب سے زیادہ پیداوار میں مفید مانتے ہیں اگر غور کیا جائے تو دور صحابہ میں بھی لوگ ان کو استعمال کرتے تھے، چنانچہ روایت میں آیا ہے:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَابَيْ كَذَا قَالَ يَزِيدُ قَالَ: كَانَ سَعْدٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَحْمِلُ مِكْتَلَ عُرَّةٍ إِلَى أَرْضٍ لَهُ'' (السنن الكبرى للبيهقي وفي ذيله الجوهر النقي ۶/ ۱۳۸، حديث نمبر: ۱۲۰۹۴)۔

مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوا کہ پائخانہ یعنی انسانی غلاظت کو بطور کھاد استعمال کرنے کا رواج عہد صحابہ میں بھی تھا؛ لیکن اس کے برخلاف دوسری روایتیں بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی غلاظتوں کو بطور کھاد استعمال کرنا درست نہیں، اسی بناء پر فقہاء کے مابین اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے کہ کن ناپاک چیزوں کو بطور کھاد استعمال کرنا درست ہے اور کن کو ناجائز، چنانچہ الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ میں ہے:

''ذَهَبَ الْمَالِكِيَّةُ وَالشَّافِعِيَّةُ إِلَى أَنَّ مِنَ الطَّاهِرِ الزَّرْعَ الَّذِي سُقِيَ بِنَجِسٍ أَوْ نَبَتَ مِنْ بَذْرٍ نَجِسٍ وَظَاهِرُهُ نَجِسٌ فَيُغْسَلُ قَبْلَ أَكْلِهِ وَإِذَا سَنْبَلَ فَحَبَّاتُهُ الْخَارِجَةُ طَاهِرَةٌ قَطْعًا وَلَا حَاجَةَ إِلَى غَسْلِهَا. وَهٰكَذَا الْقِثَّاءُ وَالْخِيَارُ وَشِبْهُهُمَا يَكُونُ طَاهِرًا وَلَا حَاجَةَ إِلَى غَسْلِهِ. وَاسْتَثْنَى الشَّافِعِيَّةُ رَوْثَ الْكَلْبِ وَالْخِنْزِيرِ فَلَمْ يُجِيزُوا التَّسْمِيدَ بِأَيٍّ مِنْهُمَا. وَذَهَبَ الْحَنَفِيَّةُ إِلَى أَنَّهُ يَجُوزُ التَّسْمِيدُ بِالنَّجَاسَاتِ، وَالزُّرُوعُ الْمَسْقِيَّةُ بِالنَّجَاسَاتِ لَا تَحْرُمُ وَلَا تُكْرَهُ. وَظَاهِرُ مَذْهَبِ الْحَنَابِلَةِ تَحْرُمُ الزُّرُوعُ وَالثِّمَارُ الَّتِي سُقِيَتْ بِالنَّجَاسَاتِ أَوْ سُمِّدَتْ بِهَا'' (الموسوعة الفقهية الكويتيه ۲۵/ ۲۳۷)۔

گویا مالکیہ اور شوافع کے نزدیک ناپاک کھاد سے تیار شدہ فصل کا کھانا جائز ہے جبکہ اس کے ظاہر پر کوئی ناپاکی نہ ہو، البتہ شوافع نے کتے اور خنزیر کے پائخانہ کا استثناء کیا ہے کہ ان سے کسی بھی صورت میں کھاد بنانا جائز نہیں۔

حنفیہ نے نجاستوں سے کھاد بنانے کی اجازت دی ہے لہذا ان فصلوں کا کھانا اور استعمال کرنا احناف کے نزدیک نہ تو حرام ہوگا اور نہ ہی مکروہ۔ اور حنابلہ نے ان فصلوں کا کھانا حرام قرار دیا ہے جن کو ناپاکی سے سیراب کیا گیا ہو یا ان پر ناپاک کھاد ڈالا گیا ہو۔

حنابلہ کے دلائل:

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كُنَّا نُكْرِي أَرْضَ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَنَشْتَرِطُ عَلَيْهِمْ أَنْ لَا يَدْمُلُوهَا بِعَذِرَةِ النَّاسِ'' (السنن الكبرى للبيهقي وفي ذيله الجوهر النقي ۶/ ۱۳۹، حديث نمبر: ۱۲۰۹۷)۔

(۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّهُ كَانَ يَشْتَرِطُ عَلَى الَّذِي يُكْرِيهِ أَرْضَهُ أَنْ لَا يَعُرَّهَا وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ يَدَعَ عَبْدُ اللّٰهِ الْكِرَاءَ (السنن الكبرى للبيهقي وفي ذيله الجوهر النقي ۶/ ۱۳۹، حديث نمبر: ۱۲۰۹۶)۔

(۳) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ: أَنَّ رَجُلًا كَانَ يَزْرَعُ أَرْضَهُ بِالْعَذِرَةِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: أَنْتَ الَّذِي تُطْعِمُ النَّاسَ مَا يَخْرُجُ مِنْهُمْ'' (مصنف ابن أبي شيبه ۷/ ۶۹، حديث نمبر: ۲۲۸۰۶)۔

(۴) عقلی دلیل یہ ہے کہ نجاست کے اثرات نباتات میں باقی رہتے ہیں، اور استحالہ کی وجہ سے ناپاک چیز پاک نہیں ہوتی ہے۔

دلائل کا جائزہ:

حنابلہ کی پہلی دلیل کے بارے میں امام بیہقی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ دوسری اور تیسری دلیل سے معلوم ہو رہا ہے کہ انسانی غلاظتوں سے کھاد بنانے کا رواج عہد صحابہ میں بھی تھا، تب ہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایسے کھاد نہ ڈالنے کی شرط لگاتے تھے، اور تب تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے پوچھا تھا۔ ''أنت الذي تطعم الناس ما يخرج منهم''؟۔

اور جہاں تک چوتھی دلیل کا تعلق ہے وہ استحالہ پر مبنی ہے اور استحالہ کے بارے میں گو امام احمد کے قول مشہور کے مطابق تحویل حقیقت کی وجہ سے تحویل حکم نہیں ہوتا، لیکن سرخیل فقہاء حنابلہ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ بھی استحالہ کے قائل ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

''لأن الله أباح الطيبات وحرم الخبائث وذلك يتبع صفات الأعيان وحقائقها فإذا كانت العين ملحا أو خلا دخلت في الطيبات التي أباحها الله ولم تدخل في الخبائث التي حرمها الله وكذلك التراب والرماد وغير ذلك لا يدخل في نصوص التحريم'' (مجموع الفتاوى ۲۱/ ۲۸۱ ومابعدها)۔

اور ابن عقیل فرماتے ہیں کہ جن حدیثوں میں منع کیا گیا ہے ان میں زیادہ سے زیادہ کراہت مراد لی جاسکتی ہے حرمت نہیں، اور وہ ناپاک اس لئے نہیں ہوں گے کہ ان میں استحالہ پایا جاتا ہے، اور استحالہ کی وجہ سے شئی میں تبدیلی آجاتی ہے جیسا کہ خون اگر وہ دودھ بن جائے تو پاک ہوجاتا ہے (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیہ ۲۵/ ۲۳۷)۔

احناف اور دیگر ائمہ کے دلائل:

(۱) عن محمد بن إسحاق عن عبد الله بن بابي بكذا قال يزيد قال: كان سعد يعني ابن أبي وقاص رضي الله عنه يحمل مكتل عرة إلى أرض له'' (السنن الكبرى للبيهقي وفي ذيله الجوهر النقي ۶/ ۱۳۸، حديث نمبر: ۱۲۰۹۴)۔

(۲) عن محمد بن عبد الرحمن، عن بابي مولى أم سلمة، أو عائشة، قال: رأيت سعدا يحمل مكتلا من عذرة الناس إلى أرض له، يقال لها: زغابة، فقلت له، يا أبا إسحاق، أتحمل هذا؟ قال: إن مكتل عرة مكتل حب'' (مصنف ابن أبي شيبه ۷/ ۷۰، حديث نمبر: ۲۲۸۰۹)۔

(۳) عن ابن إسحاق عن عبد الله بن بابا عن سعد مثل ذلك إلا أنه قال: وقال سعد: مكتل عرة مكتل بر. قال أبو عبيد: قال الأصمعي: العرة هي عذرة الناس'' (السنن الكبرى للبيهقي وفي ذيله الجوهر النقي ۶/ ۱۳۹، حديث نمبر: ۱۲۰۹۵)۔

(۴) اجماع

بلکہ اوری نجس کھاد والی فصلوں کی بیع کی صحت پر اجماع فعلی کے قائل ہیں، کیونکہ اسی میں لوگوں کی مصلحتیں ہیں اور اس سے لوگوں کی ضروریات وابستہ ہیں (اسنی المطالب شرح روض الطالب ۷/ ۴۰۷)۔

صاحب المجموع شارح المہذب علامہ نووی رحمہ اللہ نے نجس چیز کی وصیت پر تفصیل سے گفتگو کرنے کے بعد لکھا ہے کہ عہد حاضر میں کھاد کی سب سے عمدہ قسم حیوانی فضلات اور انسانی غلاظت ہے اور اس پر متخصصین کا اجماع ہے۔ لہذا ان کی وصیت جائز ہوگی، کیونکہ انہیں انسان بطور کھاد استعمال کرکے نفع اٹھاتا ہے۔

''فإن الإجماع بين المتخصصين منعقد على أن أعلى أنواع السماد وأسلمها للأرض وأعظمها إخصابا للتربة هو الأسمدة العضوية كالروث والبراز الحيواني والآدمي لهذا أجاز الوصية بكل نافع ولو كان نجسا'' (المجموع شرح المهذب ۱۵/ ۴۳۹)۔

شرح ممتع علی زاد المستقنع میں آیا ہے کہ نجس چیزوں کو بطور کھاد استعمال کرنا حرام ہے، لیکن اکثر اہل علم نے جائز قرار دیا ہے،

''لو أن الإنسان سمد بنجس كان حرامًا، لكن أكثر أهل العلم يجيزون السماد بالنجس وأن تسمد الأشجار والزروع بروث الحمير وعذرات الإنسان'' (الشرح الممتع على زاد المستقنع ۸/ ۱۲۲)۔

حنابلہ ہمارے اجماع کا جواب دیتے ہیں کہ امام ماوردی نے اپنی کتاب حاوی میں نقل کیا ہے کہ:

''إن هذا الإجماع إجماع العوام، إنما وقع بفعل الناس وليس بإجماع من يُعتدُّ بقوله ويُعتدُّ بإجماعه؛ لأن الإجماع إنما يكون من المجتهدين وليس من العوام، فالذي يبيعه ويأخذه هم العوام وليس العلماء الذين يُحكم بإجماعهم واجتهادهم''۔

اور احناف کی مشقت والی بات کا جواب دیتے ہیں کہ یہاں کوئی مشقت نہیں؛ کیونکہ مشقت کا تحقق وہاں ہوتا ہے جہاں بدل نہ ہو، یہاں تو سماد طاہر بدل موجود ہے لہذا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے۔

نیز جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی صحت کا خیال کرتے ہوئے جلالہ کے کھانے سے منع کیا ہے تو کیا نباتات کے ضرر کو برداشت نہ کرلیا جائے گا۔ جبکہ اس میں دوسرا بھی پہلو موجود تھا کہ جلالہ کے گوشت میں انسانی صحت کو جتنا نقصان ہوسکتا تھا وہ نباتات کے نقصانات سے کم ہے؛ کیونکہ انسانی بدن میں اللہ نے قوت مدافعت رکھی ہے لہذا جلالہ کے گوشت میں کم نقصان کے باوجود آپ نے منع کردیا تو کیا خیال ہے نباتات کے نقصانات کے بارے میں جس میں اثر قبول کرنے کی زیادہ صلاحیت ہوتی ہے؟ نباتات غذائی اثر کو قبول کرتی ہیں، اس بناء پر ناپاک کھاد والی غذا کا استعمال کرنا مباح نہ ہوگا (شرح زاد المستقنع للشنقیطی ۲/ ۲۰۸)۔

ان سب کا جواب استحالہ ہے۔ اور علامہ نووی کی مذکورہ بالا وضاحت ہے۔

سنن ابی داؤد کی شرح میں عبد المحسن العباد نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ ان نباتات کو جن پر ناپاک کھاد ڈالا جاتا ہے یا نالیوں کے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے، کیا جلالہ پر قیاس کرنا صحیح ہے؟

اس کے جواب میں انہوں نے لکھا ہے کہ گندی نالیوں کے پانی یقیناً ناپاک ہیں؛ لیکن اگر فصل میں ناپاک کھاد کا استعمال کیا گیا اس کے بعد دوسرا پاک پانی ڈالا گیا جس کی وجہ سے کھاد میں تبدیلی آگئی اور اس کا اثر ختم ہوگیا تو اس کا حکم اس فصل کی طرح نہ ہوگا جس کو ہمیشہ ناپاکی سے ہی سیراب کیا جاتا ہے (شرح سنن ابی داؤد عبد المحسن العباد ۲۰/ ۶۴)۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس کھاد میں سمیت ہو اگر اس کو استعمال کیا گیا پھر استحالہ ہوگیا تو اس کا سابق حکم باقی نہیں رہے گا، بلکہ ان فصلوں اور پھلوں کا استعمال بالکل جائز ہوگا۔

الفقہ الاسلامی وادلتہ میں ہے کہ جانوروں کے فضلات کی بیع اصلاً مکروہ ہے، کیونکہ وہ نجس ہیں، اس کے باوجود اگر ان کو کھاد اور فصل میں زیادتی کی غرض سے زمین میں ڈالا جائے اور ان سے فائدہ اٹھایا جائے تو کوئی حرج نہیں، اسی طرح انسانی فضلات کی بیع مکروہ ہے، لیکن صاحب کتاب نے لکھا ہے کہ حنفیہ کے یہاں صحیح یہ ہے کہ ناپاک چیز کی بیع جائز ہے (الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۴/ ۲۳۳)۔

علامہ ابن عابدین شامی نے {لأن لحمه لا يتغير} کے ذیل میں لکھا ہے کہ ابوسعود میں ایک جزئیہ ہے کہ نجس پانی سے کھیتوں کی سینچائی کرنا اکثر فقہاء کے نزدیک نہ حرام ہے اور نہ مکروہ [فَرْعٌ] فِي أَبِي السُّعُودِ: الزُّرُوعُ الْمَسْقِيَّةُ بِالنَّجَاسَاتِ لَا تَحْرُمُ وَلَا تُكْرَهُ عِنْدَ أَكْثَرِ الْفُقَهَاءِ'' (رد المحتار ۲۶/ ۳۰۵)۔

(۵) عقل

اگر اس کی ممانعت ہوگی تو لوگ مشقت میں پڑجائیں گے؛ کیونکہ غلے کم ہوجائیں گے جس کی وجہ سے بازار میں مہنگائی بڑھ جائے گی اور شریعت میں

حرج مدفوع ہے۔ قولہ تعالیٰ:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ [الحج: ۷۸]، قوله تعالى. يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرة: ۱۸۵)، وَقَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ الدِّينِ إِلَى اللَّهِ الْحَنِيفِيَّةُ السَّمْحَة'' (صحيح البخاري ۱/ ۶۸)۔

''المشقة تجلب التيسير لأن الحرج مدفوع بالنص'' (شرح القواعد الفقهيه للزرقا ۱/ ۸۸)۔

(۶) قواعد فقہیہ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کچھ اصول الاشباہ والنظائر سے ذکر کردیا جائے تاکہ مسئلہ کی نزاکت بھی اجاگر ہوجائے۔

{۱} الْقَاعِدَةُ الثَّانِيَةُ: الْأُمُورُ بِمَقَاصِدِهَا

كَمَا عَلِمْتَ فِي التُّرُوكِ وَذَكَرَ قَاضِي خَانَ فِي فَتَاوَاهُ إِنَّ بَيْعَ الْعَصِيرِ مِمَّنْ يَتَّخِذُهُ خَمْرًا إِنْ قَصَدَ بِهِ التِّجَارَةَ فَلَا يَحْرُمُ وَإِنْ قَصَدَ بِهِ لِأَجْلِ التَّخْمِيرِ حَرُمَ وَكَذَا غَرْسُ الْكَرْمِ عَلَى هَذَا (انتهى) (الأشباه والنظائر لابن نجيم ۱/ ۲۷)۔

کھاد ڈالنے کا مقصد پیداوار میں اضافہ ہے نہ کہ انسانی بدن کو نقصان پہونچانا۔ جیسا کہ مذکورہ بالا عبارت دلالت کررہی ہے کہ اگر عصیر عنب {انگور کا رس} شراب بیچنے والے کے ہاتھوں فروخت کیا جائے تو حرام ہے اور اگر تجارت کی غرض سے فروخت کیا جائے تو حرام نہیں ہے۔

(۲) الْقَاعِدَةُ الثَّالِثَةُ: الْيَقِينُ لَا يَزُولُ بِالشَّكِّ۔ ان غذاؤں کا مباح ہونا یقینی ہے، اور کینسر کا خطرہ محض ظن ہے، اس لئے ناجائز نہیں ہوسکتا ہے۔

(۳) الْأَصْلُ بَقَاءُ مَا كَانَ عَلَى مَا كَانَ۔ ان اشیاء کا اصل حلال ہونا ہے لہذا شک کی بنیاد پر ان پر حرمت نہیں آسکتی ہے۔

ان اسباب میں سے جن کی وجہ سے شریعت کے احکام میں تخفیف ہوجاتی ہے ایک سبب عسر اور عموم بلوی بھی ہے، اگر ان چیزوں کو حرام اور ممنوع قرار دیا جائے تو لوگ حرج اور تنگی میں مبتلا ہوجائیں گے؛ کیونکہ ان چیزوں کا استعمال بکثرت ہوتا ہے۔

(۴) السَّادِسُ: الْعُسْرُ وَعُمُومُ الْبَلْوَى۔

(۵) أَنَّ الْأَمْرَ إِذَا ضَاقَ اتَّسَعَ، وَإِذَا اتَّسَعَ ضَاقَ۔

(۶) الْأُولَى: الضَّرُورَاتُ تُبِيحُ الْمَحْظُورَاتِ۔

سوال میں یہ شبہ ظاہر کیا گیا ہے کہ انسان اگر اس کو اصلی حالت میں کھالے تو موت واقع ہوسکتی ہے، اس شبہ کی وجہ سے حکم نہیں بدلے گا؛ کیونکہ جب اس کھاد کو زمین میں ڈال دیا جاتا ہے یا اس کو کھیت میں استعمال کردیا جاتا ہے تو وہ اپنی اصلی شکل میں باقی نہیں رہتی ہے، بلکہ زمین میں مل جانے کی وجہ سے اس کی حقیقت بدل جاتی ہے اور حقیقت وماہیت کے بدل جانے سے حکم کا بدل جانا معلوم ہے۔

اور قلب ماہیت کے سلسلہ میں گرچہ فقہائے امت کے درمیان کچھ تفصیل ہے لیکن جزوی طور پر شوافع، مالکیہ اور حنابلہ بھی شراب کے خود بخود سرکہ بن جانے پر پاکی کا حکم لگاتے ہیں۔

فَتَخَلَّلَتْ يَحِلُّ الْخَلُّ الْحَاصِلُ عِنْدَ الْحَنَفِيَّةِ وَالْمَالِكِيَّةِ وَالشَّافِعِيَّةِ .وَقَالَ الْحَنَابِلَةُ: إِنْ نُقِلَتِ الْخَمْرُ مِنْ مَوْضِعٍ إِلَى آخَرَ. فَتَخَلَّلَتْ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُلْقَى فِيهَا شَيْءٌ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ قَصَدَ تَخْلِيلَهَا حَلَّتْ بِذَلِكَ. لِأَنَّهَا تَخَلَّلَتْ بِفِعْلِ اللَّهِ تَعَالَى (الموسوعة الفقهية الكويتيه ۵/ ۲۹، ومابعدها)۔

ذَهَبَ الْحَنَفِيَّةُ وَالْمَالِكِيَّةُ، وَهُوَ رِوَايَةٌ عَنْ أَحْمَدَ إِلَى أَنَّ نَجِسَ الْعَيْنِ يَطْهُرُ بِالِاسْتِحَالَةِ (الموسوعة الفقهية الكويتيه ۱۰/ ۲۷۸)

اور احناف تو اس کو ہر چیز میں مؤثر مانتے ہیں: لِأَنَّهُ تَغَيَّرَ وَالتَّغْيِيرُ يُطَهِّرُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ وَيُفْتَى بِهِ لِلْبَلْوَى (البحر الرائق ۲/ ۳۸۹)۔

ان کے علاوہ امام غزالی، علامہ قرافی مالکی، ابن تیمیہ، ابن حزم ظاہری اور ابن القیم بھی قلب ماہیت کو تسلیم کرتے ہیں (إحیاء علوم الدین ۱/ ۱۳۰، الذخیرہ ۱/ ۱۸۸؛ المحلی ۱۳۸/۱)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی فرماتے ہیں کہ عملی صورت حال، لوگوں کی ضرورت اور ان کا دستور یہ سب حنفیہ کے مسلک پر عمل کی تائید کرتے ہیں (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱/ ۱۱۳)۔

حاصل جواب یہ ہے کہ اگر ان کھادوں کی سمیت زمین میں مل جانے کی وجہ سے بدل جائے اور ان کی وہ تاثیر باقی نہ رہے تو ایسے پھلوں کو استعمال کرنا مباح ہوگا۔

ملک العلماء علامہ کاسانی نے لکھا ہے کہ زمین کی فطرت ہے کہ وہ اشیاء کو بدل دیتی ہے، اور ان کو اپنی طبیعت کی طرف منتقل کر دیتی ہے، لہذا وہ مرور زمانہ کی وجہ سے مٹی ہو جاتی ہیں، اور نجس باقی نہیں رہتیں۔ لأن من طبع الأرض أنها تحيل الأشياء، وتغيرها إلى طبعها، فصارت ترابا بمرور الزمان، ولم يبق نجس أصلا (بدائع الصنائع ۱/ ۳۶۶)۔

دوسرا شبہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ سمیت زمین کے واسطہ سے پودوں میں شامل ہو جاتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سمیت کا اتنا اثر پودوں میں شامل نہیں ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے انسان کی جان جا سکتی ہے، اس لئے حرام کہنا تو مشکل ہے؛ البتہ اس کے مضر صحت ہونے میں کوئی دو رائے نہیں ہے، لیکن اس کی مقدار کافی کم ہوتی ہے، اب یہاں دو پہلو سامنے آ گئے، اگر اس اعتبار سے غور کیا جائے کہ وہ صحت کے لئے مضر ہے اس لئے اس کا استعمال کرنا جائز نہ ہوگا، لیکن دوسرے پہلو پر غور کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس میں ابتلاء عام ہے، کن کن چیزوں سے انسان پرہیز کرے گا، آج ہر چیز میں کھاد استعمال کیا جاتا ہے، اس کے بغیر کوئی خالص چیز تیار ہوتی بھی نہیں اور دستیاب بھی نہیں اور دریافت کرنا بھی ابتلاء فی الحرج ہے اور حرج شریعت میں مرفوع ہے، اس لئے ابتلاء عام اور یسر کے پیش نظر استعمال کرنا جائز ہوگا۔

کیونکہ عموم بلویٰ کے زیادہ تر مسائل کی اساس تساہل اور چشم پوشی پر ہوتی ہے، ان میں عام لوگوں کو دقتوں سے بچانے کے لئے کئی طرح کے منفی امکانات واحتمالات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، علامہ حصکفی رحمہ اللہ نے الخزائن کے حوالہ سے تیس سے زیادہ ان مطہرات کا حوالہ دیا ہے جو بعض یقینی شبہات کے باوجود تطہیر کا فائدہ دیتے ہیں (تفصیل کے لئے دیکھئے: جدید فقہی تحقیقات، ص ۱۴۵)۔

لیکن اگر ان کھادوں کا اثر اس حد تک ہو جائے کہ ان کا استعمال یقینی طور پر بیماری کا سبب بنتا ہو تو جائز نہ ہوگا؛ کیونکہ انسانی زندگی کی حفاظت پھلوں کی حفاظت سے مقدم ہے۔

اس سوال کا دوسرا پہلو ہے دواؤں کا پھلوں میں چھڑکاؤ کرنا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آج اس کے لئے بہت ساری لیبارٹریز قائم کی جا چکی ہیں اور یہ لیبارٹریاں انٹرنیشنل لیول پر بھی ہیں اور نیشنل لیول پر بھی، ان کا ماننا ہے کہ زہر آلود دواؤں کا چھڑکاؤ پھلوں کی حفاظت کے لئے کیا جاتا ہے، ماہرین اور اس شعبہ میں کام کرنے والوں سے پوچھے جانے پر انہوں نے بتایا کہ ان پھلوں کو ایسے ہی عام مارکیٹ میں نہیں لایا جاتا بلکہ بہت ساری لیبارٹریاں ٹیسٹ کرتی ہیں کہ پھلوں کے پکنے یا قابل استعمال ہونے سے کتنے دن قبل ان دواؤں کا استعمال صحت کے لئے مضر ہو سکتا ہے اور کتنے دن قبل چھڑکاؤ کرنے سے صحت کے لئے مضر نہیں ہو سکتا ہے، اس کی تائید کے لئے ڈاکٹر اشرف وانی کی یہ تحریر کافی چشم کشا ہے، وہ لکھتے ہیں:

سائنسدانوں کے سامنے ایک چیلنج ہے، وہ دیکھ رہے ہیں کہ ایک طرف روز بروز آبادی بڑھتی ہی جا رہی ہے جبکہ زمین جتنی پہلے تھی آج بھی اتنی ہی ہے بلکہ آبادی بڑھنے کی وجہ سے لوگ ان زمینوں کو بھی مکانوں میں تبدیل کرتے جا رہے ہیں جن میں کل تک لوگ فصل اگا رہے تھے، آبادی کے اضافے اور پیداوار کے درمیان بیلنس کس طرح قائم رہ سکتا ہے؟ اور لوگوں کی غذائی ضروریات کی تکمیل کس طرح ہو سکتی ہے؟

چنانچہ یہی وہ نقطہ ہے جس کی وجہ سے پیداوار کی بیج میں صلاحیت بڑھانے اور فصل کو بیماریوں اور کیڑے مکوڑوں سے بچاؤ میں سائنسدان محو ہیں، یہ بات اس مثال سے صاف ظاہر ہو جاتی ہے کہ دیسی گائے، جرسی گائے کے مقابلہ میں بہت کم کھا سکتی ہے لہذا اسی تناسب سے دونوں کے دودھ کی مقدار کے درمیان واضح اور بین فرق ہے، بعینہ یہی مثال ہے پودوں کی کہ جب تک ان پودوں میں کھانے کی صلاحیت میں اضافہ نہیں ہو سکتا ہے اس وقت تک پیداوار میں اضافہ کی

بھی کوئی امید نہیں رکھی جاسکتی ہے،اب یہ صلاحیت اگر قدرتی نظام کو بگاڑے بغیر بلکہ اس نظام کو بہت مستحکم اور مزید سائنسی ٹیکنالوجی کی مدد سے بروئے کار لائی جائے تو کوئی بھی چیز ناممکن نہیں ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے یہ نظام موجود رکھا ہے،اسی میں غور وفکر،تدبر و تفکر سے بہت سارے نظام کو وجود ملتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت سارے سائنسدان مختلف شعبوں کو جنم دیتے ہیں،اوران کی یہ کوشش نہ صرف عام آدمی کو فائدہ پہنچاتی ہے بلکہ بسااوقات ان کے اہل وعیال بھی روٹی کھانے کے مستحق اور قابل بنتے ہیں،لیکن جو بھی کوشش قدرتی نظام سے ہٹ کر کی جاتی ہے وہی سوالیہ نشان بن جاتی ہے، جیسے پیداوار بڑھانے کے لئے جراثیم کا استعمال مثلاً B T,Cotton.BT,Brinjal آج کل سوالیہ نشان بن گئے ہیں؛ کیونکہ ان میں ایک جراثیم کو فصل میں پیداوار بڑھانے کی غرض سے ڈال کر پیداوار کی صلاحیت کو بڑھانے کی کوشش کی گئی ہے،لیکن اس کے مضر اثرات کا کوئی بھی اندازہ لگانا قبل از وقت ہوگا۔

البتہ پیداوار کو بیماریوں اور کیڑے مکوڑوں سے بچانے کے لئے دوائیوں کا استعمال اس لئے ضروری ہے کہ پیداوار کا مقرر کردہ Target اس کے بیج کی صلاحیت کو مدنظر رکھ کر دوائیوں کا استعمال ضروری ہے،البتہ ان کا صحیح استعمال یعنی مقدار اور استعمال کا وقت، اور طریقہ استعمال کا خاص خیال رکھا جائے، سائنسدانوں نے جو بات اس سلسلہ میں کہی ہے اس کی رعایت کی جائے تو نقصان کا اندیشہ کم رہ جاتا ہے، نیز فصل کی کٹائی کے وقت یہ دوائی فصل میں MRL(Maximum Residue Level) سے کم ہوتا کہ یہ کھانے والوں کے لئے برے اثرات کا باعث نہ بن سکے؛ کیونکہ سائنسدان یہ ہدایت فراہم کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں کہ کس قسم کی دوائی استعمال کرنے کی وجہ سے کتنی دیر اور کتنے وقت کے بعد فصل کاٹ سکتے ہیں، یا فصل پر چھڑکنے کے بعد کتنے دنوں تک انتظار کیا جائے، اس کے بعد استعمال کر سکتے ہیں، اس کو وہ waiting period کہتے ہیں۔ان میں سے کچھ دوائیوں کے نام یہاں درج کئے جاتے ہیں:

دوائیوں کے نام	تعیین مدت	اشیاء	مقدار {ppm}
۱-Dimethoate	8	پھل	2
		مرچی	0.5
۲-Chlorpyrifos	9	چاول/گیہوں	0.05
		پھل	0.5
		تیار شدہ دال وغیرہ	0.01
۳-Malathion	5	چاول/گیہوں	4
		تیار چاول	1
		پھل	4
		ترکاری	3
		ڈرائی فروٹ	8
۴-Hexaconazole	4	سیب	0.1
		آم	0.02
		چاول	0.02
		مونگ پھلی	0.02

		چائے	0.02
		انگور	0.1
		مرچی	0.5
		آلو	0.02
		سویابین	0.02
۵-Difenoconazole	5	مرچی	0.002
		چاول	0.002
۶-Endosulfan	12	پھل	2
		کاٹن	0.5
		بنگالی دال	0.2
		کبوتر کا دانہ	0.1
		مچھلی	0.2
		مرچی	1
		الھیل	1
۷-Cypermethrin	11	گیہوں	0.05
		بیگن	0.2
		بند گوبھی	2
		اوکرا	0.2
		پولٹری	0.2
		چاول	0.01
۸-Fenazaquin	6	چائے	3
۹-Fenpropoximate	6	مرچی	1
		چائے	0.02

10-Dichlorvos	7	چاول/گیہوں	1
		ترکاری	0.15
		پھل	0.1

مذکورہ بالا تحریر اور اوپر کی تفصیل سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اگر ان اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے پیداوار میں ان دوائیوں کا چھڑکاؤ کیا گیا جو سائنسدانوں نے فراہم کیا ہے تو نقصان کا اندیشہ بہت ہی کم رہ جاتا ہے۔ بلہذا ایسی چیزوں کا کھانا اور استعمال کرنا حلال ہوگا، نیز اس قسم کی دوائیوں کا چھڑکاؤ پھلوں میں بھی درست ہوگا، لیکن اگر ان حدود کو پار کرتے ہوئے جن کو سائنسدانوں نے متعین کیا ہے اگر ان کا استعمال کیا گیا اور ان کو پھلوں پر ڈالا گیا تو یہی چیزیں انسانی زندگی کے لئے خطرہ کا باعث بن جائیں گی، اور ان کا استعمال کرنا حلال نہ ہوگا، جیسا کہ ڈاکٹر اشرف وانی صاحب نے BT, Cotton، BT, Brinjal کے بارے میں لکھا ہے کہ:

آج کل BT, Brinjal، BT, Cotton سوالیہ نشان بن گئے ہیں، کیونکہ ان میں ایک جراثیم فصل میں پیداوار بڑھانے کی غرض سے ڈال کر پیداوار کی صلاحیت کو بڑھانے کی کوشش کی گئی ہے، لیکن اس کے مضر اثرات کا کوئی بھی اندازہ لگانا قبل از وقت ہوگا۔

لہذا اگر ایسی ہی صورتحال دیگر چیزوں میں متحقق ہوجائے تو پھر ان کا استعمال کرنا ممنوع ہوگا۔

اس جزء میں سعودی لیبارٹری ٹیسٹ کے بعد ہندوستان کی ہری مرچیوں اور یورپین یونین کا ہندوستانی آموں پر پابندی عائد کرنے کا شبہ ظاہر کیا گیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً کسی لیبارٹری ٹیسٹ کو ہم یقین کا درجہ نہیں دے سکتے ہیں۔

العبرة للغالب الشائع لا للنادر (شرح القواعد الفقهیه للزرقا/۱۳۳)۔

ثانیاً: ممکن ہے کہ ان ملکوں نے اپنے باشندگان کو احتیاطاً اس کا حکم دیا ہو۔

ثالثاً: یہ بھی عین ممکن ہے کہ کچھ مرچیاں یا کچھ آم ایسے وقت میں توڑ کر سپلائی کردیے گئے ہوں جبکہ ابھی ان دواؤں کا اثر ان میں باقی ہوں۔ اور انہیں آموں یا مرچیوں کا ٹیسٹ ہوا ہو، جس کی بنا پر انہوں نے پابندی عائد کی ہوں۔

رابعاً: ہندوستان کے مقابلہ میں دوسرے ممالک اس سلسلہ میں بہت زیادہ حساس ہیں، وہ معمولی سائڈ ایفیکٹ والی چیزوں کے استعمال سے اپنے ملک کے لوگوں کو روکتے ہیں، تاکہ انسانی صحت متاثر نہ ہو، حتیٰ کہ پیراسیٹامول کی گولیاں جن کو برصغیر کے لوگ ٹافی سمجھ کر کھا جاتے ہیں، امریکہ میں ممنوع ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہاں تلاش بسیار کے باوجود کہیں کسی دوکان میں نہیں مل سکتیں۔

ان کے برعکس نہ صرف ہندوستان بلکہ پاکستان، بنگلہ دیش اور نیپال وغیرہ کے کاشتکار جب اپنے کھیتوں یا باغوں میں دوائیوں کا چھڑکاؤ کرتے ہیں تو وہ ماسک یا کوئی کپڑا اپنی ناک میں لگانے کی زحمت بھی گوارہ نہیں کرتے، اور ستم ظریفی تو یہ ہے کہ اگر اسی حالت میں اس کی اہلیہ کھانا لے کر پہونچ جائے تو وہ خود بھی کھاتے ہیں اور بسا اوقات اپنے معصوم اور چھوٹے بچوں کو بھی اسی زہر آلود اور مسموم فضا میں لقمہ ڈالتے رہتے ہیں، بلکہ مشاہدہ تو یہ ہے کہ اپنی شریک حیات کو بھی شریک موت بنانے سے باز نہیں رہتے ہیں۔

خامساً: ممکن ہے کہ جن آموں یا مرچیوں کا ٹیسٹ کیا گیا تھا ان پر Fungus یعنی لاوا آ گیا ہو جو Aflotixin یعنی ایک قسم کا زہریلی مادہ بن جاتا ہے جس کا مضر صحت ہونا متحقق ہو چکا ہے، اس لئے انہوں نے ان پر پابندی عائد کی ہو۔

سادساً: عالمی تجارتی منڈیوں کی بھی اس طرح کی سازش اور پالیسی بھی ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کو تو غیر معیاری سامان بھیجتے ہیں اور ان کے بدلے میں وہ ان سے معیاری سامان لیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ جانچ کے بعد اس کا انکشاف ہو گیا ہو، جس کی وجہ سے انہوں نے پابندی لگا دی ہو۔

اس لئے بہتر تو یہ ہے کہ ایسی کھادوں یا ایسی دوائیوں سے اجتناب کیا جائے جن سے انسانی صحت متاثر ہوتی ہو اور ان کا متبادل تلاش کیا جائے؛ تاہم اگر ان کا استعمال معیار کے مطابق ہو تو پھل پاک وحلال ہوگا، معیار سے ہٹ کر ہوگا تو وہ نقصان کا باعث ہونے کی وجہ سے ممنوع ہوگا۔

جواب: ۲- اس میں بھی دو پہلو ہیں: ایک ان زہریلی دواؤں کا خارجی استعمال، دوسرا داخلی استعمال؛ کیونکہ ایسی زہریلی دواؤں کا استعمال عام طور پر دو طرح سے کیا جاتا ہے: ایک خارجی دوسرا داخلی۔

خارجی کا مطلب یہ ہے کہ پھلوں کو ان کی شاخوں پر پکنے کا موقعہ دیئے جانے سے قبل ہی درخت سے اتار لیا جاتا ہے پھر ان کو کسی بند کمرہ میں جمع کر کے رکھ دیا جاتا ہے، ان کے اطراف واکناف میں یا کبھی ان پھلوں میں ایسی دوائیاں اور زہریلی گیس رکھ دیئے جاتے ہیں کہ ان دواؤں کی گرمی کی وجہ سے وہ چیزیں پک جاتی ہیں، آج کل عموماً آم اور کیلوں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا جاتا ہے۔

تو کیا ان زہریلی دواؤں اور کیمیکل کا ایسا خارجی استعمال درست ہے جن کا اثر ان پھلوں پر پڑتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ پھلوں کو پکانے کے لئے ایسی تدبیر کرنے میں کوئی حرج نہیں؛ کیونکہ اس سے کاشت کاروں کا دو مقصد ہوتا ہے، ایک مال کی حفاظت، کیونکہ فی زمانہ اگر پھلوں کو درخت پر پکے جانے تک چھوڑ دیا جائے تو چوری ہوجانے کا ظن غالب ہے، نیز اس میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ سارے پھل ایک ساتھ نہیں پکتے ہیں جس کی وجہ سے روزانہ تھوڑا تھوڑا پکے ہوئے پھلوں کو اتارنا باعث تکلیف بھی ہے۔

اور دوسرا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایک ساتھ ان کو اتار کر بیچ لیا جائے اور حفاظت کے بار سے سبکدوش ہوجانے کے ساتھ ساتھ یکمشت رقم بھی حاصل ہوجائے۔

اور جب ایسے کیمیکل سے پکے ہوئے پھل بازار میں آتے ہیں تو احتیاطاً ان پھلوں کو دھو کر استعمال کرنے کی میڈیکل ماہرین صلاح دیتے ہیں، تاکہ نقصان کا باعث نہ ہو۔

ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ بطور خاص اس طرح کا خارجی استعمال Ethylene oxide نامی دوائی کا ہوتا ہے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ پھلوں کو بند کمرہ میں رکھ دینے کے بعد اس دوائی کا ان پر چھڑکاؤ کر دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے پھل جلدی پک جاتے ہیں۔ لیکن اس کا کوئی سائڈ ایفیکٹ نہیں ہے، یا یہ ایسی کوئی زہریلی دوائی نہیں جس کی وجہ سے صحت حد درجہ متاثر ہوتی ہو، جیسا کہ سوالنامہ میں اس شق پر زور دیا گیا ہے۔ لہذا خارجی استعمال درست ہوگا۔

اور داخلی استعمال کا مطلب یہ ہے کہ پھلوں کے حجم کو بڑھانے کے لئے یا جلد تیار کرنے کی غرض سے یا کبھی پھلوں کی حفاظت کے لئے ان کے درختوں یا درختوں کی شاخوں پر انجکشن لگایا جاتا ہے۔

گرچہ ان انجکشنوں کا براہِ راست پھلوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا؛ بلکہ ان کے درختوں میں یہ دوائیاں ڈالی جاتی ہیں، درختوں کے واسطے سے پھل اثر قبول کرتے ہیں، اور اس کی نظیر شریعت میں موجود ہے کہ مثلاً اگر کوئی روزہ دار ہے اسے سخت پیاس لگ گئی چنانچہ اس نے پیاس بجھانے کی غرض سے غسل کر لیا جس کی وجہ سے پیاس ختم ہوگئی، تو اس کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹے گا؛ کیونکہ براہ راست اس کے معدہ یا دماغ میں کوئی چیز داخل نہیں ہوئی، بلکہ مسامات کے واسطہ سے اسے ٹھنڈک حاصل ہوئی ہے۔

یا اس نے پیٹ اور دماغ کے علاوہ جسم کے کسی حصہ میں انجکشن لگوایا اور دوائی اس کے بدن میں پہنچی، لیکن اس کے باوجود اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔

یا گلوکوز لگوایا، جس کی وجہ سے اس کی بھوک کم ہوگئی یا اس کے جسم کو ایک قسم کی تقویت ملی تب بھی اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: لَا يُكْرَهُ، وَهُوَ الْأَظْهَرُ لِمَا رُوِيَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ مَاءً مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ، وَهُوَ صَائِمٌ (البحر الرائق ٦/ ٢٢٣) والاغتسال والتلفف بثوب مبتل للتبرد على المفتى به (نور الایضاح ۱/ ۱۱۰)۔

لیکن ان دونوں میں بنیادی فرق ہے کہ روزہ دار یہ سب تدبیریں آسانی تن اور صلاح بدن کے لئے کرتا ہے جبکہ یہاں انجکشنوں کی وجہ سے فسادِ بدن لازم آرہا ہے؛ اس لئے اس طرح کا زہر آلود مادوں کا استعمال ممنوع ہوگا۔

البتہ ماہرین اطباء کا کہنا ہے کہ اس کے لئے عموماً Auxin نامی انجکشن لگوایا جاتا ہے، لیکن اس کا بھی کوئی سائڈ ایفیکٹ نہیں ہے، یا یہ ایسی زہریلی دوائی نہیں جس کی وجہ سے انسانی صحت کو حد درجہ نقصان پہنچ سکتا ہو، خصوصاً یہ انجکشن آڑو وغیرہ کے درخت میں لگایا جاتا ہے؛ البتہ اس دوائی کا بھی ایک معیار ہے، اگر اس معیار کا خیال نہ رکھا گیا تو اس کے برے نتائج سامنے آتے ہیں، مثلاً نر پھولوں کو مادہ اور مادہ پھولوں کو نر بنا دیتی ہے۔

جبکہ بعض دوسرے اطباء کا کہنا ہے کہ اس کے لئے Steroids لگاتے ہیں جس کی وجہ سے ترکاریوں کے حجم میں اچانک غیر معمولی فرق آجاتا ہے اور وہ بہت جلد بڑے ہوجاتے ہیں، نیز غیر موسمی پھل کبھی کبھار بازار میں جو نظر آجاتے ہیں وہ اسی دوائی کا کرشمہ ہے۔

ان اطباء کا یہ بھی ماننا ہے کہ یہ وہ دوائی ہے جس کی وجہ سے انسانی صحت بہت زیادہ متاثر ہوتی ہے، اور اس کا استعمال نہایت شدید مجبوری ہی کے وقت ہوتا ہے، مثلاً ایک آدمی درد سے پریشان ہے، کسی دوائی سے اس کو آرام نہیں مل رہا ہے تو اس وقت یہ دوائی دی جاتی ہے، لیکن اس سے وقتی طور پر اسے آرام تو مل جاتا ہے مگر ہمیشہ کے لئے وہ پریشان ہوجاتا ہے؛ کیونکہ یہ قلب وجگر پر اٹیک کرتی ہے۔

اوپر کی تحریر سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اس کے لئے دوائیوں کی مختلف قسمیں ہیں، اور ان کا معیار بھی ہے، اب ان دوائیوں کا داخلی استعمال کا حکم اس طرح ہوگا کہ اگر ان میں Auxin نامی دوائی یا اس طرح کی دوائی کا استعمال ہوا تو فی نفسہ کوئی حرج نہیں ہے، لیکن یہ امر مخفی ہے کہ کس پر کونسی دوائی ڈالی جارہی ہے؛ اس لئے حکم اس کی بنیاد پر نہیں لگے گا اور یہ بھی ممنوع ہوگا، اور اگر ان میں Steroids نامی یا اس طرح کی دوسری دوائیوں کا استعمال کیا جائے تو ممنوع ہونے میں کوئی دورائے نہیں؛ کیونکہ اس کا مضر صحت ہونا محقق ہوچکا ہے۔

وہ دوائیاں جن کو اشیاء میں ڈالنے کی وجہ سے چیزیں دیرپا ہوجاتی ہیں اور دیکھنے میں بھی خوشنما نظر آتی ہیں، نیز ان کے رنگ، بو، مزہ اور ان کی تازگی برقرار رہتی ہے۔

Food Additives

1-Sunset yellow

2-Sulfates

3-Carmine

4-Benzoic acid

5-Polysorbate

6-Nitrite

7-Galates

8-Sucrose esters

ان دوائیوں میں سے صرف {۶} کے بارے میں ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ یہ دوائی جس میں ملی ہوئی ہو وہ چیز مضر صحت ہوگی، کیونکہ اس سے معدہ کا کینسر ہوتا ہے، لہذا اس کا استعمال درست نہ ہوگا، اور ان کے علاوہ مضر صحت نہیں ہے اس لئے ان کا استعمال درست ہوگا۔

جواب: ۳-دیکھا گیا ہے اور اس کا تجربہ بھی ہے کہ بعض اوقات جب گائیں دودھ دینا کم کردیتی ہیں یا اس کا دودھ بند ہوجاتا ہے اور ایسا عموماً سردی کے موسم میں سردی کی کثرت کی وجہ سے ہوتا ہے تو اسے کھری {یعنی سرسوں وغیرہ سے تیل نکالنے کے بعد ما بقیہ اشیاء} دیا جاتا ہے، اس کے کھانے کی وجہ سے جانور میں گرمی پیدا ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے اس کے دودھ کی مقدار میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

یا کبھی جانوروں کو گڑ کھلایا جاتا ہے تاکہ اس کی وجہ سے گرمی حاصل ہو، چنانچہ اس کے کھانے کے بعد دودھ کی مقدار میں نمایاں فرق آجاتا ہے۔

لیکن ان تجربات کی وجہ سے جانوروں کو نقصان نہیں ہوتا ہے بلکہ ان کے جسم کو تقویت ملتی ہے، جبکہ انجکشن کے بارے میں بعض اطباء سے پوچھے جانے پر انہوں نے کہا کہ جس جانور میں جتنی دودھ دینے کی فطری صلاحیت ہوتی ہے وہ اتنا ہی دودھ دیتا ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ انجکشن لگانے کی وجہ سے وہ مقدار جو وہ بعد میں دیتا فی الحال پوری کردیتا ہے، لیکن اس کی وجہ سے اس کے طبعی اور فطری دودھ میں اضافہ نہیں ہوتا، بلکہ جو چیز تھوڑی تھوڑی بعد میں ملتی تھی وہ جلد ہی حاصل

ہوجاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس جانور کی صحت پر اس کا کافی برا اثر پڑتا ہے؛ کیونکہ دودھ کی زیادہ مقدار کم مدت میں حاصل کرنے کی وجہ سے اس کی ہڈیاں کمزور پڑجاتی ہیں، اور اس کی صحت متاثر ہوجاتی ہے۔

اگرچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ (المؤمنون: ۲۱)

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ (النحل: ۶۶)

جس کی بنیاد پر جانوروں سے فائدہ اٹھانا ممنوع نہیں، لیکن اگر ایسا فائدہ حاصل کیا جائے جس کی وجہ سے انکی صحت متاثر ہوتی ہو درست نہ ہوگا۔

دلیل:

(۱) عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَاءَمَكُمْ مِنْ مَمْلُوكِيكُمْ فَأَطْعِمُوهُ مِمَّا تَأْكُلُونَ وَاكْسُوهُ مِمَّا تَلْبَسُونَ، وَمَنْ لَمْ يُلَائِمْكُمْ مِنْهُمْ فَبِيعُوهُ وَلَا تُعَذِّبُوا خَلْقَ اللَّهِ (سنن أبي داود ۱۳/ ۲۷۴، حديث نمبر: ۴۴۹۳)۔

(۲) اور وہ حدیث بھی جو یعلی بن مرہ الثقفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک اونٹ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کثرت عمل اور قلت علف کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: فَأَحْسِنُوا إِلَيْهِ (شرح السنۃ ۱/ ۸۷۶)۔

(۳) اور دوسری روایت میں آیا ہے: عن أبي كبشة السلولي ثنا سهل بن حنظلة: أن رسول الله صلى الله عليه و سلم مر ببعير قد لحق ظهره ببطنه فقال: اتقوا الله في هذه البهائم المعجمة اركبوها صالحة و كلوها صالحة (صحيح ابن خزيمة ۴/ ۱۴۳، حديث نمبر: ۲۵۴۵)۔

(۴) وصرح الرازي في "المحصول": أن الأصل في المنافع الإذن، وفي المضار المنع (إرشاد الفحول إلي تحقيق الحق من علم الأصول ۲/ ۲۸۴)۔

لہذا تعذیب حیوان کے تحت آنے کی وجہ سے یہ عمل ممنوع ہوگا۔

اس لئے بہتر یہ ہے کہ ان دیہاتی تجربات کو ہی بروئے کار لایا جائے جن میں جانوروں کی صحت متاثر نہیں ہوتی ہے؛ تاہم اگر موجودہ دور کے اعتبار سے انجکشنوں کا استعمال کیا گیا تو کوشش اس بات کی ہونی چاہئے کہ وہ مضر صحت نہ ہوں جیسا کہ کچھ دوائیاں ایسی ہیں جن کا کوئی سائڈ ایفیکٹ نہیں اور وہ دودھ بڑھانے میں معاون بھی ہوتی ہیں، جیسے: Oxytocin، اس دوائی کے بارے میں ڈاکٹروں کی تحقیق ہے کہ اس میں کینسر نہیں ہوتا ہے، اور یہ مضر صحت نہیں ہے۔

لیکن اگر ایسی دوائیاں استعمال کی گئیں جو مضر صحت ہوں تو ان کا استعمال کرنا نہ صرف جانوروں میں ممنوع ہوگا بلکہ ان جانوروں سے نکلنے والے دودھ کا استعمال بھی ممنوع ہوگا؛ کیونکہ اس کا اثر دودھ میں بھی آجاتا ہے جو انسانی صحت کے لئے حد درجہ نقصان دہ ہے اور وہ ہے Steroids، اس دوائی اور انجکشن کے بارے میں جیسا کہ مذکور ہوا اطباء کا کہنا ہے کہ یہ حد درجہ نقصان دہ ہے۔

جواب: ۴-اس سوال کی دو شقیں ہیں:

(الف) کیا جانوروں کو گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے ایسی غذائیں دی جاسکتی ہیں؟

اس سوال کے بھی دو جز ہیں، ایک جانوروں کو فربہ کرنے کے لئے ان کو دوا دینا، دوسرا جانوروں کو فربہ کرنے کے لئے مصنوعی غذا دینا، ان دونوں کا حکم الگ ہے۔

جانوروں کو فربہ کرنے کے لئے عموماً Steroids دیا جاتا ہے جس کا مہلک ہونا اوپر بتایا جاچکا ہے؛ اس لئے اس کا دینا درست نہ ہوگا، اور اگر اس کے علاوہ ایسی دوائی دی جائے جو مضر صحت نہ ہو تو جائز ہوگا۔

اور غذا کے بارے میں کچھ تفصیل ہے، مالکی فقیہ علامہ قرافی کا بیان ہے:

الثامن منها أيضا أجرى مالك رحمه الله الماء النجس مجرى الميتة لا يسقى لبهيمة ولا نبات وقال أيضا يجوز وقال ابن مصعب لا يسقى ما يؤكل لحمه بخلاف الزرع والنخل فعلى القول الأول لا يؤكل الحيوان أو النبات الذي شربه حتى تطول مدته وتتغير أعراضه وفي المدونة لا بأس أن يعلف النحل العسل النجس وفي الترمذي أنه عليه السلام نهى عن أكل لحوم الجلالة وألبانها (الذخيرة ۱/ ۱۸۸)۔

اوپر کی عبارت بتارہی ہے کہ ایسی غذا پولٹری فارم کی مرغیوں کو یا مچھلیوں کو نہیں دی جاسکتی ہے، اور ایسی مرغیوں کا کھانا بھی امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ناجائز ہوگا، لیکن اسی عبارت میں ہے: حتى تطول مدته وتتغير أعراضه، جس سے معلوم ہورہا ہے کہ اگر ناپاکی کا اثر جاتا رہے تو پھر کھانے میں مضائقہ نہیں۔

ابن حزم ظاہری نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے کہ اگر حلال چیز کا استحالہ ہوجائے تو اس کا سابق حکم باقی نہ رہے گا، اسی طرح اگر حرام اور ناپاک چیز کا استحالہ ہوجائے تو اب وہ ناپاک اور حرام باقی نہ رہے گا؛ بلکہ حکم میں تبدیلی آجائے گی۔

اور انہوں نے اس سلسلہ میں اس مثال کو بھی پیش کیا ہے کہ اگر مرغی خنزیر کا گوشت کھالے تو مرغی کا گوشت حلال ہی مانا جائے گا، خنزیر کی ناپاکی استحالہ کی وجہ سے دور ہوگئی۔

وَكَذَلِكَ إِذَا اسْتَحَالَتْ صِفَاتُ عَيْنِ الْحَلَالِ الطَّاهِرِ، فَبَطَلَ عَنْهُ الِاسْمُ الَّذِي بِهِ وَرَدَ ذَلِكَ الْحُكْمُ فِيهِ، وَانْتَقَلَ إِلَى اسْمٍ آخَرَ وَارِدٍ عَلَى حَرَامٍ أَوْ نَجِسٍ، فَلَيْسَ هُوَ ذَلِكَ الْحَلَالَ الطَّاهِرَ، بَلْ قَدْ صَارَ شَيْئًا آخَرَ ذَا حُكْمٍ آخَرَ كَالْعَصِيرِ يَصِيرُ خَمْرًا، أَوْ الْخَمْرِ يَصِيرُ خَلًّا، أَوْ لَحْمِ الْخِنْزِيرِ تَأْكُلُهُ دَجَاجَةٌ يَسْتَحِيلُ فِيهَا لَحْمَ دَجَاجٍ حَلَالًا وَكَالْمَاءِ يَصِيرُ بَوْلًا، وَالطَّعَامِ يَصِيرُ عَذِرَةً، وَالْعَذِرَةُ وَالْبَوْلُ تُدْهَنُ بِهِمَا الْأَرْضُ فَيَعُودَانِ ثَمَرَةً حَلَالًا، وَمِثْلُ هَذَا كَثِيرٌ (المحلى ۱/ ۱۳۸)۔

اور علامہ ابن تیمیہ نے استحالہ کے بارے میں لکھا ہے کہ استحالہ سے حکم کا بدل جانا ہی راجح ہے۔

وَذَكَرْنَا أَنَّ هَذَا الْقَوْلَ هُوَ الرَّاجِحُ (مجموع الفتاوى ۲۱/ ۴۷۹)۔

اور ایک جگہ لکھتے ہیں: الصَّوَابُ أَنَّ ذَلِكَ كُلَّهُ طَاهِرٌ إذَا لَمْ يَبْقَ شَيْءٌ مِنْ أَثَرِ النَّجَاسَةِ لَا طَعْمُهَا وَلَا لَوْنُهَا وَلَا رِيحُهَا؛ لِأَنَّ اللَّهَ أَبَاحَ الطَّيِّبَاتِ وَحَرَّمَ الْخَبَائِثَ وَذَلِكَ يَتْبَعُ صِفَاتِ الْأَعْيَانِ وَحَقَائِقَهَا (مجموع الفتاوى ۲۱/ ۴۸۱)۔

علامہ ابن تیمیہ کے تلمیذ رشید علامہ ابن قیم کا بھی نقطہ نظر یہی ہے، چنانچہ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس اصول کے مطابق تبدیلی حقیقت کی وجہ سے شراب کا پاک ہوجانا قیاس کے عین مطابق ہے؛ کیونکہ وہ صفت خبث کی وجہ سے ناپاک ہے، لہٰذا جب یہ وصف ختم ہوگیا تو ناپاکی بھی ختم ہوگئی، یہ احکام شریعت کی بنیاد ہے، بلکہ یہی ثواب وعذاب کی بھی بنیاد ہے، اس بنیاد پر قیاس صحیح کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ حکم تمام ناپاک چیزوں کی طرف متعدی ہو، اگر ان کی حقیقت بدل جائے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی قبریں مسجد کی جگہ سے کھود وائیں اور مٹی منتقل نہیں کی (اعلام الموقعین ۱/ ۲۹۶)۔

زیلعی نے طحاوی سے نقل کیا ہے کہ شراب اگر گیہوں میں گرجائے، اسے دھودیا جائے، پھر اس کا آٹا پیس کر روٹی بنائی جائے اور اس میں شراب کی بو مزہ محسوس نہ ہو تو اس کا کھانا جائز ہوگا (تبیین الحقائق ۱/ ۷۴)۔

نیز یہاں اس پہلو پر بھی غور کرنا ہوگا کہ اگر ان میں خنزیر کی چربی یا فضلات کی ملاوٹ ہوتی ہے یا گیہوں، مکئی کے چور، مختلف پھلوں اور سبزیوں کے چھلکوں، جانوروں اور مچھلیوں کی آلائش، خون، نجاست، کھال، ہڈی، آنتوں وغیرہ کو شامل کرکے بنائی جاتی ہے، تو وہ مطلقاً نہیں، بلکہ پہلے ان فضلات کو دیگوں میں پکایا جاتا ہے، تاکہ ان کے جراثیم مرجائیں، پھر انہیں خشک کیا جاتا ہے، اس کے بعد انہیں پیسا جاتا ہے، اور پھر ان میں وٹامن اور دوسری چیزیں ملائی جاتی ہیں۔ ان تبدیلیوں کے بعد وہ چیزیں اپنی حقیقت بالکل ہی کھودیتی ہیں یا ان کے سابق کچھ ایسے اثرات باقی رہ جاتے ہیں جو حکم کی تبدیلی میں مانع نہیں بن سکتے ہیں؛ کیونکہ کھانے والے جانوروں میں بدبو پیدا نہیں ہوتی۔

(ب) اگر کسی حلال جانور کو یہ غذا کھلائی گئی، تو اب اس کا گوشت پہلے کی طرح حلال ہے، یا حرام غذا کی وجہ سے اس میں حرمت یا کراہت پیدا ہو جائے گی؟

اس جانور کا گوشت پہلے کی طرح حلال ہی رہے گا، حرمت یا کراہت پیدا نہ ہوگی، گرچہ حدیث میں جلالہ کے گوشت کے کھانے سے منع کیا گیا ہے، لیکن حبس کے بعد اس کی اجازت دی گئی ہے؛ کیونکہ اس کی وجہ سے اس کے گوشت سے بدبو ختم ہو جاتی ہے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِ الْجَلَّالَةِ وَأَلْبَانِهَا (سنن الترمذی ۶/ ۴۹۸، حدیث نمبر: ۱۸۲۴)۔

جلالہ کے بارے میں علامہ ابن رشد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جلالہ کے بارے میں جو روایت آئی ہے قیاس اس کا معارض ہے؛ کیونکہ قیاس کا تقاضہ ہے کہ جو کچھ حیوان کے پیٹ میں داخل ہو گیا وہ اس حیوان کا گوشت بن گیا اور اس کا جز ہو گیا؛ لہٰذا جب ہم یہ کہیں گے کہ اس حیوان کا گوشت حلال ہے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ چیز جس کو اس حیوان نے کھایا تھا وہ بھی اس کا حصہ بن گیا لہٰذا اس کا بھی حکم حلال کا ہی ہوگا، جیسا کہ خون ناپاک ہے لیکن اگر وہی خون گوشت بن جائے تو حلال ہو جاتا ہے؛ البتہ امام شافعی جلالہ کو حرام مانتے ہیں جبکہ امام مالک رحمہ اللہ مکروہ قرار دیتے ہیں۔

والشافعي يحرم الجلالة ومالك يكرهها (بداية المجتهد ۱/ ۳۶۶)۔

جلالہ: وہ چوپایہ ہے جو گندگی اور لید کھاتا ہو یعنی اس کا اکثر چارہ یہی ہو، اور اگر اکثر چارہ پاک ہو تو وہ جلالہ نہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ کثرت وقلت کا اعتبار نہیں، بدبو پر مدار ہے، اور الکوکب الدری میں ہے کہ جب نجاست کا اثر پسینے، دودھ اور گوشت میں صاف محسوس ہو تو وہ حرام ہے۔

امام ابوحنیفہ وامام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک جلالہ کا گوشت اور دودھ مکروہ تحریمی ہے، اور اس کا پسینہ ناپاک ہے، اور امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک جلالہ کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں۔

اور جب جلالہ کے پسینہ، دودھ، اور گوشت کی بدبو ختم ہو جائے تو اب انتفاع جائز ہے۔ کتنی مدت باندھ کر رکھا جائے اس میں اختلاف ہے، بذل المجہود میں ہے کہ جب تک نجاست کا اثر زائل نہ ہو روک کے رکھا جائے، خلاصۃ الفتاویٰ میں ایک سال تک روکے رکھنے کا ذکر ملتا ہے، اس کے بعد استعمال کرنا جائز ہے۔
(تحفۃ الالمعی: کتاب الاطعمہ)۔

علامہ شامی رحمہ اللہ جلالہ کے بارے میں رقم طراز ہیں: وَلَوْ أَكَلَتْ النَّجَاسَةَ وَغَيْرَهَا بِحَيْثُ لَمْ يَنْتِنْ لَحْمُهَا حَلَّتْ كَمَا حَلَّ أَكْلُ جَدْيٍ غُذِّيَ بِلَبَنِ خِنْزِيرٍ لِأَنَّ لَحْمَهُ لَا يَتَغَيَّرُ، وَمَا غُذِّيَ بِهِ يَصِيرُ مُسْتَهْلَكًا لَا يَبْقَى لَهُ أَثَرٌ (رد المحتار ۲۶/ ۳۰۳)۔

وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ أَنَّ ذٰلِكَ شَرْطٌ فِي الَّتِي لَا تَأْكُلُ إِلَّا الْجِيَفَ؛ وَلٰكِنَّهُ جَعَلَ التَّقْدِيرَ فِي الْإِبِلِ بِشَهْرٍ. وَفِي الْبَقَرِ بِعِشْرِينَ. وَفِي الشَّاةِ بِعَشَرَةٍ، وَقَالَ: قَالَ السَّرَخْسِيُّ: الْأَصَحُّ عَدَمُ التَّقْدِيرِ، وَتُحْبَسُ حَتَّى تَزُولَ الرَّائِحَةُ الْمُنْتِنَةُ (رد المحتار ۲۶/ ۳۰۴)۔

اس مسئلہ سے بھی مذکورہ مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے: وَعَنْ هٰذَا قَالُوا: لَا بَأْسَ بِأَكْلِ الدَّجَاجِ لِأَنَّهُ يَخْلِطُ وَلَا يَتَغَيَّرُ لَحْمُهُ. وَرُوِيَ: أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَانَ يَأْكُلُ الدَّجَاجَ (رد المحتار ۲۶/ ۳۰۵)۔

عَنْ أَبِي مُوسَى يَعْنِي الْأَشْعَرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ دَجَاجًا (صحيح البخاري ۱۷/ ۱۹۴، حديث نمبر: ۵۰۹۳)۔

مرغی اکثر غلاظت کھاتی ہے اس کے باوجود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا گوشت استعمال کیا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جب تک گوشت میں نجاست کا اثر نہ ہو اس کا کھانا حلال ہی رہے گا۔ لہٰذا مذکورہ مسئلہ میں یعنی جن مرغیوں اور مچھلیوں کو غلاظت کھلائی جاتی ہے یا خنزیر وغیرہ کی چربی کو ان کی غذاؤں میں ملایا جاتا ہے، ان کا کھانا بھی حلال ہوگا۔

یہ بات بھی ذہن میں رکھی جانی چاہئے کہ اگر مسلمانوں کا کوئی مال حلت اور پاکی کا کوئی پہلو رکھتا ہو تو اتلاف مال سے بچنے کے لئے حدود شرع میں رہتے ہوئے اس کی گنجائش پیدا کی جائے گی، علامہ کاسانی نجاست وطہارت کے مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں:

وَكَذَا يُؤَدِّي إِلَى إِتْلَافِ الْأَمْوَالِ، وَالشَّرْعُ نَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ، فَكَيْفَ يَأْمُرُنَا بِهِ؟ (بدائع الصنائع ۱/ ۳۸۰)۔

جواب:۵-اس طرح کا عمل انسانی زندگی کے لئے خطرہ کا باعث ہے؛اس لئے سد الذرائع کی وجہ سے ممنوع اور حرام قرار دیا جائے گا۔

(۱) وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ [البقرة: ۳۵]۔

(۲) وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ [البقرة: ۱۹۵]۔

(۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهَا فَنَالَتْ أَصَابِعُهُ بَلَلًا فَقَالَ: مَا هٰذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟ قَالَ: أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ كَيْ يَرَاهُ النَّاسُ، مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّي (صحيح مسلم ۱/ ۲۶۷، حديث نمبر: ۱۴۷))۔

عَنْ أَبِي الْحَمْرَاءِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِجَنَبَاتِ رَجُلٍ عِنْدَهُ طَعَامٌ فِي وِعَاءٍ فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهِ فَقَالَ: لَعَلَّكَ غَشَشْتَ، مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا (سنن ابن ماجه۶/ ۴۷۷، حديث نمبر: ۲۲۱۶، غمز عيون البصائر ۲/ ۱۱۵)۔

(۳) دَرْءُ الْمَفَاسِدِ أَوْلَى مِنْ جَلْبِ الْمَصَالِحِ (غمز عيون البصائر ۲/ ۱۱۵)۔

البتہ ایسی چیزوں کے خریدنے، خود کھانے، اور دوسروں کو کھلانے کے احکام مختلف ہوں گے، جیسا کہ تمباکو نوشی کے بارے میں علماء کی آراء مختلف ہیں۔ علامہ حصکفی رحمہ اللہ نے اپنے استاذ شیخ نجم زاہدی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ وہ اسے حرام کہتے تھے، اور شامی شرنبلالی کی شرح "شرح وھبانیہ" سے ناقل ہیں کہ اس کے پینے اور خرید وفروخت سے منع کیا جائے گا، یمنع عن بیع الدخان وشربہ، حصکفی ہی اپنے ایک اور استاذ عمادی کی رائے نقل کرتے ہیں کہ وہ اس کو مکروہ سمجھتے تھے، علامہ شامی لکھتے ہیں کہ بظاہر عمادی اس کو مکروہ تحریمی قرار دیتے تھے، شامی ہی نے شیخ ابوالسعود سے کراہت تنزیہی کا قول نقل کیا ہے۔

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات بھی تحریم کے قائل ہیں: حنفیہ میں الشيخ الشرنبلالي، والمسيري، وصاحب الدر المنتقى، والشيخ عبد الرحمن العمادي۔ مالکیہ میں سے سالم السنهوري، وابراهيم اللقاني، ومحمد بن عبد الكريم الفكون، وخالد بن أحمد، وابن حمدون۔ شوافع میں سے نجم الدين الغزي، والقليوبي، وابن علان۔ اور حنابلہ میں سے الشيخ أحمد البهوتي، وبعض العلماء النجديين (من عمدة الناظر ۲/ ۲۶۲)۔

قائلین حرمت کے دلائل:

(۱) تمباکو نوشی جسم کے لئے مضرت رساں ہے، اسی کو حدیث میں "مفتر" کہا گیا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی اشیاء کے استعمال کو منع فرمایا ہے۔

''نهى عن كل مسكر ومفتر۔ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ وَمُفَتِّرٍ (سنن أبي داود ۱۰/ ۱۱۱، حديث نمبر: ۳۲۰۱)۔

(۲) قرآن نے خبائث کو حرام قرار دیا ہے اور یہ خبائث میں سے ہے۔

اور مندرجہ ذیل حضرات اباحت کے قائل ہیں: حنفیہ میں سے: الشيخ عبد الغني النابلسي، وصاحب الدر المختار، وابن عابدين، والشيخ محمد العباسي المهدي صاحب الفتاوى المهدية، والحموي شارح الأشباه والنظائر۔ مالکیہ میں سے: علي الأجهوري، والدسوقي، والصاوي، والأمير، وصاحب تهذيب الفروق۔ اور شافعیہ میں سے: الحفني، والحلبي، والرشيدي، والشبر املسي، والبابلي، وعبد القادر بن محمد بن يحيى الحسيني الطبري المكي، اور حنابلہ میں سے: الكرمي صاحب دليل الطالب۔ (من عمدة الناظر ۲/ ۲۶۳)۔

قائلین اباحت کے دلائل:

(۱) حرمت کے لئے کسی قوی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے جو تمباکو کی حرمت پر موجود نہیں ہے، اور اصل ہر چیز میں جائز ومباح ہوتا ہے، لہذا یہ جائز بلا کراہت ہے، یا بیش از بیش پیاز ولہسن کی طرح کراہت تنزیہی ہے۔

اور جولوگ مکروہ تحریمی کہتے ہیں ان کا خیال ہے کہ حرمت کے جو وجوہ اوپر بتائے گئے ہیں، وہ حرمت ثابت کرنے کے لئے تو کافی نہیں، لیکن کراہت ان سے ضرور ثابت کی جاسکتی ہے۔

ان کے علاوہ یہ حضرات کراہت کے قائل ہیں: حنفیہ میں سے: ابن عابدین، وأبوالسعود، واللكنوي۔ مالکیہ میں: الشيخ يوسف الصفتي۔ شوافع میں: الشرواني۔ اور حنابلہ میں سے: البهوتي، والرحيباني، وأحمد بن محمد المنقور التميمي (من عمدة الناظر ۲/ ۲۶۳)۔

اس مسئلہ کی دوسری نظیر بھنگ، حشیش، اور افیون ہیں اور یہ سب حرام ہیں؛ کیونکہ مضر صحت ہیں۔

لیکن اس مسئلہ کے بارے میں سب سے عمدہ گفتگو علامہ قرافی مالکی رحمہ اللہ کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

(الْفَرْقُ الْأَرْبَعُونَ بَيْنَ قَاعِدَةِ الْمُسْكِرَاتِ وَقَاعِدَةِ الْمُرْقِدَاتِ وَقَاعِدَةِ الْمُفْسِدَاتِ) فَالْمُرْقِدُ مَا يُغَيِّبُ الْعَقْلَ وَالْحَوَاسَّ كَالسَّكْرَانِ وَالْمُفْسِدُ مَا يُغَيِّبُ الْعَقْلَ دُونَ الْحَوَاسِّ لَا مَعَ نَشْوَةٍ وَفَرَحٍ كَالْأَفْيُونِ وَالْمُسْكِرُ مَا غَيَّبَ الْعَقْلَ دُونَ الْحَوَاسِّ مَعَ نَشْوَةٍ وَفَرَحٍ وَزِيَادَةٍ فِي الشَّجَاعَةِ وَقُوَّةِ النَّفْسِ وَالْمَيْلِ إِلَى الْبَطْشِ وَالِانْتِقَامِ مِنَ الْأَعْدَاءِ وَالْمُنَافَسَةِ فِي الْعَطَاءِ وَأَخْلَاقِ الْكُرَمَاءِ (أنوار البروق في أنواء الفروق ۲/ ۳۵۷)۔

اور انہوں نے اس بات سے دونوں کے درمیان فرق بیان کیا ہے کہ افیون یا تمباکو وغیرہ کو حرام نہیں کہہ سکتے ہیں البتہ ان کو مفسد کہہ سکتے ہیں؛ کیونکہ انسانی زندگی متاثر ہوتی ہے (أنوار البروق في أنواع الفروق ۲/ ۳۶۲)۔

اس کے بعد مولانا عبدالحی لکھنوی کی رائے ذکر کی ہے کہ وہ اسے مکروہ سمجھتے تھے (أنوار البروق في أنواع الفروق ۲/ ۳۶۵)۔

پھر علامہ قرافی نے علامہ بیضاوی کی بات نقل کی ہے کہ کسی چیز کی حرمت اور حلت کے درمیان فیصلہ دو اصولوں کو مدنظر رکھ کر کرنا چاہئے، ایک ہے منافع، اگر کسی چیز میں منفعت ہے تو وہ حلال ہوگی، اور اس کی دلیل {خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا} {مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ} {أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ} ہے۔

اور دوسری چیز ہے مضرتیں، اگر کسی چیز میں مضرت ہو تو اسے حرام قرار دیا جائے گا، اور اس کی دلیل: لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِي الْإِسْلَامِ ہے۔

چاہے اس کا نقصان کھانے کی وجہ سے ہو جیسے بھنگ، یا بدن کو نقصان ہو جیسے مٹی کا کھانا، یا طبیعت سلیمہ اسے ناپسند کرتی ہو جیسے ناک کی ریزش اور تھوک وغیرہ (أنوار البروق في أنواع الفروق ۲/ ۳۶۸)۔

البتہ یہاں ایک سوال یہ رہ جاتا ہے کہ اگر کسی چیز میں نقصان اور نفع دونوں ہو تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

اس کا جواب قرآن کریم نے دیا ہے: {قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا} البقرة: ۲۱۹۔

مذکورہ اصولوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس طرح کا عمل ممنوع ہوگا، اور یہ ممانعت حرام ہوگی۔

البتہ ایسی چیزیں جن میں کوئی مضر صحت اشیاء کی ملاوٹ ہو، خریدنے کے بارے میں احکام مختلف ہوں گے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر بازار میں اس کے علاوہ کوئی خالص شئی دستیاب نہ ہو اور اس کو اس چیز کی ضرورت شدیدہ ہو تو اس وقت اس کے لئے خریدنا جائز ہوگا۔

الضَّرُورَاتُ تُبِيحُ الْمَحْظُورَاتِ (غمز عيون البصائر ۲/ ۸۸)۔

یا اس کے پاس اتنی رقم نہیں جس سے وہ خالص شئی خرید سکتا ہو، اور اسے ضرورت شدیدہ بھی لاحق ہو تو اس کے لئے بھی خریدنا جائز ہوگا۔ اسی طرح اگر اس چیز کے علاوہ کوئی چیز نہ ہو تو اس کا کھانا بھی حلال ہوگا، اور دوسروں کو کھلانا بھی حلال ہوگا؛ البتہ بقدر ضرورت ہی جائز ہوگا۔

الضرورات تقدر بقدرها (قواعد الفقه ۱/ ۸۹)۔

لیکن یہ سب اس وقت ہے جبکہ ان اشیاء کا مضر صحت ہونا متحقق ہو جیسا کہ BT,Cotton.BT,Brinjal کے بارے میں متحقق ہے، اس وجہ سے ان پر پابندی ہے؛ لہذا ان کا استعمال درست نہ ہوگا۔ ☆☆☆

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

ڈاکٹر مفتی محمد شاہ جہاں ندوی[1]

تمہید:

اسلامی شریعت نے انسانی زندگی میں غذا کی ضرورت اور اہمیت کے پیش نظر غذا کی حلت کے لئے درج ذیل اصول مقرر کئے ہیں:

۱۔ غذا ضرر سے خالی ہو، خواہ ضرر جسمانی ہو یا عقلی، چنانچہ حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا: ''لا ضرر ولا ضرار'' (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۳۴۰، مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۲۷۷۸، اور اس کی سند صحیح ہے)

(نہ ابتداءً کسی کو کسی طرح کا ضرر پہنچانا درست ہے اور نہ مقابلہ کے طور پر کہ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے ضرر کا قصد کرے)۔

لہذا جو غذا مطلقاً ضرر پر مشتمل ہو اس کا استعمال درست نہیں ہے۔

۲۔ غذا ناپاک نہ ہو، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: "فإنه رجس أو فسقا أهل لغير الله به" (الانعام: ۱۴۵) (کہ یہ چیزیں بے شک ناپاک ہیں، یا فسق کر کے اس کو غیر اللہ کے لئے نامزد کیا گیا ہو)۔

اور فرمان الہی ہے: "ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث" (الاعراف: ۱۵۷)

(اور ان کے لئے پاکیزہ چیزیں جائز ٹھہراتا ہے اور خبیث چیزیں حرام قرار دیتا ہے)۔

۳۔ غذا نشہ آور نہ ہو، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"يا أيها الذين آمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون" (المائدہ: ۹۰)

(اے ایمان والو! شراب، جوا، تھان اور پانسے کے تیر بالکل نجس شیطانی کاموں میں سے ہیں، تو ان سے بچو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ)۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''كل مسكر خمر، وكل مسكر حرام'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۰۰۳)

(ہر نشہ پیدا کرنے والی چیز شراب ہے، اور ہر نشہ پیدا کرنے والی چیز حرام ہے)۔

۴۔ بتدریج انسان کو ناکارہ کرنے والی چیز نہ ہو، جیسے منشیات: حشیش، افیم (Opium)، گانجا (Henbane) اور بھانگ (Hyoscyamus) وغیرہ، کیونکہ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے: ''نهى رسول الله ﷺ عن كل مسكر ومفتر'' (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۳۶۸۶، اور اس کی سند میں کچھ کلام ہے) (ہر نشہ آور اور فتور آور چیز سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا)۔

۵۔ اگر غذا مباح حیوان ہے تو اسے شرعی طریقہ پر ذبح کیا گیا ہو، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: "حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل لغير الله به، والمنخنقة والموقوذة والمتردية والنطيحة وما أكل السبع إلا ما ذكيتم" (المائدہ: ۳)

(تم پر مردار اور خون اور سور کا گوشت، اور وہ جانور حرام کیا گیا جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، اور وہ جو گلا گھٹنے سے مرا ہو، جو چوٹ سے مرا ہو، جو اوپر سے گر کر مرا ہو، جو سینگ لگ کر مرا ہو، جس کو کسی درندے نے پھاڑ کھایا ہو، سوائے اس کے جس کو تم نے ذبح کر لیا ہو)۔

---

[1] جامعہ اسلامیہ شانتاپورم، کیرالہ۔

اس آیت کے اندر اللہ تعالی نے حرام جانوروں میں سے شرعی طور پر ذبح کردہ جانور کا استثناء کیا ہے، اور یہ امر مخفی نہیں ہے کہ حرام سے استثناء مباح ہونے کی دلیل ہے۔

۲۔ غذا دوسرے کی ملکیت نہ ہو، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

"یا أیھا الذین آمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل إلا أن تکون تجارۃ عن تراض منکم" (النساء: ۲۹)

(اے ایمان والو! اپنے مال آپس میں باطل ذریعہ سے نہ کھاؤ، مگر یہ کہ کوئی مال باہمی رضامندانہ تجارت کی راہ سے حاصل ہو جائے)۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''إنه لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه'' (مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۰۶۹۵، السنن الکبری للبیھقی: ۱۱۵۴۵، المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر: ۳۶۰۹، اور یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے) (کسی شخص کا مال اس کی خوشنودی کے بغیر حلال نہیں)۔

اس مختصر تمہید کے بعد سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

جواب نمبر ا:

پیداوار میں اضافہ اور پھلوں کو بچانے کے لئے ایسے زہر آلود مادوں کا استعمال کرنا ناجائز و حرام ہے، جس کا اثر کھانے والوں تک پہنچتا ہو اور وہ بتدریج خطرناک امراض مثلاً کینسر جیسی بیماری کا سبب بنتا ہو۔

حرمت کے دلائل درج ذیل ہیں:

ا۔ ارشاد باری تعالی ہے: "ولا تعتدوا إن الله لا یحب المعتدین" (المائدہ: ۸۷) اور حدود سے تجاوز نہ کرو، اللہ حدود سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح پاکیزہ چیز کو حرام ٹھہرانا اللہ تعالی کے حدود سے تجاوز کرنا ہے، اسی طرح پاکیزہ چیزوں کو بگاڑنا اور ان کے اندر فساد پیدا کرنا کہ وہ نافع کی بجائے ضار بن جائیں، یہ بھی حدود سے تجاوز کرنا ہے، لہذا یہ فعل بھی حرام ہے۔

۲۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "ویسعون فی الأرض فساداً، واللہ لا یحب المفسدین" (القصص: ۷۷) (اور زمین میں فساد کے طالب نہ بنو، اللہ تعالی فساد چاہنے والوں کو پسند نہیں کرتا)۔

ان آیات کے اندر فساد کی مذمت کی گئی ہے، اور فساد کا عام طور سے استعمال عقیدہ و عمل کی خرابی کے لئے ہوتا ہے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ شئی کو اس کی حقیقت سے بگاڑ دینا بھی فساد میں داخل ہے، لہذا زہر آلود مادوں کے ذریعہ غذاؤں کو بگاڑنا اور انہیں ضرر رساں بنانا بھی فساد میں داخل ہو کر حرام ہے۔

۳۔ ارشاد الہی ہے: "یا أیھا الناس کلوا مما فی الأرض حلالاً طیباً، ولا تتبعوا خطوات الشیطان، إنه لکم عدو مبین" (البقرہ: ۱۶۸)

(اے لوگو! زمین کی چیزوں میں سے جو حلال پاکیزہ ہیں، ان کو کھاؤ، اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو، بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے)۔

نیز فرمان باری تعالی ہے: "فکلوا مما رزقکم اللہ حلالاً طیباً، واشکروا نعمۃ اللہ إن کنتم إیاہ تعبدون" (النحل: ۱۱۴)

(تو اللہ نے تمہیں جو چیزیں جائز و پاکیزہ دے رکھی ہیں، ان میں سے کھاؤ، اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو، اگر تم اسی کی پرستش کرتے ہو)۔

ان آیات کے اندر ''طیب'' کے کھانے کا حکم دیا گیا ہے، اور لفظ ''طیب'' کا مفہوم وسیع ہے، چنانچہ اس کا اطلاق اس چیز پر بھی ہوتا ہے جو مادی اعتبار سے اچھی ہو، اور اس چیز پر بھی جو عقلی اور اخلاقی اعتبار سے اچھی ہو، نیز صفت کے طور پر بھی اس کا استعمال ہے، اسی لئے اچھے شخص پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے، سو اللہ تعالی نے ان آیات میں پاکیزہ چیز کے کھانے کا حکم دیا ہے، اور پاکیزہ چیز وہ ہے جو ہر اعتبار سے ضرر اور نقصان دہ ہونے سے

دور ہو، لہذا غذا کو 'طیب' ہونے کی صفت سے باہر نکالنے کا ہر اقدام گناہ اور معصیت ہے، خواہ بگاڑ نا زہر آلود کھاد کے ذریعہ ہو یا کھاد کی مقدار کی زیادتی کے ذریعہ ہو، یا زہر آلود دواؤں کے ذریعہ ہو۔

۴۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر غلہ کے ڈھیر کے پاس سے ہوا، اور اس موقع سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں ڈھیر میں داخل کیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تری کا احساس ہوا، چنانچہ دریافت فرمایا: ''ما هذا يا صاحب الطعام؟ قال: أصابته سماء يا رسول الله، قال: فهلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس، من غشنا فليس منا'' (صحيح مسلم، حديث نمبر: ۱۰۲، سنن ابي داؤد، كتاب البيوع، حديث نمبر: ۳۴۵۲) (اے غلہ کے مالک! یہ کیا معاملہ ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول، اس پر بارش کا پانی گر گیا تھا، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے غلہ کے اوپر اس حصہ کو کیوں نہیں رکھا، تا کہ لوگ اسے دیکھ لیتے، جو ہمیں دھوکہ دے، وہ ہم میں سے نہیں)۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تر حصہ کے چھپانے کو دھوکہ اور فریب قرار دیا، تو غلہ جات کو زہر آلود مادوں کے ذریعہ ضرر رساں بنانا بدرجہ اولی دھوکہ اور فریب ہوگا، اور فریب دینا حرام ہے۔

۵۔ حضرت ابوصرمہؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''من ضار أضر الله به، ومن شاق شق الله عليه'' (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۳۶۳۵، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۹۴۰، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۳۴۲، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (جو ضرر پہنچائے گا، اللہ تعالی اس کی وجہ سے اسے ضرر میں ڈالے گا، اور جو مشقت میں ڈالے گا اللہ اسے مبتلائے مشقت فرمائے گا)۔

اور علامہ عظیم آبادی (م: ۱۳۲۹ھ) اس کی شرح میں رقمطراز ہیں:

''والحديث فيه دليل على تحريم الضرار على أي صفة كان، من غير فرق بين الجار وغيره'' (عون المعبود ۱۰/ ۳۶، ط: ۲، بيروت، العلميه ۱۴۱۵) (اور حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ خواہ جس طریقہ پر ہو ضرر پہنچانا حرام ہے، اور اس میں ہمسایہ اور غیر ہمسایہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے)۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ غلہ جات اور پھلوں کو زہر آلود مادوں کے ذریعہ زہریلا بنانا انسانی صحت کے لئے انتہائی مضرت رساں ہے، اور غلہ اور پھلوں کو صحت اور قوت کا ذریعہ بننے سے نکال کر اسے نقصان کا ذریعہ بنا تا ہے، لہذا یہ عمل حرام ہے۔

۶۔ علامہ ابن عابدین (م: ۱۲۵۲ھ) رقمطراز ہیں:

''والحق في إفتاء التحليل والتحريم في هذا الزمان التمسك بالأصلين اللذين ذكرهما البيضاوي في الأصول، ووصفهما بأنهما نافعان في الشرع: الأول: أن الأصل في المنافع الإباحة، والمأخذ الشرعي آيات ثلاث: الأولى قوله تعالى: ''خلق لكم ما في الأرض جميعًا'' (البقره: ۲۹)، واللام للنفع فتدل على أن الانتفاع بالمنتفع به مأذون شرعًا، وهو المطلوب، الثانية قوله تعالى: ''قل من حرم زينة الله التي أخرج لعباده'' (الاعراف: ۳۲)، والزينة تدل على الانتفاع، الثالثة قوله تعالى: ''أحل لكم الطيبات'' (المائده: ۴)، والمراد بالطيبات المستطابات طبعًا، وذلك يقتضي حل المنافع بأسرها۔

والثاني: أن الأصل في المضار التحريم، والمنع؛ لقوله ﷺ: لا ضرر ولا ضرار في الإسلام، وأيضًا ضبط أهل الفقه حرمة التناول إما بالإسكار كالبنج، وإما بالإضرار بالبدن كالتراب، والترياق، أو بالاستقذار كالمخاط، والبزاق، وهذا كله فيما كان طاهرًا'' (العقود الدريه في تنقيح الفتاوى الحامديه ۲/ ۳۳۲، بيروت، دار المعرفه)۔

(اس زمانہ میں حلال وحرام کا فتوی دینے کے سلسلہ میں برحق طریقہ یہ ہے کہ ان دو اصولوں کو مضبوطی سے تھاما جائے، جنہیں بیضاوی نے

''اصول'' میں ذکر کیا ہے، اور ان دونوں کو شریعت میں مفید قرار دیا ہے:

(۱) پہلا اصول یہ ہے کہ منافع میں اصل اباحت ہے، اور اس کی شرعی دلیل تین آیتیں ہیں، پہلی آیت فرمان الٰہی ہے: ''وہی ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے''، اور لام نفع کے لئے ہے تو آیت اس پر دلالت کر رہی ہے کہ قابل انتفاع شئی سے انتفاع کی شرعی طور پر اجازت ہے، اور یہی مقصود ہے۔ دوسری آیت ارشاد الٰہی ہے: ''پوچھو، کس نے حرام قرار دیا ہے اللہ کی اس زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی، اور زینت فائدہ اٹھانے پر دلالت کرتی ہے۔ اور تیسری آیت باری تعالیٰ کا فرمان ہے: ''تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں حلال ٹھہرائی گئی ہیں''، اور پاکیزہ چیزوں سے مراد وہ اشیاء ہیں جو طبیعت انسانی کے اعتبار سے خوشگوار اور عمدہ ہوں، اور اس کا تقاضا ہے کہ تمام منفعتیں حلال ہوں۔

(۲) دوسرا اصول یہ ہے کہ مضرت رساں چیزوں میں اصل حرمت اور ممانعت ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''اسلام میں نہ ابتداءً کسی کو ضرر پہنچانا درست ہے، اور نہ مقابلہ کے طور پر کہ دو اشخاص میں سے ہر ایک دوسرے کو ضرر پہنچانے کا قصد کرے''، نیز فقہاء نے کھانے کی حرمت کو منضبط کیا ہے کہ حرمت یا تو نشہ پیدا کرنے کی وجہ سے ہوگی، جیسے بھانگ، یا بدن کو مضرت لاحق کرنے کی وجہ سے، جیسے مٹی اور تریاق، یا گندہ سمجھنے کی وجہ سے، جیسے رینٹ اور تھوک، اور یہ ساری صورتیں پاک اشیاء کے سلسلہ میں ہیں)۔

اس فقہی اصول سے معلوم ہوا کہ غلہ جات اور پھلوں کو زہر آلود مادوں کے ذریعہ افادیت اور اثرات کے لحاظ سے اچھے اور پاکیزہ ہونے کی صفت سے نکالنا حرام ہے۔

جواب نمبر ۲:

پھلوں کو جلد از جلد پکانے کے لئے یا کسی ترکاری کے حجم کو بڑھانے یا جلد تیار کرنے کے لئے زہریلی دواؤں کا استعمال کرنا ناجائز اور حرام ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وأشهدوا إذا تبايعتم ولا يضار كاتب ولا شهيد وإن تفعلوا فإنه فسوق بكم واتقوا الله ويعلمكم الله والله بكل شيء عليم" (البقرہ: ۲۸۲) (اور جب تم خرید و فروخت کا معاملہ کرو تو گواہ بنا لیا کرو، اور لکھنے والے یا گواہ کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچایا جائے، اور اگر تم ایسا کرو گے تو یہ تمہاری سخت نافرمانی ہوگی، اور اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ تمہیں تعلیم دے رہا ہے، اور اللہ ہر چیز کو جاننا ہے)۔

اس آیت کے اندر جب سماجی خدمت انجام دینے والے کاتب یا گواہ کو نزاع پیدا ہو جانے کی صورت میں کسی طرح کا نقصان پہنچانے سے منع کیا گیا ہے، تو انسانی سماج کی ایک بڑی تعداد کی صحت کو زہریلی دواؤں کے ذریعہ پھلوں کو جلد از جلد پکا کر یا کسی ترکاری کے حجم کو بڑھا کر یا جلد تیار کر کے نقصان پہنچانا کس طرح درست ہوگا؟!!

۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث" (الاعراف: ۱۵۷) (اور ان کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے اور خبیث چیزیں حرام ٹھہراتا ہے)۔

علامہ آلوسی اس کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

''فسر الأول بالأشياء التي يستطيبها الطبع كالشحوم، والثاني بالأشياء التي يستخبثها كالدم، فتكون الآية دالة على أن الأصل في كل ما تستطيبه النفس ويستلذه الطبع الحل، وفي كل ما تستخبثه النفس، ويكرهه الطبع الحرمة، إلا لدليل منفصل، وفسر بعضهم الطيب بما طاب في حكم الشرع، والخبيث بما خبث فيه كالربا والرشوة''
(روح المعانی ۵/۷۷)۔

پہلے لفظ یعنی ''طیب'' کی تفسیر ان اشیاء سے کی گئی ہے جنہیں طبیعت عمدہ اور خوشگوار سمجھے جیسے چربی، اور دوسرے لفظ ''خبائث'' کی تفسیر ان اشیاء

سے کی گئی ہے جنہیں طبیعت بری اور گندی سمجھے جیسے خون، لہذا آیت اس بات کی دلیل ہوگی کہ ہر وہ چیز جسے طبیعت خوشگوار اور لذیذ پائے، اس میں اصل حلت ہے، اور ہر وہ چیز جسے طبیعت گندی اور ناپسندیدہ سمجھے، اس میں اصل حرمت ہے؛ مگر یہ کہ کوئی مستقل دلیل حلت کی ہو، اور بعض علماء نے ''طیب'' کی تفسیر اس چیز سے کی ہے جو شریعت کے حکم میں اچھی ہو، اور ''خبیث'' کی تفسیر اس چیز سے کی ہے جو شریعت کے حکم میں گندی اور بری ہو جیسے سود اور رشوت)۔

اور علامہ ابن عاشورؒ رقمطراز ہیں:

''الطيب ہو ما تستطيبه النفوس بالإدراك المستقيم السليم من الشذوذ، وهي النفوس التي تشتهي الملائم الكامل أو الراجح، بحيث لا يعود تناوله بضر جثماني أو روحاني'' (ابن عاشور، التحرير والتنوير ۲/ ۱۰۲، تونس، الدار التونسيه ۱۹۸۴ء)

(طیب وہ چیز ہے جسے طبیعتیں انحراف سے محفوظ درست احساس کے ذریعہ اچھی سمجھیں، اور یہ وہ طبیعتیں ہیں جو کامل یا راجح مناسب شئی کو چاہتی ہیں، اس طرح کہ اس شئی کا استعمال جسمانی یا روحانی ضرر کا سبب نہ بنے)۔

اور یہ امر مخفی نہیں کہ خبیث ''طیب'' کی ضد ہے، تو جس طرح طیب کا اطلاق شرعی، مادی، اخلاقی اور روحانی اعتبار سے پاکیزہ شئی پر ہوتا ہے، اسی طرح ''خبیث'' کا اطلاق بھی شرعی، مادی، اخلاقی اور روحانی اعتبار سے بری شئی پر ہوتا ہے، لہذا کسی شئی کو زہر آلود دواؤں کے ذریعہ مضرت رساں بنا دینا بھی خبیث اور گندی شئی بنانے کے حکم میں ہے، لہذا اس طرح کا عمل کرنا حرام ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "إنا كل شئ خلقناه بقدر" (القمر: ۴۹) (ہم نے ہر چیز ایک انداز کے ساتھ پیدا کی)۔

اور امام طبری اس کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

''يقول تعالى ذكره: إنا خلقنا كل شئ بمقدار قدرناه وقضيناه'' (جامع البيان ۲۲/ ۶۰۴، ط: ۱، الرسالة، ۱۴۲۰ھ)

(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ہر چیز کو ایک اندازہ کے ساتھ پیدا کیا جو اندازہ ہم نے ٹھہرایا اور جس کا ہم نے فیصلہ کیا)۔

چنانچہ اس آیت سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت و مصلحت کے تحت ہر چیز کو ایک توازن اور تناسب کے ساتھ پیدا فرمایا ہے، لہذا زہریلی دواؤں کے ذریعہ ترکاری کے حجم کو اس طرح بڑھانا یا اس قدر جلد تیار کرنا جو اس کے توازن کو بگاڑ دے، ناجائز ہے، کیونکہ یہ امر مخفی نہیں ہے کہ توازن کو بگاڑ کر جو اضافہ کیا جائے یا جو جلد بازی کی جائے، وہ نقصان دہ ہوتی ہے، لہذا انسانی صحت کو ضرر پہنچانے والی تدبیر اختیار کرنا حرام ہے۔

۴۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ملعون من ضار مسلمًا أو غرّہ'' (سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۹۴۱، مسند بزار، حدیث نمبر: ۴۳، مسند ابی یعلی، حدیث نمبر: ۹۶، حلیۃ الأولیاء للأصبہانی ۳/ ۴۹، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہے وہ شخص جو کسی مسلمان کو ضرر پہنچائے، یا دھوکہ دے)۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ مسلم کو ضرر پہنچانا حرام ہے، لہذا زہریلی دواؤں کے ذریعہ ترکاری کے حجم کو نقصان دہ حد تک بڑھانا حرام ہے۔

۵۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''لا ضرر ولا ضرار، من ضار ضاره الله، ومن شاق شاق الله عليه'' (المستدرک للحاکم، حدیث نمبر: ۲۳۴۵، اور حاکم نے حدیث کی تصحیح کی ہے اور ذہبی نے موافقت کی ہے، اور ''سنن کبری للبیہقی، حدیث نمبر: ۱۱۳۸۴، سنن الدار قطنی، حدیث نمبر: ۳۰۷۹) (نہ ابتداءً ضرر پہنچانا درست ہے، اور نہ مقابلہ کے طور پر کہ ہر ایک دوسرے کو ضرر لاحق کرنے کا قصد کرے، جو ضرر پہنچائے گا، اللہ تعالیٰ اسے ضرر لاحق کرے گا، اور جو مشقت میں ڈالے گا، اللہ تعالیٰ اسے مشقت میں مبتلا کرے گا)۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ زہریلی دواؤں کے ذریعہ پھلوں کو جلد تیار کر کے انہیں انسانی صحت کے لئے نقصان دہ بنا دینا حرام ہے۔

۶۔ علامہ ابن حزم (م: ۴۵۶ھ) رقمطراز ہیں: ''ولا يحل أكل السم القاتل ببطء، أو تعجيل، ولا ما يؤذي من الأطعمة، ولا الإكثار من طعام يمرض الإكثار منه، لقول الله تعالى: "ولا تقتلوا أنفسكم" (النساء: ۲۹) (المحلی بالآثار ۶/ ۹۵-۹۶، بیروت، دار الفکر)

(دیر سے یا جلد ہلاک کرنے والے زہر کا کھانا حلال نہیں، اور ایسے ہی اذیت پہنچانے والے کھانے حلال نہیں، اور نہ ہی ایسے کھانے کو بکثرت کھانا حلال ہے، جس کا بکثرت کھانا بیمار کردے، اس لئے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو'')۔ تو جب مضر کھانا حلال نہیں تو مضر پھل یا غلہ یا ترکاری تیار کرنا بھی حلال نہ ہوگا۔

۷۔ میڈیکل ماہرین کی تحقیق کے مطابق قبل از وقت پھل پکانے کے لئے استعمال کیا جانے والا کیمیکل انسانی صحت کے لئے حد درجہ نقصان دہ ہے اور جس چیز کا ضرر طبی اعتبار سے محقق ہو، وہ شرعی اعتبار سے بھی حرام ہے۔

جواب نمبر ۳:

اگر ماہرین طب کو گمان غالب ہے کہ حلال جانوروں کے دودھ کی مقدار میں اضافہ کرنے، یا جانور نے فطری طور پر دودھ دینا بند کردیا ہو، تو مصنوعی طور پر دودھ جاری کرنے کے لئے خاص قسم کے انجکشن لگانے سے حاصل ہونے والا دودھ انسانی صحت کے لئے سخت مضر ہے، تو دودھ میں اضافہ کے لئے ایسی تدبیروں کا استعمال ناجائز اور حرام ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ دودھ بیچنے والا خریدنے والے سے حکماً یہ عہد کرتا ہے کہ وہ اسے پاکیزہ، صحت بخش اور عمدہ دودھ فراہم کرے گا، لہذا انسانی صحت کے لئے مضر دودھ فراہم کرنا عہد شکنی میں داخل ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "یا أیها الذین آمنوا أوفوا بالعقود" (المائدہ:۱) (اے ایمان والو! اپنے عہد و پیمان پورے کرو)

اور اللہ سبحانہ کا فرمان ہے: "وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسئولاً" (الاسراء: ۳۴) (اور عہد کو پورا کرو، کیونکہ عہد کی پرسش ہونی ہے)۔

اور امام طبریؒ اس کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

''وأوفوا بالعقد الذی تعاقدون الناس فی الصلح بین أهل الحرب والإسلام، وفیما بینکم أیضًا، والبیوع والأشربة والإجارات وغیر ذلك من العقود ''إن العهد كان مسئولاً'' یقول: إن الله جل ثناؤه سائل بینکم وبین من عاهدتموه: أیها الناس فتخفروه، وتغدروا بمن أعطیتموه ذلك'' (طبری، جامع البیان ۱۷/ ۴۴۴)

(اس عہد کو پورا کرو جس کا معاہدہ تم مسلمانوں اور حربی کفار کے درمیان صلح کے سلسلہ میں کرتے ہو، اور اس عہد کو بھی پورا کرو جو تم آپس میں کرتے ہو، اور اس عہد کو بھی پورا کرو جو تم خرید و فروخت، مشروبات اور اجارہ کے سلسلہ میں کرتے ہو، نیز دیگر عہدوں کو بھی پورا کرو (کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے): ''عہد کی پرسش ہونی ہے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل ثناؤہ عہد توڑنے والے سے عہد شکنی کے بارے میں پوچھے گا (لہذا) اللہ تعالی فرماتا ہے: ''اے لوگو! شریعت کے دائرہ میں جائز آپس کے عہود مت توڑو، اور جس سے تم نے عہد کر رکھا ہو، ان کو فریب نہ دو)۔

امام طبریؒ کی تفسیر سے واضح ہے کہ اس عہد میں تمام عہود مواثیق اور ہر قسم کا قول وقرار شامل ہے، خواہ وہ کسی معاہدے کی صورت میں وجود میں آئے ہوں، یا معاہدے کی شکل میں تو وجود میں نہ آئے ہوں، لیکن عادتاً اور عرفاً ان کو عہد ہی سمجھا اور مانا جاتا ہو، اور یہ امر مخفی نہیں کہ دودھ دینے او رلینے والے کے درمیان عرفاً یہ عہد ہوتا ہے کہ وہ ہر طرح کی ملاوٹ اور آلودگی سے پاک صحت بخش دودھ اسے فراہم کرے گا، لہذا اس عرفی معاہدہ کی خلاف ورزی کرکے مضر دودھ دینا حرام ہے۔

۲۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: "یا أیها الذین آمنوا لا تخونوا الله والرسول و تخونوا أماناتکم وأنتم تعلمون" (الانفال: ۲۷)

(اے ایمان والو! اللہ و رسول سے بے وفائی اور اپنی امانتوں میں خیانت جانتے بوجھتے نہ کرو)۔

اور آلوسی اس کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

''والمراد النهی عن خیانة الله تعالی والرسول، وخیانة بعضهم بعضًا'' (روح المعانی ۵/ ۱۸۳)

(اس آیت کی مراد اللہ و رسول اور آپس میں ایک دوسرے سے خیانت کرنے کی ممانعت ہے)۔

اور اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے: "والذین هم لأماناتهم وعهدهم راعون" (المومنون: ۸) (اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھنے والے ہیں)۔ اور امام آلوسیؒ اس کی تفسیر میں رقمطراز ہیں: ''والآیة عند أكثر المفسرين عامة في كل ما ائتمنوا عليه وعوهدوا من جهة الله تعالى، ومن جهة الناس كالتكاليف الشرعية والأموال المودعة والأيمان والنذور والعقود ونحوها'' (روح المعانی ۹/ ۲۱۴، ط:۱، بیروت، العلمیہ ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۴ء) (اور یہ آیت اکثر مفسرین کے نزدیک عام ہے، ان تمام چیزوں کے سلسلہ میں جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے انسان کی امانت میں دی گئی ہیں، اور جن کا انسان سے عہد لیا گیا ہے، اور ان تمام چیزوں کے سلسلہ میں جو بندوں کی جانب سے انسان کی امانت میں دی گئی ہیں، جیسے شرعی فرائض، امانت کی رقم، قسم، نذر اور دیگر معاملات وغیرہ)۔

عہد وامانت کی اس تفسیر سے پتہ چلا کہ تمام شرعی واخلاقی، قانونی اور عرفی ذمہ داریاں اس امانت اور عہد کے دولفظوں میں داخل ہیں، جو انسان نے اپنی فطرت یا انبیاء کے واسطہ سے اپنے خالق ومالک سے کیے ہیں، یا کسی جماعت یا فرد سے اس دنیا میں کیے ہیں، خواہ وہ قولاً وتحریراً عمل میں لائے گئے ہوں، یا ہر شائستہ ومہذب سوسائٹی میں بغیر کسی تحریر واقرار کے سمجھے اور مانے جاتے ہوں۔

چنانچہ ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہے کہ غیر فطری طور پر صحت کے لئے مضر دودھ پیدا کرنے کی تدبیر کرنا بھی امانت میں خیانت ہے، اور امانت میں خیانت کرنا ناجائز ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لا تضار والدة بولدها ولا مولود له بولده" (البقرہ: ۲۳۳) (نہ کسی ماں کو اس کے بچہ کے سبب سے نقصان پہنچایا جائے، اور نہ کسی باپ کو اس کے بچہ کے سبب سے)۔

آلوسی اس کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: ''والمعنى لا يضر واحد منهما الآخر بسبب الولد'' (روح المعانی ۱/ ۵۴۰) (اور معنی یہ ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کو بچہ کے سبب سے ضرر نہ پہنچائے)۔

اور فرمان باری تعالیٰ ہے: "ولا تمسكوهن ضرارا لتعتدوا ومن يفعل ذلك فقد ظلم نفسه" (البقرہ: ۲۳۱) (اور تم ان کو نقصان پہنچانے کے ارادے سے نہ روکو کہ تم حدود سے تجاوز کرو، اور جو ایسا کرے گا تو وہ اپنی ہی جان پر ظلم ڈھائے گا)۔ اور ابن کثیر اس کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

''كان الرجل يطلق المرأة، فإذا قاربت انقضاء العدة لراجعها ضرارا، لئلا تذهب إلى غيره، ثم يطلقها فتعتد. فإذا شارفت على انقضاء العدة، طلق لتطول عليها العدة. فنهاهم الله عن ذلك'' (تفسیر ابن کثیر ۱/ ۳۳۱، بیروت، الریان ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء)

(زمانہ جاہلیت میں ایک شخص بیوی کو طلاق دیتا، پھر جب عدت گزرنے کا وقت قریب ہوتا، تو وہ اذیت پہنچانے کے ارادہ سے رجعت کر لیتا، تاکہ وہ دوسرے کی بیوی نہ بن سکے، پھر اس کو طلاق دے دیتا، اور وہ عدت گزارتی، اور جب اس کی عدت کا وقت قریب ہوتا، تو طلاق دیدیتا تاکہ اس کے حق میں عدت کا زمانہ دراز ہو جائے، تو اللہ نے شوہروں کو ایسی حرکت سے منع فرمایا)۔

اور ایک جگہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے: "أسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم ولا تضاروهن لتضيقوا عليهن" (الطلاق: ٦) (اور ان کو اپنی حیثیت کے مطابق وہاں رکھو جہاں تم رہتے ہو، اور ان کو تنگی میں ڈالنے کے لئے ضرر نہ پہنچاؤ)۔

اور طبری اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''لتضيقوا عليهن في المسكن مع وجودكم السعة'' (جامع البیان ۱۲/ ۱۳۷، ط:۱، بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۲ھ) (کہ کشادگی رکھنے کے باوجود رہائش گاہ کے سلسلہ میں ان کو ضیق میں ڈالو)۔

میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ مادی، اخلاقی اور روحانی ہر طرح کی تنگی میں ڈالنا اس سے مراد ہے، اور ایسا عمل ممنوع ہے۔

چنانچہ ان آیات سے ظاہر ہے کہ کسی مطلقہ خاتون کو ضرر پہنچانے کے لئے حق مراجعت کا استعمال اللہ کے حدود سے تجاوز اور اس کی شریعت کو مذاق بنانے کے مترادف ہے، اسی طرح زمانہ عدت میں مطلقہ عورت کو اس طرح ساتھ رکھنا کہ ان کی خودداری مجروح ہو اور وہ گھر چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہو جائے، سراسر ظلم اور حدود اللہ سے تجاوز ہے۔

تو جب ایک خاتون کو ضرر پہنچانا درست نہیں ہے، تو سماج کی ایک تعداد کو غیر فطری طور پر مضر صحت دودھ فراہم کرنے کی تدبیر کرنا کیونکر درست ہوگا؟

۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''من غشنا فلیس منا، والمکر والخداع فی النار'' (صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۵۶۷، ۵۵۵۹، اور اس کی سند حسن درجہ کی ہے) (جو ہمیں دھوکہ دے، وہ ہم میں سے نہیں، اور فریب کاری اور دھوکہ بازی کا انجام جہنم ہے)۔

بلاشبہ انسانی صحت کے لئے مضر دودھ پیدا کرنے کی تدبیر کرنا بھی فریب کاری میں داخل ہے، لہٰذا ایسی تدبیر کا استعمال کرنا حرام ہے۔

۵۔ زین الدین حنفی رازی (م: ۶۶۶ھ) رقمطراز ہیں: ''ویحرم أکل التراب والطین'' (تحفۃ الملوک ص: ۲۲۷) (مٹی اور گارا کھانا حرام ہے)۔

اور امام نووی شافعی تحریر کرتے ہیں:

''قطع صاحب ''المھذب'' وغیرہ بتحریم أکل التراب'' (روضۃ الطالبین ۳/ ۲۹۱)

(''مہذب'' کے مؤلف اور دوسرے فقہاء شوافع نے قطعی طور سے مٹی کھانے کے حرام ہونے کو بیان کیا ہے)۔

اور خرشی مالکی (م: ۱۱۰۱ھ) تحریر فرماتے ہیں: ''وکذا الطین ہل یمنع أکلہ. وھو قول ابن الماجشون؛ لأنہ یضر بالبدن'' (شرح مختصر خلیل للخرشی ۳/ ۲۲، بیروت، دار الفکر) (اور ایسے ہی مٹی کا کھانا کیا ممنوع ہے؟ (چنانچہ) ابن ماجشون کا قول ہے کہ وہ ممنوع ہے، اس لئے کہ یہ بدن کے لئے مضرت رساں ہے)۔

اور مرداوی حنبلی (م: ۸۸۵ھ) تحریر فرماتے ہیں: ''یکرہ أکل التراب والفحم'' (الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف ۱۰/ ۳۶۸، بیروت، دار الاحیاء) (مٹی اور کوئلہ کا کھانا مکروہ ہے)۔

تو جس طرح پاک ہونے کے باوجود مٹی کا کھانا مضر صحت ہونے کی وجہ سے حرام ہے، اسی طرح انسانی سماج کی ایک تعداد کو مضر صحت دودھ فراہم کرنے کی تدبیر کرنا حرام ہے۔

جواب نمبر ۴ (الف):

جانوروں کے گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے خنزیر کی چربی پر مشتمل چارہ کے استعمال کا حکم جاننے سے پہلے درج ذیل امور کا جاننا ضروری ہے:

۱۔ کسی شئی کی اصل حقیقت اور ماہیت کے تبدیل ہونے کو فقہاء استحالہ سے تعبیر کرتے ہیں، اب سوال یہ ہے کہ کیا اگر کسی شئی کے خصوصی اوصاف بدل جائیں، جن سے اس شئی کی شناخت متعلق ہے، تو کیا وہ شئی اگر ناپاک ہے تو ناپاک ہونے سے خارج ہو کر پاک ہو جائے گی؟

احناف کے نزدیک نجاست کا تعلق چونکہ اس شئی کی ذات سے وابستہ ہے، لہٰذا اگر کسی انسانی فعل، کیمیائی یا غیر کیمیائی تدبیر، یا کسی انسانی فعل کے بغیر طبعی اور ماحولیاتی اثر کے تحت اس شئی کی اصل حقیقت اور ماہیت تبدیل ہوگئی، تو وہ شئی نجس باقی نہیں رہتی، چنانچہ امام کاسانی رقمطراز ہیں:

''أن النجاسۃ لما استحالت، وتبدلت أوصافھا ومعانیھا، خرجت عن کونھا نجاسۃ. لأنھا اسم لذات موصوفۃ. فتنعدم بانعدام الوصف، وصارت کالخمر إذا تخللت'' (بدائع الصنائع ۱/ ۸۵)

(نجاست جب تبدیل ہوگئی اور اس کے اوصاف اور حقائق بدل گئے، تو وہ نجاست ہونے سے نکل گئی، اس لئے کہ وہ اس ذات کا نام ہے، نجس ہونا جس کی صفت ہے، تو وصف کے منعدم ہونے سے وہ ذات بھی منعدم ہو جائے گی، جیسے سرکہ شراب بن جائے)۔

اور علامہ ابن نجیم رقمطراز ہیں:

''والسابع: انقلاب العین، فإن کان فی الخمر، فلا خلاف فی الطھارۃ، وإن کان فی غیرہ کالخنزیر والمیتۃ تقع فی المملحۃ، فتصیر ملحًا یؤکل، والسرقین والعذرۃ تحترق فتصیر رمادًا، تطھر عند محمد، خلافًا لأبی یوسف، وضم إلی محمد أبا حنیفۃ فی المحیط، وکثیر من المشائخ اختاروا قول محمد، وفی الخلاصۃ: وعلیہ الفتوی. وفی فتح

القدير أنه المختار'' (البحر الرائق ۱/ ۲۳۹)

(اور ساتویں چیز جس سے طہارت حاصل ہوتی ہے وہ ناپاک مادہ کا پاک مادہ میں بدل جانا ہے، سوا گر یہ تبدیلی شراب کے اندر ہو، تو اس کے پاک ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اور اگر یہ تبدیلی شراب کے علاوہ دوسری چیز میں ہو، جیسے سور اور مردار نمک کی کان میں گر کر کھایا جانے والا نمک بن جائے، اور گوبر اور پاخانہ جل کر راکھ ہو جائے، تو یہ چیزیں امام محمدؒ کے نزدیک پاک ہو جائیں گی، اس میں امام ابو یوسف کا اختلاف ہے، اور ''المحیط'' میں امام محمد کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ کو شامل کیا گیا، اور بہت سے مشائخ نے امام محمد کے قول کو اختیار کیا، اور ''الخلاصۃ'' میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے، اور ''فتح القدیر'' میں ہے کہ ''یہی مختار قول ہے'')۔

اور علامہ ابن تیمیہؒ کی بھی یہی رائے ہے، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

''إن الله حرم الخبائث التی ھی الدم والمیتة ولحم الخنزیر ونحو ذلك. فإذا وقعت ھذہ فی الماء أو غیرہ، واستھلکت، لم یبق ہناك دم، ولا میتة ولا لحم خنزیر أصلًا'' (الفتاوی الکبری ۱/ ۲۵۲)

(بے شک اللہ تعالی نے ان ناپاک اشیاء کو حرام قرار دیا ہے جو خون، مردار اور خنزیر کا گوشت وغیرہ ہیں، تو جب یہ اشیاء پانی وغیرہ میں گر کر فنا ہو جائیں، تو پھر اس جگہ خون، مردار اور خنزیر کا گوشت بالکلیہ نہ رہا)۔ اور یہی رائے ابن القیم کی ہے، جیسا کہ وہ تحریر کرتے ہیں:

''فالقیاس الصحیح تعدیة ذلك إلی سائر النجاسات، إذا استحالت، وقد نبش النبی ﷺ قبور المشرکین من موضع مسجدہ، ولم ینقل التراب''، وقد أخبر الله سبحانه عن اللبن أنه یخرج من بین فرث ودم، وقد أجمع المسلمون علی أن الدابة إذا علفت بالنجاسة ثم حبست، وعلفت بالطاھرات حل لبنھا ولحمھا، وکذلك الزرع والثمار إذا سقیت بالماء النجس، ثم سقیت بالطاھر، حلت لاستحالة وصف الخبث وتبدله بالطیب، وعکس ھذا أن الطیب إذا استحال خبیثًا صار نجسًا کالماء والطعام إذا استحال بولا وعذرة. فکیف أثرت الاستحالة فی انقلاب الطیب خبیثًا، ولم یؤثر فی انقلاب الخبیث طیبًا'' (اعلام الموقعین ۱/ ۲۹۷-۲۹۸، ط: ۱، بیروت، العلمیہ ۱۴۱۱ھ)

(لہذا صحیح قیاس ہے کہ پاک ہونے کو ان تمام نجاستوں کی طرف متعدی کیا جائے جن کی ماہیت بدل جائے، اور نبی کریم ﷺ نے اپنی مسجد کی جگہ سے مشرکین کی قبریں کھودیں، اور مٹی منتقل نہیں فرمائی''، اور اللہ تعالی نے دودھ کے بارے میں اطلاع دی ہے کہ وہ جانور کے پیٹ کے اندر کے گوبر اور خون کے درمیان سے نکلتا ہے، اور مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر جانور کو نجاست کھلایا گیا، پھر ناپاک چارہ بند کر دیا گیا، اور پاک چارہ دیا گیا، تو اس کا دودھ اور گوشت حلال ہے، اور ایسے ہی کھیتی اور پھل ناپاک پانی سے سینچے گئے، پھر پاک پانی سے سینچے گئے، تو وہ پاک ہو گئے، اس لئے کہ ناپاکی کی صفت پاکی سے بدل گئی، اور اس کا برعکس معاملہ یہ ہے کہ پاک چیز ناپاک ماہیت سے بدل جائے تو ناپاک ہو جائے گی، جیسے پانی اور کھانا پیشاب اور پاخانہ سے بدل جائیں، تو تبدیلی ماہیت نے پاک کے ناپاک میں بدلنے میں کیونکر اثر کیا؟ اور ناپاک کے پاک میں بدلنے میں کیوں اثر نہیں کیا؟)۔

اور امام ابن حزم ظاہریؒ کا بھی یہی مسلک ہے، چنانچہ وہ رقمطراز ہیں:

''إذا استحالت صفات عین النجس أو الحرام، فبطل عنه الاسم الذی به ورد ذلك الحکم فیه، وانتقل إلی اسم آخر وارد علی حلال طاھر، فلیس ھو ذلك النجس لا الحرام، بل قد صار شیئًا آخر ذا حکم آخر'' (المحلی ۱/ ۱۴۳)

(جب ناپاک یا حرام شئی کے اوصاف بدل جائیں، تو اس سے وہ نام زائل ہو جائے گا جس کے ساتھ اس کے بارے میں وہ حکم وارد ہے، اور وہ دوسرے نام کی طرف منتقل ہو جائے گی جو حلال اور پاک شئی پر وارد ہے، سو وہ شئی بعینہ ناپاک یا حرام نہیں رہی بلکہ دوسرے حکم والی دوسری شئی ہو گئی)۔

اور علامہ حطاب مالکی (م: ۹۵۴ھ) مشک کے نافہ کی پاکی کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

''لأنھا استحالت عن جمیع صفات الدم وخرجت عن اسمه إلی صفات واسم یختص بھا، فطھرت لذلك، کما

يستحيل الدم وسائر ما يتغذى به الحيوان من النجاسات إلى اللحم، فيكون طاهرًا'' (حطاب مالکی، مواہب الجليل ا/ ۹۷، ط: ۳، بیروت، دار الفکر ۱۴۱۲ھ۱۹۹۲ء)

(اس لئے کہ مشک کا نافہ خون کے تمام اوصاف سے بدل گیا، اور اپنے نام سے نکل کر ایسے اوصاف اور نام کی طرف منتقل ہوگیا جو نام ان اوصاف کے ساتھ خاص ہے، لہٰذا اس سبب سے وہ پاک ہوگیا، جس طرح خون اور وہ تمام نجاستیں جو جانور کھاتا ہے، گوشت میں تبدیل ہوجاتے ہیں اور گوشت پاک رہتا ہے)۔

جبکہ مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا مسلک یہ ہے کہ ماہیت کی تبدیلی سے ناپاک اشیاء پاک نہیں ہوتی ہیں، البتہ اگر شراب خود بخود تبدیل ہوجائے، تو وہ پاک ہوجاتی ہے، چنانچہ امام نووی تحریر فرماتے ہیں:

''مذهبنا أنه لا يطهر السرجين والعذرة وعظام الميتة وسائر الأعيان النجسة بالإحراق بالنار، وكذا لو وقعت هذه الأشياء فی مملحة، أو وقع كلب ونحوه، وانقلبت ملحًا، ولا يطهر شئ من ذلك عندنا.... وقد فرق المصنف بينها وبين الخمر إذا تخللت'' (المجموع ۲/ ۵۷۹) (ہمارا مسلک یہ ہے کہ گوبر، پاخانہ، مردار کی ہڈیاں اور تمام ناپاک اشیاء آگ سے جلنے کی وجہ سے پاک نہیں ہوتے ہیں، اور ایسے ہی یہ چیزیں نمک کی کان میں گر جائیں یا کتا وغیرہ گر کر نمک بن جائے، تو ہم شوافع کے نزدیک ان میں سے کوئی چیز پاک نہیں ہوتی ہے، اور مصنف نے نجس اشیاء اور شراب جب سرکہ بن جائے تو ان کے درمیان فرق کیا ہے)۔

اور مرداوی حنبلی رقمطراز ہیں: ''ولا يطهر شئ من النجاسات بالاستحالة، ولا بنار أيضًا، إلا الخمرة، هذا المذهب بلا ريب، وعليه جماهير الأصحاب، ونصروه'' (الانصاف ا/۳۱۸، بیروت، دار الاحیاء)

(اور ناپاک اشیاء میں سے کوئی چیز ماہیت کے بدلنے اور آگ سے جلنے کی وجہ سے پاک نہیں ہوتی ہے، سوائے شراب کے، بلاشک یہی حنبلی مسلک ہے، اور اسی پر جمہور فقہاء حنابلہ ہیں، اور اسی کی انہوں نے تائید کی ہے)۔

قول راجح:

احناف اور ان سے اتفاق رکھنے والے علماء اور فقہاء کا قول راجح ہے، کیونکہ طہارت اور نجاست دو ایسے وصف ہیں جن کا تعلق اشیاء کی حقیقتوں سے ہے، تو پھر جب اشیاء کی حقیقتیں بدل جائیں، تو ان سے وابستہ صفات بھی لازمًا بدل جائیں گی، اور عقل یہی کہتی ہے کہ ذات کی تبدیلی سے صفات کی تبدیلی ہوجائے، اسی وجہ سے محقق ابن ہمامؒ نے تبدیلی ماہیت کی بنا پر طہارت کے قول کو راجح قرار دیا ہے، چنانچہ رقمطراز ہیں:

''لأن الشرع رتب وصف النجاسة على تلك الحقيقة، وتنتفى الحقيقة بانتفاء بعض أجزاء مفهومها، فكيف بالكل؟ فإن الملح غير العظم واللحم. فإذا صار ملحًا ترتب حكم الملح، ونظيره فی الشرع النطفة نجسة وتصير علقة، وهی نجسة، وتصير مضغة فتطهر، والعصير طاهر فيصير خمرًا فينجس، ويصير خلا فيطهر، فعرفنا أن استحالة العين تستتبع زوال الوصف المرتب عليها'' (فتح القدير ا/ ۲۰۱-۲۰۰، بیروت، دار الفکر)

(اس لئے کہ شریعت نے نجاست کے وصف کو اس حقیقت پر مرتب کیا ہے، اور حقیقت اپنے مفہوم کے بعض اجزاء کے زائل ہونے سے زائل ہوجاتی ہے، تو کیونکر کل اجزاء کے زائل ہونے سے زائل نہ ہوگی؟ کیونکہ نمک کی حقیقت ہڈی اور گوشت کی حقیقت سے الگ ہے تو جب ہڈی یا گوشت نمک بن جائے، تو نمک کا حکم مرتب ہوگا، اور اس کی نظیر شریعت میں یہ ہے کہ منی کی بوند ناپاک ہے، اور وہ خون بستہ کی شکل اختیار کرتی ہے، اور خون بھی ناپاک ہے، اور (لیکن) خون بستہ جب گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے تو پاک ہوجاتا ہے، اور جوس (رس) پاک ہے اور شراب میں بدل کر ناپاک ہوجاتا ہے، اور شراب سرکہ میں بدل کر پاک ہوجاتی ہے، تو اس سے پتہ چلا کہ ذات کی تبدیلی اس پر مرتب ہونے والے وصف کے زائل ہونے کا تقاضا کرتی ہے)۔

۲۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ''نهى عن لبن الجلالة'' (سنن ابی داود، حدیث نمبر: ۳۷۸۶، سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۸۲۵، اور اس کی سند صحیح ہے) (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لید اور مینگنی کھانے والے چوپایہ کے دودھ سے منع فرمایا)۔

اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ''نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن لحوم الجلالة وألبانها'' (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۳۱۸۹، اور اس کی سند صحیح ہے) (نجاست خور جانور کے گوشت اور دودھ سے منع فرمایا)۔

اس حدیث کے اندر نجاست خور جانور کے گوشت اور دودھ سے منع فرمانے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ماہیت کی تبدیلی سے نجس شئی پاک نہیں ہوتی ہے، بلکہ ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ جانور کے نجاست کھانے کی وجہ سے اس کے دودھ میں بدبو پیدا ہوجاتی ہے، لہذا اگر کچھ دن اسے نجاست کھانے سے روک دیا جائے تا کہ بدبو دور ہوجائے تو اس کے دودھ اور گوشت کا استعمال بلا کراہت درست ہے۔

۳۔ جانور کو بھی نجاست کھلانا مناسب نہیں، البتہ اگر وہ خود کھالے اور گوشت بدبودار ہوجائے، تو اسے اتنے دن روک کر پاک چارہ دیا جائے کہ بدبو دور ہوجائے، پھر وہ جانور حلال ہوجائے گا، چنانچہ علامہ سمرقندی رقمطراز ہیں:

''ويكره الجلالة من الإبل والبقر والغنم؛ لأن الغالب من أكلها النجاسة. فأما الدجاجة المخلاة التي تأكل النجاسة أيضًا، قالوا: لا يكره؛ لأنها تخلطها بغيرها، ولأن الجلالة ينتن لحمها ويتغير، ولحم الدجاجة لا ينتن ولا يتغير. ثم الجلالة إذا حبست أيامًا حتى تعتلف، ولا تأكل النجاسة تحل'' (تحفة الفقهاء، كتاب الذبائح، ۳/ ۶۵، ط: ۲، بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۴ھ ۱۹۹۳ء)۔

(نجاست خور اونٹ، گائے اور بکری مکروہ ہے، اس لئے کہ عام طور سے اس کا چارہ نجاست ہے، رہی آزاد پھرنے والی مرغی جو نجاست بھی کھاتی ہے، تو فقہاء کہتے ہیں کہ وہ مکروہ نہیں، اس لئے کہ وہ نجاست اور غیر نجاست دونوں کھاتی ہے، اور اس لئے بھی کہ نجاست خور جانور کا گوشت بدبودار اور متغیر ہوجاتا ہے، اور مرغ کا گوشت بدبودار اور متغیر نہیں ہوتا ہے، پھر اگر نجاست خور جانور کو چند دن روک کر چارہ دیا جائے، اور وہ نجاست نہ کھائے، تو وہ حلال ہوجائے گا)۔

اور علامہ سرخسی (م: ۴۸۳ھ) فرماتے ہیں:

''وتكره لحوم الإبل الجلالة، والعمل عليها، وتلك حالها إلى أن تحبس أيامًا، لما روى أن النبي ﷺ نهى عن أكل لحم الجلالة .... وتفسير الجلالة التي تعتاد أكل الجيف ولا تخلط فيتغير لحمها، ويكون لحمها منتنا، فحرم الأكل؛ لأنه من الخبائث، والعمل عليها لتأذي الناس بنتنها، وأما ما يخلط، فيتناول الجيف وغير الجيف على وجه يظهر أثر ذلك من لحمه، فلا بأس بأكله، والعمل عليه، حتى ذكر في النوادر: لو أن جديا غذي بلبن خنزير، فلا بأس بأكله. لأنه لم يتغير لحمه، وما غذي به صار مستهلكًا، ولم يبق له أثر'' (المبسوط ۱۱/ ۲۵۵)۔

(اور نجاست خور اونٹ کا گوشت مکروہ ہے، اور اسی پر عمل ہے اور یہی اس کا حال رہے گا، یہاں تک کہ چند دن اسے روک لیا جائے، اس دلیل سے جو مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نجاست خور جانور کا گوشت کھانے سے منع فرمایا...... اور نجاست خور جانور کی تعریف یہ ہے کہ یہ وہ جانور ہے جو نجاست، مردار اور سڑی ہوئی لاش کھانے کا عادی ہو اور دوسری چیز نہ کھاتا ہو، سو اس کا گوشت متغیر ہوجائے اور بدبودار ہوجائے، لہذا اس کا کھانا حرام ہے، اس لئے کہ (اس حالت میں) وہ خبیث اشیاء میں سے ہے، اور اسی پر عمل ہے، اس لئے کہ لوگوں کو اس کی بدبو سے تکلیف پہنچتی ہے، اور رہا وہ جانور جو نجاست اور غیر نجاست دونوں کھائے، اس طرح پر کہ اس کا اثر اس کے گوشت سے ظاہر ہو، تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اسی پر عمل ہے، یہاں تک کہ ''نوادر'' میں مذکور ہے کہ اگر کسی بکری کے بچہ کو سور کے دودھ سے پالا جائے، تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ اس کا گوشت متغیر نہیں ہوا، اور جس دودھ سے اس کی پرورش کی گئی، وہ فنا ہوگیا، اور اس کا اثر باقی نہ رہا)۔

لیکن زین الدین حنفیؒ نے بکری کے ایسے بچہ کو نجاست خور جانور کی طرح قرار دیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''ولو رضع جدى بلبن خنزير فهو كالجلالة'' (تحفة الملوك / ۲۲۵)

(اور اگر بکری کے بچہ کی پرورش خنزیر کے دودھ سے کی گئی، تو وہ نجاست خور جانور کی طرح ہے)۔

اور یہی راجح معلوم ہوتا ہے لہذا اسے اتنے دن روک کر پاک غذا دی جائے کہ سور کے دودھ کا اثر ختم ہوجائے۔

پھر بھی ''درمختار'' میں بغیر تفصیل کے اس کے کھانے کو حلال ٹھہرایا گیا ہے،

''كما حل أكل جدي غذي بلبن خنزير؛ لأن لحمه لا يتغير، وما غذي به يصير مستهلكًا لا يبقى له أثر'' (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والاباحة ۶/ ۳۴۱) (اسی طرح اس بکری کے بچہ کا کھانا حلال ہے جسے سور کے دودھ سے پالا گیا ہو، اس لئے کہ اس کا گوشت متغیر نہیں ہوتا، اور سور کا دودھ جس کے ذریعہ اس کی پرورش کی گئی، وہ فنا ہوجائے گا، اس کا اثر باقی نہیں رہے گا)۔

دیگر دبستان فقہ میں بھی نجاست خور جانور مکروہ ہے، اگر چہ ابن رشد جد مالکی (م: ۵۲۰ھ) لکھتے ہیں:

''فلا اختلاف في المذهب أن أكل لحوم الماشية والطير التي تغذى بالنجاسات حلال جائز'' (البيان والتحصيل ۳/ ۲۷۰، ط: ۲، بيروت، دار الغرب ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء)

(مذہب مالکی میں اس سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ نجاست خور جانور اور پرندہ کا گوشت کھانا حلال اور جائز ہے)۔

لیکن ابن رشد حفید مالکی (م: ۵۹۵ھ) نے نجاست خور جانور کو امام مالک کے نزدیک مکروہ قرار دیا ہے، جیسا کہ وہ لکھتے ہیں: ''والشافعي يحرم الجلالة ومالك يكرهها'' (بداية المجتهد ۳/ ۱۸، قاہرہ، دار الحدیث، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء) (امام شافعی نجاست خور جانور کو حرام اور امام مالک مکروہ قرار دیتے ہیں)۔

لیکن فقہ شافعی کے ترجمان امام شیرازی شافعی نے نجاست خور جانور کا کھانا مکروہ لکھا ہے، جیسا کہ وہ رقمطراز ہیں:

''ويكره أكل الجلالة، وهي التي أكلها العذرة من ناقة أو شاة، أو بقرة أو ديك أو دجاجة.... ولا يحرم أكلها؛ لأنه ليس فيها أكثر من تغيير لحمها، وهذا لا يوجب التحريم. فإن أطعم الجلالة طعامًا طاهرًا، فطاب لحمها لم يكره'' (المهذب، باب الأطعمة ۱/ ۴۵۴، بيروت، العلمية) (اور نجاست خور جانور کا کھانا مکروہ ہے، اور یہ وہ جانور ہے جس کا کھانا پاخانہ ہو، خواہ وہ اونٹنی ہو، یا بکری ہو، یا گائے، یا مرغ، یا مرغی، اور اس کا کھانا حرام نہیں، اس لئے کہ اس کے اندر اس کے گوشت کے متغیر ہونے سے زیادہ کچھ نہیں، اور یہ حرمت کو ثابت نہیں کرتا ہے، پھر اگر نجاست خور کو پاک کھانا کھلائے اور اس کا گوشت عمدہ ہوجائے، تو مکروہ نہیں)۔

اور امام نووی نے اس کے کھانے کو صحیح تر قول کے مطابق مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے، جبکہ غزالی وغیرہ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے (المجموع، کتاب الاطعمہ ۹/ ۲۸)، البتہ امام ابن الصلاح کی رائے ہے کہ اگر اس کے مزہ میں تغیر واقع ہو، تو اس کا کھانا حلال نہیں، ورنہ حلال ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''لو ربيت سخلة بلبن الكلب، أو الجلالة الحليل السرقين، إن ظهر في طعمه تغير، لم يحل أكله، وإلا فلا'' (فتاوى ابن الصلاح ۲/ ۷۱۱، ط: ۱، بيروت، مكتبة العلوم ۱۴۰۷ھ) (اگر بکری یا بھیڑ کے بچہ کی پرورش کتے کے دودھ سے کی گئی، یا نجاست خور جانور کو گوبر کھلایا گیا، اگر اس کے مزہ میں تغیر پیدا ہو، تو اس کا کھانا حلال نہیں ورنہ حلال ہے)۔

اور حنابلہ کے صحیح مسلک کے مطابق نجاست خور جانور کا گوشت کھانا حرام ہے، چنانچہ مرداوی حنبلی (م: ۸۸۵ھ) لکھتے ہیں:

''وتحرم الجلالة التي أكثر علفها النجاسة، ولبنها وبيضها، حتى تحبس، هذا المذهب، وعليه الأصحاب.... وأطلق في الروضة وغيرها تحريم الجلالة، وأن مثلها خروف ارتضع من كلبة ثم شرب لبنا طاهرًا.... وعنه يكره ولا يحرم'' (الانصاف، كتاب الأطعمة ۱۰/ ۳۶۶) (اور ''جلالہ'' حرام ہے جس کا اکثر چارہ نجاست ہو، اور اس کا دودھ اور انڈا بھی حرام ہے، یہاں تک کہ اسے روکا جائے، یہی مذہب حنبلی ہے، اور اسی پر فقہاء حنابلہ ہیں...... اور ''الروضۃ'' وغیرہ کتب مذہب حنبلی میں نجاست خور جانور کی حرمت کو مطلق رکھا ہے، اور یہ کہ اسی کی مانند وہ بکری کا بچہ ہے جس نے کتیا کے دودھ سے پرورش پائی، پھر پاک دودھ پیا...... اور امام احمد سے ایک روایت ہے کہ نجاست خور جانور کا کھانا مکروہ ہے اور حرام نہیں ہے)۔

راجح قول یہ معلوم ہوتا ہے کہ نجاست خور جانور کے گوشت میں پیدا شدہ بو زائل کئے بغیر اس کا کھانا مکروہ ہے۔

۴۔ میڈیکل سائنس دانوں کے نزدیک خنزیر کی چربی کیمیائی تدبیر سے مکمل طور پر تبدیل نہیں ہوتی ہے، بلکہ اس کی فیزیکل (Physical) اور

کیمیائی (Chemical) صفات باقی رہتی ہیں۔

اب ہم سطور بالا میں ذکر کردہ امور کے بعد سوالات کے جوابات تحریر کرتے ہیں:

(الف): جانوروں کو گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے خنزیر کی چربی پر مشتمل غذا دینا مکروہ ہے، اس لئے کہ غذا کی تحلیل کے باوجود اس کے روحانی اور اخلاقی اثرات کھانے والے انسانوں پر مرتب ہوں گے۔

(ب): حلال جانور کو خنزیر کی چربی پر مشتمل غذا کھلائی گئی، تو اب اس کا گوشت کھانا مکروہ ہے، کیونکہ غذا کی تحلیل کے باوجود سور کے گندے اثرات کھانے والے پر مرتب ہوں گے، اور نیکی کی محبت اور بدی سے نفرت کی فطرت آہستہ آہستہ کمزور ہوجائے گی، اور بے حیائی اور بدکاری کی عادت بننے لگے گی، اور فحاشی کا برملا اظہار آسان ہوجائے گا۔

اگرچہ قدیم فقہاء نے اپنے زمانہ کی تحقیق کے مطابق یہ بات تحریر کی ہے کہ اس بکری کا کھانا حلال ہے جس کی پرورش سور کے دودھ سے ہوئی، کیونکہ اس کا دودھ تحلیل ہوگیا، اور اس کا اثر باقی نہیں رہا۔

لیکن موجودہ دور کی تحقیق کے مطابق ہم دیکھتے ہیں کہ زہر آلود کھاد جس کا استعمال پیداوار بڑھانے کے لئے ہوتا ہے، یہ کھاد دو مرتبہ تحلیلی عمل سے گزرتا ہے، ایک مرتبہ زمین کی مٹی میں مل کر فنا ہوجاتا ہے، اور دوسری مرتبہ پودہ کے اندر تحلیل ہوجاتا ہے، اس کے باوجود اس کی سمیت (زہر) کا اثر برقرار رہتا ہے، اور وہ بتدریج ایک انسان کو خطرناک امراض مثلاً کینسر جیسی بیماری میں مبتلا ہونے کا سبب بنتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ تحلیل ہونے کے باوجود اس شئی کا مضر اثر باقی رہتا ہے۔

لہذا اس تحقیق، تجربہ اور مشاہدہ کی بنیاد پر یہ بات درست ہے کہ خنزیر کی چربی پر مشتمل غذا کھانے والے حلال جانور کا گوشت مکروہ ہے، آج لوگوں میں برائیوں کے بڑھتے ہوئے رجحان کے اسباب میں سے ایک سبب اس طرح کے گوشت کا استعمال بھی ہے۔

جواب نمبر ۵:

قرآن وسنت کی واضح تعلیمات ہیں کہ کسی کو ضرر پہنچانا درست نہیں ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"ولا تقتلوا النفس التي حرم الله إلا بالحق" (الانعام: ۱۵۱) (ناحق اس جان کو قتل نہ کرو، جس کو اللہ نے حرام ٹھہرایا)، اور فرمان الٰہی ہے: "ولا یقتلون النفس التي حرم الله إلا بالحق" (الفرقان: ۶۸) (وہ ناحق اس جان کو ہلاک نہیں کرتے ہیں، جس کو اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے)۔

اور قتل صرف یہی نہیں ہے کہ کسی دھار دار آلہ سے کسی کو ہلاک کردیا جائے بلکہ ایسی تدبیر کرنا کہ کوئی آہستہ آہستہ ہلاکت تک پہنچ جائے، یہ بھی قتل کے حکم میں ہے، چنانچہ کسی کو ایسا زہر دینا بھی حرام ہے جو بتدریج ہلاک کردے۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "لا ضرر ولا ضرار" (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۳۴۰، اور اس کی سند صحیح ہے) (نہ ابتداءً کسی کو ضرر پہنچانا درست ہے اور نہ مقابلہ کے طور پر کہ ہر ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے)۔

لہذا غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال کرنا حرام ہے، چنانچہ فقہاء نے "جلالہ" (نجاست خور جانور) کے گوشت کھانے کی عدم حلت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس کی بدبو کی وجہ سے انسان کو اذیت لاحق ہوگی، جیسا کہ امام سرخسی لکھتے ہیں:

"وتفسير الجلالة التي تعتاد أكل الجيف، ولا تخلط، فيتغير لحمها، ويكون لحمها منتنًا، فحرم الأكل؛ لأنه من الخبائث، والعمل عليها لتأذي الناس بنتنها" (المبسوط ۱۱/ ۲۵۵) اور "جلالہ" کی تعریف یہ ہے کہ یہ وہ جانور ہے جو مردار اور نجاست کھانے کا عادی ہو، اور دوسری چیز نہ کھائے، سو اس کا گوشت متغیر ہوجائے، اور بدبودار ہوجائے، لہذا اس کا کھانا حرام ہے، اس لئے کہ وہ خبیث اور گندی اشیاء میں سے ہے، اور اسی پر عمل ہے، کہ اس کی بدبو کی وجہ سے لوگوں کو اذیت لاحق ہوتی ہے)۔

اور ابن مازہ حنفی تحریر فرماتے ہیں: "وإنما كره الاستعمال كيلا يتأذى الناس بروائحها" (المحيط البرهاني ۶/ ۷۵) (اور نجاست خور جانور کے گوشت کا استعمال مکروہ بس اس وجہ سے ہے کہ لوگوں کو اس کی بدبو کی وجہ سے اذیت لاحق نہ ہو)۔

اور اسی لئے مضر صحت بدبو کے زائل ہونے کے بعد اس کا کھانا حلال ہے کیونکہ کراہت کی کوئی وجہ نہیں رہی؛ چنانچہ امام سرخسی لکھتے ہیں:

''والأصلح أنها تحبس إلى أن تزول الرائحة المنتنة عنها؛ لأن الحرمة لذلك، وهو شئ محسوس، ولا يتقدر بالزمان لاختلاف الحيوانات في ذلك، فيصار فيه إلى اعتبار زوال المضر، فإذا زال بالعلف الطاهر حل تناوله'' (المبسوط ۱۱/ ۲۵۶) (اور بہتر یہ ہے کہ اسے روک لیا جائے یہاں تک کہ اس سے بدبو زائل ہو جائے، اس لئے کہ حرمت اسی وجہ سے ہے، اور وہ ایسی چیز ہے جو محسوس ہو سکتی ہے، اور اسے روکنا وقت کے ساتھ محدود نہیں ہے؛ کیونکہ بدبو کے زائل ہونے کے سلسلہ میں جانوروں میں فرق ہے۔ لہٰذا اس سلسلہ میں مضر شئی کے زائل ہونے کا اعتبار کیا جائے گا، سو اگر پاک چارہ سے بدبو دور ہو جائے، تو اس کا کھانا حلال ہے)۔

اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ اگر کسی تیار کردہ غذائی شئی کے مضر صحت ہونے کا گمان غالب ہو، یا کسی شخص پر اس کے استعمال کے مضر اثرات ظاہر ہو چکے ہوں اور طبیب نے مشورہ دیا ہو کہ فلاں غذائی مصنوع کو فوراً ترک کر دیں، تو ایسی حالت میں اس کو خریدنا، خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا سب حرام ہے، چنانچہ زیلعی حنفی رقمطراز ہیں:

''يملك رفع الضرر عن النفس، ولا يملك إثباته شرعًا على نفسه، ولذا ملك التطبب، ولم يملك أكل السم، وإدخال المؤذي على البدن'' (تبيين الحقائق ۲/ ۱۶۱، ط: ۱، قاهره، اميريه، ۱۳۱۳ھ) آدمی کو اپنی ذات سے ضرر دور کرنے کا اختیار ہے، اور شرعاً اپنی ذات پر ضرر ثابت کرنے کا اختیار نہیں، اسی وجہ سے آدمی کو علاج کا اختیار ہے اور زہر کھانے اور جسم پر تکلیف دہ شئی داخل کرنے کا اختیار نہیں)۔

اور بھڑ وغیرہ کھانا ضرر کی وجہ سے ہی حرام ہے، جیسا کہ علامہ عینیؒ لکھتے ہیں: ''والزنبور من المؤذيات؛ لأنه من ذوات السم'' (البنايه ۱۱/ ۵۸۸) (اور بھڑ نقصاندہ جانداروں میں سے ہے، اس لئے کہ وہ زہریلے جانداروں میں سے ہے)۔

خلاصہ یہ کہ جس چیز کے مضر صحت ہونے کا گمان غالب ہو، اس کے ذریعہ نہ اپنی ذات کو اور نہ دوسروں کو ضرر پہنچانا جائز ہے۔

خلاصہ بحث:

۱۔ پیداوار میں اضافہ اور پھلوں کو بچانے کے لئے زہر آلود مادوں کا استعمال کرنا حرام ہے۔

۲۔ پھلوں کو جلد از جلد پکانے یا ترکاری کے حجم کو اس حد تک بڑھانے یا جلد تیار کرنے کے لئے زہریلی دواؤں کا استعمال حرام ہے کہ وہ مضر صحت بن جائیں۔

۳۔ اگر میڈیکل ماہرین کو گمان غالب ہے کہ حلال جانوروں کے دودھ کی مقدار میں اضافہ کرنے یا جانور نے فطری طور پر دودھ دینا بند کر دیا ہو تو مصنوعی طور پر دودھ جاری کرنے کے لئے خاص قسم کے انجکشن کے نتیجہ میں جاری ہونے والا دودھ انسانی صحت کے لئے مضر ہے، تو ایسی تدابیر کا استعمال کرنا حرام ہے۔

۴۔ جانوروں کے گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے خنزیر کی چربی پر مشتمل غذا ان کو کھلانا مکروہ ہے۔

۵۔ خنزیر کی چربی پر مشتمل غذا کھانے والے جانور کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔

۶۔ غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال حرام ہے۔

۷۔ اگر کسی تیار کردہ غذائی شئی کے مضر صحت ہونے کا گمان غالب ہو، یا کسی شخص پر اس کے استعمال کے مضر اثرات ظاہر ہو چکے ہوں اور طبیب نے مشورہ دیا ہو کہ فلاں غذائی مصنوع کو فوراً ترک کر دیں، تو ایسی حالت میں اس چیز کو خریدنا، خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا سب حرام ہے۔

هذا ما ظهر، والله تعالى أعلم بالصواب، وعلمه أتم وأحكم۔

☆☆☆

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

مفتی شبیر احمد قاسمی[1]

۱۔ **الجواب وباللہ التوفیق**: شریعت نے حفظانِ صحت کو بہت زیادہ اہمیت دے رکھی ہے، ہر آدمی پر اپنی صحت کا خیال رکھنا ضروری اور لازم ہوتا ہے، انسانی صحت کی خوبیوں اور افزائش میں غذا کا بہت بڑا دخل ہے۔ حدیث پاک کے اندر رسول اکرم ﷺ کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ دو قسم کی نعمتیں ایسی ہیں جن میں انسان دھوکہ میں پڑ کر بہت زیادہ نقصان اٹھاتا ہے: (۱) صحت، (۲) فارغ وقت، صحت کے بارے میں لاپرواہی کی وجہ سے طرح طرح کے نقصانات اٹھانے پڑ جاتے ہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے:

عن عبد الله بن عباس رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس: الصحة، والفراغ (سنن ترمذي، النسخة الهندية ۲/ ۵۶، رقم: ۲۳۰۴، صحيح البخاري، النسخة الهندية ۲/ ۹۴۹، رقم: ۶۱۶۵، ف: ۶۴۱۲)۔

غذائی اشیاء کی عمدگی اور خرابی پر انسانی صحت کا سارا مدار ہوتا ہے؛ اس لئے اشیاء خوردنی کا ہر قسم کے نقصان دہ جراثیم اور زہریلا مادہ سے پاک ہونا لازم ہے۔

کھیتوں میں کھاد کا استعمال:

کسانوں کے لئے کھیتوں میں کھاد ڈالنا جس کی وجہ سے پیداوار میں اضافہ ہو سکے اور اچھی پیداوار حاصل کر سکیں، شرعاً جائز اور درست ہے، قدیم زمانہ سے یہ سلسلہ جاری ہے، حضرات فقہاء نے اس کی صراحت کردی ہے کہ پیداوار میں افزائش کے لئے کھیتوں میں کھاد کا استعمال کرنا بلاتردد جائز اور درست ہے، جیسا کہ فقہاء کے حسب ذیل جزئیات سے واضح ہوتا ہے۔ زیلعی کی عبارت ملاحظہ فرمایئے:

إن المسلمين تمولوا السرقين وانتفعوا به في سائر البلدان والاعصار من غير نكير، فإنهم يلقونه في الأراضي لاستكثار الريع. بخلاف العذرة. لأن العادة لم تجر بالانتفاع بها، وإنما ينتفع بها مخلوطة برماد وتراب غالب عليها بالإلقاء في الأرض. فحينئذ يجوز بيعها. والصحيح عن أبي حنيفة أن الإنتفاع بالعذرة الخالصة جائز (تبيين الحقائق، جديد زكريا ديوبند ۷/ ۵۷، قديم ۶/ ۲۶)۔

"مجمع الانہر" میں ان الفاظ سے نقل کیا گیا ہے:

والصحيح عن الإمام أن الانتفاع بالعذرة الخالصة جائز. وجاز بيع السرقين مطلقا في الصحيح عندنا. لكونه مالا منتفعا به لتقوية الأرض في الانبات (مجمع الأنهر، جديد دار الكتب العلمية ۴/ ۲۱۱)۔

---

[1] جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی، مرادآباد۔

زہر آلود کھاد کا استعمال:

یہ بات بہت زیادہ قابل توجہ ہے کہ موجودہ دور میں طرح طرح کے زہریلی کھاد کی ایجاد ہو چکی ہے، اور ان کھادوں کے اندر ایسا کیمیکل استعمال کیا جاتا ہے کہ وہ کھاد ظاہری طور پر کھاد ہے، درحقیقت وہ سم قاتل اور زہر ہی ہوا کرتا ہے۔ اور اس کے زہریلی اثرات پودوں سے ہوتے ہوئے پھلوں اور غلوں میں منتقل ہو جاتے ہیں اور اس زہریلے کھاد کے ذریعہ سے جو غلہ پیدا ہوتا ہے اس کے نقصانات اندرونی طور پر انسان کے اجسام میں اس طرح سے منتقل ہو جاتے ہیں کہ انسان کو اس کا احساس بھی نہیں ہوتا ہے، من جانب سرکار کسانوں پر ایسے کھاد کے استعمال پر پابندی عائد کرنا ضروری ہے جن کھادوں میں زہریلی مادہ ہوتا ہے، اور شریعت اسلامی ایسے زہریلی کھاد کھیتوں میں استعمال کی اجازت نہیں دیتی جو نسل انسانی کے لئے نقصان کا باعث ہو۔

لا خلاف بين الفقهاء في حرمة تناول ما يقتل من السم بلا حاجة إليه، لقوله تعالى: ''ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة'' (سورة البقرة، آيت: ۱۹۵، الموسوعة الفقهيه ۲۵/ ۲۵۵)۔

۲۔ پھلوں میں کیمیکل کا استعمال:

الجواب وباللہ التوفیق: آج کل کے زمانہ میں پھلوں اور سبزیوں میں خطرناک قسم کے کیمیکل استعمال کئے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے وقت سے بہت پہلے پھل تیار ہو کر مارکیٹ میں آجاتا ہے، جو انتہائی خوشنما نظر آتا ہے، ایسا تجربہ ہوا ہے کہ آدھا کلو کی لوکی بازار سے خرید کر لا کر فریج میں رکھ دی، ایک دو دن کے بعد اس کو نکالا تو وہ فریج میں رکھے رکھے ایک کلو کے برابر ہو گئی، اسی طرح وقت سے پہلے پھلوں کو پکانے کے لئے زہریلے کاربائڈ کا استعمال بھی کثرت سے ہونے لگا ہے، جس کی وجہ سے پھلوں کے اندر زہریلا مادہ منتقل ہو جاتا ہے، شرعی طور ایسے زہریلے کاربائڈ کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے، جس سے انسانی صحت متاثر ہو جائے۔ اور پھل ایک عمدہ ترین صحت افزا غذا ہے، بیماری کی حالت میں مریضوں کو پھل کھلایا جاتا ہے، تاکہ مریض میں طاقت آجائے اور جلد صحت یاب ہو جائے۔ اور زہریلے کھاد سے پیدا شدہ اور زہریلے کاربائڈ سے تیار شدہ پھل کھانے سے بجائے صحت یابی کے مزید دوسرے امراض کے شکار ہو جاتے ہیں؛ اس لئے شریعت پھلوں میں زہریلی کیمیکل اور زہریلا کاربائڈ وغیرہ کے استعمال کی اجازت نہیں دیتی؛ بلکہ ایسی زہریلی اشیاء کی خرید و فروخت کی بھی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ ملاحظہ فرمائیے:

لا خلاف بين الفقهاء في أن السم القاتل إذا خلا من نفع يباح أو خالطته نجاسة كلحوم الحيات وغيرها من النجاسات، لا يجوز بيعه؛ لأن جواز الانتفاع من المبيع انتفاعا مشروعا، وطهارته شرطان في صحة عقد البيع (الموسوعة الفقهيه ۲۵/ ۲۵۵)۔

۳۔ دودھ کے لئے مادہ جانور کو انجکشن لگانا:

الجواب وباللہ التوفیق: حلال چوپائے جانور پالنے والے ان سے دودھ حاصل کرتے وقت انجکشن لگایا کرتے ہیں، ان انجکشنوں کی وجہ سے دودھ میں مضر اثرات منتقل ہوتے ہیں، بعض دفعہ لوگوں نے یہ تجربہ کیا ہے کہ وہ دودھ جو بغیر انجکشن کے نکالا گیا ہے اور وہ دودھ جو انجکشن کے ذریعہ نکالا گیا ہے، دونوں کے درمیان نمایاں فرق ثابت ہوا ہے، اور بغیر انجکشن کے جو دودھ حاصل کیا جاتا ہے اس کا ذائقہ اور اس کے فوائد نمایاں رہتے ہیں، اس کے برخلاف انجکشن کے ذریعہ سے جو دودھ حاصل کیا جاتا ہے اس کا ذائقہ اور اس کے اثرات میں کافی فرق رہتا ہے، اس کے ذائقہ میں بھی کمی رہتی ہے، اور اس کو پینے کے بعد طبیعت میں فرحت بھی نہیں آتی، اور انجکشن کے ذریعہ سے حاصل کیا گیا دودھ بہر حال نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے؛ لیکن شرعی طور پر اس دودھ کے استعمال کو ناجائز نہیں کہا جا سکتا، اب دیکھنا یہ ہے کہ حلال جانور پالنے والے گھوسی لوگ انجکشن کیوں لگاتے ہیں؟ بعض دفعہ دیکھنے میں آتا ہے کہ مادہ جانور سے دودھ دوہتے وقت دودھ دینے میں پریشان کرتی ہے اور جوں ہی انجکشن لگا دیا تو سکون سے دودھ دیتی ہے، تو ایسی مجبوری میں انجکشن لگانے سے منع بھی نہیں کیا جا سکتا، ہاں البتہ ڈاکٹری اعتبار سے ان انجکشنوں میں اگر زہریلا مادہ ہے تو زہریلے مادہ کے استعمال کی شریعت اجازت نہیں دیتی اور شرعاً اس کا استعمال جائز نہیں ہوگا۔

لا خلاف بين الفقهاء في حرمة تناول ما يقتل من السم بلا حاجة إليه، لقوله تعالى: ''ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة'' (سورة البقرة، آيت: ۱۹۵، الموسوعة الفقهيه ۲۵/ ۲۵۵)۔

۴- ناپاک یا مشکوک غذا سے پرورش کردہ حلال جانوروں کا حکم:

الجواب وباللہ التوفیق: تین مسئلے بالکل الگ الگ ہیں:

(۱) ناپاک غذا سے پرورش پائی ہوئی مچھلیوں کا حکم۔

(۲) ناپاک غذا سے پرورش پائے ہوئے خشکی کے جانور، مثلاً چوپائے اور مرغی وغیرہ کا حکم۔

(۳) مرغیوں اور مچھلیوں کی غذا کی حقیقت۔

ان تینوں مسئلوں کو الگ الگ طریقہ سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

ناپاک غذا سے پرورش پائی ہوئی مچھلی:

جو مچھلیاں ناپاک غذا سے پرورش پائی ہیں، ان کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ اگر ان مچھلیوں سے ناپاکی کی بدبو نہیں آتی ہے، تو ان مچھلیوں کو کھانا بلا کراہت جائز اور حلال ہے، نیز مچھلیوں کے بارے میں فقہاء کی تصریحات موجود ہیں کہ ناپاک غذا اور ناپاک پانی سے پرورش پانے والی مچھلیاں بلا کراہت حلال ہیں؛ اس لئے مچھلیوں کے جلالہ ہونے کے بارے میں کوئی حدیث مروی نہیں ہے اور اس کو ''تاتارخانیہ'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

سئل علي بن أحمد، ويوسف بن محمد عن السمكة إذا أخذت، وأرسلت في الماء النجس، فكبرت فيه؟ فقال: لا بأس بأكلها للحال (الفتاوى التاتارخانيه ١٨/ ٣٩٢، رقم: ٢٩٧١٠)۔

''درمختار'' اور ''شامی'' میں اس طرح کے الفاظ سے نقل کیا گیا ہے:

السمك الذي مات بآفة ولو متولدا في ماء نجس۔ (وتحته في الشامية:) فلا بأس بأكلها للحال لحله بالنص. وكونه يتغذى بالنجاسة لايمنع حله (درمختار مع الشامي، زكريا ٩/ ٤٤٤، كراچی ٦/ ٣٠٦)۔

اور اس کو ''بزازیہ'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

أرسلت السمكة في الماء النجس، فكبرت فيه لا بأس بأكلها في الحال (بزازية على هامش الهنديه ٦/ ٣٠١)۔

اور ''شامی'' میں مچھلی اور جلالہ کے بارے میں ایک فرق یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ جب تک اس میں نجاست کے آثار اور بدبو ظاہر نہ ہوں تو وہ عام مچھلی کی طرح بلاشبہ حلال ہے، اور اگر نجاست کے اثرات اس کے گوشت میں ظاہر اور نمایاں ہو جائیں تو وہ جلالہ کے حکم میں ہو جائے گی۔

وينظر الفرق بين السمكة والجلالة، بأن تحمل السمكة على ما إذا لم تنتن، ويراد بالجلالة المنتنة (شامي، زكريا ٩/ ٤٤٥، كراچی ٦/ ٣٠٧)۔

تو معلوم ہوا کہ جلالہ ہونے کا سارا مدار گوشت کے بدبودار ہو جانے پر ہے؛ لہٰذا اگر گوشت بدبودار نہ ہو اور نجاست کا کوئی اثر ظاہر نہ ہو تو اس کا کھانا بلاشبہ اور بلا کراہت حلال اور جائز ہے۔ اس کو صاحب بدائع نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے:

فهذا يدل على أن الكراهة في الجلالة لمكان التغير والنتن لا لتناول النجاسة، ولهذا إذا خلطت لا يكره. وإن وجد تناول النجاسة؛ لأنه لا تنتن، فدل أن العبرة للنتن لا لتناول النجاسة (بدائع، الذبائح، باب ما يكره من الحيوانات، مكتبه زكريا ديوبند ٤/ ١٥٤)۔

خشکی کے جانور جلالہ کب ہوتے ہیں؟

ناپاک غذا سے پرورش پائے ہوئے خشکی کے جانوروں کا مسئلہ ان مسائل میں سے ایک ہے جن کے بارے میں حضرت امام ابوحنیفہؒ نے توقف فرمایا ہے کہ ان جانوروں کا کب اور کس وقت کھانا بلا کراہت جائز ہے؟ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کے اس توقف کی وجہ سے بعد کے فقہاء میں اس مسئلہ میں اقوال مختلف

ہو گئے ہیں، مرغی کے بارے میں ۳/دن، بکرے کے بارے میں ۴/دن اور اونٹ، گائے اور بیل کے بارے میں ۱۰/دن تک پاک غذا کھلانے کے بارے میں فقہاء نے لکھا ہے، چنانچہ بعض فقہاء نے اسی کو قول مختار لکھا ہے۔ اور امام سرخسی وغیرہ نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ان جانوروں کے بارے میں صحیح قول یہی ہے کہ وقت کی کوئی مقدار متعین نہیں؛ بلکہ صرف اتنی بات ہے کہ ان جانوروں کو جلالہ اس وقت تک کہا جائے گا جب تک ان کے اجزاء کے اندر ناپاکی کے اثرات اور بدبو باقی رہے، اور جب بدبو ختم ہو جائے گی تو ان کو جلالہ نہیں کہا جائے گا، ان کا کھانا بلا کراہت جائز ہے۔ اس کو علامہ شامی نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے:

وأشار بهذا إلى الإبل، والبقر الجلالة، والدجاجة، وہي من المسائل التي توقف فيها الإمام، وقال: لا أدري متى يطيب أكلها؟ وفي التجنيس: إذا كان علفها نجاسة تحبس الدجاجة ثلاثة أيام، والشاة أربعة، والإبل والبقرة عشرة، وهو المختار على الظاهر۔ وقال السرخسي: الأصح عدم التقدير، وتحبس حتى تزول الرائحة المنتنة، وفي الملتقى: المكروه الجلالة التي إذا قربت وجد منها رائحة فلا تؤكل ولا يشرب لبنها، ولا يعمل عليها، ويكره بيعها وبيتها، وتلك حالها، وذكر البقالي: أن عرقها نجس، وفي مختصر المحيط: ولا تكره الدجاجة المخلاة، وإن أكلت النجاسة، يعني إذا لم تنتن بها لما تقدم؛ لأنها تخلط ولا يتغير لحمها، وحبسها أياما تنزيه، شرنبلالي على الوہبانية (شامي، زكريا ۹/ ۴۴۵، كراچی ۶/ ۳۰۶)۔

صاحب بدائع نے بھی اس مسئلہ کو ذرا وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ جلالہ ہونے کا سارا مدار اس بات پر ہے کہ نجاست کی بدبو جانور کے گوشت سے نمایاں طور پر ظاہر ہو جائے، چنانچہ اگر بدبو ختم ہو جائے یا بدبو ہی نہ ہو تو جانور جلالہ نہیں ہے، اس کا گوشت کھانا بلا کراہت جائز ہے۔ بدائع کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے:

وروي عن محمد أنه قال: كان أبوحنيفة لا يوقت في حبسها، وقال: تحبس حتى تطيب وهو قولهما أيضا، وروى أبويوسف عن أبي حنيفة رحمه الله: أنها تحبس ثلاثة أيام، وروى ابن رستم عن محمد في الناقة الجلالة، والشاة، والبقر الجلال أنها إنما تكون جلالة إذا تفتتت وتغيرت ووجد منها ريح منتنة، فهي الجلالة حينئذ لا يشرب لبنها ولا يؤكل لحمها، وبيعها وهبتها جائز، هذا إذا كانت لا تخلط، ولا تأكل إلا العذرة غالبا، فإن خلطت فليست جلالة، فلا تكره؛ لأنها لا تنتن، ولا يكره أكل الدجاج المخلى، وإن كان يتناول النجاسة؛ لأنه لا يغلب عليه أكل النجاسة بل يخلطها بغيرها، وهو الحب، فيأكل ذا وذا، وقيل: إنما لا يكره؛ لأنه لا ينتن كما ينتن الإبل، والحكم متعلق بالنتن (بدائع الصنائع، زكريا ديوبند ۴/ ۱۵۴)۔

اکل جلالہ کا حکم:

جو حلال جانور نجاست بطور غذا کھانے کی وجہ سے جلالہ کے حکم میں ہو جاتا ہے یا جلالہ بن جاتا ہے، تو جب تک وہ جلالہ رہے گا اس وقت تک اس کے اوپر کونسا حکم شرعی لاگو ہوگا، اس کا کھانا حرام ہے یا مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی ہے؟ تو اس بارے میں حضرات فقہاء اور مجتہدین کرام کے درمیان مختلف اقوال ملتے ہیں:

(۱) حضرت امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے اس بارے میں کوئی صراحت ثابت نہیں ہے؛ بلکہ امام صاحب نے اس مسئلہ میں توقف فرمایا ہے؛ اس لئے کہ صحیح حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہے کہ نجاست کھانے کے باوجود مرغ حلال رہتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمایا اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی تناول فرمایا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت میں وضاحت کے ساتھ حلت کی بات وارد ہوئی ہے جو بخاری شریف میں متعدد مقامات پر موجود ہے، اسی لئے حضرت امام ابوحنیفہؒ نے نجاست کھانے والے حلال جانور کے بارے میں کوئی حکم نہیں بیان فرمایا، نہ اسے حرام کہا ہے نہ مکروہ تحریمی کہا ہے اور نہ ہی مکروہ تنزیہی؛ اس لئے کہ نص صحیح سے اس کی حلت وارد ہو چکی ہے۔ بخاری شریف ۲/ ۸۲۹، رقم: ۵۴۰۳/ میں مفصل روایت ہے۔ اور امام ترمذیؒ نے ۲/ ۴ پر اکل جلالہ سے متعلق عنوان قائم فرما کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل فرمائی ہے، جس میں اکل جلالہ اور

لبن جلالہ کی ممانعت کی روایت وارد ہوئی ہے؛ لہٰذا معلوم ہوا کہ جلالہ کی حلت وحرمت سے متعلق دونوں طرح کی روایتیں ہیں اور دونوں قسم کی روایتیں سند صحیح کے ساتھ مروی ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں حلت کی ممانعت اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت میں حلت کی وضاحت ہے؛ اس لئے ائمہ مجتہدین کے درمیان جلالہ کے بارے میں حکم شرعی واضح کرنے میں اختلاف ہو گیا ہے، چنانچہ بعض شوافع اور حنابلہ اکل جلالہ کو مکروہ تحریمی کہتے ہیں، جیسا کہ ذیل کی عبارت سے واضح ہوتا ہے:

وذهب جماعة من الشافعية، وهو قول الحنابلة إلى أن النهي للتحريم، وبه جزم ابن دقيق العيد عن الفقهاء، وهو الذي صححه المروزي والقفال، وإمام الحرمين، والإمام البغوي، وألحقوا بلبنها ولحمها وبيضها (إعلاء السنن، بيروت، دار الكتب العلمية ۱۷/ ۲۱۷)۔

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر علماء کا رجحان اس بات پر ہے کہ اکل جلالہ مکروہ تحریمی نہیں ہے؛ بلکہ مکروہ تنزیہی ہے اور چونکہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے اس پر توقف کر لیا ہے؛ اس لئے فقہاء احناف کے درمیان بھی اختلاف واقع ہوا ہے؛ لیکن متاخرین فقہاء کا رجحان یہی ہے کہ اکل جلالہ مکروہ تحریمی نہیں ہے؛ بلکہ مکروہ تنزیہی ہے، اور دلائل کی روشنی میں بھی کراہت تنزیہی ہی معلوم ہوتی ہے۔ اولاً دونوں قسم کی روایات نقل کرتے ہیں اس کے بعد جائزہ لیتے ہیں:

عن ابن عمر رضي الله عنه قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن أكل الجلالة وألبانها (ترمذي، كتاب الأطعمة، باب أكل لحوم الجلالة ۲/ ۴)۔

عن ابن عباس رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن المجثمة وعن لبن الجلالة (ترمذي ۲/۴)۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث یہ ہے:

عن زهدم قال: لما قدم أبو موسى أكرم هذا الحي من جرم وإنا لجلوس عنده، وهو يتغدى دجاجا، وفي القوم رجل جالس، فدعاه إلى الغداء، فقال: إني رأيته يأكل شيئا، فقذرته، قال: هلم، فإني رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يأكله (بخاري، ہندي ۲/ ۶۲۹، رقم: ۴۲۰۸، ف: ۴۳۸۵، ۲/ ۸۲۹، رقم: ۵۳۰۳)۔

اب دونوں قسم کی روایات پر غور کرنا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت جس میں ممانعت وارد ہوئی ہے، وہ اگرچہ صحیح سند کے ساتھ وارد ہوئی ہے، مگر قطعی الثبوت نہیں ہے؛ بلکہ ظنی الثبوت ہے۔ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت جس میں حلت کا ثبوت ہے، وہ بھی سند صحیح کے ساتھ وارد ہے؛ لہٰذا ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت کی وجہ سے ممانعت کی روایت کی دلالت بھی ظنی ہو گئی ہے اور ظنی الثبوت اور ظنی الدلالہ سے جو حکم شرعی ثابت ہوتا ہے وہ اثبات کے پہلو میں مستحب اور اولیٰ ہوتا ہے اور نہی کے پہلو میں مکروہ تنزیہی ہوتا ہے؛ اس لئے لحم جلالہ اور لبن جلالہ راجح قول کے مطابق شافعیہ اور حنفیہ دونوں کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے، اور یہی راجح اور معتمد علیہ قول ہے، اسی وجہ سے حضرات فقہاء نے مکروہ تنزیہی ثابت فرمایا ہے۔

عبارات ملاحظہ فرمائیے:

وكره لحم الأتان إلى قوله ولبن الجلالة التي تأكل العذرة، وكره لحمها، أي لحم الجلالة والرمكة (وتحته في الشامية) أن الإمام رجع إلى قول صاحبيه بأن أكل لحمها مكروه تنزيها (شامي كراچي ۶/ ۳۴۰، زكريا ۹/ ۴۹۱)۔

اور بدائع میں اس کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

والأفضل أن تحبس الدجاج حتى يذهب ما في بطنها من النجاسة لما روى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يحبس الدجاج ثلاثة أيام، ثم يأكله، وذلك على طريق التنزه (بدائع زكريا ديوبند ۴/۱۵۴)

اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے "فتح الباری" میں حدیث بخاری ۵۵۱۷ کے ذیل میں کراہت تنزیہی ہونے کو ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

وقد أطلق الشافعية كراهة أكل الجلالة إذا تغير لحمها بأكل النجاسة، وفي وجه إذا أكثرت من ذلك راجح أكثرهم أنها

كراهة تنزيه (فتح الباري، كتاب الذبائح، مكتبه دارالريان القاهره ۹/ ۵۶۵، مكتبه أشرفي ديوبند ۹/ ۸۰۸، إعلاء السنن، دارالكتب العلميه ۱۷/ ۲۱۶)۔

اور کراہت تنزیہی کی بات طحطاوی علی الدر (کوئٹہ ۴ /۱۷۲)، بزازیہ علی الہندیہ (۶ /۳۰۲) تبیین الحقائق (جدید زکریا ۷ /۲۴) میں بھی صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

فقہاء کی ان تمام تصریحات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اکل جلالہ حرام یا مکروہ تحریمی نہیں ہے؛ بلکہ مکروہ تنزیہی ہے۔

مرغی وغیرہ کا چارہ:

مرغی وغیرہ کے بارے میں جو ظاہر کیا جاتا ہے کہ خون، مردار اور خنزیر وغیرہ کے اجزاء سے تیار کردہ چارہ کے ذریعہ مرغی کی پرورش ہوتی ہے، تو اس کے بارے میں یہ مسئلہ ابھر کر سامنے آتا ہے کہ ناپاک غذا سے پرورش پایا ہوا جانور جلالہ کے حکم میں ہوتا ہے؛ لیکن فقہاء نے یہ بات بھی وضاحت کے ساتھ بیان کردی ہے کہ اولاً تو ان چاروں کی اصل حقیقت اور اوصاف کے بدل جانے کے بعد اس کا حکم بدل جاتا ہے، پھر اگر ناپاک غذا سے پرورش کی بات مان لی جاتی ہے، تو جانور کے جسم کے اندر ناپاکی کے آثار اور اس کی بدبو واضح طور پر نمایاں ہوجائے تو جلالہ ہوگا؛ ورنہ جانور جلالہ کے حکم کے دائرہ میں داخل نہیں ہوتا، اس کو حضرات فقہاء نے اس طرح سے صاف طور پر واضح کردیا ہے کہ اگر بکری کا بچہ خنزیر کے دودھ سے پرورش پا کر بڑا ہوجائے اور اس کے گوشت میں تغیر نہ ہو اور اس میں بدبو بھی نہ ہو تو وہ بلا کراہت جائز اور حلال ہو جاتا ہے، اسی سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مرغی فارموں سے جو مرغیاں پرورش پا کر بازار میں آتی ہیں، ان کے گوشت میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کے گوشت میں کسی طرح کی بدبو آتی ہے؛ اس لئے وہ مرغیاں چاہے کسی بھی طرح کی غذا سے پرورش پاتی ہوں حلال اور جائز ہیں، اس کو فقہاء نے ذیل میں آنے والے عبارات سے واضح فرمایا ہے۔ صاحب بدائع نے ان الفاظ کے ساتھ واضح فرمایا ہے، ملاحظہ ہو:

ولهذا قال أصحابنا في جدي ارتضع بلبن خنزير حتى كبر، إنه لا يكره أكله؛ لأن لحمه لا يتغير ولا ينتن، فهذا يدل على أن الكراهة في الجلالة لمكان التغير والنتن لا تناول النجاسة، ولهذا إذا خلطت لا يكره، وإن وجد تناول النجاسة؛ لأنها لا تنتن، فدل أن العبرة للنتن لا لتناول النجاسة، والأفضل أن تحبس الدجاج حتى يذهب ما في بطنها من النجاسة (بدائع الصنائع، زكريا ۴/ ۱۵۴)۔

اس کو حافظ الدین بزازی نے تھوڑے سے فرق کے ساتھ ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

وفي النوادر: جدي غذى بلبن الخنزير لا بأس بأكله، فعلى هذا لا بأس بأكل الدجاج؛ لأن لحمه لا يتغير وما غذي به صار مستهلكا لا يبقى له أثر، وما روي عنه ﷺ أنه يحبس ثلاثة للتنزيه، وإنما يشترط ذلك في الجلالة التي لا تأكل إلا الجيف وما يخلط ويأكل غيره أيضا على وجه لا يظهر أثره في لحمه لا بأس به (بزازية على هامش الهنديه ۶/ ۳۰۲، مبسوط سرخسي ۱۱/ ۲۵۶)۔

خنزیر کے دودھ سے پرورش شدہ بکری کے بچہ کا حکم:

سوال (۵): کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک بکری کے بچہ نے خنزیر یا کتیا کے دودھ سے پرورش پائی تو سوال یہ ہے کہ بکری کے اس بچہ کا گوشت کھانا حلال ہے یا نہیں؟ اس کی عمر پوری ہونے پر اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب وباللہ التوفیق: سوال نامہ میں جس مسئلہ کو اٹھایا گیا ہے وہ مسئلہ انتہائی حساس اور نازک ہے، اس کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ بکری کا بچہ فی حد ذاتہ پاک اور حلال ہے؛ البتہ اتنی بات قابل غور ہے کہ ناپاک غذا سے پرورش پانے کی وجہ سے پاک ہونے یا حلال ہونے میں فرق آتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں سبھی فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ بکری کے اس بچہ کے گوشت میں ناپاک غذا کا اثر نمایاں طور پر ظاہر نہ ہو تو وہ بچہ بلا شبہ حلال ہے، اس کا گوشت پاک ہے اور اس کی قربانی بھی جائز ہے۔ اور اگر اس کے گوشت میں ناپاکی کے آثار نمایاں ہوجائیں اور اس کے بدن سے بدبو آنے لگے تو وہ جلالہ کے حکم میں ہو جاتا ہے، اس کو اتنے دنوں تک پاک غذا کھلائی جائے کہ ناپاکی کا اثر ختم ہوجائے اور اس کے بدن سے نکلنے والی بدبو ختم ہوجائے اس کے بعد اس کے گوشت کھانا بلا

کراہت جائز اور درست ہے اور اس کی قربانی بھی جائز ہے، فقہاء کی عبارات ملاحظہ فرمائیے:

صاحب بدائع نے اس کو ان الفاظ سے واضح فرمایا ہے:

والحكم متعلق بالنتن، ولهذا قال أصحابنا في جذي ارتضع بلبن خنزير حتى كبر أنه لا يكره أكله؛ لأن لحمه لا يتغير ولا ينتن، فهذا يدل على أن الكراهة في الجلالة لمكان التغير والنتن، لا لتناول النجاسة (بدائع الصنائع، زكريا ديوبند كتاب الذبائح ۴/ ۱۵۴)

اور اس کو "تبیین الحقائق، شامی اور طحطاوی علی الدر" میں ان الفاظ سے نقل کیا گیا ہے:

يحل أكل لحم جدي غذي بلبن خنزير؛ لأن لحمه لا يتغير وما غذي به يصير مستهلكا لا يبقى له أثر- (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، زكريا ديوبند جديد ۷/ ۲۴، شامي كراچی ۶/ ۳۴۱، زكريا ۹/ ۴۹۱، رقم: ۴۹۲، طحطاوي على الدر كوئٹه ۴/ ۱۶۲، فتاوى بزازية على هامش الهنديه ۶/ ۳۰۲)۔

اس کو "مبسوط سرخسی" میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

ولو أن جديا غذي بلبن خنزير فلا بأس بأكله؛ لأنه لم يتغير لحمه وما غذي به صار مستهلكا، ولم يبق له اثر، وعلى هذا نقول: لا بأس بأكل الدجاجة وإن كانت تقع على الجيف (مسبوط سرخسي ۱۱/ ۲۵۵)۔

اور "فتاوی تاتارخانیہ" میں اس طرح کے الفاظ سے منقول ہے:

إذا ربي الجدي بلبن الخنزير لا بأس به قال: معناه إذا اعتلف أياما بعد ذلك كالجلالة (تاتارخانيه، زكريا ۱۸/ ۱۴۰، رقم: ۲۸۴۹۳)۔

اور "مبسوط" میں یہ عبارت بھی مذکور ہے:

والأصح أنها تحبس إلى أن تزول الرائحة المنتنة عنها؛ لأن الحرمة لذلك، وهي شيء محسوس، ولا يتقدر بالزمان لاختلاف الحيوانات في ذلك فيصار ذلك إلى اعتبار زوال مضر، فإذا زال بالعلف الطاهر حل تناوله (مبسوط سرخسي ۱۱/ ۲۵۶)، فقط والله سبحانه وتعالى اعلم

كتبه: شبير احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۵/ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۹۵۲)	۱۵/ ۳/ ۱۴۳۶ھ

حلال جانور پر جلالہ ہونے کا حکم کب لگتا ہے؟

سوال (۶): کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ "جلالہ" کس حلال جانور کو کہا جاتا ہے، جو چوپائے جانور یا مرغ وغیرہ پاک چارہ کھانے کے ساتھ ساتھ نجاست کھالے وہ جلالہ ہوگا یا اس کو جلالہ کہا جاتا ہے جس کی مستقل غذا نجاست ہوتی ہے؟

الجواب وباللہ التوفیق: کسی بھی حلال جانور کے جلالہ ہونے کے لئے دو شرطیں لازم ہیں، ان دونوں شرطوں کے بغیر جانور کو جلالہ نہیں کہا جاسکتا۔

شرط نمبر ۱: اس حلال جانور کی غذا صرف نجاست اور گندگی ہو نجاست اور گندگی کے علاوہ کوئی پاک چارہ نہ کھاتا ہو۔

شرط نمبر ۲: نجاست اور گندگی کھانے کی وجہ سے اس کے گوشت سے بدبو نمایاں طور پر ظاہر ہوتی ہو، حتی کہ اس کے پسینے سے بھی بدبو ظاہر ہوتی ہو، تو ایسے حلال جانور کو جلالہ کہا جاتا ہے، جس میں یہ دونوں شرطیں ایک ساتھ پائی جائیں؛ لہٰذا اگر مستقل نجاست کھانے کے باوجود اس جانور کے گوشت میں

نجاست کی بدبو اور اثرات نمایاں نہ ہوں تو وہ جلالہ میں شامل نہیں ہوتا ہے۔ اور اس حلال جانور کو کھانا بلا کراہت جائز ہے، اس کو صاحب بدائع نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے:

روى ابن رستم عن محمد في الناقة الجلالة، والشاة، والبقر الجلال أنها إنما تكون جلالة إذا تفتتت وتغيرت ووجد منها ريح منتنة، فهي الجلالة حينئذ لا يشرب لبنها ولا يؤكل لحمها، وبيعها وهبتها جائز. هذا إذا كانت لا تخلط، ولا تأكل إلا العذرة غالبا (بدائع ۴/ ۱۵۴ مطبع زکریا)۔

اور "مبسوط سرخسی" میں اسے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

والذى روى أنه كان يحبس الدجاج ثلاثة أيام، ثم يذبحها فذلك على سبيل التنزه من غير أن يكون ذلك شرطا في الدجاجة وغيرها مما يخلط، وإنما يشترط ذلك في الجلالة التي لا تأكل إلا الجيف (مبسوط سرخسي، كتاب الصيد ۱۱/ ۲۵۶)۔

اور "شامی" میں اس کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

الجلالة التي إذا قربت وجد منها رائحة فلا توكل ولا يشرب لبنها، ولا يعمل عليها (شامي، كتاب الذبائح، زكريا ۹/ ۴۴۵، كراچی ۶/ ۳۴۰)۔

اور امام زیلعی نے اس کو ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے:

والجلالة بي التي تعتاد أكل الجيف والنجاسات، ولا تخلط فيتغير لحمها، فيكون منتنا ولو حبست حتى يزول النتن حلت ولم يقدر لذلك مدة في الأصل (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية زكريا ۷/ ۲۴، كراچی ۶/ ۱۰) فقط والله اعلم

الجواب صحیح:	کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ	۱۵/ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ
۱۵/ ۳/ ۱۴۳۶ھ	(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۹۵۲)

جلالہ جانور کو بندر کھ کر پاک غذا کھلانے کا حکم وجوبی ہے یا استحبابی؟

سوال (۷): کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جو حلال جانور نجاست کھانے کا عادی ہے، نجاست اور غلاظت اس کے لئے مرغوب ترین غذا بن گئی ہے اور پاک چارہ کھانے کا عادی نہیں ہے، اگر کھائے تو بہت ہی کم جس کی وجہ سے وہ جانور جلالہ بن گیا ہے، تو ایسے حلال جانور کو ذبح کرنے سے پہلے کتنے دنوں تک بند رکھنے کا حکم ہے؟ اور بند رکھنے کا حکم وجوبی ہے یا استحبابی ہے؟ اس سلسلے میں شریعت کا جو بھی حکم ہو دلائل کی روشنی میں واضح فرمادیں۔ اور یہ بھی واضح فرمادیں اگر مرغ ہو تو اسے کتنے دنوں تک بند رکھ کر پاک غذا دی جائے؟ اسی طرح بکری ہو تو اسے کتنے دن بند رکھ کر پاک غذا دی جائے؟ اور گائے، بھینس اور اونٹ کو کتنے دنوں تک بند رکھ کر پاک غذا دی جائے؟

الجواب وباللہ التوفیق: جلالہ جانور کو ناپاک غذا سے محفوظ رکھ کر پاک غذا کھلانے کا مسئلہ وجوبی نہیں ہے؛ بلکہ استحبابی اور افضلیت کا ہے، تاکہ کراہت تنزیہی سے بھی پاک ہو جائے۔ اور اس کی مقدار کے بارے میں چار اقوال ہمارے سامنے ہیں:

(۱) امام زیلعی علیہ الرحمہ نے "نوادر" کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے کہ اونٹ کو ایک ماہ تک ناپاک غذا سے محفوظ رکھ کر پاک غذا کے دائرہ میں بند رکھا جائے، گائے، بیل، بھینس کو بیس دن تک بند رکھا جائے، بکرے کو دس دن تک اور مرغ کو تین دن تک۔

(۲) اونٹ کو پاک غذا کے ساتھ چالیس دن تک بند رکھا جائے، اس کو امام زیلعیؒ نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

وقدره في النوادر بشهر، وقيل: بأربعين يوما في الإبل، وبعشرين يوما في البقر، وبعشرة أيام في الشاة، وثلاثة أيام في الدجاجة (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، مطبع زكريا ۷/ ۲۲، كراچی ۶/ ۱۰)۔

اور اسی کو "بزازیہ" اور "شامی، کتاب الحظر والاباحۃ" میں ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا گیا ہے:

إن ذلك شرط في التي لا تأكل إلا الجيف، ولكنه جعل التقدير في الإبل بشهر، وفي البقر بعشرين، وفي الشاة بعشرة (شامي مع الدر، زكريا ۹/ ۴۹۱، كراچی ۶/ ۳۴۱، فتاوی بزازية على هامش الهندية، زكريا ۶/ ۳۰۲)۔

(۳) "شامی، کتاب الذبائح" میں تجنیس کے حوالہ سے نقل فرمایا گیا ہے کہ مرغ کو تین دن، بکرے کو چار دن اور اونٹ، گائے، بیل کو دس دن تک ناپاک غذا اور چارہ سے محفوظ رکھ کر پاک غذا کھلانا چاہئے، اسی کو قول مختار کہا ہے، جیسا کہ حسب ذیل عبارت سے واضح ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

وفي التجنيس: إذا كان علفها نجاسة تحبس الدجاجة ثلاثة أيام، والشاة أربعة، والإبل والبقر عشرة، وهو المختار على الظاهر (شامي مع الدر، كتاب الذبائح، زكريا ۹/ ۴۴۴، كراچی ۶/ ۳۰۶)۔

(۴) ایام اور مدت کی تعیین کے جو اقوال ماقبل میں مذکور ہیں، وہ سارے کے سارے اقوال مرجوحہ ہیں، اور قول راجح اور صحیح ترین قول یہی ہے کہ تبدیل غذا کے لئے ایام اور مدت کی کوئی تعیین نہیں ہے؛ بلکہ جتنے وقت میں جانور کے بدن سے نجاست کھانے کی بدبو ختم ہوجائے اتنے وقت تک بندر کھنے کا حکم ہے، اور اس وقت کی کوئی تعیین نہیں ہے، اور بند رکھنے کے بعد جب بھی اس کے بدن سے بدبو ختم ہوجائے مستحب طریقہ سے ذبح کرنا ثابت ہوجائے گا، اور جانور پالنے والے کو خود اس کا اندازہ ہوجائے گا، اس کو امام شمس الائمہ سرخسیؒ نے مبسوط سرخسی میں زیادہ صحیح اور راجح قرار دیا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

وإنما يشترط ذلك في الجلالة التي لا تأكل إلا الجيف، وفي الكتاب قال: تحبس أياما على علف طاهر، قيل: ثلاثة أيام، وقيل: عشرة أيام، والأصح أنها تحبس إلى أن تزول الرائحة المنتنة عنها؛ لأن الحرمة لذلك، وهو شيء محسوس ولا يتقدر بالزمان لاختلاف الحيوانات في ذلك فيصار فيه إلى اعتبار زوال المضر، فإذا زال بالعلف الطاهر حل تناوله، والعمل عليه بعد ذلك (المبسوط للسرخسي، كتاب الصيد ۱۱/ ۲۵۶)۔

اسی طرح کی عبارت شامی، کتاب الذبائح (مطبع زکریا دیوبند ۹/ ۴۴۴، کراچی ۶/ ۳۰۶) اور بزازیہ علی ہامش الہندیہ (۶/ ۳۰۲) میں ہے، اس کو صاحب بدائع نے اس طرح کے الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

والأفضل أن تحبس الدجاج حتى يذهب ما في بطنها من النجاسة، وقوله: لأن النهي ليس لمعنى يرجع إلى ذاتها بل لعارض جاورها مكان الانتفاع بها حلالا في ذاته، إلا أنه يمنع عنه لغيره ثم ليس لحبسها تقدير في ظاهر الرواية، هكذا روى عن محمد أنه قال: كان أبوحنيفة رضي الله عنه لا يوقت في حبسها، وقال: تحبس حتى تطيب وهو قولهما أيضا (بدائع الصنائع، كتاب الذبائح والصيود، زكريا ۴/ ۱۵۴) فقط والله سبحانه وتعالى اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۵/ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۹۵۵)	۱۵/ ۳/ ۱۴۳۶ھ

نجاست اور پاک چارہ دونوں کھانے والے جانور کا حکم:

سوال (۸): کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: جو جلال جانور پاک اور ناپاک دونوں طرح کی غذا کھاتا ہو، مثلاً مرغ ہے، وہ پاک چارہ کھاتا ہو اور انسان کی غلاظت بھی کھاتا ہو، خاص طور پر دیہاتوں میں جو آزاد پھرتا ہے وہ انسان کی گندگی کھاتا ہے، کیا ایسا آزاد مرغ جو انسان کی گندگی بھی کھاتا ہو، اس کو بندر کھے بغیر فوری طور پر ذبح کر کے کھانا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایسا مرغ یا چوپایہ جس کی غذا کا مدار صرف نجاست کھانے پر نہیں ہے؛ بلکہ پاک اور صاف ستھرا چارہ بھی کھاتا ہے اور انسان کی گندگی بھی کھاتا ہے اور گندگی کھانے کی وجہ سے اس کے جسم اور گوشت سے بدبو ظاہر نہیں ہوتی ہے، تو اس کو بند رکھے بغیر ذبح کر کے کھانا بلا کراہت جائز اور درست ہے؛ اس لئے کہ وہ جلالہ کے حکم کے دائرہ میں داخل نہیں ہے، اس کو امام زیلعیؒ نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے:

أما التي تخلط بأن تتناول النجاسة والجيف، وتتناول غيرها على وجه لا يظهر أثر ذلك في لحمها فلا بأس به، ولهذا يحل أكل لحم جدي غذّي بلبن الخنزير؛ لأن لحمه لا يتغير وما غذّي به يصير مستهلكا لا يبقى له أثر، وعلى هذا قالوا: لا بأس بأكل الدجاج؛ لأنه يخلط ولا يتغير لحمه (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية زكريا ۷/ ۲۴، كراچی ۶/)۔

اس کو مبسوط سرخسی میں اور مزید واضح الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

لو أن جديا غذّي بلبن خنزير فلا بأس بأكله؛ لأنه لم يتغير لحمه، وما غذّى به صار مستهلكا، ولم يبق له أثر، وعلى هذا نقول: لا بأس بأكل الدجاجة وإن كانت تقع على الجيف؛ لأنها تخلط ولا يتغير لحمها ولا ينتن (مسبوط سرخسي، كتاب الصيد ۱۱/ ۲۵۵)۔

اور شامی میں اس کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

لا تكره الدجاجة المخلاة، وإن أكلت النجاسة يعني إذا لم تنتن بها لما تقدم؛ لأنها تخلط ولا يتغير لحمها (شامي، كتاب الذبائح، زكريا ۹/ ۴۴۵، كراچی ۶/ ۳۰۶)۔

اور صاحب بدائع نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

لا يكره أكل الدجاج المخلى، وإن كان يتناول النجاسة؛ لأنه لا يغلب عليه أكل النجاسة، بل يخلطها بغيرها، وهو الحب داوذا، وقوله: ولهذا إذا خلطت لا يكره، وإن وجد تناول النجاسة؛ لأنها لا تنتن. فدل أن العبرة للنتن لا لتناول النجاسة (بدائع، كتاب الذبائح والصيود، زكريا ۴/ ۱۵۴)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۵/ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۱/ ۱۱۹۵۴)	۱۵/ ۳/ ۱۴۳۶ھ

(۵) غذائی مصنوعات میں مضر اشیاء کا استعمال:

الجواب وباللہ التوفیق: غذائی مصنوعات جو بطور غذا استعمال کے لئے تیار کی جاتی ہیں، ان میں مضر صحت زہریلی اشیاء کو شامل کرنا شرعی طور پر جائز نہیں ہے، اگر ایسی زہریلی اشیاء شامل کی جاتی ہیں جو انسان کی موت کا سبب بن جائیں، تو ایسی اشیاء کا شامل کرنا قطعی طور پر حرام ہوگا۔ اور گر زہریلا مادہ سم قاتل کے درجہ میں نہیں ہے، مگر اس کے کھانے کی وجہ سے انسان کی صحت کو نقصان ہو سکتا ہے، اس سے انسان بیمار ہو جائے وہ بھی ناجائز ہوگا، کم سے کم کراہت تحریمی کے درجہ میں ہوگا؛ لہٰذا زہریلی اشیاء کا غذائی چیزوں میں شامل کرنا ناجائز اور حرام ہوگا اور اس کی خرید وفروخت بھی جائز نہیں ہوگی۔

لا خلاف بين الفقهاء في أن السم القاتل إذا خلا من نفع يباح أو خالطته النجاسة كلحم الحيات وغيرها من النجاسات لا يجوز بيعه؛ لأن جواز الانتفاع من البيع انتفاعا مشروعا، وطهارته شرطان في صحة عقد البيع (الموسوعة الفقهية ۲۵/ ۲۵۶)۔

خلاصہ:

(۱) غذائی اشیاء کی عمدگی اور خرابی پر انسان کی صحت کا دار ومدار ہوتا ہے؛ اس لئے اشیاء خوردنی کو ہر قسم کے نقصان دہ جراثیم اور زہریلے مادہ سے

پاک رکھنا لازم ہے۔

(۲) کسانوں کے لئے پیداوار کی عمدگی اور افزائش کے واسطے کھیتوں میں عمدہ ترین کھاد کا ڈالنا جائز اور درست ہے؛ لیکن زہر آلود کھاد کا ڈالنا جائز نہیں ہوگا کہ اس زہریلے کھاد کے اثرات پودوں سے ہوتے ہوئے پھلوں اور سبزیوں میں منتقل ہوتے ہوں تو ایسے زہریلے کھاد کا ڈالنا کھیتوں اور باغات میں جائز نہیں ہوگا۔

(۳) پھلوں میں ایسے کیمیکل کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے جس کے اندر زہریلا مادہ موجود ہو اور ان پھلوں کے کھانے سے انسان کی صحت کے لئے سخت نقصان اور خطرہ کا اندیشہ ہو۔

(۴) مادہ جانوروں کو دودھ کے لئے انجکشن لگانا جائز ہے یا نہیں؟ ایسے انجکشن جن میں نقصان دہ اور زہریلا مادہ موجود ہو، دودھ کے لئے استعمال کرنا جائز نہ ہوگا۔

(۵) ناپاک یا مشکوک غذا سے پرورش کردہ حلال جانوروں کا مسئلہ، تو اس سلسلہ میں مقالہ کے اندر تفصیل موجود ہے کہ ناپاک پانی اور ناپاک چارہ سے پرورش پائی ہوئی مچھلیاں بلا کراہت جائز اور حلال ہیں۔

(۶) خشکی کے حلال جانور جلالہ کب ہوتے ہیں؟ اس کے بارے میں فقہاء کی تصریحات موجود ہیں کہ جلالہ ہونے کے لئے دو شرطیں لازم ہیں:

(۱) اس جانور کی مستقل اور اکثر غذا نجاست اور غلاظت ہو اور وہ نجاست اور غلاظت کھانے کا عادی ہو۔

(۲) نجاست اور غلاظت کی بدبو اس کے گوشت اور جسم سے نمایاں طور پر ظاہر ہو، اگر یہ دونوں شرطیں موجود ہوں تو جانور جلالہ ہوتا ہے، اور اس کو اتنی مدت کے لئے ناپاک غذا پر پابندی لگا کر پاک غذا کھلانے کا حکم ہے جتنی مدت میں تبدیل غذا کی وجہ سے اس کے بدن سے نجاست کے اثرات اور بدبو ختم ہو جائیں، اور جلالہ جانور کو اتنی مدت تک کے لئے بند رکھنا راجح قول کے مطابق وجوبی حکم نہیں ہے؛ بلکہ استحبابی حکم ہے۔

(۷) مرغی فارموں سے جو مرغیاں بازار میں آتی ہیں، ان کے گوشت سے کسی قسم کی نجاست اور بدبو کے آثار نمایاں نہیں ہوتے ہیں؛ اس لئے چاہے کسی بھی قسم کی غذا سے ان مرغیوں کی پرورش ہوئی ہو، ان کا کھانا بلا کراہت جائز اور حلال ہے، حتی کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ بکری کا جو بچہ خنزیر کے دودھ سے پرورش پا چکا ہو اور اس کے جسم سے خنزیر کے دودھ کے اثرات نمایاں نہ ہوں، تو بکری کا وہ بچہ بلا کراہت جائز اور حلال ہے۔

(۸) غذائی مصنوعات میں مضر اشیاء کا استعمال کرنا شرعی طور پر جائز نہیں ہے۔

☆☆☆

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

قاضی محمد حسن ندوی [1]

یہ بات صحیح ہے کہ انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ کی عبادت ہے، دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کی گئی ہیں، چاہے اس کا تعلق ماکولات ومشروبات سے ہو یا زیب وآرائش سے ہو، چاہے حیوانات سے ہو یا نباتات سے ہو، لیکن یہ حقیقت ہے کہ حیوان کی غذا الگ الگ ہے، بعض کی غذا گھاس اور دانہ ہے، اور بعض کی خوراک انسان اور حیوان کا فضلہ ہے، غذا کا اثر گوشت پر پڑتا ہے، غذا پاک ہے تو گوشت بھی پاک ہوتا ہے، اگر غذا ناپاک ہے تو گوشت ولعاب بھی ناپاک، جیسے مرغی کی غذا نباتات ہے، لیکن خنزیر کی غذا انسان اور حیوان کا فضلہ ہے۔

انسان جیسی غذا استعمال کرتا ہے اسی اعتبار سے گوشت وپوست بنتا ہے، اور خون تیار ہوتا ہے، حرام غذا اگر استعمال کرتا ہے تو اس میں ساری برائیاں آتی ہیں، اور اسی اعتبار سے مزاج اور فکر پیدا ہوتی ہے، لیکن حلال غذا استعمال کرتا ہے تو مثبت ذہن بنتا ہے اور فکر میں بلندگی پیدا ہوتی ہے وہ شخص اعلی اخلاق اور صفات حمیدہ کا حامل ہوتا ہے، اور اخلاق رذیلہ سے پاک ہوتا ہے۔ صاحب موسوعۃ الفقہ الاسلامی نے لکھا ہے کہ غذا اثر کرتی ہے۔

''الطعام يتغذى به الإنسان وينعكس أثره على أخلاقه وسكونه فالأطعمة الطيبة يكون أثرها على الإنسان طبعًا ونافعًا كالثمار، والحبوب... والأطعمة الخبيثة يكون أثرها على الإنسان خبيثًا وضارًا كالميتة والسموم، ولحوم السباع من صفة العدوان وخبث اللحم'' (۴/ ۲۸۵)۔

بہر حال یہاں حلال وحرام کی تعریف اور اس کے اصول اور بنیادیں پہلے لکھی جارہی ہیں، اس کے بعد سوالنامہ کے اعتبار سے تنقیح کی جائے گی۔

حلال وحرام کی تعریف:

فقہاء نے حلال وحرام کی مختلف تعبیرات میں تعریف کی ہیں، اسی کی روشنی میں تعریف لکھی جارہی ہے:

حلال کی تعریف:

کسی نے صحیح کہا ہے: ''تعرف الأشياء بأضدادها'' (چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں)، حرام وحلال دونوں ضد ہیں، کیونکہ اباحت حرام کی ضد ہے، غرض یہ کہ حلال شریعت میں وہ امر ہے جسے شریعت نے مباح قرار دیا ہو، اس میں تمام اعمال شامل ہیں، فرائض، واجبات، سنن، مستحبات، مباح، مکروہ، یہ سب امور حلال کے حکم میں آتے ہیں، صاحب موسوعہ قلمبند کرتے ہیں:

''الحلال لغة نقيض الحرام ومثله الحل والحلال والحليل، والحلال اصطلاحًا هو الجائز به شرعًا وبهذا يشمل المندوب والمباح والمكروه مطلقًا عند الجمهور .... والحلال متضمن فى الواجب'' (الموسوعة الفقهيه ۱۸/ ۷۴)۔

لغت میں حلال حرام کی ضد ہے، حل، حلال اور حلیل اسی کے مثل ہے، اصطلاح شرع میں حلال اس امر کو کہتے ہیں جو شرعاً مباح ہے اور جمہور کے یہاں حلال، مندوب، مباح، مکروہ حلال ہی کے معنی میں آتا ہے، اور حلال کے زمرے میں امور واجبہ بھی ہیں۔

صاحب التعریفات الفقہیہ اس طرح تعریف کرتے ہیں:

---

[1] استاذ حدیث وفقہ دار العلوم ماٹلی والا بھروچ، گجرات۔

''الحلال فی الشرع ما أباحه الکتاب والسنة أی ما أباحه الله وضده الحرام'' (التعریفات، بحواله حلال وحرام/ ۲۱)
(شریعت میں حلال وہ ہے جسے قرآن وحدیث نے مباح قرار دیا ہے اور حلال کے مقابلے حرام ہے)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی بھی لکھتے ہیں:

''الحرام والمباح ضدان لأن الإباحة ضد فالمباح ہو ماأذن الشرع فیه فعله أو خیر المکلف بین فعله وترکه دون أن یتعلق بفعله مدح أو ذم أو ثواب أو عذاب'' (الفقه الاسلامی / ۳۸۷)۔

حرام ومباح دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں، کیونکہ اباحت حرام کی ضد ہے، مباح وہ ہے جس کی شریعت نے اجازت دی ہو یا مکلف کو اس کو بجالانے اور ترک کا اختیار دیا ہو، لیکن اس کے امتثال پر نہ مدح ہو اور نہ مذمت یا نہ ثواب ہو نہ عذاب یا نہ وعدہ ہو نہ وعید ہو۔

حرام کی تعریف:

حرام حلال کی ضد ہے، اس کا معنی روکنے کے ہیں، حرم کعبۃ اللہ کے چہار جانب اس حصہ کو کہتے ہیں جہاں کفار کو جانے سے روک دیا گیا ہے، امام راغب نے اس طرح تعریف کی ہے:

الحرام ضد الحلال قال الراغب الحرام الممنوع منه (حلال وحرام/ ۲۱)

(حرام وہ ہے جو حلال کے مخالف ہو، اور امام راغب نے کہا: حرام وہ ہے جس سے منع کیا گیا ہو)۔

اصطلاح شرع میں ان باتوں کو حرام کہتے ہیں جن کے ارتکاب سے منع کیا گیا ہو، چنانچہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی قلمبند کرتے ہیں:

''والحرام ہو ما طلب الشرع ترکه حتما بحیث یلازم فاعله ویعاقب علی ارتکابه فی الآخرة مثل قتل النفس بغیر حق وإیذاء الناس بالقول أو بالفعل وتناول کل ما یضر بالجسد أو بالفعل'' (الفقه الاسلامی وادلته ۹/ ۳۸۸)۔

حرام وہ امر ہے جس کا ارتکاب اپنی ذاتی حیثیت سے ممنوع ہو اور دنیا میں مذمت اور آخرت میں عذاب کا سبب ہو جیسے کسی انسان کو ناحق طور پر قتل کرنا اور لوگوں کو قول وفعل کے ذریعہ تکلیف پہنچانا۔

علماء احناف نے حرام کی دو قسمیں کی ہیں: حرام لذاتہ، حرام لغیرہ۔

حرام لذاتہ:

جو شئی اپنی ذات کے لحاظ سے حرام ہو وہ حرام لذاتہ ہے جیسے شراب پینا، مردار کھانا وغیرہ۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

''فالحرام لذاته ہو ما حکم الشرع بتحریمه لما فیه من ضرر ذاتی أو مفسدة قبیحة ذاتیة کالزنا والسرقة والغصب وأکل المیتة'' (حواله سابق)

(حرام لذاتہ وہ امر ہے جس میں ذاتی ضرر یا مفسدہ کی وجہ سے شرع نے ممنوع قرار دیا ہو جیسے زنا، چوری، غصب کرنا اور میتہ کھانا)۔

حرام لغیرہ:

جو شئی اپنی ذات کے اعتبار سے حرام نہ ہو؛ البتہ کسی خارجی امر کی وجہ سے حرمت پیدا ہوگئی ہو جیسے غصب کئے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھنا، عید کے دن روزہ رکھنا وغیرہ (حوالہ سابق)۔

حرام لذاتہ اور لغیرہ میں فرق:

حرام لغیرہ کے ذریعہ بعض اوقات حکم شرعی کی تکمیل کا فریضہ بھی انجام دیا جاتا ہے، لیکن اس فعل کے ارتکاب کے باعث گناہ ہوتا ہے، جیسے غصب کی ہوئی

زمین میں نماز ادا کرنا، نماز ادا ہو جائے گی لیکن وہ گنہگار ہوگا، یہ رائے احناف، شوافع اور مالکیہ کی ہے؛ لیکن حنابلہ اور زیدیہ کے نزدیک حرام لذاتہ اور لغیرہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

حرام اور مکروہ:

حرام: جن چیزوں کی ممانعت پر دلیل قطعی ہو ان پر فقہاء حرام کا حکم لگاتے ہیں، جیسے شراب پینا، میتہ کھانا۔

ما ثبت طلب ترکه بدلیل قطعی لا شبهة فیه مثل تحریم القتل وشرب الخمر (موسوعة الفقه الاسلامی ۱/ ۱۹۳)۔

مکروہ: مکروہ کا لفظ حرام سے قریب ہے، جن چیزوں کی حرمت پر کوئی نص قطعی موجود نہ ہو ان کو احتیاطاً مکروہ کا حکم لگاتے ہیں، اس کا ارتکاب کرنے والا عند اللہ گنہگار ہوتا ہے (حوالہ سابق)۔

اس کی بھی دو قسمیں ہیں: مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی۔

مکروہ تحریمی: عام طور پر مکروہ کے لفظ سے حرام ہی کا معنی مراد ہوتا ہے، اس کے مقابلہ میں مکروہ تنزیہی ہوتا ہے جو جائز کے حکم سے قریب تر ہوتا ہے یعنی جو بات خلاف مستحب اور خلاف اولی ہو وہ فقہاء کی زبان میں مکروہ تنزیہی ہے (موسوعۃ الفقہ الاسلامی ۱/ ۶۴)۔

حلال وحرام کے اصول:

یوں تو دنیا اور دنیا کی ساری چیزیں انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کی گئی ہیں لیکن ان میں بعض چیزیں مفید ہیں، اور بعض مضر، اس لئے اللہ تعالی نے انسانوں کو فائدہ پہنچانے والی چیزوں کو حلال اور طیب بنایا اور نقصان پہنچانے والی اشیاء کو حرام اور ناجائز قرار دیا ہے، کھانے پینے کی اجازت واباحت کے ساتھ نقصان پہنچانے والی چیزوں کی ممانعت وحرمت قرآن وحدیث میں اصولی طور پر بیان کردی گئی ہے، ارشاد باری ہے:

"ویحل لهم الطیبات ویحرم علیهم الخبائث" (اعراف: ۱۵۷) (اور پاک چیزوں کو ان کے لئے حلال بتلاتے ہیں، اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں، دوسری جگہ پر ذکر ہے: "یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد وکلوا واشربوا ولا تسرفوا إنه لا یحب المسرفین" (اعراف: ۳۱) (اے اولاد آدم! تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو، بے شک اللہ تعالی پسند نہیں کرتے حد سے نکل جانے والوں کو)۔

یہ بات مستحضر رہنی چاہئے کہ انسان کے پاس تمام اعضاء وجوارح، جسم وجان، عقل وشعور اور ادراک اس کی اپنی ملکیت نہیں بلکہ اللہ تعالی کی امانت ہے، اسی لئے انسان کے لئے وہ تمام چیزیں اور وہ تمام اعمال حرام قرار دی گئی ہیں، جو ان کے اعضاء وجوارح اور جسم وعقل کے لئے مضر ہوں، "ولا تلقوا بأیدیکم إلی التهلکة" (بقرہ: ۱۵۹) (اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو)۔

حدیث شریف قرآن مجید کی تفسیر وتوضیح ہے، اور اس میں حلال وحرام کی وضاحت زیادہ ہے، یہاں نمونے کے طور پر چند احادیث نقل کی جارہی ہیں، تاکہ اس بات کا اندازہ ہو سکے کہ احادیث میں حلال وحرام کی بنیاد اور اصول کیا ہے؟

''ألا لا یحل مال امرئ إلا بنصیب نفس منه'' (مشکوۃ شریف)

(سن لو! کسی آدمی کا مال دوسرے کے لئے حلال نہیں ہوتا ہے جب تک وہ اپنی خوشی سے اجازت نہ دے)۔

ایک دوسرے موقع پر فرمایا: ''ألا لا یحل لکم الحمار الأهلی ولا یحل ذی ناب من السباع'' (مشکوۃ/ ۲۹)

(خبردار تمہارے لئے پالتو گدھا حلال نہیں ہے اور نہ دانت والے درندے)۔

ایک حدیث میں یہ پیشین گوئی فرمائی ہے کہ علماء حلال وحرام کی نشاندہی کریں گے، اس کے باوجود لوگ اس کی پرواہ کئے بغیر حرام کا استعمال کریں گے۔

''قال رسول اللہ ﷺ: الحلال بین والحرام بین وبینهما مشتبهات لا یعلمهن کثیر من الناس'' (مشکوۃ/ ۲۴۳)

(رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی، اور ان دونوں کے درمیان بہت سی چیزیں مشتبہ ہیں، لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے)۔

ایک حدیث میں حرام کھانے والوں کے حق میں بڑی وعید آئی ہے،

"عن أبي بكر أن رسول الله ﷺ قال: لا يدخل الجنة جسد غذي بالحرام" (مشکوۃ / ۲۴۳)

(حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں وہ جسم داخل نہیں ہوگا جس کی پرورش حرام مال سے ہوتی ہو)۔

"عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ: أيها الناس إن الله طيب لا يقبل إلا طيبًا" (مسلم / ۱۰۱۵)۔

غرض یہ کہ قرآن وحدیث میں حلال وحرام کے سلسلہ میں بے شمار آیات اور احادیث موجود ہیں، یہاں نمونہ کے طور پر چند ذکر کی گئی ہیں، تاکہ اندازہ ہو سکے کے حلال وحرام کی بنیاد قرآن وحدیث میں موجود ہے اور فقہاء نے ان ہی آیات واحادیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے حلال وحرام کے کچھ اصول واسباب مقرر کئے ہیں۔

اب سوالنامے کی طرف آتے ہیں تو سوال نمبر ا کے اندر ہی سوالات کی کئی شکلیں بن رہی ہیں مثلاً:

(الف) زمین میں کھاد ڈالنے کا مقصد پیداوار بڑھانا ہے، اور اس میں کوئی ناپاک، حرام اور زہریلا مادہ استعمال نہیں کیا جاتا ہے، تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

(ب) پھلوں کو کیڑوں سے بچانے کی نیت سے ایسی دواؤں کا استعمال کرنا جن میں کوئی حرام مادہ یا زہر آلود شئی مخلوط نہیں ہوتی ہے، تو ایسی دواؤں کا چھڑکاؤ کرنا کیسا ہے؟

(ج) کھاد میں سمیت (زہر) استعمال کی جاتی ہے لیکن وہ اتنی کم مقدار میں ہوتی ہے جس کا اثر پھل تک نہیں پہنچتا ہے اور نہ اس کے استعمال میں انسان کے لئے کوئی ضرر ہے، بلکہ انسان کے لئے مفید ہوتا ہے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

(د) دواؤں میں سمیت اتنی مقدار میں ہوتا ہے کہ اس کا اثر پھل میں پہنچتا ہے، مزید کھانے والوں تک پہنچتا ہے، اور مہلک بیماری کا سبب بنتا ہے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

ان سب سوالات کے ترتیب وار تفصیلی جواب دیئے جارہے ہیں۔

سوال ا (الف) کا جواب:

یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ زمین سے پیداوار اور فصلیں اللہ تعالی کی مرضی اور حکم سے ہوتی ہیں، لیکن یہ دنیا دار الاسباب ہے اور اسباب اختیار کرنے کی ترغیب قرآن وحدیث میں دی گئی ہے، لہذا اسباب کا اختیار کرنا توکل کے خلاف نہ ہوگا، البتہ اسباب پر بھروسہ کرنا کہ اس کی وجہ سے پیداوار ہوتی ہے یہ درست نہیں ہے، اس سے اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

"أفرأيتم ما تحرثون، أأنتم تزرعونه أم نحن الزارعون لو نشاء لجعلناه حطامًا" (واقعہ: ۶۷)

(اچھا تو بتلاؤ تم جو کچھ بوتے ہو اس کو تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں، اگر ہم چاہیں تو اس کو چورا چورا کردیں)۔

اسی طرح اسباب اختیار کرنے کے سلسلہ میں ارشاد الٰہی ہے:

"فإذا قضيت الصلاة فانتشروا في الأرض وابتغوا من فضل الله" (جمعہ: ۱۰)

(جب نماز پوری ہو چکے تو تم زمین پر چلو، اور خدا کی روزی تلاش کرو)۔

اسی طرح ایک انصاری صحابی نے حضور ﷺ سے مال کا سوال کیا تو آپ ﷺ نے ان کو دینے کے بجائے ایک کلہاڑی کا انتظام فرمایا، اور یہ کہا:

"ولا أرينك خمسة عشر يومًا، فذهب الرجل يحتطب ويبيع فجاء وقد أصاب عشرة دراهم، فاشترى ببعضها ثوبًا وبعضها طعامًا، فقال رسول الله ﷺ: هذا خير لك من أن تجئ المسئلة" (ابوداؤد ۱/ ۲۳۲)

(اور میں تمہیں پندرہ دن سے پہلے نہیں دیکھوں، وہ صحابی لکڑی کاٹنے کے لئے جنگل میں چلے گئے اور اس کی خرید وفروخت پندرہ دنوں تک کی، اس کے

بعد دس درہم لے کر آئے، کچھ درہم کا کپڑا خریدا اور کچھ کا غلہ، اس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلی حالت سے یہ حالت بہتر ہے)۔

غرض اس واقعہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دست سوال اور سائل کا پیشہ اختیار کرنے کے مقابلہ میں ذریعہ معاش اختیار کرنے کا حکم دیا، اور جب لکڑی کی خرید وفروخت میں زیادہ نفع ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی کا اظہار فرمایا، اور ذریعہ معاش اختیار کرنے کا حکم دیا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پیداوار میں زیادتی کے لئے کھاد کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں ہے، جبکہ اس میں کوئی ناپاک، حرام، زہریلی مادہ استعمال نہ کیا گیا ہو۔

اس مسئلہ کی تائید تابیر نخل کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے۔

صحابہ کرام نے ایک سال کھجور کی تابیر نہیں کی تو کھجوریں کم آئیں، صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی، اس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حکم تشریعاً نہیں تھا اس مسئلہ میں اختیار ہے، چنانچہ صحابہ کرام نے اگلے سال سے تابیر نخل کرنا شروع کر دیا تو درختوں میں کھجوریں زیادہ ہونے لگیں، جیسا کہ صاحب اضواء علی الصحیحین (ص/ ۲۵۶) نے ذکر کیا ہے۔

تابیر کا مقصد کھجوروں کی پیداوار میں اضافہ کرنا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی، تو اسی طرح مذکورہ مسئلہ میں پیداوار بڑھانے کے لئے کھاد استعمال کرنے کی گنجائش ہوگی۔

سوال ۱ (ب) کا جواب:

جس طرح انسان مختلف بیماریوں سے دوچار ہوتا ہے، اس سے حفاظت کے لئے شریعت نے اچھی غذا اور دوا کے استعمال کی اجازت دی ہے (کیوں کہ اس میں مقاصد شرعیہ میں سے اہم مقصد "حفظ نفس" کی برآری ہے)، اسی طرح وہ کیڑے جو پھلوں میں لگ جاتے ہیں اور جو پھلوں کو نقصان پہنچاتے ہیں اس سے محفوظ رکھنے کے لئے دواؤں کا چھڑکاؤ درست ہے، گرچہ ان دواؤں میں زہریلا مادہ استعمال کیا گیا ہو لیکن وہ ضرورت کے تحت پھل اور انسان کے لئے بجائے مضر کے مفید ہوں، ان دواؤں کا چھڑکاؤ جائز ہوگا، شیخ محمد بن ابراہیم لکھتے ہیں:

"التداوی فی الإسلام مشروع بل هو مأمور به وهو من فعل الأسباب المأمور بها شرعًا" (موسوعة الفقه الاسلامی ۴/ ۳۵۶)

"والتداوی لا ینافی التوكل، إذا اعتقد الإنسان أن الشافی هو الله وحده" (حوالہ سابق)۔

چنانچہ مالکیہ اور حنابلہ کے حوالہ سے صاحب موسوعہ نے نقل کیا ہے:

- "لكن صرح المالكية والحنابلة بأن هذه السموم أنها تحرم على من تضره وهذا ظاهر، فإن كثيرًا من الأدوية التی یصفها الأطباء محتوية على السموم بالقدر الذی لا یضره الإنسان بل یفیده ویقتل جراثیم الأمراض" (الموسوعة الفقهیه ۵/ ۱۲۵)۔

البتہ مالکیہ اور حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ یہ زہریلا مادہ اس وقت حرام ہے جبکہ انسان کے جسم کے لئے مضر ہو؛ لیکن اگر مفید ہے تو اس کے استعمال کے مباح ہونے میں کوئی قباحت نہیں، کیونکہ بے شمار دوائیں ہیں جن میں اطباء اتنی مقدار میں زہریلا مادہ استعمال کرتے ہیں جو انسان کی صحت کے لئے مضر کے بجائے مفید ہوتا ہے اور بیماریوں کے جراثیم کو ختم کرتا ہے۔

سوال نمبر ۱ (ج) کا جواب:

بعض چیزیں اصلاً درست نہیں ہوتی ہیں، لیکن قلیل مقدار میں ضمناً درست ہو جاتی ہیں، زہریلا مادہ فی نفسہ انسان کی صحت اور دماغ کے لئے مضر ہے اس لئے اس کا استعمال جائز نہیں؛ مگر اس زمانہ میں کوئی دوا نہیں ہے جو زہریلا مادہ سے بالکلیہ پاک ہو، بلکہ ایک خاص مقدار میں اس کا دواؤں میں استعمال کرنا ناگزیر ہوتا ہے جو انسان کے لئے مفید ہوتا ہے (الموسوعة الفقهیه ۵/ ۱۲۵)۔

اس لئے دو وجہوں سے اس کی اجازت ہوگی:

۱- ایک وجہ یہ ہے کہ جب حلال مادہ غالب ہوتا ہے اور زہریلا مادہ قلیل، تو حکم اغلب مادہ کے اعتبار سے ہوگا، یعنی اس کھاد کا اکثر حصہ پاک اور حلال ہے تو

"للأکثر حکم الکل" کے تحت پوری کھاد کا استعمال درست ہوگا، فقہی کتابوں میں اکثر ابواب میں اسی اصول پر فقہاء نے حکم لگایا ہے۔ چنانچہ صاحب ہدایہ رضاعت کے مسئلہ کی بابت لکھتے ہیں:

"وإذا اختلط اللبن بالماء واللبن هو الغالب تعلق به التحريم، وإن غلب الماء لم يتعلق به التحريم" (ہدایہ ۲/ ۳۵۲)

جب پانی میں کسی عورت کا دودھ ملا دیا اور دودھ کی مقدار زیادہ ہو تو اس دودھ کی وجہ سے حرمت رضاعت ثابت ہوجائے گی، لیکن اگر پانی کی مقدار زیادہ ہے اور دودھ کی مقدار کم ہو تو حرمت اس سے متعلق نہیں ہوگی۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کھاد میں جو حرام اشیاء اور زہریلا مادہ استعمال کیا گیا ہے وہ اتنی کم مقدار میں ہے کہ اس کی اصل حقیقت تبدیل ہوگئی ہے تو اس شئی کا سابق حکم باقی نہیں رہے گا (نئے مسائل اور اسلامک فقہ اکیڈمی کے فیصلے/ ۳۹)۔

لہٰذا مذکورہ صورت میں کھاد میں اگر زہریلا مادہ اتنی کم مقدار میں استعمال کیا گیا ہے کہ اس کی حقیقت بدل گئی ہے تو کھاد کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔

سوال نمبر ۱ (د) کا جواب:

جن وجوہ کی وجہ سے کوئی چیز انسان کے لئے ممنوع اور ناجائز ہوتی ہے ان میں سے ایک اہم وجہ یہ ہے کہ وہ چیز نافع ہونے کے بجائے صحت وعقل کے لئے مضر ہو، اور طبع سلیم قبول نہ کرے، اسی وجہ سے طیبات مباح کی گئی ہیں اور خبائث حرام، اور ان ہی میں سے زہریلی اشیاء بھی ہیں۔

قرآن میں ہے: "ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث" (اعراف: ۱۷۵)۔

صاحب موسوعہ قلمبند کرتے ہیں:

"السبب الأول الضرر اللاحق بالبدن أو العقل، ولهذا أمثلة كثيرة، منها الأشياء السامة سواء كانت حيوانة كالسمك السام، والعقارب والحيات، أم كانت نباتية كبعض الأثمار السامة" (الموسوعة الفقهيه ۵/ ۱۲۵)

(پہلا سبب وہ چیز جو بدن یا عقل کے لئے باعث ضرر ہو، اور اس کی بے شمار مثالیں ہیں، ان میں سے زہریلی اشیاء ہیں، چاہے جانور ہو جیسے زہریلی مچھلی، بچھو، سانپ وغیرہ، یا زہریلے پھل وغیرہ)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے بڑی اچھی بات فرمائی ہے:

"وإباحة الطيبات هو من أجل تكريم الإنسان وتحريم الخبائث هو من أجل حفظ الصحة وعدم مصادمة الطبع السليم، والبعد عن كل ما يلحق بالجسد والعقل من الإضرار وصنوف الأذى" (الفقه الاسلامی وادلته ۹/ ۳۸۵)۔

اسی طرح شیخ محمد بن ابراہیم بن عبداللہ قلمبند کرتے ہیں:

"فكل نبات ضار سام خبيث فهو حرام" (موسوعة الفقه الاسلامی ۴/ ۳۲۵)۔

زمین کی وہ پیداوار جو انسان کے لئے ضرررساں، اور زہریلی ہو وہ خبیث ہے اور وہ حرام ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ انسان کے پاس جسم اور تمام اعضاء امانت کے طور پر ہیں، انسان اس کا مالک نہیں ہے، بلکہ وہ اس کا امین ہے، اور امین کے ذمہ امانت کی حفاظت ضروری ہے، اس لئے کھاد اور دوا میں کثیر مقدار میں زہریلا مادہ ڈال کر زمین اور پیداوار میں ڈالنے کی اجازت دینا، اور اس کے پھل کو استعمال کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا لازم آئے گا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کیا ہے، اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ خودکشی کا مصداق ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"وأنفقوا في سبيل الله ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة" (بقرہ:)

(اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرو اور اپنی جان کو ہلاکت میں مت ڈالو)۔

ظاہر ہے کہ جب کھاد میں پاک اور حلال مادہ کم ہوگا اور زہریلا مادہ زیادہ ہوگا تو "للأكثر حكم الكل" کے تحت پوری کھاد زہریلی چیزوں کا مجموعہ ہو جائے گی اور اس کا استعمال درست نہ ہوگا، لہٰذا مذکورہ صورت میں بھی کھاد میں کثیر مقدار میں زہریلا مادہ کے استعمال کی گنجائش نہیں ہوگی۔

سوال (۲) کا جواب:

صورت مسئولہ کے حکم کے سلسلہ میں تین اعتبار سے تحقیق ضروری ہے:

الف: کیا یہ طریقہ قانون قدرت کے خلاف تو نہیں؟

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ دنیا کی تمام چیزیں قدرت کی نشانیوں میں سے ہیں، کیونکہ تمام نباتات اور پودے خالق ارض وسماء کے پیدا کئے ہوئے ہیں، جس طرح آسمان، زمین، برق وباراں سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں، انسان کا ان میں کچھ دخل نہیں، اسی طرح کھیتی باڑی، سبزیاں اور غلے درخت اور ان کے پھل پھول سب اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں، انسان کا ان میں برائے نام دخل ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"الذی جعل لكم الأرض فراشًا والسماء بناء وأنزل من السماء ماء فأخرج به من الثمرات رزقا لكم" (بقرہ: ۲۲)

(وہ پروردگار) جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا اور آسمان کو چھت اور آسمان سے پانی برسایا پھر اس کے ذریعہ تمہارے رزق کے طور پر پھل نکالے)۔

اس آیت سے یہ بات عیاں ہوئی کہ زمین وآسمان، برق وباراں سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں انسان کا ان میں کچھ دخل نہیں ہے، بقول امام رازیؒ کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتی ہیں، نیز درخت کی پیدائش اور اس کے پھلنے پھولنے میں اول سے آخر تک انسان کی محنت اور تدبیر کا، نکلنے والے درخت کے راستہ سے روڑے ہٹانے کے سوا اور کوئی اثر نہیں؛ کیوں کہ درخت کی پیدائش، ان کا بڑھنا، ان میں پتے اور شاخیں، پھر پھول پھل پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کے علاوہ کسی کا دخل نہیں۔

اسی مضمون کو قرآن کریم کی دوسری آیت میں ذکر کیا گیا ہے:

"أفرأيتم ماتحرثون. أأنتم تزرعونه أم نحن الزارعون" (واقعہ: ۶۷)

(اچھا یہ تو بتلاؤ تم جو کچھ بوتے ہو اس کو تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں)۔

یہ بات مسلم ہے کہ انسان کی تخلیق تدریجاً ہوتی ہے، ایک ناپاک نطفہ اللہ کے حکم سے ایک متعین مدت میں علقہ بنتا ہے، پھر علقہ سے مضغہ بنتا ہے، پھر اس میں ہڈیاں بنتی ہیں، پھر اس میں گوشت چڑھتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس میں جان ڈالتے ہیں پھر اللہ کے حکم سے وہ انسانی شکل میں دنیا میں آتا ہے۔

"ثم جعلناه نطفة فی قرار مكين، ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظامًا فكسونا العظام لحما ثم أنشأنه خلقًا آخر" (مومنون: ۱۳،۱۴)۔

(پھر ہم نے اس کو نطفہ بنایا جو کہ ایک محفوظ مقام میں رہا، پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنادیا، پھر ہم نے اس خون کے لوتھڑے کو بوٹی بنادیا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنادیں، پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھادیا، پھر ہم نے اس کو ایک دوسری مخلوق بنادیا)۔

اس میں قدرت الٰہی کے کچھ رموز واسرار کی طرف نشان دہی کی گئی ہے جو انسان کی تخلیق میں کارفرما ہیں، اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تو یہ تھا کہ بچے کو شکم مادر میں یکبارگی پیدا کردیتے مگر بتقاضائے حکمت ومصلحت ایسا نہیں کیا گیا بلکہ "خلقا من بعد خلق" تدریجی پہلو اور طریقہ کو اختیار کیا گیا ہے، اس کے لئے عام طور پر ایک مدت متعین کی گئی، اسی وجہ سے انسان نو مہینے بعد پیدا ہوتا ہے۔

لہٰذا قدرت کے تدریجی طریقہ سے ہٹا کر دوا اور کیمیکل کے ذریعہ وقت مقررہ سے پہلے بچہ پیدا کرنا شروع کرے تو قدرت خداوندی میں تبدیلی کرنا لازم آئے گا اور یہ درست نہیں ہے۔ "لا تبديل لخلق الله" (روم: ۳۰)۔

اسی طرح پودے اور پھلوں کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تدریجی حکم کارفرما ہے، اس کے لئے ایک خاص وقت اور مدت گزرنا اور اس کا انتظار کرنا

ضروری ہوگا، اگر وقت سے پہلے پھل پکانے کے لئے کیمیکل استعمال کرے تاکہ پھل پک جائے اور خوشنما نظر آئے تو شرعاً قدرت کے نظام میں دخل اندازی کرنا لازم آئے گا، اور قانون قدرت کے خلاف ہوگا اور یہ درست نہیں، چنانچہ علامہ ابن نجیم نے ایک قاعدہ مرتب کیا ہے:

''من استعجل الشئ قبل أوانه عوقب بحرمانه'' (الاشباہ والنظائر ۱/ ۳۸۹)

(جس شخص نے وقت سے پہلے کسی چیز کو لانے کی کوشش کی اس کو اس سے محروم کر کے سزا دی جائے گی)۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے:

''وحديث ابن مسعود دليل على أنه لا يجوز تغيير شئ من خلق الله خلقها عليه بزيادة أو نقصانه'' (۵/ ۳۶۹)۔

بہر حال مذکورہ بحث سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ پھلوں کو وقت سے پہلے پکانے کے لئے کیمیکل ڈالنا اور انجکشن دینا یا ترکاری کے جسم کو بڑھانے کے لئے زہریلی دواؤں کا استعمال کرنا قدرت کے خلاف ہے، اس لئے یہ صورت درست نہیں۔

ب: قرآن وحدیث میں عقود، اور بیع وشراء کے تعلق سے بڑی ہدایات ہیں، اور حقوق مالیہ کی ادائیگی میں عدل وانصاف کی بڑی تاکید کی گئی ہے، تاکہ کوئی ایک فریق دوسرے فریق پر ظلم نہ کرے، اور مبیع کو معین اور متعین شکل میں بیچنے کے بجائے معدوم اور مجہول صورت میں دینے سے منع کیا ہے، اسی وجہ سے شریعت نے مشتری کو خیار شرط، خیار عیب، اور خیار رؤیت کا حق دیا ہے۔

اس زمانہ میں عقود مالیہ میں حق تلفیاں بہت عام ہو گئی ہیں، ہر فریق یہ چاہتا ہے کہ مجھے تو پورا پورا حق ملے لیکن جب حق دینے کی باری آتی ہے تو ایسے موقع پر کم دینے کی کوشش کرتا ہے، چنانچہ قرآن پاک میں ایسے لوگوں کے بارے میں بڑی وعید آئی ہے:

''ويل للمطففين الذين إذا اكتالوا على الناس يستوفون وإذا كالوهم أو وزنوهم يخسرون'' (مطففین: ۱-۲)

(بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کم کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لے لیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا دیں)۔

اس آیت میں جو وعید آئی ہے اس کے مصداق وہ لوگ بھی ہیں جو پھلوں اور ترکاریوں کے حجم کو بڑھانے کے لئے کیمیکل یا انجکشن اور زہریلی دوا ڈالتے ہیں، ظاہر ہے پھل اور ترکاری کا حجم اور وزن بڑھ جائے گا اور اس اعتبار سے مشتری سے قیمت لے گا، لیکن اصلاً پھل اور ترکاری کا وزن کم ہو جائے گا، گویا کہ دھوکہ دے کر مشتری سے زیادہ قیمت لینا لازم آئے گا، اور یہ درست نہیں۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں دھوکہ دے کر سامان سے زیادہ قیمت لینے کی وجہ سے جانوروں کے تھنوں کو باندھنے سے منع فرمایا ہے:

''وعن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال: ولا تصروا الإبل والغنم'' (مشکوۃ: ۲۴۷)

(حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی اور بکری کے تھنوں کو باندھنے سے منع فرمایا ہے)۔

اس زمانہ میں صاحب جانور کا ''تصریہ'' سے یہ مقصد ہوتا تھا کہ تھن بڑا ہوگا، یہ دودھ زیادہ دینے کی علامت ہوگی اور اس اعتبار سے قیمت بھی زیادہ دے گا، جیسا کہ ملا علی قاری نے علامہ عسقلانی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔

''والصحيح أنه من التصرية وهي أن يشد الضرع قبل البيع أيامًا ليظن المشترى أنها لبون. في الثمن والنهى عن الخداع'' (المرقاۃ ۶/ ۷۸)۔

تصریہ کی اصل شکل یہ ہوتی ہے کہ صاحب جانور بیع سے پہلے اس کے تھنوں کو کئی دنوں تک باندھے رکھتے، تاکہ مشتری یہ سمجھے کہ یہ بہت زیادہ دودھ دینے والا جانور ہے، اور اس کی قیمت زیادہ ہے۔

ظاہر ہے یہ خداع کی صورت ہے، یہ اسلام میں درست نہیں، لہذا مذکورہ نیت سے زہریلی دواؤں کا استعمال درست نہیں ہوگا۔

سوال (۳) کا جواب:

سوال نمبر ۲ کے تحت جو بحث کی گئی ہے وہی بحث اس سوال کے تحت بھی ہے، اسی لئے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

سوال ۴ (الف) کا جواب:

اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو انسان کے لئے مباح قرار دیا ہے جو طیبات میں سے ہیں، اور جو خبائث میں سے ہیں انہیں حرام قرار دیا ہے۔

''ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث'' (اعراف: ۱۵۷)۔

اسی وجہ سے سباع والا جانور درندگی کی وجہ سے اور وہ جانور جس کی خوراک انسان کا فضلہ ہے، اور زہریلے جانور خبائث میں سے ہیں، ان کا استعمال ناجائز ہے۔

چونکہ حلت وحرمت میں جانوروں کی غذا کا بڑا دخل ہے، بعض جانوروں کی غذا نباتات ہے، جیسے مرغی کی اصل غذا نباتات ہے، مچھلیاں پانی کے اندر پائے جانے والے نباتات یا چھوٹے آبی جانوروں سے اپنی غذائی ضرورت پوری کرتی ہیں، لیکن خنزیر وہ جانور ہے جس کی غذا انسان اور جانور کا فضلہ ہے، جو ناپاک ہے۔

شیخ محمد بن ابراہیم بن عبداللہ قلمبند کرتے ہیں:

''کل ماله ناب من السباع یفترس به کالأسد والنمر .... جمیع الحیوانات السامة کالحیات والأفاعي...جمیع الحیوانات الخبیثة المستقذرة کالتي تأکل النجاسات وفضلات الإنسان والحیوان کالخنزیر ونحوه'' (موسوعة الفقه الاسلامی ۴/ ۳۱۷)۔

یعنی وہ جانور جو درندہ میں سے ہے چیر پھاڑ کرتا ہے جیسے، شیر، چیتا وغیرہ، اور تمام زہریلے جانور جیسے سانپ وغیرہ، اور تمام خبیث جانور جو ناپاک چیزیں اور انسان وحیوان کا فضلہ استعمال کرتے ہیں جیسے خنزیر وغیرہ (یہ سب حرام ہیں)۔

ظاہر ہے کہ غذا بہت موثر ہوتی ہے، غذا پاک ہوتی ہے تو اس کے اثرات اچھے ہوتے ہیں، لیکن اگر ناپاک ہے تو اس کے اثرات بھی ایسے ہی پیدا ہوتے ہیں، خنزیر کی غذا انسان اور حیوان کا فضلہ ہے جو ناپاک ہے تو اس کا گوشت اور چربی سب ناپاک ہوں گے، اسی لئے اس کی تمام چیزیں استعمال کرنا حرام ہے۔

''.... یکون أثرها علی الإنسان طیبًا ونافعًا کالثمار والحبوب واللحوم کالغنم والأطعمة الخبیثة یکون أثرها علی الإنسان خبیثًا وصار کالمیتة والسموم'' (موسوعة الفقه الاسلامی ۴/ ۲۸۵)۔

اور جہاں تک جانوروں میں گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے خنزیر کی چربی استعمال کرنے کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں سوال (۲) کے تحت تفصیلی بحث آچکی ہے کہ عقود میں معانی اور مقاصد کا اعتبار ہوتا ہے۔

شیخ احمد بن شیخ محمد زرقا لکھتے ہیں:

''العبرة فی العقود للمقاصد والمعاني لا للألفاظ'' (شرح القواعد الفقهیه ۱/ ۵۵)

(عقود میں معانی اور مقاصد کا اعتبار ہوتا ہے الفاظ کا اعتبار نہیں ہوتا ہے)۔

چونکہ گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے خنزیر کی چربی بطور غذا کے استعمال کرنے میں کئی خرابیاں لازم آتی ہیں:

۱۔ ایک یہ کہ مشتری کو دھوکہ دینا لازم آئے گا یہ شریعت میں درست نہیں۔

۲۔ ایسی غذا جس میں خنزیر کی چربی ملی ہوتی ہے وہ انسان کے جسم اور عقل کے لئے مضر ہوتی ہے، اور جو چیز انسان کے جسم اور عقل کے لئے مضر ہو اسے ماکول اللحم جانور کی غذا کے طور پر استعمال کرنا درست نہیں ہوگا۔

۳۔ جب جانور کی غذا خنزیر کی چربی ہوگی تو اصلاً اس کا وزن کم ہوگا مگر دیکھنے میں زیادہ ہوگا، اس صورت میں بائع اور مشتری کے درمیان نزاع ہوگا اور وہ معاملہ جو عاقدین کے مابین نزاع پیدا کرنے کا سبب ہو وہ معاملہ شرعاً درست نہیں، جیسے فضا میں اڑتے ہوئے پرندہ کی بیع کرنا وغیرہ۔

۴۔ یہ صورت تصریہ اور خداع کے قبیل سے ہے اور تصریہ (دودھ بڑھانے کے لئے جانوروں کے تھنوں کو باندھ دینا) ناجائز ہے۔

اس لئے مذکورہ وجوہ کی بنا پر جانوروں کو صرف گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے خنزیر کی چربی بطور غذا کے دینا درست نہیں۔

سوال نمبر ۴ (ب) کا جواب:

یہاں تحقیق طلب امر یہ ہے کہ آیا دہ ناپاک غذا کے ساتھ مخلوط ہونے کے بعد مغلوب ہو جاتی ہے یا نہیں، اگر مغلوب ہو جاتی ہے اور ان جانوروں کا گوشت اپنی اصل حالت پر باقی رہتا ہے اور اس میں بدبو نہیں پیدا ہوتی ہے تو ان جانوروں کا گوشت حلال ہوگا۔

وجہ یہ ہے کہ جانوروں کے گوشت کی حلت وحرمت میں (نتنہ) بدبودار ہونے کا بڑا دخل ہے، اگر وہ بدبودار ہے تو اس کا گوشت حرام ہو جاتا ہے؛ لیکن اگر گوشت میں بدبو پیدا نہیں ہوا تو اس کا گوشت حلال ہوتا ہے اور اس کا استعمال درست ہوتا ہے۔

چنانچہ فقہی کتابوں میں اس کی بے شمار نظیریں ہیں یہاں بطور دلیل ان میں سے چند پیش کی جارہی ہیں:

صاحب موسوعہ قلمبند کرتے ہیں:

''ولهذا قالوا في الجدي إذا ارتضع بلبن خنزيرة حتى كبر أنه لا يكره أكله لأن لحمه لا يتغير ولا ينتن وهذا يدل على أن العبرة للنتن لا لتناول النجاسة'' (/ ۱۳۹)۔

اسی وجہ سے علماء نے بکری کے بارے میں کہا ہے کہ جب اسے خنزیر کا دودھ پلایا گیا یہاں تک کہ وہ بڑی ہوگئی تو اس بکری کے گوشت کے استعمال میں کوئی کراہت نہیں؛ کیوں کہ اس کے گوشت میں نہ کوئی تبدیلی آئی ہے اور نہ اس کا گوشت بدبودار ہوا ہے، اور جانور کے گوشت کے حلال وحرام ہونے میں بدبودار ہونے کا اعتبار ہے نہ کہ نجاست کے استعمال کا۔

علامہ شامی نے بھی اس معنی کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

''وماغذی به يصير مستهلكًا لا يبقى له أثر'' (شامی ۵/ ۱۳۹)

(جو چیز غذا کے طور پر دی گئی ہے وہ مستعمل ہوگی کہ اس کی نہ حقیقت باقی ہے اور نہ کوئی اثر (تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں)۔

علامہ ابن نجیم نے ایک قاعدہ مرتب کیا ہے:

''إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام'' (الاشباہ والنظائر ۱/ ۲۷۳)۔

اس سے مستثنی مسائل کے ضمن میں یہ جزئیہ بھی لکھا ہے:

''لو سقى شاة خمرًا ثم ذبحها من ساعته فإنها تحل بلا كراهة .... ومقتضى القاعدة التحريم ومقتضى الفرع أنه لو علفها علفًا حرا مالم يحرم لبنها ولحمها وإن كان الورع الترك'' (الاشباہ والنظائر ۱/ ۲۸۳)۔

(اگر کسی نے بکری کو شراب پلادی پھر فوراً اسے ذبح کردیا تو اس کا گوشت بلا کراہت مباح ہوگا، حالانکہ قاعدہ کا تقاضا حرام ہونا ہے لیکن یہ صورت قاعدہ سے مستثنی ہے، اس کا گوشت اور دودھ حرام نہیں ہوگا اگرچہ حرام چارہ ہی اسے کیوں نہ کھلایا گیا ہو البتہ تقوی اور ورع کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی غذا سے بچا جائے)۔

اسی طرح یہ مسئلہ اشباہ میں ہے:

''أن يكون الحرام مستهلكًا فلو أكل المحرم شيئًا قد استهلك فيه الطيب فلا فدية'' (الاشباہ ۱/ ۲۸۲)

(اگر حرام مادہ مستعمل ہوگیا یعنی محرم نے ایسی چیز استعمال کی جس میں خوشبو ملی ہوئی ہو تو محرم پر کوئی فدیہ واجب نہیں ہوگا)۔

مذکورہ بالا بحث اور نظائر سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ اگر حلال جانور کو یہ چیز حلال غذا میں ملا کر کھلائی گئی اور وہ اتنی کم مقدار میں تھی کہ مخلوط اور مستعمل ہونے کے بعد اس میں کوئی بدبو پیدا نہیں ہوئی اور نہ حلال غذا کا اثر اور طبیعت بدلی تو اس کا گوشت پہلے کی طرح حلال ہوگا، اس لئے بلا کراہت اس کا استعمال درست ہوگا، البتہ ورع وتقوی کے اعتبار سے اس سے اجتناب اولی ہوگا، جیسا کہ علامہ ابن نجیم نے تحریر کیا ہے:

''وإن كان الورع الترك'' (اشباہ ۱/ ۳۸۲)۔

سوال ۵ (الف) کا جواب:

عام طور پر مضر اور زہریلی اشیاء کا استعمال دو مقاصد کے تحت ہوتا ہے:

۱۔ ایک مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ غذائی مصنوعات بیماری کے جراثیم سے محفوظ ہوجائیں، اگر یہ مقصد ہے تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں، بلکہ اس کا استعمال بہتر اور باعث مفید ہوگا جبکہ زہریلی اشیاء اتنی کم مقدار میں استعمال کی گئی جو انسان کی صحت اور عقل کے لئے ضرر رساں نہ ہو جیسا کہ اس زمانہ میں اطباء حضرات دواؤں اور غذا میں استعمال کرتے ہیں۔

صاحب موسوعہ لکھتے ہیں: ''وهذا ظاهر فإن كثيرًا من الأدوية التي يصفها الأطباء محتوية على السموم بالقدر الذي لا يضر الإنسان بل يفيده ويقتل جراثيم الأمراض'' (الموسوعة الفقهيه ۵/ ۱۲۵)۔

یہ بات بدیہی ہے کہ بہت سی دوائیں جن میں اطباء زہریلا مادہ اتنی مقدار میں استعمال کرتے ہیں جو انسان کو ضرر پہنچانے کے بجائے فائدہ پہنچاتے ہیں اور بیماری کے جراثیم کو ختم کرتے ہیں۔

۲۔ دوسرا مقصد غذا کی مقدار کو بڑھانا، وقت سے پہلے پھلوں کو تیار کرنا اور مصنوعی غذا پر زیادہ صرفہ سے سبکدوش ہونا ہوتا ہے، ان وجوہ کی بنا پر زیادہ مقدار میں مضر اور زہریلی اشیاء استعمال کی جاتی ہیں جن کے استعمال سے انسان کو فائدہ کے بجائے نقصان زیادہ ہوتا ہے، ایسی صورت میں ان کا استعمال درست نہیں ہوگا، اور دوسرے اور چوتھے سوال کے جواب میں وجوہ دلائل آچکی ہیں، فقہاء نے حرمت کے پانچ اسباب ذکر کئے ہیں، ان میں سے ایک سبب یہ ہے کہ وہ چیز جو انسان کے بدن اور عقل کے لئے باعث ضرر ہو، جیسے زہریلی اشیاء وغیرہ۔

(السبب الأول: الضرر اللاحق بالبدن أو العقل) (الموسوعة الفقهيه ۵/ ۱۲۵)۔

قرآن میں ہے: "ولا تقتلوا أنفسكم" (سورہ نساء:۲۹) (اور اپنے آپ کو قتل مت کرو)۔

حدیث میں ہے: ''من تحسى سما فقتل نفسه فسمه في يديه يتحساه في نار جهنم خالدًا مخلدًا فيها أبدًا'' (اخرجه البخاري. الفتح ۱۰/ ۲۴۷)

(جس شخص نے زہر پی لیا اس نے اپنے آپ کو قتل کیا، وہ زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور جہنم میں وہ پیتا رہے گا)۔

اس لئے ان چیزوں کا استعمال غذائی مصنوعات میں حرام ہوگا۔

جہاں تک یہ مسئلہ ہے کہ غذائی مصنوعات میں مضر اشیاء کے استعمال کی ممانعت کس درجہ کی ہوگی؟ تو اس سلسلہ میں قرآن وحدیث میں ممانعت کے لئے جو تعبیر استعمال ہوئی ہے اسے سامنے رکھنا ہوگا، قرآن پاک میں ممانعت کے لئے مختلف تعبیر استعمال ہوئی ہے، کبھی ''حرم'' کے لفظ سے ذکر کیا ہے تو کبھی اسے ترک کا مطالبہ کیا گیا ہے، کبھی منہی عنہ کے مرتکب کو بہائم اور شیاطین کے مشابہ قرار دیا ہے، اور کبھی نفی فلاح، عذاب عاجل یا ضلالت ومعصیت کا سبب قرار دیا ہے اور کبھی منہی عنہ کو خبث، رجس اور نجس کے ساتھ متصف کیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

''حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير'' (مائدہ:۳) (تم پر حرام کئے گئے ہیں مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت)۔

''فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله'' (بقرہ: ۲۷۹)

(پھر اگر تم نہ کروگے تو اشتہار سن لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے)۔

''أحل الله البيع وحرم الربا'' (بقرہ: ۲۷۵)۔

''یا أیھا الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ'' (مائدہ: ۹۰)۔

''لا یحل لکم أن تأخذوا مما آتیتموہن شیئًا'' (بقرہ: ۲۲۹)۔

اسی طرح حدیث شریف میں صیغہ نہی کے بجائے صراحۃً نہی کا لفظ استعمال ہوا ہے، مثلاً نھی اللہ، نھی رسول اللہ، ینھون وغیرہ۔

غرض فقہاء نے ان صیغوں اور تعبیر سے اور دلائل وقرائن کے اعتبار سے لفظ ''نہی اور حرام'' سے کبھی حرمت کا معنی لیا ہے تو کبھی کراہت کا، لیکن اس کے علاوہ فقہاء نے دلائل اور نصوص کے اعتبار سے حلال وحرام کے حکم میں مدارج اور ڈگریاں قائم کی ہیں۔

چنانچہ ابتداء میں تمہیدی گفتگو میں اس کے تحت تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے، بہرحال یہاں حرام اور مکروہ کی تعریف ذکر کی جارہی ہے۔

حرام: وہ امور جن کی حرمت پر دلیل قطعی موجود ہو وہ امور حرام ہوں گے، جیسے شراب اور خمر کا حرام ہونا۔

مکروہ: جن چیزوں کی ممانعت پر کوئی نص قطعی موجود نہ ہو ان کو احتیاطاً حرام کے بجائے مکروہ کہتے ہیں۔

البتہ فقہاء نے مکروہ تحریمی اور تنزیہی میں فرق کیا ہے، جب مطلقاً مکروہ استعمال ہوتا ہے تو اس سے مکروہ تحریمی مراد ہوتا ہے، کیوں کہ مکروہ تحریمی حرام کے قریب ہوتا ہے اور مکروہ تنزیہی جواز کے قریب، جو خلاف مستحب اور خلاف اولی ہوتا ہے۔

اسی طرح جس امر کا ثبوت دلیل ظنی، قیاس اور خبر واحد سے ہوتا ہے وہ احناف کے یہاں مکروہ تحریمی کے درجہ میں ہوتا ہے لیکن جمہور کے یہاں حرام کے معنی میں ہوتا ہے۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی قلمبند کرتے ہیں:

''فما ثبت بدلیل ظنی کالقیاس وخبر الواحد یسمیہ الحنفیۃ مکروہًا تحریمًا یعاف فاعلہ والجمہور یسمونہ حرامًا'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳/ ۵۳۴)۔

یہ بات متعین ہے کہ زہریلی اشیاء کی حرمت ''ولاتقتلوا أنفسکم'' جیسی آیت سے ثابت ہے، یا شراب والی آیت پر مقیس ہے، غرض یہ کہ زہریلی اشیاء کی حرمت دلیل ظنی سے ہے یعنی قیاس یا خبر واحد سے لہٰذا عام اختیاری حالت میں جبکہ غذائی مصنوعات میں زہریلی اشیاء کا استعمال ضروری نہ ہو اور فاسد مقصد کے لئے استعمال کی گئی ہو تو احناف کے یہاں مکروہ تحریمی ہوگا لیکن جمہور کے یہاں حرام ہوگا۔

اسی طرح ایسی مصنوعات کا خریدنا، کھانا اور دوسرے کو کھلانا جبکہ بغیر ضرورت ان میں زہریلی اشیاء ملی ہوئی ہوں مکروہ ہوگا۔

سوال ۵ (ب) کا جواب:

اس سوال کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس وقت غذائی مصنوعات میں سے کوئی ایسی غذا نہیں ہے جو کیمیکل اور زہریلی اشیاء سے پاک ہو بلکہ ان چیزوں کا استعمال عموم بلوی کے طور پر ہے، اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو امت کا ہر صورت میں ضرر سے دوچار ہونا ضروری ہے۔

۱۔ ایک صورت یہ ہے کہ غذائی مصنوعات میں سے کوئی بھی غذا استعمال کرے گا تو ضمناً زہریلی اشیاء کا استعمال کرنا لازم آئے گا، اور یہ ناجائز ہے جیسا کہ اوپر تفصیل سے بحث کی گئی۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر انسان اس وقت کی غذائی مصنوعات سے اجتناب کرتا ہے (تو بازار میں کوئی ایسی غذا نہیں ہے جس سے انسان کی ضرورت پوری ہو اور زہریلی اشیاء کی ملاوٹ سے پاک ہو)، تو ایسی صورت میں انسان کا بھوکا رہنا لازم آئے گا، اور جان ضائع ہونے کا بھی اندیشہ رہے گا، حالاں کہ اللہ تعالی نے جان بچانے کے لئے اضطراری صورت میں حرام مال اور مال غیر استعمال کرنے کی اجازت دی ہے، اگر انسان استعمال نہ کرے، اور جان ہلاک ہوجائے تو عنداللہ گرفت ہوگی۔

اس لئے قرآن وحدیث کی روشنی میں یہاں حکم نکالنا ہوگا، اور یہ موازنہ کرنا ہوگا کہ کس صورت میں ضرر زیادہ ہے اور کس صورت میں کم؟

بہرحال یہاں قرآن کی آیت اور فقہاء کے قواعد پیش کئے جارہے ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''فمن اضطر غير باغ ولا عاد فلا إثم عليه'' (بقرہ: ۱۷۳)۔

حدیث شریف میں ہے:

''ما خير رسول الله ﷺ بين أمرين إلا اختار أيسرهما ما لم يكن إثمًا'' (بخاری: کتاب المناقب؛ باب صفة النبي ﷺ)

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو باتوں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے ان میں سے آسان کو اختیار کیا جب تک کہ وہ گناہ کا باعث نہ ہو)۔

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

''وهي ما إذا تعارض مفسدتان روعي أعظمهما ضررا بارتكاب أخفهما'' (الاشباہ والنظائر ۱/ ۳۱۹)

(جب دو مفاسد متعارض ہوں تو کم تر ضرر کا ارتکاب کر کے بڑے ضرر سے بچا جائے گا)۔

شرح المجلہ میں ہے:

''الضرر الأشد يزال بالضرر الأخف'' (المادہ: ۲۷، ص: ۳۲) (کم تر ضرر کا ارتکاب کر کے بڑے ضرر سے بچا جائے گا)۔

مذکورہ بالا بحث اور دلائل وقواعد سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ جب مذکورہ دونوں صورتوں میں ضرر ہے لیکن ایک صورت میں اشد ضرر ہے یعنی غذا نہ استعمال کرے تو جان ہلاک ہوگی، لیکن اگر استعمال کرے تو زہریلی حرام اشیاء کا استعمال کرنا لازم آئے گا مگر پہلے ضرر کے مقابلہ میں اس میں اخف ضرر ہے، اس لئے اشد ضرر سے بچتے ہوئے اخف ضرر کا استعمال درست ہے جیسا کہ قرآن وحدیث اور قواعد سے واضح ہے۔

لہذا مذکورہ صورت میں اضطراراً غذائی مصنوعات کا استعمال شرعاً درست ہوگا جبکہ مذکورہ مصنوعات کے علاوہ غذا نہ ہو جو زہریلی اشیاء سے پاک ہو، جیسے حرام اشیاء سے دوا علاج درست ہے۔

''لكن قال الحنفية يجوز التداوي بالمحرم إن علم يقينًا أن فيه شفاء ولا يقوم غيره مقامه'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ / ۵۱۹)۔

خلاصہ بحث:

سوال نمبر ا کے جواب کی چار صورتیں بنتی ہیں:

(الف) زمین میں کھاد ڈالنے کا مقصد پیداوار بڑھانا ہے، اور اس میں زہریلی مادہ اس مقدار میں استعمال نہیں کیا گیا ہے جو مضر رساں ہو تو اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(ب) پھلوں کو کیڑوں سے حفاظت کے لئے دواؤں کا چھڑکاؤ کرنا شرعاً درست ہے۔

(ج) کھاد میں زہریلی مادہ جو استعمال کی جاتی ہے وہ قلیل مقدار میں ہے، یا اس کے مقابلہ میں حلال مادہ کی مقدار زیادہ ہے تو ''للاکثر حکم الکل'' کے تحت یا اس وجہ سے اس کا استعمال درست ہے کہ اس زمانہ میں کوئی دوا اور کھاد زہریلی مادہ سے خالی نہیں ہوتا اس لئے ضرورۃً اس کی گنجائش ہوگی۔

(د) دواؤں میں زہریلی مادہ اتنی کثیر مقدار میں ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس پھل کے استعمال میں مہلک مرض ہونے کا امکان زیادہ رہتا ہے تو ایسی دواؤں کا استعمال درست نہیں ہوگا۔

سوال نمبر ۲ کے جواب کی دو صورتیں ہیں:

(الف) پھلوں کو وقت سے پہلے پکانے کے لئے یا ترکاری کے حجم کو بڑھانے کے لئے کیمیکل ڈالنا، انجکشن دینا اور زہریلی دواؤں کا استعمال کرنا قدرت کے قانون کے خلاف ہے اس لئے یہ صورت درست نہیں۔

(ب) چوں کہ عقود میں مقاصد ومعانی کا اعتبار ہوتا ہے، نیز مذکورہ صورت میں فریق ثانی (مشتری) کے لئے ضرر اور نقصان ہی پہنچے گا اور یہ خداع کے قبیل سے

ہے اس لئے پھلوں میں کیمیکل ڈالنا، انجکشن دینا اور زہریلی دواؤں کا استعمال کرنا درست نہیں۔

سوال نمبر ۳ کا جواب:

اگر جانور نے فطری طور پر دودھ دینا بند کردیا ہے تو انجکشن دے کر مصنوعی طور پر دودھ جاری کرنا قدرت کے قانون کی مخالفت کرنا ہے اس لئے یہ صورت شرعاً درست نہیں ہوگی؛ البتہ دودھ دینے کی مدت میں جانور میں طاقت اور صحت بڑھانے کے لئے انجکشن دینے میں کوئی قباحت نہیں ہوگی۔

سوال نمبر ۴ (الف) کے جواب کی دو شکلیں ہیں:

(الف) صرف جانوروں کے گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے خنزیر کی چربی غذا کے طور پر دینا درست نہیں۔

(ب) چوں کہ اس صورت میں مشتری کو دھوکہ دینا لازم آئے گا، وہ جانور انسان کے جسم وعقل کے لئے مضر ہوگا، اس کے علاوہ جانور کا وزن اصلاً کم ہوگا لیکن بظاہر زیادہ ہوگا یہ صورت غش اور تصریہ کے قبیل سے ہے؛ اس لئے ان وجوہ کی بنا پر جانور کو خنزیر کی چربی غذا کے طور پر کھلانا درست نہیں ہوگا۔

سوال نمبر ۴ (ب) کا جواب:

جانوروں کے گوشت کی حلت وحرمت میں (نتنہ) بدبودار ہونے کا بڑا دخل ہے اس لئے جانور کو اتنی کم مقدار میں وہ حرام مادہ کھلایا گیا کہ گوشت میں کوئی بو نہیں پیدا ہوئی اور نہ حلال غذا کا اثر اور طبیعت بدلی تو اس کا گوشت پہلے کی طرح پاک اور حلال ہوگا، اور اس کا استعمال بلا کراہت درست ہوگا، البتہ ورع اور تقوی کے اعتبار سے اس سے اجتناب اولی ہوگا۔

سوال نمبر ۵ کے جواب کی بھی دو شکلیں ہیں:

(الف) غذائی مصنوعات میں زہریلی اشیاء کے استعمال کا مقصد بیماری کے جراثیم سے محفوظ کرنا ہے تو اس کی اجازت ہوگی بشرطیکہ وہ انسانی صحت وعقل کے لئے مضر نہ ہو۔

(ب) اس مسئلہ کا دوسرا رخ یہ ہے کہ اس وقت کوئی غذائی مصنوعات نہیں ہے جو کیمیکل اور زہریلی اشیاء سے پاک ہو تو اس صورت میں ان اشیاء کا استعمال کرنا حرام کا استعمال کرنا لازم آئے گا جو ایک اعتبار سے باعث ضرر ہے۔

لیکن اگر استعمال نہیں کرتا ہے تو جان تلف کرنا لازم آئے گا اور یہ بھی درست نہیں ہے، اس پہلو سے یہ صورت بھی باعث ضرر ہے۔

لہذا فرمان رسول ﷺ ''ما خيّر رسول الله بين أمرين إلا اختار أيسرهما'' اور فقہاء کے قواعد ''الضرر الأشد يزال بالضرر الأخف'' کے اعتبار سے اضطراراً غذائی مصنوعات کا استعمال شرعاً درست ہوگا؛ جبکہ مذکورہ مصنوعات کے علاوہ کوئی غذا نہ ہو جو زہریلی اشیاء سے پاک ہو۔

غذائی مصنوعات سے متعلق مسائل

مفتی محمد عارف باللہ قاسمی[1]

حیات انسانی کی بنیادی ضرورتوں میں سے ایک اہم ضرورت غذا ہے جس پر عام جانداروں کی طرح اس کی بھی جان کا تحفظ وبقا موقوف ہے، اسی لئے خالق نے اس کی تخلیق کے ساتھ اس کو غذائیت دینے والی مختلف چیزوں کو وجود بخشا؛ تاکہ انسان ان کو ماحول ومزاج کے موافق بطور غذا استعمال کرکے صحت مند زندگی گزار سکے اور زندگی کی دوڑ دھوپ میں شامل ہوسکے۔

موجودہ دور میں سائنسی ایجادات نے جو انقلاب پیدا کیا ہے اس سے انسانی غذا بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی، کہیں انسانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کی ضرورت پوری کرنے کی غرض سے تو کہیں مختلف اشیاء میں اقسام واشکال پیدا کرنے کی خاطر غذائی اشیاء پر بھی سائنسی تحقیقات کی گئیں اور بالخصوص غذائی اشیاء کی پیداوار اور ان کے حجم ووزن کو بڑھانے کی غرض سے تو مستقل شعبے قائم کئے گئے اور ان میں غذائی اشیاء پر تحقیق وجستجو کرکے کئی طریقے دریافت کئے گئے اور مزید کئے جارہے ہیں۔

پیداوار بڑھانے کی تدبیریں شریعت کی نظر میں:

غذائی اشیاء کا خالق اللہ ہی ہے، تاہم انسانوں کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اس کی مقدار اور وزن وحجم وغیرہ میں اضافہ کی غرض سے انسانی تجربات وتدبیریں کریں، جس کے جواز کی دلیل "تابیر نخل" کا جواز ہے، صحابہ کرامؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کرنے کے بعد اس کی اجازت عطا فرمائی۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:

"أبصر رسول الله صلى الله عليه وسلم الناس يلقحون، فقال: ما للناس؟ فقالوا: يلقحون يا رسول الله. قال: لا لقاح أو ما أرى اللقاح شيئًا، فتركوا اللقاح، فجاء تمر الناس شيصًا، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما له؟ ما أنا بصاحب زرع ولا نخل، لقحوا" (شرح مشکل الآثار ۴/ ۴۲۵)۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تلقیح کرتے ہوئے (نر کھجور کا شگوفہ مادہ کھجور میں ڈالتے ہوئے) دیکھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ لوگ کیا کررہے ہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تلقیح کررہے ہیں، آپ نے فرمایا: میں تلقیح یعنی نر کھجور کے شگوفہ کو مادہ میں ڈالنے کو مناسب نہیں سمجھ رہا ہوں، یہ صحیح نہیں، تو صحابہؓ نے اسے چھوڑ دیا، لیکن اس کے بعد ردی کھجور کی پیداوار ہوئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں کوئی کھیتی کرنے والا اور کھجور کے باغ والا نہیں ہوں، تم تلقیح کیا کرو)۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ پیداوار بڑھانے کے لئے انسانی تدبیروں کو اختیار کرنا جائز ہے، لیکن اس میں یہ بات پیش نظر رہنی ضروری ہے کہ پیداوار کا مقصد غذا کی فراہمی ہے، اور غذا کا مقصد انسان کو شکم سیر کرنے کے ساتھ ساتھ اس کو صحت وقوت بخشنا ہے، اس لئے غذائی اشیاء میں ایسی تدبیریں ہی کی جائیں جن سے ان کے مقاصد متاثر نہ ہوں۔

نیز یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ موجودہ زمانہ میں انسانوں کی بڑھتی آبادی نے پیداوار کی کثرت کی ضرورت کو ماضی سے کہیں زیادہ ہی بڑھادیا ہے، مزید یہ کہ اس کی قلت انسانوں بالخصوص غریب طبقات کے لئے پریشان کن بھی ہوتی ہے، کیونکہ قلت کی بنیاد پر قیمتوں میں جو اضافہ ہوتا ہے وہ ان کے لئے ناقابل تحمل اور دشوار ہوتا ہے، اور انسانی ضروریات کی تکمیل اور راحت رسانی بھی مقاصد شریعت میں سے ہے اور جو چیز انسانوں کے لئے مفید ہو اور مزاج

[1] مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم الربانیہ، حیدرآباد۔

شریعت سے متصادم نہ ہو اسے شریعت سند جواز دیتی ہے۔

ا۔ پیداوار بڑھانے کے لئے کھاد کا استعمال:

پیداوار بڑھانے کی غرض سے کھاد کا استعمال عام ہے، اور اس کے لئے گوبر کی کھاد اور یوریا کھاد وغیرہ کو استعمال کیا جاتا ہے، اس کے مناسب اور متوازن استعمال سے پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے، لیکن ماہرین کے بقول: مصنوعی کیمیائی کھادوں کے بے دریغ استعمال سے زمین کی پیداواری صلاحیت کمزور پڑ جاتی ہے، جس کا نتیجہ پیداوار کی قلت کی صورت میں سامنے آتا ہے، مزید یہ کہ مصنوعی کیمیائی کھادوں اور کیڑے مار ادویات اور کیمیائی اجزاء میں سمیت پائی جاتی ہے، جن سے انسانی اور حیوانی صحت پر نہایت مضر اثرات پڑتے ہیں، جب کہ غذا کا مقصد انسانی صحت کی بحالی اور انسانی حیات کا تحفظ ہے، اس کے برخلاف اس کے متبادل طریقہ کاشتکاری یعنی نامیاتی کاشتکاری میں مصنوعی کیمیائی کھادوں، زرعی زہر اور دیگر کیمیائی مادوں کا استعمال نہیں ہوتا اور اس سے بھی پیداوار میں اضافہ کیا جا سکتا ہے، بلکہ کئی ماہرین کے بقول: اگر نامیاتی کاشتکاری کو صحیح طریقہ پر اختیار کیا جائے تو کیمیائی کاشتکاری کے مقابلے میں اس میں پیداوار کی کمی بھی نہیں ہوتی، ساتھ ہی مصنوعی کھادوں اور کیمیائی اجزاء کے مضر اثرات سے تحفظ بھی ہو جاتا ہے، اور نامیاتی کاشتکاری کے ذریعہ حاصل شدہ سبزیاں اور پھل غذائیت سے بھرپور بھی ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ نامیاتی کاشتکاری دنیا میں مقبول ہو رہی ہے۔

چونکہ غذا کا مقصد انسان کو صحت مند حیات بخشنا ہے اور تحقیق سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ کیمیائی کھادوں اور کیمیائی اجزاء کا استعمال مضر ہے اور اس سے گرچہ کہ پیداوار میں زیادتی مل جاتی ہے لیکن دوسری طرف اس کی وجہ سے انسانوں کو مختلف امراض کا شکار بننا پڑتا ہے، جو یقیناً مقصد غذا کے مغائر ہے اس لئے پیداوار کی زیادتی کے لئے کیمیائی مصنوعات اور زہر آلود مادوں کا اس مقدار میں استعمال جائز نہیں جن کا معتد بہ اثر کھانے والوں پر پڑتا ہو اور جو بتدریج مہلک امراض کا سبب بنتا ہو؛ کیونکہ ایسی چیزیں کھانا حرام ہیں جو زہر آلود ہوں اور جن سے حیات وصحت پر معتد بہ منفی اثر پڑتا ہو، قرآن کریم میں اللہ عز وجل کا ارشاد ہے:

”ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة“ (بقره: ۱۹۵) (خود کو ہلاکت میں مت ڈالو)۔

الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے:

”يحرم أكل الشئ مهما كان نوعه لأحد أسباب خمسة: السبب الأول: الضرر اللاحق بالبدن أو العقل، ولهذا أمثلة كثيرة: (منها) الأشياء السامة سواء أكانت حيوانية كالسمك السام، وكالوزغ والعقارب والحيات السامة والزنبور والنحل، وما يستخرج منها من مواد سامة، أم كانت نباتية كبعض الأزهار والثمار السامة، أم جمادية كالزرنيخ، فكل هذه تحرم، لقوله تعالى: ”ولا تقتلوا أنفسكم“، و(منها) الأشياء الضارة وإن لم تكن سامة، وقد ذكر منها في كتب الفقه: الطين، والتراب، والحجر، والفحم على سبيل التمثيل ... ولا فرق في الضرر الحاصل بالسميات أو سواها بين أن يكون مرضا جسمانيًا أيا كان نوعه، أو آفة تصيب العقل كالجنون والخبل“ (الموسوعة الفقهيه ۵/ ۱۲۵)۔

(کسی چیز کا کھانا چاہے وہ کسی بھی قسم کی چیز ہو پانچ اسباب میں سے کسی ایک سبب کی وجہ سے حرام ہو جاتا ہے: پہلا سبب یہ ہے کہ ان کی وجہ سے بدن یا عقل کو ضرر لاحق ہوتا ہو، اس کی بہت سی مثالیں ہیں: ان ہی میں سے زہریلی چیزیں ہیں، چاہے وہ حیوان کے قبیل سے ہوں جیسے کہ زہریلی مچھلی، چھپکلی، بچھو، زہریلے سانپ، بھڑ، شہد کی مکھی اور وہ زہریلے مواد جو ان سے نکالے جاتے ہیں، یا چاہے وہ نباتات کے قبیل سے ہوں جیسے کہ بعض زہریلے پھول اور پھل ہوتے ہیں، یا چاہے وہ جمادات کے قبیل سے ہوں، جیسا کہ ہڑتال ہے۔ یہ ساری چیزیں فرمان خداوندی: ”لاتقتلوا انفسکم“ (اپنے آپ کو قتل مت کرو) کی وجہ سے حرام ہیں۔ بدن وعقل کو نقصان پہنچانے کے سبب حرام ہونے والی چیزوں میں سے وہ چیزیں بھی ہیں جو زہریلے تو نہیں ہیں لیکن نقصان دہ ہیں، ایسی چیزوں میں سے بطور مثال مٹی، پتھر، کوئلہ کا فقہی کتابوں میں تذکرہ ہے...... اور زہریلی چیزوں یا ان کے علاوہ دیگر چیزوں سے ہونے والے نقصان کے مابین کوئی فرق نہیں، چاہے کسی قسم کا جسمانی مرض لاحق ہوتا ہو یا عقل میں کسی قسم کا فتور یعنی پاگل پن اور فساد عقل پیدا ہوتا ہو)۔

ایسی چیزوں کا کھانا چونکہ ہلاکت اور مہلک امراض میں مبتلا ہونے کا ذریعہ ہے، اس لئے ان کو کھانا حرام ہے، اور جب کھانا حرام ہے تو انسانی غذا کو پیداوار کی کثرت کی خاطر مضرت رساں اور زہر آلود بنانا بھی جائز نہیں ہوگا، جب کہ مضرت سے انسانوں کو بچانے پر شریعت نے بہت زور دیا ہے، حتی کہ مضرت سے

بچانے کے لئے احکام میں تبدیلی اور نرمی بھی عطا کی ہے، جس کی واضح مثال پانی کے استعمال سے مضرت کے اندیشہ کی صورت میں تیمم کی اجازت ہے۔

ہاں اگر ان کیمیائی کھاد اور زہر آلود مادوں اور دواؤں کا استعمال صرف اس مقدار میں ہے کہ ان کا اثر انسانی غذا اور حاصل ہونے والی پیداوار پر نہیں پڑتا اور انسانی زندگی کو خطرات لاحق نہیں ہوتے تو پھر ان کے ذریعہ پیداوار کی زیادتی کی تدبیر جائز ہوگی؛ کیونکہ اس سے جہاں زائد پیداوار حاصل ہو رہی ہے جو کہ پسندیدہ ہے، وہیں اس میں نقصان دہ پہلو نہیں ہے، جس کی وجہ سے ان پر حرمت کا حکم جاری ہوتا ہے۔ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

''الزروع المسقیة بالنجاسات لا تحرم ولا تکرہ عند أکثر الفقهاء'' (رد المحتار ۶/ ۳۴۱)۔

(وہ کھیتیاں جن کو ناپاک پانی سے سینچا گیا ہو وہ حرام نہیں ہیں اور اکثر فقہاء کے نزدیک مکروہ نہیں ہیں)۔

۲- پھلوں کو پکانے اور خوشنما بنانے کے لئے کیمیکل کا استعمال:

موجودہ زمانے میں ترکاریوں کو بڑا بنانے اور پھلوں کے حجم کو بڑھانے اور ان کو قبل از وقت پکانے کے لئے اور خوشنما، میٹھا اور زیادہ عرق والا بنانے کے لئے مختلف قسم کے کیمیکل استعمال کئے جاتے ہیں، بعض انجکشن کے ذریعہ ان میں داخل کئے جاتے ہیں تو بعض کیمیکل کا صرف خارجی استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ بعض پھلوں کو خوشنما بنانے کے لئے پھلوں پر مطلوبہ رنگ کیا جاتا ہے، اس طرح کے اعمال شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ اور ممنوع ہیں؛ کیونکہ ان میں کئی قباحتیں ہیں، ایک تو اطباء کے بقول ان میں استعمال کئے جانے والے کیمیکل امراض کا سبب بنتے ہیں اور یہ انسانوں کے لئے نقصان دہ ہیں، اور جو چیز نقصان دہ ہو اسے اختیار کرنا جائز نہیں ہے، حدیث نبوی ہے: ''لا ضرر ولا ضرار'' (ابن ماجہ: ۲۳۴۰) (اسلام میں نقصان اٹھانے یا نقصان پہنچانے کی کوئی گنجائش نہیں)۔

دوسری قباحت اس میں یہ ہے کہ یہ سراسر دھوکا دہی ہے، اور اسلام میں دھوکہ دہی بدترین جرم اور حرام ہے، فرمان نبوی ہے: ''من غشنا فلیس منا'' (مسلم: ۱۶۴) (جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں)۔

ہاں اگر ایسی دوائیں ترکاریوں یا پھلوں کے حجم کو بڑھانے یا ان میں فطری طور پر عرق و مٹھاس کو بڑھانے کے لئے استعمال کی جائیں جن سے ان کے اندر زہریلے اثرات پیدا نہ ہوں اور ان سے انسانوں کو مضرت لاحق ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو پھر اس کے استعمال کی اجازت ہوگی، جس کی واضح دلیل کھجور کو عمدہ بنانے کے لئے تلقیح کی اجازت ہے۔

بعض زراعت پیشہ لوگوں کے بقول: آج کل کچھ ایسے انجکشن بھی دستیاب ہیں اور ان کو استعمال کیا جاتا ہے جن سے سبزیوں بالخصوص کدو وغیرہ کا حجم تو بڑھ جاتا ہے، لیکن ان کی وجہ سے ان کے مزے میں کڑواہٹ پیدا ہو جاتی ہے، اور ان کا فطری مزہ ختم ہو جاتا ہے، اگر ان میں واقعی غیر معمولی جسمانی مضرت بھی ہو تب تو ان کے استعمال کا وہی حکم ہے کہ ایسی چیزوں کا استعمال جائز نہیں ہے، لیکن اگر وہ غیر معمولی مضرت سے بالکل خالی ہوں تو بھی ان کے استعمال میں کراہت ہوگی، اس لئے کہ ان میں معمولی مضرت کا امکان ہونے کے ساتھ ساتھ یہ خرابی تو ہے کہ ان سے ترکاری کا مزہ تبدیل ہو جاتا ہے، اور مزہ بھی مقصود ہے، اس لئے ایسے انجکشن کے استعمال سے بھی بچنا چاہئے۔

۳- دودھ کے اضافہ کے لئے جانور کو انجکشن دینا:

انسانوں نے انسانی ضرورت کے حصول اور مادی مفادات کی خاطر جن متعدد وسائل کو استعمال کیا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جانوروں سے زائد دودھ حاصل کرنے کے لئے یا ان کے دودھ کے بند ہو جانے کی صورت میں بھی ان سے دودھ حاصل کرنے کے لئے ان کو انجکشن دیا جاتا ہے، اور پھر ان سے دودھ حاصل کیا جاتا ہے۔

دودھ کی حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک سفید مائع ہے جو کہ غدودوں میں پیدا ہوتا ہے، انجکشن وغیرہ کے ذریعہ ان غدودوں میں اس مائع کو پیدا کرنے کی مطلوبہ قوت پیدا کی جاتی ہے، جس کی وجہ سے یہ مائع پیدا ہوتا ہے اور پھر دودھ کی شکل میں باہر آتا ہے، اس حقیقت کے اعتبار سے اس طرح کے انجکشن سے دودھ حاصل کرنے کی گنجائش ہے؛ کیونکہ جس طرح غذا سے غدودوں میں قوت پیدا ہوتی ہے اسی طرح ان غدودوں میں دودھ پیدا کرنے کی قوت پیدا ہوتی ہے، جیسا کہ جانور کو بھرپور غذا ملتی ہے تو اس کو دودھ زیادہ ہوتا ہے جب کہ کم غذا کی صورت میں دودھ کم ہوتا ہے، اور غذاؤں کے ذریعہ اس کے دودھ کی مقدار اور کیفیت کو عمدہ بنانے کی تدبیر جائز ہے، اسی طرح انجکشن کے ذریعہ بھی دودھ کے حصول کی تدبیر جائز ہوگی؛ کیوں کہ چوپایوں کو اللہ نے انسانی منفعت کے لئے پیدا کیا ہے، اللہ

کا ارشاد ہے:

"وإن لكم في الأنعام لعبرة نسقيكم مما في بطونه من بين فرث ودم لبنًا خالصًا سائغًا للشاربين" (سورہ نحل: ۶۶)

(اور تمہارے لئے چوپایوں میں بھی مقام عبرت ہے کہ ان کے پیٹوں میں جو گوبر اور خون ہے اس کے درمیان سے ہم تم کو خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لئے خوشگوار ہے)۔

اور انجکشن لگا کر دودھ لینا درحقیقت اس سے وابستہ منفعت حاصل کرنے کی ایک تدبیر ہے، اس لئے اس کی گنجائش ہے، اور اس دودھ کا استعمال بھی جائز ہوگا، البتہ یہ طریقہ خلاف فطرت ہے، اسی جیسے ایک استفتاء کے جواب میں مفتی اعظم مفتی محمود حسن فرماتے ہیں:

"انجکشن کے ذریعہ مادہ حاملہ ہو جائے تب بھی اس کے دودھ یا گوشت کو ناجائز نہیں کہا جائے گا، لیکن یہ طریقہ خلاف فطرت ہے" (فتاوی محمودیہ ۱۸/ ۲۴۷)۔

ایک اور استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں:

"مشین کے ذریعہ نکلوائے ہوئے انڈے اور بچے (مرغ) کا کھانا شرعاً درست ہے" (فتاوی محمودیہ ۱۸/ ۸۷)۔

لیکن بعض اطباء کے بقول یہ دودھ غیر فطری ہونے کی وجہ سے انسانوں کے لئے نقصان دہ ہے تو اگر واقعی نقصاندہ ہو اور ماہر متخصصین کی تحقیق سے اس کا نقصان دہ ہونا ثابت ہو جائے اور اس کا نقصان بھی غیر معمولی ہو اور وہ مہلک امراض کا سبب بنتا ہو تو نص قرآنی: "لا تقتلوا أنفسكم"، اور حدیث نبوی: "لا ضرر ولا ضرار" کی وجہ سے اس طریقہ سے دودھ حاصل کرنا اور اس کا استعمال جائز نہیں ہوگا۔

اور اگر صرف اس کے نقصان کا اندیشہ اور شک ہو تو محض شک کی وجہ سے حلال چیز حرام میں تبدیل نہیں ہوگی، اسی طرح اگر اس کا نقصان معمولی اور قابل تحمل ہو تو بھی اس کا استعمال جائز ہوگا، جیسا کہ آج کل بہت سی چیزوں میں معمولی منفی اثرات موجود ہیں؛ البتہ نقصان کے بقدر اس پر کراہت یا اساءت کا حکم جاری ہوگا۔

۴- جانوروں کو فربہ کرنے کے لئے ناپاک اشیاء ملی ہوئی دواؤں اور غذاؤں کا استعمال:

جن جانوروں کا گوشت انسان کھاتے ہیں ان کے لئے مخصوص قسم کی غذائیں اور دوائیں تیار کی جاتی ہیں، تاکہ گوشت میں وزن زیادہ ہو یا جانور خوب فربہ ہو جائے، یا جلد از جلد غذائی ضرورت کے قابل اور بہتر نفع کے ساتھ بازار میں پیش کرنے کے لائق ہو جائے، ان غذاؤں اور دواؤں کی تیاری میں ماہرین کے بقول خنزیر کی چربی کا بہت زیادہ استعمال ہے، کیونکہ وہ اس کام میں بہت مفید ہے، اسی طرح ان کی تیاری میں دیگر نجس اشیاء: مردار جانور اور خون وغیرہ کا استعمال بھی ہوتا ہے، تو کیا اس طرح کی غذا جانوروں کو کھلانا جائز ہے، اور کیا ایسی غذا کھانے والے حلال جانور حلال باقی رہتے ہیں؟

الف: اگر ان غذاؤں اور دواؤں کی تیاری میں ان ناپاک چیزوں کا استعمال اس طور پر کیا گیا ہو کہ تیاری کے مراحل میں ان ناپاک چیزوں کی حقیقت تبدیل ہو جاتی تب تو تمام فقہاء کے نزدیک جانوروں کو اس طرح کا غذا کھلانا جائز ہے؛ کیونکہ تبدیلی حقیقت کی وجہ سے وہ ناپاک چیزیں بھی پاک ہو گئیں۔

علامہ ابن نجیم مصری لکھتے ہیں: "إن التطهير يكون بأربعة أمور بالغسل والدلك والجفاف والمسح في الصقيل ... والخامس مسح المحاجم بالماء بالخرق كما قدمناه والسادس النار كما قدمناه في الأرض إذا احترقت بالنار والسابع انقلاب العين" (البحر الرائق ۱/ ۲۳۹)۔

(پاکی چار چیزوں یعنی دھلنے، ملنے، خشک ہونے اور تلوار کو پوچھنے سے ہوتی ہے۔ اور پانچویں پاک کرنے والی چیز پانی سے تر کپڑے کے ٹکڑے سے پچھنا لگانے کی جگہ کو پوچھنا ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے، اور چھٹی چیز آگ ہے، جیسا کہ ہم نے زمین کے سلسلہ میں پہلے بیان کر دیا ہے کہ اگر وہ (ناپاکی لگنے کے بعد) آگ میں جل جائے (تو پاک ہو جاتی ہے)، اور ناپاک کو پاک کرنے والی ساتویں چیز حقیقت کی تبدیلی ہے)۔

ڈاکٹر عبد اللہ الفقیہ لکھتے ہیں:

"إذا كانت هذه المواد النجسة المستخدمة في العلف تمرّ بمراحل من التحول حتى تستحيل عن وصفها السابق ولا يبقى للنجس أثر فيها أم لا، فإن كانت قد استحالت عن ذلك الوصف فالراجح إن شاء الله جواز العلف بها

والا فلا'' (فتاوی الشبکۃ الاسلامیہ، رقم الفتوی: ۲۰۱۰)۔

(چارے میں استعمال ہونے والی یہ ناپاک چیزیں تبدیلی کے ان مراحل سے گزرتی ہیں یا نہیں کہ جن سے گزرنے کے بعد ان میں پچھلا وصف باقی رہنا محال ہو؟ اور ان میں ناپاک شئی کا کوئی اثر باقی رہتا ہے یا نہیں؟ چنانچہ اگر ان مراحل سے گزرنے کے بعد پچھلے وصف کا باقی رہنا محال ہو تو ایسا چارہ کھلانے میں ان شاء اللہ کوئی حرج نہیں، اور اگر مراحل سے گزرنے کے بعد پچھلے وصف کا باقی رہنا محال نہ ہو تو پھر اس کو کھلانا درست نہیں ہے)۔

اور اگر حقیقت تبدیل نہ ہوتی ہو تو پھر اس طرح کی غذا جانوروں کو کھلانے کے سلسلہ میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں، کتب حنفیہ میں موجود اس جزئیہ سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے، علامہ شرنبلالی حنفیؒ لکھتے ہیں:

''فإن عجن الآن بمائها قيل يلقى للكلاب أو يعلف به المواشي'' (مراقی الفلاح: ۲۳)۔

(اگر ناپاک پانی سے آٹا گوندھا گیا تو اسے کتوں کو یا چوپایوں کو کھلا دیا جائے)۔

لیکن صاحب النہر الفائق کے قول سے فقہاء احناف کے مابین اس مسئلہ میں اختلاف سمجھ میں آتا ہے، کیونکہ ناپاک پانی جانوروں کو پلایا جائے یا نہیں؟

اس کے بارے میں صاحب نہر علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم بن نجیم حنفیؒ فرماتے ہیں:

''قال في الذخيرة لا وفي الخزانة لا بأس بذلك وأقول ما في الذخيرة يوافق ما في البدائع وما في الخزانة يوافق ما في الاسبيجابي'' (النهر الفائق ۱/ ۹۱)۔

(صاحب ذخیرہ فرماتے ہیں کہ نہیں پلایا جائے، خزانۃ الفتاوی میں ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں، اور میں کہتا ہوں کہ ذخیرہ کی بات بدائع کے موافق ہے اور خزانہ میں مذکور مسئلہ اسبیجابی کے موافق ہے)۔

اور علامہ حصکفی نے بھی صراحت کی ہے کہ ایسی روٹی کتوں کو کھلا دیا جائے، اور علامہ ابن نجیم مصری کا رجحان بھی صاحب بدائع کے قول کی طرف معلوم ہوتا ہے، کیونکہ انہوں نے اختلاف نقل کرنے کے بعد صاحب بدائع کے قول کو ترجیحی انداز میں ذکر کیا ہے اور یہ صراحت کی ہے کہ صاحب بدائع فرماتے ہیں: مشائخ کا قول ہے کہ ایسی روٹی ماکول اللحم جانور کے بجائے کتوں کو کھلایا جائے،

''واختار الأول في البدائع وجزم به بصيغة قال مشائخنا يطعم للكلاب'' (البحر الرائق ۱/ ۱۳۲)۔

اسی طرح ماضی قریب کے مشہور محقق وفقیہ حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ نے بھی اس کو ناجائز لکھا ہے، لکھتے ہیں:

''ایسی غذا کی خرید وفروخت اور مرغیوں کو کھلانا جائز نہیں ہے'' (احسن الفتاوی ۸/ ۱۲۶)۔

ان نقول سے معلوم ہوتا ہے کہ احناف کے نزدیک معتبر قول یہی ہے کہ نجس اشیاء سے تیار کردہ ماکول اللحم جانوروں کو کھلانا درست نہیں، لیکن مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک جائز ہے، کشاف القناع میں ہے:

''ويجوز أن تعلف النجاسة الحيوان الذي لا يذبح قريبًا أو لا يحلب قريبًا'' (کشاف القناع ۶/ ۱۹۴)۔

(جس جانور کو ابھی ذبح نہ کرنا ہو یا ابھی جس سے دودھ نکالنا نہ ہو تو اسے نجاست کھلانا جائز ہے)۔

اسی طرح شوافع کے نزدیک بھی ناپاک اشیاء پر مشتمل غذا ماکول اللحم جانوروں کو کھلانا جائز ہے، جیسا کہ علامہ نووی کی اس عبارت میں صراحت ہے:

''لو عجن دقيق بماء نجس وخبزه فهو نجس يحرم أكله ويجوز أن يطعمه لشاة أو بعير أو بقرة ونحوها. نص عليه الشافعي'' (المجموع ۹/ ۲۹)۔

(اگر ناپاک پانی سے آٹا گوندھ کر اس سے روٹی پکالی گئی، تو اس کا کھانا حرام ہے، اور اسے بکری، اونٹ، گائے وغیرہ کو کھلانا جائز ہے، امام شافعیؒ نے اس کی صراحت فرمائی ہے)۔

درحقیقت ان حضرات کے پیش نظر وہ روایت ہے جو بخاری اور مسلم میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ قوم ثمود کی بستی سے گذرے تو صحابہ کرام نے

وہاں کے کنواں سے پانی لے کر اپنے برتنوں کو بھر لیا اور اس سے آٹا بھی گوندھ لیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پانی کو بہانے کا حکم دیا اور گوندھے ہوئے آٹے کے بارے میں فرمایا کہ اسے کھانے کے بجائے اپنے اونٹوں کو کھلا دیں (بخاری: ۳۳۷۹، مسلم: ۲۹۸۱)۔

لیکن اس حدیث سے استدلال تامل سے خالی نہیں، اس لئے کہ یہاں اس آٹے کے استعمال کی ممانعت اس لئے نہیں تھی کہ اس میں ناپاک پانی مل گیا، بلکہ اس کنویں کا پانی پاک تھا، اسی لئے علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ اس سے پاکی حاصل ہوسکتی ہے (عمدۃ القاری ۱۵/ ۲۷۵)؛ البتہ اس مقام پر عذاب نازل ہونے کی وجہ سے انسانوں کے لئے اس پانی کے استعمال میں قباحت تھی، اور اس کا استعمال مناسب نہیں تھا، جیسا کہ مقام عذاب سے گزرنے کے وقت وہاں قیام کرنے سے منع کیا گیا ہے، لیکن اگر کوئی وہاں رک جائے اور اس مقام پر نماز ادا کرلے تو نماز صحیح ہوگی؛ کیونکہ اس مقام پر عذاب نازل ہونے کی وجہ سے وہاں رکنا تو مناسب نہیں لیکن چونکہ وہ جگہ پاک ہے اس لئے نماز درست ہوجائے گی، بابل میں جس جگہ پر عذاب نازل ہوا اس جگہ نماز کے بارے میں علامہ خطابی فرماتے ہیں:

''لا أعلم أحدًا من العلماء حرم الصلاة في أرض بابل'' (فتح الباری ۱/ ۵۳۰)۔

(میں کسی ایسے عالم کو نہیں جانتا جس نے سرزمین بابل میں نماز پڑھنا حرام قرار دیا ہو)۔

الحاصل اس سلسلہ میں احناف کا نقطہ نظر بہتر معلوم ہوتا ہے؛ کیونکہ جانوروں کے چارے سے استنجاء مکروہ ہے جس میں یہی حکمت ہے کہ اس عمل سے جانوروں کی غذا ناپاک ہوتی ہے، حدیث میں ''روث'' سے استنجاء کی ممانعت کے ساتھ یہ وضاحت ہے کہ یہ جنات کے جانوروں کی غذا ہے، اور غذا کو ناپاک وخراب کرنا درست عمل نہیں ہے۔

ب: غذا چونکہ پیٹ میں جانے کے بعد تحلیل ہوجاتی ہے، اس لئے جس جانور کو ناپاک اشیاء سے تیار کردہ غذا دی گئی ہو، اگر اس غذا کی بدبو اور اس کے ظاہری اثرات اس میں ظاہر نہ ہوں تو اس جانور کا گوشت کھانا حلال ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں:

''حل أكل جدي غذي بلبن خنزير لأن لحمه لا يتغير، وما غذي به يصير مستهلكًا لا يبقى له أثر'' (درمختار علی بامش الرد ۶/ ۳۴۱)۔

(بکری کے اس بچے کو کھانا حلال ہے جسے خنزیر کا دودھ پلایا گیا ہو؛ اس لئے کہ اس کا گوشت متغیر نہیں ہوتا، اور جو چیز کھلائی گئی وہ ختم ہوجاتی ہے اس کا اثر باقی نہیں رہتا)۔

علامہ عثمان بن علی فخر الدین زیلعی لکھتے ہیں: ''أما التي تخلط بأن تتناول النجاسة والجيف، وتتناول غيرها على وجه لا يظهر أثر ذلك في لحمها فلا بأس به'' (تبیین الحقائق ۶/ ۱۰)۔

(وہ جانور جو متفرق غذا کھاتا ہے، یعنی ناپاکی اور مردار کھاتا ہے اور دیگر چیزیں بھی کھاتا ہے، اور وہ ایسا ہے کہ ناپاکی اور مردار کا اثر اس کے گوشت میں ظاہر نہیں ہے تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں)۔

البتہ اگر اس کی بدبو وغیرہ اس میں ظاہر ہو تو پھر یہ ''جلالہ'' (گندگی کھانے والے جانور) کے حکم میں ہے کہ جب تک پاک وصاف غذا کھا کر اس کی بدبو اور اثرات ختم نہ ہوں اس کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:

''نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن لحوم الجلالة وألبانها'' (ابن ماجه: ۳۱۹۸)۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ (گندگی کھانے والے جانور) کے گوشت اور دودھ سے منع فرمایا)۔

''ولا تؤكل الجلالة، ولا يشرب لبنها؛ لأنه ﷺ نهى عن أكلها وشرب لبنها، والجلالة هي التي تعتاد أكل الجيف والنجاسات، ولا تخلط فيتغير لحمها فيكون منتنًا، ولو حبست حتى يزول النتن حلت'' (تبیین الحقائق ۶/ ۱۰)۔

(گندگی کھانے والے جانور کا گوشت نہیں کھایا جائے گا اور نہ ہی اس کا دودھ پیا جائے گا؛ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا گوشت کھانے اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا ہے، اور ''جلالہ'' وہ جانور ہے جو مردار اور گندگیوں کے کھانے کا عادی ہو، اور دیگر چیزیں نہ کھاتا ہو جس کی وجہ سے اس کے گوشت میں تغیر

آجاتا ہے اور وہ بدبودار ہوجاتا ہے، ایسے جانور کو اگر چند دنوں باندھ کر رکھا جائے تا کہ بدبو ختم ہو جائے تو پھر اس کا گوشت اور دودھ حلال ہے)۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

''ولو حبست بعد ظهور النتن وعلفت شيئًا طاهرًا فزالت الرائحة ثم ذبحت، فلا كراهة فيها قطعًا'' (المجموع ۹/۲۹)

(اگر بدبو کے ظاہر ہونے کے بعد اس جانور کو باندھ دیا گیا اور اسے پاک چارا کھلایا گیا، جس کی وجہ سے اس کی بدبو ختم ہوگئی، اس کے بعد اسے ذبح کیا گیا تو یقیناً اس میں کوئی کراہت نہیں ہے)۔

۵-غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال:

غذا کا مقصد انسان کو صحت وقوت فراہم کرنا ہے اور انسانی جان کا تحفظ ہے، اور غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال غذا کے اس بنیادی مقصد کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ مزاج شریعت کے بھی خلاف ہے؛ کیونکہ شریعت اسلامیہ میں انسانی جان کو ضرر پہنچانا ممنوع ہے، اس لئے غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال ممنوع ہوگا، البتہ اس کی ممانعت کا درجہ اس کے نقصان کی قلت وکثرت کے مطابق ہوگا، چنانچہ اگر وہ انسانی صحت وجان کے لئے بہت زیادہ نقصاندہ ہو اور ماہر اطباء کی تحقیق سے اس کا نقصاندہ ہونا ثابت ہو چکا ہو تو پھر اس کو غذائی مصنوعات میں شامل کرنا، اسے کھانا، کھلانا، اور اس کی خرید وفروخت کرنا نص قرآنی: "لا تقتلوا أنفسكم"، اور حدیث نبوی: ''لا ضرر ولا ضرار'' کی وجہ سے ناجائز ہوگا، جیسا کہ مضرت کی بنیاد پر فقہاء نے سگریٹ وغیرہ جیسی نقصاندہ چیزوں کا استعمال اور ان کی خرید وفروخت کو ممنوع لکھا ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں:

''ويمنع من بيع الدخان وشربه'' (رد المحتار ۵/ ۲۹۵)۔

(دخان (حقہ، سگریٹ) کی خرید وفروخت اور اس کے پینے سے روکا جائے گا)۔

دار العلوم دیوبند کے ایک فتوی میں مذکور ہے:

''بلاوجہ سگریٹ نوشی مکروہ ہے، اور اگر مریض ہوجانے کا خطرہ ہو تو ناجائز ہے، اور اگر جان کی ہلاکت کا اندیشہ ہو تو حرام ہے'' (آن لائن فتوی: ۴۶۷۶)۔

الموسوعۃ الفقہیہ میں مذکور ہے: ''يحرم أكل الشيء مهما كان نوعه لأحد أسباب خمسة: السبب الأول: الضرر اللاحق بالبدن أو العقل'' (الموسوعة الفقهيه ۲۵/ ۱۲۵)۔

(کسی چیز کا کھانا چاہے وہ کسی بھی قسم کی چیز ہو پانچ اسباب میں سے کسی ایک سبب کی وجہ سے حرام ہوجاتا ہے، پہلا سبب یہ ہے کہ اس کی وجہ سے بدن یا عقل کو ضرر لاحق ہوتا ہو)۔

اور اگر اس میں نقصان کا صرف اندیشہ ہو یا معمولی قابل تحمل نقصان ہو تو پھر اس کو غذائی مصنوعات میں شامل کرنا، اسے کھانا، کھلانا اور اس کی خرید وفروخت جائز ہوگی، کیونکہ قاعدہ شرعیہ ہے:

''الأصل في الأشياء الإباحة ما لم يدل دليل على تحريمه''

(اشیاء میں اصل یہ ہے کہ وہ مباح ہیں جب تک کوئی دلیل ان کے حرام ہونے پر دلالت نہ کرے)۔

البتہ اندیشہ نقصان یا معمولی نقصان پائے جانے کی وجہ سے اس میں کراہت ہوگی، اور یہ کراہت کے باوجود جائز ہوگا، اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن میں کراہت ہونے کے باوجود شریعت اسلامیہ میں ان کو جائز مانا گیا ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں:

''ولا تنافي الكراهة الحل'' (رد المحتار ۶/ ۳۲۸) (کراہت کسی چیز کے حلال ہونے کے منافی نہیں)۔

۶-حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے والے ادارہ کا تشکیلی ڈھانچہ اور مشینوں سے استفادہ:

جانوروں کے اجزاء کا استعمال موجودہ زمانہ میں روایتی کھانوں کے علاوہ مختلف غذائی مصنوعات، مشروبات اور استعمالی اشیاء کی تیاری میں کیا جانے لگا ہے، اور بہت سی مصنوعات ایسی ہیں جو لحمی اجزاء پر مشتمل ہوتی ہیں، اس لئے موجودہ دور میں ایسے اداروں کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے کہ جو تحقیق کے بعد مصنوعات

کے حلال ہونے کی تصدیق جاری کریں جن پر اعتماد کرتے ہوئے امت مسلمہ لحمی اجزاء پر مشتمل مصنوعات کو استعمال کر سکے۔

تصدیق جاری کرنے والے اس ادارہ کا تشکیلی ڈھانچہ راقم السطور کی نظر میں اس طرح ہونا چاہئے:

(۱) اس ادارہ میں فقہی مسائل سے آگاہ اور حلال وحرام کے سلسلہ میں شریعت کے مزاج اور قوانین شریعت سے واقف افراد ہوں، جو شرعی قانون کے مطابق مصنوعات کی تحلیلی رپورٹ پر حکم شرعی جاری کر سکیں۔

(۲) اس ادارے میں طبی تحقیق کے ایسے ماہرین ہوں جو ان اشیاء کے طبی منافع ومفاسد کی تحقیق کر سکیں، تاکہ مضر صحت اشیاء سے انسانیت کا تحفظ ہو سکے اور ان پر حلال سرٹیفکٹ کا اجراء نہ ہو سکے۔

(۳) اس ادارے کے پاس جدید آلات سے آراستہ ایسی لیبارٹری ہو جس کے ذریعہ وہ مصنوعات کی تحقیق کر سکیں، یا اس کا کسی ایسی لیبارٹری سے ارتباط ہو جس کی تحقیق پر اعتماد کرنے میں شرعاً کوئی ممانعت نہ ہو۔

(۴) اس ادارہ میں مصنوعات کی تحلیل وتجزیہ سے باخبر ایسے افراد بھی ہوں جو ان اداروں کی براہ راست نگرانی کر سکیں جنہیں یہ حلال سرٹیفکٹ جاری کرتے ہیں تاکہ ان کی نگرانی کی وجہ سے مصنوعات تیار کرنے والے ادارے بے احتیاطی اور لاپرواہی سے پرہیز کریں، ورنہ ماضی میں ایسا بہت ہوا ہے کہ سرٹیفکٹ لینے کے بعد ادارے اپنی مرضی سے مصنوعات تیار کرتے ہیں اور حلال سرٹیفکٹ کے اصول وضوابط کو نظر انداز کرتے ہیں، اور سرٹیفکٹ رکھنے کی وجہ سے صرف پیکٹ پر ''حلال'' کا لیبل لگا دیتے ہیں، اس سلسلہ میں بہتر یہ ہوگا کہ اس کی نگرانی کرنے والے شخص کی تنخواہ مصنوعات تیار کرنے والی کمپنی کے بجائے حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے والے ادارہ کے ذمہ ہو، تاکہ اس پر اس کمپنی کا کوئی دباؤ نہ ہو اور یہ آزادانہ طور پر نگرانی کر سکیں۔ اور ان افراد کی نگرانی ایسی ہو کہ ان کی نظر اس شئی کی تیاری کے تمام مراحل پر ہو، کہ اس شئی میں ملائے جانے والے گوشت کو شرعی طور پر ذبح کیا جا رہا ہے یا نہیں، اس شئی کی تیاری میں دیگر حرام اشیاء سے بچنے کا اہتمام ہے یا نہیں؟ اسی طرح اس کی پیکنگ وغیرہ میں احتیاطی تدابیر کا خیال رکھا جا رہا ہے یا نہیں؟ ان کو پاک اجزاء سے تیار کردہ پیکٹ میں بند کیا جا رہا ہے یا نہیں؟ وغیرہ، اس کی تیاری میں حفاظت صحت کے اصولوں کو پیش نظر رکھا جا رہا ہے یا نہیں؟ ظاہر سی بات ہے کہ اس کام کو اچھی طرح انجام دینے کے لئے ایسے افراد کی ضرورت ہوگی جو ان کاموں سے متعلقہ علوم وفنون اور ٹکنالوجی سے آراستہ ہوں جن کی نگرانی پر انہیں لگایا جا رہا ہے۔

(۷) اس ادارے میں تحقیق وتفتیش اور نگرانی کے کاموں کو انجام دینے والے افراد دیندار مسلمان ہوں، تاکہ شبہات کا دروازہ بند ہو سکے، اور اسی میں احتیاط بھی ہے، اور حلال وحرام کے معاملہ میں احتیاط کی ضرورت بھی ہے، اور فرمان نبوی ہے:

''خیر دینکم الورع'' (المعجم الاوسط: ۳۹۶۰) (تمہارے دین کی بہتری پرہیز گاری ہے)۔

البتہ ان مصنوعات کے سلسلہ میں فقہی تصریحات کے مطابق کافر کے قول کو بھی قبول کرنے کی گنجائش ہے، چنانچہ اگر کوئی غیر مسلم ہوٹل کا مالک یہ کہے کہ وہ حلال گوشت حاصل کرتا ہے تو فقہاء کے قول کے مطابق اس ہوٹل میں کھانے کی اجازت ہوگی، جیسا کہ اس جزئیہ سے معلوم ہوتا ہے:

''ویقبل قول کافر ولو مجوسیًا قال اشتریت اللحم من کتابي فیحل ... وأصله أن خبر الکافر مقبول بالإجماع فی المعاملات لا فی الدیانات ... ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمة یعني الحاصلین فی ضمن المعاملات لا مطلق الحل والحرمة'' (در مختار علی ہامش الرد ۶/ ۳۴۴)۔

(کافر اگرچہ کہ مجوسی ہو اس کا یہ قول قبول کیا جائے گا کہ میں نے یہ گوشت کسی کتابی سے خریدا ہے، تو یہ گوشت حلال ہوگا، اور قاعدہ یہ ہے کہ کافر کی خبر معاملات میں بالاتفاق مقبول ہے دیانت میں مقبول نہیں ہے اور کافر کا قول اس حلت وحرمت میں مقبول ہے جو معاملات کے ضمن میں ہو (یعنی اس کا قول معاملات میں قبول کیا جائے اور پھر معاملات میں قبول کرنے کی وجہ سے ضمنی طور پر حلت وحرمت بھی ثابت ہو جائے)، لیکن مطلق حلت وحرمت میں قبول نہیں کیا جائے گا)۔

بہر حال اس زمانہ میں اپنے مفاد کی خاطر مسلمان جھوٹ سے پرہیز نہیں کرتے تو کافر کا کیا بھروسہ؟!! اور ایسے ہی واقعات ہیں کہ حقیقت اقرار کے برعکس پائی گئی، اس لئے بہر حال اس میں احتیاط ضروری ہے۔

مصنوعات کے سلسلہ میں بہت سی معلومات ایسی ہیں جن کو مشینوں کے بغیر حاصل کرنا ممکن نہیں ہے، مصنوعات کی تحلیل وتجزیہ میں مشینوں سے استفادہ ایک ناگزیر ضرورت ہے، اور بہت سے جدید مسائل میں مشینوں اور آلات سے حاصل ہونے والی معلومات کو مقبول مانا گیا ہے، جیسے حدود وقصاص کے علاوہ دیگر جرائم کے ثبوت میں ڈی این اے ٹسٹ کی رپورٹ مقبول ہے، اسی طرح نسب کے ثبوت کے لئے اگر واضح شرعی ثبوت نہ ہو تو ڈی این اے ٹسٹ کے ذریعہ نسب متعین کرنا درست ہے (نئے مسائل اور اسلامک فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ۲۱۶)، اس لئے مصنوعات کی تحلیل وتجزیہ میں مشینوں سے مدد لینا درست ہوگا، اور ان سے حاصل ہونے والی معلومات قابل قبول ہوں گی۔

خلاصہ:

(۱) اگر پیداوار کی زیادتی کی غرض سے مصنوعی کیمیائی کھادوں اور کیڑے مار ادویات اور کیمیائی اجزاء کے استعمال سے انسانی غذا میں ایسی سمیت پیدا ہوتی ہو جس سے انسانی جان اور صحت کو بہت زیادہ نقصان پہنچتا ہو، اور مہلک امراض پیدا ہوتے ہوں تو ان کا استعمال جائز نہیں ہے، اور اگر ان کے استعمال سے انسانی جان وصحت کو نقصان نہ پہنچتا ہو یا صرف معمولی نقصان ہو جو قابل تحمل ہو تو پھر اس کے استعمال کی گنجائش ہے، البتہ معمولی قابل تحمل نقصان کی صورت میں یہ کراہت کے ساتھ جائز ہوگا۔

(۲) ترکاریوں اور پھلوں کے حجم کو بڑھانے، ان کو پکانے اور خوشنما بنانے کے لئے کیمیکل کا استعمال درست نہیں ہے؛ کیونکہ اس میں ضرر بھی ہے اور دھوکہ بھی، البتہ اگر ضرر سے خالی ہو تو حجم اور لذت وغیرہ کے بڑھانے کی غرض سے اس کا استعمال جائز ہے، لیکن صرف ظاہری طور پر اس کو خوشنما بنانے اور خریدار کی نظر میں اس کو مقبول بنانے کی غرض سے کیمیکل کا استعمال درست نہیں ہے؛ کیونکہ یہ دھوکہ ہے جو کہ جائز نہیں۔

(۳) دودھ میں اضافہ کی غرض سے جانور کو انجکشن دینا جائز ہے، بشرطیکہ یہ نقصان اور مہلک امراض کے پیدا ہونے کا سبب نہ بنتا ہو، اور اگر ماہرین ومتخصصین کے بقول اگر انجکشن سے حاصل کردہ دودھ یقینی طور پر مہلک امراض پیدا کرنے کا سبب بنتا ہو تو پھر انجکشن سے دودھ میں اضافہ درست نہیں ہے۔

(۴) الف: نجس اور مردار اشیاء سے جانوروں کی غذا ودوا کی تیاری میں اگر نجس ومردار اشیاء کی حقیقت تبدیل ہو جاتی ہو تو ایسی غذائیں اور دوائیں ماکول اللحم جانوروں کو کھلانا جائز ہے، اور اگر حقیقت تبدیل نہ ہوتی ہو تو پھر ایسی غذائیں اور دوائیں ماکول اللحم جانوروں کو کھلانا جائز نہیں۔

ب: جن جانوروں کی غذا میں گندی اور ناپاک چیزیں شامل ہوں ان کا گوشت کھانا جائز ہے، بشرطیکہ ناپاک غذا کا اثر اور اس کی بدبو گوشت میں ظاہر نہ ہوئی ہو، اگر ظاہر ہوگئی ہو تو پھر چند دنوں اچھی غذا کھلانے کے بعد جب بدبو اور ناپاک اشیاء کے اثرات ختم ہو جائیں تو اس کو کھانا حلال ہے۔

(۵) غذائی مصنوعات میں ایسی مضر صحت اشیاء کا استعمال جائز نہیں ہے جن سے انسانی جان اور صحت کو خطرات لاحق ہوں، اور اس کے غیر معمولی منفی اثرات کھانے والوں پر پڑتے ہوں، اسی طرح ان کا کھانا کھلانا اور ان کی خرید وفروخت بھی ناجائز ہے، البتہ اگر معمولی قابل تحمل مضرت لاحق ہوتا ہو یا صرف مضرت کا اندیشہ ہو تو ان کا استعمال اور ان کی خرید وفروخت کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

(۶) حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے والا ادارہ علماء، حلال وحرام سے متعلق قانون شریعت سے واقفیت رکھنے والوں، طبی تحقیق کرنے والوں اور مصنوعات کی نگرانی کرنے والوں پر مشتمل ہو، مصنوعات کی مسلسل نگرانی کا انتظام ہو، اور تحلیل وتجزیہ اور تفتیش کرنے والے تمام افراد دیندار مسلمان ہوں، البتہ مصنوعات کے سلسلہ میں کافر کا قول بھی معتبر ہے، اور مشینی معلومات بھی قابل قبول ہیں۔

هذا ما عندی والله اعلم بالصواب۔

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی[1]

جس طرح حرام اشیاء سے بچنا ضروری ہے اسی طرح صحت کے لئے مضر اور اخلاق وکردار کش چیزوں سے دور رہنا اور دوسروں کو دور رکھنا ضروری ہے، خبائث اس لئے حرام کئے گئے کہ ان کے اثرات بد سے انسان کا باطن متاثر ہوتا ہے، اسی طرح ضرر رساں اشیاء کا اثر انسان کے جسم وجان پر پڑتا ہے، اسی لئے متعدد نصوص میں اللہ تعالیٰ نے ضرر کو بنیاد بتا کر بہت سے احکام سے منع کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"لا تمسکوھن ضرارًا لتعتدوا" (بقرہ: ۲۳۱) (نہ روکے رکھو ان کو ستانے کے لئے تاکہ ان پر زیادتی کرو)۔

"لا تضاروھن لتضیقوا علیھن" (طلاق: ۶) (ان کو تنگ کرنے کے لئے تکلیف مت پہنچاؤ)۔

"لا تضار والدۃ بولدھا" (بقرہ: ۲۳۳) (کسی والدہ کو اس کے بچے کے سبب تکلیف نہ پہنچائی جائے)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک حدیث میں جس کو موطا مالک میں مرسلاً ابن ماجہ ودار قطنی وغیرہ میں مسنداً اسند حسن کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ارشاد فرمایا:

"لا ضرر ولا ضرار" (الاشباہ لابن نجیم ۱/ ۲۵۰، قاعدہ خامسہ، الضرر یزال، الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/ ۵۵۱۱) (نہ تو ضرر پہنچانا ہے اور نہ ضرر اٹھانا ہے)۔

بعد میں فقہاء نے اس حدیث کو "اصل کلی" قرار دیا، اس قاعدہ نے بہت سے قضایا کو حل کرنے میں مدد کی ہے، مثلاً بیع وشراء میں خیار کے اثبات سے عدم آگاہی کی بنا پر ہونے والے نقصانات کی تلافی کرنا، شفعہ میں ضرر جار، یا تقسیم کے ضرر سے بچانا، حدود وقصاص میں انسانی معاشرے کو بدنظمی ولا قانونیت کی لعنت سے محفوظ رکھنا مقصود ہوتا ہے، ان کے علاوہ بھی بہت سے مسائل ہیں جن میں قاعدہ مذکورہ سے ہدایت لی گئی ہے۔

اسی بنا پر مطلق ضرر خواہ انسان کو اپنے فعل سے لاحق ہو یا دوسرے کی تعدی سے سب کو حرام کر دیا گیا ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں:

"یکرہ الأکل فی نحاس أو صفر ... ثم قید النحاس بالغیر المطلی بالرصاص... لأنه یدخل الصدأ فی الطعام فیورث ضررًا عظیمًا وأما بعده فلا" (شامی ۵/ ۲۳۱ کتاب الحظر والاباحہ، رشیدیہ پاکستان)

(تانبا یا پیتل کے برتن میں کھانا مکروہ ہے...... تانبا میں یہ قید ہے کہ رانگ سے پالش کیا ہوا نہ ہو، اس لئے کہ کھانا میں زنگ داخل ہو جائے گا تو ضرر عظیم پیدا کرے گا، اگر اس کے بعد ہو تو مکروہ نہیں ہے)۔

اسی طرح کسی کے فعل سے دوسرے کو ضرر ہوتا ہے تو یہ بھی تعدی ہے جو کہ جائز نہیں، ہدایہ وغیرہ میں مسئلہ ہے کہ ایک آدمی راستے میں بیت الخلا بنواتا ہے تو راستہ کے ہر راہ گیر کو حق ہے کہ اس کو توڑ دے، یہ اس وقت ہے جب کہ چلنے والوں کو ضرر ہو، ورنہ بنوانے والا اس سے منتفع ہو سکتا ہے۔

"یسع للذی عمله أن ینتفع به ما لم یضر بالمسلمین؛ لأن له حق المرور ولا ضرر فیه فیلحق ما فی معناه به إذ المانع متعنت فإذا أضر بالمسلمین کره له. ذلك لقوله علیه السلام: لا ضرر ولا ضرار فی الإسلام" (ہدایہ ۴/ ۴۹۷، کتاب الدیات، باب ما یحدثه الرجل فی الطریق)۔

(بنانے والے کے لئے اس سے اس وقت تک انتفاع جائز ہے جب تک مسلمانوں کو ضرر نہ پہنچائے، اس لئے کہ اس کو چلنے کا حق ہے اور اس میں ضرر نہیں ہے، پس مرور کے ہم معنی ہو جائے گا، کیوں کہ اس سے روکنے والا متعنت ہے لہٰذا جب مسلمانوں کو ضرر پہنچائے تو مکروہ ہے؛ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "لا ضرر ولا ضرار فی الإسلام"۔

---

[1] استاذ حدیث مدرسہ حسنیہ کایم کلم، کیرالہ۔

لیکن یہ تعدی اسی وقت سمجھا جاتا ہے جبکہ اپنی ملکیت میں نہ ہو، اگر انسان اپنی ملکیت میں تصرف کرتا ہے اور اس سے کسی کو ضرر ہو جاتا ہے تو ممنوع نہیں سمجھا جاتا ہے، عالمگیری میں ہے:

''وتصرف المالك في ملكه لا يتقيد بشرط السلامة'' (عالمگیری ۵/ ۳۹۸، کتاب الشرب، الباب الثالث فيما يحدثه الانسان الخ) (مالک کا اپنی ملکیت میں تصرف کرنا اس شرط کے ساتھ مقید نہیں ہوتا کہ دوسرے کو ضرر نہ ہو)۔

اسی وجہ سے ایک انسان اگر راستہ پر پتھر رکھتا ہے یا کنواں کھودتا ہے اور اس میں کوئی گر کر ہلاک ہو جاتا ہے تو قتل بالسبب تصور کیا جاتا ہے، نیز تعدی کی بنا پر دیت واجب کی جاتی ہے، لیکن اپنی خاص ملک میں یہی عمل ہو تو ظلم متعدی نہیں ہوتا ہے (ہدایہ ۴/ ۶۰۰، کتاب الدیات، باب ما یحدثہ الرجل فی الطریق)۔

لیکن فقہاء نے بعض ایسی صورتوں کا بھی تذکرہ کیا ہے جس میں انسان اپنی ملک میں تصرف کرتا ہے، اور دوسروں کو نقصان پہنچتا ہے تو ظلم وتعدی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

''إذا مال الحائط إلى طريق المسلمين فطولب صاحبه بنقضه وأشهد عليه فلم ينقضه في مدة يقدر على نقضه حتى سقط ضمن ما تلف به من نفس أو مال'' (ہدایہ ۴/ ۶۰۲، کتاب الدیات باب ما یحدثہ الرجل فی الطریق)

(مسلمانوں کے راستے کی طرف دیوار جھک گئی، پس دیوار کے مالک سے مطالبہ کیا گیا کہ اس کو توڑ دو، اور اس پر گواہ بنالیا گیا، لیکن اتنا ٹائم ملنے کے باوجود کہ اس میں توڑ سکتا تھا نہیں توڑا یہاں تک کہ وہ گر گئی تو جو جان یا مال کا ضیاع ہوا ہے اس کا ضمان دینا ہوگا)۔

یہ اس وقت ہے جب کہ اپنی ملک خاص میں بنایا ہو، اور بناتے وقت دیوار بالکل سیدھی ہو بعد میں جھک گئی ہو، اگر شروع سے ہی جھکی ہوئی دیوار بنائی تو ضامن ہوگا۔

ایک شریک ہے، دوسرا شریک موجود نہیں، اگر مکمل حصہ مشترک میں کاشت کرتا ہے تو ضرر کا اندیشہ ہے تو وہ اپنے حصے کی زمین میں بھی کاشت نہیں کرسکتا۔

''إن علم أن الزرع ينقصها أو الترك ينفعها ويزيدها قوة ليس أن يزرع شيئًا منها'' (عالمگیری ۵/ ۲۵۵، کتاب المزارعہ، الباب العاشر فی زراعة أحد الشريكين) (اگر معلوم ہو کہ زراعت، زمین میں نقص پیدا کرے گی، یا کاشت نہ کرنا نفع بخش ہوگا یا زمینی طاقت میں اضافہ ہوگا تو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ کسی بھی حصہ میں زراعت کرے)۔

دیوار والے مسئلہ میں ضرر عام تھا، لیکن یہاں ضرر خاص ہے، دونوں ہی جگہ زمین اپنی ملک ہے پھر بھی تصرف کی اجازت نہیں۔ اس کے برخلاف بعض ایسی جزئیات بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی ملک میں خواہ دوسرے کا ضرر ہی کیوں نہ ہو تصرف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

''لو أحرق كلأ أو حصائد في أرضه فذهبت النار يمينًا وشمالًا وأحرقت شيئًا لغيره لم يضمنه لأنه غير متعدٍ في هذا التسبيب، فإن له أن يوقد النار في ملك نفسه مطلقًا۔

قال بعض مشايخنا هذا إذا كانت الرياح هادئة حين أوقد النار، فأما إذا أوقد النار في يوم ريح على وجه يعلم أن الريح تذهب بالنار إلى ملك غيره فإنه يكون ضامنًا'' (عالمگیری ۵/ ۳۹۸ کتاب الشرب، الباب الثالث فيما يحدثه الإنسان وما يمنع عنه وما لا يمنع) (اگر اپنی زمین میں گھاس یا کٹی ہوئی کھیتی جلایا پس آگ دائیں بائیں پہنچ کر دوسرے کی کوئی چیز جلا دی تو اس کا ضامن نہیں ہوگا اس لئے کہ وہ اس کا سبب بننے میں متعدی نہیں ہے؛ کیونکہ اس کے لئے جائز ہے کہ اپنی ملک میں مطلقًا آگ روشن کرے۔

بعض مشائخ نے کہا کہ یہ اس وقت ہے جب کہ ہوا جس وقت آگ جلایا ہے اس وقت ٹھہری ہوئی ہو، بہرحال آگ جلاتے وقت ایسی ہوا ہے جو بالیقین آگ کو دوسرے کی ملک میں لے جائے گی تو ضامن ہوگا)۔

ان متضاد عبارتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کا تعلق تسبب للخیر والشر سے ہے، خیر کا سبب ہونے پر انسان کو ثواب ہوتا ہے اور شر کی صورت میں وزر وگناہ، جس کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے:

''من يشفع شفاعة حسنة يكن له نصيب منها ومن يشفع شفاعة سيئة يكن له كفل منها'' (نساء: ۸۵)۔

تعاون علی الاثم وتسبب للضرر کی تفصیل:

لیکن ہر سبب نہ تو ممنوع ہے اور نہ ہر سبب مباح ہے ورنہ تو ہر کاشت کار گنہ گار ہوگا، اس لئے کہ اس کی کاشت سے فاسق وفاجر بھی انتفاع کرتے ہیں اور فسق وفجور میں منہمک ہوتے ہیں، یہ ایسے ہی ہے جیسے ہر تعاون نہ تو خیر ہے اور نہ ہر قسم کی اعانت کی اجازت ہے، بلکہ ہر ایسا عمل جو حقیقۃً یا حکمًا معصیت کی اعانت ہو وہ ممنوع ہے، حقیقۃً وحکمًا کا مطلب جس کو اصحاب بصیرت علماء نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس کا استعمال معصیت کے لئے متعین ہو یا بنیت معصیت اس عمل کو انجام دیا گیا ہو۔

''حاصل ما قلنا كله: إن الإعانة على المعصية لا تتحق إلا بنية الإعانة حقيقةً أو حكمًا بأن يصرح بقصد المعصية سواء قصدها أولًا، أو كان المحل مخصوصًا بالمعصية لا يستعمل إلا فيها'' (احکام القرآن للتھانوی ۳/ ۷۸، مطبوعہ: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)۔

(خلاصہ یہ کہ معصیت پر اعانت اس وقت متحقق ہوگی جب کہ حقیقۃً یا حکمًا اس کی نیت ہو، اس کی صورت یہ ہے کہ معصیت کے ارادہ کا اظہار کیا جائے خواہ نیت ہو یا نہ ہو، یا وہ محل معصیت کے لئے ہی مخصوص ہو کہ اس کے علاوہ میں استعمال نہ ہو)۔

اسی طرح سبب کا حال ہے، اگر سبب قریب ہے خواہ محرک وجالب ہو یا محرک وجالب نہ ہو ہر دو صورت قابل اجتناب ہے، محرک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسبب کا یہ عمل نہ ہوتا تو مجرم اس جرم کا ارتکاب نہیں کرتا، غیر محرک یہ ہے کہ معصیت کا ارادہ رکھنے والوں کی اعانت ہو رہی ہے، جیسے آمادہ قتل کے ہاتھ میں تلوار دینا قتل کا ایسا سبب نہیں ہے کہ اگر یہ نہیں دیتا تو کوئی اور دینے والا نہیں تھا، مگر اس کا دینا قتل کے لئے معین ومددگار ثابت ہوا ہے۔

فقہاء نے ان دونوں صورتوں کو ممنوع قرار دیا ہے، اگر سبب محرک ہے تو اس کا حکم حرمت کا ہے، اگر غیر محرک ہے تو اس کی دو صورت ہے، اس معصیت کے ارتکاب میں کچھ اور بھی عمل کرنا پڑتا ہے یا بعینہ اس شئی سے معصیت کا ارتکاب ہوتا ہے جیسے تلوار کے دینے میں نفس تلوار سے قتل انجام پاتا ہے، لیکن لوہا بیچنے میں پہلے اس کو ہتھیار بنانا ہوگا پھر قتل کا جرم ہوگا، اگر بعینہ اس شئی سے ارتکاب جرم ہو رہا ہے تو ایسا سبب مکروہ تحریمی ہے ورنہ مکروہ تنزیہی ہے (ماخوذ ومستفاد: احکام القرآن للتھانوی ۳/ ۷۸ - ۸۱ الکلام فی التسبب للمعصیۃ، مطبوعہ کراچی)۔

(۱) پیداوار بڑھانے کے لئے زہریلی دواؤں کا استعمال:

مندرجہ بالا تقریر کی روشنی میں کاشتکاری کے اس اہم باب کو سلجھایا جاسکتا ہے، پیداوار میں اضافہ تو ایک طبعی تقاضا ہے، رسول اللہ ﷺ جس وقت مدینہ تشریف لائے تو لوگ کھجوروں کی تابیر وتلقیح کیا کرتے تھے اس سے پیداوار میں اضافہ بھی ہوتا تھا اور کھجوریں ذائقہ دار ومزیدار ہوجاتی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے اولاً منع کیا مگر بعد میں اس کی اجازت مرحمت فرمائی (مشکوۃ/ ۲۸ کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ بحوالہ مسلم شریف)۔

لیکن مال ودولت کی ہوس اور کثرت طلبی کے جذبے نے انسانوں کو پیداوار بڑھانے کا ایسا خوگر بنایا کہ کسی بھی حد کا پاس ولحاظ باقی نہ رہا، اب یہ فکر نہیں کہ اس سے خود اس کو بھی نقصان ہونے والا ہے اور دوسروں کے لئے بھی ضرر بلکہ مہلک امراض کا شکار ہونے کا خوف وخطرہ ہے، بلکہ ذہنیت تو یہاں تک پلید ہو چکی ہے جس پیداوار کو فروخت کرنے کا ارادہ ہو اس میں ایسے کیمیکل کی مقدار خود کو کھانے کے لئے پیداوار کی بنسبت زیادہ ہوتی ہے، یہ بات ٹھیک ہے دوسروں کا اضرار مقصود نہیں ہوتا ہے، مگر نتیجتًا اضرار کا ارتکاب ہو ہی جاتا ہے، اس لئے سبب کی حد تک ماننا ہی پڑے گا کہ وہ بھی اس ضرر میں شریک وسہیم ہے، اگر وہ سبب محرک نہ بھی تسلیم کیا جائے کیوں کہ اس کی اپنی ملک میں تصرف ہے دوسرے کو لینے پر مجبور کیا بھی نہیں جاسکتا مگر سبب غیر محرک ہونے میں شبہ نہیں، پھر پیداوار کی دو نوعیت ہوتی ہے، ایک تو بعینہ اسی کو کھایا جاتا ہے جیسے پھلوں کا معاملہ ہے، اور عام طور پر غذائی اشیاء پکا کر کھائی جاتی ہے، آگ پر چڑھنے کے بعد اس کی سمیت میں فرق پڑتا ہے یا نہیں یہ تو ماہرین اور ارباب دانش کی تحقیق کا میدان ہے، مگر لگتا یوں ہے کہ آگ پر چڑھنے کے بعد اس کی سمیت اور زہریلا پن میں ضرور فرق پڑتا ہے؛ اس لئے کہ بہت سی چیزیں ہیں جن کا ضرر رساں ہونا سب کو معلوم ہے لیکن پکا کر کھائی جاتی ہیں اس لئے اس کو حرام نہیں کیا گیا، مثال کے طور پر کتے کے کاٹنے پر انسان کے جسم میں زہریلا اثر ایسا پھیلتا ہے کہ کچھ دنوں کے بعد انسان جسمانی لحاظ سے بے کار ہو جاتا ہے، حدیثوں میں اس مرض کو ''کلب'' سے تعبیر کیا گیا ہے، اور اس کی اثر انگیزی کو مشبہ بہ بنایا گیا ہے (مشکوۃ/ ۳۰، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ، فصل ثانی)۔

مگر شکاری کتے کا پکڑا ہوا شکار بغیر ذبح کئے ہوئے اور عام کتے کا شکار ذبح کرنے کے بعد کھانے کی اجازت غالباً اس وجہ سے ہے کہ اس کی سمیت آگ پر چڑھنے کے بعد زائل ہو جاتی ہے۔

اسی طرح سانپ کے زہر کو کون نہیں جانتا، اگر ڈس لے اور فوری علاج نہ ہو تو ڈسا ہوا شخص مر بھی جاتا ہے، مگر عالمگیری میں ایک جزئیہ ہے:

''ولو لدغت حیة سمکة فی الماء فقتلتها ... أکلت'' (عالمگیری ۵/ ۴۲۹ کتاب الصید، الباب السادس فی صید السمك)
(اگر کوئی سانپ کسی مچھلی کو ڈس لے پس اس کو قتل کردے تو کھائی جاسکتی ہے)۔

بہر حال اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ آگ میں زہر کو زائل کرنے میں خاص تاثیر پائی جاتی ہے، اس لئے غذائی وخوردنی اشیاء جن کو پکا کر کھانے کا رواج ہے لیکن ڈاکٹروں کی تحقیق کے مطابق اگر اس میں بھی زہریلا مادہ ہے تو سبب محرک کی دوسری قسم ہے جس کو کم از کم مکروہ تنزیہی کے دائرے میں رکھنا ہوگا، لیکن تحقیق وریسرچ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جائے کہ اس سے مہلک امراض پیدا ہونا ظن غالب ہے تو مکروہ تحریمی بلکہ حرام ہوگا، اس لئے کہ اپنا فائدہ کر کے دوسروں کے لئے ضرر کا سامان کرنا ہرگز جائز نہیں ہوگا، اس کی روک تھام کی جتنی بھی کوشش ہو کی جانی چاہئے۔ ہاں جو پیداوار از قبیل فواکہ یا بعینہ کھائی جانے والی سبزیاں ہوں تو اس کی کاشت میں ایسے کیمیکل کا استعمال جس سے بعد میں بڑی بیماری پیدا ہونے کا خطرہ رہتا ہو مکروہ تحریمی ہوگا، واللہ اعلم۔

(۲) پھلوں کو خوشنما بنانے یا قبل از وقت پکانے کے لئے کیمیکل کا استعمال:

جس طرح زمین کی کاشت کرنے میں ایسی زہریلی کھاد ودوائیوں کا استعمال ممنوع ہوگا جن سے بعد میں مہلک امراض کے پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے، پھلوں اور ترکاریوں کے نمو میں اضافہ کی غرض سے ایسی چیزوں کا استعمال بھی حد ممانعت میں آئے گا، کیمیکل سے پکائے گئے ایسے پھلوں کے استعمال سے مہلک امراض کا لاحق ہونا ناگزیر ہے یا لوگوں کے تجربات وتحقیقات سے مظنون بظن غالب ہو تب تو مکروہ تحریمی یا حرام ہے، لیکن ضرر کا صرف اندیشہ ہے فی نفسہ نفع وفائدہ زیادہ محسوس ہو رہا ہے تو کراہت تنزیہی ہوگی۔

سبزی وترکاری کا مسئلہ بھی زمین کی کاشت کی طرح ہوگا کہ اگر پکا کر کھائی جانے والی سبزی ہے تو ظاہر یہی ہے کہ آگ اس کی سمیت کو زائل کردے گی پھر بھی مضرت کا تحقق ہو جاتا ہے تو کم از کم مکروہ تنزیہی ضرور ہے الا یہ کہ مضرت کا تحقق یقینی ہو جائے تو حرام کے دائرے میں آئے گا، اگر وہ سبزیاں بعینہ کھائی جانے والی ہے جو زہریلا مادہ کے ملنے کی وجہ سے زہر آلود ومسموم ہوگئی تو پھلوں کی طرح اس کا حکم بھی مکروہ تحریمی ہوگا۔

(۳) جانوروں کا دودھ نکالنے کے لئے انجکشن کا استعمال:

آج کل تو دودھ کی افزائش یا دودھ اتارنے کا اصل ذریعہ غیر فطری ہی ہوگیا ہے، جتنے فارم ہیں ان میں انجکشن کے ذریعہ ہی دودھ نکالا جاتا ہے، اکثر حضرات کو ایسا ہی دودھ نصیب ہوتا ہے، خالص وپیور دودھ تو اب کم یاب ہو چکا ہے، مگر تجربات سے معلوم ہوتا ہے کہ نفع کی مقدار نقصان کی بنسبت زیادہ ہے، صرف اس کلیہ کے پیش نظر کہ یہ غیر فطری ذریعہ مضر صحت ہے ناجائز وحرام نہیں کہا جاسکتا ہے، البتہ ترغیب دی جائے گی کہ ایسا عمل اختیار کیا جائے جو فطرت کے موافق ہو، بعض اوقات تو جانور کا دودھ بغیر انجکشن اترتا ہی نہیں ہے، ظاہر ہے ایسی جگہ دودھ نکالنے کے لئے سوائے اس طریقہ کے اور کیا ہوگا، ہاں تحقیق ہو جائے خواہ یہ تجربہ سے ہو یا ریسرچ سے کہ اس قسم کے انجکشن سے نکالا ہوا دودھ مضر صحت ثابت ہو رہا ہے، تو پھر ممانعت کا پہلو اختیار کیا جائے گا۔

(۴) پولٹری فارم میں پرورش پانے والے جانوروں کو حرام اشیاء کی غذا فراہم کرنا:

جس چیز کا خود استعمال کرنا جائز نہیں ہے، جانوروں اور غیر مکلف کو بھی دینا جائز نہیں ہے، اس سلسلہ میں صراحت کے ساتھ فقہی عبارت بھی ہے:

''یکره أن یلبس الذکور من الصبیان الذهب والحریر لأن التحریم لما ثبت فی حق الذکور وحرم اللبس حرم الإلباس کالخمر، لما حرم شربه حرم سقیه'' (ہدایہ ۴/ ۴۵۲، کتاب الکراہیہ، فصل فی اللبس)۔

(مکروہ ہے کہ بچوں کو سونا اور ریشم پہنائے، اس لئے کہ مذکر کے حق میں جب حرمت ثابت ہوگئی اور پہننا حرام ہوگیا تو پہنانا بھی حرام ہوگا جیسے خمر کا پینا حرام ہے تو پلانا بھی حرام ہے)۔

''ولا أن يسقى ذميًا ولا أن يسقى صبيًا للتداوى والوبال على من سقاه، وكذا لا يسقيها الدواب وقيل: لا تحمل الخمر إليها، أما إذا قيدت إلى الخمر فلا بأس به كما فى الكلب والميتة'' (ہدایہ ۴/ ۴۹۴، کتاب الاشربہ)

(اور جائز نہیں ہے کہ شراب کسی ذمی کافر کو یا کسی بچے کو بغرض علاج ہی پلائے، وبال پلانے والے پر ہوگا، اسی طرح جانوروں کو بھی نہ پلائے، اور کہا گیا ہے کہ خمر ان جانوروں کے پاس لے کر بھی نہ جائے، البتہ ان جانوروں کو خمر کے پاس باندھ دیا گیا تو حرج نہیں جیسا کہ کتا اور میتہ میں)۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ پولٹری فارم میں محض زود افزائش کی خاطر یا پر گوشت بنانے کے لئے جائز نہیں ہے کہ ان کو حرام اشیاء کھلایا جائے، البتہ حیلہ کیا جاسکتا ہے کہ کسی جگہ ان حرام اشیاء کو رکھ دیا جائے پھر ان جانوروں کو ادھر ہنکا دیا جائے، تا کہ وہ ان کو کھالیں تو گنجائش ہوگی۔

(ب) فارموں میں حرام اشیاء سے پلنے والے جانوروں کا حکم:

اب مسئلہ یہ رہ جاتا ہے کہ ان جانوروں کا کیا حکم ہوگا جن کی پرورش میں حرام اشیاء کا عنصر موجود ہوتا ہے، تو اس سلسلہ میں بہت سی نظیریں ملتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ان کو کھانے میں شرعی قباحت نہیں اس لئے کہ وہ پیٹ میں جا کر تحلیل ہو جاتی ہیں اور اپنی حقیقت وماہیت کو تبدیل کر لیتی ہیں الا یہ کہ ان اشیاء کی بو گوشت و پوست میں پیدا ہو جائے تو اتنی مدت تک ایسی غذائیں کھلائی جائیں گی کہ بو ختم ہو جائے، علامہ شامی لکھتے ہیں:

''ولا يحل حيوان مائى إلا السمك الذى مات بآفة ولو متولدًا فى ماء نجس فلا بأس بأكلها لحله بالنص وكونه يتغذى بالنجاسة لا يمنع حله'' (شامی ۵/ ۲۱۵ کتاب الذبائح، رشیدیہ پاکستان)

(پانی کے حیوانات میں سے صرف وہ مچھلی جائز ہے جو آفت کی وجہ سے مری ہو، اگر ناپاک پانی میں پیدا ہوئی ہو تو اس کے کھانے میں حرج نہیں ہے، اس لئے کہ نص نے حلال کیا ہے، نیز اس کا نجاست سے غذا حاصل کرنا حلت کے لئے مانع نہیں ہے)۔

اسی طرح خشکی کے جانور کے بارے میں علامہ شامی لکھتے ہیں:

''كما حل أكل جدى غذى بلبن خنزير، لأن لحمه لا يتغير وما غذى به يصير مستهلكًا لا يبقى له أثر'' (شامی ۵/ ۲۴۰ کتاب الحظر والاباحہ، رشیدیہ پاکستان) (جس طرح بکری کے اس بچے کو کھانا حلال ہے جس کی خنزیر کے دودھ سے پرورش ہوئی ہے اس لئے کہ اس کا گوشت متغیر نہیں ہوتا ہے، اور جو غذا دی گئی ہے وہ تحلیل ہو چکی ہے اس کا اثر باقی نہیں رہا)۔

عالمگیری میں ہے: ''ولو اعتادت شرب الخمر وصارت بحال توجد رائحة الخمر منها ففى الشاة تحبس عشرة أيام''
(عالمگیری ۵/ ۴۱۱، کتاب الاشربہ، الباب الاول)

(اگر بکری شراب پینے کی عادی ہو اور ایسی ہو گئی ہو کہ شراب کی بو اس میں پائی جاتی ہو تو بکری کو دس دنوں تک محبوس رکھا جائے گا)۔

دس دنوں کی قید حتمی ویقینی نہیں ہے، جتنے دنوں میں اس کی بدبو زائل ہو جائے اتنے دنوں تک روکے رکھنا ضروری ہوگا۔

''قال السرخسى: الأصح عدم التقدير وتحبس حتى تزول الرائحة المنتنة'' (شامی ۵/ ۲۱۵ کتاب الذبائح، رشیدیہ پاکستان)
(سرخسی فرماتے ہیں: اصح یہ ہے کہ کوئی مقدار متعین نہیں ہے، اسے محبوس رکھا جائے یہاں تک کہ بدبو ختم ہو جائے)۔

اس سے مسئلہ کا حکم معلوم ہوتا ہے کہ ایسے جانوروں کی حلت میں فرق نہیں پڑتا ہے، ہاں بدبو ہی پیدا ہو جائے تو پھر اس اثر کو ختم کرنے کے بعد اجازت ہوگی۔

(۵) مضر اشیاء کی خرید وفروخت کرنے نیز کھانے وکھلانے کا حکم:

جس چیز کو خود نہیں کھا سکتا ہے دوسروں کو بھی نہیں کھلا سکتا ہے، نیز ہر ایسی چیز جو شریعت میں حلال ہو اور صحت وعقل کے لئے مضر نہ ہو کھانا جائز ہے، اگر کسی چیز کے کھانے سے صحت متاثر ہوتی ہے یا عقل میں فتور آتا ہے تو ایسی چیزوں کے استعمال سے شریعت میں روکا گیا ہے، خواہ اس کے دوسرے منافع ہوں جن کی بنا پر بیع وشراء کی اجازت ہو، البتہ ایسی چیزوں سے نقصان کا خطرہ فی الحال تو نہیں مگر آئندہ چل کر اندیشہ ہے کہ ضرر ہوگا، تو بہتر نہیں ہے کہ ایسی چیزوں کو استعمال کر کے آئندہ کے لئے اپنی صحت کو برباد کرے، عالمگیری میں ایک جزئیہ ہے، جس سے یہی مستفاد ہوتا ہے:

"أكل الطين مكروه ... ذكر شمس الأئمة الحلواني في شرح صومه: إذا كان يخاف على نفسه أنه لو أكله أورثه ذلك علة أو آفة لا يباح له التناول، وكذلك هذا في كل شئ سوى الطين، وإن كان يتناول منه قليلًا أو كان يفعل ذلك أحيانًا لا بأس به كذا في المحيط" (عالمگیری ۵/ ۳۴۰، کتاب الکراهية، الباب الحادی عشر فی الکراهية فی الأکل وما يتصل به)

(مٹی کا کھانا مکروہ ہے، شمس الائمہ حلوانی نے صوم کی شرح میں ذکر کیا ہے، جب خوف ہو کہ اس کے کھانے سے کوئی بیماری یا آفت سے دوچار ہوگا تو کھانا مباح نہیں، یہ حکم مٹی کے علاوہ ہر چیز میں بھی ہے، اگر تھوڑا کھاتا ہے یا کبھی کبھار کھاتا ہے تو حرج نہیں)۔

علامہ شامی چند حلال پرندوں کا ذکر کرکے ارشاد فرماتے ہیں:

"فلا يستحب أكلها وإن كانت في الأصل حلالًا، لتعارف الناس بإصابة آفة لآكلها فينبغي أن يتحرز عنه" (شامی ۵/ ۲۱۵، کتاب الذبائح، رشیدیہ پاکستان) (ان کا کھانا مستحب نہیں ہے اگرچہ اصلاً حلال ہیں لوگوں کے مابین اس بات کے معروف ہونے کی وجہ سے کہ اس کے کھانے والے کو کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے، پس مناسب ہے کہ اس سے احتراز کیا جائے)۔

جہاں تک مسئلہ بیع کا ہے تو بیع کے لئے مبیع کا حلال ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ قابل انتفاع ہونا ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت سی چیزیں ہیں جن کا کھانا حلال نہیں مگر بیع اس لئے جائز ہے کہ اس کا کوئی جائز استعمال ہے۔

"ولا يجوز بيع النحل وهذا عند أبي حنيفة وأبي يوسف، وقال محمد: يجوز إذا كان محرزًا وهو قول الشافعي؛ لأنه حيوان منتفع به حقيقة وشرعًا فيجوز بيعه، وإن كان لا يؤكل كالبغال والحمار، ولهما أنه من الهوام فلا يجوز بيعه كالذنابير، والانتفاع بما يخرج منه لا بعينه فلا يكون منتفعًا به" (ہدایہ ۳/ ۵۷، باب البیع الفاسد)۔

(شہد کی مکھیوں کی بیع جائز نہیں ہے، یہ امام ابوحنیفہ وابویوسف کا مسلک ہے، امام محمد فرماتے ہیں: اگر احراز کیا جاسکتا ہے تو جائز ہے، یہی امام شافعی کا قول ہے، اس لئے کہ وہ ایسا جاندار ہے جس سے حقیقی اور شرعی طور پر بھی فائدہ اٹھایا جاتا ہے، لہٰذا اس کی بیع جائز ہے، اگرچہ اسے نہیں کھایا جاتا ہے جیسے کہ گھوڑے اور گدھے کی مثال ہے۔ شیخین فرماتے ہیں کہ یہ حشرات میں سے ہے لہٰذا اس کی بیع جائز نہیں ہے جیسے بھڑ، انتفاع تو اس سے نکلنے والے جز (شہد) سے ہے نہ کہ بعینہ اس سے، پس منتفع بہ نہیں ہوا)۔

شیخین کی اس تعلیل کا مقتضا یہ ہے کہ اگر اس کے عین سے انتفاع ممکن ہو خواہ یہ امکان مستقبل کے اعتبار سے ہو جیسے گدھے اور خچر کے بچے کی خرید وفروخت کہ فی الحال منتفع بہ نہیں ہیں مگر فی المآل ہوں گے اس لئے اس کی بیع کی اجازت ہے۔

لیکن اس سے انتفاع کی کوئی شکل نہیں اور وہ شرعاً حلال بھی نہیں، تو تقوم مفقود ہونے کی وجہ سے بیع وشراء جائز نہیں ہے، اس وجہ سے فقہاء نے لکھا ہے:

"الهوام والمراد بها مايشمل الموذي وغيره مما لا ينتفع به فلا يجوز اتفاقًا (شامی ۴/ ۱۲۴، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، رشیدیہ پاکستان) (ہوام - خواہ حشرات الارض ہو یا موذی حیوان - اور مراد یہاں موذی وغیر موذی ہے جس سے انتفاع نہیں ہوسکتا ہے پس اس کی بیع بالاتفاق جائز نہیں ہے)۔

"ويجوز بيع الحيات إذا كان ينتفع بها للأدوية، وما جاز الانتفاع بجلده أو عظمه، أي: من حيوانات البحر أو غيرها" (شامی ۴/ ۱۲۴ کتاب البیوع، البیع الفاسد، رشیدیہ پاکستان) (سانپوں کی بیع جبکہ اس سے دواؤں کے لئے انتفاع ہوتا ہو جائز ہے، او رجن حیوانات بحری وبری کی جلد یا ہڈی سے انتفاع جائز ہو اس کی بیع بھی جائز ہے)۔

"والحاصل أن جواز البيع يدور مع حل الانتفاع" (درمختار علی الشامی ۴/ ۱۲۵، باب البیع الفاسد)

(خلاصہ یہ ہے کہ بیع کا جواز حلت انتفاع کے ساتھ دائر ہے)۔

اسی بناپر اکثر حضرات نے تمباکو کی کاشت وتجارت کو جائز کہا ہے، ہر چند کہ بعض کا اختلاف بھی ہے، فتاوی محمودیہ میں ہے: "تمباکو کی کاشت بھی جائز ہے، تجارت بھی جائز ہے، استعمال بھی جائز ہے، الا یہ کہ وہ نشہ آور ہو تب منع کیا جائے گا۔ (فتاوی محمودیہ قدیم ۱۷/ ۲۸۱ مطبوعہ: زکریا دیوبند ۱۹۹۸ء)۔

اس تفصیل کی روشنی میں ہمیں مضر اشیاء کا انتفاع تلاش کرنا ہے، اگر اس سے انتفاع ہوسکتا ہے، خواہ اس انتفاع کا تعلق مآل و مستقبل سے ہو، تو بیع کی اجازت دی جائے گی، لہذا خوردنی اشیاء جن کو پکا کر استعمال کیا جاتا ہے جو بروقت نقصان دہ نہ ہو اس کی بیع جائز ہوگی۔

وہ فواکہ جو زہریلے ہوگئے ہیں، ان کے کھاتے ہی امراض پیدا ہوں، مآلاً بھی اصلاح کی شکل نہیں ہے تو بیع ناجائز ہوگی، لیکن مآلاً اگر اس کو قابل انتفاع بنایا جاسکتا ہے تو ناقص خیال ہے کہ اس کی اجازت ہونی چاہئے، یہ تو ماہرین کو طے کرنا ہے کہ کون سی چیز منتفع بہ ہے اور کون سی چیز نہیں، تاکہ فیصلہ ہوسکے، واللہ اعلم۔

خلاصہ جوابات:

"لا ضرر ولا ضرار" اسلام کا ایک بنیادی اور اہم ضابطہ ہے، جس کو بنیاد بنا کر فقہاء نے بہت سے مسائل کو حل کیا، اس کا خلاصہ ہے کہ نہ دوسروں کو ضرر پہنچایا جائے اور نہ دوسروں سے ضرر اٹھایا جائے، لہذا کسی کے لئے روا نہیں کہ اپنے فعل سے کسی کو ایذا و تکلیف پہنچائے، اگر دوسرے کی ملک میں تصرف کے نتیجہ میں یہ ضرر پیدا ہوا ہے تو تعدی وظلم شمار ہو کر دین ودنیا میں سزا کا سزاوار ہوتا ہے، البتہ اپنی ملک میں تصرف کیا جس کے سبب کسی کو نقصان پہنچتا ہے تو دیکھنا ہوگا کہ یہ سبب بعید ہے یا قریب، اگر قریب ہے تو ممنوع قرار دیا جائے گا، اگر سبب بعید ہے تو برداشت کرلیا جائے گا۔

سبب قریب اگر محرک وجالب ہے تو حکم حرمت کا ہوتا ہے، اگر غیر محرک ہے اور بعینہ اس شئی سے ضرر یا معصیت کا تعلق ہے تو مکروہ تحریمی ہے، اگر بعینہ اسی شئی سے معصیت کا تعلق نہیں ہے بلکہ اس میں کچھ تغیر اور پھیر بدل کرنا پڑتا ہے تو مکروہ تنزیہی ہے۔

(۱) پیداوار کے اضافے کے لئے زمینوں میں ایسی کھاد ڈالنا جو مہلک امراض کا سبب ہو، سبب قریب کے دائرے میں آتا ہے، خواہ محرک نہ ہو؛ اس لئے کہ اپنی ملک میں تصرف ہے، مگر مکروہ تنزیہی کی حد تک ممانعت میں شبہ نہیں کیا جاسکتا، مزید ضرر کی وجہ سے قباحت میں اضافہ بھی ہوگا۔

(الف) پھر کچھ پیداوار تو وہ ہے جو پکا کر کھائی جاتی ہے، آگ اس کے زہریلے اثرات کو زائل کردیتی ہے مگر پھر بھی ڈاکٹروں کی تحقیق میں اثرات پائے جاتے ہیں تو مکروہ تنزیہی ہوگا، اگر ان سے بیماریوں کا پیدا ہونا مظنون بظن غالب ہو تو مکروہ تحریمی ہوگا۔

(ب) لیکن وہ پیداوار جو بعینہ استعمال ہوتی ہیں جیسے پھل اور وہ سبزیاں جو سلاد کے طور پر کھائی جاتی ہیں، ان میں کھاد یا دیگر زہریلی ادویہ کے ذریعہ سمیت پیدا ہوگئی ہو تو یہ بھی مکروہ تحریمی ہوگا، اس کے سدباب کے لئے کی جانے والی کوششوں کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

(۲) پھلوں کو خوشنما بنانے، سبزیوں کو جلد سے جلد بڑھانے کے لئے زہریلے کیمیکل کا استعمال ممنوع ہے، اگر ان کا استعمال بعینہ ہوتا ہے تو مکروہ تحریمی یعنی حرام ہوگا، اگر وہ پکا کر کھائی جاتی ہیں اور مہلک امراض کا خطرہ مظنون بظن غالب یا یقینی ہو تو بھی مکروہ تحریمی ہوگا، لیکن صرف اندیشہ ہے تو کراہت تنزیہی کا حکم لگایا جائے گا۔

(۳) جانوروں کا دودھ نکالنے کے لئے انجکشن کا استعمال درست ہے۔

(۴) جس طرح مضر صحت اشیاء یا حرام چیزیں خود استعمال نہیں کرسکتا دوسروں کو بھی نہیں دے سکتا۔

(الف) اس لئے پولٹری فارم میں پر گوشت بنانے یا زود افزائش کے لئے حرام اشیاء، پلنے والے جانوروں کو کھلانا جائز نہیں، ہاں حیلہ کیا جاسکتا ہے۔

(ب) وہ جانور جو حرام اشیاء سے پرورش پاتے ہیں، شرعی طور پر حلال جانور ہیں؛ کیونکہ حرام اشیاء کی ماہیت تبدیل ہوچکی ہے الا یہ کہ بدبو پیدا ہوجائے تو اتنے دنوں تک ایسی غذا دی جائے جس سے بدبو ختم ہوجائے۔

(۵) (الف) مضر اشیاء کے کھانے سے فی الحال ضرر کا خطرہ ہے تو ایسی چیزوں کا کھانا بھی جائز نہیں اور کھلانا بھی جائز نہیں، اگر آئندہ ضرر کا اندیشہ ہے تو احتراز کرنا اولی وافضل ہے۔

(ب) بیع کے لئے مبیع کا منتفع بہ ہونا ضروری ہے، لہذا مضر اشیاء سے انتفاع خواہ مآلاً ہی ممکن ہو تو بیع کی گنجائش ہے، جیسے خوردنی اشیاء جن کو پکا کر کھایا جاتا ہے اور بروقت نقصان دہ نہیں ہوتی ہے ان کی بیع جائز ہے۔

اگر بروقت ضرر ہو، آئندہ اس کا جائز استعمال ممکن نہ ہو تو بیع ناجائز ہوگی، اگر مآلاً انتفاع ممکن ہے تو بیع کی گنجائش ہونی چاہئے۔

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

مفتی انور علی اعظمی [1]

جواب (۱): کیڑے مار دواؤں کے اثرات بہت دور رس اور دیرپا ہوتے ہیں اور نتیجہ کے طور پر انسانی صحت کے لئے مہلک اور خطرناک ہوتے ہیں، ان کی وجہ سے مندرجہ ذیل بیماریاں پیدا ہونے کا امکان ہے جیسا کہ لیباریٹری جانچ کے نتائج سے پتہ چلتا ہے:

(۱) چرم اور آنکھوں میں خارش ہوتی ہے۔

(۲) اعصابی نظام متاثر ہوتا ہے۔

(۳) یہ ہارمون کی کاپی کرتے ہیں اور جدید تخلیق میں بے ترتیبی کی وجہ بنتے ہیں۔

(۴) کینسر کا سبب بنتے ہیں۔

(۵) دماغی امراض، پیدائش میں نقص، اچانک موت، دماغی نشوونما میں بے ترتیبی، اس طرح کی چیزیں کیڑے مار کیمیکل کے نتیجہ میں ظاہر ہوتی ہیں۔

امریکی میڈیکل ایسوسی ایشن نے ان کیڑے مار دواؤں کے استعمال کو محدود کرنے اور دیگر محفوظ متبادل سے کام لینے کی سفارش کی ہے۔

عالمی ادارہ صحت اور اقوام متحدہ کے ماحولیاتی پروگرام نے اندازہ لگایا ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں کھیتوں میں کام کرنے والے تیس لاکھ افراد ان دواؤں کے اثرات کا شکار ہوتے ہیں، اور ان میں سے اٹھارہ ہزار موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔

ان کیڑے مار دواؤں سے جو بے حد مالی منافع حاصل ہوتا ہے اسی لالچ نے ان دواؤں کے استعمال کو مقبول بنایا ہے، لیکن ان دواؤں کے استعمال نے انسانی صحت کو جو خطرہ لاحق ہوتا ہے اس کے پیش نظر عالمی غذائی ضابطہ ایسوسی ایشن نے کیڑے مار دواؤں کے استعمال کی ایک حد مقرر کردی ہے، اس حد سے زیادہ ان دواؤں کا استعمال انسانی صحت کے لئے مضر ثابت ہوگا۔ وسیع انسانی آبادی کی غذائی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے بڑے پیمانے پر غذائی اشیاء کی فراہمی مطلوب ہے، مگر اس کے باوجود مضر صحت دواؤں کے بارے میں قانون اور ضابطوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

یہ مسئلہ اس زمانہ کے نو پیدا شدہ مسائل میں سے ہے لیکن اسلامی شریعت قیامت تک کے سارے مسائل پر روشنی ڈالتی ہے۔ اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں ہر دور کا چیلنج قبول کرنے کی صلاحیت ہے۔ علامہ ابو اسحق شاطبی اپنی مشہور کتاب "الموافقات" میں تحریر فرماتے ہیں:

جلب المصلحة أو دفع المفسدة إذا كان مأذونا فيه على ضربين: أحدهما أن لا يلزم عنه إضرار الغير والثاني أن يلزم عنه ذلك، وهذا الثاني ضربان: أحدهما أن يقصد الجالب أو الدافع ذلك الإضرار كالمرخص في سلعته قصد الطلب معاشه وصحبه قصد الإضرار بالغير، والثاني أن لا يقصد إضرارا بأحد وهو قسمان: أحدهما أن يكون الإضرار عاما كتلقي السلع وبيع الحاضر للبادي والامتناع من بيع دار أو فناء وقد اضطر إليه الناس لمسجد جامع أو غيره، والثاني أن يكون خاصا وهو نوعان: أحدهما أن يلحق الجالب أوالدافع بمنعه من ذلك ضرر فهو محتاج إلى فعله...والثاني أن لا يلحقه بذلك ضرر وهو على ثلاثة أنواع... فهذه ثمانية أقسام.

أما الثاني فلا إشكال في منع القصد إلى الإضرار من حيث هو إضرار لثبوت الدليل على أن لا ضرر ولا ضرار في

---

[1] مفتی دار العلوم مئو۔

الإسلام (۲/ ۳۴۸، ۳۴۹)۔

(نفع کا حاصل کرنا اور نقصان کو دور کرنا جب کہ شریعت کی طرف سے جائز ہو تو اس کی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ اس سے غیر کو ضرر پہنچانا لازم نہ آئے، اور دوسرے یہ کہ اس سے اضرار غیر لازم آئے، اور پھر ثانی کی دو قسمیں ہیں: اول یہ کہ جالب یا دافع اس اضرار کا قصد کرے۔ جیسے اپنے سامان کو سستا بیچنے والا اپنی روزی تلاش کرنے کے ارادہ سے اور اس کے ساتھ غیر کو نقصان پہنچانے کا ارادہ بھی شامل ہو، اور دوسرے یہ کہ وہ کسی کو نقصان پہنچانے کا قصد نہ کرے، پھر اس کی بھی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اضرار عام ہو جیسے آگے بڑھ کر قافلہ والوں کا سامان خرید لینا اور شہری کو دیہاتی کا سامان بیچنا اور اپنا گھر یا صحن بیچنے سے انکار کرنا جب کہ لوگ جامع مسجد وغیرہ کی توسیع کے لئے اس کو خریدنے پر مجبور ہوں، اور دوسری صورت یہ ہے کہ اضرار خاص ہو، اس کی بھی دو شکلیں ہیں: ایک یہ کہ جالب یا دافع کو اس سے روکنے کی وجہ سے ضرر لاحق ہو پس وہ اس کو کرنے کا محتاج ہو...... اور دوسری شکل یہ ہے کہ اس کو روکنے سے کسی قسم کا ضرر لاحق نہ ہو، پھر اس کی بھی تین قسمیں ہیں...... پس یہ کل آٹھ قسمیں ہوئیں۔ بہر حال دوسری قسم کا حکم یہ ہے کہ اضرار کے قصد کے روکنے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ اس اعتبار سے کہ وہ اضرار ہے؛ کیونکہ اسلام میں نقصان اٹھانا بھی منع ہے اور نقصان پہنچانا بھی)۔

علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ اس بحث میں مزید تفصیل کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: اس مسئلہ میں اس نقطۂ نظر سے غور کرنا باقی ہے کہ اس نے ایک طرف تو غیر کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا اور دوسری طرف اپنی ذات کو نفع پہنچانا بھی مقصود ہے، یہاں پر دونوں چیزیں اکٹھا ہیں تو کیا اسے بالکل روک دیا جائے یا اجازت باقی رہے گی اور اسے اضرار کا گناہ ہوگا، یہ مسئلہ دار مغصوبہ میں نماز کے مثل ہے، لہٰذا اس کے جواب میں تفصیل ہے۔

اگر اس نفع کو حاصل کرنے کے واسطے اس کے لئے کوئی دوسرا ایسا متبادل موجود ہے جس میں اضرار بالغیر نہ ہو تو اس کو روکنے میں کوئی اشکال نہیں ہے، اس لئے کہ اس صورت میں اضرار کے سوا اس کا اور کوئی مقصد نہیں، لہٰذا اس کام سے رکنے کی صورت میں اس کو کوئی ضرر لاحق نہیں ہوگا، اور اگر اس کے لئے کوئی دوسرا متبادل موجود نہیں ہے تو جالب اور دافع کا حق مقدم ہوگا، یعنی وہ اپنی ذات کے نفع کے لئے وہ کام کر سکتا ہے، لیکن اضرار کے مقصد سے اس کو روکا جائے گا۔

پھر آگے تحریر فرماتے ہیں:

وأما الثالث فلا يخلو أن يلزم من منعه الإضرار بحيث لا يجبر أولا فان لزم قدم حقه على الإطلاق من مسئلة الترس الذى فرضها الأصوليون فى ما إذا تترس الكفار بمسلم وعلم أن الترس إذا لم يقتل استوصل أهل الإسلام وإن أمكن انجبار الإضرار ورفعه جملة فاعتبار الضرر العام أولا فيمنع الجالب أوالدافع فما هم به لأن المصالح العامة مقدمة على المصالح الخاصة بدليل النهى عن تلقى السلع وعن بيع الحاضر للبادى... وذلك يقتضى بتقديم مصلحة العموم على مصلحة الخصوص لكن بحيث لا يلحق لاخصوص مضره (۲/ ۳۵۰)۔

(بہر حال تیسری صورت یہ ہے کہ اس کو روکنے سے ایسا اضرار لازم آئے جس کی تلافی نہ ہو سکے، اگر یہی صورت ہو تو اس کا حق مقدم رکھا جائے گا مطلقاً، جیسے اہل کفار کسی مسلمان کو ڈھال بنالیں اور صورت حال یہ ہو کہ اگر اس مسلمان کو قتل نہ کیا جائے تو مسلمانوں کی جڑ کاٹ دی جائے گی، اور اگر اضرار کی تلافی ممکن ہو اور اس کو بالکلیہ ختم کرنے کی صورت موجود ہو تو اس صورت میں ضرر عام کو دفع کرنا اول ہے۔ لہٰذا جالب اور دافع کو اس کے مقصد اور ذاتی نفع سے روکا جائے گا؛ کیونکہ مصالح عام مصالح خاص پر مقدم ہیں)۔

مذکورہ تفصیلات سے یہ مسئلہ واضح طور پر سمجھا جا سکتا ہے کہ کاشتکاروں کی ذاتی منفعت کا تقاضہ ہے کہ وہ کیڑے مار دوائیں استعمال کرکے پیداوار میں اضافہ اور پھلوں کی حفاظت کریں، لیکن عام انسانوں کی مصلحت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ ایسی دواؤں کے استعمال سے پرہیز کریں، جن سے طرح طرح کا نقصان ہوتا ہے اور انسانوں میں انواع واقسام کی بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں؛ کیونکہ اسلامی شریعت میں ذاتی مصلحت کے بجائے علمۃ الناس کے مصالح کا لحاظ کرنا زیادہ ضروری اور اہم ہے، اسی بنا پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقی جلب سے منع فرمایا ہے اور شہری کو دیہاتی کا سامان بیچنے سے روکا ہے۔ اس لئے ارباب حکومت کی ذمہ داری ہے کہ کاشتکاروں کو پابند کریں کہ کیڑے مار دوائیں اسی حد تک استعمال کریں جو انسانی صحت کے لئے مضر نہ ہوں، اور مسلمان کاشتکار جو اسلامی شریعت کے مکلف ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ذاتی منافع کے لئے لوگوں کی ہلاکت کے اسباب نہ پیدا کریں، اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: لاضرر ولاضرار فی الاسلام۔ لہٰذا انھیں اس ناجائز کام سے بچنا ضروری ہے۔ (ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب)

(۲) پھلوں کو پکانے کے لئے استعمال کئے جانے والے کیمیکل کا حکم:

مسئلہ کا حکم بیان کرنے سے پہلے تھوڑی تمہید پیش خدمت ہے۔ پھل اور سبزی انسان کی بنیادی غذاؤں میں سے ہیں۔ اللہ رب العزت نے انسانوں کی جسمانی ضرورت پوری کرنے کے لئے انواع واقسام کے پھل، میوے اور سبزیاں پیدا کی ہیں اور ہر چیز کے پکنے اور قابل نفع بنانے کا ایک قدرتی نظام بنایا ہے، ان چیزوں کو تیار کرنے میں زمین، آسمان، سورج، چاند، ستارے، ہوا، پانی یہ ساری چیزیں اللہ کے حکم سے اپنا کام کرتی ہیں، تب کہیں جا کر یہ نعمتیں انسانوں کو میسر ہوتی ہیں۔ آج سرمایہ دارانہ نظام نے انسانوں کو انتہائی خود غرض اور مفاد پرس بنادیا ہے اور وہ دوسروں کے نقصان کو نقصان نہیں سمجھتا، پیسہ حاصل کرنے کے لئے ساری حدوں کو پار کرنے کے لئے تیار رہتا ہے، اس کی نگاہ دنیاوی نفع اور اپنے ذاتی مفاد ہی تک محدود ہے، جو کیمیکل استعمال کئے جاتے ہیں اس کا مختصر تعارف اس طرح ہے:

کیلشیم کاربائڈ (Calcium Carbide) جسے مصالحہ کہا جاتا ہے، کینسر پیدا کرنے والا مادہ ہے اور پی ایف اے رولز 1955 کے تحت اس کا استعمال ممنوع ہے۔ ایتھین (Ethyne) ایک کیڑے ماردوا ہے اور پھلوں کو پکانے کے لئے اس کا استعمال نہ کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ اوبزائی ٹاکسن (Obzy Toxin) جانوروں کے تحقق کا ہارمون امراض مویشیاں میں استعمال کیا جاتا ہے۔

پی ایف اے رولز ۱۹۵۵ کے ضابطہ اول ۴۴ا (اے) کے تحت پھلوں کو پکانے کے لئے کاربائیڈ گیس (Carbide Gas) کا استعمال ممنوع ہے، کوئی شخص اس گیس سے پکائے ہوئے پھلوں کو نہ بیچے گا نہ اپنی دوکان پر اسے فروخت کرنے کے لئے رکھے گا، ایسے تمام پھل جو کاربائیڈ گیس سے پکائے گئے ہیں ان کی فروخت پر پابندی ہے۔

مندرجہ بالا تفصیلات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کے کیمیکل کے استعمال میں سراسر اضرار ہے اور ایسے کیمیکل کا استعمال کرنا مصالح عامہ کے خلاف ہے نیز عام انسانوں کے ساتھ یہ ایک قسم کا دھوکہ اور فریب ہے۔ کیمیکل کے ذریعہ پھلوں کو پکا کر یا سبزیوں کا حجم بڑھا کر خریداروں کو لبھایا جاتا ہے اور انہیں یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ یہ پھل قدرتی طور پر پکے ہیں اور یہ سبزیاں اس مقدار کو اور اپنے اس حجم کو فطری انداز پر پہنچی ہیں، حالانکہ ان کو پکانے کے لئے انتہائی مضر صحت کیمیکل کا استعمال کیا گیا ہے؛ اس لئے یہ غش ہے اور اسلام میں اس کی اجازت نہیں ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من غشنا فليس منا (صحیح مسلم ۱/ ۷۰)۔

رسول اللہ ﷺ نے جس موقع پر یہ جملہ ارشاد فرمایا وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ مدینہ کے بازار میں تشریف لے گئے، غلوں کے ایک ڈھیر پر آپ ﷺ کا گزر ہوا، آپ نے اپنا ہاتھ اس میں داخل کیا، آپ کی انگلیوں نے تری محسوس کی، آپ ﷺ نے دوکاندار سے پوچھا: ماهذا يا صاحب الطعام؟ (اے غلے والے یہ کیا ہے؟) اس نے کہا: اے اللہ کے رسول اس کو بارش پہنچ گئی ہے، آپؐ نے کہا: أفلا جعلته فوق الطعام كي يراه الناس من غش فليس مني (اس کو تم نے اوپر کیوں نہیں کیا کہ لوگ دیکھ لیتے، جو ہم کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں) (صحیح مسلم ۱/ ۷۰)۔

حدیث شریف میں غور کرنے سے جس غش کا پتہ چلتا ہے وہ کیمیکل کے مقابلہ میں کم نقصاندہ ہے۔ غلہ کے بھیگے ہونے کی وجہ سے جو ضرر خریدار کو لاحق ہوگا وہ اس مقابلہ میں بہت ہی کم درجے کا ہے جو کیمیکل کے ذریعہ سبزیوں کا حجم بڑھانے یا پھلوں کو پکانے سے ہوگا، غلے کے بھیگا ہونے کی صورت میں تھوڑا وزن بڑھ جائے گا یا خریدار کو سکھانے کی زحمت گوارا کرنا پڑے گی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس غش کو بھی ایک بڑا دھوکہ قرار دیا اور ارشاد فرمایا: من غشنا فليس منا۔ اس کے مقابلہ میں پھلوں کو پکانے کے لئے جو کیمیکل استعمال ہوتے ہیں وہ انسانی صحت کے لئے انتہائی خطرناک اور حد درجہ مضر ہیں، اس لئے حکومتی پیمانے پر اسے ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا سوال میں جس طرح کے کیمیکل کا ذکر کیا گیا ہے، ان کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے القسم الثانی مقاصد المکلف کے عنوان پر بحث کرتے ہوئے مسئلہ خامسہ میں یہ لکھا ہے کہ: وأما الثاني فلا إشكال في منع القصد إلى الإضرار من حيث هو إضرار والإضرار لثبوت الدليل على أن لا ضرر ولا ضرار في الإسلام۔

(بہر حال دوسری صورت تو اضرار کے قصد سے روکنے میں کوئی اشکال نہیں ہے اس اعتبار سے کہ وہ ضرر پہنچانا ہے دلیل کے ثابت ہونے کی وجہ سے اس بات پر کہ اسلام میں نہ نقصان اٹھانا ہے اور نہ نقصان پہنچانا ہے)۔

علامہ شاطبی نے اس موقع پر ایک اشکال قائم کیا ہے کہ اگر کوئی کام ایسا ہو کہ جس میں ایک آدمی کا ذاتی نفع ہو اور دوسروں کا نقصان ہو تو اس کو اس کے ذاتی

نفع سے روکا جاسکتا ہے یا نہیں؟ پھر انھوں نے اس کا جواب دیا ہے کہ اگر اس شخص کے لئے اپنا فائدہ حاصل کرنے کا کوئی ایسا راستہ موجود ہے جس میں دوسروں کا نقصان نہ ہو تو اس صورت میں اس شخص کو ایسے کام سے روکنے میں کوئی اشکال نہیں ہے جس سے دوسروں کو ضرر لاحق ہو رہا ہے۔

وهو أنه إما أن يكون إذا رفع ذلك العمل وانتقل إلى وجه آخر في استجلاب تلك المسئلة أو درء تلك المفسدة حصل له ما أراد أولا فإن كان كذلك فلا إشكال في منعه منه لأنه لم يقصد ذلك الوجه إلا لأجل الإضرار فينقل عنه ولا ضرر عليه'' (الموافقات ۲/ ۳۴۹)۔

سبزیاں اپنے وقت پر فطری حجم کو پہنچتی ہیں اور پھلوں کو پکنے کا فطری طریقہ زمانہ دراز سے انسانوں کے درمیان متعارف ہے، قدرتی طور پر سبزیوں کے بڑھنے اور پھلوں کے پکنے میں دوکاندار یا کاشتکار کو کوئی ضرر لاحق نہیں ہوتا، غیر فطری طور پر ایسا کام کرنے میں بنیادی مقصد لوگوں کو نقصان پہنچا کر غلط طریقہ سے پیسہ کمانا ہے اور مصالح عامہ کو نظر انداز کرنا ہے؛ اس لئے شرعاً ایسے کیمیکل کا استعمال کرنا کسانوں یا دوکانداروں کے لئے ناجائز ہے۔

(هذا ماعندي والله اعلم بالصواب)

جواب (۳): جانور نے فطری طور پر دودھ دینا بند کر دیا ہے ایسے جانور کو انجکشن لگا کر مصنوعی دودھ پیدا کرنا، یا جانور دودھ کم دیتا ہے انجکشن کے ذریعہ دودھ میں اضافہ کرنا دونوں چیز نامناسب ہے۔ ایسا کرنے میں جانور کی حق تلفی بھی ہے، اور انسانوں کو ضرر پہنچانا ہے۔ کسی جانور کے بدن سے دودھ اس کی طاقت کے مطابق نکلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے خون کو دودھ کی شکل میں تبدیل کرتے ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وإن لكم في الأنعام لعبرة نسقيكم من ما في بطونه من بين فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشاربين (سورہ نحل: آیت ۶۶)۔

(اور بے شک تمہارے لئے جانوروں میں عبرت ہے، ہم تمہیں پلاتے ہیں ان کے پیٹ سے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ جو پینے والوں کے لئے بہت ہی لذیذ اور مزیدار ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کے حقوق کی رعایت کا حکم دیا ہے۔ ابوداؤد شریف میں ''باب ما يؤمر به من القيام على الدواب والبهائم'' کے تحت متعدد احادیث مذکور ہیں: عن سهل بن الحنظلية قال: مرّ رسول الله صلى الله عليه وسلم ببعير قد لحق ظهره ببطنه قال: اتقوا الله في هذه المعجمة فاركبوها صالحة وكلوها صالحة (بذل المجهود ۳/ ۴۲۷)۔

(سہل بن حنظلیہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹ کے پاس سے گذرے جس کی پیٹھ اس کے پیٹ سے سٹ گئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، ان پر اچھے حال میں سواری کرو، اور ان کو اچھے حال میں کھاؤ)۔

اسی باب میں عبد اللہ بن جعفر سے دوسری روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر ایک اونٹ آواز کے ساتھ رونے لگا اور اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس گئے اس کو سہلایا پھر وہ خاموش ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اس کا مالک کون ہے؟ ایک انصاری آئے، انھوں نے کہا: میرا اونٹ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اس جانور کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے، یہ مجھ سے شکایت کر رہا ہے کہ تم اس کو بھوکا رکھتے ہو اور کام زیادہ لیتے ہو (بذل المجہود ۳/ ۴۳۷)۔

دودھ اندر کی طاقت کے اعتبار سے بنتا ہے، جانور کا حق یہ ہے کہ اس کی حیثیت اور طاقت سے زیادہ دودھ نہ نکالا جائے، انجکشن لگا کر مصنوعی دودھ پیدا کرنا یا کم دودھ دینے کی صورت میں زیادہ دودھ نکالنا جانور کے ساتھ زیادتی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ جملہ ہمارے موضوع کے لئے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ فاركبوها صالحة وكلوها صالحة۔ زبردستی دودھ نکالنے سے جانور کی صحت بھی خراب ہوگی اور جو دودھ اس کی صلاحیت سے زیادہ نکالا جائے گا وہ صالح نہیں ہوگا۔

اسی طرح زبردستی کے دودھ میں غش بھی ہے، کیونکہ دودھ خریدنے والا اچھا اور صحت مند دودھ خریدنا چاہتا ہے اور اسی کا پیسہ دے رہا ہے، جب کہ بیچنے والا مصنوعی اور غیر فطری دودھ دے رہا ہے۔ عالمگیری میں بھی ایک جزئیہ موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جانور کا دودھ بالکلیہ نچوڑنا مکروہ ہے:

يكره استقصاء في حلب البهيمة إذا كان مضر بها (عالمگیری بحوالہ محمود الفتاویٰ ۲/ ۳۷۷)۔

یعنی جانور کا دودھ دوہنے میں اس کو مکمل نچوڑ لینا اور دوہنے میں بہت زیادہ کوشش کرنا مکروہ ہے، جب کہ ایسا کرنا جانور کے لئے مضر ہے۔

فقہاء کرام کی دوررس نگاہیں ہر جگہ پہنچتی ہیں، اس زمانہ میں انجکشن نہیں تھا، ہاتھ ہی سے زور لگایا جاسکتا تھا، اس میں جانور کی تکلیف کا گمان تھا، آج انجکشن کے ذریعہ یہ کام بخوبی کیا جاسکتا ہے، اس میں جانور کی صحت کو تو نقصان ہوگا ہی اس کے ساتھ مصنوعی دودھ آدمیوں کے لئے بھی ضرر کا باعث ہوگا، اس لئے اس کے مکروہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

جواب (۴) الف: مرغی یا مچھلی کی افزائش اور پرورش کے لئے ایسی خوراک استعمال کرنا جن میں خنزیر کے اجزاء شامل ہوں مناسب نہیں ہے۔ اگر یقینی طور پر کسی خاص کمپنی کی خوراک میں ان اجزاء کا شامل ہونا معلوم ہوجائے تو مسلمانوں کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے (مجموعۃ الفتاوی الشرعیہ کویت ۲۰ / ۳۵۹)۔

جواب (۴) ب: اگر کسی حلال جانور کو ایسی غذا کھلائی گئی تو اس کا گوشت حلال ہوگا، اس کی وجہ سے اس میں حرمت یا کراہت نہیں پیدا ہوگی؛ کیونکہ جو جانور شریعت میں پاک ہیں وہ حرام کھانے سے نہ حرام ہوتے ہیں نہ مکروہ۔ مرغی کا پاخانہ کھانا ایک کھلی ہوئی چیز ہے لیکن اس کا حلال ہونا متفق علیہ ہے۔ سنن ترمذی میں ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے: عن زھدم الجرمی قال كنا عند أبي موسى فأتى بلحم دجاج فتنحى رجل من القوم فقال: إني رأيتها تأكل شيئا نتنا فحلفت أن لا آكلها قال: أدن فإني رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يأكل لحم دجاج (شمائل ترمذی: ص ۱۱)۔

(زہدم جرمی سے روایت ہے کہ ہم لوگ ابوموسیٰ اشعری کے پاس تھے، ان کے سامنے مرغ کا گوشت لایا گیا، ایک آدمی کنارے ہونے لگا، اس نے کہا کہ میں نے اس کو گندگی کھاتے ہوئے دیکھا ہے پس میں نے قسم کھالیا ہے کہ میں نہیں کھاؤں گا، تو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قریب آجاؤ؛ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے مرغ کا گوشت کھاتے ہوئے)۔

فتاویٰ تاتارخانیہ میں اس قسم کی متعدد جزئیات ہیں۔

ألا ترى إلى ما ذكر محمد رحمه الله في النوادر لو أن جديًا غذّي بلبن خنزير فلا باس بأكله وعلى هذا لا باس بأكل الدجاج وإن كان يقع على الجيف لأنها تختلف فلا يتغير لحمه ولا ينتن (فتاوی تاتارخانیہ ۱۸/ ۵۰۲)۔

(امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے نوادر میں ذکر کیا ہے کہ اگر بکری کا بچہ خنزیر کے دودھ سے پرورش پائے تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح مرغ کے کھانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، اگرچہ وہ مردار کھاتا ہو؛ کیونکہ وہ مختلف چیزیں کھاتا ہے، اس لئے نہ اس کا گوشت بدلتا ہے اور نہ بدبودار ہوتا ہے)۔

فتاویٰ تاتارخانیہ میں دوسری جگہ مذکور ہے:

وفي الخانية إذا ربي الجدي بلبن الأتان قال ابن المبارك رحمه الله يكره أكله قال وأخبرني رجل عن الحسن أنه قال: إذا ربي الجدي بلبن الخنزير لا باس بأكله. قال معناه إذا اعتلف أياما بعد ذلك (تاتارخانیہ ۱۸/ ۱۴۰)۔

(ابن مبارک نے کہا: اگر بکری کے بچہ کو گدھی کے دودھ سے پالا جائے تو اس کا کھانا مکروہ ہے، انہوں نے یہ بھی کہا کہ ایک شخص نے مجھے حسن بصری کے حوالہ سے بتایا کہ اگر بکری کے بچہ کو خنزیر کے دودھ سے پالا جائے تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ ابن مبارک نے کہا کہ ان کی مراد یہ ہے کہ دودھ چھوڑنے کے بعد کچھ دن چارہ کھالے)۔

بہرحال امام محمد اور حسن بصری کے اقوال سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ خنزیر کے دودھ سے پرورش پانے والا بچہ حلال ہے حرام نہیں۔ زیادہ سے زیادہ احتیاط کی شکل یہ ہے کہ دودھ چھوڑنے کے بعد اسے چند دن چارہ وغیرہ کھلا کر ذبح کیا جائے۔ دجاجہ کے بارے میں فتاویٰ تاتارخانیہ میں یہ بھی ہے:

وأما الدجاجة فلاتكون جلالة لأنها لا تتغير ولا تنتن وفي التهذيب وأما الدجاجة لا يكره وإن تناول نجاسة لأنها لا تنتن۔

تہذیب میں ہے کہ دجاجہ مکروہ نہیں اگرچہ نجاست کھائے، کیونکہ اس کے گوشت میں بدبو نہیں پیدا ہوتی۔ فقہاء کی ان عبارتوں میں غور کرنے سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ حلال جانور اگر ناپاک اور حرام شے کھاتا ہے اور اس کا اثر اس کے گوشت پر آجاتا ہے تو اسے کچھ دن روکنے کے بعد ذبح کیا جائے گا۔ اور اگر ناپاک شے کا اثر اس کے گوشت میں نہیں آتا تو رکنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔

کویت سے شائع ہونے والے مجموعۃ الفتاویٰ الشرعیہ میں بھی اسی قسم کا جواب موجود ہے جو علماء کی ایک جماعت کے ذریعہ دیا گیا ہے۔

(۱)...فی معظم الأطعمة التی تجهز للدواجن علی الدم المسفوح من الأبقار والأغنام۔

(۲)...فی بعض الأحیان هذه الأغذیة الجاهزة للدواجن تأتی من البلدان الغربیة وهم یخلطون فیها دماء الخنازیر التی تذبح عندهم فی المجازر العامة وحتی یخلطون فیها لحما مفروما من لحم الخنزیر التی یموت فما حکم الشرع لهذه الدواجن ولحم الأبقار التی غذّیت بحرام وهل یجوز أکلها للمسلم؟

أجابت اللجنة بمایلی: إن إطعام الدواجن وغیرها من الحیوانات مأکولة اللحم الدم وغیره من المواد النجسة لا یحرم لحمها ولکن إن أصبح لحمها نتن بذلك ندب منع المواد النجسة عنها مدة نتن الزمن ثلاثة أیام أو أکثر ولا باس بذبحها وأکلها بعد ذلك فإن ثبت ضرر صحی من أکلها منع أکلها طالما استمر الضرر واللجنة تشیر أن علی مربی المواشی أن یتوقوا إطعامها المواد النجسة ما أمکن وخاصة قبل ذبحها (مجموعة الفتاویٰ الشرعیة کویت ۲۰/ ۳۵۹۳۵۸)۔ هذا ماعندی والله اعلم بالصواب۔

جواب (۵): سوال کے پہلے جزو کا جواب شروع کے تین سوالوں میں جزوی طور پر آچکا ہے۔

غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال کرنا ناجائز اور مکروہ ہے، کسی شخص یا کمپنی کا اپنے مالی منافع کے لئے لوگوں کو ضرر پہنچانا جائز نہیں ہے۔ خریدار غذائی مصنوعات اپنی صحت کی درستگی اور جان کی سلامتی کے لئے خریدتا ہے، اگر دودھ، مٹھائی، گھی، تیل وغیرہ سامانوں میں مضر صحت اشیاء مثلاً کولگیٹ کیمیکل وغیرہ ملائے جائیں تو یہ سراسر غش ہے، اس کے ناجائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے محض غلہ کے تر ہونے کو غش قرار دیا اور فرمایا: من غشنا فلیس منا۔ جو ہم کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں (صحیح مسلم ۱/۷۱)۔

ہندوستان جیسے ملک میں جہاں سارا کام رشوت پر چل رہا ہے، ملاوٹ کرنے والوں کی چاندی ہے، کھانے کے تیل، دیسی گھی، دودھ اور مٹھائیوں میں طرح طرح کی نقصاندہ اشیاء ملائی جاتی ہیں؛ یہاں تک کہ دواؤں کے بارے میں بھی تجربہ ہے کہ ہندوستان میں بیس فیصد دوائیں جعلی اور ملاوٹی چل رہی ہیں، اس طرح کا عمل سراسر دھوکہ اور فریب ہے۔ اسلامی شرع میں اس کی کوئی گنجائش نہیں، ایسا کرنے والے ملکی قانون کا مذاق اڑاتے ہیں، اور محض پیسہ کمانے کے لئے بنی نوع انسان کی زندگیوں سے کھلواڑ کرتے ہیں۔ قانون کے محافظ اگر ایمانداری سے سامانوں کی جانچ کرتے تو ایسے فریب کار سلاخوں کے پیچھے ہوتے یا فریب کاری سے باز آجاتے۔ ملک میں شوگر، بلڈ پریشر اور کینسر جیسے مہلک امراض میں جو اضافہ ہو رہا ہے اس میں خوردنی اشیاء میں ملاوٹ کا بہت دخل ہے، یہ سراسر اضرار ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان لاضرر ولاضرار فی الاسلام کے بالکلیہ منافی ہے؛ اس لئے اس کے ناجائز ہونے میں ذرا بھی شبہ نہیں۔

آدمی کی جان اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے، صحت اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے، اس کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آنکھ کی حفاظت کے لئے سرمہ لگاتے تھے، سر پر تیل رکھتے تھے، پابندی سے مسواک کرتے تھے۔ بیماری میں آپ نے دوا کرنے کا حکم دیا اور آپ نے ارشاد فرمایا: إن لزوجك علیك حقا ولنفسك علیك حقا (ترمذی شریف) تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے اور تمہاری ذات کا تم پر حق ہے، اسی لئے خودکشی کو شریعت نے بہت بڑا جرم قرار دیا ہے، اور خودکشی کرنے والے کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا (صحیح مسلم ۲/۷۲)۔

اس لئے اگر کوئی شخص جان بوجھ کر اپنے کو نقصان پہنچانے کے لئے ایسی چیزیں خریدتا ہے، کھاتا ہے یا کھلاتا ہے تو یہ بھی ناجائز ہوگا، لیکن ہندوستان جیسے ملک میں رہنے والا شخص اگر خالص سامان جو ملاوٹ سے پاک صاف ہو اس کی تلاش میں لگ جائے تو فکر اور بھوک سے مر جائے گا، جہاں سبزیاں انجکشن لگا کر بڑھائی جاتی ہوں، پھل کیمیکل سے پکائے جاتے ہوں، دودھ میں زہریلے مادے ملائے جاتے ہوں، پیسے ہوئے مسالوں میں گھوڑے کی لید تک ملانے کا ثبوت ہو، ایسے ملک میں خالص اور شدھ سامان کہاں مل سکتا ہے کہ خریدنے والوں کو اور کھانے والوں کو اس کا مکلف بنایا جائے۔ زیادہ سے زیادہ نصیحت کی جاسکتی ہے کہ جانچ پڑتال کر کے خریدیں، ملاوٹی سامانوں سے پرہیز کریں۔ ھذا ماعندی واللہ اعلم بالصواب۔

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول فقہی جزئیات کی روشنی میں

مفتی محمد مقصود فرقانی [1]

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے بارے میں جو سوالات کئے گئے ہیں ان کے جوابات ہم نے فقہی جزئیات کی روشنی میں دینے کی کوشش کی ہے۔

حنابلہ کے نزدیک مسئلہ یہ ہے کہ وہ کھیتی جس میں کھاد کے اندر ناپاک شئی ملا کر ڈالی جائے اور اس کھاد کو کھیتی میں بکھیرا جائے یا کھیتی کو ناپاک پانی سے سیراب کیا جائے یا پھل کو ناپاک شئی سے پکایا جائے تو یہ حرام ہے، اور حنفیہ اور مالکیہ وشافعیہ کے نزدیک وہ کھیتی جائز ہے، پس وہ مچھلیاں جنہیں خنزیر کی چربی دی جاتی ہے ان کا کھانا جائز ہے؛ کیونکہ ان کی غذا مخلوط ہوتی ہے جیسے عقعق کوا کہ اس کے بارے میں حنفیہ کا اصح قول یہ ہے کہ وہ حلال ہے؛ کیونکہ وہ مخلوط غذا کھاتا ہے، اور جیسے جلالہ جانور جس کی غذا مخلوط ہوتی ہے اس کا کھانا جائز ہے، اسی طرح وہ بکری کا بچہ جو کتیا اور خنزیر کا دودھ پیئے اور اسی سے پرورش پائے اس کا کھانا جائز ہے، اور وہ انڈا جو ناپاک پانی میں ابالا گیا ہو وہ بھی پاک ہے۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ جیسے شراب کا پینے والا اور وہ کافر جو خنزیر اور محرمات کو کھاتا ہے اس کو کسی بھی فقیہ نے ناپاک نہیں کہا ہے، اگر وہ خنزیر اور محرمات کے کھانے سے ناپاک ہوجائے تو اسلام اور غسل کے ذریعہ بھی پاک نہیں ہوگا، اسی طرح جلالہ جانور جس کو بند کرکے پاک کیا جاتا ہے وہ بھی پاک نہیں ہوگا، پس جب کافر پاک رہتا ہے اور جلالہ جانور بھی بند کرنے سے پاک ہوجاتا ہے تو وہ مچھلیاں جنہیں خنزیر کی چربی دی جاتی ہے ان کا کھانا بھی جائز ہوگا؛ کیونکہ ان میں استحالہ ہوجاتا ہے اور چربی کا اثر باقی نہیں رہتا؛ لہٰذا اگر کسی ماکول اللحم جانور کو شراب پلادی جائے اور اسے اسی وقت ذبح کردیا جائے تو اس کا کھانا جائز ہے البتہ مکروہ ہے، اور ابوسعود میں ہے: وہ کھیتی جو نجاست کے ذریعہ سیراب کی جائے وہ حرام نہیں ہے نہ مکروہ ہے بلکہ وہ حلال ہے، اور وہ کھانا اور پانی جو محرمات ومسکرات اور نجاست سے خالی ہو اس کا کھانا اور پینا حلال ہے بشرطیکہ وہ کھانا اور پانی سمیت یعنی زہریلی مادہ سے خالی ہو؛ کیونکہ وہ شئی جو انسانی صحت کے لئے مضر ہے وہ حرام ہے۔ حنفیہ اور مالکیہ کا مذہب ہے جس میں ایک روایت امام احمدؒ سے بھی ہے کہ نجس العین استحالہ کے ذریعہ دوسرے عین سے پاک ہوجاتا ہے، جب خنزیر نمک بن جائے تو اس کا کھانا جائز ہے، شافعیہ وحنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ نجس العین استحالہ سے پاک نہیں ہوتا، نجاست اگر کنواں میں گر جائے اور وہ مٹی ہوجائے اور شراب سرکہ بن جائے تو حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک یہ استحالہ حلال ہوگا، اسی طرح رحم مادر کے اندر مادہ منویہ ناپاک ہوتا ہے مگر جب وہ گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے تو پاک ہوجاتا ہے اور انگور کا عصیر پاک ہوتا ہے مگر جب وہ شراب بن جاتا ہے تو وہ ناپاک ہوجاتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ انقلاب عین وانقلاب ماہیت سے شئی کا حکم بدل جاتا ہے، پس وہ مچھلیاں یا وہ پرندے اور جانور وغیرہ جو ماکول اللحم ہیں اور انہیں خنزیر کی چربی وغیرہ دی جاتی ہے تو یہ انقلاب عین ہوتا ہے اور وہ چربی انقلاب ماہیت ہوجاتی ہے پس اس صورت میں ان مچھلیوں اور دوسری اشیاء کا کھانا جائز ہوگا۔ اسی طرح وہ پودے یا درخت اور کھیتی جس میں ناپاک اشیاء اور ناپاک پانی کا استعمال کیا جاتا ہے اس سے بھی استحالہ اور انقلاب عین ہوجاتا ہے؛ لہٰذا وہ بھی حلال اور جائز ہے، ایسے ہی وہ کھاد جس میں سمیت ہوتی ہے اور اس کو کھیتی میں ڈالا جاتا ہے اس میں بھی انقلاب عین ہوتا ہے؛ لہٰذا وہ بھی جائز ہے۔

البتہ ایسی اشیاء جن میں سمیت ہوتی ہے یعنی وہ زہریلی ہوتی ہیں، اور انسانیت کے لئے وہ نقصان دہ ہیں تو ان کا استعمال پھلوں کو پکانے اور

---

[1] جامع العلوم فرقانیہ رامپور۔

سبزیوں وغیرہ کے حجم کو بڑھانے کے لئے اور ان میں رنگ پیدا کرنے کے لئے ممنوع ہے؛ کیونکہ انسانی صحت ایک اہم چیز ہے جس کی حفاظت ہمارے اوپر واجب ہے، لہذا وہ دوائیں اور انجکشن جو پھلوں میں رنگ اور مزا پیدا کرنے کے لئے اور ان کو موٹا کرنے کے لئے لگائے جائیں جو زہر آلود ہوں وہ حرام اور ممنوع ہیں اور فطرت خداوندی کے خلاف ہیں، ایسے زہر آلود کیمیکل کا استعمال کرنا باعث گناہ ہے، اسی طرح بھینس وغیرہ کے دودھ دینے کے لئے جو انجکشن لگایا جاتا ہے اگر وہ انجکشن انسانی صحت کے لئے نقصان دہ ہے اور اس کے اثرات دودھ میں باقی رہتے ہیں تو یہ ناجائز ہے، اور اگر اس کے اثرات دودھ میں باقی نہیں رہتے تو وہ جائز ہے۔

موسوعہ فقہیہ (۵/۱۲۵) پر ہے:

”ما يحرم أكله لأسباب مختلفة، السبب الأول الضرر اللاحق بالبدن أو العقل ولهذه أمثلة كثيرة منها الأشياء السامة سواء أكانت حيوانية كالسمك السام وكالوزغ والعقارب والحيات السامة والزنبور والنحل وما يستخرج منها من مواد سامة أم كانت نباتية كبعض الأزهار والثمار السامة أم جمادية كالزرنيخ فكل هذه تحرم لقوله تعالى: لاتقتلوا أنفسكم، ولقول الرسول ﷺ: من تحسى سمًا فقتل نفسه فسمه في يده يتحساه في نار جهنم خالدًا مخلدًا فيها أبدًا“

(کسی چیز کا کھانا مختلف اسباب سے حرام ہوتا ہے، پہلا سبب ضرر ہے جو جسم یا عقل کو لاحق ہوتا ہے، اس کی بہت سی مثالیں ہیں، انہیں میں سے زہریلی چیزیں ہیں، خواہ وہ حیوانات میں سے ہوں، جیسے زہریلی مچھلی، چھپکلی، بچھو اور زہریلا سانپ، بھڑ اور شہد کی مکھی اور ان سے نکلنے والے زہریلے مادے، یا نباتات میں سے ہوں، جیسے بعض زہریلے پھول اور پھل، یا جمادات میں سے ہوں، جیسے زرنیخ، تو یہ تمام چیزیں حرام ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اپنی جانوں کو ہلاکت میں مت ڈالو“......)۔

اور اسی کتاب کے اسی صفحہ پر ہے:

”ومنها الأشياء الضارة وإن لم تكن سامة وقد ذكر منها في كتب الفقه الطين والتراب والحجر والفحم على سبيل التمثيل“ (اور نقصان پہنچانے والے اسباب میں سے وہ اشیاء بھی ہیں جو اگرچہ زہریلی نہیں ہیں مگر نقصان پہنچاتی ہیں جیسے کیچڑ، مٹی، پتھر اور کوئلہ وغیرہ، لہذا ان کا استعمال کرنا بھی منع ہے)۔

اور اسی موسوعہ فقہیہ کے صفحہ (۱۲۶) پر ہے:

”السبب الثالث النجاسة فيحرم النجس والمتنجس بما لا يعفى عنه فالنجس كالدم والمتنجس كالسمن الذى ماتت فيه الفارة وكان مائعًا فإنه يتنجس كله فإن كان جامدًا ينجس ماحول الفارة فقط فإذا ما طرح ما حولها حل أكل باقية، ومن أمثلة المتنجس عند الحنابلة ما سقي أو سمد بنجس من زرع وثمر فهو محرم لتنجسه ولا يحل حتى يسقى بعد ذلك بماء طاهر يستهلك عين النجاسة ونقل في الإنصاف عن ابن عقيل قونه ليس بنجس ولا محرم بل يطهر بالاستحالة كالدم يستحيل لبنًا ومما يذكر بنا أن روث ما يؤكل لحمه طاهر فالتسميد به لا يحرم الزرع وصرح الحنفية والمالكية والشافعية في المسقى المذكور انه لا يتنجس ولا يحرم. ومن أمثلة المتنجس على خلاف بين الفقهاء البيض الذى سلق بماء نجس وتفصيله في بيض“۔

(اور تیسرا سبب جو انسان کو نقصان پہنچانے والا ہے وہ نجاست ہے، لہذا نجس اور نجس ہونے والی چیز دونوں حرام ہیں، نجس کی مثال خون ہے جس کا استعمال حرام ہے، اور نجس ہونے والی شئی کی مثال وہ گھی ہے جس میں چوہا مر جائے، گھی رقیق ہو تو مسئلہ یہ ہے کہ سب گھی ناپاک ہو جائے گا، اور اگر گھی جما ہوا ہو تو مرے ہوئے چوہے کے ارد گرد کا گھی ناپاک ہوگا باقی اطراف کا گھی پاک رہے گا؛ لہذا چوہے کے آس پاس کا گھی پھینک کر باقی گھی کا استعمال کرنا جائز ہوگا، اور ناپاک ہونے والی مثالوں میں سے حنابلہ کے نزدیک وہ کھیتی ہے جو سیراب کی جائے کسی نجس پانی سے، کھیتی ہو یا پھل ہو پس وہ حرام ہے اس کے ناپاک ہونے کی وجہ سے، اور نہیں جائز ہے وہ یہاں تک کہ سیراب کر دی جائے پاک پانی سے جو ختم کر دے عین نجاست کو، اور

انصاف کے اندر ابن عقیل سے نقل کیا گیا ہے، ان کا قول: ''لیس بنجس ولا محرم''، جس کا مطلب یہ ہے کہ نہ وہ ناپاک ہے اور نہ وہ حرام ہے بلکہ پاک ہو جاتی ہے استحالہ کے ساتھ جیسے کہ خون جو دودھ بن جائے، اور یہ بات یہاں قابل ذکر ہے کہ اس جانور کی لید جس کا گوشت کھایا جاتا ہے وہ پاک ہے پس اس کو بطور کھاد استعمال کرنا کھیتی کو حرام نہیں کرتا ہے۔ اور حنفیہ اور شافعیہ و مالکیہ نے اس کھیتی کے بارے میں جس کا ذکر کیا گیا ہے یہ صراحت کی ہے کہ نہ وہ ناپاک ہوتی ہے اور نہ حرام ہوتی ہے، اور ناپاک ہونے والی مثالوں میں حسب اختلاف فقہاء وہ انڈا ہے جس کو ناپاک پانی سے ابالا گیا ہو، اور اس کی تفصیل انڈا کے باب میں ہے)۔

موسوعہ فقہیہ (۵/۱۳۶) پر ہے:

''وأما العقعق وهو غراب نحو الحمامة حجمًا طويل الذنب فيه بياض وسواد فهو حرام عند الجمهور، حلال عند أبي حنيفة، مكروه تحريمًا عند أبي يوسف، والأصح عند الحنفية حله لأنه يخلط فيأكل الجيف والحب فلا يكون مستخبثًا''۔

اور (ص:۱۳۸) پر ہے:

''ويحرم العقعق عند الثلاثة أيضًا لأنه يأكل الجيف كالغراب الأبقع''۔

(پس وہ مچھلیاں جنہیں خنزیر کی چربی دی جاتی ہے ان کا کھانا جائز ہے جیسے کہ عقعق وہ کوا ہے جو کبوتر کے برابر ہوتا ہے جس کی دم لانبی ہوتی ہے اور سفید و کالا ہوتا ہے وہ جمہور علماء کے نزدیک حرام ہے مگر امام اعظم کے نزدیک حلال ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے، اور حنفیہ کا اصح قول یہ ہے کہ وہ حلال ہے؛ کیونکہ وہ مخلوط ہوتا ہے مردار کو بھی کھاتا ہے اور دانہ کو بھی کھاتا ہے لہذا وہ خبیث نہیں ہوگا، اور ائمہ ثلاثہ کا قول یہ ہے کہ وہ حرام ہوگا؛ کیونکہ وہ مردار کو کھاتا ہے جیسے کہ ابقع کوا کہ اس کو کھانا حرام ہے، کیونکہ وہ مردار کھاتا ہے)۔

پس اسی پر قیاس کرتے ہوئے ان مچھلیوں کا کھانا جائز ہے جنہیں خنزیر کی چربی دی جاتی ہے؛ کیونکہ ان کی غذا مخلوط ہوتی ہے، خنزیر کی چربی بھی دی جاتی ہے اور اس کے علاوہ بھی غذا دی جاتی ہے، ہاں اگر ان مچھلیوں کو خنزیر کی چربی کے علاوہ دوسری کوئی حلال غذا نہ دی جائے تو پھر ان کا کھانا حرام ہوگا (دیکھئے: شامی ۵/۲۶۶)۔

علامہ شامی نے جلالہ جانور کے تعلق سے تفصیل سے بحث کی ہے جس کو خلاصہ کے طور پر یہاں پیش کیا جارہا ہے:

جلالہ وہ اونٹنی یا گائے یا بکری ہے جس کی اکثر غذا نجاست ہو تو اس کا کھانا مکروہ ہے؛ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ اونٹنی کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جب اس کا غالب کھانا نجاست ہوگا تو اس کا گوشت متغیر اور بدبودار ہوگا، پس وہ ایسے ہی ہے جیسے بدبودار گوشت کا کھانا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ جانور کے دودھ پینے سے بھی منع فرمایا ہے اور وہ اس لئے کہ اس کا گوشت جب متغیر ہوگا تو اس کا دودھ بھی متغیر ہوگا، اور جس روایت میں اس پر سوار ہونے سے منع کیا گیا ہے تو وہ محمول ہے اس بات پر کہ جلالہ بدبودار جانور ہے، لہذا اس کے استعمال کرنے سے منع کیا جائے گا؛ تاکہ لوگوں کو اس کی بدبو سے تکلیف نہ پہنچے، اور اگر نجاست کھانے سے اسے روک دیا جائے اور پاک چارہ دیا جائے تو کراہت دور ہو جاتی ہے، اور ابن رستم نے امام محمدؒ سے روایت کیا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب کہ وہ مخلوط نہ ہو اور ان کی اکثر غذا مردار یا گندگی ہو، لیکن اگر ان کی غذا مخلوط ہو تو وہ جلالہ نہیں ہوں گے اور نہ ان کا کھانا مکروہ ہوگا؛ کیونکہ وہ بدبودار نہیں ہوں گے، اور جلالہ مرغی کا کھانا مکروہ نہیں ہے اگرچہ وہ نجاست کھاتی ہو؛ اس لئے کہ اس کا غالب کھانا نجاست نہیں ہوتا بلکہ وہ مرغی دانہ بھی کھاتی ہے، اور کہا گیا ہے کہ وہ مکروہ نہیں ہے اس لئے کہ وہ بدبودار نہیں ہوتی جیسے کہ جلالہ اونٹ بدبودار ہو جاتا ہے، اور حکم بدبو سے متعلق ہے، اسی وجہ سے فقہاء نے بکری کے بچے کے بارے میں کہا ہے کہ جب وہ خنزیر کا دودھ پیئے اور وہ بڑا ہو جائے تو اس کا کھانا مکروہ نہیں ہے؛ اس لئے کہ اس کا گوشت متغیر نہیں ہوگا اور نہ بدبودار ہوگا، اور یہ جزئیہ دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ اعتبار بدبو کا ہے نہ کہ نجاست کے کھانے کا (شامی ۵/۱۴۹)۔

اور موسوعہ فقہیہ میں ہے:

''جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ جلالہ اور یہ وہ جانور ہے جو گندگی کھاتا ہے یا اس کے علاوہ نجاست کھاتا ہے، اس کا گوشت کھانا اور اس کا دودھ پینا اور اس کے انڈے کا کھانا مکروہ ہے جبکہ اس کے گوشت کا تغیر بدبو کے ساتھ اس کے پسینہ میں ظاہر ہو جائے، اور ایک قول میں شافعیہ کے نزدیک اور ایک روایت میں امام احمدؒ کے نزدیک اس کا گوشت کھانا اور اس کا دودھ پینا حرام ہے، اور اصل اس میں ابن عمرؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے جلالہ اونٹ کا گوشت کھانے سے اور اس کا دودھ پینے سے، اور نہ بوجھ لادا جائے اس پر سوائے چمڑے کے، اور نہ اس کو لوگ ذبح کریں جب تک کہ چالیس دن اسے چارہ نہ دیا جائے، بہر حال جب اس سے کوئی تغیر یعنی بدبو ظاہر نہ ہو تو شافعیہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اگر چہ وہ سوائے نجاست کے کچھ اور نہ کھاتا ہو، اور حنابلہ نے کہا کہ اس کے گوشت اور دودھ کا پینا مکروہ ہے جبکہ اس کا اکثر چارہ نجاست ہو اگر چہ اس سے بدبو وغیرہ ظاہر نہ ہو۔

صاحب مغنی نے لیث سے ان کا قول نقل کیا ہے کہ فقہاء مکروہ سمجھتے ہیں اس جانور کو جس کا کھانا سوائے گندگی کے دوسرا نہیں ہو، مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ جلالہ کا گوشت مکروہ نہیں ہے اگر چہ اس میں تغیر ہو جائے۔ ان فقہاء کے درمیان جو جلالہ کے گوشت کے کھانے کی حرمت کے قائل ہیں یا اس کی کراہت کے قائل ہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اسے روکنے اور پاک چارہ دینے پر کراہت یا حرمت دور ہو جاتی ہے، لیکن مدت حبس میں اختلاف ہے، شافعیہ نے کہا: اونٹنی کو چالیس دن قید کیا جائے اور گائے کو تیس دن اور بکری کو سات دن اور مرغی کو تین دن، اور حنفیہ کے نزدیک مرغی کو تین دن اور بکری کو چار دن اور اونٹ گائے کو دس دن قید کیا جائے۔ امام احمد سے دو روایتیں ہیں: ایک یہ ہے کہ جلالہ چاہے پرندہ ہو یا جانور تین دن قید کیا جائے، اور حنابلہ کا کہنا ہے کہ جو چیز روکنے اور چارہ دینے کی مدت میں کسی حیوان کو پاک کرتی ہے وہی دوسرے کو بھی پاک کرے گی۔

ابن عمرؓ تین دن قید کرتے تھے جب اس کو کھانے کا ارادہ فرماتے تھے، اور دوسری روایت یہ ہے کہ اونٹ اور گائے کو چالیس دن بند کیا جائے گا، اور صاحب مغنی نے حضرت حسن بصریؒ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اس کے گوشت اور اس کے دودھ کے اندر رخصت دی ہے؛ اس لئے کہ نجاست کے کھانے سے حیوان ناپاک نہیں ہوتا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ شراب کے پینے والے پر اس کے اعضاء کے ناپاک ہونے کا حکم نہیں لگایا جاتا ہے، اور وہ کافر جو خنزیر اور محرمات کو کھاتا ہے اس کے ظاہر کو کسی نے بھی نجس نہیں کہا ہے، اگر وہ اس سے ناپاک ہو جاتا تو پھر اسلام اور غسل کے ذریعہ پاک نہیں ہوتا، اسی طرح اگر جلالہ نجس ہوتا تو وہ قید کرنے سے پاک نہیں ہوتا، حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ جلالہ کا جھوٹا مکروہ ہے اور اس کی قربانی درست نہیں ہے اگر وہ نجاست کے علاوہ کچھ اور نہیں کھائے۔

شامی (۵/ ۲۹۷) میں ہے:

''اور مکروہ ہے گدھی کا گوشت اور اس کا دودھ اور جلالہ کا دودھ جو گندگی کو کھاتی ہے اور گھوڑی کا دودھ اور اونٹ کا پیشاب بھی مکروہ ہے اور ان دونوں کا گوشت بھی مکروہ ہے، اور بند کر دیا جائے گا جلالہ جانور کو یہاں تک کہ اس کے گوشت کی بو ختم ہو جائے، اور مرغی کے لئے تین دن قید کرنے کی مقدار بیان کی گئی ہے اور بکری کے لئے چار دن اور اونٹ و گائے، بیل کے لئے دس دن ظاہر طور پر، اور اگر کھائے وہ نجاست اور اس کے علاوہ دوسری چیز کو اس طریقہ پر کہ اس کا گوشت بدبودار نہ ہو تو وہ حلال ہے جیسے کہ بکری کا بچہ حلال ہے جس نے خنزیر کے دودھ سے پرورش پائی ہو؛ اس لئے کہ اس کا گوشت متغیر نہیں ہوتا ہے اور وہ غذا کھاتا ہے اور وہ غذا ہلاک ہو جاتی ہے، لہذا اس کا اثر باقی نہیں رہتا، اور اگر شراب پلائی جائے اس جانور کو جس کا گوشت کھایا جاتا ہے اور اس کو اسی وقت ذبح کر لیا جائے تو اس کا کھانا حلال ہے؛ البتہ مکروہ ہے۔

ماتن کا قول ''التی تأکل العذرۃ'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا گوشت بدبودار ہو جائے، شرح وہبانیہ اور منتقی کے اندر ہے کہ جلالہ جانور مکروہ ہے جبکہ اس سے بو پائی جائے؛ لہذا نہ اس کو کھایا جائے اور نہ اس کا دودھ پیا جائے اور نہ اس پر سواری کی جائے، اور مکروہ ہے اس کا بیچنا اور اس کا ہبہ کرنا، اور بقالی نے کہا کہ اس کا پسینہ ناپاک ہے۔

اور ماتن کا قول ''علی الأظهر'' اس کا مطلب یہ ہے کہ شرح وہبانیہ میں تجنیس سے نقل کیا ہے اور وہی مختار ہے ظاہر قول پر، ظاہر یہ ہے کہ ان جانوروں کی طہارت مذکورہ مدت سے حاصل ہو جاتی ہے اور بزازیہ میں کہا کہ وہ شرط ہے ان جانوروں میں جو سوائے مردار کے کچھ نہیں کھاتے، اور ان کی تقدیر قید کرنے کی اونٹ کے اندر ایک مہینہ ہے اور بیل گائے میں بیس دن ہے اور بکری میں دس دن ہے، اور علامہ سرخسی نے کہا کہ صحیح قول عدم

تقدیر ہے، صرف اس قدر بند کئے جائیں گے کہ ان کی بوختم ہوجائے۔

اور ماتن کا قول "حلت" اس کا مطلب یہ ہے کہ فقہاء نے کہا ہے کہ مرغی کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ اس لئے کہ اس کی غذا مخلوط ہوتی ہے اور اس کا گوشت متغیر نہیں ہوتا، اور روایت کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرغی کھاتے تھے، اور جو روایت کیا گیا کہ مرغی کو تین دن بند کر دیا جائے پھر ذبح کیا جائے یہ احتیاطی طور پر ہے۔

اور ماتن کا قول "لأن لحمه لا يتغير الخ" اس کا مطلب یہ ہے کہ ذخیرہ میں ہے جو موافق ہے اس کے جو گزر چکا کہ معتبر بو ہے؛ لیکن خانیہ میں ذکر کیا ہے کہ امام حسن نے کہا: نہیں ہے کوئی حرج اس کے کھانے میں، اور ابن مبارک نے کہا: اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اس کو چند دن چارہ دے دیا گیا اس کے بعد تو وہ مثل جلالہ کے ہوگیا، اور شرح وہبانیہ میں قنیہ سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا کھانا حلال ہے جبکہ اسے چند دن کے بعد ذبح کیا جائے ورنہ نہیں۔

فرع: ابوسعود میں ہے کہ وہ کھیتی جس کو نجاست کے ذریعہ سیراب کیا گیا ہو وہ حرام نہیں ہے اور نہیں مکروہ ہے وہ اکثر فقہاء کے نزدیک، اس کا کھانا حلال ہے اور مکروہ ہے بظاہر کراہت تحریمی معلوم ہوتی ہے، اور اسی پر غور کرلیا جائے فرق کو کھیتی کے درمیان اور جلالہ جانور کے درمیان جو نجاست کو کھاتا ہے اور اس کے غیر کے درمیان اور اس بکری کے بچے کے درمیان جو خنزیر اور کتیا کے دودھ کو پیتا ہے"۔

شامی (۵/ ۲۲۶) پر ہے:

"ماتن کا قول (ولو متولدًا في ماء نجس) اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جانور جو ناپاک پانی میں پیدا ہوا اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے بوجہ حلال ہونے نص کے ساتھ، اور اس کا ہونا نجاست کے کھانے کے ساتھ نہیں روکتا ہے اس کی حلت کو، اور اشارہ کیا ہے اس کے ساتھ اونٹ اور گائے کی طرف جو جلالہ ہے، اور دجاجہ کی طرف، اور یہ ان مسائل میں سے ہے جن میں امام صاحب نے توقف کیا ہے۔ پس آپ نے فرمایا: میں نہیں جانتا ہوں کب اس کا کھانا جائز ہوگا، اور تجنیس میں ہے جبکہ اس کا چارہ نجاست ہو تو مرغی کو بند کیا جائے گا تین دن اور بکری کو چار دن اور اونٹ گائے کو دس دن، اور یہی مختار ہے بظاہر قول میں، اور کہا امام سرخسی نے اور زیادہ صحیح تقدیر کا نہ ہونا ہے اس حال میں کہ اس کو بند کیا جائے یہاں تک کہ اس کی بوختم ہوجائے، اور ملتقی میں ہے مکروہ جلالہ اس وقت ہے جبکہ اس سے بو پائی جائے پس اس کو نہ کھایا جائے اور نہ اس کا دودھ پیا جائے اور نہ اس پر سواری کی جائے، اور مکروہ ہے اس کا بیچنا اور ہبہ کرنا، اور ذکر کیا ہے بقالی نے کہ اس کا پسینہ ناپاک ہے، اور مختصر المحیط میں ہے اور نہیں مکروہ ہے گھومنے والی مرغی اگرچہ وہ نجاست کھائے یعنی اس میں بدبو نہ ہو جیسے کہ گزر چکا: اس لئے کہ وہ مخلوط ہوتی ہے اور اس کا گوشت متغیر نہیں ہوتا اور اس کا بند رکھنا چند دن احتیاط کے طور پر ہے، اور اسی کے ساتھ جواب حاصل ہوجاتا ہے ان کے قول کا حاشیۃ الدرر میں، اور غور کرلیا جائے فرق مچھلی اور جلالہ کے درمیان اس طریقہ کے ساتھ کہ مچھلی کو اٹھایا جائے اس صورت میں جبکہ بدبودار نہ ہو، اور مراد لیا جائے جلالہ سے بدبودار کو"۔

الفتاوی الشرعیہ (۶/ ۳۱۵) پر ہے:

"يجوز إطعام الأغنام وغيرها من الحيوانات المأكولة اللحم أعلافًا يدخل في تكوينها العظام والشحوم واللحوم المأخوذة من ذبائح مذكاة ولو كانت تلك اللحوم غير صالحة للاستعمال البشري لانتهاء مدة صلاحيتها أو لغير ذلك من الأسباب لأن هذه المواد المضافة إلى العلف الطبيعي طاهرة يجوز الانتفاع بها أما إضافة لحوم وشحوم وعظام الحيوانات الميتة أو الدم لو من حيوان مذكى فهو مكروه لأن فيه انتفاعًا بالنجاسات والأصل عدم جوازه ومع هذا يجوز أكل لحم الحيوانات المعلوفة بما دخل فيه الدم أو الميتة بنسبة قليلة بحيث لا ينتن اللحم من هذا العلف فلا يأخذ حكم الحيوانات الجلالة وهي التي جميع أكلها أو غالبه من النجاسات بحيث ينتن لحمها وتظهر منه رائحة النتن"۔

(چارہ دینا جائز ہے بھیڑ بکریوں اور ان کے علاوہ ان حیوانات کو جن کا گوشت کھایا جاتا ہے جو داخل کرتا ہے ان کی جسامت میں ہڈیوں اور چربی اور گوشت کو جو لیے جائیں پاک ذبیحوں سے اگرچہ وہ گوشت غیر صالح ہو انسان کے لئے بوجہ منتہی ہوجانے اس کی صالحیت کی مدت کے یا اس

کے علاوہ اس کے اسباب سے، اسی لئے یہ مادے جن کی اضافت طبیعی چارے کی طرف کی گئی ہے پاک ہیں اور ان کے ذریعہ نفع حاصل کرنا جائز ہے۔

بہر حال گوشت اور چربی اور مردار جانوروں کی ہڈیوں کی اضافت اگر چہ وہ ذبح کئے گئے ہوں وہ مکروہ ہے۔ اس لئے کہ اس میں نجاست کے ذریعہ انتفاع حاصل کرنا ہے اور اصل عدم جواز ہے، اور اسی کے ساتھ جائز ہے ان حیوانات کے گوشت کا کھانا جن کو چارہ دیا جاتا ہے ایسی چیز کے ساتھ جس میں خون اور مردار داخل ہو نسبت قلیلہ کے ساتھ، اس حیثیت سے کہ اس چارہ سے گوشت بدبودار نہیں ہوتو وہ جلالہ جانور کے حکم کے مشابہ نہیں ہوگا جس کا کل کھانا یا اس کا اکثر کھانا نجاست ہوتا ہے، اس حیثیت سے کہ ان کا گوشت بدبودار ہو جاتا ہے اور اس سے بو ظاہر ہو جاتی ہے)۔

فتاوی شرعیہ (۱۳/ ۳۶۷) پر ہے:

''وعليه فإن كل مطعوم أو مشروب يكون حلالًا للإنسان إذا لم يوجد فيه محرم ومن المحرمات فی الطعام والشراب المسكرات والنجاسات وما فيه إضرار بالصحة كالسموم فإذا ثبت قطعًا أو بظن غالب أن فی مطعوم أو مشروب مادة مسكرة أو نجسة أو مضرة بالصحة حرم وإلا فلا يحرم ويستوی فی ذلك المشروبات الغازية والاجبان وغيرها''۔

(ہر کھانا اور ہر مشروب انسان کے لئے حلال ہوگا جبکہ اس میں کوئی حرام چیز نہ پائی جائے اور حرام چیزوں میں سے کھانے اور پینے میں نشہ پیدا کرنے والی چیزیں ہیں یا نجاست ہے یا وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعہ انسان کو نقصان پہنچے جیسے کہ زہر پس جبکہ ثابت ہو یہ چیز قطعاً یا غالب طور پر کہ مطعومات یا مشروبات میں مادہ مسکر ملا ہوا ہے یا نجس چیز ملی ہوئی ہے یا کوئی زہر آلود چیز ہے تو وہ حرام ہے ورنہ حرام نہیں ہے، اور ان مشروبات میں غذائی اور غیر غذائی سب چیزیں برابر ہیں)۔

فتاوی شرعیہ (۲۰/ ۳۴۳) پر ہے:

''جب حاصل ہو تغیر یا استحالہ مواد اور اعیان نجسہ کے اندر دوسرے مادہ کی طرف تو بعض مذاہب اسلامیہ اعتبار کرتے ہیں اس استحالہ کو پاک اور ان کے نزدیک وہ مادہ نجسہ پاک ہو جاتا ہے اور حلال ہوتا ہے اس کا کھانا اور اس سے انتفاع کرنا، اور لوگوں کی سہولت کے پیش نظر فتوی بورڈ اسی کو اختیار کرتا ہے، بہر حال جبکہ دوسرے مادہ کی طرف استحالہ نہ ہوتو پھر وہ نجس رہتا ہے جو حرام ہے مگر اضطرار کی حالت میں وہ بھی جائز ہوتا ہے، اور اسی سے ان دواؤں کا استعمال کرنا ہے جو حلال دواؤں کے قائم مقام سے کوئی چیز نہیں ہوتی ہے، اور نہیں ہے کوئی تعارض ضرورت کے حکم کے درمیان اور دوا کے حرام کرنے کے درمیان محرمات کے ذریعہ حالت وسعت اور اختیار میں، اور یہ بورڈ ذمہ داروں سے سفارش کرتا ہے کہ مطعومات ومشروبات میں سے تمام غذاؤں کی تیاری میں اس بات کو یقینی بنائیں کہ وہ ہر قسم کے محرمات اور انسانی صحت کے لئے نقصان دہ مواد سے خالی ہو، اور صحت انسانی کی حفاظت کی خاطر ایسی چیزوں کا استعمال نہ کیا جائے جو ان سے خالی نہ ہوں''۔

الموسوعۃ الفقہیہ (۲۰/ ۳۵) پر ہے:

''ذهب الحنفية والمالكية وهو رواية عن أحمد إلى أن نجس العين يطهر باستحالته إلى عين أخرى فإذا استحالت عين الخنزير إلى ملح فإنه يطهر وذهب الشافعية والحنابلة إلى أن نجس العين لايطهر بالاستحالة واستثنوا من ذلك الخمر وجلد الميتة''۔

(حنفیہ اور مالکیہ کا مذہب ہے جس میں ایک روایت امام احمدؒ سے بھی ہے کہ نجس العین استحالہ کے ذریعہ پاک ہو جاتا ہے پس جب خنزیر نمک بن جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے، اور شافعیہ اور حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ نجس العین استحالہ سے پاک نہیں ہوتا اور انہوں نے اس سے استثنا کیا ہے شراب اور مردار کی کھال کا)۔

فتاوی شرعیہ (۲۳/ ۲۹۵) پر ہے:

''ذهب الحنفية والمالكية وهو رواية عن أحمد إلى أن نجس العين يطهر بالاستحالة فرماد النجس لايكون

نجسًا ولا يعتبر نجسًا ملحًا كان أو حمارًا أو خنزيرًا وغيرهما ولا نجس وقع في بئر فصار طينًا وكذلك الخمر إذا صارت خلا سواء بنفسها أو بفعل إنسان أو غيره لانقلاب العين ولأن الشرع رتب وصف النجاسة على تلك الحقيقة فينتفي بانتفائها فإذا صار العظم واللحم ملحًا أخذ حكم الملح لأن الملح غير العظم واللحم ونظائر ذلك في الشرع كثيرة منها العلقة فإنها نجسة فإذا تحولت إلى المضغة تطهر والعصير طاهر فإذا تحول خمرًا ينجس فيتبين من هذا أن استحالة العين تستتبع زوال الوصف المرتب عليها لذا فإن الجلالتين يعتبر مادة مستحيلة فهو غير الجلد والعظم الذي استخرج منهما وعلى هذا فإنه يباح صنعه وأكله وبيعه وشرائه "۔

(حنفیہ اور مالکیہ کا مذہب اور ایک روایت امام احمدؒ سے یہ ہے کہ نجس العین استحالہ کے ذریعہ پاک ہوجاتا ہے پس نجس چیز کی راکھ ناپاک نہیں ہوگی اور نہ نجس سمجھی جائے گی خواہ وہ نمک ہو یا گدھا یا خنزیر وغیرہ، اور نہیں ہے نجس وہ جو واقع ہوجائے کنواں میں اور وہ مٹی بن جائے، اور اسی طرح شراب کا حکم ہے جبکہ وہ سرکہ بن جائے خواہ خود سے بنے یا کسی انسان کے فعل سے بنے یا اس کے علاوہ سے بوجہ منقلب ہوجانے عین کے، اور اس لئے کہ شریعت نے مرتب کیا ہے نجاست کے وصف کو حقیقت پر، لہذا حقیقت کے ختم ہوجانے سے وصف بھی باقی نہیں رہے گا، لہذا جب ہڈی اور گوشت نمک ہوجائے تو وہ نمک کے حکم میں ہوں گے، اس لئے کہ نمک ہڈی اور گوشت کا غیر ہے، اور اس کی مثالیں شریعت میں بہت ہیں، ان میں سے علقہ ہے یعنی رحم مادر میں مادہ منویہ جب تک علقہ ہے تو ناپاک ہے مگر جب وہ بدل کر مضغہ بن جاتا ہے تو پاک ہوجاتا ہے، اور عصیر پاک ہے لیکن جب وہ بدل کر شراب بن جائے تو ناپاک ہوجاتا ہے، پس اس سے واضح ہوتا ہے کہ عین کے استحالہ کے ساتھ ہی اس پر مرتب ہونے والا وصف بھی زائل ہوجاتا ہے، اسی وجہ سے جلالہ جانور میں اعتبار کیا جائے گا مادہ مستحیلہ کا پس وہ کھال اور اس ہڈی کے علاوہ ہے جو نکالی جاتی ہے اس سے، اور اسی سے مباح ہے اس کھال میں کوئی عمل کرنا اور اس جانور کا کھانا اور اس کا بیچنا اور اس کا خریدنا)۔

خلاصہ:

(۱) ایسی کھاد کا استعمال جس میں سمیت شدید ہو اور اس کا اثر پیداوار میں بھی جاتا ہو اور اس کے کھانے سے انسانی صحت پر برا اثر پڑتا ہو اور جو مہلک بیماری پیدا کرے اس کا استعمال جائز نہیں ہے، اور ایسا کھاد جس کا اثر استعمال ہونے کے بعد باقی نہ رہتا ہو اور وہ انسانی صحت کو نقصان نہ پہنچاتا ہو تو اس کا استعمال جائز ہے اور اس سے پیداشدہ چیزوں کا کھانا بھی جائز ہے۔

اور ایسی دوائیں جو پھلوں پر چھڑکنے کے بعد پھل کے اندر مضر اثرات پیدا کریں اور وہ صحت انسانی کے لئے نقصان دہ ثابت ہوں تو ان کا استعمال بھی ناجائز ہے۔

(۲) پھلوں کو پکانے کے لئے یا دوسرے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے ایسے کیمیکل یا انجکشن کا استعمال کرنا جن سے صحت انسانی متاثر ہوتی ہو ان کا استعمال بھی ناجائز ہے، اور ایسے کیمیکل یا انجکشن جو صحت انسانی کے لئے مضر نہ ہوں اور نہ پھل خریدنے والوں کو دھوکہ میں ڈالتے ہوں تو ان کا استعمال جائز ہے۔

(۳) اگر ان اطباء کا قول جن کا سوال میں ذکر کیا گیا ہے قابل اعتبار ہو تو ان انجکشن کا استعمال بھی ممنوع ہوگا؛ کیونکہ ان کے قول کے مطابق یہ طریقہ بھی صحت انسانی کے لئے مضر ہے اور یہ بات ابھی ہمارے نزدیک مزید تحقیق طلب ہے جب تک کہ معتبر ڈاکٹرس کی جماعت اس پر اتفاق نہیں کرتی یا ان کی اکثریت اس پر اتفاق نہیں کرتی تو اس وقت تک فیصلہ میں احتیاط کرنا چاہئے۔

(۴) اس کا جواب تفصیل سے آچکا ہے کہ استحالہ کے بعد شئی کا حکم بدل جاتا ہے۔

(۵) غذائی مصنوعات میں مضر اشیاء کا استعمال ہمارے جواب میں آچکا ہے کہ ان کا استعمال ناجائز اور ممنوع ہے جو ایسی خطرناک بیماریاں پیدا کرے کہ وہ باعث ہلاکت ہوں یا انسان کو معذور کردینے والی ہوں، ان کا استعمال حرام ہے، اور جو اشیاء معمولی مضر ہوں ان کا استعمال مکروہ تحریمی ہے۔

أصول الحلال والحرام فی المصنوعات الغذائية

المولوی زین العابدین الکوثری[1]

الجواب حامدًا ومصليًا!

إن الإسلام دين كامل ومكمل، وله صلاحية كاملة فی قضاء حاجات الناس الدنيويات كلها، وله طريق مستقيم غير معوج، وأحكامه واضحة ودلائله بينة، وفيه حل كل مشكلة يتعرضها الإنسان فی قضاء حوائجهم الأصلية والفرعية، ومن المهم منهما نسبة إلى الإنسان الطعام والشراب وهما سببان أصليان فيمان لحياة الإنسان

ومن الأول كان الإنسان يفتش طعامه بنفسه ويناله من أی طرق ومنه يشمر حوله للإنتاج وللحفظ والحرز، وفی كل زمان يتبع الناس من كان قبلهم فی طلب الطعام والانتاج والحفظ والحرز كی لا يكون مهلكًا ومع ذلك كانوا يجدون فيها طرقًا جديدًا من عند أنفسهم ومن ذلك التأبير فی الأشجار لزيادة النتائج والتحقيق فی الثمار مثل العنب والثمرة وفی اللحوم للحفظ من الفساد والهلاك أيامًا وشهورًا، وكان الصحابة رضی الله عنهم يأبرون نخلهم ويجففون ويشمسون لحوم الحيوان المحللة لأكله أيامًا كثيرة، وذلك معلوم من أحاديث رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

روی المسلم عن ابن عمر أن رسول الله ﷺ قال: من باع نخلًا قد أبرت فثمرها للبائع إلا أن يشترط المبتاع (صحيح المسلم ۲/ ۱۰)۔

روی المسلم عن عبد الله بن واقد قال: نهی رسول الله ﷺ عن أكل لحوم الضحايا بعد ثلاث قال عبد الله بن أبي بكر فذكرت ذلك لعمرة، فقالت: صدق، سمعت عائشة تقول: دفّ أهل أبيات من أهل البادية حضرة الأضحى: من رسول الله ﷺ فقال رسول الله ﷺ: ادخروا ثلاثًا ثم تصدقوا بما بقی فلما كان بعد ذلك قالوا: يا رسول الله! إن الناس يتخذون الأسقية من ضحاياهم ويحملون فيها الودك فقال رسول الله ﷺ: ما ذاك؟ قالوا: نهيت أن تؤكل لحوم الضحايا بعد ثلاث فقال: نهيتكم من أجل الدافة التی دفّت فكلوا وادّخروا وتصدقوا (صحيح المسلم ۲/ ۱۵۸)۔

روی المسلم عن ابن عمر أن رسول الله ﷺ نهی عن المزابنة، والمزابنة بيع الثمر بالتمر كيلا وبيع الكرم بالذبيب كيلا (صحيح المسلم ۲/ ۹)۔

وجه الاستدلال ظاهر كما هو معلوم، ففی الجملة كان فی كل زمن من الأزمنة الماضية طرق مختلفة للادخار من غير هلاك ولزيادة النتائج من الأثمار من التأبير والتجفيف والتشميس ومعه كان كل ذلك طرقًا فطرية وبريئة مما لايجوز فی نظر الشريعة الإسلامية كما هو ظاهر فی التأبير والتجفيف والتشميس وغيرها۔ وكان مقصدهم من استعمال تلك الطرق التی مما ينبغی لهم، أيضًا مما لا بأس به وما لا حرمة له فی الشريعة الإسلامية كما هو واضح فی الادخار والحفظ من الفساد والهلاك لاستعماله فی الأكل أيامًا وشهورًا۔

---

[1] دار العلوم عین الہدیٰ عربک کالج، مالوپورم، کیرالہ۔

ولكن الزمان والإنسان عبر الأيام والشهور والسنوات تجدد وجههما، وتغيرت المرافقات من الضيق إلى الوسع ومن القلة إلى الكثرة ومن القديم إلى الجديد وسببه الأصلي هو قدوم الاختراعات الجديدات والمخترعات الحديثات واستغراقها وسيطرتها في مجال حياة الإنسان كله فعادة قد انتشرت سيطرتها إلى مجال الطعام وما حوله من الانتاج والحفظ من الفساد وإلقاء الفضلات من الأشجار من غصن وورق وغير ذلك عند أصول النباتات والأشجار المثمرات من الأرض واخترع للعالم الحديث لها ولغيرها من المقاصد دواء ومائعات ومادات كيميائية (Chemicals) مختلفات ومتنوعات شتى فنتيجة لهذا صار مجاله أي الذي حول الطعام وإنتاجه إلى الوسع والانبساط حتى وسعت الطرق والتشمير حول الطعام وما تعلق به من التأبير والتجفيف والتشميس وإلقاء الفضلات من الأشجار والكلاءات عند أصول النباتات والأشجار المثمرة في الأرض لمقاصد زيادة النتائج والحفظ من الفساد والهلاك لاستعمالها في الأكل أيامًا وشهورًا وسنوات وتزويد النباتات والأشجار قوة الإنتاج بأن تجذب عروقها ما يحتاج لها للانتاج من تلك الفضلات فوسعت الآن من طرق ومقاصد فطرية إلى طرق ومقاصد ومنافع التي هي غير الفطرية، فاخترع العالم الحديث اليوم بدلها أدواء مختلفة ومائعات متعددة ومادات كيميائية (Chemicals) متنوعات للإضافة في الأثمار واللحوم لتزويدهما ضخمًا وخضارة بعد فراق الثمر من أصله من الشجر واللحم من جسم الحيوان لكي لايكونان فاسدين وبالكبن في زمان قليل وأيضًا ليكون نمو الأثمار والحيوان كالدجاجة ونضج الأثمار وصلاحها في قليل الزمان الذي هو دون زمان نموها وزمان نضجها وصلاحها الفطريان وأيضًا تستعمل هذه الأدواء والمائعات في الأشجار والنباتات لقتل الجراثيم التي تفسد الأشجار والنباتات وثمراتها وتهلكها وأيضًا تستعمل هذه الأدواء والمائعات في الحيوان كالبقر والغنم لتزويدهن اللبن إن كن حلوبات وإلا يتولد اللبن في ضرعها لأجل هذه الأدواء والمائعات، وكذلك تستعمل الأدواء والأدقة لزيادة الطعم والذوق واللذة وما اخترع غير فطري بدل أطعمة فطرية للحيوانات كالأسماك والدجاجات وغيرهما هكذا اليوم الطرق والمقاصد كثيرة مما كان قبل، كما هو معلوم أمام العالم فنظرًا إلى المسلمين ينبغي البحث عليهم ويفحصوا الأحكام في الشريعة الإسلامية حول هذا الموضوع، بناء على أن مخترعي هذه الاختراعات أي الأدوية والمائعات ومادات كيميائية أكثرهم بل كلهم غير المسلمين والكفار۔

نبدأ البحث أولا حول الطعام المحلل والطعام المحرم ثم يجرى البحث عن الإضافات في غذاء الإنسان لأن الإضافات إنما نستعمل طعامًا مع طعامنا الأصلي فحكمها أي الإضافات حكمه أي الطعام الأصلي ولذا نقدم أولا البحث حول الطعام۔

الخبيث والطيب من الأطعمة:

اعلم لما بدأ الله تعالى في خلق الحيوانات في الأرض بدأ في خلق طعامها وتنوع الأطعمة على حدة لكل أجناس من الحيوانات عليحدة، وإن كان بعض الأجناس متشابهًا ومماثلًا في بعض الأطعمة لجنس حيوان آخر. وخلق الله للإنسان من جملة الحيوانات أطيب الأطعمة نظرًا إلى أطعمة غيره من الحيوانات وحلله الطيبات من الرزق وحرم عنه الخبائث كما في قوله تعالى في سورة الاعراف ''ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث'' (سورة الاعراف: ۱۵۷)

وقوله تعالى: ''يا أيها الناس كلوا مما في الأرض حلالًا طيبًا'' (سورة البقرہ: ۱۶۸)۔

وقوله تعالى: ''فكلوا مما رزقكم الله حلالًا طيبًا واشكروا نعمة الله'' (سورۃ النحل: ۱۱۴)۔

وغيرها من الآيات المعلنة لهذا الأمر فى سور متعددة فعلينا أن نأكل الطيبات المحللة ونترك الخبائث المحرمة فى حياتنا الدنيوى فالطيبات والخبائث من الرزق قد فسرها الآيات القرآنية الأخر والأحاديث النبوية ومن ذلك قول الله تعالى إنما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أحل به لغير الله فمن اضطر غير باغ ولا عاد فلا إثم عليه، إن الله غفور رحيم'' (سورة البقرة: ۱۷۳)۔

وقوله تعالى:''حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل لغير الله به والمنخنقة والموقوذة والمتردية والنطيحة وما أكل السبع إلا ما ذكيتم، وما ذبح على النصب، الخ'' (سورة المائده: ۳)۔

وقوله تعالى:''وأنزل من السماء ماء فأخرج به من الثمرات رزقا لكم''(سورة البقرة: ۲۲)۔

وقوله تعالى:''ينبت لكم به الزرع والزيتون والنخيل والأعناب ومن كل الثمرات'' (سورة النحل: ۱۱)۔

وقوله تعالى:وحرم عليكم صيد البر ما دمتم حرما، وأيضًا:أحلت لكم بهيمة الأنعام إلا ما يتلى عليكم غير محلى الصيد وأنتم حرم (سورة المائدة: ۹۶، سورة المائدة: ۱)۔

وقوله تعالى: ''وأحل الله البيع وحرم الربو'' (سورة البقرة: ۲۷۵)

وقوله تعالى:''ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة وأحسنوا إن الله يحب المحسنين''، وهكذا فسر هذا الأمر أحاديث كثيرة، مثلًا حديث:''روى ابن عمر نهى النبیﷺ عن أكل الجلالة وألبانها، وحديث:روى طارق بن سويد أنه سأل النبیﷺ عن الخمر فنهاه الخ، وحديث:روى عن زاهر الأسلمى قال:إنى لأوقد تحت القدور بلحوم الحمر إذ نادى منادى رسول اللهﷺ ينهاكم عن لحوم الحمر، رواه البخارى (مرقاة ۸/ ۷۳)۔

وحديث عن سلمان قال: سئل رسول اللهﷺ عن السمن والجبن والفراء فقال: الحلال ما أحل الله فى كتابه والحرام ما حرم الله فى كتابه وما سكت عنه فهو مما عفا عنه، رواه ابن ماجه والترمذى (مرقاة المصابيح ۸/ ۱۳۱)۔

علم من هذا كله إن الله تعالى إنما أحل للإنسان ما هو غير مضر لجسده ولروحه أيضًا كما فى تحريم الربو وإنما حرم الله له ما هو مضر لهما من أى وجه أو قاتل للجسد كما يظهر من قوله تعالى:''ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة وأحسنوا إن الله يحب المحسنين'' (سورة البقرة: ۱۹۵)۔

الغذاء الإنسانى الذى يؤكل نوعان: نبات وحيوان، أما النبات المأكول: فكله حلال إلا النجس والضار والمسكر، أما النجس أو ما خالطته نجاسة (المتنجس) فلا يؤكل، لقوله تعالى: ''ويحرم عليهم الخبائث'' (الاعراف: ۱۵۷) والنجس خبيث ولو تنجس طاهر كخل، ودبس ودهن ذائب وزيت حرم لقوله ﷺ فى الفأرة تقع فى السمن وتموت فيه: ''إن كان جامدًا فألقوها وما حولها وكلوه، وإن كان مائعًا فأريقوه، فلو حل أكله لم يأمر بإراقته، وبالعكس لو تطهر متنجس بتبديل حقيقته يحل۔ وأما المسكر فحرام لقوله تعالى:''فإنه'' رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه (المائدة:۹۰)۔ وأما الضار فلا يحل أكله كالسم والمخاط والمنى والتراب والحجر لقولة عزوجل:''ولا تقتلوا أنفسكم'' (النساء: ۲۹)، وقوله تعالى: ''ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة'' (البقرة: ۱۹۵)، وأكل هذه الأشياء تهلكة فوجب ألا تحل، ويحل أكل ما لا يضر كالفواكه والحبوب لقوله تعالى:''قل من حرم زينة الله التى أخرج لعباده والطيبات من الرزق''، وأما الحيوان فنوعان مائي وبري أما المائي فلا يحل منه إلا السمك غير الطافي عندنا أى الحنفية، وفى بدائع الصنائع والمراد من قول النبى عليه الصلاة والسلام ''الحل ميتته'' السمك خاصة بدليل قولهﷺ:''أحلت لنا ميتتان ودمان، الميتتان السمك والجراد والدمان الكبد والطحال''. فسر عليه

الصلاة والسلام بالسمك والجراد، فدلّ أن المراد منها السمك، ويحمل الحديث على السمك وتخصيصه بما تلونا من الآية وروينا من الخبر'' (بدائع الصنائع ۴/ ۱۳۵)۔

أما الحيوان البرى ففى البدائع:''وأما الذى يعيش فى البر فأنواع ثلاثة: ما ليس له دم أصلًا، وما ليس له دم سائل، وماله دم سائل مثل الجراد والزنبور والذباب والعنكبوت والعقّابة والخنفساء والبخاثة والعقرب ونحوها لا يحل أكله إلا الجراد خاصة لأنها من الخبائث لاستبعاد الطباع السليمة إياها وقد قال الله تبارك وتعالى:''ويحرم عليهم الخبائث'' إلا أن الجراد خُصّ من هذه الجملة بقوله عليه الصلاة والسلام: ''أحلت لنا ميتتان'' فبقي على ظاهر العموم وكذلك ما ليس له دم سائل مثل الحية والوزغ وسام أبرص وجميع الحشرات وهوام الأرض من الفأر والقُراد والقنافذ والضبّ واليربوع وابن عرس ونحوها، ولا خلاف فى حرمة هذه الأشياء إلا في الضب فإنه حلال عند الشافعي ..... أم المستأنس من البهائم فنحو الإبل والبقر والغنم بالإجماع وبقوله تبارك وتعالى:''والأنعام خلقها لكم فيها دفء ومنافع ومنها تأكلون'' (سورة النحل: ۵)۔

وقوله سبحانه وتعالى: ''الله الذى جعل لكم الأنعام لتركبوا منها ومنها تأكلون'' (غافر: ۹)، واسم الأنعام يقع على هذه الحيوانات بلا خلاف بين أهل اللغة ولا تحل البغال والحمير عند عامة العلماء رحمهم الله ... ولنا قوله تبارك وتعالى:''والخيل والبغال والحمير لتركبوها وزينة'' وسنذكر وجه الاستدلال بالآية إن شاء الله تعالى... وأما لحم الخيل فقد قال أبوحنيفة: يكره، وقال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله: لا يكره ...وأما السنة فما روى عن جابرأنه قال: لما كان يوم خيبر أصاب الناس مجاعة فأخذوا الحمر الأهلية فذبحوها فحرم رسول الله ﷺ لحوم الحمر الإنسية ولحوم الخيل والبغال وكل ذى ناب من السباع وكل ذى مخلب من الطير. وحرم الخِلسة والنُهبة ...وأما المتوحش منها نحو الظباء وبقر الوحش وحمر الوحش وإبل الوحش فحلال بإجماع المسلمين ولقوله تبارك وتعالى:''ويسألونك ما ذا أحل لهم قل أحل لكم الطيبات'' (المائدة: ۴) وقوله عز شأنه:''ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث'' (الاعراف:۱۵۷) وقوله سبحانه وتعالى: ''كلوا من طيبات ما رزقناكم'' (طه: ۸۱) .... وأما المستأنس من السباع وهو الكلب والسنّور الأهلي فلا يحل، وكذلك المتوحش منها المسمى بسباع الوحش والطير وهو كل ذى ناب من السباع وكل ذى مخلب من الطير لما روى فى الخبر المشهور عن رسول الله ﷺ''أنه نهى عن أكل كلّ ذى ناب من السباع وكلّ ذى مخلب من الطير''...وأما بيان ما يكره من الحيوانات فيكره أكل لحوم الإبل الجلالة وهي التى الأغلب من أكلها النجاسة لما روى أن رسول الله ﷺ نهى عن أكل لحوم الإبل الجلالة ولأنه إذا كان الغالب من أكلها النجاسات يتغير لحمها وينتن فيكره أكله كالطعام المنتن ...ويكره الغراب الأسود الكبير لما روى عن عروة عن أبيه أنه سئل عن أكل الغراب فقال: من يأكل بعد ما سماه الله تبارك وتعالى فاسقًا عنى بذلك قول رسول الله ﷺ: ''خمس من الفواسق يقتلهن المحرم فى الحل والحرم'' ولأن غالب أكلها الجيف فيكره أكلها كالجلالة ولا بأس بغراب الزرع لأنه يأكل الحب والزرع ولا يأكل الجيف۔

هكذا روى بشر بن الوليد عن أبي يوسف قال: سألت أبا حنيفة عليه الرحمة عن أكل الغراب فرخص فى غراب الزرع وكره الغُداف فسألته عن الأبقع فكره ذلك. وإن كان غرابًا يخلط فيأكل الجيف ويأكل الحب لا يكره فى قول أبي حنيفة عليه الرحمة'' (بدائع الصنائع ۴/ ۱۴۴۔۱۵۵)۔

وفيه أيضًا: أما بيان شرط حل الأكل فى الحيوان المأكول البرى هو الذكاة فلا يحل أكله بدونها لقوله تبارك وتعالى:''حرمت عليكم الميتة والدم'' إلى قوله عزّ شأنه ''وما أكل السبع إلا ما ذكّيتم'' استثنى سبحانه وتعالى الذكيّ من المحرّم والاستثناء من التحريم إباحة (بدائع الصنائع ۴/ ۱۵۵)۔

قلت: علم من هذا كله إن الله تعالى قد أحل للإنسان من الطعام ما هو مصح لجسده ولروحه وحرم عليهم ما هو مضر لهما وقاتلهما فمعنى ''الطيبات'' في قول الله تبارك وتعالى ''ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث'' ما هو مصح للروح والجسد ومعنى الخبائث فيه ما هو مضر لهما وقاتلهما، ففي معارف القرآن للعلامة حضرت مولانا مفتي محمد شفيع عثماني في تفسير قول الله عزوجل ''اليوم أحل لكم الطيبات'':

لغت میں طیبات صاف ستھری اور مرغوب چیزوں کو کہا جاتا ہے، اور خبائث اس کے بالمقابل گندی اور قابل نفرت چیزوں کے لئے بولا جاتا ہے؛ اس لئے آیت کے اس جملہ نے یہ بتلادیا کہ جتنی چیزیں صاف ستھری مفید اور پاکیزہ ہیں وہ انسان کے لئے حلال کی گئیں، اور جو گندی قابل نفرت اور مضر ہیں وہ حرام کی گئی ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ انسان دوسرے جانوروں کی طرح نہیں ہے کہ اس کا مقصد زندگی دنیا میں کھانے پینے، سونے، جاگنے، اور جینے مرنے تک محدود ہو، اس کو قدرت نے مخدوم کائنات کسی خاص مقصد سے بنایا ہے اور وہ مقصد اعلیٰ پاکیزہ اخلاق کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا؛ اسی لئے بد اخلاق انسان درحقیقت انسان کہلانے کے قابل نہیں۔

اسی لئے قرآن کریم نے ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا "بل هم أضل" یعنی وہ چوپاؤں سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ اور جب انسان کی انسانیت کا مدار اصلاح اخلاق پر ہو تو ضروری ہے کہ جتنی چیزیں انسانی اخلاق کو گندہ اور خراب کرنے والی ہیں ان سے ان کا مکمل پرہیز کرایا جائے۔ انسان کے اخلاق پر اس کے گردوپیش کی چیزوں اور اس کی سوسائٹی کا اثر بدیہی طور پر ہر شخص جانتا ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ جب گردوپیش کی چیزوں سے انسانی اخلاق متاثر ہوتے ہیں تو جو چیزیں انسان کے بدن کا جزو بنتی ہیں ان سے اخلاق کس قدر متاثر ہوں گے؛ اس لئے کھانے پینے کی ساری چیزوں میں ان کی احتیاط لازمی ہوئی، چوری، ڈاکہ، رشوت، سود، قمار، وغیرہ کی حرام آمدنی جس کے بدن کا جزو بنے گی، وہ لازمی طور پر اس کو انسانیت سے دور اور شیطنت سے قریب کردے گی۔ اسی لئے قرآن کریم کا ارشاد ہے: "یا أیها الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا" عمل صالح سے اکل حلال کا حکم دیا گیا ہے؛ کیونکہ اکل حلال کے بغیر عمل صالح متصور نہیں۔

بالخصوص گوشت جو انسان کے بدن کا جزو اہم بنتا ہے اس میں اس کی احتیاط سب سے زیادہ ضروری ہے کہ کوئی ایسا گوشت اس کی غذا میں داخل نہ ہو جو اس کے اخلاق کو خراب کرے، اسی طرح وہ گوشت جو جسمانی طور پر انسان کے لئے مضر ہے کہ بیماری اور ہلاکت کے جراثیم اس میں ہیں، اس سے انسان کے پرہیز کا ضروری ہونا تو سبھی جانتے ہیں۔ جتنی چیزیں شریعت نے خبائث قرار دی ہیں، وہ یقینی طور پر انسان کے جسم یا روح یا دونوں کو خراب کرنے والی اور انسانی جان یا اخلاق کو تباہ کرنے والی ہیں؛ اس لئے ان کو حرام کردیا گیا، اس کے بالمقابل طیبات سے انسان کے جسم وروح کی تربیت اور اخلاق فاضلہ کا نشوونما ہوتا ہے ان کو حلال قرار دیا گیا۔ غرض قرآن پاک کے جملہ "أحل لكم الطيبات" نے حلت وحرمت کا فلسفہ بھی بتلادیا اور اصول بھی...... الخ (معارف القرآن ۳/ ۴۳-۴۶)۔

''وفي تفسير المنير تحت قول الله عزوجل ''ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث'' الطيبات ما تستطيبه الأنفس والطباع السليمة من الأطعمة، ومعنى قوله: ويحل لهم الطيبات أي مما حرم في شرعهم (الخبائث) ما تستخبثه الطباع السليمة وتنفر منه كالميتة والدم المسفوح، أو يكون سببًا في الضرر البدني كالخنزير الذي يسبب أكله الدودة الوحيدة وغيرها من المضار، أو الضرر الديني كالمذبوح الذي يتقرب به لغير الله، والخبيث من الأموال: ما يؤيده بغير حق كالربا والرشوة والسرقة والغصب ونحو ذلك من المكاسب الخبيثة (التفسير المنير ۵/ ۱۲۵)۔

ونعلم من هذا البحث المذكور قبل ان معنى الحرمة في الطعام وحلته هو الضرر في الجسم أو الروح أو فيهما، فالإضافات التي نستعمل اليوم في طعامنا إن وجد هذا المعنى في أي شئي منها أو لم يجد فالحكم فيها ما حكم في الطعام الأصلي، أي ان كان في أي شئ من الأشياء المضافات (Ingredeants) مع غذايا الإنسان صفة مضرة للجسم أو للروح أولهما فنحكم عليه بالحرام، وإن لم يكن فيه صفة مضرة لهما جميعًا فنحكم عليه بالحلال۔

فنبحث الآن على هذا الضرر حول الأمور التي تواجهنا اليوم في شأن أطعمتنا على ما ذكر في ''ورقة الأسئلة'' وإن قلت مجملًا في أحكام هذه الإضافات (Ingredeants) التي أعلنت من ورقة الأسئلة فأقول: كل

الإضافات لا تجوز ولا تحل لأن فی کلھا صفة الضرر والقتل للجسم. لکن أبحث الآن حولھا علی حالات الضرورة والأمور العارضة اللتين تعرضتا فی حيوتنا علی حدة۔

أبين أولا أصلًا كليًا يشتمل علی جميع ما نبحث بعد، ھو أن المكونات إن كان شئ منھا يخلط فی الطعام والغذاء ما حل أصليا بأن يكون حلالًا فی الشريعة الإسلامية فيشرط لحلھا شرط أن يكون المقصد من الخلط حلالًا وجائزًا فی شريعتنا سواء تحقق وجوده فی الواقع أم لا يتحقق، وأيضًا شرط أن يكون الغذاء والطعام باقيا علی صفته الحلال بعد الخلط، كما فی خلط الملح فی الإدامات للطعم فأصل الملح الحل والمقصد من خلطه كون الغذاء والطعام ذات طعم وذوق، وھو مقصد حلال ويكون الادام باقيا علی حاله الحلال بعد الخلط وھذا إن كان علی قدر يسير كاف للطعم، فأما إن كان علی قدر غير قليل فھو مضر للعقل وللجسم فيكره أكل ھذا الادام دائمًا أو غالبًا للتولد منه للعقل والجسم مضرةً قليلًا فقليلا أی معه شئ حلال فی الادام، لأن الضرر الذی تولد من أكل الادام المخلوط بالملح الكثير مثل الضرر الذی يتولد من أكل الجلالة التی خلطت فی أكلھا الخبيث والطيب كما فی الجلالة التی خلطت فی أكلھا الخبيث مع الطيب فی قول أبي يوسف (وھو لا يكره عند أبي حنيفة) ففی بدائع الصنائع: خمس من الفواسق يقتلھن المحرم فی الحل والحرم، ولأن غالب أكلھا الجيف فيكره أكلھا كالجلالة ولا بأس بغراب الزرع، لأنه يأكل الحب والزرع ولا يأكل الجيف ... (وإن كان غرابًا يخلط فيأكل الجيف ويأكل الحب لا يكره فی قول أبي حنيفة عليه الرحمة) وقال أبو يوسف رحمه الله: يكره لأن غالب أكله الجيف (بدائع الصنائع ۴/ ۱۵۴-۱۵۵)۔

لا يجری فيما حل جانب الضرورة لأنه حلال فی غير حالتھا فيكون فی حالتھا أی الضرورة حلالا بالأولی، ثم إن كان المكون والمضاف (Ingredeants) شيئًا أصله الحرمة وغير الإباحة فلا يحل أكله ولا يجوز۔

ثم ھذا النوع يجوز ويحل أحيانا عند الضرورة المحتاجة إلی استعماله فھناك أيضًا شرطان، الاول أن يكون المقصد منه مباحًا فی ديننا ويكون محتاجا شديد الحاجة والثانی أن يعلم تحقق المقصد والمنفعة والمطلوب منه علمًا يقينيًا بلا تردد ولا احتمال فيه مثلًا الخمر حرام فمن ليس عنده الا الخمر وھو محتاج إليه للعطش واضطر إليه بأن كان إن لم يشرب من الخمر يحضره الموت فھو فی حالة الضرورة يحل له الشرب من الخمر علی قدر الضرورة لأن المقصد حلال وتحقق انعدام العطش واختتامه قد علم يقينا. فأما المرأ ان احتاج واضطر إلی الخمر أو الخنزير (إلی جزء من أجزاءه) للعلاج فليس عنده دواء للداء الماخوذ به إلا الخمر أو دواء تولد من أجزاء الخنزير وليس له علم تحقق الشفاء فيه يقينا فلا يحل الاستعمال ولا يباح. ھذا فی حالة انه لم يستعمل ھذا الدواء يقع الموت يقينا وإلا فلا ضرورة فيه أو كانت الحاجة حاجة لا تفضی إلی الموت أی غير حاجة لا بد منه فلا ضرورة ھناك أيضًا، كما فی شرب الخمر للنشاط. والمقصد ھناك حلال وتحقق النشاط يقين لكن لم تكن ھناك ضرورة ولا يكون مثل ھذه الحاجات ضرورة فلا يحل الحرام لھا. وفی جواھر الفقه:

”ضرورت کی تعریف یہ ہے کہ اگر ممنوع چیز کو استعمال نہ کرے تو یہ شخص ہلاک یا قریب الموت ہو جائے گا، یہی صورت اضطرار کی ہے، اسی حالت میں حرام وممنوع چیز کا استعمال (چند شرائط کے ساتھ جو آگے آرہی ہیں) جائز ہو جاتا ہے۔ حاجت کے معنی یہ ہیں کہ اگر وہ ممنوع چیز کو استعمال نہ کرے تو ہلاک تو نہیں ہوگا مگر مشقت اور تکلیف شدید ہوگی۔ یہ صورت اضطرار کی نہیں، اس لئے اس کے واسطے روزے، نماز، طہارت وغیرہ کے بہت سے احکام میں رعایت اور سہولتیں تو دی گئی ہیں مگر ایسی حالت میں حرام چیزیں نص قرآن کے تحت حلال نہیں ہوں گی۔ منفعت یہ ہے کہ کسی چیز کے استعمال سے اس کے بدن کو فائدہ پہنچے گا لیکن نہ کرنے سے کوئی سخت تکلیف یا ہلاکت کا خطرہ نہیں، جیسے عمدہ قسم کے کھانے اور مقوی غذائیں، اس حالت کے لئے نہ کوئی حرام حلال ہوتا ہے نہ روزہ کا افطار جائز ہوتا ہے۔ مباح اور جائز طریقوں سے یہ چیزیں حاصل ہو سکیں تو استعمال کرے اور نہ حاصل ہو سکیں تو صبر کرے۔ زینت: جس سے بدن کو کوئی خاص تقویت بھی نہیں محض تفریح خواہش ہے، ظاہر ہے اس کام کے لئے کسی ناجائز چیز کے جائز ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا (جواہر الفقہ ۷/ ۳۵)۔

''فإن الأشياء المحرمة يحل استعمالها حالة الضرورة عند استجماع الشرائط (شرائط الضرورة) كما ہی معلوم عندكم. ثم قلت: إن الشئ المحرم يجوز استعماله لعموم البلوى وهو يتحقق أحيانًا فى نفسه وأحيانًا التعامل الناس ولتناولهم إياه وهذا من أجزاء حالة الضرورة، أى أمر محتاج إليه وله صورة جواز لكن فى الحال وفى الخارج إنما له صورة محظور وهو قد عمّ إلى حد لا يستطيع ولا يمكن الاحتياط منه والاحتراز عنه بأن يعامله معاملة الجواز والمباح فيكون جائزًا فى صورته المحظورة لتعامل الناس أو لعموم البلوى أو على أصل أنه ''ما ضاق الأمر إلا اتسع'' كما فى بيع الثمار: ففى تكملة فتح الملهم: إن العرف إذا جرى ببيع الثمار بعد بدو وصلاحها بشرط الترك واشتدت إليه الحاجة كان قياس قول محمد الجواز، وإن لم يتناه عظم الثمار، لأنه أجاز شرط الترك بعد ما تناہی عظمها للعرف والضرورة، قلت كذلك أجاز محمد رحمه الله بيع الثمار فى حين ظهر بعضها ولم يظهر بعضها للضرورة والعرف، كما قدمنا عن الفتح ورد المحتار، فكان قياس قوله الجواز عند الضرورة وإن لم يتناه عظمها (تكملة فتح الملهم ا/ ٣٤٩)۔

وفى رد المحتار على الدر المختار نقلًا عن فتح القدير وما ترشش على الغاسل من غسالة الميت مما لا يمكنه الامتناع عنه ما دام فى علاجه لا ينجسه لعموم البلوى (رد المحتار على الدر المختار ا/ ٥٣٢)۔

والحاصل أن الذى ينبغى أنه حيث كان العفو للضرورة وعدم امكان الاحتراز أن يقال بالعفو وإن غلبت النجاسة ما لم ير عينها لو أصابه بلا قصد وكان ممن يذهب ويجيئ وإلا فلا ضرورة (رد المحتار على الدر المختار ا/ ٥٣١)۔

إن المسألة الأولى إنما فيها عموم البلوى لتعامل الناس وفى الثانية والثالثة بنفسه۔

فالآن تبحث على البحث المذكور عن أمور مذكورة فى ورقة الأسئلة:

فأولًا ان الدواء المستعمل فى هلاك الجراثيم وقتلها التى تفسد وتهلك وتأكل النباتات والأشجار وثمارها دون إرسالها للنمو والنضج وأيضًا الدواء المستعمل لتزويد الأثمار طعمًا وضخمًا وأيضًا الدواء المستعمل لتكون الثمار ناضجة قبل أوان نضجها ويبدو الصلاح قبل زمانها فتنضج الثمار وتبدو صلاحها فى وقت قصير وزمن قليل، ودواء آخر لتكون الثمار ذات خضارة بلا فساد ولا ہلاك أيامًا كثيرة ونحو ذلك، أقول إن مثل هذه الأدوية ليس استعمالها جائزًا لكونها محظورة فى الأصل لأن الكل سم قاتل ومهلك ومفسد لاجسام الناس ولقوله تعالى: ''لاتلقوا بأيديكم إلى التهلكة واحسنوا إن الله يحب المحسنين'' ولقوله تعالى: ''اليوم أحل لكم الطيبات'' والطيبات ہو ما ليس بمضر للجسم والروح كما قدمنا أثناء بحثنا۔

وأما حال الضرورة حول استعمال هذه الأدوية ہو أن الدواء المستعمل فى ہلاك الجراثيم المفسدة والمقصد منه مقصد حلال وتحقق منفعته عُلِم علم يقينا لكن هذا ليس ضرورة بل ہو حاجة من وجه لأنه ليس فى عدم استعماله مشقة كبيرة ولا منفعة محضة أيضًا فلا يجرى فيه الحل على الضرورة، كما ہو ظاهر مما ذكرنا عن جواهر الفقه۔

وأما الدواء المستعمل لتزويد الأثمار جسمًا وضخمًا غير فطريين فالمقصد منه مخلوط بالحظر والإباحة وجانب الحظر منه أنه يزود الناس الأثمار ضخمًا لخدع المشترين بأن يزيد الثمر عند الوزن حالة العقد على قدر وزن يحصل له إن كان نموه فطريًا غير استعمال الدواء وأيضًا لترغيب المشترين فى شراءه سدا وهذا القصد ليس جائزا فى الإسلام كما ہو معلوم من صور بعض البيوع فى أحاديث رسول الله ﷺ فنهى عن تلك الصور لخدع أحد المتعاقدين فالخدع ليس بجائز فى الإسلام فلم يحلّ الحرام لهذا المقصد بوسيلة الضرورة، وأما جانب الإباحة منه فهو أن يقصد

حصول ثمر كبير الجسم والضخم لزيادة الأكل لكن هذا القصد لا يفضى إلى الضرورة. كما هو ظاهرمما قدمنا عن جواهر الفقه، فلم يكن حلالًا۔

وأما الدواء المستعمل لتزويد الثمار طعمًا وذوقًا فإن كان المقصد منه حلالًا وتحقق الطعم أمرا يقينا لكن هذا القصد لم يشتدت اليه الحاجة وأيضًا هو منفعة مما به منه، فلا يجرى فيه حكم الضرورة كما هو أيضًا معلوم مما أشرنا فى مقالتنا هذه عن جواهر الفقه۔

وأما الدواء الذى يستعمل فى الثمر ليكون ذا خضارة أياما بعد القطع من الأشجار بلا فساد ولا هلاك وفيه أيضًا خداع المشترين بان يظن المشترى إذا رأى مثل هذا الثمر المستعمل الدواء أنه صالح جديد وقطعه من الشجر فى أوان قريب فيرغب فيه ويشتريه ومع ذلك لم يجر الخسارة فى ماله بهلاك الثمار. وهذا أيضًا ليس بجائز من المقاصد فى ديننا فلا يحل له ما حرم بوسيلة الضرورة۔

وأما الدواء التى يستعمل فى تزويد اللبن وتوليده والمقصد منه حصول زيادة اللبن للشرب وللبيع وإن كان مباحًا فى الشريعة وتحققه أى زيادة قدر اللبن وتولده أمرًا يقينًا لكن ليس أمر وحاجة يفضى إلى الاضطرار والشدة من الحاجة فلا يتحقق هنا ضرورة فلا يحل استعمال هذا الدواء بجواز الضرورة۔

وكذلك حكم إطعام طعام متنجس وغير مباح للحيوانات لمقصد أن تكون الحيوانات تزيد ضخمًا ونموًا ونفورًا فى وقت قليل وزمن يسير الذى ليس زمان كبره وضخمه ونموه الفطرى وهذا أيضًا خارج عن دائرة الجواز بوسيلة الضرورة۔

ففى الجملة ان استعمال الأدوية المذكورة ليس بجائز بأية حال لعدم كون الحاجة إليها ضرورة اضطر إليه بل كل ذلك من المنافع المحضة كما فى جواهر الفقه وقد كتبته مرة قبل أثناء هذه المقالة من الفرق بين الضرورة والمنفعة والحاجة والزينة:

"ضرورت کی تعریف یہ ہے کہ اگر ممنوع چیز کو استعمال نہ کرے تو یہ شخص ہلاک یا قریب الموت ہوجائے گا یہی صورت اضطرار کی ہے اسی حالت میں حرام وممنوع چیز کا استعمال (چند شرائط کے ساتھ جو آگے آرہی ہیں) جائز ہوجاتا ہے۔ حاجت کے معنی یہ ہیں کہ اگر وہ ممنوع چیز کو استعمال نہ کرے تو ہلاک تو نہیں ہوگا مگر مشقت اور تکلیف شدید ہوگی، یہ صورت اضطرار کی نہیں، اس لئے اس کے واسطے روزے، نماز، طہارت وغیرہ کے بہت سے احکام میں رعایت اور سہولتیں دی گئی ہیں مگر ایسی حالت میں حرام چیزیں نص قرآنی کے تحت حلال نہیں ہوں گی (جواہر الفقہ ۷/ ۳۵)۔

فليس فى استعمال الأدوية المذكورة صورة جواز لما قلنا ومع ذلك فى استعمالها ضرر للجسم والقاءه فى الهلاك وأيضًا يفوت من استعمالها فى الأثمار والخضروات تتقيد مصالح الجسد فيهما من الفيتامينات (Vitamins) والبروتينات (Proteins) فلا يجوز استعمالها فى الاثمار والخضروات للمقاصد المذكورة ولا يباح بحال لأنه قال الله تعالى: "ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة وأحسنوا إن الله يحب المحسنين"۔

ثم إن أكل الثمار والخضروات التى استعمل فيها أى دواء من الأدوية المذكورة وإطعامها لغيره وبيعها وشراءها جائز للضرورة فيهما لتعامل الناس ولعموم البلوى أى إن معظم الأطعمة لمعظم الناس الخضروات والأثمار ولا يوجد هذه الأشياء اى الخضروات والثمار فى الأسواق والدكاكين إلا فى هذه الصفة أى مستعملًا فيها الأدوية المحظورة المذكورة وهى قد عمت إلى حد لا يمكن أن يحصل ثمرًا أو شيئًا من الخضروات إلا مستعملا فيه دواء من هذه الأدوية فأما ان قلنا "أنه ليس بجائز" لتعسر المسلمون ويفوتهم الطعام والمعيشة فيجوز الأكل والإطعام والبيع والشراء للضرورة لتعامل الناس ولعموم البلوى الذى لا يمكن الاحتراز عنه وأيضًا على أصل أنه "ما ضاق

الأمر إلا اتسع'' كما ہو معلوم لدينا، ونظير هذه المسئلة مسئلة بيع الثمار قبل بد والصلاح أو بشرط الترك ففى تكملة فتح الملهم للعلامة المفتى محمد تقى العثمانى:

''أن تباع سائر ثمار الشجر أو البستان فى حين ظهر بعضها ولم يظهر بعضها، وفيه خلاف بين مشايخنا الحنفية، فظاهر المذهب أنه لا يجوز أيضًا، ولكن أفتى شمس الأئمة الحلوانى رحمه الله بأنه لو كان الخارج أكثر جاز البيع فى الجميع وبه أفتى الإمام الفضلى، بل يظهر من عبارته أنه لا يشترط كون الخارج أكثر بل يجعل الموجود اصلا فى البيع ومايحدث بعد ذلك تبعًا له، ويقول: استحسن فيه لتعامل الناس فانهم تعاملوا بيع ثمار الكرم بهذه الصفة ولهم فى ذلك عادة ظاہرة وفى نزع الناس من عادتهم حرج حكاه ابن الهمام فى الفتح (۵/ ۱۰۵)، ثم قال:''وقد رأيت رواية فى نحو هذا عن محمد رحمه الله، وهو بيع الورد على الأشجار، فإن الورد متلاحق، ثم جوز البيع فى الكل بهذا الطريق، وهو قول مالك، والحاصل أن هذه الصورة وإن كانت غير جائزة فى أصل المذهب غير أن فيها سعة عند عموم البلوى، وفى هذه الصورة يقول العلامة ابن عابدين الشامى رحمه الله:''لا يخفى تحقق الضرورة فى زماننا، ولا سيما فى مثل دمشق الشام كثيرة الأشجار والثمار، فإنه لغلبة الجهل على الناس لا يمكن إلزامهم بالتخلص بأحد الطرق المذكورة ... وفى نزعهم عن عادتهم حرج كما علمت، ويلزم تحريم أكل الثمار فى هذه البلدان، إذ لا تباع إلا كذلك والنبى ﷺ إنما رخص فى السلم للضرورة مع أنه بيع المعدوم، فحيث تحققت الضرورة ہنا أيضًا أمكن إلحاقه بالسلم بطريق الدلالة فلم يكن مصادمًا للنص، فلذا جعلوه من الاستحسان، لأن القياس عدم الجواز، وظاهر كلام الفتح الميل إلى الجواز، ولذا أورد له الرواية عن محمد، بل تقدم أن الحلوانى رواه عن أصحابنا، وما ضاق الأمر إلا اتسع، ولايخفى أن هذا مسوغ للعدول عن ظاهر الرواية، كما يعلم من رسالتنا المسماة ''نشر العرف فى بناء بعض الأحكام على العرف'' فراجعها، كذا فى رد المحتار (۴/ ۳۳) (تكملة فتح الملهم ۱/ ۳۷۶-۳۷۷)۔

وفيه أيضًا ''أن تباع الثمار بعد ما تناہى عظمها وبدأ صلاحها، فشرط الترك فى هذه الصورة جائز عند محمد رحمه الله، وبه أفتى كثير من المشائخ لعموم البلوى ...قال العبد الضعيف عفا الله عنه: ويظهر من كلام ابن الهمام فى الفتح (۵: ۱۰۳) أيضًا أن العرف إذا جرى ببيع الثمار بعد بدو صلاحها بشرط الترك واشتدت إليه الحاجة كان قياس قول محمد الجواز وإن لم يتناه عظم الثمار، لانه أجاز شرط الترك بعد ما تناہى عظمها للعرف والضرورة، قلت:كذلك أجاز محمد رحمه الله بيع الثمار فى حين ظهر بعضها ولم يظهر بعضها للضرورة والعرف، كما قدمنا عن الفتح ورد المحتار فكان قياس قوله الجواز عند الضرورة وإن لم يتناه عظمها (تكملة فتح الملهم ۱/ ۳۷۷-۳۷۸)۔

وفى رد المحتار على الدر المختار نقلًا عن الفتح وفى الفتح:وما ترشش على الغاسل من غسالة الميت مما لا يمكنه الامتناع عنه ما دام فى علاجه لا ينجسه لعموم البلوى (رد المحتار على الدر المختار ۱/ ۵۳۲)۔

وفى مكان آخر:''والحاصل أن الذى ينبغى أنه حيث كان العفو للضرورة وعدم إمكان الاحتراز أن يقال بالعفو وإن غلبت النجاسة ما لم ير عينها لو أصابه بلا قصد وكان ممن يذهب ويجئ وإلا فلا ضرورة (رد المحتار على الدر المختار ۱/ ۵۳۲)۔

علم من هذا كله أنه قد تحقق فى مسألتنا (التى ہى أكل الثمار والخضروات التى استعمل فيها من الأدوية المسمومة المحظورة المذكورة وبيعها وشراءہا وإطعامها لغيره) الضرورة لتعامل الناس ولعموم البلوى فيجوز من هذا الطريق الأكل بنفسه والإطعام لغيره والبيع والشراء فى الثمار والخضروات المستعمل فيها دواء من الأدوية المذكورة المحظورة۔

ثم إن شرب اللبن الذى تولد من استعمال الدواء المخترع غير فطرى لا يجوز ولا يباح على قول الأطباء أنه مضر للجسم وجالب المرض وليس فيه ضرورة لوجوه لأنه ليس للناس حاجة شديدة إلى شرب اللبن كما فى الخضروات والثمار وإن سلمنا أنه للناس حاجة إلى اللبن شديدًا يمكن أن يحصل لبنًا خالصًا من الدواء فليس فيه ضرورة لعموم البلوى أو لتعامل الناس۔

فأما إن أتى حين لا يمكن فيه أن يحصل لبنا خالصًا من الدواء إلا لبنًا مستعملًا فيه الدواء، واشتدت للناس حاجة إلى اللبن فيجوز حينئذ لعموم البلوى كما هو معلوم مما قدمنا أثناء بحثنا۔

وأما لحوم الحيوانات التى تولّد وتنمى وتزود ضخمًا من أطعمة مخترعة من نجاسة وحرام غير فطرى فحكمها عندى حكم الجلالة أى الذى يأكل النجاسة من الحيوانات فحكمه مختلف عند الإمام أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله فعند أبي حنيفة رحمه الله لايكره أكله إذ خلط بين الخبيث والطيب من الطعام من نجاسة وغيرها إنما يكره ما لا يأكل إلا الخبيث فعند أبي يوسف رحمه الله يكره فى حالين وإن منع الجلالة عن أكل النجاسة والجيفة ونحوها بالحبس وأطعمها طعامًا طيبًا حتى يذهب عنها أى عن لحومها أثر النجاسة والجيفة ونحو ذلك فيحل أكله بعد ذلك. وكذلك إن المسألة لها طريق البراءة منها وهذا حكم لحوم الحيوانات التى تولد وتنمى وتزود ضخمًا من أطعمة مخترعة بالنجاسة والحرام وأيضًا يجوز بيع الجلالة وشرائها وهبتها جائز فى حالته أى حالة كونها موصوفة بالجلالة. ففى بدائع الصنائع:

وأما بيان ما يكره من الحيوانات فيكره أكل لحوم الإبل الجلالة وهى التى الأغلب من أكلها النجاسة لما روى أن رسول اللهﷺ نهى عن أكل لحوم الإبل الجلالة ولأنه إذا كان الغالب من أكلها النجاسة يتغير لحمها وينتن فيكره أكله كالطعام المنتن، وروى أن رسول اللهﷺ نهى عن الجلالة أن تشرب ألبانها"؛ لأن لحمها إذا تغير تغير لبنها، وما روى أنه عليه الصلاة والسلام نهى عن أن يحج عليها وأن يعتمر عليها وأن يغزى وأن ينتفع بها فيما سوى ذلك. فذلك محمول على أنها أنتنت فى نفسها فيمتنع من استعمالها حتى لا يتأذى الناس بنتنها كذا ذكره القدورى رحمه الله فى شرحه "مختصر الكرخى"، وذكر القاضى فى شرحه "مختصر الطحاوى" أنه لا يحل الانتفاع بها من العمل وغيره إلا أن تحبس أيامًا وتعلف فحينئذ تحل، وماذكر القدورى رحمه الله أجود ... هكذا روى عن محمد رحمه الله أنه قال: كان أبوحنيفة رحمه الله لا يوقّت فى حبسها وقال: تحبس حتى تطيب وهو قولهما أيضًا، وروى أبويوسف عن أبي حنيفة عليه الرحمة، أنها تحبس ثلاثة أيام، وروى ابن رستم رحمه الله عن محمد فى الناقة الجلالة والشاة والبقر الجلالة أنها إنما تكون جلالة إذا تفتتت وتغيرت ووجد منها ريح منتنة فهي الجلالة حينئذ لا يشرب لبنها ولا يؤكل لحمها وبيعها وبهتها جائز۔

هذا إذا كانت لا تخلط ولا تأكل إلا العذرة غالبًا، فإن خلطت فليست جلالة فلا تكره لأنها لا تنتن، ولا يكره أكل الدجاج المخلى وإن كان يتناول النجاسة لأنه لا يغلب عليه أكل النجاسة بل يخلطها بغيرها وهو الحب فيأكل ذاوذا ... والأفضل أن تحبس الدجاج حتى يذهب ما فى بطنها من النجاسة لما روى أن رسول الله ﷺ كان يحبس الدجاج ثلاثة أيام ثم يأكله، وذلك على طريق التنزه، وهو رواية أبي يوسف عن أبي حنيفة عليهما الرحمة أنها تحبس ثلاثة أيام كأنه ذهب إلى ذلك للخبر، ولما ذكرنا أن ما فى جوفها من النجاسة يزول فى هذه المدة ظاهرًا وغالبًا، ويكره الغراب الأسود الكبير، لما روى عن عروة عن أبيه أنه سئل عن أكل الغراب فقال: من يأكله بعد ما سماه الله تبارك وتعالى فاسقًا، عنى بذلك قول رسول الله ﷺ خمس من الفواسق يقتلهن المحرم فى الحل والحرم، ولأن غالب أكلها الجيف فيكره أكلها كالجلالة ولا بأس بغراب الزرع لأنه يأكل الحب والزرع ولا يأكل الجيف۔

ھکذا روی بشر بن الولید عن أبي یوسف قال: سألت أبا حنیفة علیه الرحمة عن أکل الغراب فرخص فی غراب الزرع وکره الغداف فسألته عن الأبقع فکره ذلك، وإن کان غرابًا یخلط فیأکل الجیف ویأکل الحبّ لا یکره فی قول أبي حنیفة علیه الرحمة، قال: وإنما یکره من الطیر ما لا یأکل إلا الجیف ولا بأس بالعقیق لأنه لیس بذی مخلب ولا من الطیر الذی لا یأکل إلا الحب کذا روی أبو یوسف أنه قال: سألت أبا حنیفة رحمه اللّٰہ فی أکل العقیق فقال: لا بأس به فقلت: إنه یأکل الجیف قال: إنه یخلط فحصل من قول أبي حنیفة إن ما یخلط من الطیور لا یکره أکله کالدجاج، وقال أبو یوسف رحمه الله: یکره لأن غالب أکله الجیف'' (بدائع الصنائع ۴/ ۱۵۳-۱۵۵)۔

قلت: ھذا أی الحبس وإطعام العلف الطیب حتی یطیب لحمها، إنما یستطیع إذا اشترناها حیًا، فأما الیوم إنما یحصل الناس لحوم الحیوانات المحللة غالبًا بعد الذبح والموت لحمًا بالوزن، فلا یتحقق فیه طریق إزالة الکراھة عن اللحم، لکن عند الضرورة والحاجة الشدیدة لتعامل الناس کما فی الدجاجة ینبغی أن یفتی بالجواز فی الأکل لأن لحم الدجاجة لا یحصل غالبًا بل أغلب الأوقات إلا من الدجاجة النامیة بطعام خبیث غیر فطری فأما فی السمك لایجری ھذا البأس والحرج لأن غالب ما یحصل لنا من الاسماك فی الأسواق والدکاکین ما نسمیه بطعام فطری طیب له لا بطعام مخترع له خاصة من المحظورات فالسمك النامی بطعام مصنوع من عند الإنسان نادر فیمکن ویستطیع الاحترازعنه والاجتناب وھذا الاحتراز والاجتناب یمکن ویستطیع فی لحوم الماشیة والأنعام علی حد، کما ھو ظاھر الیوم۔

ففی الجملة مثل ھذه اللحوم أی المتولدة بطعام غیر فطری یجوز إن کان لحم دجاجة لتعامل الناس إیاه فی الصفة المحظورة فأما غیرھا لا یجوز بل یکره، وإن وجد فیھا مضرة أکثر منھا فی الجلالة یفوق حکمه من الکراھة إلی الحرام لقوله تعالی: ''الیوم أحل لکم الطیبات'' ولقوله تعالی: ''ولا تلقوا بأیدیکم إلی التھلکة وأحسنوا إن الله یحب المحسنین''، وبیعه وہبته جائز کما ھو ظاھر من عبارات البدائع علی ما ذکر

ھذا ما عندی، والله أعلم بالصواب۔



باب چہارم/مختصر تحریریں

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

مفتی سلمان پالنپوری قاسمی [1]

خوراک ہر ذی روح کی ضرورت ہے، خواہ وہ دنیا پر حکمرانی کرنے والا انسان ہو، یا بے زبان چوپائیں، جنگلوں میں دھاڑنے والے شیر اور چیتا ہوں یا فضاؤں میں اڑنے والے چرند و پرند، ہر ایک کی بقا صالح اور صحت بخش خوراک پر ہی موقوف ہے، جن چیزوں سے خوراک کا تانا بانا تیار ہوتا ہے، وہ نباتات اور حیوانات ہیں، خوراک بننے کے لئے اللہ تعالیٰ ہمیں نباتات کے ساتھ سورج کی شعاؤں، آسمانی بارش، اور زرخیز زمین سے نوازا ہے، چوپایوں کا انحصار نباتات پر، اور بعض جانوروں کا بعض جانوروں پر ہے، جب کہ انسانی خوراک دونوں پر منحصر ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر انسانوں سے لے کر حیوانوں تک ہر ایک کو صاف ستھری، صحت بخش اور آلودگی سے پاک خوراک بہم پہنچائی ہے اور اناج غلے اگانے کے غیر مصنوعی طریقے بھی سکھلا دیئے ہیں، قرآن مجید میں ہے:

"وأنزل من السماء ماء فأخرجنا به أزواجًا من نبات شتى كلوا وارعوا أنعامكم إن في ذلك لآيات لأولي النهى" (سورہ طہ: ۵۳-۵۴)۔

(اور آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے اقسام مختلفہ کے نباتات پیدا کئے، خود کھاؤ اور اپنے مویشی کو چراؤ، ان سب چیزوں میں اہل عقل کے واسطے نشانیاں ہیں) (بیان القرآن)۔

سورہ عنکبوت میں ہے:

"وكأين من دابة لا تحمل رزقها الله يرزقها وإياكم" (آیت: ۶۰)۔

(اور بہت سے ایسے جانور ہیں جو اپنی غذا اٹھا کر نہیں رکھتے، اللہ ہی ان کو روزی پہنچاتا ہے اور تم کو بھی) (بیان القرآن)۔

بے شک آج انسان حیوانوں سے آگے نکل چکا ہے، خدائی نظام اور فطری نظام میں رخنے ڈال رہا ہے، مالی حرص کی وجہ سے خوراک کو فاسد اور ابتر کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لئے کوشاں ہے، اب تو اناج، غلے، جانوروں کے دودھ، گوشت، پھل، سبزیاں، سبھی کچھ آلودگی کے باعث مضر اور مہلک ہوتے جارہے ہیں، بالخصوص کیڑے مار دواؤں کے مرکبات، پارہ، کیڈمیم، سیسہ اور زہریلی مادے اور دھاتیں خوراک میں شامل ہوگئی ہیں، نیز کیڑے مار دواؤں اور کیمیائی کھاد کی وجہ سے زمین کی زرخیزی ختم ہوتی جارہی ہے، جس کے نتیجہ میں خوراک کے ذخیرے آئے دن کم سے کم تر ہوتے جارہے ہیں۔

اسلامی تعلیمات اپنی ہمہ گیریت کی وجہ سے زندگی کے تمام گوشوں کو محیط ہیں، محض اپنے مادی فائدہ کے لئے خوراک کو مسموم اور آلودہ کرنا اسلامی نقطہ نظر سے غیر پسندیدہ اور قطعا نامناسب فعل ہے، مذہب اسلام نے تو دیگر مخلوقات کی خوراک کو بھی مسموم، آلودہ اور گندہ کرنے کی سخت ممانعت فرمائی ہے، تو بھلا اشرف المخلوقات کی خوراک کو مسموم، آلودہ اور فاسد کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جب جنوں کا وفد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام قبول کرنے کے لئے حاضر ہوا تو انہوں نے کہا:

---

[1] مفتی مدرسہ جامعہ خلیلیہ ماہی، پالنپور، گجرات۔

''انه أمتك أن يستنجوا بعظم أوروثة أو فحمة فإن الله عزوجل جعل لنا فيها رزقًا'' (ابوداؤد شریف ۱/ ۶ باب ما ینهی أن یستنجي به) (یعنی اپنی امت کو ہڈی، لید اور کوئلہ سے استنجاء کرنے سے منع کردیجئے، کیونکہ اللہ تعالی نے اسے ہمارا رزق بنایا ہے)، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا۔

شارحین حدیث لکھتے ہیں: ہڈی اور کوئلہ جنات کی غذا ہے اور لید جنات کے جانوروں کی غذا ہے (مرقات المفاتیح ۱/ ۳۶۸)۔

فساد پھیلانے کی ممانعت:

خوراک کی آلودگی ایک ہمہ گیر فساد ہے، جس کے دامن میں تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں، قرآن کریم نے فساد پھیلانے سے بڑی تاکید کے ساتھ منع کیا ہے:

''ولا تفسدوا في الأرض بعد إصلاحها'' (سورہ اعراف: ۸۶)۔ (اور ملک میں اس کی درستی کے بعد فساد نہ مچاؤ) (تفسیر ماجدی)۔

ایک اور جگہ یوں ارشاد فرمایا ہے: ''كلوا واشربوا من رزق الله ولا تعثوا في الأرض مفسدين'' (سورہ بقرہ: ۶۰)۔

(کھاؤ پیو اللہ کے رزق سے اور زمین پر شرارتی بن کر نہ ابھرو) (تفسیر ماجدی)۔

پروردگار عالم نے خوراک کی اشیاء کو اسباب معاش بنا کر نفع حاصل کرنے سے منع نہیں فرمایا، اس لئے کہ یہ بقائے زندگی کے لئے لازم ہے، مگر خوراک کو آلودہ اور فاسد کرنے سے ضرور روکا، اس لئے کہ یہ ایک ایسا ہمہ جہت فساد ہے کہ جس کا دھارا پھوٹنے کے بعد رک نہیں سکتا، دراصل فساد، نظام فطرت میں تبدیلی لانے، بگاڑ پیدا کرنے اور بقائے انسانیت کے لئے اللہ نے جو انتظام اور انصرام کیا ہے، اس کی خلاف ورزی کرنے کا نام ہے (دیکھئے: المدخل الفقہی العام ۲/ ۷۷۳، التفسیر الکبیر ۳/ ۲۱۹)۔

نفس انسانی کا تحفظ:

یوں تو دنیا کے تمام مذاہب نے انسانی نفوس کی حفاظت کی تعلیم دی ہے، لیکن اسلام تمام گوشہ ہائے زندگی کی طرح اس مسئلے میں بھی خاص امتیازی مقام رکھتا ہے، اسلام کی انفرادی خصوصیت ہے کہ اس نے ایک فرد بشر کے قتل کو ساری انسانیت کے قتل سے تعبیر کیا ہے اور ایک فرد کی جاں بخشی کو ساری انسانیت کو پروانہ آزادی وحیات دینے کے مماثل قرار دیا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''من أجل ذلك كتبنا على بني إسرائيل أنه من قتل نفسًا بغير نفس أو فساد في الأرض فكأنما قتل الناس جميعًا ومن أحياها فكأنما أحيا الناس جميعًا'' (سورہ مائدہ: ۳۲)۔

(اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ لکھ دیا کہ جو شخص کسی شخص کو بلا معاوضہ دوسرے شخص کے یا بدون کسی فساد کے جو زمین میں اس سے پھیلا ہو، قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کر ڈالا اور جو شخص کسی شخص کو بچالے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو بچالیا) (بیان القرآن)۔

آج پیداوار میں اضافہ، پھلوں اور سبزیوں کو قبل از وقت پکانے یا کیڑوں سے بچانے کے لئے کیمیکل اور زہر آلود مادوں کا استعمال کیا جاتا ہے، جو انسانی صحت کے لئے حد درجہ نقصان دہ ہیں، جس کا اثر کھانے والوں تک پہنچتا ہے، اور کھانے والے بہت سے افراد بتدریج خطرناک بیماریوں میں مبتلا ہورہے ہیں۔

اسلامی اصول:

اسلام کا ایک جامع اصول ''لاضرر ولاضرار'' ہے جو اس بات کا متقاضی ہے کہ ایسے اسباب فراہم نہ کئے جائیں، جو کسی بھی درجہ میں اپنی ذات یا انسانیت کے لئے نقصان دہ ہوں، پیداوار میں اضافہ، پھلوں اور سبزیوں کو قبل از وقت پکانے یا کیڑوں سے بچانے کے لئے زہر آلود مادوں کا استعمال کرنا، جس کے نتیجہ میں تباہ کن بیماریوں کا ظہور ہو اور خلق خدا ان میں مبتلا ہو، یہ اسلامی نقطہ نظر کے خلاف ہے، اس لئے کہ اسلام نے کبھی اس کی اجازت نہیں دی کہ اپنے مفاد کے پیش نظر عام مخلوق خدا کو گزند پہنچائی جائے، بلکہ اس کے برخلاف راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹادینے کو ایمان کا شعبہ

قرار دیا ہے، پس لوگوں کے پیٹ میں تکلیف دہ چیزوں کے پہنچنے کا سبب بننا کس طرح درست ہوسکتا ہے؟

خلاصہ یہ ہے کہ:

۱۔ پیداوار میں اضافہ یا پھلوں کو کیڑوں سے بچانے کے لئے ایسے زہر آلود مادوں کا استعمال کرنا جائز نہیں جس کا اثر کھانے والوں تک پہنچتا ہو، اور وہ بتدریج خطرناک امراض کا سبب بنتا ہو، فقہی اصول ہے: ''یتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام''۔

۲۔ پھلوں کو جلد از جلد پکانے کے لئے یا کسی ترکاری کے حجم کو بڑھانے وغیرہ کے لئے زہریلی دواؤں یا انجکشن کا استعمال کرنا، ناجائز، فطری طریقہ کے خلاف اور مجرمانہ عمل ہے۔

(۳) انجکشن کے ذریعہ دودھ حاصل کرنا:

دودھ دینے والے حلال جانوروں کے دودھ کی مقدار میں اضافہ کرنے اور اگر جانور نے فطری طور پر دودھ دینا بند کردیا ہو، تو مصنوعی طور پر دودھ جاری کرنے کے لئے خاص قسم کے انجکشن لگائے جاتے ہیں، اس سے دودھ کی مقدار میں نمایاں اضافہ ہوجاتا ہے، اس عمل کا محرک مالی حرص اور نفع کماؤ ذہنیت ہے، ایسا کرنے والوں کے پیش نظر صرف اپنا فائدہ ہوتا ہے، ان کے اس عمل سے کوئی مرے یا جئے قطعاً کوئی پرواہ نہیں ہوتی، چنانچہ وہ نہ جانور پر رحم کھاتے ہیں اور نہ انسانوں پر۔

مذکورہ طریقہ سے دودھ نکالنے کا حکم یہ ہے کہ اگر واقعی یہ دودھ صحت انسانی کے لئے مضر ہے، تو مذکورہ تدبیروں کا استعمال جائز نہیں ہے؛ کیونکہ یہ دودھ کو فاسد کرنا ہے، حاصل یہ کہ مشہور فقہی اصول ''لاضرر ولاضرار'' کے پیش نظر ایسی تدبیروں کا استعمال جس کا ضرر دوسروں تک پہنچتا ہو، جائز نہیں۔

(۴) حرام اشیاء کا جانوروں کی غذا میں شامل کرنا:

(الف): فقہی جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر چربی کا استعمال اس طرح ہو جیسے بعض پکوان میں گھی اور تیل ہوتا ہے، تو یہ اختلاط ہے نہ کہ انقلاب ماہیت، اس لئے خنزیر کی چربی ملائی ہوئی چیز حرام ہے حلال نہیں، کیونکہ پاک اور ناپاک کا اختلاط ہو تو پاک جز بھی ناپاک ہوجاتا ہے، چنانچہ علامہ حلبی لکھتے ہیں:

''الماء والشراب إذا خلط وكان أحدهما نجسًا فالطين الحاصل منها نجس لأن اختلاط النجس بالطاهر ينجسه هذا هو الصحيح، كما ذكره قاضيخان وهو اختيار الفقيه أبي الليث وكذا روى عن أبي يوسف ذكره الخلاصة'' (حلبی/ ۱۸۸)۔

ایسے ہی اگر آٹا شراب سے گوندھا جائے، اور اسکی روٹی پکائی جائے تو وہ روٹی حرام ہی رہے گی، حلال نہ ہوگی، یہ قلب ماہیت کی صورت نہیں، بلکہ انقلاب وصف کے قبیل سے ہے:

''إن الدبس ليس فيه انقلاب حقيقة، لأنه عصير جمد بالطبخ وكذا السمسم إذا درس واختلط دهنه بأجزائه ففيه تغير ووصف فقط كلبن صار جبنا وبر صار طحينا وطحين صار خبزا بخلاف نحو خمر صار خلا وحمار وقع في مملحة فصار ملحًا، فإن ذلك كله انقلاب حقيقة إلى حقيقة أخرى لا مجرد انقلاب وصف، والله أعلم'' (رد المحتار ۱/ ۵۱۹)۔

جانوروں کو گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے ایسی غذا دینا جس میں خنزیر کی چربی یا کسی حرام چیز کے اجزاء شامل کئے گئے ہوں، جائز نہیں؛ کیونکہ اس میں انقلاب ماہیت نہیں ہوتا، مجموعی شکل ضرور بدل جاتی ہے، مگر جملہ اجزاء اپنے خواص کے ساتھ مطلوب ہوتے ہیں، جیسے ادویہ میں مختلف اجزاء ہوتے ہیں، پس اس غذا میں خنزیر کی چربی دوسری شکل کے باوجود ایک جزء کی حیثیت سے ہوتی ہے، اگر کیمیائی تحلیل کی جائے، تو چربی نمایاں ہوکر الگ ہوجائے گی، اور حرام ونجس چیز کو کھانا یا کسی کو کھلانا جائز نہیں، خواہ وہ جانور ہی کیوں نہ ہو۔

حاصل یہ کہ جانوروں کے گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے، ان کی غذا میں خنزیر کی چربی یا کسی حرام چیز کے اجزاء شامل کرنا اور جانوروں کو

کھلانا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ اختلاط ہے نہ کہ انقلاب ماہیت۔

(ب): ایسے جانوروں کا حکم جن کو حرام غذا کھلائی گئی ہو:

کتب فقہ میں یہ جزئیہ موجود ہے کہ حلال جانور جو نجاست خور ہو جائیں جن کو عربی میں ''جلالہ'' کہا جاتا ہے تو اس کے کھانے میں کراہت ہے، آپ ﷺ نے ایسے جانور کا گوشت کھانے اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا (ترمذی عن ابن عمر ۲/ ۴)، بلکہ ایک روایت میں اس پر سوار ہونے سے بھی منع فرمایا ہے (نسائی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ۲/ ۲۰۹)، اسی روایت کو سامنے رکھ کر فقہاء نے احکام مقرر کئے ہیں اور وہ یہ کہ اگر کثرت نجاست خوری کی وجہ سے کسی بھی جانور گائے، بکری، مرغی کے اندر بدبو پیدا ہو جائے اور اس کے گوشت سے بو آنے لگے تو اس کو ایک مخصوص وقفہ کے بغیر ذبح کرنا جس میں یہ بو جاتی رہے مکروہ ہے (درمختار ۵/ ۳۴۳)۔

کتنے دن روکے رکھنے میں اس کے گوشت کی کراہت ختم ہوگی، اس سلسلہ میں بعض فقہاء نے اندازہ قائم کیا ہے اور دنوں کی تعیین کی ہے، لیکن صحیح یہی ہے کہ اس کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں کی جاسکتی، بلکہ جتنے دنوں میں بو کے ازالہ کا غالب گمان ہو جائے کراہت ختم ہو جائے گی، چنانچہ علامہ کاسانی تحریر فرماتے ہیں:

''کان أبوحنیفة لا یوقت فی حبسها وقال تحبس حتی تطیب وهو قولهما أیضًا'' (بدائع الصنائع ۵/ ۴۰)۔

اور اگر ایسے جانور کے گوشت میں حرام غذا اور نجاست وغیرہ کھانے سے بدبو پیدا نہ ہوئی ہو، تو ایسے جانور کا گوشت حلال ہے، البتہ اگر خوراک میں غالب حرام ہو، تو بہتر ہے کہ ایسے جانور بند رکھ کر تین روز تک حلال غذا دی جائے، پھر ذبح کیا جائے۔

امداد الفتاوی میں ہے:

سوال: بکری کا بچہ جس نے سور کے دودھ سے پرورش پائی ہو حلال ہے یا نہیں؟ اور اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: فی الدر المختار کما حل أکل جدی غذی بلبن خنزیر لأن لحمه لا یتغیر وما غذی به یصیر مستهلكًا لا یبقی له أثر فی ردالمحتار أن ابن المبارك قال معناه إذا اعتلف أیامًا بعد ذلك كالجلالة وفی شرح الوهبانیة أنه یحل إذا ذبح بعد أیام وإلا فلا۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ وہ بچہ حلال ہے، لیکن کئی روز تک اس کو دوسرا چارہ دینا چاہئے، اس طرح قربانی بھی درست ہے۔

فقط واللہ اعلم (امداد الفتاوی ۳/ ۵۴۰)۔

اور احسن الفتاوی میں ہے:

سوال: مردار جانوروں کا گوشت بھاپ میں پکا کر مشینوں کے ذریعہ پیس کر سکھا کر باریک پاؤڈر بنالیا جاتا ہے اور مرغیوں کی خوراک میں استعمال کیا جاتا ہے، کبھی اس گوشت میں کتے کا گوشت بھی ہوتا ہے، کیا ان مرغیوں کا گوشت کھانا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب: ایسی مرغی کا گوشت حلال ہے، اگر خوراک میں غالب حرام ہو تو بہتر ہے کہ ایسی مرغی کو تین روز تک بند رکھ کر حلال غذا دی جائے، البتہ مرغی کے گوشت میں حرام غذا اور نجاست وغیرہ کھانے سے بدبو پیدا ہو جائے تو اس کو اتنی مدت بند رکھ کر حلال غذا دینا ضروری ہے کہ بدبو زائل ہو جائے، بدبو زائل ہونے سے قبل ذبح کر دیا تو اس کا گوشت حلال نہ ہوگا، واللہ سبحانہ وتعالی اعلم (احسن الفتاوی ۷/ ۴۰۸)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر کسی حلال جانور کو حرام غذا کھلائی گئی اور اس کے گوشت میں حرام غذا کھانے سے بدبو پیدا ہو جائے، تو بدبو زائل ہونے سے قبل ذبح کر دیا تو اس کا گوشت حلال نہیں، مکروہ ہے اور اگر اس کے گوشت میں حرام غذا کھانے سے بدبو پیدا نہ ہوئی ہو، تو اس کا گوشت حلال ہے، البتہ غالب غذا حرام ہے تو بہتر ہے کہ ایسے جانور کو تین روز تک بند رکھ کر حلال غذا دی جائے پھر ذبح کیا جائے۔

(۵) غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کے استعمال کا حکم:

غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کے استعمال سے غذا مسموم اور آلودہ ہو جاتی ہے، حالانکہ ہر جاندار کی بقا صالح اور صحت بخش غذا پر ہی موقوف ہے، غذا ہر ذی روح کی ضرورت ہے، غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کے استعمال سے مضر اور مہلک اثرات پیدا ہوتے ہیں، اس وقت دنیا میں مختلف قسم کی آلودگیوں (غذائی، آبی، فضائی، صوتی) کے باعث قسم قسم کی مہلک اور لاعلاج بیماریاں جنم لے رہی ہیں، ان سب میں سب سے خطرناک غذائی آلودگی اور سمیت ہے، محض اپنے ادنی مفاد کی وجہ سے حیات انسانی کی سب سے اہم ضرورت کی چیز، غذا کو مضر صحت اشیاء کی آمیزش سے مسموم اور فاسد کر دینا، ناجائز اور مجرمانہ عمل ہے، مذہب اسلام نے تو دیگر مخلوقات کی غذا کو مسموم اور آلودہ کرنے کی سخت ممانعت فرمائی ہے، تو بھلا اشرف المخلوقات کی غذا کو مسموم اور مضر صحت بنا دینا کیوں کر درست ہو سکتا ہے؟

غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال ایک ہمہ گیر فساد ہے جس کے دامن میں تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں، قرآن کریم نے فساد پھیلانے سے بڑی تاکید کے ساتھ منع کیا ہے:

> "ولا تفسدوا في الأرض بعد إصلاحها" (سورہ اعراف: ۸۶) (اور ملک میں اس کی درستی کے بعد فساد نہ مچاؤ)۔
>
> ایک اور جگہ یوں ارشاد ہے: "كلوا واشربوا من رزق الله ولا تعثوا في الأرض مفسدين" (سورہ بقرہ: ۶۰) (کھاؤ پیو اللہ کے رزق سے اور زمین پر شرارتی بن کر نہ پھرو)۔

اسلام کا ایک جامع اصول "لا ضرر ولا ضرار" ہے، جو اس کا متقاضی ہے کہ ایسے اسباب فراہم نہ کئے جائیں، جو کسی بھی درجہ میں اپنی ذات یا انسانیت کے لئے نقصان دہ ہوں۔

حاصل یہ کہ غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال، درحقیقت خلق خدا کو ضرر پہنچانا، اس پر ظلم کرنا، اس کو دھوکہ دینا ہے، اور کسی کو ضرر پہنچانا یا دھوکہ دینا یا کسی پر ظلم کرنا حرام ہے اور جو عمل مذکورہ مفاسد پر مشتمل ہو، اس کا حرام ہونا بالکل ظاہر ہے، اور یہ ایسا ہمہ گیر مفسدہ ہے جس سے بچنا خلق خدا کے لئے ممکن ہی نہیں، کیونکہ عام لوگوں کو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ کن کن غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال کیا گیا ہے، جن غذائی مصنوعات کے بارے میں تحقیق سے معلوم ہو جائے کہ ان میں مضر صحت اشیاء استعمال کا گیا ہے، تو ایسی غذائی مصنوعات کو خرید کر خود کھانا یا دوسروں کو کھلانا جائز نہیں۔



غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی[1]

(۱) اس سلسلے میں قرآن مجید کے اصول سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے:

والسماء رفعها ووضع الميزان أن لا تطغوا في الميزان وأقيموا الوزن بالقسط ولا تخسروا الميزان (سورۃ الرحمن: ۷،۸،۹)۔

(اور آسمان کو بلند کیا اور توازن (بیلنس) کو قائم کیا تا کہ تم توازن کے معاملہ میں سرکشی نہ کرو اور توازن کو انصاف کے ساتھ قائم رکھو اور توازن کو نہ بگاڑو)۔

زمینی پیداوار انسان کی اہم ترین غذائی ضرورت ہے، کھاد کے ذریعہ پیداوار میں اضافہ انسانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے اہم ضرورت ہے، اسی طرح سبزیوں اور پھلوں پر مناسب حد تک دوا کا چھڑکاؤ بھی ضرورت ہے؛ کیوں کہ اسکے بغیر فصلوں کی نقصان دہ کیڑوں سے حفاظت نہیں ہوتی، البتہ توازن کو توڑ کر مضر حد تک دواؤں کا استعمال قرآن مجید کے حکم کے خلاف ہے اور فقہی اصول ''الضرورات تتقدر بقدر الضرورة'' کے بھی خلاف ہے، اسلئے مضرت رساں حد تک زہریلی دوا اور کھاد کا استعمال ناجائز ہے۔

حلال جانور کے ذبح اضطراری میں پوری طرح اخراج دم نہیں ہوتا حالانکہ خون میں یورک ایسڈ کا زہریلا مادہ ملا رہتا ہے جس کا اخراج ضروری ہے، اور منخنقہ، موقوذہ، متردیہ، نطیحہ اور میتہ کی حرمت کی اصل وجہ یہی ہے کہ خون کی زائد مقدار بدن میں جذب ہونے کے سبب سمیت کی بڑھتی ہوئی مقدار صالح غذا کی فراہمی میں مانع ہے، اور ''إلا ما ذكيتم'' اس کا علاج ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مناسب حد تک سمیت کو شریعت نے گوارہ کیا ہے۔

(۲) پھلوں پر زہریلے کیمیکل کا استعمال ان کو خوشنما بنانے، یا جلد از جلد اور قبل از وقت پکانے یا مٹھاس پیدا کرنے کے لئے بالکل ناجائز ہے، اس میٹھے زہر کو گوارہ کرنے کا کوئی اصولی جواز موجود نہیں، اسی طرح ترکاریوں کے بڑھانے کے لئے انجکشن لگانا یا زہریلی دوا کا استعمال کرنا ''ألا تطغوا في الميزان'' کے حکم ربانی کے خلاف ہے اس لئے بالکل ناجائز ہے؛ کیوں کہ یہ فوڈ بیلنس کو بگاڑنے اور غذا کی صالحیت میں بلاضرورت سمیت پیدا کرنے کے ہم معنی ہے۔

(۳) حضرت مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں: ''یہ طریقہ بلاشبہ جائز ہے۔ اللہ تعالی نے حیوانات کو انسان کے نفع کے لئے پیدا کیا ہے اس لئے ان سے انتفاع میں انکو کچھ تکلیف بھی ہو تو کچھ حرج نہیں'' (احسن الفتاوی ۸/ ۲۲۳)۔

حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ نے جواز کا اشارہ دیا ہے (فتاوی محمودیہ ۶/ ۲۱۸)، اور فتاوی عالمگیری (۱/ ۵۷۳) کے جملہ ''ويكره ترك الحلب أيضا'' سے غالبا جواز کو مستنبط کیا ہے۔

ان دونوں فتوؤں میں ''مضر صحت'' کے پہلو کو نظر انداز کر دیا گیا ہے، حقیر راقم سطور کا خیال ہے کہ دوا میں زہر کے مقدار قلیل کو مثلا افیون اور الکحل کو ضرورۃ جائز رکھا گیا ہے۔

حضرت مفتی رشید احمد صاحبؒ لکھتے ہیں:

''چونکہ افیون دوا میں قدر مسکر سے کم میں جائز ہے اس لئے اسکی کاشت اور اجرت جائز ہے (احسن الفتاوی ۷/ ۳۱۹) شرب البنج للتداوي لا بأس به (خلاصة الفتاوی ۴/ ۲۰۴) (بھنگ سے علاج میں کوئی حرج نہیں)۔

---

[1] شیخ الحدیث مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ یوپی۔

اس سے ثابت ہوا کہ کم مضر حد تک دودھ اتارنے کے لئے جائز ہے اور زیادہ مضر مقدار کا استعمال ناجائز ہے۔

جواب (۴) الف: حضرت مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم لکھتے ہیں:

"ایسی غذا کی خرید وفروخت اور مرغیوں کو کھلانا جائز نہیں" (احسن الفتاوی ۸/ ۱۲۶)۔

لیکن فارمی مرغیوں کی حلت پر جب تمام فقہاء متفق ہیں اور بڑے پیمانے پر یہ مسلمانوں کی تجارت کا حصہ بن چکا ہے تو مرغی دانہ کھلائے بغیر یہ کاروبار چل نہیں سکتا، اس لئے حرام اور نجس غذا ہونے کے باوجود اس کی خرید وفروخت اور اس کو مرغیوں کو کھلانا بدرجۂ مجبوری جائز قرار دینا ہوگا۔ اس کی نظیر سبزی ترکاری کے کھیتوں کو نجس پانی سے سیراب کرنے کا جواز ہے۔

قال العلامة ابن عابدين رحمة الله تعالى (فروع) في أبي السعود الزروع المسقية بالنجاسات لاتحرم ولاتكره عند أكثر الفقهاء رحمهم الله تعالى (ردالمحتار ۵/ ۲۱۷)۔

(علامہ ابن عابدین کہتے ہیں کہ ابوالسعود میں ہے کہ نجس پانی سے سیراب کردہ سبزیاں اکثر فقہاء کے نزدیک نہ حرام ہیں اور نہ مکروہ ہیں)۔

جواب (۴) ب: نجس غذا کھلانے کے باوجود اس کا گوشت حلال ہے، اس میں کوئی حرمت یا کراہت نہیں؛ البتہ نجس خوراک کی بدبو اس کے گوشت میں اس قدر سرایت کرجائے کہ گوشت کے قریب کھڑا ہونے پر محسوس ہو تو اس حال میں اس کو کھانا علامہ زیلعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول مکروہ تنزیہی ہوگا، اور اگر دو، تین شب وروز اس کو باندھ کر رکھا جائے تو یہ کراہت بھی نکل جائے گی، فقہاء کی تصریحات درج ذیل ہیں:

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى تحت قوله (وكره لحم الجلالة التي تأكل العذرة) أي فقط حتى أنتن لحمها قال في شرح الوهبانية وفي المنتقى الجلالة المكروهة التي اذا قربت وجدت منها رائحة فلا تؤكل. ولا يشرب لبنها ولايحمل عليها وتلك حالها ويكره بيعها وهبتها وتلك حالها۔ وذكر البقالي أن عرقها نجس وقدمناه في الذبائح (ردالمحتار ۵/ ۲۱۶)۔

وقال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى وتحبس الجلالة حتى يذهب نتن لحمها وقدر بثلاثة أيام لدجاجة وأربعة لشاة وعشرة لإبل وبقر على الأظهر ولو أكلت النجاسة وغيرها بحيث لم ينتن لحمها حلت كما حل أكل جدي غذي بلبن خنزير لأن لحمه لايتغير وما غذي به يصير مستهلكًا لا يبقى له أثر۔

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى (قوله حلت) وعن هذا قالوا لا بأس بأكل الدجاج لأنه يخلط ولا يتغير لحمه وروى أنه عليه الصلوة والسلام كان يأكل الدجاج وما روى أن الدجاجة تحبس ثلاثة أيام ثم تذبح فذلك على سبيل التنزه۔ زيلعي۔ (ردالمحتار ۵/ ۲۱۷)۔

(علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے (كره لحم الجلالة التي تأكل العذرة) کے تحت فرمایا کہ یہ اس جانور کا حکم ہے جس کے گوشت میں بدبو پیدا ہوجائے۔ "وہبانیہ" میں "المنتقی" کے حوالے سے کہا گیا کہ جلالہ مکروہہ سے مراد وہ جانور ہے جس کے نجاست کھانے کی وجہ سے اس کے گوشت میں ایسی بدبو پیدا ہوجائے کہ اس کے قریب ہونے پر محسوس ہونے لگے تو ایسے جانور کو نہیں کھایا جائے گا نہ اس کا دودھ پیا جائے گا نہ اس پر سوار ہونا درست ہوگا جب تک یہ حالت برقرار رہے، اور اس حالت میں اس کی خرید وفروخت اور ہبہ کرنا بھی مکروہ ہوگا۔ اور بقالی نے فرمایا کہ اس کا پسینہ بھی ناپاک ہوگا۔

علامہ حصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جلالہ (نجاست کھالینے والے جانور) کو اس وقت تک باندھ کر رکھا جائے گا جب تک اس کے گوشت کی بدبو دور نہ ہوجائے، اور مرغی میں اس کا اندازہ تین دن کا ہے، بکری بکرے میں چار دن کا، اونٹ اور گائے بیل میں دس دن کا، ظاہر الروایۃ کے مطابق ایسا ہی ہے۔ اور اگر وہ جانور نجاست بھی کھائے اور اس کے علاوہ بھی اس طرح کہ اس کے گوشت میں بدبو نہ پیدا ہو تو اس کا کھانا حلال ہے جیسا کہ ایسی بکری کا گوشت کھانا حلال ہے جس کو سور کے دودھ کی غذا دی گئی ہو؛ اس لئے کہ دودھ گوشت میں گڈمڈ ہوگیا اور اس کا گوشت متغیر نہیں ہوا گویا اس کو جو حرام خوراک ملی وہ بدن میں گھل مل کر ناپید ہو گئی اور اس کا گوشت پر کوئی اثر باقی نہیں رہا۔

اور علامہ ابن عابدینؒ نے فرمایا (قوله حلت) اسی دلیل حلت کی وجہ سے علماء نے فرمایا کہ مرغی کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں؛ اس لئے کہ نجاست بدن میں مخلوط ہوجاتی ہے (اسکی حقیقت باقی نہیں رہتی) اور اس کے گوشت میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ مرغی کا گوشت تناول فرماتے تھے، اور جو روایت کی گئی کہ تین دنوں تک قید رکھا جائے پھر ذبح کیا جائے تو یہ صفائی ستھرائی کے لئے ہے۔ زیلعی میں یہی ہے (ردالمحتار ۵/۲۱۷)۔

علامہ شامی نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ بخاری میں اس طرح ہے:

عن زهدم قال كنا عند أبي موسى الأشعري وكان بيننا وبين هذا الحيّ من جرم إخاء فأتي بطعام فيه لحم دجاج وفي القوم رجل جالس أحمر فلم يدن من طعامه، قال: ادن، فقد رأيت النبي ﷺ يأكل منه. قال إني رأيته يأكل شيئًا فقذرته فحلفت أن لا آكله. فقال ادن، أخبرك أو أحدثك إلى آخر الحديث (البخاري. حديث: ۵۰۲۴ باب لحم الدجاج)

زہدم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، ہمارے اور قبیلہ جرم کے درمیان بھائی بندی کا معاہدہ تھا، اسی درمیان حضرت ابوموسی اشعریؒ کے پاس کھانا لایا گیا جس میں مرغ کا گوشت تھا، اور لوگوں میں ایک سرخ رنگ کا آدمی بیٹھا ہوا تھا، وہ انکے کھانے کے قریب نہیں ہوا، تو انہوں نے کہا: آجاؤ قریب ہو کر کھاؤ، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغ کا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ شخص کہنے لگا کہ میں نے مرغ کو گندگی کھاتے ہوئے دیکھا جس سے مجھے گھن آگئی اور میں نے قسم کھالی کہ مرغ نہیں کھاؤں گا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے فرمایا: قریب ہوجاؤ کھاؤ، میں تمہیں پورا واقعہ سناتا ہوں، پھر انہوں نے قسم توڑنے کا واقعہ بیان کیا۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں:

فيه جواز أكل الدجاج إنسية ووحشية وهو بالاتفاق إلا عن المتعمقين على سبيل الورع، إلا أن بعضهم استثنى الجلالة، وهو ما يأكل إلا قذرًا، قال أبو حنيفة: الدجاجة يخلط والجلالة لا يأكل غير القذر (حاشیہ صحیح بخاری ۲/ ۱۳۸۱۔ مطبوعہ الیکٹرانک ممبئی)۔

اس حدیث سے پالتو اور جنگلی دونوں قسم کے مرغ کھانے کا جواز ثابت ہوتا ہے، یہ حکم بالاتفاق ہے، مگر بعض متشددین سے بطور پرہیز گاری عدم جواز منقول ہے، مگر بعض علماء نے اس جواز سے جلالہ کو مستثنیٰ رکھا ہے، اور جلالہ وہ مرغ ہے جو نجاست کھاتا ہے، امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مرغ مخلوط خوراک کھاتا ہے اور جلالہ صرف نجاست خور ہے۔

اس وضاحت سے ظاہر ہے کہ دیسی مرغی اور جنگلی مرغی مخلوط خوراک کھاتی ہے اور اسی کو حضرت ابوموسی اشعریؒ کھا رہے تھے، اور جن صحابی نے گندگی کھانے کی وجہ سے کھانے سے پرہیز کیا تھا وہ بھی مخلوط خوراک کھانے والی مرغی ہوگی جس کو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے سے استدلال کرتے ہوئے جائز قرار دیا تھا۔ آج کل کے فارم کی مرغیوں کا اس دور میں کوئی وجود نہیں تھا جسکا انحصار صرف نجس خوراک پر ہے؛ اس لئے تقوی کا تقاضا یہی ہے کہ اس کے کھانے سے پرہیز رکھا جائے، اگرچہ فتویٰ کی رو سے اس کو جائز قرار دیا جائے۔

(۵) اگر غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال قلیل مقدار میں ہو تو جائز ہے۔ اس کی خریداری بھی جائز ہے، اور خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا بھی جائز ہے؛ البتہ زیادہ مقدار میں استعمال جو زیادہ مضر صحت ہو حرام ہے، اور خریدنے، خود کھانے دوسروں کو کھلانے کا بھی یہی حکم ہے جیسا کہ پیچھے اس کی وضاحت کی جا چکی ہے۔

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کا شرعی ضابطہ

مفتی ابوبکر قاسمی[1]

جس طرح انسان اپنے جسم وبدن کی بقا کے لئے ہوا پانی کا محتاج ہے، اسی طرح اس کے جسم کو غذا کی بھی ضرورت ہے، لیکن اس کے جسم کے لئے کون سی غذا منفعت بخش ہے اور کون سی غذا مضر صحت اور ضرر رساں ہے، اس سے انسانی عقل کما حقہ واقف نہیں ہے اس لئے اللہ رب العزت نے انسانوں کی رہنمائی کے لئے حضرات انبیاء کو بھیج کر اور بصیرت افروز کتاب نازل کر کے مسائل حلت وحرمت کو تفصیل سے بیان فرمایا اور اس کے رہنما اصول کو اجمالاً قرآن کریم کی متعدد آیات میں ذکر فرما کر مسلمانوں کو خصوصاً اور سارے انسانوں کو عموماً حلال وپاکیزہ چیزوں کے کھانے کی تاکید وتلقین فرمائی، چنانچہ جہاں سورہ بقرہ کی آیت ۱۷۲ میں مومنون سے خطاب کر کے فرمایا گیا ہے: "یا أیها الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقنا کم"۔ وہیں اس سے قبل آیت ۱۶۸ میں سارے انسانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ "یا أیها الناس کلوا مما فی الأرض حلالاً طیبًا" (اے لوگو! زمین کی چیزوں میں سے حلال وپاکیزہ چیزوں کو کھاؤ)۔

اور سورہ مومنون کی آیت ۵۱ میں بعینہ یہی حکم رسولوں کو بھی دیا گیا ہے، ساتھ ہی پاکیزہ چیزوں کے کھانے کا حکم دینے کے ساتھ نیک عمل کرنے کا بھی تاکیدی حکم دیا گیا ہے، "یا أیها الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحًا"۔

اور مسلمانوں کو پاکیزہ چیزوں کے کھانے کا حکم دینے کے ساتھ فرمایا گیا ہے کہ "واشکروا للہ إن کنتم إیاہ تعبدون" (اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کے بندے ہو)۔

ان آیات کو بغور پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حلال وپاکیزہ چیزوں کے کھانے سے جہاں دل کو سرور حاصل ہوتا ہے وہیں حلال کھانے سے اخلاق رذیلہ سے نفرت اور اخلاق فاضلہ کی رغبت پیدا ہوتی ہے، نیز عبادت میں جی لگتا ہے، اور گناہ کرنے سے دل گھبراتا ہے، اس کے برعکس حرام کھانے سے اخلاق رذیلہ پیدا ہوتے ہیں، اور عبادت الٰہی کا ذوق ختم ہوجاتا ہے گویا نیک عمل کے کرنے میں رزق حلال کو بڑا دخل ہے، نیز دعا کی قبولیت میں حلال کھانا معین بنتا ہے اور حرام کھانا دعا کی مقبولیت میں رکاوٹ ومانع بنتا ہے، چنانچہ حدیث نبوی ہے کہ بہت سے لوگ طویل السفر پریشان حال اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا کے لئے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور یارب یارب پکارتے ہیں مگر ان کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام، غذا حرام، ان حالات میں ان کی دعا کہاں قبول ہوسکتی ہے (صحیح مسلم وترمذی)۔

مذکورہ آیت وروایت کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مذہب نے حلال وپاکیزہ کھانا کھانے کی تاکید کیوں کی ہے، یہاں یہ بات اچھی طرح ذہن نشیں رہے کہ انسانوں کی غذائی مصنوعات میں نباتات کا بھی استعمال ہوتا ہے اور حیوانات کے اجزاء بھی استعمال میں لائے جاتے ہیں، لیکن نباتات کے استعمال میں حیوانات کے مقابلہ میں زیادہ توسع ہے، چنانچہ نباتات سے تیار شدہ چیزوں میں صرف سکر اور سمیت یعنی نشہ اور ضرر رساں چیزوں کے استعمال سے منع کیا جاتا ہے اور بقیہ چیزوں کے استعمال کی عام اجازت ہوتی ہے، لیکن حیوانات کے سلسلہ میں خنزیر، مردار، خون اور غیر اللہ کے نام پر بطور تقرب کے ذبح کئے گئے جانوروں کے استعمال کو صراحت کے ساتھ حرام وممنوع قرار دیا گیا ہے، (ملاحظہ ہو: سورۃ البقرۃ: ۱۷۳، سورہ مائدہ: ۳، سورہ نحل: ۱۱۵)۔

اسی طرح درندے جانور، پنجوں سے شکار کرنے والے پرندے، نجاست خور جانور جسے حدیث نبوی میں جلالۃ کہا گیا ہے، ان سب جانور کے حرام

---

[1] مدرسہ اسلامیہ شکرپور، بھروارہ، دربھنگہ۔

وممنوع ہونے کی صراحت حدیث پاک میں وارد ہے، نیز حلال جانور گائے، بھینس، بھیڑ، بکری، دنبہ، اونٹ وغیرہ کے سات اجزاء کو حدیث پاک میں مکروہ قرار دیا گیا ہے۔

''عن ابن عباس قال: نھی رسول اللہ ﷺ عن کل ذی ناب من السبع وعن کل ذی مخلب من الطیر'' (رواہ مسلم فی الصید والذبائح/ ۱۹۳۴)۔

''عن مجاہد کرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الشاۃ سبعًا: الذکر والأنثیین والقبل والغدۃ والمرارۃ والمثانۃ والدم'' (البحر الرائق ۸/ ۲۵۸، اعلاء السنن ۱۷/ ۱۲۹، کتاب الآثار لمحمد/ ۲۲۲)۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے بکرا اور بکری کے حسب ذیل اجزاء کو ناپسند فرمایا: (۱) بکرے کا عضو تناسل، (۲) خصیتین، (۳) بکری کا فرج، (۴) گلٹی، (۵) پتہ، (۶) پیشاب کی تھیلی، (۷) اور دم غیر مسفوح، کیونکہ دم مسفوح (بہنے والا خون) کا حرام ہونا قرآن کریم میں مصرح ہے۔ بعض حضرات نے غدہ کا ترجمہ حرام مغز سے کیا ہے، لیکن یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے، بلکہ اس کا صحیح ترجمہ گلٹی ہے، رہا حرام مغز تو اس کو عربی میں نخاع الصلب کہتے ہیں، حرام مغز کی حرمت یا کراہت حدیث پاک میں مذکور نہیں ہے، حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب نے کفایت المفتی میں لکھا ہے کہ حرام مغز نہ حرام ہے اور نہ مکروہ ہے، یونہی بے چارہ خواہ مخواہ بدنام ہو گیا ہے (کفایۃ المفتی: جلد نہم، جواب نمبر ۱۰۹، ۳ کتاب الحظر والاباحہ)۔

الغرض حیوان ماکول اور غیر ماکول کی مفصل بحث نیز حیوان ماکول کے اجزائے ممنوعہ کا تذکرہ حدیث وفقہ کی کتابوں میں وارد ہوا ہے، نیز حیوان ماکول کے حلال ہونے کے لئے مذہب اسلام نے شرعی طریقہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کرنے یا نحر کرنے کی تلقین کی ہے اس کی خلاف ورزی کی صورت میں ذبیحہ حلال نہ ہوگا، سورہ انعام میں خداوند قدوس کا فرمان ہے: "فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ" (آیت: ۱۱۸) (پس اس جانور کا گوشت کھاؤ جس کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہے)، "وما لکم أن لا تأکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ" (آیت: ۱۱۹) (اور تم کو کیا ہو گیا ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا گیا اس کو نہیں کھاتے ہو)، "ولا تأکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ وإنہ لفسق" (آیت: ۱۲۱) (اور جس پر اللہ کا نام لے کر ذبح نہیں کیا گیا ہے اس کو نہ کھاؤ، کیونکہ یہ کھلی ہوئی نافرمانی ہے)۔

دور حاضر میں مختلف کمپنیوں نے مختلف اغراض کے تحت غذائی مصنوعات کو تیار کرنے میں حلال وحرام اور نفع نقصان کی تمیز کئے بغیر نباتی اور حیوانی اشیاء کو ملا کر غذا اور دوا کے نت نئے طریقے ایجاد کر لیے ہیں جو انسانی صحت اور ان کی دینی زندگی کے لئے سخت نقصان کا باعث بنتے ہیں، لہذا اس پس منظر میں ایک سچے انسان اور پکے مومن کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ ان نئی ایجادات کو کھانے یا دوا کے طور پر استعمال کرنے سے قبل ان کا شرعی حکم جانے اور معلوم کرلے تاکہ ان کے استعمال سے جو دینی ودنیوی نقصان ہوتا ہے، ان سے انسان حتی الامکان محفوظ رہ سکے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی دہلی نے چوبیسویں سمینار کے لئے جو تیسرا سوالنامہ جاری کیا ہے وہ غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول سے متعلق ہے، ذیل میں اس کا جواب لکھا جاتا ہے۔

(۱) پیداوار بڑھانے کے لئے کھاد کا استعمال:

پیداوار بڑھانے کے لئے زمین میں کھاد کی اتنی مقدار ڈالی جاسکتی ہے جس سے تیار غذا انسانی صحت کے لئے ضرر رساں نہ ہو، ہاں اگر کھاد کی اتنی زیادہ مقدار کھیت میں ڈالدیا جو غذا میں اثر انداز ہو کر مضر صحت بن جائے تو پھر ایسا کرنا جائز نہیں ہے، اور اس قسم کی مضر صحت غذا کو فروخت کرنا پھر اس کا کھانا شرعاً جائز نہ ہوگا، چنانچہ قرآن کریم نے شراب وجوا میں منافع کو تسلیم کرنے کے باوجود کثرت گناہ اور اس کی غذائی مضرت کے سبب اس کی حرمت کا اعلان کیا ہے، ارشاد خداوندی ہے:

"یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما إثم کبیر ومنافع للناس وإثمھما أکبر من نفعھما" (سورہ بقرہ: ۲۱۹)

(لوگ آپ سے شراب وجوا کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ ان کو بتا دیجئے کہ دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے بہت سے فائدے ہیں، اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑھا ہوا ہے)۔

اس آیت قرآنی سے معلوم ہوا کہ جس چیز میں نفع سے زیادہ نقصان کا پہلو ہو شرعاً اس سے رکنا اور بچنا ضروری ہے۔

(۲) پھلوں کو پکانے یا ترکاری کے حجم کو بڑھانے کے لئے زہریلی دواؤں کا استعمال:

پھلوں کو قبل از وقت جلد سے جلد پکانے یا ترکاریوں کے حجم کو بڑھانے یا جلد تیار کرنے کی غرض سے اگر زہریلی دواؤں یا مضر صحت کیمیکل کا استعمال کیا جاتا ہے اور میڈیکل کے ماہرین اس طرح پکائے گئے پھل یا تیار کی گئی سبزیوں کو مضر صحت بتاتے ہیں تو پھر جہاں سرکار کو چاہئے کو اس قسم کے عمل پر پابندی لگائے وہیں لوگوں پر بھی واجب ہے کہ بازاروں میں ایسے ایسے پھل یا ایسی مضر صحت ترکاری کو فروخت نہ کریں، تاکہ ایسی مضر صحت اشیاء کے استعمال سے عام لوگ رکیں، ''قال اللہ تعالی: ولا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحها'' (سورہ اعراف: ۵۶، ۸۵)، "ولا تبغ الفساد فی الأرض إن اللہ لا یحب المفسدین" (سورہ قصص: ۷۷)، اور زمین میں سدھار کے بعد بگاڑ و فساد نہ کرو، کیونکہ اللہ تعالی فساد پیدا کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے، واللہ اعلم۔

(۳) انجکشن دے کر دودھ کی مقدار بڑھانا یا خشک دودھ کو جاری کرنا:

دودھ دینے والے حلال جانور کے دودھ کی مقدار کو بڑھانے کی غرض سے انجکشن دینے یا فطری طریقے سے دودھ دینے والے جانور کے دودھ خشک ہوجانے کے بعد مصنوعی طریقہ سے انجکشن کے ذریعہ دودھ جاری کرنے سے جو دودھ برآمد ہوتا ہے اگر وہ بچوں کی صحت کے لئے یا بڑوں کی صحت کے لئے مضر ہے اور ڈاکٹروں کو لیبارٹری ٹیسٹ کے بعد ان کے مضر صحت ہونے کا یقین ہے، تو ان کا دینی واخلاقی فرض ہے کہ حکومت کو مطلع کر کے مضر صحت دودھ تیار کرنے اور ان کو بازار میں فروخت کرنے پر پابندی لگوائیں۔

(۴) پولٹری فارم کی مرغی یا تالاب کی مچھلی کی غذا میں خنزیر کی چربی ملانے کا حکم:

پولٹری فارم کی مرغی کو فربہ کرنے یا اس کے بچوں کو تیزی سے بڑھانے یا تالاب کی مچھلی کو بڑھانے کی غرض سے جو خوراک سپلائی کی جاتی ہے اگر اس کی تیاری میں صرف نباتاتی اشیاء شامل کی جاتی ہیں یا حیوان ماکول کے جائز اجزاء کو شامل کر کے تیار کیا ہے تو ایسی خوراک کا مرغی یا مچھلی کی پرورش کے لئے استعمال کرنا جائز ہے لیکن اگر اس میں سور کی چربی ملا کر غذا تیار کی جاتی ہے تو شرعاً اس کا بائیکاٹ ضروری ہے، اور جانوروں کو ایسی غذا سے باز رکھنا لازم ہے؛ تاہم اگر کسی نے مرغی یا مچھلی کو ایسی غذا استعمال کرادیا تو ایسی صورت میں اس قسم کی مرغی یا مچھلی کا حکم جلالہ جانور کے مطابق ہوگا۔ فقہاء نے اس قسم کے جانور کے گوشت کو مکروہ لکھا ہے اگر کثرت نجاست خوری کے سبب اس کے گوشت میں بدبو پیدا ہوگئی، ہاں اگر کچھ دنوں پرہیز کرانے کے بعد اس کے گوشت سے بدبو کے ازالہ کا غالب گمان ہوجائے تو پھر اس کا کھانا درست ہوگا (حلال وحرام از مولانا خالد سیف اللہ رحمانی/۱۲۶)۔

(۵) غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کے استعمال کا شرعی حکم:

غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال کرنا شرعاً ناجائز وحرام ہے، حدیث پاک میں حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ''من غشنا فلیس منا''۔

قال اللہ تعالی: "یحل لهم الطیبات ویحرم علیهم الخبائث" (اعراف: ۱۵۷) (لوگوں کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال ہیں اور ناپاک ومضر چیزیں حرام ہیں)

اسی طرح حدیث نبوی ہے: ''لا ضرر ولا ضرار'' (رواہ ابن ماجہ)۔

مضر صحت اشیاء کا خریدنا، استعمال کرنا، کھانا، دوسروں کو کھلانا حکم خداوندی "کلوا مما فی الأرض حلالاً طیباً" (سورہ بقرہ: ۱۶۸) کے خلاف ہونے اور تعاون علی الاثم والعدوان ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، قال اللہ تعالی: "ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان" (سورہ مائدہ: ۲)،

هذا ما عندی واللہ سبحانه وتعالی أعلم

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے شرعی احکام

مفتی عارف کنجروی[1]

سوال اول وثانی کا جواب:

غذا انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہے اور اس پر اس کی زندگی موقوف ہے، لیکن انسان کو مضرت سے بچانا شریعت کا بنیادی مقصد ہے، اسی وجہ سے شریعت کے رمز شناس اور اس کے مزاج ومذاق سے آگاہ علماء نے لکھا ہے کہ بنیادی طور پر احکام شرع کے پانچ مقاصد ہیں:

(۱) جان کی حفاظت، (۲) دین کی حفاظت، (۳) عقل کی حفاظت، (۴) عزت وآبرو کی حفاظت، (۵) مال کی حفاظت۔

شریعت کے جتنے بھی احکام ہیں خواہ وہ مرضیات ہوں یا منہیات، اوران کا کیا جانا مطلوب ہو یا ان کا ترک کرنا مقصود ہو، بہر حال انہی پانچ مقاصد کی تکمیل ہے۔

ان مقاصد پنجگانہ میں سے جان کی حفاظت ہے جس کی اشد ضرورت ہے، اوران چیزوں کے احتیاط کئے بغیر جان کی حفاظت ممکن نہیں جو انسان کے لئے مہلک اور خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔

جان کی حفاظت سے مراد بدنی صحت ہے اور بدنی صحت سے مراد یہ ہے کہ جن کے ساتھ انسانی افعال طبعی طور پر جاری ہوتے ہیں، بہر حال صحت وتندرستی شرعا مطلوب ہے اور شریعت اسلامیہ نے اپنے ماننے والوں کو ان چیزوں کے استعمال سے منع کیا ہے جو صحت کے لئے مضر اور نقصان دہ ہیں، اوران چیزوں سے منع کیا ہے جو اسے فوراً یا آہستہ آہستہ ہلاک کردے۔

اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماریوں سے پناہ مانگی ہے:

''اللهم إني أعوذبك من منكرات الأخلاق والأعمال والأهواء والأدواء'' (كنز العمال ۲/ ۸۲، رقم الحديث: ۳۶۶۸، السنن الترمذی ۲/ ۱۹۹، كتاب الدعا، دعاء ام سلمه، رقم الحديث: ۳۵۹۱)۔

اور قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے: ''ولا تقتلوا أنفسكم إن الله كان بكم رحيمًا'' (سوره نساء: ۲۹)۔

اسی طرح دوسری جگہ اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے: ''ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة'' (سوره بقره: ۱۹۵)۔

اب یہاں مختلف احادیث مبارکہ کو ذکر کیا جاتا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی صحت کتنی مطلوب ہے:

(۱) ''لا ضرر ولا ضرار في الإسلام'' (مجمع الزوائد ۴/ ۱۳۸، البيوع باب لا ضرر ولا ضرار، ابن ماجه / ۱۵۹، الاحكام، التمهيد ۲/ ۲۸۳)

(۲) ''المؤمن القوى خير وأحب إلى الله تعالى من المؤمن الضعيف'' (الصحيح لمسلم ۲/ ۳۳۸، باب الايمان بالقدر، رقم الحديث: ۲۶۲۶، موسوعة فتح الملهم: ۱۱/ ۳۹۳)۔

اب کچھ عبارات کو نقل کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو ہلاک کرنے والی اشیاء سے احتیاط کرنا چاہئے، البحر الرائق میں ابوحیان الغرناطی فرماتے ہیں کہ: ''والظاهر أنهم نهوا عن كل ما يؤول بهم إلى الهلاك في غير طاعة الله ... ولا تجعلوا أنفسكم إلى التهلكة فتهلك'' (۲/ ۱۱۹، ۱۲۰)۔

---

[1] جامعہ قاسمیہ کھروڈ، بھروچ، گجرات۔

اور روضۃ الطالبین میں ہے: ''ویحرم ما یضر من البدن والعقل'' (۳/ ۲۸۱، کذا فی المسائل المھمۃ ۲/ ۲۴۵)۔

بہر حال ایسی اشیاء کا استعمال کرنا جس کا اثر کھانے والے تک پہنچتا ہو انسان کو حتی الامکان پرہیز کرنا چاہئے؛ کیونکہ ہم اس مسئلہ کی دوسری نظیر پیش کرتے ہیں جو عام طور پر کتب فتاوی کے اندر موجود ہیں، جیسا کہ ماء مشمس کا مسئلہ ہے کہ: ایسے پانی کو استعمال کرنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو منع فرمایا:

''لقوله عليه السلام لعائشة رضي الله عنها حين سخنت الماء بالشمس لا تفعلي يا حميراء فإنه يورث البرص''۔

اور علامہ شامی علیہ الرحمہ کی عبارت ہم پیش کرتے ہیں: ''فقد علمت أن المعتمد الكراهة عندنا لصحة الأثر وأن عدمها رواية والظاهر أنها تنزيهية عندنا أيضًا'' (رد المحتار ۱/ ۲۲۵، شامی بیروت)۔

ان نصوص واحادیث اور عبارات مختلفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان زہریلی دواؤں یا ایسے زہر آلود کیمیکل کے استعمال کرنے سے میڈیکل ماہرین کی تحقیق کے مطابق جس کا اثر کھانے والوں تک پہنچتا ہو یا ان اشیاء کے کھانے سے بتدریج کینسر، یا صحت کو نقصان دینے والی دوسری بیماریاں پیدا ہوسکتی ہیں، تو حتی الامکان ایسی چیزوں کے استعمال سے احتیاط کیا جائے، اور ایسی چیزوں کے کھانے کو مکروہ کہا جاسکتا ہے۔

سوال ثالث کا جواب:

''والأنعام خلقها لكم فيها دفء ومنافع ومنها تأكلون'' (سورہ نحل: ۵)۔

آج کل مویشی رکھنے والوں نے بھینس کا دودھ بڑھانے یا مصنوعی طور پر دودھ جاری کرنے کے لئے نئی نئی تدابیر کا استعمال کیا ہے تو کیا شریعت کی رو سے ایسا کرنا جائز ہوگا؟ جہاں تک سوال ہے ایسی تدبیروں کے استعمال کرنے کا جو انسان کے لئے فائدہ مند ہو تو انسان ایسی تدبیروں کو استعمال کرسکتا ہے، کیونکہ اللہ تبارک وتعالی نے حیوانات کو انسان کے نفع کے لئے پیدا کیا ہے، اسی لئے ان سے انتفاع میں ان کو کچھ تکلیف بھی ہو تو کوئی حرج نہیں، یہی وجہ ہے کہ گوشت کی بہتری کی غرض سے حیوان کا خصی کرنا بالاتفاق جائز ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصی دنبوں کی قربانی کی ہے جبکہ خصی کرنے کی تکلیف انجکشن لگانے سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔

سوال رابع کا جواب:

اسلام کا یہ امتیاز ہے کہ اس نے تمام ضرر رساں اور خبیث چیزوں کو مخلوق پر شفقت کے پیش نظر حرام قرار دیا ہے، چنانچہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث" (سورہ اعراف: ۱۵۷)۔

"يأيها الرسل كلوا من الطيبات واعملوا صالحًا" (سورہ مومنون: ۵۱)۔

شریعت مطہرہ نے حلال کھانے اور حرام سے بچنے پر زور دیا ہے، نیز ہمیں حلال کھانے اور حرام سے بچنے کا حتی الامکان اہتمام کرنا چاہئے، نیز عبادتوں کی قبولیت کے لئے بھی اکل حلال کا اہتمام ضروری ہے، اگر کوئی شخص حرام مال کا ایک لقمہ بھی کھاتا ہے تو چالیس دن تک اس کی عبادت قبول نہیں ہوتی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''من أكل لقمة من حرام لم تقبل له صلوة أربعين ليلة ولم تستجب له دعوة أربعين صباحًا وكل لحم نبت من الحرام فالنار أولى به. وإن اللقمة من الحرام لتنبت اللحم'' (الديلمي عن ابن مسعود ۲/ ۸ کتاب البيوع، رقم الحديث: ۹۲۶۲)۔

اب یہاں سوال درپیش ہے کہ ایسی غذائیں دے سکتے ہیں جن غذاؤں میں حرام جانور کے اجزاء شامل ہوں؟ پولٹری فارم کی مرغیوں کی پرورش جن دانوں سے ہوتی ہے وہ دانہ خنزیر کی چربی سے تیار ہوتا ہے اسی لئے وہ چالیس دنوں میں اتنی صحت مند ہوجاتی ہیں۔

اگر ان دانوں میں خنزیر وغیرہ کی چربی ملا کر کیمیائی شکل سے اس کی حقیقت وماہیت تبدیل نہ کی گئی ہو اور شرعی تحقیق سے یہ بات ثابت ہوجائے تو اس پر پابندی عائد کی جاسکتی ہے۔

اور اگر تحقیق سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس کی ماہیت مکمل طور پر تبدیل کردی گئی اور ایسی اشیاء کے کھانے سے گوشت میں تبدیلی نہیں آئی اور اس کی اصلی اور نظری بدبو تبدیل بھی نہ ہوتی ہو تو اس کی گنجائش دی جاسکتی ہے۔

لیکن اگر اس کا گوشت متغیر ہوگیا اور اس کی بدبو بدل جائے تو پھر اس وقت اس کا استعمال درست نہیں ہوسکتا۔

''وتحبس الجلالة حتى يذهب نتن لحمها وقدر بثلاثة أيام لدجاجة وأربعة لشاة وعشرة لإبل وبقر على الأظهر ولو أكلت النجاسة وغيرها بحيث لم ينتن لحمها حلت كما حل أكل جدى غذى بلبن خنزير لأن لحمه لا يتغير وما غذى به يصير مستهلكا لا يبقى له أثر'' (درمختار). ''وفي الشامية: لأن لحمه لا يتغير كذا في الذخيرة، وهو موافق لما مر من أن المعتبر النتن ... وفي شرح الوهبانية عن القنية راقما أنه يحل إذا ذبح بعد أيام وإلا لا'' (۹/ ۴۱۴، ۴۱۵ کتاب الحظر والاباحه، ديوبند)۔

اب ہم اسی مسئلہ کو ایک دوسرے مسئلہ پر قیاس کرتے ہیں:

آیا خنزیر کے بال کا استعمال کرنا کیسا ہے، حالانکہ خنزیر کا سراپا نجس ہونا قرآن پاک میں مذکور ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"قل لا أجد فيما أوحي إلي محرما على طاعم يطعمه إلا أن يكون ميتة أو دما مسفوحا أو لحم خنزير فإنه رجس" (سورہ انعام: ۱۴۵)۔

اس آیت میں "فإنه رجس" کی ضمیر غائب کا مرجع تفسیر کے اعتبار سے خنزیر ہے، اس آیت کی رو سے خنزیر سراپا نجس ہے، سورہ بقرہ کی آیت: ۱۷۳ کے ذیل میں خنزیر کی حرمت پر کلام کرتے ہوئے امام ابوبکر جصاص رازی لکھتے ہیں:

''فنص في هذه الآيات على تحريم لحم الخنزير والأمة عقلت من تأويله ومعناه مثل ما عقلت من تنزيله، واللحم وإن كان مخصوصا بالذكر فإن المراد جميع أجزائه وإنما خص اللحم بالذكر لأنه أعظم منفعته وما يبتغى منه كما نص على تحريم قتل الصيد على المحرم والمراد حظر جميع أفعاله في الصيد وخص القتل بالذكر لأنه أعظم ما يقصد به الصيد ... كذلك خص لحم الخنزير بالنهي تاكيدا لحكم تحريمه وحظرا لسائر أجزائه ... وإن كان النص خاصا في لحمه'' (احكام القرآن للجصاص ۱/ ۱۵۳)۔

(ان آیات میں خنزیر کا گوشت حرام کرنے کی صراحت کی گئی ہے، امت نے اس آیت کے الفاظ کی طرح اس آیت کا معنی، مقصد نزول بھی سمجھا، یاد رکھا۔ خنزیر کے گوشت کا ذکر اگرچہ خاص طور سے ذکر کیا گیا ہے لیکن مراد خنزیر کے تمام اجزاء ہیں، گوشت کو خاص طور سے اس لئے ذکر کیا ہے کہ خنزیر کی سب سے بڑی منفعت اور مقصد اس کا گوشت ہی ہے، جس طرح احرام والے شخص کے لئے شکار کو قتل کرنے کی حرمت کی صراحت کی گئی ہے، حالانکہ مراد شکار کے بارے میں اس کے سارے کاموں کی ممانعت ہے، قتل کو خاص طور سے اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ شکار کے عمل میں سب سے اہم مقصد قتل کرنا ہی ہے، اسی طور پر خنزیر کے گوشت کی خاص طور سے ممانعت کی گئی اس کے حکم حرمت کو پختہ کرنے کے لئے اور اس کے تمام اجزاء کو ممنوع قرار دینے کے لئے اگرچہ نص میں خاص طور سے گوشت کا ذکر ہے)۔

قرآن کریم کی رو سے تمام اجزاء کے حرام اور نجس ہونے کے باوجود متعدد فقہاء اسلام نے چمڑے کے موزوں کی سلائی خنزیر کے بال سے کرنے کی اجازت دی ہے، اور ان موزوں کو پہن کر نماز ادا کرنے کی بھی اجازت دی ہے، بعض فقہاء نے اس سے آگے بڑھ کر یہ بھی لکھا ہے کہ اگر موزہ سلنے والوں کو خنزیر کے بال مفت نہ ملتے ہوں تو ان کے لئے خنزیر کا بال خریدنا جائز ہے، اس کی علت یہی لکھی ہے کہ چونکہ چمڑے کے موزوں اور جوتوں کی سلائی کا یہ کام زیادہ بہتر اور مضبوط طریقہ پر خنزیر کے بالوں ہی سے ہوتا ہے اس لئے اس کے استعمال کی ضرورت ہے، اس پر پابندی عائد کرنے میں موزوں اور جوتوں کی سلائی کرنے والے اور انہیں استعمال کرنے والوں کے لئے حرج ومشقت ہے۔

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

''ولا يجوز بيع شعر الخنزير لأنه نجس العين فلا يجوز بيعه إهانة له ويجوز الانتفاع به للخرز للضرورة فإن

ذلك العمل لا يتأتى بدونه ويوجد مباح الأصل"۔

علامہ ابن ہمام "یوجد مباح الاصل" کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وهو يوجد مباح الأصل فلا حاجة إلى بيعه ... حتى يجوز. وعلى هذا، قال الفقيه أبو الليث فلو لم يوجد إلا بالشراء جاز شرائه لشمول الحاجة إليه، وقد قيل أيضًا إن الضرورة ليست ثابتة في الخرز به بل يمكن أن يقام بغيره، وقد كان ابن سيرين لا يلبس خفا خرز بشعر الخنزير فعلى هذا لا يجوز بيعه ولا الانتفاع به، وروى أبو يوسف كراهة الانتفاع به لأن ذلك العمل يتأتى بدونه كما ذكرنا. إلا أن يقال: ذلك فرد تحمل مشقة في خاصة نفسه فلا يجوز أن يلزم العموم حرجًا مثله" (فتح القدير ۶/ ۴۲۵)۔

(خنزیر کا بال مباح الاصل ہے، لہذا اس کی فروختگی کو جائز کہا جائے، اسی بنا پر فقیہ ابو اللیث نے کہا ہے کہ اگر خنزیر کا بال خرید کر ہی مل سکتا ہے تو خریدنا جائز ہے؛ کیونکہ اس صورت میں خریدنا بھی حاجت کے دائرہ میں آ گیا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے جوتے کی گنٹھائی کرنے میں ضرورت ثابت نہیں ہے بلکہ خنزیر کے بال کے علاوہ سے بھی یہ کام ہو سکتا ہے، ابن سیرین ایسا موزہ استعمال نہیں کرتے تھے جو خنزیر کے بال سے گانٹھا گیا ہو، اس بنیاد پر خنزیر کے بال کو بیچنا اور اس سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے۔ امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ خنزیر کے بال سے انتفاع مکروہ ہے؛ کیونکہ یہ کام اس کے بغیر بھی ہو سکتا ہے، جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں، الا یہ کہ کہا جائے کہ انہوں نے اپنی ذات کے سلسلہ میں انفرادی طور پر مشقت جھیل لی، اس طرح کی تنگی جھیلنے پر عوام کو مجبور کرنا جائز نہیں ہے)۔

خلاصہ کلام اس بحث کا یہ نکلا کہ اگر دور حاضر میں بکثرت ان اشیاء کی ضرورت پڑتی ہے اور ان اشیاء کا کوئی بدل نہیں ہے منفعت میں تو ضرورت کے پیش نظر بظاہر ایسی غذا کے استعمال کی گنجائش نکل سکتی ہے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

سوال خامس کا جواب:

غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کے متعلق سوال اول وثانی کے جواب میں اس کے متعلقات کو بیان کر دیا لیکن اس کی ممانعت حرام تو نہیں کہہ سکتے؛ کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے:

"عن النعمان بن بشير قال: قال النبي ﷺ: الحلال بين والحرام بين وبينهما أمور مشتبهة إلى آخر الحديث۔

(صحيح بخاری ۱/ ۲۷۵، كتاب البيوع، باب الحلال بين والحرام بين وبينهما مشتبهات، رقم الحديث: ۲۰۵۱)۔

تو اس حدیث کی رو سے ہم حرام تو نہیں کہہ سکتے لیکن دوسری دلیل ماء مشمس سے آپ نے منع فرمایا تو ہم ایسے عمل کو کراہت پر محمول کر سکتے ہیں۔

پیداوار میں اضافہ کے لئے زہریلی دواؤں کا استعمال

مولانا ولی اللہ مجید قاسمی [1]

جسم وجان اور صحت وتندرستی ایک گرانقدر نعمت اور امانت ہے، جس کی حفاظت اور نگہداشت ایک شرعی فریضہ ہے، اور اس میں کسی طرح کی کوتاہی اور غفلت جرم ہے، اللہ عز وجل کا ارشاد ہے:

''ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة'' (سورہ بقرہ: ۱۹۵) (اور خود کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو)۔

نیز فرمایا گیا ہے کہ: ''ولا تقتلوا أنفسكم إن الله كان بكم رحيمًا'' (سورہ نساء: ۲۹)

(اور اپنے آپ کو قتل مت کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بہت مہربان ہیں)۔

اور صحت جسمانی کی حفاظت کے پیش نظر قرآن میں مردار، خون، اور خنزیر وغیرہ کو حرام قرار دیا گیا ہے، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''من تردى من جبل فقتل نفسه فهو في نار جهنم يتردى فيه خالدًا مخلدًا فيها أبدًا ومن تحسى سما فقتل نفسه فسمه في يده يتحساه في نار جهنم خالدًا مخلدًا فيها أبدًا ومن قتل نفسه بحديدة فحديدته في يده يجأ بها في بطنه في نار جهنم خالدًا مخلدًا فيها أبدًا'' (صحیح بخاری: ۵۷۷۸، صحیح مسلم: ۱۷۵)

(جو کوئی خود کو پہاڑ سے گرا کر مار ڈالے تو اسے جہنم کی آگ میں پہاڑ سے گرایا جائے گا اور جو کوئی زہر کھا کر خود کو ہلاک کرلے تو جہنم کی آگ میں ہمیشہ اپنے ہاتھ میں زہر لے کر اسے کھاتا رہے گا اور جو کوئی کسی دھاردار ہتھیار سے خودکشی کرلے تو جہنم کی آگ میں ہمیشہ اس ہتھیار کو اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا)۔

اسلام کی روح عبادت ہے، لیکن صحت جسمانی کی حفاظت کے پیش نظر اس میں بہت زیادہ انہماک سے منع کیا گیا ہے؛ چنانچہ حدیثوں میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات ودن کچھ کھائے پیئے بغیر لگاتار روزہ رکھنے سے ممانعت فرمائی ہے، ایک صحابی سے آپ نے پوچھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم دن میں مسلسل روزے رکھتے ہو اور رات بھر نماز پڑھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں، میرا مقصد زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنا ہے، آپ نے فرمایا: ایسا مت کرو، کیونکہ:

''فإنك إذا فعلت ذلك هجمت عينك ونفهت نفسك'' (صحیح بخاری ۲/ ۴۹ کتاب التہجد)

(تم ایسا کروگے تو تمہاری نگاہ کمزور ہوجائے گی، اور تمہارا نفس اکتا جائے گا)۔

اور ایک روایت میں ''نہکت'' (فتح الباری ۳/ ۳۸) کا لفظ آیا ہے جس کا مطلب ہے کہ اس کی وجہ سے تم کمزور اور لاغر ہوجاؤ گے، اور شراب کی حرمت کی ایک وجہ انسانی جسم کے لئے اس کا نقصان دہ ہونا بھی ہے، اسی لئے فقہاء لکھتے ہیں کہ کسی چیز کے کھانے، پینے کی حرمت کی ایک وجہ اس کا ضرررساں ہونا ہے، چنانچہ مولانا عبدالحی فرنگی محلی لکھتے ہیں:

کسی چیز کے کھانے، پینے کے حرام ہونے کی وجہ کبھی اس کا نقصان دہ ہونا ہوتا ہے، جیسے کہ زہر، اور کبھی نشہ آور ہونا جیسے کہ شراب، یا نجس ہونا جیسے کہ پیشاب وپاخانہ، یا عقل کو ماؤف کردینا جیسے کہ بھانگ، یا گھناؤنا اور گندا ہونا ہوتا ہے، جیسے کہ لعاب، ناک کی ریزش وغیرہ (ترویح الجنان/

---

[1] جامعۃ الفلاح بلریا گنج، اعظم گڈھ یوپی۔

(۳۴)۔

اور علامہ شامی رقمطراز ہیں:

......یہی حکم ان جامد چیزوں کا بھی ہے جو عقل وغیرہ کے لئے ضرر رساں ہوں، ایسی چیزوں کا اتنی مقدار میں استعمال کرنا حرام ہے جو نقصان دہ ہو اور کم مقدار جو مفید ہو وہ حرام نہیں ہے؛ کیونکہ اس کی حرمت ذاتی نہیں ہے بلکہ اس کے نقصان کی وجہ سے ہے (ردالمحتار ۱۰/ ۴۰)۔

اور بھانگ وافیون کے اختلاط سے بنی ہوئی ''برش'' نامی چیز کے متعلق کہتے ہیں کہ:

اس کے بکثرت استعمال سے جسم خراب اور عقل فاسد ہوجاتی ہے، بھوک اور شہوانی قوت ختم ہوجاتی ہے، رنگ پھیکا پڑ جاتا ہے، اور قوت میں کمی آجاتی ہے اور اس کے علاوہ بہت سے نقصانات ہیں (حوالہ مذکور ۱۰/ ۴۱)۔

اور فتاوی ہندیہ میں ہے: ''إذا كان يخاف على نفسه أنه لو أكله أو رثه ذلك علة أو آفة لا يباح له التناول وكذلك هذا في كل شيء'' (فتاوی ہندیہ ۵/ ۳۴۰)۔

اور علامہ وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

نباتاتی اشیاء جو کھائی جاتی ہوں سب حلال ہیں مگر یہ کہ وہ نجس، نقصان دہ یا نشہ آور ہوں، نقصان دہ چیزیں جیسے زہر، ناک کی ریزش، منی، مٹی، پتھر وغیرہ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳/ ۵۰۶)۔

مذکورہ آیتوں، روایتوں اور فقہی عبارتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ:

(۱، ۲، ۳) پیداوار میں اضافہ یا پھلوں کو کیڑوں سے بچانے یا دودھ کی مقدار بڑھانے یا جانوروں کو فربہ کرنے کے لئے ایسے زہر آلود مادوں کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے جس کا اثر کھانے والوں تک پہنچتا ہو اور وہ بتدریج خطرناک بیماریوں کا سبب بنتا ہو جیسے کہ کینسر وغیرہ۔

البتہ بعض حالات میں پیداوار میں اضافہ یا اسے کیڑے مکوڑوں سے بچانا اس کے بغیر دشوار ہوتا ہے، ایسی صورت میں یہ دیکھنا ہوگا کہ کیا نقصان دہ پہلو غالب ہے کہ عام طور پر لوگ اس کی وجہ سے کسی نہ کسی مرض میں مبتلا ہوجاتے ہیں یا بہت کم لوگ اس کی زد میں آتے ہیں، جیسے کہ بعض دواؤں کے ضرر رساں پہلو کی وجہ سے کچھ لوگوں کے گردے فیل ہوجاتے ہیں، ایسی صورت میں اس کے غالب فائدے کا اعتبار ہوگا، اور ضرورت کے پیش نظر اسے گوارا کیا جائے گا، جیسا کہ فقہی ضابطہ ہے کہ عمومی ضرر کو ختم کرنے کے لئے خصوصی ضرر کو برداشت کیا جائے گا، پیداوار میں اضافہ نہ کرنے یا انہیں نہ بچانے کی وجہ سے عمومی نقصان ہوگا، اور لوگ غذائی قلت کا شکار ہوں گے، علامہ وہبہ زحیلی نے فقہ حنبلی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:

زہریلی دوا کے پینے کی وجہ سے عام طور پر لوگ ہلاک یا پاگل ہوجاتے ہیں تو اس کا پینا حلال نہیں ہے، اور اگر عام طور پر لوگ صحیح وسالم رہتے ہیں، اور اس سے کوئی فائدہ وابستہ ہو تو اس کا پینا جائز ہے، تاکہ اس سے زیادہ خطرناک چیز کو ختم کیا جاسکے (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳/ ۵۳۸)۔

(۴) جانوروں کو فربہ کرنے کے لئے ایسی غذائیں دی جاسکتی ہیں جن میں نجس وحرام چیزوں کی آمیزش ہو بشرطیکہ یہ چیزیں مغلوب ہوں، نیز ان کے اثرات ان میں منتقل نہ ہوں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرغی کا گوشت کھانا ثابت ہے، حالانکہ یہ ان جانوروں میں سے ہے جو نجس چیزیں بھی کھا جاتے ہیں، امام بخاری وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ:

''عن أبي موسى قال جاء رجل وهو يأكل دجاجًا فتنحى فقال: إني حلفت أن لا آكله، إني رأيته يأكل شيئًا قذرًا فقال: ادنه فقد رأيت رسول الله يأكله'' (مسند احمد ۳۲/ ۲۳۶، ط: الرسالہ، صحیح بخاری: ۵۵۱۸)۔

(حضرت ابوموسی اشعریؓ مرغی کا گوشت کھا رہے تھے، اتنے میں ایک آدمی آیا اور ایک کنارے جا کر بیٹھ گیا، اور کہنے لگا کہ میں نے اسے نہ کھانے کی قسم کھا رکھی ہے، حضرت ابوموسی اشعری نے فرمایا کہ قریب آجاؤ اور کھاؤ، میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا گوشت تناول کرتے ہوئے دیکھا ہے)۔

اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب درمختار میں ہے:

اگر کوئی جانور دیگر چیزوں کے ساتھ نجاست بھی کھائے لیکن اس کی وجہ سے اس کے گوشت میں بدبو پیدا نہ ہو تو اس کا کھانا حلال ہے جیسے کہ بکری کے اس بچے کو کھانا درست ہے جس کی پرورش خنزیر کے دودھ سے ہوئی ہو، اس لئے کہ اس کی وجہ سے اس کے گوشت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی اور جو غذا اسے دی گئی ہے وہ ختم ہو چکی ہے اس کا کوئی اثر باقی نہیں ہے (الدر المختار مع الرد ۹/ ۴۹۲)۔

لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب کہ اس کے اثرات گوشت میں منتقل نہ ہوں، اور اگر حرام اور نجس جانوروں کے اثرات غذا کے ذریعہ اس میں منتقل ہو جائیں تو اس کا کھانا مکروہ تحریمی ہوگا (حوالہ مذکور ۹/ ۴۹۱)۔ چنانچہ ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ:

''نهى رسول الله ﷺ عن أكل الجلالة وألبانها'' (سنن ابوداؤد: ۳۷۸۵، نسائی: ۴۴۴۷، ترمذی: ۱۸۲۴)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ جانور کے کھانے اور اس کے دودھ کے پینے سے منع فرمایا ہے)۔

اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''نهى رسول الله ﷺ عن الجلالة في الإبل أن يركب عليها أو يشرب من ألبانها'' (سنن ابوداود وغيره: ۳۷۸۷)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ اونٹ پر سوار ہونے اور اس کے دودھ کے پینے سے منع فرمایا ہے)۔

علامہ شوکانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

گندگی اور گوبر کھانے والے جانور کو جلالہ کہا جاتا ہے...... بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر وہ نجس چیزوں کو زیادہ کھاتا ہو تو اسے جلالہ کہا جائے گا، اور اگر غالب غذا پاک چیزوں پر مشتمل ہو تو وہ جلالہ نہیں ہے...... صحیح یہ ہے کہ اس میں کم یا زیادہ کھانے کا کوئی اعتبار نہیں ہے بلکہ اس میں معیار بدبو ہے، اگر اس کی وجہ سے شوربہ، گوشت، ذائقہ یا رنگ میں تبدیلی واقع ہو جائے تو وہ جلالہ ہے، اور ''نہی'' اپنی حقیقت کے اعتبار سے حرمت پر دلالت کرتی ہے، اس سے مذکورہ حدیثوں سے بظاہر ایسے جانور کے گوشت کی حرمت معلوم ہوتی ہے (نیل الاوطار ۸/ ۱۴۰)۔

ماضی میں اثرات کے منتقل ہونے کا علم اس کے گوشت میں بدبو وغیرہ کے ذریعہ ہوتا تھا، آج اس سلسلہ میں جدید ذرائع سے بھی مدد لے کر دیکھنا ہوگا کہ اس کے مضر اثرات وخصوصیات اس میں منتقل ہوئے ہیں یا نہیں؟ محض گوشت میں تبدیلی کے ہونے پر اکتفا نہیں کیا جائے گا۔

(۵) غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال ممنوع ہے، اگر اس کا نقصان دہ ہونا یقینی اور عام ہو تو حرام ہوگا ورنہ مکروہ، اور ایسی چیزوں کی خرید وفروخت، خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا درست نہیں ہے، جیسا کہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ:

''إن ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريمًا وإلا فتنزيهًا'' (رد المحتار ۹/ ۵۶۱)۔

غذائی مصنوعات میں مضر صحت ادویہ اور کیمیکل کا استعمال

حضرت مولانا محمد طیب الرحمن صاحب [1]

اسلامی شریعت کی بنیاد ہی بندوں کی مصلحت پر ہے، چنانچہ شریعت کے ہر احکام مکمل عدل، مکمل رحمت، کامل ترین مصلحت اور مکمل حکمت کا مظہر ہے، انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے ایک اہم ضرورت غذا ہے، چنانچہ انسان کے اس شفیق پروردگار نے انسان کی تخلیق کے ساتھ ساتھ غذا کا بھی انتظام کردیا، مختلف قسم کے حیوانات اور نباتات اللہ تعالی نے حلال کیے تاکہ انسان توانائی حاصل کرے اور مختلف قسم کے امراض سے محفوظ رہ سکے، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ کچھ حیوانات اور نباتات کو اللہ تعالی نے حرام قرار دیا، البتہ اس حرمت کی کچھ بنیادیں ہیں:

الف: خبث:۔ وہ چیز حرام قرار دی گئی جو خبیث ہو؛ کیوں کہ انسانی زندگی کا امتیاز جسم و روح کی پاکیزگی میں رکھا گیا ہے۔

ب: اسکار:۔ وہ چیزیں جو نشہ پیدا کرنے والی ہوں، اس میں شراب اور تمام وہ مخشیات ہیں جو انسانیت کی تباہی کا باعث ہیں۔

ج: ضرر:۔ اللہ تعالی نے ان چیزوں کو حرام قرار دیا جو جسم انسانی کے لئے باعث ضرر ہوں، چنانچہ جدید تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ خنزیر میں نہایت مہلک قسم کے جراثیم پائے جاتے ہیں۔

د: نجاست:۔ چوں کہ سلیم الفطرت انسان اس سے کدورت محسوس کرتا ہے اس لئے شریعت نے ہر نجس اشیاء کو بھی حرام قرار دیا۔

اس بنیادی تصور کو اگر ہم سامنے رکھیں گے تو مسئلہ بالکل آسان ہو جائے گا، چنانچہ کاشت کاری اور زرعی پیداوار کے سلسلہ میں بھی شریعت کا یہی مزاج ہے کہ ان کو قدرتی طریقے سے حاصل کیا جائے، نیز پیداوار کے بڑھانے کے لئے مختلف طریقے بھی اپنائے جاسکتے ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے تابیر نخلہ کی اجازت دی تھی، لیکن پیداوار بڑھانے کے لئے کوئی ایسی چیز نہ استعمال کی جائے جو انسانیت کے لئے مضر ہو، اسی طرح پھل ہو یا جانور کا دودھ ہو وہ بھی قدرتی طریقے سے حاصل کرے، کوئی ایسا طریقہ نہ اختیار کیا جائے جو انسانیت کو ہلاکت تک پہنچائے، اللہ تعالی نے فرمایا:

''ولا تقتلوا أنفسكم، إن الله كان بكم رحيمًا'' (النساء: ۲۹)۔

نیز اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة'' (البقرہ: ۱۹۵)۔

اسی لئے فقہاء کرام نے زہر کے استعمال کو حرام قرار دیا، کوئی اگر زہر جان بوجھ کر استعمال کرے تو حدیث میں وعید بھی آئی ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''من تحسى سمًا فقتل نفسه فسمه في يده يتحساه يوم القيامة خالدًا مخلدًا فيها أبدًا'' (صحیح البخاری، کتاب الطب، حدیث نمبر: ۵۴۴۲)۔

رہا یہ مسئلہ کہ غذائی اشیاء میں مضر صحت اشیاء کے استعمال کی ممانعت کو کس درجہ میں رکھا جائے، قدیم کتابوں میں یہ مسئلہ موجود نہیں، البتہ اس کی ایک نظیر ملتی ہے، وہ ہے تمباکو، تمباکو کے سلسلہ میں تین طرح کے نقطہائے نظر پائے جاتے ہیں:

۱- بعض اس کی حرمت کے قائل ہیں، ان کے نزدیک اس حرمت کی بنیاد اسکار، ضرر اور اسراف ہیں۔

۲- بعض اباحت کے قائل ہیں اور یہ حضرات ان بنیادوں کا انکار کرتے ہیں۔ ۳- بعض کراہت کے قائل ہیں (تفصیل موسوعہ فقہیہ میں ہے ۱۰/۱۲۲)۔

جو حضرات اباحت کے قائل ہیں ان کا مدار اس بات پر ہے کہ اس میں نہ نشہ ہے اور نہ نقصان؛ چنانچہ علامہ شامی اپنے استاذ حضرت عبدالغنی النابلسی، جو کہ اباحت کے قائل ہیں، کی طرف سے لکھتے ہیں: ''وأقام الطامة الكبرى على القائل بالحرمة أو بالكراهة فإنهما

[1] امیر شریعت شمال مشرقی ہند، آسام۔

حكمان شرعيان لا بد لهما من دليل ولا دليل على ذلك فإنه لم يثبت إسكاره ولا تفتيره ولا إضراره، بل ثبت له منافع فهو داخل تحت قاعدة الأصل في الأشياء الإباحة'' (رد المحتار ۱۰/ ۴۲، دار الکتب العلمیہ)۔

چنانچہ علامہ شامی نے پرزور انداز میں اباحت ثابت کرنے کی کوشش کی یہاں تک کہ آخر میں فرمایا: ''والأكثرون إلى أنها مباحة وانعقد الإجماع على ذلك''۔ لیکن اگر اس نقطہ نظر پر غور کیا جائے تو اس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ وہ مسکر اور مضر نہیں ہے، لیکن ہمارے دور میں تمبا کو اگر چہ مسکر نہیں ہے مگر جدید تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ تمبا کو انتہائی درجہ کی مضر ہے؛ اس لئے یہ نقطہ نظر آج کے دور میں قابل قبول نہیں ہے۔

اور جو حضرات کراہت کے قائل ہیں وہ اس کے مضر ہونے کو تو تسلیم کرتے ہیں، لیکن اس بنیاد پر مکروہ کہتے ہیں کہ اس کی حرمت پر کوئی نص صریح موجود نہیں، نیز اس میں ابتلاء عام بھی ہے، چنانچہ الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے: ''عدم ثبوت أدلة التحريم، فهي تورث الشك، ولا يحرم شئ بمجرد الشك، فيقتصر على الكراهة لما أورده القائلون بالحرمة'' (الموسوعة الفقهيه ۱۰/ ۱۰۷)۔

بہر حال قائلین کراہت بھی اصلاً حرمت کے قائل ہیں، تو ان وجوہات کی بنیاد پر اس عاجز کی رائے یہ ہے کہ پیداوار بڑھانے کے لئے زہریلے کھاد کا استعمال یا پھلوں کو پکانے اور خوشنما بنانے کے لئے کیمیکل کا استعمال یا مصنوعی طور پر دودھ جاری کرنے کے لئے جانور کو انجکشن لگانا اگر یہ صحت کے لئے انتہائی مضر ہے یہاں تک کہ کینسر یا اس طرح کے مشکل امراض پیدا ہونے کے امکانات ہوں تو ان چیزوں کا استعمال ناجائز اور حرام ہے۔

جہاں تک ان چیزوں کو خریدنے یا خود کھانے یا دوسروں کو کھلانے کا تعلق ہے تو مسلمانوں کے لئے مناسب نہیں ہے کہ ایسی غذاؤں کا استعمال کریں جو صحت کے لئے مضر ہوں، ایسی چیزوں سے ازحد ممکن گریز کرنا چاہئے، اور قدرتی طور پر غذاؤں کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے لیکن آج کے دور میں خصوصاً شہری معاشرے میں قدرتی طور پر حاصل شدہ غذاؤں کا تصور ختم ہو چکا ہے اور شاید ہی کوئی ایسی غذا ملے جو بغیر کیمیکل کے پیدا کی گئی ہو، اس لئے ایسی غذاؤں کے استعمال کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، اور ابتلاء عام کی بنیاد پر (جہاں تک اس عاجز کا خیال ہے) کراہت کا پہلو بھی ختم ہو جائے گا۔

جانوروں کو فربہ کرنے کے لئے دواؤں اور حرام غذاؤں کا استعمال:

آج کل جانوروں کو فربہ کرنے کے لئے کئی طرح کی دواؤں نیز حرام جانور کے اجزاء ملے ہوئے غذاؤں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ ظاہری بات ہے کہ غیر فطری طریقے سے جانور کو موٹا کرنے کے لئے ان ادویات کا استعمال نقصان سے خالی نہیں ہوگا، نیز جدید تحقیقات سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہ صحت کے لئے نقصان دہ ہیں، اور ان سے کئی طرح کے امراض بھی پھیلتے ہیں، ماضی قریب میں تیزی سے پھیلنے والا وبائی مرض برڈ فلو اس کی واضح مثال ہے، اس لئے جانوروں کو غیر فطری طور پر موٹا کرنا اور اس کو اس طرح کی مضر ادویہ دینا اور حرام جانور کے اجزاء کھلانا شرعاً درست نہیں۔

پھر اگر کسی حلال جانور کو یہ غذا کھلائی جائے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ اس سلسلہ میں فقہ کی کتابوں میں جلالہ کا مسئلہ ملتا ہے۔ جلالہ اس جانور کو کہا جاتا ہے جو نجس کھاتا ہو، حدیث میں جلالہ کے بارے میں نہی وارد ہوئی ہے: ''نهى رسول الله ﷺ عن أكل الجلالة''۔ لیکن قیاس کا تقاضا ہے کہ اس کا کھانا ممنوع نہ ہو؛ کیوں کہ جو نجس کھاتا ہے وہ خود ناپاک نہیں ہوتا، اسی بنیاد پر حنفیہ اور شافعیہ اس نہی کو کراہت تنزیہی پر محمول کرتے ہیں، وہ بھی اس صورت میں جب گوشت میں کسی قسم کا تغیر آئے، مثلاً بدبو پیدا ہو جائے، چنانچہ اگر گوشت میں تغیر نہ آئے تو اس کا کھانا مکروہ نہیں، اسی طرح ایک اور مسئلہ ملتا ہے کہ اگر کسی بکری کے بچے کو خنزیر کا دودھ پلایا جائے تو اس بچے کا کھانا حلال ہے، اور مکروہ نہ ہونے کی بنیاد گوشت کے متغیر نہ ہونے کو بتایا گیا ہے، علامہ حصکفی نے فرمایا:

''وكره لحمهما أي لحم الجلالة والرمكة... ولو أكلت النجاسة وغيرها بحيث لم ينتن لحمها حلت كما حل أكل جدي غذي بلبن خنزير، لأن لحمه لا يتغير، وما غذي به يصير مستهلكا لا يبقى له أثر'' (الدر المختار مع رد المحتار ۹/ ۴۹۱، دار الکتب العلمیہ)۔

بہر حال آج کے دور میں جانوروں کو جو خوراک دیا جا رہا ہے اس میں صرف تنہا حرام جانور کے اجزاء نہیں ہوتے؛ بلکہ اس کو دوسری غذاؤں کے ساتھ ملا کر خوراک تیار کیا جاتا ہے، پھر اس کے کھانے سے گوشت میں بھی تغیر پیدا نہیں ہوتا؛ اس لئے حرام غذا کی وجہ سے اس میں حرمت یا کراہت پیدا نہیں ہوگی، اس کا کھانا حلال ہوگا۔

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

مفتی عبدالرحیم قاسمی[1]

جواب (۱): پیداوار بڑھانے کے لئے زمین میں زہریلی کھاد ڈالی جائے اور زمین کے واسطے سے وہ سمیت پودوں میں شامل ہو جائے نیز پھلوں اور کیڑے مارنے کے لئے زہریلی دوا ڈالی جائے جو خطرناک بیماریوں کینسر وغیرہ کا سبب بنیں تو پودوں اور پھلوں پر ایسے زہر آلود مادوں کا استعمال جائز نہیں، اور ایسے پودوں کی سبزی اور پھل کھانا حرام ہے۔

وإباحة الطيبات هو من أجل تكريم الإنسان وتحريم الخبائث وبعض أنواع لحوم الحيوان هو من أجل حفظ الصحة وعدم مصادمة الطبع السليم والبعد عن كل ما يلحق بالجسد والعقل من الأضرار وصنوف الأذى۔

(پاک چیزوں کو حلال کرنا انسان کی عزت کی وجہ سے اور خبیث چیزوں کو اور بعض جانوروں کے گوشت کو حرام کرنا صحت کی حفاظت کی وجہ سے اور طبع سلیم کے موافقت نہ کرنے کی وجہ سے ہے، اور دور رکھنا ہے ہر اس چیز سے جو جسم اور عقل کے لئے نقصان دہ ہو اور اس سے قسم قسم کی تکلیفیں پہنچیں)۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "يأيها الناس كلوا مما في الأرض حلالا طيبا ولا تتبعوا خطوات الشيطان إنه لكم عدو مبين" (سورہ بقرہ ۲/۱۶۸)

(اے انسانوں زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو یقیناً وہ تمہارے لئے کھلا دشمن ہے)۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لا ضرر ولا ضرار، نہ نقصان اٹھانا ہے اور نہ نقصان پہنچانا ہے (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹/۳۸۵)۔

الاشباہ میں ہے: إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام يتخرج عليها ما أشكل حاله فمنها الحيوان المشكل أمره والنبات المجهول سميته"۔

(جب حلال اور حرام جمع ہو جائیں تو حرام غالب ہوگا، اسی اصول سے یہ مسئلہ نکلے گا کہ جس جانور کا معاملہ مشکل ہو اور جس سبزی کا زہریلا ہونا معلوم نہ ہو تو حرمت کو غالب مان کر حرام ہونے کا حکم لگایا جائے گا) (الاشباہ والنظائر/۱۱۵)۔

جواب (۲): قبل از وقت پھل پکانے یا بڑھانے کے لئے استعمال کئے جانے والے کیمیکل اگر انسان کی صحت کے لئے نقصان دہ ہوں جیسا کہ میڈیکل ماہرین کا خیال ہے تو پھلوں کو پکانے یا ترکاری کا حجم اور سائز بڑھانے یا جلد تیار کرنے کے لئے ایسی زہریلی دواؤں کا استعمال جائز نہیں۔

إذا كان يخاف على نفسه أنه لو أكله أورثه ذلك علة وآفة لا يباح له التناول وكذلك هذا في كل شيئ"۔

(جب اس کو اپنی جان پر اندیشہ ہو کہ اگر اس کو کھائے گا تو وہ چیز بیماری پیدا کرے گی یا آفت میں مبتلا کرے گی تو اس کو کھانا مباح نہیں، اسی طرح ہر چیز کا حکم ہے) (فتاویٰ عالمگیری ۵/۳۴۰)۔

"وحرم أيضا الدم المسفوح ولحم الخنزير لما فيهما من سميات أو ديدان أو أضرار صحية أو معنوية"۔

(اور بہتا ہوا خون اور خنزیر کا گوشت بھی اسی وجہ سے حرام ہیں کہ ان میں زہریلے مادے یا کیڑے ہیں یا صحت کے لئے نقصان دہ اور معنوی طور پر نقصان دہ چیزیں ہیں) (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹/۳۸۹)۔

[1] امیر مرکز دعوت وارشاد وافتاء وناظم جامعہ حسینیہ خیر العلوم، بھوپال۔

جواب (۳): حلال جانوروں کے دودھ کی مقدار بڑھانے یا دودھ جاری کرنے کے لئے انجکشن لگا کر دودھ دوہنا مکروہ ہے۔

''ویکرہ الاستقصاء فی حلب البہیمة إذا کان مضرا بها لقلة العلف ویکرہ ترك الحلب أیضا''۔

(جانوروں کا دودھ نکالنے کی انتہائی کوشش کرنا جو اسکے لئے نقصان دہ ہو چارہ وغیرہ کم ہونے کی وجہ سے تو مکروہ ہے، اور دودھ دوہنا چھوڑنا بھی مکروہ ہے، انسان کے لئے وہ دودھ نقصان دہ ہو تب بھی مکروہ ہوگا)۔

جواب (۴) الف: پولٹری فارم کی مرغیوں کو بڑھانے کے لئے حرام چیزوں جیسے خنزیر وغیرہ کی چربی شامل کی جاتی ہو تو اس غذا کو کھلانے سے بچنا چاہئے، لیکن اس غذا کو کھلانے سے وہ جانور حرام نہیں ہوگا۔

''لو علفها علفا حراما لم یحرم لبنها و لحمها'' (الاشباہ والنظائر / ۱۷۵)۔

ب: جس حلال جانور کو حرام غذا ہی کھلائی گئی ہے وہ جلالہ کے حکم میں ہے، پلیدی کھانے والی مرغی کو تین دن روک کر اور بکری کو چار دن روک کر اور اونٹ اور گائے کو دس دن روک کر ذبح کیا جائے گا تاکہ انکے گوشت کی بدبو ختم ہو جائے۔

وتحبس الجلالة حتی یذهب نتن لحمها و قدر ثلاثة أیام لدجاجة وأربعة لشاة و عشرة لإبل و بقر علی الأظهر''

(در مختار علی ہامش رد المحتار ۵/ ۲۱۷)۔

اگر اس غذا کے ساتھ دوسری غذا بھی دی جاتی ہے تو اس جانور کا گوشت بلا کراہت حلال ہے۔

ولو أکلت النجاسة و غیرها بحیث لم ینتن لحمها حلت کما حل أکل جدی غذی بلبن خنزیر لأن لحمه لا یتغیر وما غذی به یصیر مستهلکا لا یبقی له أثر۔

(اگر نجاست کو اور اسکے علاوہ دوسری چیزوں کو بھی کھائے اسطرح کہ اسکا گوشت بدبودار نہ ہو تو وہ حلال ہے جیسے بکری کا بچہ جسکو خنزیر کے دودھ سے غذا دی گئی اسکو کھانا حلال ہے؛ کیونکہ اسکا گوشت نہیں بدلتا اور جسکے ذریعہ غذا دی گئی وہ ختم ہو جائے گا، اس کا اثر باقی نہیں رہے گا) (در مختار علی ہامش رد المحتار ۵/ ۲۱۷)۔

اسی طرح مرغی کے متعلق لکھا ہے: قالوا لا باس بأکل الدجاج لأنه یخلط ولا یتغیر لحمه وروی أنه علیه الصلوٰة والسلام کان یأکل الدجاج وما روی أن الدجاجة تحبس ثلاثة أیام ثم تذبح فذلك علی سبیل التنزه۔

(مشائخ نے کہا ہے کہ مرغی کو کھانے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ وہ ملا جلا کھاتی ہے اور اسکا گوشت نہیں بدلتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مرغی کا گوشت کھانا روایت کیا گیا ہے، اور مرغی کو تین دن روک کر ذبح کرنے کی روایت احتیاط کے طور پر ہے) (شامی ۲/ ۲۱۷)۔

جواب (۵): غذائی اشیاء میں مضر صحت اشیاء کا استعمال جائز نہیں، اور جن مصنوعات میں مضر صحت اشیاء شامل ہوں انکو کھانا حرام ہے، ایسی چیزوں کو خریدنا دوسروں کو کھلانا سب حرام ہے؛ کیونکہ یہ اعانت علی الحرام ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

''وتعاونو علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان'' (نیکی اور تقویٰ پر تعاون کرو گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو)۔

فإن الغایة من المنع واحدة وهی وجود الضرر أو المفسدة القبیحة فی الحرام و هكذا نجد أن سبب كل ما حرم فی الإسلام هو من أجل وجود أضرار شخصیة أو اجتماعیة أو دینیة۔

(منع کرنے کی ایک ہی غرض ہے اور وہ نقصان دہ ہونا ہے، یا حرام چیز میں کوئی خرابی یا برائی کا پایا جانا ہے، اسی طرح ہم پاتے ہیں کہ اسلام میں جو چیزیں حرام کی گئی ہیں انکو حرام کرنے کا سبب شخصی یا اجتماعی یا دینی نقصان کا پایا جانا ہے) (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹/ ۳۸۹)۔

معارف القرآن میں ہے: جن جانوروں کا گوشت انسان کے لئے مضر ہے خواہ جسمانی طور پر کہ اس سے انسان کے بدن میں بیماری کا خطرہ ہے، یا روحانی طور پر کہ اس سے انسان کے اخلاق اور قلبی کیفیات خراب ہونے کا خطرہ ہے ان کو قرآن نے خبائث قرار دیا اور حرام کر دیا، اور جن جانوروں میں کوئی جسمانی یا روحانی مضرت نہیں ان کو طیب اور حلال قرار دیا (معارف القرآن ۳/ ۲۸)۔ واللہ اعلم بالصواب

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کے اصول

قاضی محمد ریاض ارمان القاسمی[1]

پیداوار میں زہر آلود مادوں کا استعمال:

پیداوار میں اضافہ اور پھلوں کو بچانے کے لئے ایسے زہر آلود مادوں کا استعمال کرنا جس کا اثر کھانے والوں تک پہنچتا ہو اور وہ بتدریج خطرناک مثلاً کینسر جیسی بیماری کا سبب بنتا ہو درست نہیں ہے جیسا کہ کتاب الفتاوی میں ہے کہ صحت انسانی بھی اللہ تعالی کی ایک نعمت ہے اور اس کی حفاظت شرعی فریضہ ہے۔ اگر کوئی چیز سڑ جائے اور اس میں بدبو پیدا ہو جائے تو اس کی وجہ سے وہ ناپاک نہیں ہوتی؛ البتہ اگر اس سے نقصان پہنچ سکتا ہو تو اس کا کھانا حرام ہوگا، اس لیے کہ صحت انسانی بھی اللہ تعالی کی ایک نعمت ہے، اور اس کی حفاظت شرعی فریضہ ہے، اسی لیے فقہاء نے سڑے ہوئے گوشت کے کھانے کو حرام قرار دیا ہے، اور گھی، دودھ، تیل وغیرہ کو حرام نہیں کہا ہے" واللحم إذا أنتن حرم أكله والسمن واللبن والزيت والدهن إذا أنتن لا يحرم (الفتاوى الهنديه ۵/ ۳۳۹)

البتہ فقہاء نے گوشت اور دودھ وغیرہ کا جو فرق کیا ہے وہ ان کے عہد کی معلومات پر مبنی ہے، موجودہ دور میں آج کی میڈیکل معلومات کی روشنی میں ہی یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ کون کون سی چیزیں سڑنے کے بعد صحت انسانی کے لیے مضر ہو جاتی ہیں، ایسی تمام چیزیں حرام سمجھی جائیں گی (کتاب الفتاوی ۶/ ۱۸۱-۱۸۲)۔

پھلوں کو پکانے اور اس کے حجم کو بڑھانے کے لئے زہریلی دواؤں کا استعمال:

پھلوں کو جلد پکانے یا کسی ترکاری کے حجم کو بڑھانے یا جلد تیار کرنے کے لیے زہریلی مضر صحت دواؤں کا استعمال حرام ہے جیسا کہ درج جزئیہ سے روشنی ملتی ہے: "اصل چونا مٹی کے قبیل سے ہے اور فقہاء نے مٹی کھانے سے منع فرمایا ہے اس لیے کہ وہ صحت کے لئے مضر ہے اور صحت اللہ تعالی کی امانت ہے، اس کی حفاظت ہر انسان کا اسلامی اور انسانی فریضہ ہے، لیکن اس کی اتنی مقدار جو صحت کے لیے مضر نہ ہو، کھالی جائے تو گناہ نہیں۔ فتاوی عالمگیری میں ہے:

"وإن كان يتناول منه قليلا أو كان يفعل ذلك أحيانا لا بأس به (الفتاوى الهنديه ۵/ ۳۴۰)

غالباً قدیم زمانہ میں بخارا کی مٹی بعض لوگ کھاتے تھے، چنانچہ فقہاء نے اس کی اتنی مقدار کی اجازت دی ہے کہ صحت کو نقصان نہ پہنچے:

وسئل عن بعض الفقهاء عن أكل طين البخاري ونحوه قال: لا بأس بذلك ما لم يضره (الفتاوى الهنديه ۵/ ۳۴۱)

(بعض فقہاء سے بخارا کی مٹی کھانے کی بابت پوچھا گیا تو فرمایا کہ اگر نقصان نہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں)، مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی نے "نصاب الاحتساب" سے صراحت کے ساتھ پان میں چونا کھانے کی اجازت نقل فرمائی ہے، فرماتے ہیں:

"يباح أكل النورة مع الورق المأكول في ديار الهند، لأنه قليل نافع فإن الغرض المطلوب من الورق المذكور لا يحصل بدونها (فتاوى عبدالحی، ص: ۴۱۳)

ہندوستان میں کھائے جانے والے پتے (پان) کے ساتھ چونا کھانا مباح ہے، اس لئے کہ وہ کم مقدار میں ہے اور وہ مفید ہے اور مذکورہ پتے کا مقصد اس کے بغیر حاصل نہیں ہوتا، پس پان میں چونا کھانا جائز اور درست ہے (کتاب الفتاوی ۶/ ۱۸۲/ ۱۸۳)۔

ان عبارتوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ وہ زہر آلود مادہ مضر صحت نہ ہو تو اس کا استعمال جائز ہوگا ورنہ حرام، جیسا کہ سڑے ہوئے کھانے کا حکم ابھی مذکور ہوا،

---

[1] قاضی شریعت دار القضاء ہریانہ (آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ)۔

اسی طرح دودھ میں اضافہ کے لئے ایسا انجکشن لگانا جو مضر صحت ہو تو اس کا استعمال بھی درست نہیں ہوگا۔

جانوروں کو خنزیر کی چربی ملی ہوئی خوراک کا دینا:

جانوروں کو گوشت کی مقدار بڑھانے کے لیے خنزیر کی چربی سے بنی ہوئی خوراک یا حرام اشیاء سے تیار خوراک کا دینا شرعا درست نہیں ہے جیسا کہ احسن الفتاوی میں ہے: ''ایسی غذا کی خرید وفروخت اور مرغیوں کو کھلانا جائز نہیں'' (احسن الفتاوی ۸/۱۲۶ کتاب الحظر والاباحۃ)، اگر کسی حلال جانور کو یہ غذا کھلائی گئی، تو اب اس کا گوشت پہلے کی طرح حلال ہوگا، حرام غذا کی وجہ سے حرمت اور کراہت جب پیدا ہوگی جب گوشت کے اندر بدبو پائی جائے اور ایسا ہوتا نہیں ہے؛ اس لیے کہ یہ حرام چیزیں جانور کے کھانے کے بعد فنا اور ختم ہو جاتی ہیں، اور یہ حکم جب ہے جبکہ جانور کو یہ حرام غذا مستقل طور پر دی جائے، لیکن اگر دوسری حلال خوراک بھی کھائے تو پھر گوشت حلال ہی رہے گا؛ البتہ ایسی مرغیاں حلال ہیں، گوشت کی حرمت کے لئے شرط یہ ہے کہ نجس غذا کی وجہ سے گوشت میں بدبو پیدا ہو جائے، جس کا مفقود ہونا یہاں مشاہد ہے،

''قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى تحت (قوله وكره لحم الجلالة التي تأكل العذرة) أي فقط حتى أنتن لحمها قال في شرح الوهبانية وفي المنتقى الجلالة المكروهة التي إذا قربت وجدت منها رائحة فلا تؤكل ولا يشرب لبنها ولايعمل عليها وتلك حالها ويكره بيعها وهبتها وتلك حالها وذكر البقالي أن عرقها نجس اه وقدمناه في الذبائح (ردالمحتار ۵/ ۲۱۲)، وقال العلامة الحصكفي: وتحبس الجلالة حتى يذهب نتن لحمها وقدر بثلاثة أيام لدجاجة وأربعة لشاة وعشرة لإبل وبقر على الأظهر ولو أكلت النجاسة وغيرها بحيث لم ينتن لحمها حلت كما حل أكل جدي غذي بلبن خنزير لأن لحمه لا يتغير وما غذي به يصير مستهلكا لا يبقى له أثر. وقال العلامة ابن عابدين (قوله حلت) وعن هذا قالوا لا بأس بأكل الدجاج لأنه يخلط ولا يتغير لحمه وروى أنه عليه الصلوة والسلام كان يأكل الدجاج وما روى أن الدجاجة تحبس ثلاثة أيام ثم تذبح فذلك على سبيل التنزه زيلعي (رد المختار ۵/ ۲۱۷، بحواله احسن الفتاوی۸/ ۱۲۶)۔

اگر غذائی مصنوعات میں مہلک مضر صحت اشیاء کا استعمال کیا گیا ہو تو یہ عمل حرام ہوگا، اور غیر مہلک معمولی مضر صحت اشیاء کا استعمال کیا گیا ہو تو یہ مکروہ ہوگا، اور اسی طرح سے جس کا حکم حرام کا ہے اس کا خریدنا، کھانا اور کھلانا حرام ہوگا، اور جس کا حکم مکروہ ہے تو اس کا خریدنا، کھانا، کھلانا مکروہ ہوگا۔

خلاصہ:

پیداوار میں اضافہ اور پھلوں کو بچانے کے لئے ایسے زہر آلود مادوں کا استعمال جو مضر صحت ہوں جائز نہیں ہے۔ پھلوں کو جلد پکانے یا کسی ترکاری کا حجم بڑھانے کے لیے یا جلد تیار کرنے کے لیے مضر صحت دواؤں کا استعمال درست نہیں ہے۔ اسی طرح غیر فطری طریقہ پر انجکشن کے ذریعہ دودھ بڑھانا جو مضر صحت ہو تو ناجائز ہے۔ جانوروں کے گوشت کی مقدار بڑھانے کے لیے حرام اشیاء سے تیار شدہ غذا کا جانور کو کھلانا جائز نہیں ہے، اگر یہ غذا کھلائی گئی تو جانور کا گوشت حلال ہوگا الا یہ کہ گوشت بدبودار ہو جائے اور جانور کو صرف حرام غذا ہی دی گئی ہو۔ غذائی مصنوعات میں مضر صحت دوائی اگر مہلک ہو تو اس کا ملانا حرام ہے، اگر معمولی مضر صحت ہو تو مکروہ ہوگا۔ پھر ایسی چیزوں کا کھانا، کھلانا، خریدنا احکام کے اعتبار سے حرام اور مکروہ ہوں گے۔

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام کا اصول

مولانا عبدالمنان صاحب [1]

جواب ۱- پیداوار بڑھانے کے لئے زمین میں جو کھاد استعمال کی جاتی ہے جس میں سمیت ہوتی ہے ایسی کھاد کا زمین میں استعمال ناجائز نہیں ہے؛ لیکن پھلوں میں چھڑکاؤ کی دوصورتیں ہیں:

(۱) پھلوں کی ابتدائی حالت میں کیڑوں سے حفاظت کے لئے زہریلی دوا کا استعمال ممنوع نہیں ہوگا۔

(۲) پھل پکنے کے وقت یا اتارنے کے وقت زہریلی دوا کا استعمال کراہیت سے خالی نہیں ہوگا۔

جواب ۲- پھلوں کو پکانے کے لئے جو کیمیکل استعمال کیا جاتا ہے کہ پھل وقت سے پہلے پک جائیں یا وہ دیکھنے میں خوشنما نظر آئیں، یا بعض اوقات انجکشن دیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ تیزی سے پک جاتا ہے اور ایک درجہ میں اسے مٹھاس بھی پیدا ہوجاتی ہے نیز کاٹنے کے بعد وہ پھل اس طرح نظر آتا ہے جیسا کہ فطری طور پر پکی ہوئی حالت میں ہوتا ہے، شرعاً یہ ناجائز نہیں ہونا چاہئے کہ اس میں ابتلاء عام ہے۔

جواب ۳- دودھ دینے والے حلال جانوروں کے دودھ کی مقدار بڑھانے کے لئے یا جانور نے دودھ دینا بند کردیا ہو تو مصنوعی طور پر دودھ جاری کرنے کے لئے خاص قسم کے انجکشن لگائے جاتے ہیں، اس سے دودھ کی مقدار میں نمایاں اضافہ ہوجاتا ہے، ایسی صورت میں اگر جانور کا خاص نقصان یا صحت پر خاص اثر نہ پڑتا ہو تو یہ ناجائز نہیں ہوگا۔

جواب ۴- جانوروں کو گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے حرام یا ناپاک غذا کھلائی جائے تو اس کی دوصورتیں ہیں:

(۱) اگر کبھی کبھار ناپاک غذا کھلائی جاتی ہو تو اس جانور کا گوشت حرام نہیں ہوگا، لیکن ناپاک، حرام غذا کھلانا ناجائز ہے۔

(۲) اگر دائمی طور پر ناپاک وحرام غذا کھلائی جاتی ہو اور ناپاک وحرام چیز کی بو اس جانور کے بدن میں محسوس ہوتی ہے تو پاک وحلال غذا اتنے دن تک کھلائی جائے کہ ناپاک وحرام غذا کی بو ختم ہوجائے تو اس جانور کا گوشت ممنوع نہیں رہے گا ورنہ اس کا گوشت کھانا مکروہ ہوگا۔

جواب ۵- اگر غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال کیا جائے غذائی اشیاء تادیر باقی ومحفوظ کرنے کے لئے جو اس وقت عموم بلوی کی شکل اختیار کرگیا ہے، تو یہ ناجائز نہیں ہے، اور یہ اشیاء خود کھانا دوسروں کو کھلانا، خرید وفروخت کرنا ناجائز نہیں ہوگا۔

☆☆☆

[1] دارالحدیث پرمائی وٹی، نوگاؤں آسام۔

غذائی مصنوعات میں حلال وحرام- اسلامی نقطہ نظر سے

مفتی لطیف الرحمن[1]

(۱، ۲) سبزی ترکاری یا پھلوں کی پیداوار بڑھانے کے لئے اس میں زہریلی کھاد استعمال کرنا یا ان پھلوں میں اضافہ کے لئے زہریلے انجکشن دینا اس کی ہرگز اجازت نہیں، اور یہ پوری صحت انسانی کے ساتھ کھلواڑ کے مرادف ہے، اور صحت انسانی کا ضیاع اور ہلاکت ہے، اور اگر اس میں کچھ فوائد بھی ہیں تو نقصان زیادہ اور شدید ہے، اور فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ مفاسد کو دفع کرنا مصالح کی تحصیل سے مقدم ہے۔

''وهی درء المفاسد أولی من جلب المصالح فإذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفاسد غالبًا'' (نور البصائر شرح الاشباه ۱/ ۱۴۹)۔

لہذا حکومت پر لازم ہے کہ ایسے کیمیکل اور دوائیوں پر سخت پابندی عائد کرے تاکہ پوری صحت انسانی کی حفاظت ہوسکے۔

(۳) آج بازار میں بھینسوں کے تبیلوں کے مالک اور دودھ کا کاروبار کرنے والے دودھ کی مقدار میں اضافہ کی خاطر لازمی طور پر اپنی گائے اور بھینس کو دوہنے سے قبل انجکشن مارتے ہیں لہذا یہ انجکشن کا مارنا اگر جانور کی صحت اور صحت انسانی کے لئے مضر نہ ہو تو اجازت ہے ورنہ از روئے شرع اس کی بھی اجازت نہیں ہوگی، اس لئے کہ فقہ کا مسلمہ اصول ہے: نقصان پہنچا کر نقصان کا ازالہ نہیں کیا جائے گا۔ ''الضرر لا یزال بالضرر'' (الاشباہ والنظائر)۔

(۴) شریعت مطہرہ میں تجارت اور خرید وفروخت کا اصول یہ ہے کہ جس شئی سے انتفاع ممکن ہو اس چیز کی تجارت جائز ہے اور جس چیز سے انتفاع ممکن نہ ہو اس کی تجارت جائز نہیں، لہذا اگر مرغیوں اور مچھلیوں کی خوراک میں کیڑے مکوڑے ملا کر فروخت کئے جاتے ہیں اور یہ خوراک ان جانوروں کو کھلانے کے کام آتی ہیں تو ایسے کیڑے مکوڑے کی تجارت جائز ہے؛ اس لئے کہ شریعت میں حشرات الارض کیڑے مکوڑے جن میں بہتا ہوا خون نہیں ہے اس کی بیع جائز ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

''فینبغی جواز بیعها کبیع السرقین والعذرة المختلطة بالتراب کما یأتی مع أن هذه الدودة إن لم یکن لها نفس سائلة تکون میتتها طاهرة کالذباب والبعوض'' (۵/ ۵۱، بحوالہ فتاوی زکریا ۵/ ۱۵۴)۔

لیکن اگر واقعی میں ان جانوروں کی خوراک میں خنزیر کی چربی کی آمیزش ہوتی ہے تو خنزیر اور اس کے اجزاء سے تیار شدہ خوراک میں بیع ہی منعقد نہیں ہوگی اور اس کی خرید وفروخت حرام ہوگی، اور وہ بیع باطل ہے؛ اس لئے کہ خنزیر اپنے تمام اجزاء کے ساتھ نجس العین ہے (فتاوی زکریا ۵/ ۱۶۴)۔

تبیین الحقائق میں ہے: ''لم یجز بیع المیتة والدم والخنزیر ... لعدم رکن البیع وهو مبادلة المال بالمال وبیع هذه

---

[1] ممبئی۔

الأشياء باطل" (۴/ ۳۶۲)۔

(الف) لہذا جانوروں کے گوشت کی مقدار بڑھانے کے لئے ایسی خوراک (جس میں خنزیر کی چربی کی آمیزش ہو) نہیں دی جاسکتی۔

(ب) البتہ حلال جانور کو اگر یہ حرام خوراک کھلا دی گئی تو حلال جانور کے گوشت کے بارے میں تفصیل اس طرح ہے کہ ایسی مرغی اور ایسے جانوروں کا گوشت حلال ہوگا، لیکن اگر خوراک میں غالب حرام ہو تو بہتر ہے کہ ایسی مرغی کو تین روز تک بند رکھ کر حلال غذا دی جائے، اور پھر ذبح کیا جائے؛ البتہ اگر مرغی کے گوشت میں حرام غذا اور نجاست کے کھانے کی وجہ سے بدبو پیدا ہوجائے تو اس کو اتنی مدت تک بند رکھ کر حلال غذا دینا ضروری ہے کہ بدبو زائل ہوجائے اور اگر بدبو زائل ہونے سے قبل ذبح کرایا تو اس کا گوشت حلال نہ ہوگا (مستفاد احسن الفتاوی ۷/ ۴۰۸)۔

اور آج ان فارمی مرغیوں کو بند رکھ کر حلال غذا دینے کی کوئی صورت نہیں ہے؛ لہذا حرام غذا سے پرہیز کراتے ہوئے ایسی خوراک سے پرورش کی جائے جس سے گوشت کی مقدار میں اضافہ بھی ہو اور گوشت لذیذ آور بھی ہو۔

فتاوی شامی میں ہے:

(ولبن الجلالة التي تأكل العذرة) أي فقط حتى انتن لحمها (وفي المنتقى) الجلالة المكروهة التي إذا قربت وجدت منها رائحة فلا تؤكل ولا يشرب لبنها ولا يعمل عليها وتلك حالها ويكره بيعها وهبتها. ذكر البقالي أن عرقها نجس (۹/ ۴۱۴، كتاب الحظر والاباحة. وهكذا في الفتاوى الهنديه ۵/ ۸۹)۔

(۵) اگر غذائی مصنوعات میں مضر صحت اشیاء کا استعمال کیا جائے تو یہ ممانعت حرام کے درجہ کی ہوگی اور ایسی اشیاء کی خرید وفروخت حرام اور ناجائز ہوگی،

والله تعالى أعلم بالصواب۔

حصہ دوم

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات

باب اول / تمہیدی امور

سوالنامہ:

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات

جانوروں کے اجزاء اب نہ صرف روایتی کھانوں میں استعمال ہوتے ہیں؛ بلکہ بسکٹ، مشروبات، چیونگم، آئس کریم، بریڈ یہاں تک کہ کاسمیٹک اشیاء، ٹوتھ پیسٹ، صابن وغیرہ میں بھی استعمال ہونے لگے ہیں، یہ بات ظاہر ہے کہ شریعت میں بہت سے جانوروں کو حرام قرار دیا گیا ہے، ان کے اجزاء کسی بھی صورت میں استعمال ہوں، اگر ان کی ماہیت تبدیل نہیں ہوتی ہے تو اس کو حرام ہی سمجھا جائے گا، یہ بھی اللہ کا شکر ہے کہ نہ صرف مشرقی ممالک میں بلکہ مغربی ملکوں میں آباد مسلمانوں کے اندر بھی دین سے وابستگی میں اضافہ ہوتا جارہا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ زندگی کے مختلف شعبوں میں شریعت اسلامی کے پابند رہیں۔

اسی پس منظر میں ایسے اداروں کی ضرورت پڑی، جو مناسب تحقیق کے بعد حیوانی اجزاء سے تیار کی جانے والی مصنوعات کے بارے میں حلال ہونے کی سرٹیفکٹ دیں، بنیادی طور پر حلال ہونے کی سرٹیفکٹ چار باتوں کو شامل ہے:

الف: یہ کسی حرام جانور کے اجزاء سے تیار نہیں کیا گیا ہے۔

ب: اس حلال جانور کو شرعی طور پر ذبح بھی کیا گیا ہے، اس میں مردار یا غیر شرعی ذبیحہ کے اجزاء شامل نہیں ہیں۔

ج: شرعی ذبیحہ کا کوئی ایسا جز بھی شامل نہیں ہے، جس کے کھانے یا استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

د: اگر حرام جانور یا غیر شرعی ذبیحہ یا شرعی ذبیحہ کا حرام جز صنعت میں استعمال کیا گیا ہے، تو اب وہ اس میں اپنی حقیقت وماہیت کے ساتھ باقی نہیں ہے اور اس کی ماہیت مکمل طور پر تبدیل ہو چکی ہے۔

ہندوستان میں چونکہ برادران وطن عام طور پر نباتی غذا کا ہی استعمال کرتے ہیں، اس لئے حلال وحرام کے زیادہ مسائل پیدا نہیں ہوتے تھے، لیکن گلوبلائزیشن نے پوری دنیا کو ایک تجارتی منڈی میں تبدیل کردیا ہے، اس لئے اب ہندوستان میں بھی لحمی اجزاء پر مشتمل مصنوعات تیار ہونے لگی ہیں اور تجارتی اعتبار سے یہ نہایت نفع بخش کاروبار بن چکا ہے، مغربی ملکوں میں وہاں کے حالات کے تحت دیندار مسلمانوں نے حلال سرٹیفکٹ کے ادارے بہت پہلے سے قائم کررکھے ہیں اور بعض ملکوں میں حکومتیں بھی اس کو معتبر قرار دیتی ہیں، مسلم

ممالک نے بھی خاص کر ایسی مصنوعات کو امپورٹ کرنے کے لئے حلال سرٹیفکٹ کا نظام قائم کیا ہے اور اس کے لئے مختلف غیر مسلم ملکوں میں اپنے نمائندے مقرر کئے ہیں۔

ہندوستان کے مخصوص حالات کے پس نظر میں یہاں ایسے اداروں کی زیادہ ضرورت نہیں محسوس کی گئی اور اس کی طرف کم توجہ دی گئی؛ لیکن اب جبکہ ہندوستان کے بارے میں محسوس کیا جاتا ہے کہ وہ معاشی دنیا میں ایک سوپر طاقت کی حیثیت سے ابھرنے والا ہے اور تجارتی اعتبار سے اس کی پیش رفت کو قابل رشک نگاہوں سے دیکھا جارہا ہے، ایسے اداروں کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے جو شرعی اصولوں کے مطابق تحقیق وتجزیہ کے بعد سرٹیفکٹ جاری کرے، بعض ادارے اس سلسلہ میں پیش رفت کرنے کے خواہش مند ہیں، اس کام کو صحیح طور پر انجام دینے کے لئے بظاہر دو چیزوں کی ضرورت ہے، ایک: اس موضوع سے اچھی طرح آگاہ علماء، ارباب افتاء، دوسرے: ایسی لیبارٹری اور تجزیہ کے ماہرین جو ان مصنوعات میں شامل اجزاء کے بارے میں درست معلومات فراہم کرسکیں، ظاہر ہے کہ اس سلسلہ میں رہنمائی کرنا اور خطوط کار تیار کرنا شریعت اسلامی کے ماہر علماء اور صورت مسئلہ سے آگاہ فنی ماہرین کی ذمہ داری ہے؛ اس پس منظر میں یہ بات دریافت طلب ہے کہ:

۱: حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والے ادارہ کا تشکیلی ڈھانچہ کس نوعیت کا ہونا چاہئے؟

۲: ان مصنوعات کے سلسلہ میں کن لوگوں کی خبر معتبر سمجھی جائے گی؟ کیا اس سلسلہ میں صرف دیندار مسلمانوں کی خبروں پر ہی اعتماد کیا جائے گا یا بظاہر معتبر غیر مسلموں کی خبر کو بھی قبول کیا جاسکتا ہے؟

۳: اس سلسلہ میں مشینی آلات کے ذریعہ حاصل ہونے والی معلومات کا کیا درجہ ہوگا؟ کیا ایسے ادارے کے لئے اپنی لیبارٹری کا انتظام یا کسی دوسری معتبر لیبارٹری سے ارتباط ضروری ہوگا؟

امید کہ پیدا ہونے والے حالات کی روشنی میں اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالیں گے۔



تجاویز

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط و معیارات

۱- شریعت میں حلال وحرام سے متعلق واضح احکام موجود ہیں، ان پر عمل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے اور اس سے تساہل نہ صرف شدید گناہ ہے بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کی دوسری نیکیاں بھی ضائع ہوجاتی ہیں، اس لئے مسلمانوں کو اس سلسلہ میں پوری احتیاط برتنی چاہئے، اور جو مسلمان ادارے حلال سرٹیفکٹ جاری کرتے ہیں وہ پوری تحقیق اور تیقظ کے ساتھ اپنی ذمہ داری کو انجام دیں۔

۲- لحمی غذائی مصنوعات کا استعمال کرنا جائز ہے، بشرطیکہ جانور کا حلال ہونا اور شرعی طریقہ پر ذبح کیا جانا متحقق ہوجائے۔

۳- جن مصنوعات میں حرام اجزاء کا استعمال بھی کیا جاتا ہے ان کے لئے حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے کا اختیار صرف احکام شریعت کے واقف کار اور فنی مہارت رکھنے والے دیندار، معتبر افراد ہی کو ہوگا، کسی غیر مسلم یا غیر واقف کار کی تصدیق وخبر کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

۴- غذائی مصنوعات کے اجزاء کی تحقیق کے لئے مسلمانوں کو خود اپنی لیبارٹری کا انتظام کرنا چاہئے، تاہم اپنی لیبارٹری نہ ہونے کی صورت میں غیر مسلموں کے زیر نگرانی کام کرنے والی معتبر لیبارٹری کی رپورٹ پر بھی اعتبار کرکے سرٹیفکٹ جاری کرنے کی گنجائش ہے۔ تاہم حتی المقدور اس بات کی کوشش ہونی چاہئے کہ تحقیق وتجزیہ کا یہ عمل کسی معتبر مسلمان شخص کی نگرانی میں ہو۔

۵- حلال سرٹیفکٹ جاری کرنا بڑی ذمہ داری کا کام ہے، یہ کام وہی ادارہ انجام دے سکتا ہے جو خدا ترس، احکام شریعت پر گہری نظر رکھنے والے علماء واصحاب افتاء اور معتبر مسلمان ماہرین پر مشتمل ہو، اور اس ادارہ کے نمائندے ذبح وغیرہ کے مراحل میں موجود رہ کر پوری تحقیق کے بعد سرٹیفکٹ جاری کریں اور مسلسل نگرانی رکھیں۔



تلخیص مقالات

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات

ڈاکٹر صفدر زبیر ندوی[1]

آج کی تیز رفتار ترقی نے دنیا کو ایک گاؤں کی طرح (گلوبل ویلیج) بنادیا ہے، موجودہ دور کی نئی ٹکنالوجی اور آلات ووسائل نے پوری دنیا کے مقامات وافراد سے رابطہ آسان کردیا ہے، اور دنوں اور گھنٹوں کے فاصلے کو منٹوں اور سکنڈوں میں سمیٹ کر رکھ دیا ہے، جیسا کہ کسی گاؤں کے افراد کو آپس میں رابطہ کرنے میں وقت لگتا ہے۔ گلوبلائزیشن کے اس دور میں نہ صرف یہ کہ ظاہری استعمال کی چیزیں اور مصنوعات بلکہ کھانے پینے کی چیزیں اور پروڈکٹس بھی ایک ملک سے دوسرے ملک میں ایکسپورٹ اور امپورٹ ہورہی ہیں، اور یہ چیزیں عام لوگوں تک پہنچ رہی ہیں؛ چونکہ یہ مصنوعات غیر ممالک کی غیر مسلم کمپنیاں تیار کررہی ہیں، اور مسلمان جنہیں حرام کے استعمال سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے، ان مصنوعات کے اجزاء کے سلسلے میں یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آیا یہ حلال ہے یا حرام؟ اگر کوئی اس کی تفصیلات بتا بھی دے تو اس کی تصدیق وتائید کون کرے گا، تو ایسے حالات میں ایک ایسے معتمد ادارہ کی تشکیل کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے جیسا کہ دوسرے بعض ممالک میں ایسے ادارے ہیں، جو ہندوستانی مسلمانوں کی بھی اس سلسلہ میں رہنمائی کرسکے، اسی ضرورت کے پیش نظر اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) نے اپنے ۲۴ویں فقہی سمینار (منعقدہ ۱-۳/ مارچ ۲۰۱۵ء اوچیرہ، کولم، کیرالا) کا ایک موضوع ''حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات'' بھی رکھا، تاکہ بحث ومناقشہ کے بعد اس سلسلہ میں کوئی حتمی فیصلہ کرکے امت مسلمہ ہندیہ کی شرعی رہنمائی کی جاسکے۔ اس سلسلہ میں اکیڈمی نے ایک سوالنامہ جاری کیا جس کے جواب میں اکیڈمی کو اب تک ۱۴/ افراد کی طرف سے مقالے موصول ہوچکے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

مولانا ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی (شانتا پورم، کیرالا)، مفتی ابوبکر قاسمی (دربھنگہ)، قاضی محمد حسن ندوی (بھروچ)، مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی (کایم کلم)، مفتی لطیف الرحمن (ممبئی)، مولانا اختر امام عادل قاسمی (سمستی پور)، مفتی اخلاق حسین قاسمی (یمنا نگر)، مفتی محمد مقصود (رامپور)، مفتی محمد عثمان بستوی (جونپور)، مفتی عبدالمنان (آسام)، مفتی انور علی اعظمی (مئو)، مفتی عبدالرحیم قاسمی (بھوپال)، مفتی محمد عارف باللہ قاسمی (حیدرآباد)، قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی (ہریانہ)۔

ان تمام مقالات کی تلخیص پیش کی جارہی ہے تاکہ ہر ایک مقالہ نگار کی رائے سے استفادہ آسان ہوسکے، اس سوالنامہ میں اکیڈمی نے تفصیلی تمہید کے بعد تین سوالات قائم کئے ہیں، جن میں سے پہلا سوال ہے:

۱- حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے والے ادارہ کی نوعیت:

سوال: حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والے ادارہ کا تشکیلی ڈھانچہ کس نوعیت کا ہونا چاہئے؟

اکثر مقالہ نگار حضرات کا کہنا ہے کہ اس ادارہ کے تشکیلی ڈھانچہ کی نوعیت شورائی ہونی چاہئے، "وشاورهم في الأمر" (آل عمران/ ۱۵۹)، "وأمرهم شورى بينهم" (الشوری/ ۳۸)، البتہ مفتی محمد شاہجہان ندوی کہتے ہیں کہ اس کی نوعیت حلال وحرام کی خبر دینے والے قانونی واعتباری وجود سے متصف ادارہ کی ہے، اس کی تائید میں وہ لکھتے ہیں کہ اسلامی حکومت ایک معنوی یا اعتباری شخصیت ہے جس کی نمائندگی حاکم وقت ایک امین

[1] شعبہ علمی، اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)۔

کی حیثیت سے مسلمانوں کے منتخب کرنے کے بعد ان کی نیابت میں کرتا ہے۔اسی طرح اس حدیث: "المسلمون تتكافأ دمائهم، ويسعى بذمتهم أدناهم، وهم يد على من سواهم" (ابوداؤد، حدیث نمبر: ۲۷۵۱، ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۶۸۳) کو پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس حدیث سے پتہ چلا کہ مسلم جماعت کی اعتباری شخصیت ہے جس کی نمائندگی ایک شخص بھی کرسکتا ہے، اور اس سے جاری ہونے والی امان تمام مسلمانوں پر لازم ہے۔

اس ڈھانچہ/ادارہ کے مشتملات میں تقریباً تمام ہی مقالہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ اس میں اصحاب نظر واصحاب تقوی اور ارباب افتاء ہوں، اسی طرح اس میں ماہرین فن بھی ہوں تاکہ وہ مصنوعات میں شامل کئے گئے اجزاء سے ہونے والے اثرات کا شرعی اور فنی طور پر جائزہ لیکر اس کا تجزیہ کرسکیں، اور پھر اس کے بعد سرٹیفکٹ جاری کیا جائے۔

اس ضمن میں قاضی محمد حسن ندوی کا کہنا ہے کہ اس ادارہ میں ممتاز اہل علم میں سے سات یا دس افراد پر مشتمل شورائی کمیٹی ہونی چاہئے، اور ان ہی کے ذریعہ ایک تحقیقاتی کمیٹی تشکیل دی جائے جن میں دینی شعور رکھنے والے اور ماہرین فن مسلمان ہوں، پھر آگے لکھتے ہیں کہ اگر اس فن کے ماہرین میں مسلمان نہ ہوں تو غیر مسلم کی تحقیق سے استفادہ کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ وہ قابل اعتماد اور قابل اعتبار ہوں۔

جبکہ مفتی محمد شاہجہان ندوی لکھتے ہیں کہ اس کے اندر دو ماہر شریعت مفتیان کرام، دو مسلم ماہرین فن، اور انتظامی سہولت کے پیش نظر ایسی ٹیم ہو جو حلال سرٹیفکٹ طلب کرنے والی کمپنی کی طرف سے دی گئی معلومات کا مطالعہ اور اس کی مصنوعات اور اس کے خام حیوانی مواد کے حرام اور ناپاک اجزاء سے خالی ہونے کا تیقن کرسکے۔

اسی کو مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی نے اس طرح تعبیر کیا ہے کہ اس میں معاملہ فہم افراد، باخبر علماء اور جانکار ماہرین ہونے چاہئیں، ان تینوں جہات کے اتفاق اور تصدیق کے بعد حلال وحرام کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے؛ جبکہ قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی اور مفتی محمد اخلاق حسین قاسمی کا کہنا ہے کہ حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والا ادارہ اسلامی ملکوں میں ہو اور حکومت اس کی نگرانی کرے، اور اگر غیر مسلم ملک میں ہو تو مسلمانوں کا خاص ادارہ ہو جو مسلمانوں کے لئے اسلامی طریقہ پر کام کرے۔

شرائط:

مولانا محمد عثمان بستوی نے گوشت کے بارے میں حلت وحرمت کا حکم لگانے والے بورڈ کے ارکان میں مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری قرار دیا ہے:

۱- تمام ارکان کا قابل اطمینان متدین مسلمان کا ہونا؛ کیونکہ یہ باب دیانات کے قبیل سے ہے جس میں کسی کافر یا فاسق کی خبر کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔ خبر الواحد يقبل في الديانات إذا كان مسلما عادلا الخ (ہندیہ: ۵/ ۳۰۸)۔

۲- ذبح کا عمل ان ارکان کی نگرانی میں انجام پائے یا ان کے معتبر مسلم نمائندہ کی نگرانی میں انجام پائے۔

۳- ذبح سے لیکر پیکنگ تک کے تمام مراحل ان مسلم ارکان بورڈ کے اپنے سامنے یا ان کے کسی مسلمان معتمد نمائندہ کی موجودگی میں انجام پائیں۔

لیکن اگر گوشت کی حلت وحرمت کا حکم نہ لگانا ہو بلکہ گوشت کے علاوہ کسی دوسری چیز کی حلت وحرمت کا حکم لگانا ہو تو اس کے بورڈ کے ارکان میں درج ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے:

۱- بورڈ کے ارکان کا مسلمان ہونا، ۲- کسی بھی اطمینان بخش طریقے سے ان اشیاء میں حرام چیز کے شامل نہ ہونے کا اطمینان کرلینا خواہ اطمینان لیبارٹری جانچ سے حاصل کی جائے یا اپنے کسی مسلم نمائندہ کے ذریعہ۔

خبر الواحد يقبل في الديانات كالحل والحرمة والطهارة والنجاسة إذا كان مسلما عادلا ذكرا أو أنثى (ہندیہ: ۵/ ۳۰۸)

مولانا محمد عثمان بستوی اور مفتی لطیف الرحمن نے لحمی اور غیر لحمی مصنوعات کے درمیان تفصیل کرتے ہوئے ان کے احکام میں فرق کیا ہے ان اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے کہ "إن وجدته غريقا في الماء فلا تأكل فإنك لا تدري الماء قتله أو سهمك" (مسلم، کتاب الصید) اور "الأصل في الأشياء الإباحة" (الأشباه للسيوطي / ۱۳۲)۔

ان کا کہنا ہے کہ گوشت میں اصل حرمت ہے جب تک کہ اس کے حلال ہونے پر دلیل نہ قائم ہوجائے، اور گوشت کے علاوہ اشیاء میں اصل حلت ہے جب تک کہ اس کے حرام ہونے پر کوئی دلیل نہ قائم ہوجائے۔ حلت وحرمت کے بارے میں یہ اہم اصول ہے جسے کسی شئی کے تعلق سے حلال وحرام کا فیصلہ کرنے میں ہمیشہ پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ آگے یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر کسی چیز میں شک وشبہ پیدا ہوجائے تو اس شک کی وجہ سے اس حلال چیز کو حرام قرار دے کر اس کا استعمال ترک نہیں کیا جائے گا۔

مولانا محمد عثمان بستوی نے مؤطا امام مالک کے حوالہ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ ایک بیابان سے گزر رہے تھے، حضرت عمرو بن العاصؓ بھی ساتھ تھے، راستے میں وضو کے لئے ایک حوض پر رکے، حضرت عمرو بن العاصؓ نے دیکھا کہ حوض کا مالک آرہا ہے تو پوچھ لیا کہ: ''یا صاحب الحوض هل ترد حوضک السباع''؟ اس سے پہلے کہ وہ مالک کوئی جواب دیتا حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''یا صاحب الحوض لاتخبرنا'' یعنی ہمیں مت بتانا کہ اس حوض پر درندے آتے ہیں یا نہیں۔ حضرت عمرؓ کے اس عمل سے یہ معلوم ہوا کہ ایسی چیز جو حلال ہو اور اس کے استعمال میں عموم بلوی ہو تو کسی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کی کھود کرید میں لگ جائے کہ اس میں کیا حرام چیز شامل ہے، اس لئے کہ شریعت نے شک کے باوجود کسی چیز کے استعمال کی اجازت دی ہے تو یہ ناواقفیت بھی ایک طرح کی نعمت ہے جسے تحقیق کر کے زائل نہیں کیا جانا چاہئے۔

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی نے جاری کئے جانے والے تصدیق نامہ یا سرٹیفکٹ کے مشمولات پر بھی بات کی ہے وہ کہتے ہیں کہ سرٹیفکٹ میں درج ذیل امور پر توجہ دی جانی چاہئے:

۱- مصنوع مذکور میں کسی بھی حرام شئی کی آمیزش نہیں ہے۔

۲- اس کی تیاری میں حرام چربی وغیرہ کا استعمال خواہ کسی غرض سے ہو نہیں ہوا ہے۔

۳- اگر لحمی اجزاء پائے جاتے ہیں تو وہ حلال جانور کے ہیں جن کو شریعت کے ضابطے کے مطابق ذبح کیا گیا ہے۔

۴- حلال جانور کا کوئی ایسا جز بھی شامل نہیں ہے جس کا کھانا جائز نہیں ہے۔

۵- اگر حرام جز، یا حرام لحمی اجزاء سے بنانے میں مدد لی گئی ہے تو کیا اس کی ماہیت وحقیقت مکمل طور پر ختم ہوچکی ہے؟ اس کی مکمل طور پر جانچ پڑتال کر لی گئی ہے۔

۲- مصنوعات کے سلسلہ میں خبر دینے والے کی معتبریت:

سوال: ان مصنوعات کے سلسلہ میں کن لوگوں کی خبر معتبر سمجھی جائے گی؟ کیا اس سلسلہ میں صرف دیندار مسلمانوں کی خبروں پر ہی اعتماد کیا جائے گا یا بظاہر معتبر غیر مسلموں کی خبر کو بھی قبول کیا جاسکتا ہے؟

اکثر مقالہ نگار حضرات کا کہنا ہے کہ اس سلسلہ میں دیندار مسلمان کے ساتھ معتبر غیر مسلم کی خبر کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔

ويقبل قول كافر ولو مجوسيا قال: اشتريت اللحم من كتابي فيحل، أو قال: اشتريته من مجوسي فيحرم ولا يرده بقول الواحد، وأصله إن خبر الكافر مقبول بالاجماع في المعاملات لا في الديانات وعليه يحمل قول الكنز ويقبل قول الكافر في الحل والحرمة يعني الحاصلين في ضمن المعاملات لا مطلق الحل والحرمة كما توهمه الزيلعي (رد المحتار ۵/ ۲۴۲، كتاب الحظر والاباحة)۔

من أرسل أجيرا له مجوسيًا أو خادمًا فاشترى لحمًا فقال: اشتريته من يهودي أو نصراني أو مسلم وسعه أكله، وإن كان غير ذلك لم يسعه أن يأكل منه (فتاوى هنديه ۵/ ۳۰۸، كتاب الكراهية)۔

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی کا کہنا ہے کہ خبر کے باب میں وسعت ہے، ہر معاملہ میں ایک عادل مسلمان کی خبر معتبر ہوتی ہے، اسی طرح معاملات میں تو کافر کا قول معتبر ہے ہی، اگر دیانات کا باب ہے لیکن معاملات کے ضمن میں ہے یعنی خالص دیانت کا مسئلہ نہیں ہے تو اس میں بھی فقہاء نے کافر کا قول معتبر مانا ہے۔

لا يقبل قول الكافر فى الديانات إلا إذا كان قول الكافر فى المعاملات يتضمن قبوله فى الديانات فحينئذ تدخل الديانات فى ضمن المعاملات فيقبل قوله فيها ضرورة (فتاوى ہندیہ ۵/ ۳۰۸، كتاب الكراہية)۔

قاضی محمد حسن ندوی نے بھی ''الفقه الحنفی فی ثوبه الجدید'' کے حوالہ سے یہی بات کہی ہے (۵/ ۳۲۲)۔

اسی طرح مولانا محمد عثمان بستوی کا کہنا ہے کہ اگر ان مصنوعات میں شامل اجزاء کی اطلاع فراہم کرنا ہے، حلت وحرمت یا نجاست وطہارت کا حکم لگانا نہیں ہے اور چونکہ اجزائے ترکیبیہ کی اطلاع فراہم کرنا دیانات کے قبیل سے نہیں ہے، لہٰذا اس میں غیر مسلم کی خبر معتبر مانی جائیگی (شامی ۹/ ۴۹۷)۔ تقریباً یہی بات مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی بھی کہتے ہیں، مولانا عثمان بستوی نے اس کا بھی اضافہ کیا ہے کہ مخبر کا خبر دینے کے لئے سامنے موجود ہونا ضروری نہیں ہے، لہٰذا اس کی خبر میں تحریر وغیرہ بھی معتبر ہوگی، بشرطیکہ اس تحریر کا مخبر کی طرف سے ہونے کا ظن غالب ہوجائے۔

بعض مقالہ نگار حضرات کا کہنا ہے کہ غذائی مصنوعات کے سلسلہ میں صرف دیندار مسلمانوں کی خبروں پر اعتماد کیا جائے گا، اس لئے کہ اس میں حلت وحرمت کا مسئلہ ہے اور یہ دیانات کے باب میں سے ہے، اور دیانات کے باب میں غیر مسلموں کی خبر قابل قبول نہ ہوگی۔

ولأن الحل والحرمة من الديانات، ولا يقبل قول الكافر فى الديانات، وإنما يقبل قوله فى المعاملات خاصة للضرورة، ولأن خبره صحيح لصدوره عن عقل ودين يعتقد فيه حرمة الكذب. والحاجة ماسة إلى قبول قوله لكثرة وقوع المعاملات، ولايقبل فى الديانات لعدم الحاجة (تبيين الحقائق ۶/ ۱۲، كتاب الكراہية)۔

مولانا اختر امام عادل قاسمی اور مولانا محمد شاہجہان ندوی یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر مسلم ماہرین دستیاب نہ ہوں تب ضمنی طور پر غیر مسلم کی خدمات حاصل کی جاسکتی ہیں، اور ان کی خبر پر ضرورتاً اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

ولايقبل فى الديانات لعدم الحاجة إلا إذا كان قبوله فى المعاملات يتضمن قبوله فى الديانات فحينئذ تدخل الديانات فى ضمن المعاملات فيقبل قوله فيها ضرورة۔ -- (تبيين الحقائق ۶/ ۱۲، نیز دیکھئے: فتاوي ہندیہ، كتاب الكراہية ۵/ ۳۰۸)۔

لیکن مفتی انور علی اعظمی کا کہنا ہے کہ حکم کا مدار عادل مسلمان کا قول ہوگا، کافر کے قول سے تائید ہوسکتی ہے، اس کے قول کو فیصلہ کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا۔

اور مولانا محمد شاہجہاں ندوی نے تین معتبر غیر مسلم ماہرین کی شرط لگائی ہے، اس لئے کہ کم از کم تین افراد سے جماعت بنتی ہے، نیز تین ہونے کی صورت میں غلط بیانی اور سودے بازی کا احتمال کم ہوجاتا ہے۔

لیکن مفتی محمد عارف باللہ قاسمی کا کہنا ہے کہ فقہی تصریحات کے مطابق کافر کے قول کو قبول کرنے کی گنجائش تو ہے لیکن موجودہ زمانہ میں اپنے مفاد کی خاطر مسلمان جھوٹ سے پرہیز نہیں کرتے تو کافر کا کیا بھروسہ؟ اور ایسے بھی واقعات ہیں کہ حقیقت اقرار کے برعکس پائی گئی، اس لئے بہرحال اس میں احتیاط ضروری ہے۔

۳- مشینوں سے حاصل شدہ معلومات کا درجہ:

سوال: اس سلسلہ میں مشینی آلات کے ذریعہ حاصل ہونے والی معلومات کا کیا درجہ ہوگا؟ کیا ایسے ادارے کے لئے اپنی لیباریٹری کا انتظام یا کسی دوسری معتبر لیباریٹری سے ارتباط ضروری ہوگا؟

بعض مقالہ نگار حضرات کا مشینی آلات کے ذریعہ حاصل شدہ معلومات کے بارے میں کہنا ہے کہ صحیح تسلیم کیا جائے گا، اور وہ قابل قبول ہوں گی؛ لیکن اس میں کام کرنے والے مسلمان ماہرین فن ہونے چاہئیں، اور اگر مسلمان نہ ہوں تو کم از کم اس کی تصدیق کرنے والے مسلمان ہوں، جیسا کہ یہ رائے ہے مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، اور مفتی لطیف الرحمن فلاحی کی؛ جبکہ دوسری طرف مفتی انور علی اعظمی، مفتی ابوبکر قاسمی اور مولانا محمد شاہجہاں ندوی کا کہنا ہے کہ مشینی آلات کے ذریعہ حاصل ہونے والی معلومات کو صحیح قرار دینے کے لئے مسلمان ماہرین فن کا ہونا ضروری

ہے؛ کیونکہ حلت وحرمت کے مسائل میں عادل مسلمان کا قول معتبر مانا جائے گا، مفتی ابوبکر قاسمی نے ایسی کمپنی کی کمیٹی میں حلال وحرام سے واقف علماء کی شمولیت کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔

مولانا محمد شاہجہاں ندوی اور مولانا اختر امام عادل قاسمی نے مشینی آلات سے حاصل ہونے والی معلومات کو قرینہ کے درجہ میں رکھا ہے، اور بقول مولانا اختر امام عادل قاسمی یہ اسباب حکم میں سے ایک سبب ہے، یہاں معاملہ صرف خبر کا ہے اس لئے قرائن قطعیہ سے استفادہ کی اجازت ہے، مولانا محمد شاہجہاں ندوی نے اس کا اضافہ کیا کہ وہ ہر طرح کی جعل سازی سے بھی پاک ہوں۔ دونوں حضرات نے قرینہ قاطعہ کو فیصلہ کا ایک ذریعہ قرار دینے کے لئے مجلۃ الاحکام العدلیہ کی اس عبارت کو بطور دلیل پیش کیا ہے:

القرينة القاطعة هي الإمارة البالغة حد اليقين مثلا إذا خرج أحد من دار خالية خائفا مدهوشا وفي يده سكين ملوثة بالدم فدخل في الدار ورؤي فيها شخص مذبوح في ذلك الوقت، فلا يشتبه في كونه قاتل ذلك الشخص. ولا يلتفت إلى الاحتمالات الوهمية الصرفة كأن يكون الشخص المذكور ربما قتل نفسه (مجلة الأحكام العدلية ۱/ ۳۵۳، دفعه: ۱۷۴۱)۔

ان دونوں حضرات کے برعکس مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی اور مفتی محمد اخلاق حسین قاسمی کا کہنا ہے کہ مشینی آلات کے ذریعہ یقینی نہیں بلکہ ظن غالب کا فائدہ ہوتا ہے؛ چونکہ اس میں صرف مشین پر انحصار نہیں ہوتا بلکہ اس رپورٹ پر انحصار ہوتا ہے جسے مشین چلانے والا تیار کرتا ہے۔

اس سوال کی دوسری شق کے بارے میں تقریباً تمام ہی مقالہ نگاروں کی رائے ہے کہ ایسے ادارہ کے لئے اپنی لیباریٹری کا انتظام ضروری ہوگا، اور اگر نہیں ہے تو مصنوعات کے تجزیہ کی ضرورت کی وجہ سے کسی دوسری معتبر لیباریٹری سے ارتباط لازمی ہوگا۔

لیکن مفتی انور علی اعظمی کا کہنا ہے کہ ادارہ اپنی لیباریٹری قائم کرے اور اس میں عادل مسلمان ماہرین کو رکھے؛ تاکہ حلال سرٹیفکٹ کا اجراء شرعی اصول اور صحیح معیار پر ہو۔

مولانا محمد شاہجہاں ندوی کا کہنا ہے کہ حلال اور پاک مواد کا تیقن حاصل کئے بغیر حلال سرٹیفکٹ دینا دھوکہ بازی اور امانت میں خیانت ہے؛ لہٰذا معلومات اخذ کرنے والے آپریٹر کا دیندار مسلمان ہونا ضروری ہے۔

جبکہ مولانا محمد عثمان بستوی کا کہنا ہے کہ لیباریٹری کی رپورٹ سے اگر حلت وحرمت کا حکم لگانا ہے تو اپنی لیباریٹری کا انتظام ضروری ہے، اور اگر صرف اجزائے ترکیبیہ کو معلوم کرنا ہے تو کسی بھی معتبر لیباریٹری سے ارتباط کافی ہے، مزید یہ بھی لکھتے ہیں کہ غیر مسلم لیباریٹری کے اجزائے ترکیبیہ کی رپورٹ پر اگر مسلم ارکان بورڈ کو اطمینان ہو تو ان کے لئے اس لیباریٹری کی رپورٹ کی بنیاد پر حلت وحرمت اور نجاست وطہارت کا فیصلہ کرنا جائز ہے۔



عرض مسئلہ:

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات

مفتی محمد عثمان بستوی[1]

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد!

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے شرائط ومعیارات کے موضوع پر عرض مسئلہ کی ذمہ داری اس احقر کے حوالے کی گئی تھی، اس موضوع سے متعلق فقہ اکیڈمی کے توسط سے احقر کو کل بارہ علمائے کرام ومفتیانِ عظام کی آراء اور مقالات موصول ہوئے، جن کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

مولانا ڈاکٹر شاہ جہاں ندوی، مفتی ابوبکر قاسمی، قاضی محمد حسن ندوی، مفتی فروغ احمد قاسمی، مفتی لطیف الرحمن، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی اخلاق حسین قاسمی، مفتی محمد مقصود، مفتی عبدالمنان، مفتی انور علی اعظمی، مفتی عبدالرحیم قاسمی صاحبان اور احقر محمد عثمان بستوی۔

ان میں سے بعض مقالات انتہائی مختصر ہیں جب کہ سوالنامہ کے اخیر میں تفصیلی روشنی ڈالنے کی درخواست کی گئی تھی، معلوم نہیں کیوں ان حضرات نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی۔

بہر حال جو بھی مقالات مفصل ومختصر موصول ہوئے ہیں اگر ان کا تجزیہ کیا جائے تو کل تین نقاط زیر بحث لائے گئے ہیں:

(۱) حلال سرٹیفکٹ کی ضرورت وعدم ضرورت۔ (۲) سوالنامہ میں درج جزئیات کے جوابات۔ (۳) سرٹیفکٹ کے مندرجات۔

اب ہم اولاً سوالنامہ کی ترتیب کے مطابق مقالات کا تجزیہ کرتے ہیں، بعدہٗ انشاء اللہ اس کی ضرورت وافادیت پر بھی کچھ عرض کرنے کی کوشش کریں گے۔

سوال نمبر (۱) حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والے ادارے کا تشکیلی ڈھانچہ کس نوعیت کا ہونا چاہئے؟

اس کے لیے ضروری امور کی طرف خود سوالنامہ میں رہنمائی کی گئی ہے اسی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اکثر مقالہ نگار حضرات نے ضروری قرار دیا ہے کہ تشکیلی امور شریعت کے ماہرین اور علم الحیوانات سے واقف اور جدید ذرائع ووسائل میں مہارت رکھنے والے افراد پر مشتمل ہو، اس کی تفصیل کے لیے مفتی فروغ احمد قاسمی اور ڈاکٹر محمد شاہ جہاں ندوی کا مقالہ قابل ذکر ہے، مولانا اختر امام عادل صاحب کا مقالہ ''خیر الکلام ماقل ودل'' کا مصداق ہے اور مفتی انور علی صاحب وغیر ہم نے بھی تقریباً وہی باتیں اختصار کے ساتھ درج کی ہیں، البتہ قاضی محمد حسن ندوی صاحب نے مسلم پرسنل لا بورڈ وامارت شرعیہ وغیرہ کے طرز پر ادارہ تشکیل دے کر اس کی نگرانی میں اصحاب افتاء وفنی ماہرین پر مشتمل بورڈ کے قیام کا مشورہ دیا ہے، نیز ڈاکٹر شاہ جہاں ندوی اور مفتی فروغ احمد قاسمی صاحبان نے کچھ دوسرے مفید مشورے بھی دیئے ہیں، مثلاً سرٹیفکٹ جاری کرنے کے بعد کمپنی کے طور طریقوں کی نگرانی کے لیے معتمد، فعال رجال کار کی شمولیت اور ایسی تنظیموں سے ارتباط کو ضروری قرار دیا ہے جن کی مدد سے جعل سازی پر قابو پایا جاسکے، لیکن بندہ نے زیادہ تفصیل نہ کر کے صرف دو باتوں کا مشورہ دیا ہے:

(۱) تمام ارکان قابل اطمینان متدین مسلمان ہوں

(لأن الحل والحرمة من باب الديانات) والخبر في الديانات يقبل إذا كان مسلما عادلا ذكرا كان أو أنثى

---

[1] مدرسہ عربیہ ریاض العلوم گورینی جونپور یوپی۔

(فتاوی ہندیہ ۵ / ۳۰۸)۔

(۲) کسی بھی اطمینان بخش طریقے سے مصنوعات میں حرام اشیاء کے شامل نہ ہونے کا اطمینان کرنے کے بعد سرٹیفکٹ جاری کیے جائیں، یہ اطمینان خواہ لیبارٹری جانچ کے ذریعہ حاصل ہو یا اپنے کسی مسلم نمائندہ کے ذریعہ۔

لأن العمل بغالب الرأي جائز في الديانات والمعاملات (فتاوی ہندیہ ۵/ ۳۱۳) ولأن المدار على غلبة الظن فلينظر المبتلى القرائن (شامی ۹/ ۴۹۸)۔

بندہ نے انھیں دونوں باتوں پر اکتفا کیا اور عالم کی شرط اس لیے نہیں ذکر کی کہ غیر عالم متدین مسلمان کے لیے حرام جانور اور حرام اجزاء کو معلوم کر لینا خواہ کتابوں کی مدد سے ہو یا اہل علم سے استفسار کے ذریعہ کوئی مشکل کام نہیں ہے، اس لیے ارباب افتاء وغیرہ کی قید زائد معلوم ہوتی ہے؛ البتہ معاملہ چونکہ حلت وحرمت کا ہے اس لیے اسلام کی قید بہر حال لازم ہوگی، نیز حلت وحرمت کے باب میں غلبہ ظن موجب عمل ہوتا ہے، اور غلبہ ظن خواہ علامات وقرائن سے حاصل ہو یا کسی مسلم عادل کی خبر سے، شریعت میں دونوں معتبر ہے، اپنا مشاہدہ لازم وضروری نہیں، ان دونوں قیدوں کے علاوہ جتنی بھی قیودات ہوں گی وہ سب تحسینی وتحفظاتی تو ہو سکتی ہیں لیکن لازمی نہیں۔

سوال نمبر (۲) ان مصنوعات کے سلسلے میں کن لوگوں کی خبر معتبر سمجھی جائے گی؟ کیا اس سلسلے میں صرف دیندار مسلمانوں کی خبر پر اعتماد کیا جائے گا یا بظاہر معتبر غیر مسلموں کی خبر بھی قبول کی جائے گی؟

سوال نمبر دو کے جواب میں کل تین طرح کی آراء سامنے آئی ہیں:

(۱) صرف مسلمانوں کی خبر معتبر ہوگی، اس کے قائلین کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مفتی ابوبکر قاسمی، مفتی انور علی اعظمی، مولانا مفتی اختر امام عادل قاسمی، مفتی عبدالمنان اور مولانا قاضی حسن ندوی صاحبان۔

چنانچہ مفتی اختر امام عادل قاسمی فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ حلت وحرمت کا ہے اور دیانات کی قبیل سے ہے اور باب دیانات میں غیر مسلم کی خبر قابل قبول نہیں، ''لأن الحل والحرمة من الديانات ولايقبل قول الكافر في الديانات'' (تبیین الحقائق ۶ / ۱۲)۔

اور مفتی انور علی اعظمی صاحب نے بھی یہی دلیل پیش کی ہے۔

(۲) دوسری رائے ضرورت کے وقت غیر مسلم کی خبر بھی معتبر ہو سکتی ہے۔

اس رائے کے حاملین کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مفتی محمد مقصود، ڈاکٹر شاہ جہان ندوی، مفتی محمد اخلاق حسین اور مفتی لطیف الرحمان صاحبان۔

ان حضرات نے ہندیہ کی اس عبارت کو پیش نظر رکھا ہے:

''من أرسل رسولا مجوسيا أو خادما فاشترى لحما فقال اشتريت من يهودي أو نصراني أو مسلم وسعه أكله وإن كان غير ذلك لم يسعه أن ياكل منه معناه إذا كان ذبيحة غير الكتابي والمسلم لماقبل. قوله في الحل أولى أن يقبل في الحرمة''۔

اور بعض حضرات نے درمختار کی اس عبارت کو پیش نظر رکھا ہے:

''ويقبل قول كافر ولومجوسيا قال اشتريت اللحم من كتابي فيحل او قال اشتريته من مجوسي فيحرم. ويقبل قول الكافر في الحل والحرمة يعني الحاملين في ضمن المعاملات لامطلق الحل والحرمة كما توهمه الزيلعي''۔

(۳) تیسری رائے اگر خبر کا تعلق مصنوعات کے اجزائے ترکیبیہ سے ہے تو غیر مسلم کی خبر بھی معتبر ہو سکتی ہے اور اگر خبر کا تعلق حلت وحرمت سے ہے تو خبر کے لیے عادل متدین مسلمان کا ہونا لازم ہے، بندہ بھی اسی تفصیل کا قائل ہے کہ اگر خبر کا تعلق صرف اجزائے ترکیبیہ سے ہے تو قابل اطمینان غیر مسلم کی خبر پر بھی اعتماد کیا جا سکتا ہے؛ کیونکہ اجزائے ترکیبیہ کی خبر یہ خالص دنیوی معاملہ ہے، لہٰذا اس کے لیے اسلام کی شرط لازم نہ ہوگی،

اگر چہ اس کی خبر سے ضمناً طہارت ونجاست، حلت وحرمت کا بھی علم ہو جائے؛ البتہ اگر خبر کا تعلق بلا واسطہ حلت وحرمت، طہارت ونجاست کے حکم سے ہو تو غیر مسلم کی خبر کا اعتبار ہرگز نہ ہوگا؛ کیونکہ یہ باب دیانات کی قبیل سے ہے، جس کے لیے عادل مسلمان کا ہونا شرط ہے۔ (کما هو مصرح فی الفقه)

اور اسی کے قائل مفتی فروغ احمد بھی ہیں؛ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ فیکٹری وکمپنی میں اجزائے مصنوعات کی تحقیق وتفتیش خالص دیانات کا باب نہیں ہے بلکہ اصلاً معاملات میں سے ہے جو دیانات کو متضمن ہے، اس لیے صرف مسلمان کے قول کو ہی نہیں بلکہ معتبر، قابل اعتماد غیر مسلم کا قول بھی قابل قبول ہونا چاہئے، اور یہ عبارت پیش کرتے ہیں:

''لایقبل قول الکافر فی الدیانات الا اذا کان قول الکافر فی المعاملات یتضمن قبوله فی الدیانات فحینئذ تدخل الدیانات فی ضمن المعاملات فیقبل قوله فیها ضرورة'' (عالمگیری ۵/ ۲۰۸ کتاب الکراهیة)۔

عارض کا خیال ہے کہ آراء کے اختلاف کا سبب سوال کا اجمال ہے نہ کہ اختلاف دلیل وبرہان، اس لیے اس معاملہ میں ترجیح اور تطبیق وغیرہ کی کوئی حاجت وضرورت نہیں۔

سوال نمبر (۳) اس سلسلہ میں مشینی آلات کے ذریعہ حاصل ہونے والی معلومات کا کیا درجہ ہوگا؟ کیا ایسے ادارے کے لیے اپنے لیبارٹری کا انتظام یا کسی دوسری معتبر لیبارٹری سے ارتباط ضروری ہوگا؟

تیسرے سوال کے جواب میں بھی مقالہ نگار حضرات کی آراء مختلف گوشوں میں بٹی ہوئی ہیں:

(۱) بعض حضرات نے کہا کہ لیبارٹری جانچ ایسے قرینہ کا حکم رکھتی جو ظن غالب کا سبب بنتا ہے، ان حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مفتی فروغ احمد قاسمی، مولانا اختر امام عادل، مفتی اخلاق حسین، ڈاکٹر شاہ جہاں ندوی صاحبان اور احقر عارض۔

ڈاکٹر شاہ جہاں ندوی اور مولانا اختر امام عادل صاحبان نے ''مجلۃ الاحکام العدلیہ'' کی اس عبارت سے استدلال کیا ہے:

''القرینة القاطعة هی الامارة البالغة حد الیقین مثلاً إذا خرج أحد من دار خالیة خائفاً مدهوشاً وفی یده سکین ملوثة بالدم فدخل فی الدار ورئي فیها شخص مذبوح فی ذلك الوقت فلایشبه فی کونه قاتل ذلك الشخص ولایلتفت الی الاحتمالات الوهمیة الصرفة کأن یکون الشخص المذکور الخ''۔

مفتی فروغ احمد نے ہندیہ کی یہ عبارت نقل کی ہے:

''یجب أن یعلم بأن العمل بغالب الرأی جائز فی باب الدیانات وفی باب المعاملات'' (۵/ ۳۱۳)۔

ہندیہ کی اس عبارت میں ظن غالب کا مفید حکم ہونا مذکور ہے لیکن اس میں کسی علامت اور قرینہ کے مفید ظن ہونے کا بیان نہیں؛ لہٰذا اس سے لیبارٹری جانچ کے حکم پر استدلال محل نظر ہے، اور بندہ عارض نے اس سلسلہ میں شامی کی یہ عبارت نقل کی ہے:

''لایتحری إن لم یکن هناك علامة تعلم بها ذکیة فإن کانت فعلیه الأخذ بها... قالوا من علامة المیتة انها تطفو فوق الماء والذکیة لا، والأصح أن علامة الذکاة خلو الأوداج من الدم وعلامة المیتة امتلاء بامنه'' (۱۰/ ۱۵۹)۔

(۲) بعض حضرات نے کہا کہ لیبارٹری جانچ کا اعتبار اس وقت ہوگا جب کہ کسی ماہر دیندار مسلمان کے تجربہ وغیرہ سے اس کی تائید وتوثیق ہو جائے، ان حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مولانا قاضی محمد حسن ندوی، مفتی عبدالمنان اور مفتی ابوبکر قاسمی صاحبان۔

مولانا قاضی محمد حسن ندوی نے دلیل میں تکملہ بحر الرائق کی عبارت پیش کی ہے:

''فلذا الکافر یعتقد أن المسلم علی دین باطل فیقصد الإضرار للمداوة فترجح الکذب فی خبر فلا یجب

التحری بل یستحب'' (۸/ ۳۴۳)۔

لیبارٹری جانچ کے سلسلہ میں بندہ نے جومختصری بات لکھی ہے وہ یہ ہے کہ مشینی جانچ میں چونکہ آثار وعلامت اور قرائن سے فیصلہ ہوتا ہے اور حلت وحرمت کے باب میں قرائن کا شرعاً اعتبار ہے لہٰذا اگر مشینی معلومات پر اطمینان ہوتو اس کی رپورٹ کے ذریعہ حلت وحرمت کا حکم لگانا جائز ہے؛ البتہ اگر جانچ کنندگان خود حلت وحرمت کا حکم لگائیں تو ان کا مسلمان ہونا بہر حال لازم ہوگا لیکن اگر جانچ کنندگان خود حلت وحرمت کا حکم نہ لگائیں بلکہ مصنوعات کے اجزاء کی صرف اطلاع ورپورٹ فراہم کریں تو متدین مسلمان ہونا احوط ہے لازم نہیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اگر لیبارٹری کے افراد کے ذمہ حلت وحرمت کا حکم لگانا ہے تو اپنی لیبارٹری کا قیام لازم ہے ورنہ کسی بھی معتبر لیبارٹری سے ارتباط کافی ہے۔

حلال سرٹیفکٹ کے مندرجات:

(۱) مصنوع مذکور میں کسی بھی حرام شئ کی آمیزش نہیں ہے۔

(۲) اس کی تیاری میں حرام چربی وغیرہ کا استعمال کسی بھی غرض سے نہیں ہوا ہے۔

(۳) اگر لحمی اجزاء پائے جاتے ہیں تو حلال جانور کے ہیں جن کو شریعت کے ضابطہ کے مطابق ذبح کیا گیا ہے۔

(۴) حلال جانور کا کوئی ایسا جزو بھی شامل نہیں ہے جس کا کھانا جائز نہیں ہے۔

(۵) اگر حرام جزو یا حرام لحمی اجزاء سے بنانے میں مدد لی گئی ہے تو اس کی ماہیت وحقیقت مکمل طور پر ختم ہو چکی ہے۔

درج بالا سرٹیفکٹ کے مندرجات کو مفتی فروغ احمد صاحب کے علاوہ کسی اور نے ذکر نہیں کیا ہے۔

حلال سرٹیفکٹ کی ضرورت وافادیت:

اس نقطہ پر صرف پانچ مقالہ نگار حضرات نے روشنی ڈالی ہے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مولانا اختر امام عادل، ڈاکٹر شاہ جہاں ندوی، مفتی لطیف الرحمان، مفتی فروغ احمد قاسمی صاحبان اور بندۂ عاجز، لیکن عارض کے سوا بقیہ حضرات نے اس کو ضروری ومفید قرار دیا ہے چنانچہ ڈاکٹر شاہ جہاں ندوی رقمطراز ہیں کہ حتی الامکان ہر مومن کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ اس کے پیٹ میں حلال لقمہ جائے؛ چنانچہ اسی وجہ سے حیوانی اجزاء سے تیار کی جانے والی مصنوعات اور دیگر مصنوعات کے بارے میں حلال ہونے کا سرٹیفکٹ جاری کرنے والے اداروں کی ضرورت پڑی۔

مولانا اختر امام عادل صاحب فرماتے ہیں کہ غذائی مصنوعات جن علاقوں میں تیار ہوتی ہیں ان علاقوں میں ایسے ادارے کی ضرورت ہے جو پوری دیانت اور باخبری کے ساتھ اس کی رپورٹ تیار کریں، اور مفتی لطیف الرحمان صاحب فرماتے ہیں کہ کوئی ایسا لائحہ عمل متعین فرمائیں تا کہ امت کے تمام افراد حرام مصنوعات سے بچتے ہوئے حلال کو اختیار فرمائیں۔

ان حضرات کے برعکس بندہ عارض نے اس کی عدم افادیت پر اولاً اصولی گفتگو کی اس کے بعد ایک اہم نوٹ کے عنوان سے چند سطور تحریر کی ہیں، کہ گوشت کے علاوہ مارکیٹ میں ملنے والی دوسری غذائی مصنوعات ومشروبات کی حلت وحرمت، نجاست وطہارت کا فیصلہ کرنے کے لیے کسی بورڈ کی تشکیل عقلاً وشرعاً مناسب نہیں، شرعاً ضرورت اس لیے نہیں کہ کہ جہالت اس باب میں ایک نعمت ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر

''إن عمر بن الخطاب خرج في ركب فيهم عمرو بن العاص حتى وردوا حوضا فقال عمرو بن العاص لصاحب الحوض: يا صاحب الحوض هل ترد حوضك السباع؟ فقال له عمر بن الخطاب: لا تخبرنا، فانا نرد على السباع وترد علينا'' (موطا امام مالك، ص: ۸)

سے معلوم ہوا اور بورڈ کی تشکیل سے اس نعمت کی ناقدری ہوگی اور مسلمان غذائی مصنوعات ومشروبات میں تنگی کے شکار ہوں گے، جب کہ

ضرورت حرج وتنگی دور کرنے کی ہے نہ کہ حرج وتنگی پیدا کرنے کی "المشقة تجلب التيسير الحرج مدفوع، الدين يسر" کا یہی تقاضا ہے نیز اس کی تحقیق وتفتیش میں غلو فی الدین ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرا واقعہ اسی سلسلہ میں منقول ہے کہ یمن سے کپڑے آتے تھے ان کے بارے میں مشہور تھا کہ ان کو پیشاب میں رنگا جاتا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی کو یمن بھیج کر تحقیق کرنے کا ارادہ کیا پھر فرمایا: "نهينا عن التعمق في الدين" کہ ہمیں دین میں تعمق سے منع کیا گیا ہے؛ لہٰذا نہیں بھیجا (انعام الباری ۶ / ۹۸)، اسی طرح امام بخاری نے "باب الصلوة في الجبة الشامية" کے تحت یہ نقل کیا ہے:

"وقال الحسن في الثياب ينسجها المجوسي: لم ير بها باسا، وقال معمر: رأيت الزهري يلبس من ثياب اليمن ماصبغ بالبول وصلى علي في ثوب غير مقصور".

اس میں حضرت امام زہری اور خاص طور سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عمل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں زیادہ تشکیک وتدقیق سے کام نہیں لینا چاہئے۔

"إن أسواق المسلمين لا تخلوا من المحرم المسروق والمغصوب ومع ذلك يباح التناول اعتمادا على الغالب وفي الأصل يتوضأ من الحوض الذي يخاف أن يكون فيه قذر وليس عليه أن يسئل ولايدع التوضئ منه، وعلى هذا الضيف إذا قدم إليه طعام ليس للضيف أن يسئله من أين لك هذا الطعام من الغصب أو من السرقة؟" (خلاصة الفتاوى ۱ / ۵).

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کو عمل کرنا ہے تو احتیاط کو اپنی ذات تک محدود رکھے دعوت وتبلیغ کا موضوع نہ بنائے۔

إذا أنت لم تشرب مرارا على القذى

ظمئت وأى الناس تصفو مشاربه



تعارفی تحریر:

حلال سرٹیفکٹ کیسے حاصل کیا جائے

ڈاکٹر زیڈ اے آر اے آزاد[1]

دنیا میں ایک ارب تیس کروڑ مسلمان ہیں، جنوب مشرقی ایشیاء میں ۲۰۵ ملین (۲۵ کروڑ) مسلمان ہیں (ہندوستان میں ۲۷ املین یعنی ۱۷ کروڑ ۲۰ لاکھ) مسلمان ہیں، جو حلال خوراک استعمال کرتے ہیں، لہذا متعلقہ کمپنیوں کو ہندوستانی مسلمانوں اور دنیا کے دیگر ممالک میں آباد مسلمانوں کی حلال غذائی مطلوبات کی فراہمی کے لئے یہ بہت ہی بڑا موقع ہے، انڈونیشیا، ملیشیا، سنگاپور، عرب ممالک میں سرکاری حکم کے تحت صرف تصدیق شدہ حلال غذائی اشیاء ہی درآمد کی جاسکتی ہیں، حال ہی میں جنوب مشرقی ایشیا کے دیگر ممالک مثلاً تھائی لینڈ اور فلپائن نے حلال غذائی اشیاء کی درآمد اور برآمد کو فروغ دینے کے لئے ضابطے مرتب کرنے شروع کئے ہیں، ان ممالک میں حلال اشیاء کو معیار اور صحت کی معتبر علامت سمجھا جاتا ہے، مسلم اور غیر مسلم ہر طبقہ پر یہ اعتبار قائم ہے۔

ملیشیا میں ۱۹۸۰ء کی دہائی کے آغاز میں جبکہ حلال/حرام ایکٹ پاس ہوا اور ملیشیائی حلال/حرام ضوابط کے تحت ایک اعلی سطحی سرکاری کمیٹی قائم کی گئی، گوشت اور گوشت کے علاوہ دیگر غذائی اشیاء کو منظور شدہ حلال اتھارٹی کی جانب سے حلال کا سرٹیفکٹ دیا جاتا ہے، اسلامی امور سے متعلق ملیشیائی محکمہ نے دو کمیٹیاں تشکیل دی ہیں جو ملیشیا کو دیگر ممالک کی جانب سے برآمد کئے جانے والے گوشت اور پولٹری (مرغ) سے متعلق امور کی نگرانی کرتی ہیں: (۱) منظور شدہ اسلامی تنظیم (۲) گوشت اور پولٹری کے لئے منظور شدہ ذبیحے۔

انڈونیشیا حلال پروگرام ۱۹۹۰ء کی دہائی کے آغاز میں شروع ہوا اور اب یہ دنیا میں سب سے زیادہ سخت پروگرام مانا جاتا ہے۔

یہ پروگرام ایک تنظیم کے تحت چلتا ہے جس کا نام ایسسمنٹ انسٹی ٹیوٹ برائے خوراک، ادویہ اور ذاتی آرائش (کاسمیٹک) (LP-POM) ہے، یہ ادارہ انڈونیشیا کی کونسل برائے علماء (ICU) کے اختیارات کے تحت کام کرتا ہے جسے عام طور پر مجلس علماء انڈونیشیا (MUI) کہا جاتا ہے، اس انسٹی ٹیوٹ کو حکومت کے مختلف محکموں اور ایجنسیوں کی تائید حاصل ہے، ملیشیا، سنگاپور، انڈونیشیا اور تھائی لینڈ نے غذائی خوردہ فروخت اور غذائی سروس کے لئے اپنے اپنے الگ حلال علامتی نشان (لوگو) وضع کر لئے ہیں، عالمی حلال کا تصور مختلف ممالک کے مسلمانوں میں الگ ہے، مشرق وسطی کے مسلمان صرف گوشت اور پولٹری کو ہی حلال سے متعلق مانتے ہیں جبکہ جنوبی ایشیا اور جنوب مشرقی ایشیا کے مسلمانوں کا کہنا ہے کہ غذائی اور دیگر تمام خورد ونوش کی اشیاء حلال زمرے کے تحت آتی ہیں، یہ لوگ کہتے ہیں کہ گوشت اور پولٹری کسی مسلمان کے ذریعہ ذبح کی جانی چاہئے، گذشتہ ۳۰ سال کے دوران متعدد حلال مارکیٹ، اسٹور اور ریسٹورینٹ وجود میں آگئے ہیں، یہ خاص طور پر بڑے شہروں میں ہیں، ان اسٹورز پر بطور حلال ذبیحہ فروخت کی جانے والی غذائی اشیاء گوشت اور پولٹری اور درآمد شدہ متعلقہ اشیاء تازہ ہوتی ہیں۔

ہندوستان کی خوراک کی صنعت نے اکثر اس زمرہ کے افراد کو نظر انداز کیا ہے اور مقامی طور پر تیار کی جانے والی اشیا پر توجہ مرکوز کی ہے؛ لیکن مسلم ممالک کو برآمد کی جانے والی غذائی اشیاء کے تازہ رجحان نے اس خوراک کی صنعت کو مجبور کیا ہے کہ وہ ان غذائی اشیاء کو حلال طریقہ سے تیار کرے اور ان کے لئے حلال سرٹیفکٹ بھی حاصل کرے، برآمد کی جانے والی غذائی اشیاء کی طرح اب مقامی طور پر بھی حلال سرٹیفکٹ حاصل کرنے کا رجحان

---

[1] ڈپارٹمنٹ آف فوڈ پروسیسنگ ٹیکنالوجی، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی۔

مقبول ہورہا ہے۔

حلال سرٹیفکٹ کیا ہے:

حلال سرٹیفکٹ وہ دستاویز ہے جو ایک مسلم تنظیم کی جانب سے جاری کی جائے اور اس میں اس بات کی تصدیق کی جائے کہ اس غذائی شے میں جن چیزوں کی فہرست دی گئی ہے وہ ان اسلامی تغذیہ ہدایات کے مطابق ہیں جن کی تعبیر وتشریح سرٹیفکٹ دینے والے ادارے کی جانب سے کی گئی ہے۔

حلال سرٹیفکٹ کی قسمیں (انواع):

۱- متعلقہ مقام کے رجسٹریشن کا سرٹیفکٹ -اس نوعیت کے سرٹیفکٹ کے تحت یہ بتایا جاتا ہے کہ غذائی اشیاء تیار کرنے والے پلانٹ، فیکٹری، مذبحہ اوران غذاؤں کو تیار کرنے سے متعلق دیگر مقامات کی جانچ کرلی گئی ہے اور انہیں ان حلال غذائی اشیاء کی فراہمی اور فروخت کی منظوری دی جاتی ہے، لیکن اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس فیکٹری میں تیار ہونے والی تمام غذائی اشیاء کو حلال سرٹیفکٹ دے دیا گیا ہے، کسی متعلقہ مقام کے بارے میں جاری کردہ سرٹیفکٹ غذائی اشیاء کے حلال سرٹیفکٹ کے طور پر استعمال نہیں کیا جانا چاہئے۔

۲- کسی مخصوص غذائی اشیاء کو ایک مخصوص مدت کے لئے حلال سرٹیفکٹ -اس سے مراد یہ ہے کہ متعلقہ غذائی اشیاء کے سلسلے میں ان ہدایات کی پابندی کی جانی چاہئے جو حلال سرٹیفکٹ دینے والے ادارے نے مرتب کی ہیں، اس نوعیت کا سرٹیفکٹ کسی خاص مدت کے لئے یا کسی خاص مقدار کی غذائی اشیاء کے لئے جاری کیا جاسکتا ہے جو کسی مخصوص سپلائی یا درآمد کے لئے تیار کی جائے۔ اگر یہ سرٹیفکٹ کسی مخصوص مقدار کے لئے ہے تو اسے بیچ سرٹیفکٹ (Batch Certificate) یا جہاز کے ذریعہ بھیجی جانے والی غذائی اشیاء کے بارے میں سرٹیفکٹ کہا جاسکتا ہے، گوشت اور پولٹری سے متعلق غذائی اشیاء جن کے لئے بیچ (Batch) یا بھیجے جانے والے سامان کا سرٹیفکٹ دینا ہوتا ہے انہیں عموماً بیچ سرٹیفکٹ دیا جاتا ہے۔

۳- سالانہ سرٹیفکٹ: سالانہ جانچ اور حلال سرٹیفکٹ جاری کئے جانے کی فیس ادا کرنے پر یہ سرٹیفکٹ خودبخود جاری کیا جاسکتا ہے۔

سرٹیفکٹ کی مدت:

یہ سرٹیفکٹ کس مدت تک کے لئے ہے اس کا انحصار غذائی اشیاء کی قسم (نوعیت) پر ہے۔

ہر ایک بھیجے جانے والے غذائی اشیاء کے سامان کو دیا گیا سرٹیفکٹ اس وقت تک کارآمد ہے جب تک کہ وہ بیچ یا لاٹ بازار میں فروخت کی جارہی ہے، عموماً ان غذائی اشیاء کے ختم ہوجانے یا ان کے استعمال کئے جانے کی تاریخ تک یہ کارآمد رہتا ہے۔

اگر سرٹیفکٹ یافتہ اشیاء مقررہ معیار کے مطابق تیار کی جاتی ہیں تو انہیں ایک، دو یا تین سال تک کے لئے سرٹیفکٹ دیا جاسکتا ہے، اگر غذائی اشیاء منظور شدہ اور طے شدہ معیار کے مطابق تیار اور فروخت کی جاتی ہیں تو جب تک یہ اپنے معیار پر پوری اترتی ہیں ان کا سرٹیفکٹ کارآمد رہے گا، اکثر ایک اعلان شدہ معائنہ بھی پلانٹ کا کیا جاتا ہے؛ تاکہ پلانٹ کی حالت اور کارکردگی کی جانچ اور تصدیق کی جاسکے۔

حلال سرٹیفکٹ کون جاری کرسکتا ہے؟

کوئی مسلمان، کوئی اسلامی تنظیم یا ایجنسی یہ سرٹیفکٹ جاری کرسکتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ درآمد کئے جانے والے ملک یا اس ایجنسی کے نزدیک جس کے لئے یہ سرٹیفکٹ جاری کیا جارہا ہے قابل قبول ہو، مثال کے طور پر ملیشیا اور انڈونیشا کو برآمد کی جانے والی غذائی اشیاء کے لئے حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے والے ادارہ کا دونوں ممالک میں بطور منظور شدہ ادارہ تسلیم کیا جانا ضروری ہے، غذائی اشیاء تیار کرنے والی صنعت کو مختلف ممالک میں حلال کے معیار کو سمجھنا اور حلال سے متعلق اصولوں کو جاننا ضروری ہے، بلکہ تنظیموں کے مزاج کو بھی سمجھنا ضروری ہے جو ان کی مطلوبات کا سرٹیفکٹ جاری کریں گی۔ یہ تنظیمیں عالمی پیمانے پر ان کی مصنوعات کی تصدیق کرسکتی ہیں جو درآمد و برآمد کرنے والے ممالک میں تسلیم شدہ ہیں، ملیشیا اور انڈونیشیا ایسے ممالک ہیں جہاں حلال سرٹیفکٹ کی منظوری دینے والی باضابطہ تنظیمیں موجود ہیں، دیگر ممالک جیسے سعودی عرب، سنگاپور، کویت، متحدہ

عرب امارات، بحرین، مصر بھی مخصوص مصنوعات اور مقصد کے لئے ایسی تنظیموں کی منظوری دیتے ہیں، حلال کو تسلیم کرنے کے بارے میں بعض عالمی سطح کے ادارے مندرجہ ذیل ہیں:

جباتن کیمن جوان اسلام ملیشیا(JAKIM) ملیشیا۔ مجلس علماء انڈونیشیا(MUI) انڈونیشیا۔

مجلس اوگاناا سلام سنگاپور(MUIS) سنگاپور۔ مسلم ورلڈ لیگ(MWL) سعودی عرب۔

کن مصنوعات کو سرٹیفکٹ دیا جاسکتا ہے:

ایسی غذائی مصنوعات جنہیں مسلمان استعمال کرتے ہوں انہیں سرٹیفکٹ دیا جاسکتا ہے، خواہ یہ اشیاء اندورنی طور پر استعمال ہوں یا جسم پر انہیں لگایا جاتا ہو، متعدد ممالک میں ایسی مصنوعات جو بطور دوا استعمال کی جاتی ہوں ان کے لئے حلال سرٹیفکٹ مطلوب نہیں ہوتا، لیکن جو لوگ اس معاملہ میں حساس ہیں وہ ان دواؤں کے اجزاء میں حلال اشیاء کو دیکھتے ہیں، لہذا اگر دواؤں پر بھی حلال سرٹیفکٹ ہو تو بہتر ہوتا ہے۔

حلال سرٹیفکٹ دینے کا عمل:

حلال سرٹیفکٹ کا عمل اس ادارہ کے انتخاب سے شروع ہوتا ہے جس سے مصنوعات کے فروخت کے لئے سرٹیفکٹ حاصل کرنا ہے، اگر سامان کسی خاص ملک کو بھیجنا ہے تو بہتر ہوگا کہ ایسے ادارہ سے رجوع کیا جائے جو منظور شدہ ہو اور اس متعلقہ ملک میں بھی تسلیم شدہ ہو، اگر ان مصنوعات کو متعدد ممالک یا عالمی سطح پر فروخت کرنا ہے تو ایسے ادارہ سے رابطہ قائم کیا جائے جو بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ ہو، سرٹیفکٹ حاصل کرنے کا عمل ایک درخواست پیش کرنے سے شروع ہوتا ہے، اس درخواست میں مصنوعات تیار کرنے کے طریقے، ان اشیاء کا نام جن کے لئے سرٹیفکٹ مطلوب ہے، اور وہ ملک یا علاقہ جہاں ان مصنوعات کو فروخت کرنے کے لئے بھیجا جائے گا، نیز ان مصنوعات کی تیاری میں استعمال ہونے والی اشیاء، خام مواد اور انہیں تیار کرنے کا طریقہ اور اس فیکٹری میں تیار ہونے والی دیگر مصنوعات کے بارے میں معلومات ہونی چاہئے، بیشتر ادارے درخواست میں دی گئی معلومات کا جائزہ لیتے ہیں اور فیکٹری کا معائنہ کراتے ہیں، حساب کتاب کی جانچ کراتے ہیں، اس موقع پر مناسب ہے کہ مطلوبہ فیس اور متعلقہ امور کے بارے میں درخواست دہندہ سے معاملہ طے کرلیا جائے، جانچ پڑتال کے اس عمل کے دوران مصنوعات میں شامل اجزاء میں سے کسی ایسے جز (خام مادہ) کو بدلنے کی بات بھی کہی جاسکتی ہے جو سرٹیفکٹ جاری کرنے کی بابت ہدایات/معیار پر پورے نہ اترتے ہوں، عام طور پر درخواست دہندہ کمیٹی اور سرٹیفکٹ جاری کرنے والے ادارہ کے درمیان ایک ہمہ جہت معاہدہ پر دستخط کئے جاتے ہیں جو نگرانی کے بارے میں ہوتے ہیں، اس کے بعد اس چیز کو جہاز سے بھیجنے اور چند ماہ یا چند سال کے لئے حلال سرٹیفکٹ دے دیا جاتا ہے، مجموعی طور پر غذائی مصنوعات کے بارے میں حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے میں کوئی پیچیدگی حائل نہیں ہوتی۔

حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے کے بارے میں مطلوب اقدامات:

☆ حلال سرٹیفکٹ دینے کے بارے میں متعلقہ ادارہ کو درخواست دینا۔

☆ اس متعلقہ ادارہ کی جانب سے پیش کردہ اطلاعات کی جانچ بالخصوص مصنوعات میں شامل مواد کی جانچ کرنا۔

☆ فیکٹری کا معائنہ اور اس کی منظوری- جانچ میں مصنوعات تیار کرنے والی مشینوں کا معائنہ، مصنوعات میں شامل کئے گئے مرکبات (خام مواد) کی جانچ، صاف کئے جانے کا عمل، صفائی کا بندوبست، اور آلودگی سے حفاظت۔

☆ مذبح کے معائنے میں اس جگہ کا معائنہ، جانور کو بے ہوش کرنے کا عمل، ذبح کا عمل، ذبح کرنے سے پہلے کے امور اور اس کے بعد کا عمل وغیرہ شامل ہیں۔

☆ مالیت کا تعین اور فیس بیئنر اور کنٹریکٹ پر دستخط۔

☆ فیس اور اخراجات کی ادائیگی۔

☆ حلال سرٹیفکٹ کا اجراء۔

حلال کے نشان کا استعمال:

جب مصنوعات کو حلال سرٹیفکٹ دیا جاتا ہے تو اس چیز کے پیکٹ پر ایک خاص نشان چھاپ دیا جاتا ہے، مثال کے طور پر امریکہ کی اسلامی کونسل برائے خوراک اور تغذیہ (آئی ایف اے این سی اے) ہرے رنگ کے "ایم" نشان کا استعمال کرتی ہے، اس سے مراد ہے کہ یہ مسلمانوں کے لئے بہتر (قابل قبول) ہے، کچھ کمپنیاں ایک مخصوص نشان "ہلال" (چاند) کے دائرہ میں عربی میں حلال لکھتی ہیں، یہ نشان کسی ادارے سے منظور شدہ بھی ہوتا ہے اور اس کے بغیر بھی، تاہم اگر غذائی مصنوعات میں سے کسی پر کسی مشہور ادارے کی جانب سے حلال سرٹیفکٹ کا نشان ہو تو مسلمان اسے زیادہ رغبت سے قبول کرتے ہیں، حلال کے بعض نشان اور علامتیں جو مختلف ممالک اور تنظیموں کی جانب سے دیئے جاتے ہیں ان کی نقل اس مقالہ کے آخری صفحہ میں دی گئی ہے۔

اس طرح کسی بااختیار ادارے کی جانب سے جاری کردہ سرٹیفکٹ سے خریدار کو اطمینان ہوتا ہے کہ ان سرٹیفکٹ حاصل شدہ مصنوعات میں:

۱-کوئی ایسی شے یا مرکب شامل نہیں ہے جس کا کھانا مسلمان کے لئے از روئے شرع جائز نہ ہو اور اس غذائی مصنوعات کو شرعی طریقے سے ذبح کیا گیا ہے۔

۲-کوئی ایسا مرکب شامل نہیں ہے جو شریعت کے تحت ممنوع ہو۔

۳-اسے ایسے آلات یا مشین کے ذریعہ تیار نہیں کیا گیا جو شریعت کے معیار کے مطابق جائز نہ ہو۔

۴-اس کی تیاری، بنانے یا اسٹور کرنے کے درمیان اسے کسی ایسی شے کے قریب یا اس کے ساتھ نہیں رکھا گیا جو اوپر ۱، ۲ اور ۳ کے تحت مذکور تفصیل کے مطابق نہ ہو۔

۵-اس میں ایسی شئ/مرکب نہیں ہے جو شریعت کے تحت ممنوع/حرام ہو۔

حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے کا عمل:

۱-درخواست، ۲-فیکٹری اور حلال کا عمل، ۳-جانچ کے لئے میٹنگ، ۴-طریقہ کار کی سفارش، ۵-مرکبات کی تبدیلی، ۶-فیکٹری کی منظوری، ۷-مصنوعات کی جانچ، ۸-تیار کرنے کے عمل کی جانچ، پیچ کا عمل، ۹-مجموعی عمل، ۱۰-سالانہ سرٹیفکٹ اجراء، ۱۱-ادارے کو بھیجا گیا ریکارڈ، ۱۲-ریکارڈ کی جانچ، ۱۳-پیچ سرٹیفکٹ کا اجرا۔

حوالہ جات:

۱-چودھری ایم ایم ۲۰۰۲، حلال سرٹیفکٹ حاصل کرنے کا عمل-بازار کا نظریہ، ۲۰۰۲ عالمی ماحول میں مصر کی غذائی برآمد کی صنعت کے بارے میں کانفرنس، قاہرہ، کورنیل یونیورسٹی کا سروے، اپریل ۲۰۰۲، امریکن مسلمانوں کے بارے میں مطالعہ، برج ٹی وی آر چرڈ پارک نیویارک کی جانب سے کرایا گیا سروے۔

۲-مجلس علماء انڈونیشیا ۲۰۰۱، اے آئی ایف ڈی سی-آئی سی یو کی جانب سے منظور شدہ مسلم تنظیموں کی فہرست-جکارتہ انڈونیشیا، صفحہ ۱۔

۳-ریاض، ایم، این ۲۰۰۲، حلال اشیاء کی تیاری، معیار اور مشینوں کا معائنہ، حلال غذائی اشیاء کے بارے میں انٹرنیشنل کانفرنس میں پڑھا گیا مقالہ-موضوع: عصر حاضر اور مستقبل میں حلال سے متعلق مسائل، ٹورنٹو کناڈا، اپریل ۲۱-۲۳۔

۴-یو ایس ڈی اے ۲۰۰۳، ایکسپورٹ لائبریری-قابل قبول مشینوں کی فہرست ملائشیا، حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے کے لئے منظور شدہ اسلامی تنظیمیں۔

☆☆☆

باب دوم / مقالات

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات

ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی [1]

تمہید:

غذا پر انسانی زندگی کا دار ومدار ہے؛ چنانچہ کوئی مادی جسم رکھنے والا انسان اس سے بے نیاز نہیں ہوسکتا ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ بڑھتی ہوئی آبادی (Density of Population) کی وجہ سے مختلف غذائی مصنوعات کو تیار کرنے کی ضرورت پڑی؛ تاکہ مسلسل بڑھتی ہوئی آبادی کی غذائی حاجت پوری ہو، نیز گلوبلائزیشن کے نتیجہ میں بڑھتی ہوئی انسانی سرگرمیوں کی وجہ سے بھی وقت کی کمی کے پیش نظر مختلف قسم کے تیار کھانوں کی ضرورت پیدا ہوئی؛ چونکہ ایک مومن انسان اس بات کا مکلف ہے کہ وہ ہر حال میں شریعت کے دائرہ میں اپنی زندگی گزارے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"یاأیھا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون" (آل عمران: ۱۰۲)

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور نہ مرو تم مگر اس حال میں کہ اسلام پر رہو)۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابوذرؓ کو ہدایت کی:

"اتق اللہ حیثما کنت" (سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۱۹۸۷، المعجم الکبیر للطبرانی ۲۰/ ۲۹۷-۲۹۸، اور دونوں کی سند حسن درجہ کی ہے) (جہاں کہیں رہو اللہ سے ڈرتے رہو)؛ لہٰذا ہر مومن کو حتی الامکان یہی کوشش کرنی چاہئے کہ اس کے پیٹ میں حلال لقمہ جائے؛ چنانچہ اسی پس منظر میں حیوانی اجزاء سے تیار کی جانے والی مصنوعات اور دیگر مصنوعات کے بارے میں حلال ہونے کی سرٹیفکٹ جاری کرنے والے اداروں کی ضرورت پڑی۔

اس مختصر تمہید کے بعد سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

جواب (۱):

حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والا ادارہ ایک اعتباری اور قانونی وجود اور شخص ہے، اور کتاب وسنت اور فقہاء کی تصریحات سے اعتباری یا معنوی شخصیت کا پتہ چلتا ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "وأمرھم شوری بینھم" (الشوری: ۳۸) (اور ان کے معاملات باہمی مشورہ سے طے ہوتے ہیں)۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ اسلامی حکومت ایک معنوی یا اعتباری شخصیت ہے جس کی نمائندگی حاکم وقت ایک امین کی حیثیت سے مسلمانوں کے منتخب کرنے کے بعد ان کی نیابت میں کرتا ہے۔

اور عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"المسلمون تتکافأ دماؤھم، ویسعی بذمتھم أدناھم، وھم ید علی من سواھم"
(سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۲۷۵۱، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۶۸۳، مسند احمد، حدیث نمبر: ۹۵۹، اور اس کی سند صحیح ہے)

(تمام مسلمانوں کے خون برابر ہیں، اور کمتر شخص بھی ان کا عہد باندھ سکتا ہے، اور وہ دیگر قوموں کے تعلق سے ایک جماعت ہیں)۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ مسلم جماعت کی اعتباری شخصیت ہے جس کی نمائندگی ایک شخص بھی کرسکتا ہے، اور اس سے جاری ہونے والی امان تمام

---

[1] جامعہ اسلامیہ شانتاپورم پٹیکاڈ، مالاپورم، کیرالہ۔

مسلمانوں پر لازم ہے۔

اور قدیم فقہاء کے یہاں بھی یہ صراحت ملتی ہے کہ اعتباری شخصیت کا اسلامی شریعت میں وجود ہے، چنانچہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

''إن على بيت المال نفقة من لا عائل له من الفقراء'' (ابن تيميه: السياسة الشرعية، ص: ٥١، ط: ٣، العلميه، كردستان، ماوردی: الاحكام السلطانيه، ص: ١٢٢، المطبعة المحمودية التجارية، مصر، شیرازی شافعی: المهذب ٢/ ١٧٦، مطبعة البابي الحلبي)

(بیت المال کے ذمہ فقراء میں سے اس شخص کا نفقہ ہے جس کی کفالت کرنے والا کوئی نہ ہو)۔ اور یہ واضح ہے کہ بیت المال پر وجوب اعتباری شخصیت کی بنا پر ہے۔

اسی طرح مسجد اعتباری شخصیت کی بنا پر عطیہ وغیرہ کی مالک بنتی ہے، اور دیگر وقف بھی معنوی شخصیت کی بنا پر ہدیہ وغیرہ کا مالک بنتا ہے۔

لہذا یہ امر قابل غور ہے کہ اس ادارہ کی نوعیت اور حیثیت گواہ کی ہے یا مخبر کی، میرے نزدیک اس کی حیثیت ونوعیت مخبر کی ہے جو حلال وحرام مصنوعات کی تفصیلات سے لوگوں کو آگاہ کرتا ہے۔ عام طور سے فقہاء نے دینی معاملات کے سلسلہ میں ایک عادل مسلمان کی خبر کو کافی قرار دیا ہے، چنانچہ ''عالمگیری'' میں ہے:

''خبر الواحد يقبل في الديانات كالحل والحرمة، والطهارة والنجاسة، إذا كان مسلمًا عدلًا ذكرًا أو أنثى، حرًا أو عبدًا، محدودًا أو لا. ولا يشترط لفظ الشهادة والعدد'' (الهنديه، كتاب الكراهيه ٥/ ٣٠٨)

(دینی امور جیسے حلال وحرام، اور پاکی ونجاست کے سلسلہ میں ایک شخص کی خبر مقبول ہے جبکہ مسلمان اور عادل ہو، خواہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، زنا کی تہمت لگانے کے سلسلہ میں سزا یافتہ ہو یا نہ ہو، اور اس میں لفظ شہادت اور عدد شرط نہیں ہے)۔

اور ہدایہ میں ہے:

''ولا يقبل في الديانات إلا قول العدل'' (الهدايه ٤/ ٣٦٤، دار الاحياء، بيروت)

(دینی امور میں صرف عادل شخص کا قول مقبول ہے)۔

اور ابن مودود موصلی حنفی (م: ٦٨٣ھ) رقمطراز ہیں:

''ولا يقبل في الديانات إلا قول العدل، حرًا كان أو عبدًا، ذكرًا أو أنثى''

(الاختيار لتعليل المختار، كتاب الكراهيه ٤/ ١٦٣، مطبعة الحلبي، ١٣٥٦ھ)

(دینی امور میں صرف عادل شخص کا قول مقبول ہے، آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت)۔

اور ابن نجیم مصریؒ لکھتے ہیں:

''ولا يقبل في الديانات قول المستور في ظاهر الرواية، وعن أبي حنيفة أنه يقبل، ويقبل في الديانات قول العبد والإماء إذا كانوا عدولًا لترجح جانب الصدق في خبرهم'' (البحر الرائق، كتاب الكراهيه ٨/ ٢١٣)

(اور دینی امور میں ظاہر الروایہ کے مطابق مستور الحال کا قول مقبول نہیں، اور امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت ہے کہ مستور الحال کا قول مقبول ہے، اور دینی امور میں غلام اور باندی کا قول مقبول ہے، جبکہ عادل ہوں، ان کی خبر میں صدق کے پہلو کے راجح ہونے کی وجہ سے)۔

اور علامہ کاسانی تحریر فرماتے ہیں:

''خبر الواحد في باب الديانات مقبول، إذا كان عدلًا'' (بدائع الصنائع ١/ ٣٠٢)

(دینی امور کے باب میں ایک شخص کی خبر مقبول ہے جبکہ وہ عادل ہو)۔

اور امام نووی شافعی فرماتے ہیں:

''كما إذا أخبره عدل بولوغ كلب، فإنه يرجح الظاهر، وهو قول العدل، ويحكم بالنجاسة قولًا واحدًا'' (المجموع ١/ ١٦٩)

(جیسے کہ اگر عادل شخص پانی میں کتے کے منہ ڈالنے کی خبر دے، لہذا ظاہر یعنی عادل شخص کے قول کو ترجیح دی جائے گی، اور پانی کے ناپاک ہونے کا حکم لگایا جائے گا، اس سلسلہ میں مذہب کے اندر ایک ہی قول ہے)۔

اور چونکہ حلال وحرام کا مسئلہ انتہائی سنگین نوعیت کا حامل ہے، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں تمام مسلمانوں کو پاکیزہ چیزیں کھانے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

"یاأیھا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم، واشکروا للہ إن کنتم إیاہ تعبدون" (البقرۃ: ۱۷۲)

(اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو بخشی ہیں ان کو کھاؤ اور اللہ ہی کے شکر گزار بنو، اگر تم اس کی بندگی کرنے والے ہو)۔

اور ارشاد ہے:

"وکلوا مما رزقکم اللہ حلالاً طیباً واتقوا اللہ الذی أنتم بہ مؤمنون" (المائدۃ: ۸۸)

(اللہ نے تمہیں جو حلال وپاکیزہ چیزیں بخشی ہیں، ان کو برتو، اور اس سے ڈرتے رہو، جس پر تم ایمان لائے ہو)۔ وہیں اللہ سبحانہ نے تمام انسانوں کو بھی پاکیزہ چیزیں ہی استعمال کرنے کے لئے کہا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے:

"یاأیھا الناس کلوا مما فی الأرض حلالاً طیباً، ولا تتبعوا خطوات الشیطان إنہ لکم عدو مبین" (البقرۃ: ۱۶۸)

(اے لوگو! زمین کی چیزوں میں سے جو حلال وپاکیزہ ہیں ان کو کھاؤ، اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو، بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے)۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حرام خوری کو دعا قبول نہ ہونے کا سبب قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

''الرجل یطیل السفر أشعث أغبر، یمدّ یدیہ إلی السماء، یا رب، یا رب، ومطعمہ حرام، ومشربہ حرام، وملبسہ حرام، وغذی بالحرام، فأنی یستجاب لذلک'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۰۱۵)

(ایک شخص لمبے سفر کرتا ہے جبکہ پراگندہ حال اور گرد آلود ہوتا ہے، اس حال میں اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلاتا ہے، اے پروردگار! اے پروردگار! کہہ کر پکارتا ہے جبکہ اس کا کھانا، پینا اور لباس حرام ہوتا ہے، اور حرام سے اس کی پرورش ہوتی ہے، سو ایسے شخص کی دعا کہاں قبول ہوسکتی ہے؟)۔

لہذا حلال وحرام کی اس زبردست اہمیت کے پیش نظر حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والے ادارہ کے تشکیلی ڈھانچہ کی نوعیت حلال وحرام مصنوعات کی خبر دینے والے ادارہ کی ہے۔

اور چونکہ یہ زمانہ جھوٹ، فریب، دھوکہ بازی، قومی مصلحت پر ذاتی مصلحت کی تقدیم اور سودا بازی کا ہے، لہذا اس ادارہ میں درج ذیل افراد ہونے چاہئیں:

۱۔ دو ماہر شریعت مفتیان کرام، کیونکہ یہ امر مخفی نہیں ہے کہ علماء ہی حلال وحرام کی واقفیت رکھتے ہیں، چنانچہ حلال وحرام کی تفصیل وہی بتا سکتے ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے: "فاسألوا أھل الذکر إن کنتم لا تعلمون" (النحل: ۴۳) (تو اہل علم سے پوچھ لو، اگر تم نہیں جانتے) اور اس کی تفسیر میں علامہ آلوسی رقمطراز ہیں:

''واستدل بھا أیضاً علی وجوب المراجعۃ للعلماء فیما لا یعلم'' (روح المعانی ۱۰/ ۱۷۲)

(اور آیت سے جو بات معلوم نہ ہو اس کے سلسلہ میں اہل علم کی طرف رجوع کرنے کے وجوب پر استدلال کیا گیا ہے)۔

۲۔ اس ادارہ کے اندر دو مسلم ماہرین فن ہوں جو غذائی مصنوعات کے تجزیہ پر مکمل قدرت رکھتے ہوں، جو کسی بھی کمپنی کی مصنوعات کے سلسلہ میں یہ فیصلہ لینے کی حالت میں ہوں کہ وہ خنزیر کے گوشت اور اس کے دیگر اجزاء، مردار، خون، شراب، الکحل، نشہ آور اشیاء، منشیات، کیڑے مکوڑے اور دیگر حرام جانوروں کے اجزاء سے پاک ہیں، نیز حلال جانور کو شرعی طریقہ پر ذبح کیا گیا ہے، اور وہ مصنوعات ہر طرح کے ناپاک اور مضر مادوں سے پاک ہیں۔

۳۔ اس ادارہ کے اندر ہی ایک ایسی ٹیم ہو جو حلال سرٹیفکٹ طلب کرنے والی کمپنی کی طرف سے دی گئی معلومات کا مطالعہ، اس کی چھان بین اور تفتیش کر سکے،

اور اس کے خام حیوانی مواد، زائد حیوانی میٹریل اور نازک اجزاء ترکیبی کے حرام اور ناپاک اجزاء سے خالی ہونے کا تیقن کر سکے، اور الکحل پر مشتمل مصنوعات کا تجزیہ کر سکے، اور مصنوعات کے خام مواد کے سلسلہ میں کمپنی کی معلومات کی صحت کا جائزہ لے سکے، اور ضرورت پڑنے پر لیبارٹری ٹسٹ کر سکے، ساتھ ہی اس بات کا یقین حاصل کر سکے کہ کمپنی کے اندر موجود مسلم کوآرڈی نیٹر نے حلال ڈائرکٹری کے اندر حلال اشیاء کی فہرست باریکی کے ساتھ مرتب کی ہے، اور یہ جان سکے کہ کمپنی اپنی مصنوعات کے ڈبوں پر حلال مارکہ لگاتی ہے، اور تیار شدہ چیز کے اجزاء ترکیبی کی وضاحت ڈبہ پر کرتی ہے، اور عمدگی اور نظافت کے مطلوبہ معیار کا خیال رکھتی ہے۔

نیز حلال سرٹیفکٹ دینے کے بعد ہر سال کی تکمیل پر اس کی مصنوعات کا جائزہ لے سکے، تاکہ پتہ چل سکے کہ کمپنی حلال غذا کی شرطوں اور ضابطوں کی خلاف ورزی تو نہیں کر رہی ہے، اور اس سلسلہ میں وہ کبھی کبھار بغیر اطلاع کے کمپنی کا دورہ کرے، اس کی مصنوعات کا جائزہ لے، نئی دستاویزات کے بارے میں پوچھ تاچھ کرے اور بوچڑ خانہ (مذبح) میں کیمرہ کے نظام کی چھان بین کرے، اور حلال غذا کی شرطوں کی خلاف ورزی کی صورت میں سرٹیفکٹ کینسل (Cancel) کردے۔

جواب (۲):

عام حالات میں کسی کمپنی کی مصنوعات کے سلسلہ میں صرف دیندار مسلمانوں کی خبروں پر ہی اعتماد کیا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"أفمن كان مؤمنا كمن كان فاسقا" (السجدہ:۱۸) (تو کیا وہ جو مومن ہے اس شخص کی مانند ہو جائے گا جو فاسق ہے، دونوں یکساں نہیں ہو سکتے)۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کو فاسق قرار دیا ہے، اس لئے کہ وہ اعتقادی اعتبار سے دین صحیح کے دائرہ سے باہر ہیں، چنانچہ ارشاد ہے:

"ولا تكونوا كالذين نسوا الله فأنساهم أنفسهم أولئك هم الفاسقون" (الحشر:۱۹)

(اور تم ان لوگوں کی طرح نہ بن جاؤ، جو اللہ کو بھول بیٹھے، تو اللہ نے ان کو خود ان کی جانوں سے غافل کر دیا، یہی لوگ اصلی فاسق ہیں)۔

اور فرمان باری تعالیٰ ہے:

"ولقد أنزلنا إليك آيات بينات وما يكفر بها إلا الفاسقون" (البقرۃ:۹۹)

(اور ہم نے تمہارے اوپر نہایت واضح دلیلیں اتاری ہیں، ان کا انکار صرف فاسق لوگ ہی کر سکتے ہیں)۔

نیز ایک جگہ ارشاد ہے:

"ومن كفر بعد ذلك فأولئك هم الفاسقون" (النور:۵۵) (اور جو اس کے بعد کفر کریں گے تو درحقیقت وہی لوگ فاسق ہیں)۔

اور فرعون اور اس کی قوم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"إنهم كانوا قوما فاسقين" (النمل:۲۱) (وہ بڑے ہی فاسق لوگ تھے)۔

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

"وأما الذين كفروا فيقولون ماذا أراد الله بهذا مثلا، يضل به كثيرا ويهدي به كثيرا، وما يضل به إلا الفاسقين" (البقرۃ:۲۶)

(رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، تو وہ کہتے ہیں کہ اس تمثیل کے بیان کرنے سے اللہ کا کیا منشا ہے؟ اللہ اس چیز سے بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت دیتا ہے، اور وہ گمراہ نہیں کرتا مگر ان ہی لوگوں کو جو نافرمانی کرنے والے ہیں)۔

اور یہ بات مخفی نہیں کہ فاسق کی خبر مقبول و معتبر نہیں ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

"يا أيها الذين آمنوا إن جاء كم فاسق بنبأ فتبينوا" (الحجرات:۶)

(اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی اہم خبر لائے، تو اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو)۔

اور امام جصاص رازیؒ اس کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

''مقتضى الآية إيجاب التثبت في خبر الفاسق، والنهي عن الإقدام على قبوله، والعمل به، إلا بعد التبين والعلم بصحة مخبره... فاقتضى ذلك النهي عن قبول شهادة الفاسق مطلقًا، إذ كان كل شهادة خبرًا، وكذلك سائر أخباره، فلذلك قلنا: شهادة الفاسق غير مقبولة في شيء من الحقوق، وكذلك إخباره في الرواية عن النبي ﷺ، وكل ما كان من أمر الدين يتعلق به من إثبات شرع أو حكم، أو إثبات حق على إنسان'' (أحكام القرآن للجصاص ۳/ ۵۳۰، ط: ا، العلميہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ-۱۹۹۴ء)

(اس آیت کا تقاضا فاسق کی خبر میں اچھی طرح تحقیق کا وجوب ہے، نیز اچھی طرح تحقیق اور اس کی خبر کی صحت جانے بغیر اسے قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کے اقدام کی ممانعت ہے.....لہٰذا اس کا تقاضا ہے کہ ہر حال میں فاسق کی شہادت کو قبول کرنا ممنوع ہے؛ کیونکہ ہر شہادت خبر ہے، اور فاسق کی دیگر خبروں کا بھی یہی حکم ہے، چنانچہ اسی وجہ سے ہم نے کہا کہ حقوق میں سے کسی حق میں فاسق کی شہادت مقبول نہیں ہے، اور ایسے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے روایت کے اندر اس کا خبر دینا مقبول نہیں ہے، اور ہر اس چیز میں اس کی خبر مقبول نہیں، جو دینی معاملات سے ہو، جس سے کسی قانون یا حکم کا اثبات وابستہ ہو یا کسی انسان پر کسی حق کو ثابت کرنا متعلق ہو)۔

اور جب مومن فاسق کی خبر دینی امور میں معتبر نہیں، تو کافر کی بدرجہ اولی معتبر نہ ہوگی، چنانچہ فقہاء نے بھی اس کی صراحت کی ہے، جیسا کہ ''عالمگیری'' میں ہے:

''ولا يقبل قول الكافر في الديانات، إلا إذا كان قبول قول الكافر في المعاملات يتضمن قوله في الديانات، فحينئذ تدخل الديانات في ضمن المعاملات، فيقبل قوله فيها ضرورة'' (ہندیہ ۵/ ۳۰۸)

(دینی امور میں کافر کا قول مقبول نہیں، مگر یہ کہ معاملات کے اندر کافر کے قول کو قبول کرنا دینی امور میں اس کے قول کو شامل ہو، تو اس وقت دینی امور معاملات کے ضمن میں داخل ہوں گے، اور اس کا قول دینی امور میں بدرجہ مجبوری مقبول ہوگا)۔

اور زیلعی حنفی رقمطراز ہیں:

''ولا يقبل قول الكافر في الديانات، وإنما يقبل قوله في المعاملات خاصة للضرورة، ولأن خبره صحيح لصدوره عن عقل ودين يعتقد فيه حرمة الكذب، والحاجة ماسة إلى قبول قوله لكثرة وقوع المعاملات، ولا يقبل في الديانات لعدم الحاجة'' (تبيين الحقائق، كتاب الكراہیہ ۶/ ۱۲)

(اور دینی امور میں کافر کا قول مقبول نہیں، اور اس کا قول تو بس خاص طور سے بوجہ مجبوری معاملات میں قبول کیا جاتا ہے، اور اس لئے بھی قبول کیا جاتا ہے کہ اس کی خبر صحیح ہے؛ کیونکہ اس کا صدور عقل سے متصف اور ایسے دین کے پیروشخص سے ہے جس دین میں جھوٹ کے حرام ہونے کا اعتقاد ہے، اور معاملات کے بہ کثرت پیش آنے کی وجہ سے اس کے قول کو قبول کرنے کی سخت ضرورت ہے، اور ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے دینی امور میں مقبول نہیں)۔

اور آگے تحریر کرتے ہیں:

''وكذا الكافر والصغير متهمان، ولأنهما لا يلتزمان الحكم، فليس لهما أن يلزما غيرهما، بخلاف المعاملة؛ لأنها جائزة معهما، ومن ضرورة جوازها معهما قبول قولهما؛ لأنها لا تتهيأ إلا بقبول قولهما'' (حوالہ سابق ۶/ ۱۲)

(اور ایسے ہی کافر اور نابالغ بچہ متہم ہے، اور اس لئے کہ وہ دونوں حکم کے پابند نہیں، لہٰذا دونوں کو اختیار نہیں کہ دوسروں کو پابند بنائیں، برخلاف کاروبار کے، اس لئے کہ وہ دونوں کے ساتھ جائز ہے، اور ان دونوں کے ساتھ اس کے جائز ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے قول کو قبول کیا جائے، اس لئے کہ کاروباران کے قول کو قبول کئے بغیر نہیں ہوسکتا ہے)۔

اور درمختار میں ہے:

''وأصله أن خبر الكافر مقبول بالإجماع في المعاملات لا في الديانات'' (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب

الحظر والاباحة ٦/ ٣٤٥)

(اور اس کی اصل یہ ہے کہ کافر کی خبر معاملات کے اندر بالاتفاق مقبول ہے اور دینی امور میں مقبول نہیں)۔

اور تقی الدین حسینی شافعی لکھتے ہیں:

''فلا يقبل قول الكافر قطعًا وكذا الفاسق'' (كفاية الاخيار، ص: ٩٥، دمشق، دار الخير، ١٩٩٤ء)

(اور قبلہ کے سلسلہ میں کافر کا قول قطعی طور سے مقبول نہیں، اور ایسے ہی فاسق کا)۔

اور حنابلہ کا بھی یہی مسلک ہے

(دیکھئے: ابن قدامہ: الشرح الکبیر ١/ ٤٩٢، حجاوی حنبلی: الاقناع ١/ ١٠٢، بہوتی حنبلی: کشاف القناع ١/ ٣٠٧، سعاد زرزور: فقہ العبادات ص: ١٧٢)۔

اور شیرازی شافعی لکھتے ہیں:

''وإن أشكل شئ من هذه الأمراض، رجع فيه إلى نفسين من أطباء المسلمين، ولا يقبل فيه قول الكافر'' (المهذب ٢/ ٣٤٧، العلمية، بيروت) (اور اگر ان امراض میں سے کوئی مرض مشتبہ ہوجائے کہ خوفناک ہے یا نہیں تو دو مسلم طبیب کی طرف رجوع کیا جائے گا، اور اس سلسلہ میں کافر کا قول مقبول نہ ہوگا)۔

البتہ اگر مسلم ماہرین دستیاب نہ ہوں تو تین معتبر غیر مسلم ماہرین فن کی خبر پر ضرورتاً اعتماد کیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ دو ماہر شریعت مفتیان کرام کو ان کی خبر پر اطمینان اور انشراح حاصل ہوجائے، چنانچہ ''عالمگیری'' میں ہے:

''من أرسل رسولا مجوسيا أو خادما، فاشترى لهما فقال: اشتريته من يهودي أو نصراني أو مسلم، وسعه أكله، وإن كان غير ذلك لم يسعه أن يأكل منه، معناه: إذا كان ذبيحة غير الكتابي والمسلم؛ لأنه لما قبل قوله في الحل أولى أن يقبل في الحرمة'' (الهنديه، كتاب الكراهية ٥/ ٣٠٨)

(کوئی شخص مجوسی قاصد یا خادم کو بھیجے، اور وہ گوشت خرید لائے، اور کہے کہ میں نے اسے یہودی یا نصرانی یا مسلم سے خریدا ہے تو اس کے لئے اسے کھانا جائز ہے، اور اگر اس کے برعکس ہو تو اس کے لئے کھانا جائز نہیں، اس کا مفہوم یہ ہے کہ کتابی اور مسلم کے علاوہ کا ذبیحہ ہو تو اس کے لئے کھانا جائز نہیں؛ کیونکہ جب حلال ہونے کے سلسلہ میں اس کا قول مقبول ہو تو بدرجہ اولیٰ حرام ہونے کے سلسلہ میں اس کا قول مقبول ہوگا)۔

اگرچہ صاحب ہدایہ اسے معاملات سے متعلق قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''لأن قول الكافر مقبول في المعاملات؛ لأنه خبر صحيح لصدوره عن عقل ودين يعتقد فيه حرمة الكذب، والحاجة ماسة إلى قبوله لكثرة وقوع المعاملات'' (الهدايه مع البنايه، كتاب الكراهيه ١٢/ ٧٣)

(اس لئے کہ کافر کا قول معاملات میں مقبول ہے، اس لئے کہ وہ صحیح خبر ہے؛ کیونکہ وہ عقل اور ایسے دین سے متصف شخص سے صادر ہے جس دین میں جھوٹ کی حرمت کا عقیدہ ہے، اور معاملات کے بکثرت پیش آنے کی وجہ سے اس کے قول کو قبول کرنے کی سخت ضرورت ہے)، لیکن عام طور سے فقہاء غیر مسلم کی خبر قبول نہ کرنے کی وجہ معاملات کی طرح دینی امور میں ضرورت نہ ہونا قرار دیتے ہیں؛ چنانچہ زیلعی حنفی رقمطراز ہیں:

''ولا يقبل في الديانات لعدم الحاجة'' (تبيين الحقائق، كتاب الكراهيه ٦/ ١٢)

(اور دینی امور میں ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے کافر کا قول مقبول نہیں)، سوا گر ایسی صورت ہو کہ مسلم ماہرین فن دستیاب نہ ہوں، تو ضرورتاً غیر مسلم ماہرین کی تحقیق پر اعتماد کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ قلیوبی شافعی نے لکھا ہے:

''ويجوز اعتماد قول الكافر في الطب ما لم يخالف الشرع'' (حاشية قليوبي ١/ ٣٠٣، بيروت، دار الفكر ١٤١٥هـ-١٩٩٥ء)

(طب کے سلسلہ میں کافر کے قول پر اعتماد جائز ہے جبکہ شریعت کے مخالف نہ ہو)۔

اور بدر الدین زرکشی شافعی (م: ٧٩٤ھ) تحریر فرماتے ہیں:

”حکی الخطابي وجها أنه يجوز العدول عن الوضوء إلی التیمم بقول الطبیب الکافر، کما یجوز شرب الدواء من یده، وهو لا یدري: أهو داء أم دواء، حکاه الرافعي في باب الوصیة، وهو یرد قول النووي في ”المجموع“ واتفقوا علی أنه لا یقبل خبر الکافر“ (خبایا الزوایا، ص: ۶۱، ط: ۱، وزارة الاوقاف، الکویت، ۱۴۰۲ھ)
(خطابی نے ایک صورت یہ نقل کی ہے کہ کافر طبیب کے قول پر وضو سے تیمم کی طرف منتقل ہونا جائز ہے، جس طرح اس کے ہاتھ سے دوا پینا جائز ہے، حالانکہ وہ نہیں جانتا کہ وہ بیماری ہے یا دوا، اس پہلو کو رافعی نے وصیت کے باب میں نقل کیا ہے، اور اس سے ”المجموع“ کے اندر امام نووی کے قول کی تردید ہوتی ہے کہ تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ کافر کی خبر مقبول نہیں)۔

اور تین معتبر غیر مسلم ماہرین فن کی شرط ہم نے اس لئے لگائی ہے کہ کم از کم تین افراد سے جماعت بنتی ہے، چنانچہ حضرت حسن بصری، عطاء، زہری اور قتادہ نے تین کو جماعت قرار دیا ہے (دیکھئے: مصنف عبدالرزاق، حدیث نمبر: ۲۰۲۴، ۳۸۸۲، ۳۸۸۶)، نیز تین ہونے کی صورت میں غلط بیانی اور سودے بازی کا احتمال کم ہوجاتا ہے۔

جواب (۳):

(الف): مشینی آلات کے ذریعہ حاصل ہونے والی معلومات قرینہ کے درجہ میں ہیں بشرطیکہ وہ ہر طرح کی جعل سازی سے پاک ہوں، چنانچہ فقہاء نے قرینہ قویہ کا اعتبار کیا ہے، اور ”مجلۃ الاحکام العدلیہ“ میں قرینہ قاطعہ کو فیصلہ کا ایک ذریعہ قرار دیا ہے، اور اس کی تعریف اس میں اس طرح کی گئی ہے:

”القرینة القاطعة هي الأمارة البالغة حد الیقین“ (مجلۃ الاحکام، دفعہ نمبر: ۱۷۴۱) (قطعی قرینہ یقین کی حد کو پہنچنے والی علامت ہے)۔

اور اس کی مثال یوں دی ہے:

”إذا خرج أحد من دار خالیة خائفًا مدهوشًا، وفي یده سکین ملوثة بالدم، فدخل في الدار، ورئي فیها شخص مذبوح في ذلك الوقت، فلا یشتبه في کونه قاتل ذلك الشخص، ولا یلتفت إلی الاحتمالات الوهمیة الصرفة، کأن یکون ذلك الشخص ربما قتل نفسه“ (مجلة الاحکام، ص: ۳۵۳، دفعه: ۱۷۴۱)
(اگر کوئی شخص ویران گھر سے دہشت زدہ اور ڈرا ہوا نکلے، اور اس کے ہاتھ میں خون آلود چھری ہو، سو گھر میں جایا گیا، اور اسی وقت میں اس کے اندر ایک ذبح کئے ہوئے شخص کو دیکھا گیا، تو اس میں کوئی اشتباہ نہیں کہ یہی اس شخص کا قاتل ہے، اور خالص وہمی احتمالات کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی کہ ہوسکتا ہے کہ اس شخص نے خود اپنے کو قتل کیا ہو)۔

اور علامہ شامی نے واضح قرائن کی تعریف اس طرح کی ہے:

”القرائن الواضحة التي تصیر الأمر في حیز المقطوع به“ (رد المحتار، کتاب القضاء ۵/ ۳۵۴)
(واضح قرائن وہ ہیں جو معاملہ کو قطعیت کے مقام پر لا کھڑا کریں)۔

ایسے ہی فقہاء نے قرینہ ٔفراش کو اس بات کی دلیل قرار دیا ہے کہ منکوحہ جس بچہ کو جنم دے، اس کا نسب اس کے شوہر سے قائم ہوجائے گا؛ چنانچہ علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

”فالقوي فراش المنکوحة حتی یثبت النسب من غیر دعوة، ولا ینتفي إلا باللعان“ (بدائع الصنائع ۶/ ۲۴۳)
(چنانچہ قوی فراش منکوحہ کا فراش ہے یہاں تک کہ اس سے ہونے والے بچہ کا نسب بغیر دعوی کے ثابت ہوجائے گا، اور نسب کی نفی لعان کے بغیر نہ ہوسکے گی)۔

اسی طرح علامت اور قرینہ کے ظاہر ہونے کی حالت میں ملزم کو قید میں رکھا جاسکتا ہے۔

نیز شب زفاف میں جس دوشیزہ کو اس کے حوالہ کیا گیا، وہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ اس کی بیوی ہے، خواہ دو عادل گواہ اس کی گواہی نہ دیں (علی حیدر (م: ۱۳۵۳ھ): درر الحکام فی شرح مجلۃ الاحکام ۴/ ۴۸۵، ط: ۱، دار الجیل، ۱۴۱۱ھ-۱۹۹۱ء)۔

چنانچہ مشینی آلات کے ذریعہ حاصل ہونے والی معلومات کی بنیاد پر فیصلہ لے سکتے ہیں، جبکہ وہ ہر طرح کی جعل سازی سے محفوظ ہوں، نیز اس بات کا یقین حاصل کرلیا گیا ہو کہ مشین ہر طرح کے خلل اور فساد سے محفوظ ہے، اور معلومات صحت کے ساتھ فراہم کررہی ہے، اور معلومات حاصل کرنے والا آپریٹر ذہین، عقلمند، دیندار اور مخلص مسلمان ہو۔

(ب): حلال سرٹیفکٹ دینے والے ادارے کے لئے اپنی لیباریٹری (Laboratory) کا انتظام یا کسی دوسری معتبر لیباریٹری سے ارتباط ضروری ہے؛ اس لئے کہ اس ادارہ کو حلال سرٹیفکٹ طلب کرنے والی کمپنی کی مصنوعات کا جائزہ لینا ہوگا، اور اس بات کا یقین حاصل کرنا ہوگا کہ کمپنی حلال مصنوعات تیار کرتی ہے، اور اس کے خام مواد جس سے مصنوعات تیار ہوتی ہیں، ہر طرح کے حرام اور ناپاک اجزاء سے پاک ہیں، چنانچہ لیباریٹری ٹیسٹ کی ضرورت پڑسکتی ہے، اور ایسی صورت میں حلال اور پاک مواد کا تیقن حاصل کئے بغیر حلال سرٹیفکٹ دینا دھوکہ بازی میں شامل ہے، اور امانت میں خیانت ہے، اور اللہ تعالی نے امانت میں خیانت سے منع فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

"یا أیها الذین آمنوا لا تخونوا الله والرسول وتخونوا أماناتکم وأنتم تعلمون" (الانفال: ۲۷)

(اے ایمان والو! اللہ ورسول سے بے وفائی اور اپنی امانتوں میں خیانت جانتے بوجھتے نہ کرو)۔

اور ارشاد ہے:

"إن الله یأمرکم أن تؤدوا الأمانات إلی أهلها" (النساء: ۵۸) (اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کرو)۔

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من غشنا فلیس منا" (صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث نمبر: ۱۰۲) (جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں)۔

اور فقہی ضابطہ ہے: "الحکم علی الشیئ فرع عن تصورہ" (کسی چیز پر حکم لگانا اس کے تصور کا نتیجہ ہوتا ہے) تو جب لیباریٹری ٹسٹ کے بغیر مصنوعات کی حقیقت کا پتہ نہ چلے تو اس پر حکم کیسے لگایا جاسکتا ہے؟

خلاصہ بحث:

۱- حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والے ادارہ کے تشکیلی ڈھانچہ کی نوعیت حلال وحرام کی خبر دینے والے قانونی واعتباری وجود سے متصف ادارہ کی ہے، لہذا اس کے اندر دو ماہر شریعت مفتیان کرام، دو مسلم ماہرین فن اور انتظامی سہولت کے پیش نظر ایسی ٹیم ہو جو حلال سرٹیفکٹ طلب کرنے والی کمپنی کی طرف سے دی گئی معلومات کا مطالعہ اور اس کی مصنوعات اور اس کے خام حیوانی مواد کے حرام اور ناپاک اجزاء سے خالی ہونے کا تیقن کرسکے۔

۲- عام حالات میں کسی کمپنی کی مصنوعات کے سلسلہ میں صرف دیندار مسلمانوں کی خبروں پر ہی اعتماد کیا جاسکتا ہے، البتہ اگر مسلم ماہرین فن دستیاب نہ ہوں، تو تین معتبر غیر مسلم ماہرین فن کی خبر پر ضرورتاً اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

۳- مشینی آلات کے ذریعہ حاصل ہونے والی معلومات قرینہ کے درجہ میں ہیں، بشرطیکہ وہ ہر طرح کی جعل سازی سے پاک ہوں، لہذا ان کی بنیاد پر فیصلہ لے سکتے ہیں؛ لیکن معلومات اخذ کرنے والے آپریٹر کا دیندار مسلمان ہونا ضروری ہے۔

۴- حلال سرٹیفکٹ دینے والے ادارے کے لئے اپنی لیباریٹری کا انتظام یا کسی دوسری معتبر لیباریٹری سے ارتباط ضروری ہے؛ کیونکہ کبھی مصنوعات کے تجزیہ کے لئے اس کی ضرورت پڑتی ہے۔

والله اعلم بالصواب وعلمه أتم واحکم۔

حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے کی شرائط

مفتی شبیر احمد قاسمی[1]

(۱) حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والے کا تشکیلی ڈھانچہ کس نوعیت کا ہونا چاہئے؟

الجواب وباللہ التوفیق:

تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غیر مسلم کی خبر معاملات میں معتبر ہے۔ اور سبھی فقہاء کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ غیر مسلم کی خبر دیانات میں معتبر نہیں، یعنی حلت وحرمت کے ثبوت وعدم ثبوت میں غیر مسلم کی خبر معتبر نہیں ہے؛ لیکن سارے ہی فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ معاملات کے ضمن میں اگر دیانات کی بات بھی آجاتی ہے، تو حلت وحرمت کے مسئلہ میں ضمنی طور پر غیر مسلم کی خبر بھی معتبر ہوجاتی ہے، اس سلسلے میں اولاً فقہاء کے چند جزئیات ملاحظہ ہوں:

ويقبل قول كافر ولو مجوسيا، قال: اشتريت اللحم من كتابي، فيحل، أو قال: اشتريته من مجوسي، فيحرم ولا يرده بقول الواحد، وأصله أن خبر الكافر مقبول بالإجماع في المعاملات لا في الديانات، وعليه يحمل قول الكنز: ويقبل قول الكافر في الحل والحرمة، يعني الحاصلين في ضمن المعاملات لا مطلق الحل والحرمة، كما توهمه الزيلعي (الدر المختار مع الشامي، زكريا ۹/ ۴۹۷، كراچی ۶/ ۳۴۴)۔

آگے چل کر علامہ شامیؒ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے سوال وجواب کے طور پر صاف الفاظ میں نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

وشرط العدالة في الديانات، فإن من الديانات الحل والحرمة كما إذا أخبر بأن هذا حلال أو حرام، وقد شرط العدل، والمراد به المسلم المرضي، وہنا قوله: شريته من كتابي الخ: معناه أنه حلال أو حرام، وقد قيل: فيه خبر الكافر، ولو مجوسيا، والجواب أن قوله: شريته من المعاملات، وثبوت الحل والحرمة فيه ضمني ، فلما قبل قوله فی الشراء ثبت ما في ضمنه (شامي، كراچی ۶/ ۳۴۵، زكريا ۹/ ۴۹۷)۔

ولا يقبل قول الكافر في الديانات إلا إذا كان قبول قول الكافر في المعاملات يتضمن قبوله في الديانات، فحينئذ تدخل الديانات في ضمن المعاملات، فيقبل قوله فيها ضرورة (ہندية ۵/ ۳۰۸)۔

اور ''تبیین الحقائق'' میں علامہ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مزید وضاحت کے ساتھ نقل کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

ولا يقبل قول الكافر في الديانات، وإنما يقبل قوله في المعاملات خاصة للضرورة، ولأن خبره صحيح لصدوره عن عقل ودين يعتقد فيه حرمة الكذب والحاجة ماسة إلى قبول قوله لكثرة وقوع المعاملات، ولا يقبل في الديانات لعدم الحاجة إلا إذا كان قبوله في المعاملات يتضمن قبوله في الديانات، فحينئذ تدخل الديانات في ضمن المعاملات، فيقبل قوله فيها ضرورة (تبيين الحقائق، زكريا ديوبند ۷/ ۲۷)۔

---

[1] جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد، یوپی۔

حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والے کی حیثیت:

حلال مصنو ت کی تصدیق جاری کرنے والے افراد یا ادارہ کا تشکیلی ڈھانچہ یہ ہونا چاہئے کہ اگر تصدیق کرنے والے افراد ہیں، کوئی ادارہ نہیں ہے، تو ایسی صورت میں ان تمام افراد کا مسلمان ہونا لازم ہے، اور اگر فردِ واحد ہے، تو اس فرد کا دیانتدار، ثقہ اور معتبر مسلمان ہونا بھی ضروری ہے؛ لہٰذا غیر مسلم افراد کا حلال سرٹیفکٹ جاری کرنا شرعاً معتبر نہ ہوگا، اسی طرح اگر حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے والے افراد کی شکل میں نہیں ہیں؛ بلکہ ادارہ اور کمپنی کی شکل میں ہیں، تو اس ادارہ اور کمپنی کا مسلم ادارہ اور مسلم کمپنی ہونا لازم ہے، اور اس ادارہ اور کمپنی میں کام کرنے والے افراد کا معتبر مسلمان ہونا بھی لازم ہے، اور ان اداروں کے ذمہ داروں کا بھی مسلمان ہونا ضروری ہے۔

حاصل یہ نکلا کہ حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے والے افراد کا دیانتدار مسلمان ہونا بھی لازم ہے، اس طرح معتبر دیانتدار مسلمانوں پر مشتمل ادارہ اور کمپنی کی طرف سے جاری کردہ حلال سرٹیفکٹ جائز اور درست ہو سکتا ہے، اور غیر مسلم افراد اور ادارہ کی طرف سے جاری کردہ حلال سرٹیفکٹ کا اعتبار نہ ہوگا، جیسا کہ حسب ذیل فقہی عبارت سے واضح ہوتا ہے:

من اشترى لحما فعلم أنه مجوسي وأراد الرد، فقال: ذبحه مسلم يكره أكله، ومفاده أن مجرد كون البائع مجوسيا يثبت الحرمة، فإنه بعد اخباره بالحل بقوله: ذبحه مسلم، كره أكله، فكيف بدونه؟ (شامي، زكريا ۹/ ۴۹۷، كراچی ۶/ ۳۴۴)۔

اس کو قاضی خان وغیرہ نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے:

مسلم اشترى لحما وقبضه، فأخبره مسلم ثقة أنه ذبيحة المجوسي، فإنه لا ينبغي للمشتري أن يأكل ولا يطعم غيره؛ لأن المخبر أخبره بحرمة العين وبطلان الملك، وحرمة العين حق لله تعالى، فيثبت بخبر الواحد (فتاوى قاضيخان ۳/ ۴۱۶، شامي، كراچی ۶/ ۳۴۴، زكريا ۹/ ۴۹۷)۔

(۲) مستور الحال کی خبر:

حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے والے کا مسلمان، عادل اور ثقہ ہونا لازم ہے؛ لہٰذا ایسا شخص حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے کا اہل نہیں بن سکتا جس کے حالات مستور اور مخفی ہوں، اس کے بارے میں واضح طور پر معلوم نہ ہو کہ وہ آدمی دیانتدار ہے یا نہیں؟ لہٰذا ایسے مستور الحال شخص کا حلال سرٹیفکٹ جاری کرنا معتبر نہ ہوگا؛ اس لئے کہ دیانات میں فاسق اور کافر کی خبر معتبر نہیں ہوتی، اس کو ''بنایہ'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

لا يقبل فيها قول المستور في ظاهر الرواية (وتحته في البناية): أي في الديانات، وهي الذي لا يعلم ما حاله، ولم يظهر عدالته ولا فسقه (بداية مع البناية، مطبع أشرفيه ۱۲/ ۷۶)۔

ہدایہ کی عبارت اس سلسلے میں بہت صاف ستھری، واضح اور مدلل ہے، ملاحظہ ہو:

ويقبل في المعاملات قول الفاسق، ولا يقبل في الديانات إلا قول العدل إلى قوله أما الديانات فلا يكثر وقوعها حسب وقوع المعاملات، فجاز أن يشترط فيها زيادة شرط، فلا يقبل فيها إلا قول المسلم العدل؛ لأن الفاسق منهم والكافر لا يلتزم الحكم، فليس له أن يلزم المسلم بخلاف المعاملات (بدايه أشرفي ۴/ ۴۵۴، البناية مع الهداية، اشرفيه ۱۲/ ۷۶)۔

(۳) مشینی آلات کے ذریعہ حلال سرٹیفکٹ جاری کرنا:

حلال سرٹیفکٹ کو مشینی آلات کے ذریعہ جاری کرنا اس وقت درست ہوگا جب کہ مشینی آلات ابتداءً مسلمانوں کے ہاتھوں سے جاری ہوں، بعد میں غیر مسلموں کا واسطہ ہو جائے، تو اس میں کوئی حرج نہ ہوگا، مثلاً: فیکس مشین، ای میل یا انٹرنیٹ کے ذریعہ معلوماتی سرٹیفکٹ جاری کیا جائے، تو ابتداءً ان آلات کے استعمال کرنے والوں کا مسلمان ہونا لازم ہے۔ اور ایسے ادارہ کے لئے تجرباتی لیبارٹری کا انتظام اپنے مناسب حالات کے اعتبار

سے کرنا چاہئے، اور سرٹیفکٹ ایسے اداروں کے ذریعہ جاری کرنا مناسب ہے جن کا معتبر ہونا دنیا میں متعارف ہو چکا ہے، جیسا کہ جمعیۃ علماء ہند اور مسلم پرسنل لاء بورڈ، اس طرح کے اداروں سے دنیا واقف ہے؛ لہٰذا ایسے واقف کار اداروں سے سرٹیفکٹ جاری ہونا چاہئے، غیر مشہور اداروں کی طرف سے سرٹیفکٹ جاری نہ ہونا چاہئے۔

ومن الديانات: الحل والحرمة إذا لم يكن فيه زوال الملك، أي يقبل خبر الواحد العدل في الحرمة إذا لم يكن فيه زوال الملك، كما أخبر به من الحرمة متضمنا زوال الملك، فأما إذا تضمنه قيل: لا يقبل ... أما الاخبار بالحرمة التي لا تتضمن زوال الملك مثل الإخبار بحرمة الطعام والشراب، يقبل فيه خبر الواحد (التاتارخانيه ۱۸/ ۱۸۱۹، رقم: ۲۷۸۹۳۲۷۸۹۵)۔

ہندیہ کی عبارت میں بہت ہی اختصار کے ساتھ واضح الفاظ میں حکم شرعی کو مدلل کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

ولا يقبل قول المستور في الديانات في ظاهر الروايات، وهو الصحيح، كذا في الكافي (ہندية، كوئٹه ۵/ ۳۰۹)۔

مقالہ کا خلاصہ:

تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غیر مسلم کی خبر معاملات میں معتبر ہے، اور دیانات اور حلت وحرمت میں معتبر نہیں ہے؛ اس لئے حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے والے کا مسلمان ہونا لازم ہے، ہاں البتہ معاملات کے ضمن میں اگر دیانات کی بات آتی ہے تو ضمنی طور پر غیر مسلم کی خبر بھی مان لی جاتی ہے؛ لہٰذا حلال مصنوعات کی تصدیق کے لئے سرٹیفکٹ جاری کرنے والے اگر افراد کی حیثیت سے ہیں تو ان افراد کا مسلمان ہونا ضروری ہے اور عادل، ثقہ اور معتبر ہونا بھی لازم ہے؛ لہٰذا ایک معتبر اور ثقہ مسلمان کی خبر بھی معتبر ہو جاتی ہے۔

اور مستور الحال شخص جس کی دیانتداری ظاہر نہیں ہے، ایسے شخص کی خبر معتبر نہیں ہے، اسی طرح فاسق کی خبر بھی معتبر نہیں؛ اس لئے مستور الحال اور فاسق شخص کے سرٹیفکٹ کا اعتبار نہ ہوگا، اور اگر سرٹیفکٹ جاری کرنے والا کوئی ادارہ یا کمپنی ہے تو اس کے افراد اور ذمہ داروں کا مسلمان ہونا لازم ہے۔

اگر مشینی آلات کے ذریعہ سے حلال سرٹیفکٹ جاری کیا جائے تو ان مشینی آلات کے استعمال کرنے والے افراد کا مسلمان اور ثقہ ہونا بھی لازم ہے۔

حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے والے ادارے: معیار اور شرائط

مولانا اختر امام عادل قاسمی[1]

موجودہ غذائی نظام میں جبکہ ساری دنیا سمٹ کر خوان واحد میں تبدیل ہوچکی ہے اور دنیا کی ہر شے ہر مقام پر پہنچنے لگی ہے، بہت سی نئی چیزیں جن کا پہلے تصور بھی نہیں تھا آج وہ ضرورت کا درجہ اختیار کرچکی ہیں، انھی میں حلال سرٹیفیکٹ جاری کرنے والے ادارے بھی ہیں، آج ایسی غذائیں تیار ہورہی ہیں جن میں مختلف جانوروں کے لحمی اجزاء بھی شامل ہوتے ہیں، جن سے صحت وطاقت کے مختلف فوائد حاصل کئے جاتے ہیں اور وہ غذائیں بآسانی روئے زمین کے ہر حصے میں پہنچ رہی ہیں، اس لئے ایسے اداروں کی شدید ضرورت ہے جو تحقیق کے بعد اس کے حلال ہونے کی سند جاری کریں اور مسلمان ان پر اعتماد کرتے ہوئے ان غذائی مصنوعات سے استفادہ کریں۔

ضرورت وافادیت:

☆ ایسے اداروں کی آج ہر علاقے میں ضرورت ہے جہاں غذائی مصنوعات تیار ہوتی ہوں اور لحمی اجزاء کی شمولیت کی بنا پر ان کے لئے حلال سرٹیفکیٹ کی ضرورت ہو، ہر ادارہ مقامی سرگرمیوں پر نگاہ رکھے، اور پوری دیانت وباخبری کے ساتھ ان کی رپورٹ تیار کرے۔

ادارتی بورڈ:

☆ ادارہ ایسے افراد پر مشتمل ہو جن میں علم شریعت کے ماہرین بھی ہوں، علم الحیوانات کے فضلاء بھی ہوں، جدید ذرائع ووسائل سے واقف فنی ماہرین بھی ہوں، جو صورت مسئلہ کو بھی بخوبی سمجھتے ہوں، معاملہ کی نزاکت سے بھی آگاہ ہوں اور دیانت وتقوی کے بھی حامل ہوں۔

غیر مسلم کی خبر قابل قبول ہے یا نہیں:

☆ غذائی مصنوعات کے سلسلے میں اصولی طور پر صرف دیندار مسلمانوں کی خبروں پر ہی اعتماد کیا جاسکتا ہے، اس لئے کہ یہ مسئلہ حلت وحرمت کا ہے، اور دیانات کے باب میں غیر مسلم کی خبر قابل قبول نہیں ہے، خواہ وہ ذاتی طور پر کتنا ہی معتبر ہو؛ البتہ اس کی خبر معاملات میں قابل قبول ہوگی، اس لئے کہ بکثرت اس کی ضرورت پڑتی ہے، فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے:

وَلِأَنَّ الْحِلَّ وَالْحُرْمَةَ من الدِّيَانَاتِ ,وَلَا يُقْبَلُ قَوْلُ الْكَافِرِ فِي الدِّيَانَاتِ,وَإِنَّمَا يُقْبَلُ قَوْلُهُ فِي الْمُعَامَلَاتِ خَاصَّةً لِلضَّرُورَةِ...وَالْحَاجَةُ مَاسَّةٌ إلَى قَبُولِ قَوْلِهِ لِكَثْرَةِ وُقُوعِ الْمُعَامَلَاتِ۔ (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ٦ / ١٢، فخر الدين عثمان بن علي الزيلعي الحنفي. الناشر: دار الكتب الاسلامي، القاهرة، ١٣١٣ھ، البحر الرائق شرح كنز الدقائق ٨ / ٢١٢، زين الدين ابن نجيم الحنفي، الناشر: دار المعرفة، بيروت، مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر ٤ / ١٨٨، عبد الرحمن بن محمد بن سليمان الكليبولي المدعو بشيخي زاده، تحقيق: خليل عمران المنصور، الناشر: دار الكتب العلمية لبنان، بيروت، ١٤١٩ھ/ ١٩٩٨ء)۔

(حلت وحرمت دیانات کے قبیل سے ہے، اور دیانات میں کافر کا قول قابل قبول نہیں ہے، اس کا قول خاص طور سے معاملات میں قابل قبول ہے اس لئے کہ معاملات میں اس کی بہت ضرورت ہے)۔

البتہ ضمنی طور پر کسی غیر مسلم صاحب علم وفہم کی خدمات حاصل کی جائیں اور کوئی دیندار مسلمان اس فن میں میسر نہ ہو تو وقتی طور پر ثانوی درجہ کا ملازم اس کو رکھا جاسکتا ہے جس میں بنیادی فیصلہ کا اختیار دیندار مسلمانوں کو ہی حاصل رہے، اس لئے کہ فقہاء نے غیر مسلم کی ایسی خبروں کو قابل قبول

---

[1] جامعہ ربانی منوروا شریف، سمستی پور، بہار۔

قرار دیا ہے جو گو دیگر معاملہ سے متعلق ہو لیکن اس سے ضمناً حلت و حرمت کا بھی ثبوت ہوتا ہو، متعدد کتب فقہیہ میں یہ جزئیہ موجود ہے:

وَلَا يُقْبَلُ فِي الدِّيَانَاتِ لِعَدَمِ الْحَاجَةِ إِلَّا إِذَا كَانَ قَبُولُهُ فِي الْمُعَامَلَاتِ يَتَضَمَّنُ قَبُولَهُ فِي الدِّيَانَاتِ فَحِينَئِذٍ تَدْخُلُ الدِّيَانَاتُ فِي ضِمْنِ الْمُعَامَلَاتِ فَيُقْبَلُ قَوْلُهُ فِيهَا ضَرُورَةً. وَكَمْ مِنْ شَيْءٍ يَصِحُّ ضِمْنًا، وَإِنْ لَمْ يَصِحَّ قَصْدًا. أَلَا تَرَى أَنَّ بَيْعَ الشُّرْبِ وَحْدَهُ لَا يَجُوزُ، وَتَبَعًا لِلْأَرْضِ يَجُوزُ. فَكَذَا هُنَا يَدْخُلُ حتى إذا كان له خَادِمٌ أو أَجِيرٌ مَجُوسِيٌّ فَأَرْسَلَهُ لِيَشْتَرِيَ له لَحْمًا فقال اشْتَرَيْته من يَهُودِيٍّ أو نَصْرَانِيٍّ أو مُسْلِمٍ وَسِعَهُ أَكْلُهُ. وَإِنْ قال اشْتَرَيْته من مَجُوسِيٍّ لَا يَسَعُهُ أَكْلُهُ لِأَنَّهُ لَمَّا قُبِلَ فِي حَقِّ الشِّرَاءِ منه لَزِمَهُ قَبُولُهُ فِي حَقِّ الْحِلِّ وَالْحُرْمَةِ ضَرُورَةً لِمَا ذَكَرْنَا. وَإِنْ كان لَا يُقْبَلُ قَوْلُهُ فيه قَصْدًا بِأَنْ قال هٰذا حَلَالٌ، وَهٰذا حَرَامٌ (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ۶ / ۱۲)۔

(دیانات میں غیر مسلم کی خبر قبول نہیں کی جائے گی اس لئے کہ اس کی ضرورت نہیں ہے؛ البتہ معاملات کے ضمن میں دیانات کی کوئی صورت داخل ہو تو اس میں بوجہ ضرورت اس کی خبر قبول کی جائے گی؛ کیونکہ کتنی ہی چیزیں ضمناً صحیح ہوتی ہیں اور اصالۃً صحیح نہیں ہوتیں، مثلاً تنہا حق شرب کی بیع جائز نہیں ہے لیکن زمین کے تابع ہو کر جائز ہے، اسی طرح یہاں پر اگر کسی کے پاس غیر مسلم خادم یا مزدور ہو اور وہ اس کو گوشت خریدنے کے لئے بھیجے اور وہ کہے کہ میں نے یہودی یا نصرانی یا مسلمان سے خریدا ہے تو اس کے لئے کھانے کی گنجائش ہے، اور اگر کہے کہ میں نے مجوسی سے خریدا ہے تو اس کے لئے وہ گوشت کھانا جائز نہ ہوگا، اس لئے جب خرید کے معاملے میں اس کی بات قبول کی گئی تو حلت و حرمت کے حق میں بھی ضرورتاً اس کی بات قبول کی جائے گی؛ جبکہ اصالتاً اگر وہ یہ کہتا کہ یہ حلال ہے یا یہ حرام ہے تو اس کی بات قبول نہیں کی جاسکتی تھی)۔

مشینوں سے حاصل شدہ معلومات:

مشینی آلات کے ذریعہ اس سلسلے میں جو معلومات حاصل ہوں، وہ اگر قابل قبول، قابل اعتماد، دیندار مسلمان ہاتھوں میں ہو یا کم از کم ان کا مرکزی کردار مسلمان ہو تو یہ معلومات قابل قبول ہونگی، خواہ وہ ادارہ کی اپنی لیبارٹری سے حاصل ہوئی ہوں یا دوسری مسلم لیبارٹری سے، اس لئے کہ فقہاء نے یقینی قرائن کے ذریعہ حاصل شدہ معلومات کا اعتبار کیا ہے اور اسباب حکم میں سے اسے ایک سبب تسلیم کیا ہے، یہاں تو صرف خبر کا معاملہ ہے، فقہاء نے حدود و قصاص کے ضمن میں بھی قرائن قطعیہ سے استفادہ کرنے کی اجازت دی ہے، متعدد فقہی کتابوں میں یہ جزئیہ موجود ہے:

(مادة ۱۷۴۰) القرينة القاطعة أحد أسباب الحكم، (۱۷۸۶) القرينة القاطعة أيضا

(مادة ۱۷۴۱) القرينة القاطعة هي الأمارة البالغة حد اليقين مثلا إذا خرج أحد من دار خالية خائفا مدهوشا وفي يده سكين ملوثة بالدم فدخل في الدار ورؤي فيها شخص مذبوح في ذلك الوقت فلا يشتبه في كونه قاتل ذلك الشخص ولا يلتفت إلى الاحتمالات الوهمية الصرفة كأن يكون الشخص المذكور ربما قتل نفسه.

(راجع مادة ۴۳، أنظر أيضًا المادتين ۴ و ۷۲، والباب الثالث في بيان التحليف ۱۶۸۱ و ۱۷۳۲ و ۱۷۵۲ ـ (مجلة الأحكام العدلية ۱/ ۳۵۲، تحقيق: نجيب هواويني ، الناشر: كارخانه تجارت كتب، درر الحكام شرح مجلة الأحكام ۴/ ۴۳۱، علي حيدر، تحقيق وتعريب: المحامي فهمي الحسيني ، الناشر: دار الكتب العلمية لبنان، بيروت، حاشية رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار، ۵/ ۳۵۴، ابن عابدين، الناشر: دار الفكر للطباعة والنشر، بيروت ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰م، البحر الرائق شرح كنز الدقائق ۷/ ۲۰۵، زين الدين ابن نجيم الحنفي، الناشر: دار المعرفة، بيروت)۔

(اسباب حکم میں ایک قرینۂ قاطعہ بھی ہے، قرینۂ قاطعہ سے مراد ایسی واضح علامات ہیں جن سے انسان حد یقین تک پہونچ جائے، مثلاً کوئی شخص خالی مکان سے گھبرایا ہوا برآمد ہو، جس کے ہاتھ میں ایک خون آلود چھری ہو، اور اس گھر میں جا کر دیکھا گیا تو وہاں کوئی مقتول شخص پڑا ہے، ظاہر ہے کہ اس شخص کے قاتل ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے، اس صورت میں ان وہمی احتمالات پر توجہ نہیں دی جائے گی کہ شاید اس شخص نے خودکشی کی ہو وغیرہ)۔

موجودہ دور میں مشینوں سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ کسی درجہ میں عہد قدیم کے ان قرائن اور امارات سے کمتر نہیں ہیں جن کا فقہاء نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے، بلکہ ان سے بدرجہا بہتر ہیں، اس لئے موجودہ دور میں مشینی ذرائع کو بھی ایک سبب حکم کا درجہ دیا جاسکتا ہے۔

هٰذا ماعندي والله أعلم بالصواب وعلمه اتم واحكم

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء سے متعلق احکام

مولانا محمد عثمان بستوی[1]

اصل جواب سے قبل چند اصولی باتیں ذکر کی جارہی ہیں:

(۱) گوشت میں اصل حرمت ہے، جب تک اس بات پر دلیل قائم نہ ہوجائے کہ یہ جانور مشروع طریقے پر ذبح کیا گیا ہے اس وقت تک اس گوشت کو خرید کر کھانا ہمارے لئے جائز نہیں، لہذا گوشت کو حلال کہنے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے، حلت وحرمت کے بارے میں یہ بہت اہم اصول ہے جو ذہن میں رہنا چاہئے۔

''إن وجدته غريقًا في الماء فلا تأكل فإنك لا تدرى الماء قتله أو سهمك'' (مسلم، کتاب الصید، حدیث نمبر: ۱۹۲۳)۔

یہ حدیث بھی اس اصول پر دلالت کرتی ہے کہ گوشت کے اندر اصل حرمت ہے، جب تک یقینی طور پر یہ ثابت نہ ہوجائے کہ وہ حلال ہے، یہی اصول کئی فقہاء کرام نے بیان فرمایا ہے (فقہی مقالات ۴/ ۲۰۷-۲۰۸)۔

(۲) مسلمانوں کے علاقوں میں جو گوشت فروخت ہورہا ہو اگر اس کے ذابح کے بارے میں علم نہ ہو تو اس کو یہ سمجھا جائے کہ یہ شرعی طریقے کے مطابق ذبح شدہ ہے اور اس گوشت کا کھانا حلال ہے، الا یہ کہ اس گوشت کے بارے میں یہ معلوم ہوجائے کہ اس کے ذبح کرنے والے نے اس کو شرعی طریقے پر ذبح نہیں کیا ہے تو اس صورت میں اس گوشت کا کھانا حلال نہیں ہوگا، اس کی دلیل حضرت عائشہؓ کی وہ حدیث ہے جو ''اعراب'' کے ذبح کے بارے میں منقول ہے:

''إن قومًا قالوا للنبي ﷺ: إن قوما يأتوننا بلحم لا ندرى أذكر اسم الله عليه أم لا؟ فقال سموا عليه أنتم وكلوه، قال: وكانوا حديثى عهد بالكفر'' (بخاری، حدیث نمبر: ۵۵۰)۔

''وقال الحافظ: ويستفاد منه أن ما يوجد في أسواق المسلمين محمول على الصحة'' (فتح الباری ۹/ ۶۳۵، فقہی مقالات ۸/ ۲۴۹)۔

(۳) گوشت کے علاوہ دوسری اشیاء میں اصل حلت اور اباحت ہے، لہذا دوسری اشیاء اس وقت تک جائز اور مباح سمجھی جائیں گی جب تک ان میں دلیل حرمت یقینی طور پر نہ پائی جائے، مثلاً روٹی کے اندر اصل حلت اور اباحت ہے چاہے روٹی آپ نے کسی کافر سے خریدی ہو، اس روٹی کو کھانا آپ کے لئے حلال ہے جب تک کہ یہ ثابت نہ ہوجائے کہ کوئی نجس اور حرام چیز اس میں شامل کی گئی ہے، البتہ جب یہ ثابت ہوجائے کہ اس میں فلاں حرام یا نجس چیز شامل کی گئی ہے تو اس وقت وہ روٹی حرام ہوجائے گی (درس ترمذی ۵/ ۱۲۷)۔

(۴) آج کل غیر مسلم ممالک میں خاص طور پر یہ بہت بڑا مسئلہ بن گیا ہے، اور اللہ بچائے اب تو مسلم ملکوں میں بھی مسئلہ پیدا ہوگیا ہے، وہ یہ کہ غیر مسلم ممالک میں بہت سی ایسی اشیاء فروخت ہوتی ہیں جن کے اندر کسی نجس یا حرام چیز کے شامل ہونے کا احتمال ہوتا ہے، لہذا ان اشیاء میں مندرجہ بالا اصول سے یہ مسئلہ نکل آئے گا کہ اگر گوشت کے علاوہ کوئی چیز ہے اور اس چیز کے بارے میں شک ہورہا ہے کہ اس میں کوئی ناجائز چیز تو نہیں

[1] مدرسہ ریاض العلوم گورینی، جونپور۔

ملی ہوئی ہے تو جب تک اس میں کوئی ناجائز یا حرام چیز کے شامل ہوجانے کا یقین حاصل نہ ہوجائے اس وقت تک اس چیز کو کھانا جائز ہے، مثلاً ڈبل روٹی ہے، بعض ڈبل روٹیوں کے بارے میں یہ سننے میں آیا ہے کہ اس میں کوئی نجس یا حرام چیز شامل ہوتی ہے، مثلاً بعض اوقات ڈبل روٹی پر مردار کی چربی لگادیتے ہیں، لیکن ڈبل روٹی میں اصل حلت ہے؛ لہٰذا جب تک ہمیں یقین سے یہ معلوم نہ ہوجائے گا کہ اس ڈبل روٹی میں فلاں حرام اور نجس چیز شامل ہے اس وقت تک ڈبل روٹی کھانے کی گنجائش ہے، اور ناواقفیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس ڈبل روٹی کو کھاسکتے ہیں اور بہت زیادہ کنج کاؤ میں پڑنے کی ضرورت نہیں، ہاں اگر یقین سے یہ معلوم ہوجائے کہ بازار میں کوئی بھی ڈبل روٹی ایسی نہیں ہے جو کسی نہ کسی نجس اور حرام چیز کی آمیزش سے خالی ہو تو اس صورت میں ڈبل روٹی کھانا جائز نہیں ہوگا (درس ترمذی ۵/۱۲۵)۔

(۵) زیادہ تحقیق میں نہیں پڑنا چاہئے، جن اشیاء میں اصلاً اباحت ہوتی ہے ان میں صرف شک وشبہ کی وجہ سے حرمت نہیں آتی جب تک کہ حرمت کا یقین نہ ہوجائے؛ چنانچہ حضرت عمر فاروق ؓ کا مؤطا امام مالک میں مشہور واقعہ آیا ہے کہ آپ ایک جنگل و بیابان سے گذر رہے تھے، راستے میں وضو کے لئے پانی کی ضرورت پیش آئی تو ایک حوض راستے میں نظر آیا، حضرت عمرو بن عاص ؓ بھی ساتھ میں تھے، حضرت عمرو بن عاص ؓ نے دیکھا کہ سامنے سے حوض کا مالک آرہا ہے اس سے آپ نے یہ پوچھنا شروع کردیا کہ ''یا صاحب الحوض! ہل ترد حوضک السباع''؟ اس سے پہلے کہ وہ حوض والا کچھ جواب دیتا، حضرت فاروق اعظم ؓ نے اس سے فرمایا: ''یا صاحب الحوض لاتخبرنا'' یعنی ہمیں یہ مت بتانا کہ اس حوض پر درندے آتے ہیں یا نہیں؟

اس سے معلوم ہوا کہ اشیاء مباحہ میں اگر شک پیدا ہوجائے تو اس شک کی وجہ سے وہ چیز حرام نہیں ہوتی اور حضرت فاروق اعظم ؓ کے اس عمل سے یہ پتہ چلا کہ کسی چیز کی بہت زیادہ تحقیق اور کاوش کرنا بھی ضروری نہیں کہ انسان ہر چیز کی کھود کرید میں لگ جائے کہ اس چیز کے اندر کیا حرام چیز شامل ہے؟ فلاں چیز میں کیا اجزاء ہیں؟ اس لئے کہ جب شریعت نے تمہیں شک کے باوجود اس چیز کو استعمال کرنے کی اجازت دی ہے تو پھر یہ ناواقفیت بھی ایک نعمت ہے، اس نعمت کو تحقیق کرکے زائل کرنے کی کوشش مت کرو، بعض لوگ ہر چیز کی بال کی کھال نکالنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں، مثلاً یہ کہ ڈالڈا گھی میں فلاں چیز شامل ہے اور اب اس کی تحقیق کے پیچھے پڑ گئے، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب ؒ کے پاس ایک شخص آیا کرتے تھے، وہ اس تحقیق میں لگے ہوئے تھے کہ ڈالڈا گھی میں ایسی چیز شامل ہے جو نجس یا حرام ہے، روزانہ حضرت مفتی صاحب ؒ کے پاس کبھی اخبار لاکر دکھاتے کبھی کچھ لاکر دکھاتے، اور بتاتے کہ دیکھئے اخبار میں یہ آیا ہے، فلاں رسالے میں یہ آیا ہے، حضرت مفتی صاحب فرماتے کہ میں اس کو نہیں پڑھتا اس کو واپس لے جاؤ، تم خود پڑھ لینا، بہرحال ان اشیاء میں عموم بلوی ہے، ساری قوم اس کے اندر مبتلا ہے، اور ہم اس کے مامور بھی نہیں کہ بلاوجہ بہت زیادہ کھود کرید کریں؛ اس لئے کہ اگر بہت زیادہ کھود کرید کی جائے گی تو دنیا میں کوئی چیز حلال نہیں رہے گی۔

(درس ترمذی ۵/۱۲۹)۔

(۶) وہ خبر جو دیانات سے متعلق ہو مثلاً حلت، حرمت، طہارت، نجاست، نکاح، طلاق وغیرہ، اس میں باتفاق فقہاء مسلم عادل ثقہ کی خبر معتبر ہوگی، کافر فاسق کی خبر شرعاً غیر معتبر ہے۔

''وشرط العدالة في الديانات وهي التي بين العبد والرب كالخبر عن نجاسة الماء'' (شامی ۹/۴۹۸)۔

(۷) اور جو چیزیں معاملات دنیویہ کے قبیل سے ہوں جیسے بیع، شراء، ہبہ، کفالہ، حوالہ، وکالہ وغیرہ، اس میں خبر واحد معتبر ہے خواہ مخبر عادل ہو یا فاسق، مسلم ہو یا کافر، بشرطیکہ سامع کو مخبر کی صدق پر اطمینان ہوجائے، اس میں اسلام کی شرط نہیں اگر چہ ضمناً اس خبر دنیویہ سے کوئی دینی مسئلہ اور حکم بھی معلوم ہوجائے۔

''يقبل قول كافر ولو مجوسيًا قال اشتريت اللحم من كتابي فيحل أو قال اشتريته من مجوسي فيحرم، ولا يرده بقول الواحد وأصله أن خبر الكافر مقبول بالإجماع في المعاملات لا في الديانات، وعليه يحمل قول الكنز. ويقبل

قول الكافر فى الحل والحرمة، يعنى الحاصلين فى ضمن المعاملات لا مطلق الحل والحرمة كما توهمه الزيلعى''۔

(شامی ۹/ ۴۹۷)۔

(۸) جب حلال وحرام دونوں قسم کی اشیاء موجود ہوں اور حلال کا صحیح علم نہ ہو تو ایسی صورت میں اگر اکثر حلال ہے تو تحری کے ذریعہ فیصلہ کرنا جائز ہے، اور اگر اکثریت حلال چیزوں کی نہیں ہے تو تحری سے فیصلہ کرنا جائز نہیں، لیکن علامات وقرائن کے ذریعہ حلال وحرام کی تعیین جائز ہے اور علامات کے ذریعہ فیصلہ شرعاً معتبر ہے۔

''غنم مذبوحة وميتة، فإن كانت المذبوحة أكثر تحرى وأكل وإلا بأن كانت الميتة أكثر أو استويا لايتحرى لو فى حالة الاختيار بأن يجد ذكية وإلا تحرى وأكل مطلقًا (فى الشامية)، لا يتحرى أى إن لم يكن هناك علامة تعلم بها ذكية فإن كانت فعليه الأخذ بها كما فى الدر المنتقى، قال فى غاية البيان قالوا: من علامة الميتة أنها تطفو فوق الماء والذكية لا، والأصح أن علامة المذكاة خلو الأوداج من الدم وعلامة الميتة امتلاؤها منه (شامى ۱۰/ ۴۵۹)۔ أقول أن المدار على غلبة الظن فلينظر المبتلى القرائن (شامى ۹/ ۳۹۸)، يجب أن يعلم أن العمل بغالب الرأى جائز فى الديانات وفى باب المعاملات (ہنديه۵/ ۳۱۳)، ولنا أن الغلبة تنزل منزلة الضرورة فى إفادة الإباحة، ألا ترى أن أسواق المسلمين لا تخلو عن المحرم المسروق والمغصوب ومع ذلك يباح التناول اعتمادًا على الغالب، وهذا لأن القليل لا يمكن الاحتراز عنه ولا يستطاع الامتناع منه فسقط اعتباره دفعًا للحرج كقليل النجاسة وقليل الانكشاف بخلاف ما إذا كانا نصفين أو كانت الميتة أغلب لأنه لا ضرورة فيه'' (فتح القدير ۱۰/ ۵۶۱)۔

(۹) اور مخبر کا خبر دینے کے لئے سامنے موجود ہونا ضروری نہیں، لہذا اس کی خبر میں تحریر وغیرہ بھی معتبر ہوگی، بشرطیکہ اس تحریر کا مخبر کی طرف سے ہونے کا ظن غالب ہو جائے (تفصیل کے لئے دیکھئے: احسن الفتاوی ۴/ ۴۱۸-۴۲۰)۔

لیبارٹری جانچ کا حکم:

لیبارٹری جانچ میں اشیاء کے آثار وعلامات دیکھ کر اس کے وجود وعدم وجود کا فیصلہ کیا جاتا ہے، لہذا وہ زمانہ قدیم کے قیافہ شناس اور رمز شناس اطباء کے خبروں کے حکم میں ہوگی، اور اس کی رپورٹ پر شرعاً وہ احکام مرتب ہوں گے جو قرائن وعلامات پر احکام مرتب ہوتے ہیں:

''القيافة مصدر قاف بمعنى تتبع أثره ليعرفه، يقال: فلان يقوف الأثر ويقتافه قيافة، وفى لسان العرب: أن القائف هو الذى يتتبع الآثار ويعرفها، ويعرف شبه الرجل بأخيه وأبيه، ولا يخرج المعنى الاصطلاحى للقيافة ومشتقاتها عن المعنى اللغوى المتعلق بتتبع الأثر ومعرفة الشبه، ففى التعريفات للجرجانى وفى دستور العلماء أن القائف هو الذى يعرف النسب بفراسته ونظره إلى أعضاء المولود'' (موسوعه ۳۴/ ۹۲)، القرينة فى الاصطلاح: العلامة الدالة على شئ مطلوب'' (موسوعه ۳۴/ ۹۴)۔

غنم مذبوحة وميتة فإن كانت الميتة أكثر لا يتحرى إن لم يكن هناك علامة تعلم بها ذكية فإن كانت فعليه الأخذ بها كما فى الدر المنتقى، قال فى غاية البيان قالوا: من علامة الميتة أنها تطفو فوق الماء والذكية لا، والأصح أن علامة المذكاة خلو الأوداج من الدم وعلامة الميتة امتلاؤها منه'' (شامى ۱۰/ ۴۵۹)، يجب أن يعلم أن العمل بغالب الرأى فجائز فى الديانات وفى باب المعاملات (ہنديه ۵/ ۳۱۳) أقول أن المدار على غلبة الظن فلينظر المبتلى القرائن'' (شامى ۹/ ۴۹۸)۔

لیبارٹری جانچ میں اگر مصنوعات کے اجزاء ترکیبیہ کے بارے میں معلومات دی جائیں تو ایسی صورت میں قابل اعتماد کسی بھی لیبارٹری کی

رپورٹ پر عمل کرنا جائز ہے، کیونکہ اس وقت یہ رپورٹ باب دیانات کی قبیل سے نہ ہوگی؛ لیکن اگر اجزاء ترکیبیہ کو معلوم کرکے اسی لیبارٹری میں حلت اور حرمت کا حکم لگایا جائے تو اس وقت جانچ کنندگان کا مسلمان ہونا لازم ہوگا، کما فی الشامیہ (۹/ ۴۹۷ ـ ۴۹۸)۔

خلاصۂ جواب:

گوشت کے علاوہ دوسری تمام غذائی اشیاء خواہ وہ مصنوعات ہوں یا غیر مصنوعات ان میں اصل حلت اور طہارت ہے، حرمت ونجاست کے شک وشبہ سے یہ چیزیں حرام ونجس نہیں ہوں گی، اور حضرت عمر فاروقؓ کا "یا صاحب الحوض لا تخبرنا" والا واقعہ اس باب میں نص ہے کہ کسی چیز کے بارے میں بہت زیادہ تحقیق وکاوش کرنا ضروری نہیں کہ انسان ہر چیز کی کھود کرید میں لگ جائے کہ اس چیز کے اندر کوئی حرام شامل ہے یا نہیں، فلاں چیز میں کیا کیا اجزاء شامل ہیں، اس لئے کہ جب شریعت مطہرہ نے شک کے باوجود استعمال کرنے کی اجازت دی ہے تو پھر یہ ناواقفیت بھی ایک نعمت ہے اور اس نعمت کو تحقیق کرکے زائل کرنے کی کوشش کرنا نعمت کی ناقدری ہے، جیسا کہ اس سلسلہ میں تفصیلی بحث گذر چکی ہے۔

"أن عمر بن الخطاب خرج في ركب فيهم عمرو بن العاص حتى وردوا حوضًا فقال عمرو بن العاص لصاحب الحوض: يا صاحب الحوض هل ترد حوضك السباع؟ فقال له عمر بن الخطاب: يا صاحب الحوض لا تخبرنا فإنا نرد على السباع وترد علينا" (مؤطا امام مالک/ ۸)۔

جواب ۱- گوشت کے بارے میں حلت وحرمت کا حکم لگانے والے بورڈ کے ارکان میں مندرجہ ذیل شرائط کا ہونا لازم ہے:

(۱) تمام ارکان کا قابل اطمینان متدین مسلمان ہونا؛ کیونکہ یہ باب دیانات کے قبیل سے ہے جس میں کسی کافر یا فاسق کی خبر کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں،

"خبر الواحد يقبل في الديانات إذا كان مسلمًا عادلًا الخ" (ہندیہ ۵/ ۳۰۸)۔

(۲) ذبح کا عمل ان ارکان کی نگرانی میں انجام پائے یا ان کے معتبر مسلم نمائندہ کی نگرانی میں انجام پائے۔

(۳) ذبح سے لے کر پیکنگ تک کے تمام مراحل ان مسلم ارکان بورڈ کے اپنے سامنے یا ان کے کسی مسلمان معتمد نمائندہ کی موجودگی میں انجام پائیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: نظام الفتاوی ۳/ ۴۹۰)؛ لیکن اگر گوشت کی حلت وحرمت کا حکم نہ لگانا ہو بلکہ گوشت کے علاوہ کسی دوسری چیز کی حلت وحرمت کا حکم لگانا ہو تو اس کے بورڈ کے ارکان میں درج ذیل شرائط کا موجود ہونا لازم ہے:

(۱) بورڈ کے ارکان کا مسلمان ہونا، (۲) کسی بھی اطمینان بخش طریقے سے ان اشیاء میں حرام چیز کے شامل نہ ہونے کا اطمینان کرلینا، خواہ اطمینان لیبارٹری جانچ سے حاصل کی جائے یا اپنے کسی مسلم نمائندہ کے ذریعہ۔

"خبر الواحد يقصد في الديانات كالحل والحرمة والطهارة والنجاسة إذا كان مسلمًا عادلًا ذكرًا أو أنثى" (ہندیہ ۵/ ۳۰۸)۔

"يجب أن يعلم بأن العمل بغالب الرأي في الديانات وفي باب المعاملات" (ہندیہ ۵/ ۳۱۲)۔

جواب ۲- مصنوعات کے بارے میں اگر حلال اور حرام، پاک وناپاک کی خبر دینا ہے تو ان کی خبر معتبر ہونے کے لئے ثقہ مسلمان کا ہونا شرط ہے۔ حلت وحرمت اور نجاست وطہارت میں کسی غیر مسلم کی خبر باتفاق فقہاء غیر معتبر ہے؛ لیکن اگر ان مصنوعات میں شامل اجزاء کی اطلاع فراہم کرنا ہو، حلت وحرمت اور نجاست وطہارت کا حکم لگانا نہیں ہو یعنی بورڈ کے ارکان کی ذمہ داری صرف اجزائے ترکیبیہ کو بتلانا ہو اس کی حلت وحرمت سے قطع نظر تو اس اطلاع میں غیر مسلم کی خبر پر بشرط اطمینان عمل کرنا جائز ہے؛ کیونکہ اجزاء ترکیبیہ کی اطلاع فراہم کرنا یہ دیانات کے قبیل سے نہیں ہے گرچہ ضمناً اجزائے ترکیبیہ کے علم سے حکم شرعی کا بھی پتہ چل جائے گا، لیکن جب براہ راست حکم شرعی نہیں لگایا گیا تو دیانات کے قبیل سے نہ ہونے کی وجہ سے غیر مسلم کی خبر بھی معتبر ہوگی۔

"ويقبل قول كافر قال اشتريت اللحم من كتابي فيحل، وأصله أن خبر الكافر مقبول بالإجماع في المعاملات لا في الديانات وعليه يحمل قول الكنز، ويقبل قول الكافر في الحل والحرمة: يعني الحاصلين في ضمن المعاملات لا

مطلق الحل والحرمة كما توهمه الزيلعي" (شامی ۹/ ۴۹۷)۔

جواب ۳- مشینی جانچ میں چونکہ آثار وعلامات اور قرائن سے فیصلہ ہوتا ہے اور حلت وحرمت میں قرائن سے فیصلہ کر کے عمل کرنا جائز ہے؛ اس لئے اگر مشینی معلومات پر اطمینان ہو تو اس کی رپورٹ کے مطابق عمل کرنا جائز ہے بشرطیکہ جانچ کنندگان معتبر مسلمان ہوں۔

جواب ۴- مصنوعات کی اجزائے ترکیبیہ کی بابت اطلاع فراہم کرنے والے لیبارٹری کے ارکان کا مسلمان ہونا بہر حال احوط ہے؛ لیکن اگر صرف اجزائے ترکیبیہ کو معلوم کرنا ہو تو لیبارٹری کے افراد کا مسلمان ہونا لازم نہیں، اور غیر مسلم لیبارٹری کی اجزائے ترکیبیہ کی رپورٹ پر اگر مسلم ارکان بورڈ کو اطمینان ہو تو ان کے لئے اس لیبارٹری کی رپورٹ کی بنیاد پر حلت وحرمت، نجاست وطہارت کا فیصلہ کرنا جائز ہے؛ لیکن لیبارٹری کی رپورٹ سے اگر حلت وحرمت کا حکم لگانا ہے تو اپنی لیبارٹری کا انتظام ضروری ہے، اور اگر صرف اجزائے ترکیبیہ کو معلوم کرنا ہے تو کسی بھی معتبر لیبارٹری سے ارتباط کافی ہے۔

ایک اہم نوٹ:

گوشت کے علاوہ مارکیٹ میں ملنے والی دوسری غذائی مصنوعات ومشروبات کی حلت وحرمت، نجاست وطہارت کا فیصلہ کرنے کے لئے کسی بورڈ کی تشکیل عقلاً وشرعاً مناسب نہیں، شرعاً اس لئے نہیں کہ جہالت اس باب میں ایک نعمت ہے جیسا کہ حضرت عمرؓ کے اثر سے معلوم ہوا، اور اس نعمت سے فائدہ اٹھانے کی اجازت ہے اور بورڈ کی تشکیل سے اس نعمت کی ناقدری ہوگی اور مسلمان غذائی مصنوعات ومشروبات میں تنگی کے شکار ہوں گے؛ جبکہ ضرورت حرج وتنگی کو دور کرنے کی ہے نہ کہ حرج وتنگی کو پیدا کرنے کی، "المشقة تجلب التيسير، الحرج مدفوع، الدين يسر"۔ البتہ گوشت کی حلت وحرمت کا پتہ لگانے کے لئے بورڈ کی تشکیل کی ضرورت ہے؛ کیونکہ اس میں اصل حرمت ہے، لہذا شک وشبہ سے حلت ثابت نہیں ہو سکتی۔

فقط واللہ اعلم۔

☆☆☆

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی [1]

آج دنیا جس تیزی سے اپنا رخ بدل رہی ہے کہ کہنا مشکل ہورہا ہے: کیا حلال ہے اور کیا حرام، غذائی وخوردنی اشیاء تو کجا استعمالی مصنوعات بھی اس شبہ سے پاک وصاف نہیں رہیں، مغربی طرز فکر، نام نہاد حریت وآزادی کا پروپیگنڈہ نے آوارہ گردی کو جس قدر ہوا دیا ہے کہ الامان والحفیظ۔

انسان گوشت وپوست کے لحاظ سے ایک ڈھانچہ رہ گیا، روح ومعنی کے لحاظ سے حیوان سے بھی بدتر ہورہا ہے، جو چاہا کھالیا، جس چیز کی خواہش ہوئی استعمال کرلیا، ذہن ودماغ میں یہ تصور تک باقی نہیں رہا کہ جو چیز استعمال کررہا ہے وہ جسمانی لحاظ سے بھی مضر ہے یا نہیں، شریعت سے ہم آہنگ ہے یا نہیں۔

لیکن اس بادخزاں کے جھونکوں میں امید بہاراں بھی ہے، نہیں کہا جاسکتا تھا کہ یورپ ومغرب میں آباد مسلمان دین وایمان کو اتنا گلے لگائیں گے جو اسلامی ماحول میں رہنے والے باشندوں کو حیران وششدر کردے گا، ایسے ممالک جہاں الحاد ولادینیت ہی اساس وبنیاد ہے وہاں حلال وحرام کی تمیز کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے، لیکن پھر بھی ان مسلمانوں کی ایمانی غیرت ہے کہ حلال کو حلال اور حرام کو حرام باور کرانے کے لئے ہمہ وقت کوشاں ہیں اور ان کی کوشش بارآور بھی ہے، رفتہ رفتہ لوگوں کے دل ودماغ قبول کرنے لگے ہیں، کسی بھی چیز کو ہاتھ لگانے سے پہلے ان کی نگاہ اس مہر پر جاتی ہے جو حلال کمپنیوں کی طرف سے لگایا جاتا ہے، اگر معتبر کمپنی کی جانب سے سیل ہے تو لیتے ہیں ورنہ اٹھانے کی زحمت بھی گوارہ نہیں کرتے۔

آج جبکہ ہندوستان بھی عالمی منڈی میں عالمی وتجارتی وقار بنارہا ہے، عجب نہیں کہ یہاں کی فضا بھی مغرب زدہ ہوکر مسموم ہوجائے بلکہ بعض خطے اس سے متاثر ہوچکے ہیں، ضرورت ہے کہ ایسی تنظیم قائم ہو جو کہ اپنے اعمال وکردار کے لحاظ سے لوگوں میں اعتماد ووثوق پیدا کرسکے، اس کے خطوط وسطور ایسی تیار ہوں کہ کسی کو شرعی نقطہ نظر سے اشکال کا موقع نہ ہو، اور اس کی تصدیق وتائید کو مقبولیت بھی ہو۔

ادارہ کا تشکیلی ڈھانچہ:

تصدیق کرنے والے ادارے کے ذمہ بنیادی طور پر تین کام ہوں گے:

(۱) اس بات کی تحقیق کہ کمپنیوں میں کن کن اجزاء سے مصنوعات تیار کی جاتی ہیں۔

(۲) ان اجزاء کا حکم شریعت اسلامی میں کیا ہے، اس کی تشریح وتحلیل کس طرح ہوگی۔

(۳) جو اجزاء شامل ہیں اگر حرام ہیں تو وہ اس مصنوع میں اپنی حقیقت وماہیت کھوچکی ہے یا ان میں وہ اجزاء بعینہ موجود ہیں؛ اس لئے کہ حرام اشیاء بھی انقلاب ماہیت کے بعد حلال ہوجاتی ہیں، اس لئے کسی بھی حکم کو مرتب کرنے سے پہلے اس نوعیت سے غور کرنا بھی ضروری ہے۔

ان تینوں ذمہ داریوں کو کما حقہ ادا کرنے کے لئے حسب ضرورت افراد رکھے جائیں، لہذا اس بات کی جستجو کہ مصنوع کن اجزاء سے تیار ہوا ہے، اس کام کے لئے معتمد اور فعال رجال کار کی ضرورت ہے، جو ایسی فیکٹریوں کا دورہ کرسکیں جہاں وہ مصنوعات تیار کی جاتی ہیں، وہاں جاکر ضروری معلومات فراہم کریں، اور ضرورت محسوس ہو تو ان اجزاء کو خود دیکھیں، اس کام کے لئے علماء کا ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ معاملہ فہم انسان کا ہونا کافی ہوگا۔

---

[1] استاذ حدیث مدرسہ حسنیہ کایم کولم، کیرالہ۔

ان اجزاء کا شرعی حکم تلاش کرنے اور معلوم کرنے کے لئے باخبر علماء کی شمولیت ضروری ہے، جن سے مذکورہ بالا حضرات اجزاء کی تفصیل بیان کریں گے اور وہ علماء اس کا حکم بیان کریں گے۔

نیز ان مشمولہ اجزاء کی حقیقت و ماہیت تبدیل ہوئی ہے یا نہیں اس کے لئے جانکار ماہرین کا ہونا بھی ضروری ہے جو انقلاب ماہیت کی حقیقت سے واقف ہوں، اور اپنے فن اور تجربے سے فیصلہ کرنے کی قدرت رکھتے ہوں، ضرورت پڑنے پر مشینی آلات کو بھی استعمال کرنے کی صلاحیت ہو تا کہ اس کے ذریعہ صحیح رہنمائی مل سکے۔

ان تینوں جہات کے اتفاق، اور تصدیق کے بعد حلال وحرام کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

ادارہ کا کام یہاں پر ختم نہیں ہوا، بلکہ اس کی ذمہ داری ہے کہ ہر مرتبہ سامان کی تیاری کے موقع پر متعلقہ افراد کو متحرک رکھے، صرف ایک مرتبہ تحقیق حال کر کے مطمئن ہو جانا ٹھیک نہیں ہے، ایسے واقعات وحوادث سامنے آئے ہیں کہ جب انکوائری ہوئی تو چیزیں ٹھیک ٹھاک تھیں، بعد میں صورت حال بدل گئی۔

نیز ادارہ کو چاہئے کہ اپنا مونوگرام بنائے، اور ہر پیکٹ اور ڈبہ پر اسٹیکر کے ساتھ مونوگرام بھی چسپاں کرے، نیز برابر نگرانی رہے کہ اس کا غلط استعمال تو نہیں ہو رہا ہے، اس لئے کہ قوم مسلم نے اسی اسٹیکر پر اعتماد کیا ہے، تھوڑی سی کوتاہی ان کو حرام میں مبتلا کر دے گی۔

اسی طرح ایسے ادارہ کے لئے مناسب ہے کہ مسلمانوں کی بڑی تنظیموں سے مل کر اپنا طریقہ کار بتائے، اور ان کی تصدیق وتوثیق حاصل کرے، تا کہ ان تنظیموں کی سرپرستی حاصل رہے، اگر اس طرح کیا گیا تو بہت سے فتنوں کا سد باب بھی ہوگا، اور سرٹیفکٹ جاری کرنے میں کوئی قباحت بھی نہیں ہوگی۔

سرٹیفکٹ مندرجہ ذیل امور پر مرکوز ہونی چاہئے:

(۱) مصنوع مذکور میں کسی بھی حرام شئی کی آمیزش نہیں ہے۔

(۲) اس کی تیاری میں حرام چربی وغیرہ کا استعمال خواہ کسی غرض سے ہو، نہیں ہوا ہے۔

(۳) اگر لحمی اجزاء پائے جاتے ہیں تو وہ حلال جانور کے ہیں جن کو شریعت کے ضابطے کے مطابق ذبح کیا گیا ہے۔

(۴) حلال جانور کا کوئی ایسا جز بھی شامل نہیں ہے جس کا کھانا جائز نہیں ہے۔

(۵) اگر حرام جز یا حرام لحمی اجزاء سے بنانے میں مدد لی گئی ہے تو اس کی ماہیت وحقیقت مکمل طور پر ختم ہو چکی ہے، اس کی مکمل طور پر جانچ پڑتال کر لی گئی ہے، مختلف جہتوں سے اس پر اطمینان کر لیا گیا ہے۔

کن لوگوں کی خبروں کو قبول کیا جائے:

شہادت وخبر دو چیزیں الگ الگ ہیں، شہادت کے سلسلہ میں بہت احتیاط برتا گیا ہے، ہر شخص کی شہادت کو قبول نہیں کیا گیا، جبکہ خبر کی بابت بہت سی چیزوں کو گوارہ کر لیا گیا ہے، لیکن گواہی وشہادت کے باب میں بھی بعض اوقات ان حضرات کی شہادت قبول کر لی جاتی ہے، جن کی شہادت عام حالات میں قابل قبول نہیں ہوتی ہے، مثلاً عورتوں کی شہادت عام طور پر اس وقت قبول ہوتی ہے جبکہ ان کے ساتھ مرد بھی ہوں، بلکہ بعض اوقات عورتوں کو شہادت کے میدان سے بالکلیہ الگ رکھا جاتا ہے، لیکن وہ معاملات جن میں آگاہی عورتوں پر ہی موقوف ہو جیسے بکارت وثیوبت، حیض وحمل، اسقاط، اور عورتوں کے عام پوشیدہ عیوب میں صرف ایک عورت کی گواہی پر فیصلہ ہوتا ہے۔

''لا تقبل شهادة النساء بانفرادهن فيما يطلع عليه الرجال بالإجماع، وما لا يطلع فيه الرجال يقبل فيه شهادة المرأة الواحدة، فإن كانت امرأتان أو ثلاث فذلك أحب إليّ'' (فتاوی تارتارخانیہ ۱۱/ ۴۱۹، كتاب الشهادة، الفصل الثاني: أقسام الشهادة، ط: زكريا)۔

(صرف عورتوں کی گواہی ان امور میں جن پر مرد بھی مطلع ہو سکتے ہیں بالاتفاق مقبول نہیں ہے، اور جہاں مرد کو اطلاع نہیں ہو سکتی وہاں ایک عورت کی شہادت بھی مقبول ہے، اگر وہ دو یا تین ہوں تو زیادہ بہتر ہے)۔

خبر کے باب میں وسعت ہے، ہر معاملہ میں ایک عادل مسلمان کی خبر معتبر ہوتی ہے، اسی طرح معاملات میں تو کافر کا قول معتبر ہے ہی اگر دیانت کا باب ہے لیکن معاملات کے ضمن میں ہے یعنی خالص دیانت کا مسئلہ نہیں ہے تو اس میں بھی فقہاء نے کافر کا قول معتبر مانا ہے۔

''لا يقبل قول الكافر فى الديانات إلا إذا كان قول الكافر فى المعاملات يتضمن قبوله فى الديانات فحينئذ تدخل الديانات فى ضمن المعاملات فيقبل قوله فيها ضرورة '' (عالمگیری ۵/ ۳۰۸، كتاب الكراهية، الباب الاول فى العمل بخبر الواحد، بيروت)۔

(دینی امور میں کافر کا قول مقبول نہیں ہے الا یہ کہ معاملات کی بابت کافر کا قول متضمن ہو دیانات میں قبول کرنے کو، تو اس وقت دیانات، معاملات میں داخل ہوں گے اور ضرورتاً اس کا قول مقبول ہوگا)۔

اس کی مثال بھی فقہاء پیش کرتے ہیں:

''من أرسل أجيرًا له مجوسيًا أو خادمًا فاشترى لحمًا فقال: اشتريته من يهودى أو نصرانى أو مسلم وسعه أكله، وإن كان غير ذلك لم يسعه أن يأكل منه۔ ۔۔۔'' (عالمگیری ۵/ ۳۰۸، كتاب الكراهية، الباب الاول فى العمل بخبر الواحد)۔

(کسی نے اپنے مجوسی مزدور یا خادم کو بھیجا، پس اس نے گوشت خریدا اور کہا: میں نے اسے کسی یہودی یا نصرانی یا مسلمان سے خریدا ہے تو اس کو کھانا جائز ہے، اور اگر اس کے علاوہ ہو تو کھانا جائز نہیں ہے)۔

ظاہر ہے کہ کسی فیکٹری و کمپنی میں اجزاء مصنوعات کی تحقیق و تفتیش خالص دیانت کا باب نہیں ہے؛ بلکہ اصلاً معاملات میں سے ہے جو دیانت کو متضمن ہے، اس لئے صرف مسلمان کے قول کو ہی نہیں بلکہ معتبر قابل اعتماد غیر مسلم کا قول بھی قابل قبول ہونا چاہئے۔

مشینی آلات سے معلومات:

بعض اوقات تحقیق و تفتیش میں جدید آلات بہت مفید ہوتے ہیں، مثلاً اشیاء خوردنی میں حرام اجزاء مخلوط ہے، اب یہ معلوم کرنا ہے کہ اس کے وہ مخصوص اوصاف جن کی وجہ سے اس کی شناخت ہے کیا بعینہ موجود ہیں یا تبدیل ہو چکی ہیں، جن پر انقلاب ماہیت منحصر ہے، تو ایسے وقت میں مشین کے ذریعہ بآسانی معلوم ہو سکتا ہے، خبر کے سلسلہ میں ایک بنیادی بات یہ ہے کہ اس وقت عمل کرنا جائز ہوتا ہے جبکہ مخبر کا صادق ہونا ظن غالب ہو۔

''يجب أن يعلم بأن العمل بغالب الرأى جائز فى باب الديانات وفى باب المعاملات'' (عالمگیری ۵/ ۳۱۳، كتاب الكراهية، الباب الثالث فى العمل بغالب الرأى، بيروت)۔

(ظن غالب پر عمل کرنا دیانات و معاملات کے باب میں جائز ہے)۔

مشینی آلات سے کم از کم ظن غالب کی کیفیت تو ضرور پیدا ہو جاتی ہے، پھر صرف مشین پر انحصار نہیں ہوتا ہے، بلکہ رپورٹ جو کہ مشین چلانے والا تیار کرتا ہے اس پر انحصار ہوتا ہے، اس لئے ایسے آلات سے مدد لی جائے گی، لہذا اس بات کو کسی ادارے کے لئے ضروری قرار نہیں بھی دیا جائے تو کم از کم بہتر اور احسن تو ضرور ہونا چاہئے، کہ وہ یا تو خود انتظام کرے، یا کسی معتبر لیباریٹری سے رابطہ رکھے تا کہ ضرورت کے وقت اس سے مدد لی جاسکے۔



حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات

مفتی انور علی اعظمی [1]

سوال (۱): حلال مصنوعات کی تصدیق کرنے والے ادارہ کا تشکیلی ڈھانچہ کس نوعیت کا ہونا چاہئے؟

جواب: حلال سرٹیفکٹ کا اجراء ایک اہم مذہبی ذمہ داری ہے، اور اس وقت ایسے ادارہ کا قیام جو اس کو ایمانداری اور دیانتداری کے ساتھ انجام دے سکے، ہندوستانی مسلمانوں کی ایک بنیادی ضرورت ہے، اس لئے کہ کھانے پینے کے سامانوں کے علاوہ ٹوتھ پیسٹ، صابون اور آرائش وزیبائش کے سامانوں میں طرح طرح کے شکوک وشبہات لوگوں کے ذہن میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ علماء کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ تحقیق وتفتیش کے بعد عوام الناس کو صحیح صورت حال سے باخبر کریں، ایسے ادارہ کے تشکیلی ڈھانچہ میں اس موضوع سے آگاہ علماء اور ارباب افتاء کی ضرورت ہے، اور ایسے ہی یہ بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں کی اپنی لیبارٹری ہو، جس کے ذریعہ ماہرین ان مصنوعات کے اجزاء کا واقعی تجزیہ کرسکیں۔ باہر سے آنے والے سامان اور اندرون ملک تیار کئے جانے والے سامان جس میں بھی شبہ ہو اس کی جانچ کرنا اور حلال وحرام کے احکام سے آگاہ کرنا علماء کا کام ہے اور اس کی حیثیت فرض کفایہ کی ہے۔

سوال (۲): ان مصنوعات کے سلسلہ میں کن لوگوں کی خبر معتبر سمجھی جائے گی؟

جواب: حرام وحلال کا مسئلہ دیانات کے قبیل سے ہے، معاملات میں تو سب کی باتوں کا اعتبار کیا جاتا ہے، لیکن دیانات یعنی دینی امور میں صرف عادل مسلمان کا قول معتبر ہے (ہدایہ ۴/۴۳۸)۔

"ویقبل فی المعاملات قول الفاسق ولا یقبل فی الدیانات إلا قول العدل ... ووجه الفرق أن المعاملات یکثر وجودها بین أجناس الناس فلو شرطنا شرطًا زائدًا یؤدی إلی الحرج فیقبل قول الواحد فیها عدلًا کان أو فاسقًا، کافرًا کان أو مسلمًا، عبدًا کان أو حرًا، ذکرًا کان أو أنثًا دفعًا للحرج. أما الدیانات لا یکثر وقوعها حسب وقوع المعاملات فجاز أن یشترط فیها زیادة شرط فلا یقبل فیها إلا قول المسلم العدل لأن الفاسق متهم والکافر لا یلتزم الحکم فلیس له أن یلزم المسلم"۔

(معاملات میں قبول کیا جائے گا فاسق کا قول اور دیانات میں نہیں قبول کیا جائے گا مگر صرف عادل مسلمان کا قول۔ دونوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ معاملات کا وجود انسانوں کی مختلف قسموں کے درمیان ہوتا ہے، پس اگر ہم کوئی زائد شرط لگائیں تو یہ چیز حرج تک پہنچادے گی، اس لئے معاملات میں ہر ایک شخص کا قول معتبر ہوگا، چاہے وہ عادل ہو یا فاسق، کافر ہو یا مسلمان، آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت، حرج کو دفع کرنے کے لئے، رہے دینی امور تو ان کا وقوع معاملات کی طرح بکثرت نہیں ہوتا، اس لئے دیانات میں زائد شرط لگانا جائز اور درست ہے، لہذا دیانات میں صرف عادل مسلمان کا قول معتبر ہوگا، کیونکہ فاسق متہم ہے، اور کافر خود حکم شرع کی پابندی نہیں کرتا، اس لئے اس کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ دوسرے کو پابند

[1] مفتی دار العلوم مئو۔

بنائے)۔

صاحب ہدایہ (۴/ ۴۳۸-۴۳۹) آگے تحریر فرماتے ہیں:

"فمن المعاملات ما ذكرنا ومنها التوكيل ومن الديانات الإخبار بنجاسة الماء . . . ومنها الحل والحرمة"۔

(پس معاملات کے قبیل سے وہ چیزیں ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا اور معاملات ہی کے قبیل سے وکیل بنانا بھی ہے، اور دیانات کے قبیل سے پانی کے پاک ناپاک ہونے کی خبر دینا ہے...... اور دیانات ہی کے قبیل سے حل وحرمت بھی ہے)۔

اس لئے حلال وحرام کے مسئلہ میں عادل مسلمان کا قول معتبر ہوگا، کافر کے قول کا اعتبار نہیں ہوگا، جو بظاہر معتبر معلوم ہوتے ہوں۔

حکم کا مدار عادل مسلمان کا قول ہوگا، کافر کے قول سے تائید ہوسکتی ہے، اس کے قول کو فیصلہ کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا۔

سوال (۳): اس سلسلہ میں مشینی آلات کے ذریعہ حاصل ہونے والی معلومات کا کیا درجہ ہوگا؟ کیا ایسے ادارہ کے لئے اپنی لیبارٹری کا انتظام یا کسی دوسری معتبر لیبارٹری سے ارتباط ضروری ہوگا؟

جواب: کھانے پینے آرائش وزیبائش کے سامانوں میں بنیادی اجزاء کا پتہ لیبارٹری جانچ کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ ان مصنوعات میں شامل اجزاء کا پتہ لگانے کے لئے اپنی لیبارٹری کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر محض تخمین اور اندازہ کا کوئی اعتبار نہیں، اور اس بنیاد پر کوئی فیصلہ کرنا مناسب بھی نہیں ہوگا، اسی طرح اپنی لیبارٹری کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں کام کرنے والے ماہرین مسلمان ہوں۔

غیر مسلم کی لیبارٹری یا غیر مسلم ماہرین کے ذریعہ اگر یہ کام انجام دیا جائے گا تو وہ شرعاً درست نہیں ہوگا، کیونکہ حل وحرمت کے مسائل میں عادل مسلمان کا قول معتبر ہے، غیر مسلم کا نہیں۔ اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ بڑی کمپنیاں اپنے سامان پر حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے رشوت دے کر بھی ان کے اجزاء کی واقعی تحلیل وتجزیہ پر پردہ ڈال سکتی ہیں، اس لئے مسلمانوں کا جو ادارہ یہ کام کرے اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنی لیبارٹری قائم کرے اور اس میں ایسے مسلمان ماہرین کو رکھے جو عادل ہوں، تاکہ حلال سرٹیفکٹ کا اجراء شرعی اصول اور صحیح معیار پر ہو۔

هذا ما عندي، والله أعلم بالصواب۔

☆☆☆

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط

- قاضی محمد حسن ندوی [1]

سوال (۱) کا جواب:

تصدیقی ادارہ کا قیام باہمی مشورے اور ایک دوسرے کے تعاون سے ہوگا، اور اس کے لئے حسب ذیل طریق کار کو پیش نظر رکھنا ہوگا:

۱۔ عہد رسالت اور عہد صحابہ اور عثمانیہ حکومت میں جس طرح اسلامی نظام قائم ہوا اور اسلامی عدالت اور دار الافتاء کا قیام ہوا اور اس وقت بھی عالم عرب اور ہندوستان کے دار العلوم و مدارس کی ماتحتی میں دار الافتاء، مسلم پرسنل لا بورڈ اور امارت شرعیہ پٹنہ کی سرکردگی میں دار القضاء قائم ہے اور امت مسلمہ کو رہنمائی مل رہی ہے۔ اسی طرح یہ تصدیقی ادارہ قائم کیا جائے۔

۲۔ پورے ملک کے چیدہ اور ممتاز اہل علم میں سے سات یا دس افراد پر مشتمل ایک شورائی کمیٹی کا انعقاد ہو جن کی رائے اور مشورے سے اس ادارہ کا ہدف و منشور اور لائحہ عمل تیار کیا جائے۔

۳۔ اور ان ہی حضرات کے مشورہ سے ایک تحقیقی کمیٹی کا انتخاب ہو جو ایک طرف دینی شعور کے مالک ہوں تو دوسری طرف اس فن کے ماہر ہوں، اگر اس فن کے ماہرین میں مسلمان نہ ہوں تو غیر مسلم کی تحقیق سے استفادہ کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ وہ قابل اعتماد اور قابل اعتبار ہوں۔

۴۔ اسی طرح آگاہ علماء، ارباب افتاء، اور باشعور نوجوان فضلاء پر مشتمل ایک کمیٹی کا انعقاد ہو جو نصوص شرعیہ کی روشنی میں اور ارکان شوری کے مشورہ سے حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کر سکے۔

استدلال:

جہاں تک دلائل کا تعلق ہے تو تصدیقی ادارہ کے تعلق سے قرآن وحدیث میں صراحۃً کوئی بات نہیں ہے؛ البتہ اسلامی حکومت کے تعلق سے تین اصولی باتیں ملتی ہیں: اثبات عدل، شوری اور اولوالامر کی اطاعت، اثبات عدل کے بارے میں قرآن مجید کی کئی آیات میں وضاحت و صراحت ہے، یہاں بطور نمونہ کے چند آیات پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

''وان حکمت فاحکم بینھم بالقسط إن اللہ یحب المقسطین'' (مائدہ: ۴۲)۔

(اگر فیصلہ کرو تو لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، بے شک اللہ تعالی انصاف کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں)۔

"وأما القاسطون فکانوا لجھنم حطبًا" (جن: ۱۵) (بے انصافی کرنے والے جہنم کے ایندھن ہیں)۔

اور شوری کی اہمیت و ضرورت کے تعلق سے تو اس کے بارے میں اللہ تعالی نے رسول کو حکم دیا ہے اور مشورے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

''وشاورھم فی الأمر'' (آل عمران: ۱۵۹) (آپ پیش آمدہ امور میں صحابہؓ سے مشورہ کیجئے)۔

جس حادثہ کے بارے میں کوئی نص وارد نہ ہوئی ہو اس کے بارے میں شوری کو ایک عام اصول قرار دیا ہے، فرمان الٰہی ہے:

---

[1] استاذ حدیث وفقہ دار العلوم ماٹلی والا بھروچ گجرات۔

"وأمرهم شورى بينهم" (شوری: ۳۸) (وہ اپنے امور مشورہ سے طے کرتے ہیں)۔

اسی طرح اولوالامر کی اطاعت نص قرآنی سے ثابت ہے، ارشاد ربانی ہے:

"يا أيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم فإن تنازعتم في شيء فردوه إلى الله والرسول" (نساء: ۵۹)

(اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو اولوالامر ہیں ان کی اطاعت کرو پھر اگر کسی معاملہ میں اختلاف ہوجائے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف مراجعت کرو)۔

عہد رسالت میں مشورہ، اور غیر منصوص فیہ مسائل میں فیصلہ کا طریقہ:

اوپر کی آیات سے یہ بات عیاں ہوئی کہ اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کو بھی مشورہ کا مکلف بنایا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے حکم خداوندی کی تعمیل میں صحابہ کرام سے جس طرح مشورہ کیا ہے اس طرح آنحضور ﷺ سے زیادہ مشورہ کرنے والا کوئی نہیں تھا، اور حضور ﷺ کا یہ عمل اس بنیاد پر تھا کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"فاعف عنهم واستغفر لهم وشاورهم في الأمر فإذا عزمت فتوكل على الله" (آل عمران: ۱۵۹)

(تو آپ ان کو معاف کردیں، ان کے لئے استغفار کریں، پھر آپ کام کا عزم لیں تو اللہ پر بھروسہ کریں)۔

اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کو تین باتوں کا حکم دیا ہے کہ ان کو معاف فرمادیں، ان کے لئے پروردگار سے مغفرت کی دعا کریں اور معاملہ میں ان سے مشورہ فرمایا کریں۔

امام فخر الدین رازیؒ ان تینوں صیغوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

"إيجاب للعفو على الرسول ﷺ... أمر له بالاستغفار ... وشاورهم يقتضي الوجوب" (تفسیر کبیر ۵/ ۶۷۶۹)۔

(اس صیغہ میں رسول اکرم ﷺ پر صحابہ کرام کو معاف کرنا واجب کیا گیا ہے......اور استغفار کا حکم دیا ہے......اور "شاورھم" وجوب کا تقاضا کرتا ہے)۔

تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ منصوص فیہ مسائل میں شوری کی ضرورت نہیں تھی اور نہ ان میں مشورہ جائز تھا، اس لئے آپ ﷺ نے ان مسائل میں مشورہ نہیں کیا، البتہ غیر منصوص فیہ مسائل میں آپ نے مشورہ کیا ہے۔

مجمع الزوائد میں ہے:

"عن معاذ بن جبل أن رسول الله ﷺ لما أراد أن يسرح معاذا إلى اليمن فاستشار ناسا من أصحابه فيهم أبوبكر وعمر وعثمان وعلي وطلحة وزبير وأسيد بن حضير فاستشارهم فقال أبوبكر: لو لا إنك استشرتنا ما تكلمنا، فقال: إني فيما لم يوح إلي كأحدكم قال فتكلم كل إنسان برأيه... الخ" (مجمع الزوائد/ ۱۷۸)۔

(حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت معاذ کو یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو صحابہ کرام سے مشورہ کیا جن میں حضرت ابوبکر وعمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنھم تھے، ان حضرات سے مشورہ کیا، تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: اگر آپ ہم سے مشورہ نہیں کرتے تو ہم کچھ عرض نہ کرتے، آپ ﷺ نے فرمایا: جن معاملات میں میرے پاس وحی نہیں آتی ان میں میں تم میں سے کسی ایک کے برابر ہوں؛ چنانچہ اس کے بعد ہر ایک نے اپنی رائے بیان کی۔

بہر حال اس کی دو شکلیں ہیں:

الف: ایک صورت یہ ہے کہ رائے ایک شخص کی ہو لیکن تمام صحابہ نے تائید کردی ہو، تو آپ ﷺ نے اس کے مطابق فیصلہ کیا، اس کی کئی مثالیں ہیں، غزوہ خندق کے موقع پر تنہا حضرت سلمانؓ کی رائے تھی، لیکن بعد میں تمام صحابہ نے اس رائے کو قبول کیا اور اسی کے مطابق عمل بھی ہوا، اسی طرح اذان کے مسئلہ میں بھی حضرت عبد اللہ بن زیدؓ نے اپنے خواب کو بیان کیا تو رسول اللہ ﷺ نے وحی یا اجتہاد سے ان کے خواب کی تصدیق کی اور اسی کے مطابق

فیصلہ کیا (ابوداؤد شریف ۱/ ۲۷ مطبع مکتبہ تھانوی دیوبند)۔

ب: دوسری صورت یہ کہ امر مشورہ میں اہل رائے کا اختلاف ہو تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت رائے کے مطابق فیصلہ کیا، جیسے اسیران بدر کو فدیہ لے کر رہا کرنے کے مسئلہ میں، یا غزوہ احد کے موقع پر مدینہ طیبہ سے نکل کر مقابلہ کرنے کے سلسلہ میں، چنانچہ بیری میں مذکور ہے:

''ففي البيري على الاشباه أن المقرر عن المشائخ أنه متى اختلف في المسألة فالعبرة بما قاله الأكثر'' (شرح عقود رسم المفتي / ۸۹) (یعنی جب مسئلہ میں اختلاف ہو تو اعتبار اکثر حضرات کی رائے کا ہوگا)۔

عہد صحابہ میں مشورہ:

عہد رسالت کے بعد خلافت کا انعقاد بھی شوری سے ہوا، اور خلافت کے تمام امور مشورہ سے انجام پاتے رہے، حتی کہ حضرت ابوبکرؓ نے نئے مسائل میں شوری کی پابندی فرمائی، اپنے آخری وقت میں انہوں نے صحابہ کرام سے مشورہ کر کے حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنایا، اسی طرح حضرت عمرؓ نے بھی آخری وقت میں چھ سات نفری شوری مقرر فرمایا، اور انہوں نے حضرت عثمانؓ کا انتخاب کیا، اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ بھی اپنے پورے عہد خلافت میں شوری پر عمل فرماتے رہے (شوری کی شرعی حیثیت ۱/ ۱۲۵)۔

جہاں عراق اور شام کی زمین کا مسئلہ آیا تو غور و خوض کے لئے حضرت عمرؓ نے مہاجرین و انصار کے نمائندوں پر مشتمل شوری منعقد کی اور اس موقع پر ارشاد فرمایا:

''فلما اجتمعوا حمد الله فأثنى عليه بما هو أهله ثم قال: إني لم أزعجكم إلا أن تشتركوا في أمانتي فيما حملت من أموركم فإني واحد كواحدكم'' (كتاب الخراج: قاضي ابو يوسف، ص/ ۱۴)۔

جب سب جمع ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے باری تعالی کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ میں نے آپ حضرات کو اس لئے تکلیف دی ہے کہ آپ اس بار امانت میں شریک ہوں جو میرے اوپر ڈال دیا گیا ہے اور اس مجلس شوری میں میری حیثیت بھی تم میں سے کسی ایک فرد کے برابر ہے۔

سوال (۲) کا جواب:

خبر کا لفظ بہت ہی جامع ہے، اس کے معنی اطلاع دینے کے ہیں، اخبار اس کی جمع ہے، ''الخبیر'' اللہ تعالی کے اسماء حسنی میں سے ہے، جس کا معنی خبر دینے والا ہے، خبر کے ذریعہ کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے کا علم ہوتا ہے، فن حدیث میں خبر سے حدیث مراد ہوتی ہے، علامہ ابن حجر کے حوالہ سے صاحب موسوعہ لکھتے ہیں:

''قال ابن حجر العسقلاني الخبر عند علماء الفن مرادف للحديث فيطلقان على المرفوع وعلى الموقوف والمقطوع'' (الموسوعة الفقهيه ۱۹/ ۱۳)۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ فن حدیث کے علماء کے یہاں خبر حدیث کے مترادف ہے، اور دونوں (خبر اور حدیث) مرفوع، موقوف اور مقطوع پر استعمال ہوتے ہیں۔

البتہ بعض محدثین نے حدیث اور خبر میں فرق کیا ہے کہ حدیث وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مروی ہے اور خبر وہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ (صحابہؓ سے) مروی ہو۔

''وقيل الحديث ما جاء عن النبي والخبر ما جاء عن غيره'' (حوالہ سابق)۔

لیکن خبر کا لفظ فن فقہ میں دوسرے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اگر اس کا تعلق معاملات سے ہوتا ہے تو اس خبر کے ذریعہ کسی کو خرید و فروخت کا وکیل بننے کا اختیار حاصل ہوتا ہے، تجارت کی اجازت ملتی ہے، اگر خبر کا تعلق دیانات سے ہوتا ہے تو کسی چیز کے پاک یا ناپاک ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے۔

بہر حال خبر میں بہت زیادہ تنوع اور توسع ہے، اسی وجہ سے شریعت نے کچھ حدود و شرائط مقرر کی ہیں کہ کس صورت میں کس کی خبر معتبر ہوگی، اور کس صورت میں کس کی خبر معتبر نہ ہوگی؟

اس سلسلہ میں قرآن و حدیث اور فقہاء کی تصریحات کو جب ہم سامنے رکھتے ہیں تو ہمیں مخبر عنہ کے اعتبار سے دونوں کے حکم میں بڑا فرق معلوم ہوتا ہے،

اب یہاں سب سے پہلے دونوں کی تعریف اور فرق کو واضح کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

معاملات:

اس سے وہ آپسی معاملات مراد ہیں جن میں کسی پر کوئی چیز لازم قرار نہ دی جائے، اور نہ اس میں نزاع کی صورت ہو جیسے کسی کو خرید و فروخت کا وکیل بنایا جانا، تجارت کی اجازت دینا، کسی کا دوسرے کی طرف سے تحفہ پیش کرنا، جیسا کہ البحر الرائق میں ہے:

''کل شيء لیس فیه إلزام ولا ما یدل علی النزاع فهو من المعاملات'' (۸/ ۱۸۷)۔

وہ معاملات جس میں کسی پر کوئی چیز لازم نہ قرار دی جائے اور نہ اس میں نزاع کی صورت ہو ان امور میں مسلمان، کافر، فاسق، نابالغ ذی شعور کی خبریں قبول کی جائیں گی۔

صاحب تکملۃ البحر الرائق لکھتے ہیں:

''والأصل أن المعاملات یقبل فیها خبر کل ممیز حرًا کان أو عبدًا، مسلمًا کان أو کافرًا لعموم الضروریة'' (۸/ ۳۴۲)۔

اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے معاملات میں ہر ایک کی خبر مانی جاتی ہے، چاہے آزاد ہو یا غلام، مسلمان ہو یا کافر، صغیر ہو یا کبیر۔

دیانات:

معاملات کے برعکس دیانات ہے، اس میں ایک دوسرے پر حقوق متعلق ہوتے ہیں، اور اس میں نزاع کا بھی اندیشہ ہوتا ہے، اس لئے خبر دینے والے کا معتبر اور مسلمان ہونا ضروری ہے، اس میں کافر اور بچہ کی خبر معتبر نہیں ہوتی۔

تکملۃ البحر الرائق میں ہے:

''وإن کان فیه شيء من ذلك لا یقبل فیه الواحد'' (حوالہ سابق)۔

اگر اس میں کوئی چیز لازم ہوتی ہے اور نزاع کا اندیشہ ہے (تو وہ دیانات کے قبیل سے ہے) لہذا اس میں ایک شخص کی خبر معتبر نہیں ہوگی۔

الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید میں ہے:

''وأصل ما ذکر من ثبوت الحل والحرمة أن خبر الکافر مقبول بالإجماع فی المعاملات لا فی الدیانات'' (الفقه الحنفی فی ثوبه الجدید ۵/ ۲۳۲ مطبع دار القلم)۔

(حلت وحرمت کے سلسلہ میں اصل بات یہ ہے کہ کافر کی خبر معاملات میں بالاتفاق معتبر ہے لیکن دیانات میں نہیں)۔

غرض یہ کہ خدا اور بندوں کے درمیان حقوق سے متعلق جو احکام ہیں وہ دیانات کے قبیل سے ہیں ان میں صرف معتبر مسلمان کی خبر معتبر ہوگی، اسی طرح کھانے پینے سے متعلق احکام بھی دیانات کے باب سے ہیں، لہذا ان میں معتبر مسلمان کے علاوہ کافر اور فاسق کی خبر معتبر نہ ہوگی، البتہ کوئی تصرف اصلاً معاملہ ہو مگر ضمناً دیانات کے قبیل سے ہو تو اس میں کافر کی خبر معتبر ہوگی،

''کما إذا أخبر بأن هذا حلال أو حرام وقد قبل فیه خبر الکافر ولو مجوسیًا (الفقه الحنفی فی ثوبه الجدید ۵/ ۲۳۲)

تکملۃ فتح القدیر میں بہت صریح جزئیہ ہے:

''لأن الحل والحرمة من الدیانات ولا یقبل قول الکافر فی الدیانات'' (۸/ ۳۴۷)۔

وجہ یہ ہے کہ حلت وحرمت (کے احکام) دیانات کے قبیل سے ہیں اس لئے اس میں کافر کا قول معتبر نہیں ہوگا۔

سوال (۳) کا جواب:

اسلام ایک آفاقی اور عالمی مذہب ہے، اس کی تعلیمات ہر دور، ہر خطہ کے لئے ہے، اس کے اصول وقوانین کی روشنی میں ہر عہد کے نت نئے مسائل اور

جدید آلات کا حل تلاش کیا جاسکتا ہے، قرآن میں ارشاد ہے:

"وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة" (انفال: ۶۰)۔

اس کے تحت ضرورت اور مقاصد کی بجا آوری کے لئے ہر ممکن جائز ذریعہ ووسیلہ کا استعمال کرنا درست ہے۔

قرآن وحدیث میں جگہ جگہ پر رزق حلال کے استعمال کی تاکید کی گئی ہے بلکہ اسی کو عمل صالح کے لئے بنیاد قرار دیا ہے۔

"يا أيها الرسل كلوا من الطيبات واعملوا صالحًا إني بما تعملون عليم" (مومنون: ۵۱)

(اے پیغمبرو! تم نفیس چیز کھاؤ، اور نیک کام کرو، میں تم سب کے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتا ہوں)۔

دوسری طرف دشمنان اسلام کی طرف سے مصنوعات، ماکولات اور مشروبات میں حلال وحرام کی تمیز ختم کرنے کے لئے ایک منظم کوشش چل رہی ہے، ایسے حالات میں ان مصنوعات کی تحقیق کر کے تصدیقی سرٹیفکٹ جاری کرنا علماء اور فقہاء کے فریضہ میں داخل ہے، اس کے لئے آلات جدیدہ (لیباریٹری) کا استعمال درست ہے۔

دوسرا رخ:

اس کا دوسرا رخ یہ ہے کہ آلات جدیدہ اور مشین کے ذریعہ جو علم حاصل ہوتا ہے وہ قطعیات پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ وہ ظنیات پر مبنی ہوتا ہے، ان لئے صرف مشین کی تحقیق کی بنیاد پر تصدیق جاری کرنا درست نہ ہوگا، ضروری ہوگا کہ معتبر اشخاص کے ذریعہ اس کی تحقیق کی جائے، اگر اس کے مطابق آلات اور لیباریٹری کی تحقیق ہے تو اسے بطور تائید کے پیش کی جائے، پھر تصدیق جاری کی جائے؛ کیونکہ آج سارے آلات جدیدہ اور مشینوں پر یہود ونصاریٰ کا تسلط ہے اور وہ اپنے ناپاک ارادہ کے تحت مسلمانوں کے خلاف ان آلات کو استعمال کرتے ہیں، اس لئے اپنی لیباریٹری کا انتظام اولی اور بہتر ہوگا؛ تاکہ معتبر دیندار مسلمانوں کی سرکردگی میں مصنوعات کی تحقیق ہوسکے، فتاوی خانیہ کے حوالہ سے تکملۃ البحر الرائق میں ذکر ہے:

"وفي الخانية أي لأن الكافر يعتقد أن المسلم على دين باطل فيقصد الإضرار للعداوة فترجح الكذب في خبره فلا يجب التحري بل يستحب" (۸/ ۳۴۳)۔

اور فتاوی خانیہ میں ہے کہ کافر کا اعتقاد یہ ہے کہ مسلمان دین باطل پر ہے، لہذا وہ عداوت میں مسلمان کو ضرر پہنچانے کا قصد رکھتا ہے اور (کافر کی) خبر میں کذب (جھوٹ) کو ترجیح دی جائے گی)۔

خلاصہ بحث:

مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں حسب ذیل آراء پیش خدمت ہیں:

(۱) اس ادارہ کا ڈھانچہ اسلامی حکومت کے نہج پر شوری کی ماتحتی میں قائم کیا جائے۔

(۲) چونکہ مصنوعات اور ماکولات ومشروبات پر حلال وحرام کا حکم دیانات کے قبیل سے ہے اس لئے اس میں صرف دیندار مسلمانوں کی خبروں پر اعتماد کیا جائے، غیر مسلم کی خبر معتبر نہ ہوگی۔

(۳) ذریعہ اور وسیلہ کے طور پر تحقیق وتجربہ کے لئے مشینی آلات کا استعمال جائز ہوگا، لیکن صرف اس کی تحقیق کی بنیاد پر تصدیق جاری کرنا درست نہیں ہوگا، بلکہ اس کی تحقیق کو بطور تائید کے پیش کی جائے۔

(۴) اس کے لئے اپنی لیباریٹری کا انتظام اولی ہوگا، لیکن اگر اپنی لیباریٹری کا انتظام نہ ہوسکے تو دوسری معتبر لیباریٹری سے انتفاع درست ہوگا۔

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات

مفتی لطیف الرحمن فلاحی [1]

آج زمانہ جس طرح آگے بڑھتا جارہا ہے، انسانی ضروریات بھی بڑھتی جارہی ہیں اور نت نئے مسائل پیدا ہوتے جارہے ہیں، اب ارباب افتاء اور اہل بصیرت اشیاء کی کثرت اور نت نئی مصنوعات کی وجہ سے شدت سے اس کی ضرورت محسوس فرمارہے ہیں کہ ان مصنوعات کے تعلق سے ایسا کوئی لائحہ عمل پیش فرمائیں تاکہ امت کے تمام افراد حرام سے بچتے ہوئے حلال مصنوعات کو اختیار فرمائیں، اور حرام مصنوعات سے مکمل پرہیز کرسکیں۔

لہذا علماء ربانیین واصحاب افتاء دل کی گہرائی اور بہت شدت سے ایسے ادارہ کی تشکیل کے لئے کوشاں ہیں، جو امت مسلمہ کو حلال وحرام کے تعلق سے تشفی بخش جواب دے سکیں اور امت کو مطمئن کرسکیں۔

(۱) لہذا حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والے ادارہ کا تشکیلی ڈھانچہ کس نوعیت کا ہو؟ اس کے لئے ضروری ہے کہ اس ادارہ میں دو طرح کے لوگ موجود ہوں، پہلے ایک ایسے ماہر علماء کی جماعت اور ایسے اصحاب افتاء کی تعداد کی ضرورت ہے جن کی قرآن وحدیث اور ائمہ مجتہدین کے اصول وکلیات پر گہری نگاہ ہو، اور دوسرے ایسے ماہرین فن موجود ہوں جو کھانے اور پینے کی اشیاء کے متعلق گہری معلومات رکھتے ہوں اور اسی کے ساتھ ساتھ لیباریٹری اور تجزیہ کے ماہرین بھی ہوں جو ان مصنوعات میں شامل اجزاء کے بارے میں درست اور واضح معلومات فراہم کرسکیں۔ اگر ادارہ میں یہ دونوں قسم کے افراد موجود ہیں تو پھر یہ ادارہ امت کی صحیح رہنمائی کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دے سکے گا۔

اور اس ادارہ میں کام کرنے والے افراد حلال وحرام کے تعلق سے شریعت کے بنیادی اصول وقواعد کو بھی ملحوظ رکھیں، اور اس میں سب سے پہلی بات اشیاء کے تعلق سے یہ سامنے رکھیں کہ ''اشیاء میں اصل مباح اور جائز ہونا ہے''، شریعت کا اصول ہے: ''الأصل في الأشياء الإباحة'' (الاشباہ للسیوطی: ۱۳۳)، یعنی کسی چیز کے ناجائز اور حرام ہونے میں جب تک کوئی دلیل نہ آجائے اس کو مباح ہی سمجھا جائے گا۔

نو پید مسائل میں خصوصیت کے ساتھ اس قاعدہ سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے اور موجودہ زمانہ کی ایجادات واختراعات پر اس قاعدہ کو خصوصیت کے ساتھ منطبق کیا جاسکتا ہے (ماخوذ از حلال وحرام/ ۲۵)۔

اور جانور اور ان کے گوشت کے بارے میں بنیادی اصول یہ ہے کہ گوشت میں اصل حرمت ہے اور گوشت کے علاوہ دوسری اشیاء میں اصل حلت اور اباحت ہے، لہذا دوسری اشیاء اس وقت تک جائز اور مباح سمجھی جائے گی جب تک ان میں دلیل حرمت یقینی طور پر نہ پائی جائے، مثلاً کیک، بسکٹ یہ کافر سے بھی خرید کر کھانا حلال ہے، جب تک یہ ثابت نہ ہوجائے کہ اس میں کوئی نجس یا حرام چیز ملائی گئی ہے، لیکن کافر سے گوشت خرید کر کھانے کی اس وقت تک اجازت نہیں جب تک کہ یہ معلوم نہ ہوجائے کہ یہ جانور اسلامی طریقہ پر ذبح کیا گیا ہے، لہذا گوشت کو حلال کہنے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے اور دوسری اشیاء کو حرام قرار دینے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے، یہ ایک اہم اصول ہے جو ہمیشہ سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔

اور دوسری اہم بات یہ بھی ملحوظ رکھنے کی ہے کہ جن اشیاء میں اباحت ہے ان میں صرف شک وشبہ کی وجہ سے حرمت نہیں آتی جب تک کہ حرمت کا

---

[1] سانتا کروز، ممبئی۔

یقین نہ ہوجائے، آج بازار میں کھانے پینے کی بہت ساری اشیاء ملتی ہیں، اوران کے بارے میں افواہیں بھی پھیلائی جاتی ہیں کہ اس میں فلاں فلاں نجس چیز ملائی گئی ہے، تو جب تک یقینی خبر باوثوق ذرائع سے نہ معلوم ہوجائے اس وقت تک ان اشیاء کا استعمال درست رہے گا، بہت زیادہ کنج وکاؤ میں پڑنے کی ضرورت نہیں، اور بہت جلدی بغیر تحقیق کے فتوی صادر کرنے کی اجازت نہیں کہ آئندہ اس چیز کا استعمال حرام ہے (مستفاد از تقریر ترمذی ۲/ ۷ حضرت مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم)۔

(۲) ان مصنوعات کے سلسلہ میں صرف دیندار مسلمان کی خبر پر اعتماد ہی نہیں بلکہ کافر کی خبر پر بھی اعتماد کرتے ہوئے ان مصنوعات کو بلاشک استعمال کیا جاسکتا ہے، اس لئے کہ ان مصنوعات کی حلت وحرمت کا تعلق ایسے دیانات کے قبیل سے ہے جو معاملات کے ضمن سے ہیں؛ لہذا اس بارے میں معتبر غیر مسلم کی بات کا بھی اعتبار ہوگا۔

ردالمحتار میں ہے:

''وأصله إن خبر الكافر مقبول بالإجماع في المعاملات لا في الديانات وعليه عمل قول الكنز ويقبل قول الكافر في الحل والحرمة يعني الحاصلين في ضمن المعاملات'' (بحوالہ فتاوی محمودیہ ۶/ ۵)۔

بلکہ اگر گوشت وغیرہ کے متعلق بھی کوئی غیر مسلم اس بات کی خبر دے کہ میں نے اس گوشت کو مسلمان دوکان سے خرید کر لایا ہے تو اگر کوئی ایسا قرینہ موجود نہ ہو جس سے محسوس ہو کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے تو اس کی خبر کو بھی معتبر مانا جائے گا اور اس گوشت کا استعمال حلال ہوگا۔

ردالمحتار میں ہے:

''من اشترى لحمًا، فعلم أنه مجوسي وأراد الردّ، فقال: ذبحه مسلم، يكره أكله''

(۶/ ۳۴۴ بحوالہ فتاوی محمودیہ ۱۷/ ۲۹۰)۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

''من أرسل أجيرًا له مجوسيًا أو خادمًا فاشترى لحمًا فقال اشتريت من يهودي أو نصراني أو مسلم وسعه أكله''

(۵/ ۳۰۸)۔

(۳) اگر لیباریٹری کے مشینی آلات درست ہیں اور اس لیباریٹری کے منتظم بھی ماہرین فن ہیں، اگر غیر مسلم ہیں تب بھی اس لیبارٹری سے حاصل شدہ تحقیقات درست تسلیم کی جائیں گی، اوران کی خبر پر اعتماد کیا جائے گا، لیکن بہتر ہے کہ مسلمان ادارے اپنی لیباریٹری کا خود انتظام کریں اور اس لیباریٹری پر مسلمان ماہر فن کا عملہ اپنی نگرانی میں مقرر کریں تاکہ کسی بھی طرح کا شک وشبہ باقی نہ رہے۔ فقط واللہ تعالی اعلم بالصواب۔



حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط معتبرہ

مفتی ابوبکر قاسمی[1]

غذائی مصنوعات کے لئے حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے وقت جن شرائط کا شریعت نے اعتبار کیا ہے خود سوالنامہ میں مذکور ہے کہ

(الف) کسی حرام جانور کے اجزاء سے تیار نہیں کیا گیا ہے۔

(ب) حلال جانور کو شرعی طریقہ پر ذبح کیا گیا ہے۔

(ج) شرعی ذبیحہ کا ایسا جز بھی شامل نہیں ہے جس کے کھانے یا استعمال کرنے کی شرعاً ممانعت ہے۔

(د) مردار یا غیر شرعی ذبیحہ کے اجزاء شامل نہیں ہیں۔

(۱) اب حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والے ادارہ کا تشکیلی ڈھانچہ کس نوعیت کا ہو، تو چونکہ یہ عملی مسئلہ ہے اس لئے اسلامی ممالک یا قریبی ممالک میں قائم تصدیق جاری کرنے والے ادارہ سے رابطہ قائم کر کے اسی نوعیت کا ادارہ ہندوستان میں بھی قائم کیا جائے۔

(۲) حلال وحرام کی تصدیق جاری کرتے ہوئے صرف دیندار مسلمان کی خبروں ہی پر اعتماد کیا جائے۔

(۳) مشینی آلات کے ذریعہ معلومات حاصل کرتے ہوئے معتبر ماہر دیندار مسلمان ڈاکٹر کی تصدیق ضروری ہوگی، نیز اس کمپنی کی کمیٹی میں حلال وحرام سے اچھی طرح واقف علماء اور مفتیان کرام کی شمولیت بھی ضروری ہے تا کہ حلال سرٹیفکٹ کا اجراء شرعی اصول کے مطابق ہو۔



[1] مدرسہ اسلامیہ شکر پور، بھرواڑہ، ضلع دربھنگہ، بہار۔

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط و معیارات

مفتی محمد مقصود فرقانی[1]

۱: حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والے ادارہ کا دیندار اور اس فن کا ماہر ہونا ضروری ہے۔

۲: ان مصنوعات کی تصدیق کرنے والوں میں اگر سبھی مسلمان مل جائیں تو بہت اچھا ہے، اور اگر سب مسلمان نہ ملیں تو اس میں معتبر غیر مسلموں کی تصدیق بھی مانی جاسکتی ہے جیسے کہ کسی غیر مسلم سے گوشت منگوایا اور اس سے پوچھا: کس دوکاندار سے لایا ہے مسلم سے یا غیر مسلم سے؟ وہ جواب دے: مسلم دوکاندار سے لایا ہوں تو اس کی خبر معتبر ہے، اس کی صراحت ہدایہ میں موجود ہے۔

۳: مشینی آلات کے ذریعہ حاصل ہونے والی معلومات اکثر صحیح ہوتی ہیں اور آج کل سائنس کی ترقی کے دور میں ہمیں ان پر اعتبار کرنے کے لئے مجبور کر دیا گیا ہے اس لئے مشینی آلات سے حاصل ہونے والی معلومات کو تسلیم کیا جائے گا؛ البتہ اپنا تعلق ایسی کمپنیوں سے رکھنا درست نہیں ہوگا جو مذکورہ بالا شرائط کا اہتمام نہیں کرتیں۔

نائب مفتی صاحب کے جوابات فقہی اصول کی روشنی میں صحیح و درست ہیں۔

احقر مفتی محبوب علی۔

ناظم تعلیمات مدرسہ ہذا



[1] نائب مفتی جامع العلوم فرقانیہ، رامپور، یوپی۔

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات

مفتی عبدالمنان[1]

۱: حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والے ادارہ کا تشکیلی ڈھانچہ:

(۱) وہ ماہر عالم جو حلال وحرام کی تمام چیزوں کے بارے میں علم رکھتا ہو۔

(۲) لیبارٹری اور تجزیہ کے ماہر جو مصنوعات میں شامل اجزاء کے بارے میں درست معلومات رکھنے والے افراد ہوں۔

(۳) حلال سرٹیفکٹ جاری کرنے والا ماہر عالم ہو۔

۲: ان مصنوعات کے سلسلہ میں صرف دیندار مسلمانوں کی خبر پر ہی اعتماد کیا جائے گا، غیر مسلموں کی خبر قبول نہیں کی جائے گی، خصوصاً اس زمانہ میں۔

۳: اس سلسلہ میں مشینی معلومات اگر سوفی صد سچ اور حق ہونے پر دیندار مسلمانوں کے تجربہ سے ثابت ہوتا ہے تو اعتبار کرنا جائز ہوسکتا ہے، ورنہ نہیں؛ چونکہ مشینی معلومات کبھی غلط بھی ہوتے ہیں۔ ایسے ادارہ کے لئے اپنی لیبارٹری کا انتظام ضروری ہے۔

اگر ضرورتاً کسی دوسری معتبر لیبارٹری سے ارتباط کی ضرورت ہوتی ہے تو ضروری ہوگا کہ دوسرے نمبر پر جو شرائط ہیں یعنی دیندار مسلمان اس کو ڈرائیو کرتا ہو، یا جانکار معتبر مسلمان اس لیبارٹری میں موجود ہو جو اس کی حقانیت کی تصدیق کرتا ہو، وہ پائے جائیں۔

[1] مفتی دارالحدیث، بر مائی وٹی، آسام۔

حلال سرٹیفکٹ کے اجراء کے لئے شرائط ومعیارات

قاضی محمد ریاض ارمان قاسمی[1]

حلال مصنوعات کی تصدیق کرنے والے ادارہ کا تشکیلی ڈھانچہ:

حلال مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والا ادارہ اسلامی ملکوں میں ہو اور حکومت اس کی نگرانی کرے اور اس ادارہ میں علماء اور ماہرین کے وفود کو حکومت بھیجے اور وہ انتظامیہ سے اس بات کا مطالبہ کریں کہ وہ شریعت کے موافق کام کریں اور ان کو طریقہ کار سمجھائیں اور اس سلسلہ میں شرعی ہدایتوں کی وضاحت کریں اور اس ادارہ کی نگرانی کے لئے ایسے غیرت مند مسلمان مقرر کئے جائیں کہ جب تک ان کو مکمل طور پر حلت کا یقین نہ ہو جائے وہ اس ادارہ کو سرٹیفکٹ جاری نہ کریں۔

نیز مصنوعات کی تصدیق اجمالی طور پر نہ ہو بلکہ حلال ہونے کی پوری وجہ لکھی جائے کہ یہ چیز فلاں فلاں چیز سے اس طریقہ پر تیار کی گئی ہے اور فلاں آدمی نے تیار کیا ہے، اور غیر مسلم ممالک کے ایسے اداروں کو بھی اجمالی تصدیق سے روکنے کی کوشش کی جائے، اور اگر وہ نہ مانیں تو ان کی مصنوعات سے احتراز کیا جائے جب تک حلت کا یقین نہ ہو جائے، اور مسلم تنظیمیں ایسے ادارہ کے مالکان کو اکٹھا کر کے مسئلہ کی نزاکت کو سمجھائیں اور اس کی اہمیت کو باور کرائیں ورنہ مسلمانوں کا خاص ادارہ ہو جو مسلمانوں کے لئے اسلامی طریقہ پر کام کرے۔

معتبر غیر مسلم کی خبر کا اعتبار:

اس سلسلہ میں مسلمان دیندار کے ساتھ معتبر غیر مسلموں کی خبر بھی قبول کی جائے گی اور اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

”ویقبل قول کافر ولو مجوسیا قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل أو قال اشتریته من مجوسی فیحرم ولا یرده بقول الواحد وأصله إن خبر الکافر مقبول بالإجماع فی المعاملات لا فی الدیانات وعلیه یحمل قول الکنز ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمة یعنی الحاصلین فی ضمن المعاملات لا مطلق الحل والحرمة کما توهمه الزیلعی“

(الدر المختار علی رد المحتار ۵/ ۲۲۲، ۲۲۳ کتاب الحظر والاباحه)۔

اپنی لیبارٹری کا انتظام یا ارتباط:

ایسے ادارہ کے لئے اپنی لیبارٹری کا انتظام یا کسی دوسری معتبر لیبارٹری سے ارتباط ضروری اور لازمی ہوگا؛ کیونکہ جانور کو ذبح کیا گیا تو کسی اور چیز سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا یا کسی اور سبب سے پہلے ہی سے مرا تھا، اسی طرح کس جانور کے اعضاء ملائے گئے ہیں اس کے ملانے کے بعد ماہیت باقی رہتی ہے یا ختم ہو جاتی ہے، پھر ملائی ہوئی شئی حلال جانور کی ہے یا حرام جانور کی، جہاں یہ چیزیں مشاہدہ سے تعلق رکھتی ہیں وہیں ان کے استعمال کے بعد ان کا پتہ لگانا مشین ہی کے ذریعہ ممکن معلوم ہوتا ہے، اس لئے لیبارٹری کا قیام یا ارتباط لازم ہوگا تا کہ حلت وحرمت کا یقینی حکم لگایا جاسکے، نیز ہر کام پر ایک آدمی کی گواہی امر دشوار ہے؛ البتہ اگر معاملہ اختلافی ہو جائے تو اصل اعتبار مشاہدہ کا ہوگا اور لیبارٹری کی تحقیق بطور تائید کے کام آئے گی۔

---

[1] قاضی شریعت دار القضاء ہریانہ۔

خلاصہ:

مصنوعات کی تصدیق جاری کرنے والے ادارہ کا تشکیلی ڈھانچہ شرعی نوعیت کا ہو، اس میں ماہر فن اور خدا ترس علم سے آگہی رکھنے والے علماء کی جماعت ہو جو اس ادارہ کی نگرانی کرے، ادارہ اسلامی ملکوں میں اسلامی حکومت کے تحت ہو۔ اس سلسلہ میں مسلمان اور معتبر کافر کی خبر بھی قبول کی جائے گی؛ کیونکہ یہ معاملات کے قبیل سے ہے اور معاملات میں ایک کافر کی گواہی بھی قبول کی جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں اپنی لیبارٹری یا کسی لیبارٹری سے ارتباط ضروری ہوگا اور مشینی معلومات کا درجہ تائید کا ہوگا، اختلاف کی صورت میں اس کی معلومات کو یقینی نہیں مانا جائے گا؛ بلکہ تائید کے طور پر اس سے فائدہ اٹھایا جائے گا۔

تمت

بعون اللہ تعالیٰ وبتوفیقہ

عالم اسلام کے اکابر علمائے کرام کے جدید فقہی مسائل پر مقالہ جات اور مناقشات کا مجموعہ نئی ترتیب کے ساتھ

سلسلہ
جدید فقہی مباحث

نشہ آور اشیاء کا استعمال اور شرعی احکام

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے اکیسویں فقہی سمینار منعقدہ مؤرخہ ۳ تا ۵/ مارچ ۲۰۱۲ء کو جامعہ اسلامیہ بخاری اندور، مدھیہ پردیش میں پیش کیے گئے علمی، فقہی اور تحقیقی مقالات کا مجموعہ

تحقیقاتِ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

زیر سرپرستی

حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم

دارالاشاعت

اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان

مجلس ادارت

باب اول: تمہیدی امور
باب دوم: تفصیلی مقالات
باب سوم: مختصر مقالات

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دوسری مخلوقات کے مقابلہ جو امتیاز عطا فرمایا ہے، ان میں ایک اہم چیز عقل وشعور ہے، دنیا میں جو دوسرے جاندار ہیں، ان میں بھی محدود حد تک عقل وشعور پایا جاتا ہے، اسی کی مدد سے وہ اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں، اپنی حفاظت کرتے ہیں اور انسان جو کام ان سے لینا چاہتا ہے، اس میں مددگار ہوتے ہیں؛ لیکن ان کی عقلی صلاحیت میں کوئی ارتقاء نہیں پایا جاتا؛ اسی لئے انھیں اختراعی صلاحیت نہیں ہوتی، انسان کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے عقل کا ایسا وافر حصہ عطا فرمایا ہے کہ وہ اس کا مسلسل استعمال کرتا رہتا ہے اور ایک سے ایک نئی نئی چیزوں کو وجود میں لاتا ہے۔

اسی عقل کی وجہ سے اسے مکلف بنایا گیا ہے، جو شخص مجنون ہو، اس پر شریعت کے احکام نافذ نہیں ہوتے، یہی حکم ان لوگوں کے لئے ہے جو بیہوش ہوں یا نیند کی حالت میں ہوں؛ کیوں کہ یا تو وہ سلامتِ عقل سے محروم ہوتے ہیں یا اپنی صلاحیت کو استعمال کرنے کے لائق نہیں رہتے، اللہ کی اتنی بڑی نعمت کی حفاظت کرنا اور اس کو خلل سے بچانا ہر انسان کا فریضہ ہے اور اسی لئے قانون شریعت کے ماہرین نے لکھا ہے کہ احکامِ شریعت پانچ مقاصد پر مبنی ہے، ان میں سے ایک ''حفاظت عقل'' ہے۔

نشہ ایسی چیز ہے جو انسان کو وقتی طور پر عقل وشعور سے محروم کر دیتی ہے، جو باتیں اس کی زبان سے ہوش کی حالت میں نہیں نکل سکتی تھیں، وہ نشہ کی حالت میں نکلتی ہیں، جن افعال کو وہ ہوش وحواس میں نہیں کر سکتا، نشہ کی حالت میں وہ ان کا مرتکب ہو جاتا ہے، دوست دشمن، اپنے پرائے اور ماں بیٹی کا فرق اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے؛ کتنے ہی قتل، زنا اور مار پیٹ کے واقعات نشہ کی حالت میں پیش آتے ہیں، اسی لئے یہ صرف گناہ نہیں ہے؛ بلکہ گناہ کی جڑ ''اُم الخبائث'' ہے، اس کے علاوہ نشہ انسانی صحت کے لئے حد درجہ نقصاندہ ہے، اطباء کی تحقیق کے مطابق اس سے جگر اور پھیپھڑے کا کینسر ہو سکتا ہے اور بعض دفعہ اگر نشہ کی مقدار بڑھ جائے تو یہ مہلک بھی بن جاتا ہے۔

اسی لئے اسلام میں اس گناہ کو بڑی سختی سے منع کیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے شراب کے معاملہ میں پینے والے، پلانے والے، بیچنے والے، خریدنے والے، اُٹھانے والے اور بنانے والے سبھوں پر لعنت فرمائی ہے، عجیب بات ہے کہ انسان قدرت کی دی ہوئی صلاحیت کو اچھے کاموں کے ساتھ ساتھ بدی کے کاموں میں بھی استعمال کرنے لگتا ہے، نشہ کے معاملہ میں بھی یہی صورت حال ہے، قدیم طریقہ بعض پھلوں یا درختوں کے رسؒ سے نشہ حاصل کرنے کا رہا ہے؛ لیکن یہاں بھی انسان کی اختراعی صلاحیت گناہ کے محدود اسباب پر قانع نہیں رہی اور انھوں نے مختلف طریقوں پر سیال اور جامد نشہ آور اشیاء کو حاصل کرنے کی نامسعود محنتیں کرنی شروع کر دیں؛ چنانچہ آج نشہ کی بہت سی اقسام دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں اور اس موت کے دھندے کو کچھ لوگوں نے اپنا ذریعہ معاش بنالیا ہے۔

قدیم فقہاء کے زمانہ میں نشہ آور اشیاء میں یہ تنوع نہیں پایا جاتا تھا، چند نباتاتی اشیاء کو نچوڑ کر منشیات بنائی جاتی تھیں؛ اس لئے انھوں نے ان اشیاء کے بارے میں شریعت کے مزاج کے مطابق سخت رویہ اختیار کیا اور کچھ جامد اشیاء جن کا استعمال اصلاً دوا کے لئے ہوتا تھا؛ لیکن ان میں بھی فی الجملہ نشہ کی کیفیت پائی جاتی تھی، ان کے متعلق کسی حد تک نرمی برتی گئی، موجودہ حالات میں جب کہ مسکرات اور مخدرات کی پوری دنیا اور خاص کر تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم طلبہ و طالبات میں تباہ کن حد تک کثرت ہوگئی ہے اور بعض انسانیت دشمن گروہ اس کو منصوبہ بند طور پر پھیلا رہے ہیں، اس پر توجہ کی خصوصی ضرورت ہے؛ چنانچہ متعدد مسلم ملکوں میں نشہ کے استعمال اور اس کے اسمگلنگ پر قتل کی سزا مقرر کی گئی ہے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے منشیات کی کثرت اور اس کے نقصانات نیز مسلم معاشرہ پر اس کے مضر اثرات کو دیکھتے ہوئے اس موضوع کو اپنے اکیسویں سمینار بمقام جامعہ اسلامیہ، بنجاری (اندور) میں شامل کیا، اور اس پر ایک جامع سوال نامہ تیار کر کے اہل علم کی خدمت میں پیش کیا، بحمد اللہ علماء اور ارباب افتاء نے تفصیل سے اس موضوع پر قلم اُٹھایا اور شاید اُردو زبان میں پہلی بار اس فراموشیدہ موضوع پر اتنی وضاحت سے روشنی ڈالی گئی؛ چنانچہ یہ مقالات اور سیمینار میں پیش کئے جانے والا عرضِ مسئلہ، سوال نامہ اور تجاویز کو شامل کرتے ہوئے یہ اہم مجموعہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے، جسے محب عزیز مولانا صفدر زبیر ندوی نے محنت اور توجہ کے ساتھ مرتب کیا ہے، پروف ریڈنگ کی ہے اور اس لائق بنایا ہے کہ اب یہ اہل علم کی بارگاہ تک پہنچے، دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو کامیاب فرمائے اور اکیڈمی کی کوشش میں دوام عطا فرمائے، نیز مسلم معاشرہ کو اس بدترین لعنت سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واللہ هو المستعان۔

خالد سیف اللہ رحمانی

(جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا)

۱۷/ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ

۳۰/ جنوری ۲۰۱۳ء

باب اول/تمہیدی امور

سوالنامہ

نشہ آور اشیاء

انسان کا امتیاز نطق (مافی الضمیر کی ادائیگی) اور عقل (شعور کی پختگی اور ادراک واحساس کی گہرائی وگیرائی) سے ہے اور عقل کی بنیاد پر ہی وہ مکلف ہوتا اور بنایا جاتا ہے، کمال عقل سے پہلے اور اس کے بغیر وہ تکلیف شرع سے مستثنیٰ ہوتا ہے، اسی لئے نابالغ اور بالغ مجنون کو شریعت نے اپنے احکام کا مکلف نہیں بنایا ہے جیسے سونے والے اور بے ہوش کو بھی فی الجملہ مستثنیٰ رکھا ہے۔ اس لیے کسی انسان کا ان اسباب کو اختیار کرنا جو اس کی عقل وادراک کو اس درجہ متاثر کریں کہ وہ باہوش وباحواس انسانوں کی حدود سے باہر ہوجائے اور ان حرکتوں تک پہونچ جائے جو بچکانہ کیا بلکہ حیوانیت کے انداز کی ہوتی ہیں۔

عقل وخرد کو متاثر کرنے اور اس سے بیگانہ کرنے کا ایک بڑا ذریعہ ہے ''نشہ''۔ خواہ وہ کسی ذریعہ وشکل سے ہو، قرآن کریم نے نشہ آور اشیاء کی فی الجملہ منفعت کو تسلیم کرنے کے ساتھ اہمیت اس کو دی ہے اور حکم کی بنیاد بھی اسی پر رکھا ہے کہ اس میں مضرت کہیں زیادہ ہے، اور وہ مضرت دراصل عقل وخرد سے بیگانہ کرکے آدمی کو دین ودنیا کی رو سے تباہی کے راستے پر لے جاتا ہے۔

شراب کی حرمت شریعت کا مسلمہ ہے خواہ وہ کسی نام اور کسی عنوان سے متعارف ہو اور کسی چیز سے بنے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی چیزوں کا سوال ہوا تو آپ نے اصولی جواب یہی عنایت فرمایا کہ ہر نشہ آور شئ حرام ہے، اور اس سے کسی طرح کا تعلق رکھنا بھی حرام ہے، اس لیے اس بابت کسی سوال ومذاکرہ کی کوئی ضرورت نہیں۔

لیکن آج نشہ کے لیے خمر وشراب کے عنوان سے متعارف اشیاء کے علاوہ بہت سی اشیاء کا استعمال ہو رہا ہے جو جامد بھی ہوتی ہیں اور سیال بھی، مقدار میں بہت کم لیکن تاثیر میں عمدہ سے عمدہ شراب سے فائق، پوری دنیا میں ایسی اشیاء کی درآمد وبرآمد اور صنعت وفراہمی کا کام ہو رہا ہے، افیم، کوکین، ہیروئن، اسمیک، گانجا وغیرہ اور ان میں بہت سی اشیاء کی مضرت شراب سے کہیں بڑھ کر ہے، شراب رفتہ رفتہ اپنے رسیا کو بیکار کرتی ہے اور استعمال کے بعد وقت کے ایک حصہ تک بیکار رکھتی ہے اور بسا اوقات اس حال میں ایک حد تک باہوش رہ کر آدمی بہت سے کام بھی کرتا اور کر لیتا ہے۔

لیکن دوسری اشیاء ایسی ہیں کہ وہ بہت جلد انسان کو ناکارہ اور معاشرہ کا ایک مفلوج واپاہج جز بنا دیتی ہیں کہ ان کا استعمال جسم کو ان کا اس طرح عادی بناتا ہے کہ آدمی ہر وقت اسی کے نشہ میں مست ودھت رہنا چاہتا ہے اور جہاں اس کی گرفت جسم، عقل وقوی پر کمزور پڑی اس کی طلب بیدار وتازہ ہوجاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ پوری دنیا میں بڑی فکر کے ساتھ ایسی چیزوں پر گرفت اور سزا کا نظام رائج ہے، معروف شراب کے باب میں تو حکومتیں وسعت وتسامح سے کام لیتی ہیں لیکن دوسری اشیاء کے بارے میں دار ورسن کی نوبت آتی رہتی ہے، مسلم

ممالک کے علاوہ دوسرے ممالک میں اور ترقی یافتہ ممالک میں بھی اس پر سخت سزائیں دی جارہی ہیں۔

اس وقت مقصود دراصل اسی قسم کی اشیاء کی بابت سوال وتحقیق ہے اور اسلامک فقہ اکیڈمی نے اپنے اکیسویں سمینار کے لیے ایک موضوع کی حیثیت سے اس مسئلہ کو بھی رکھا ہے؛ لہٰذا آپ حضرات سے سوالنامہ کی روشنی میں تحقیقی جواب کی گزارش ہے۔

۱- شریعت نے نشہ کی بنیاد پر حرمت کا حکم صرف سیال چیزوں اور ان مادوں کے لیے رکھا ہے جو شراب وخمر کے عنوان سے معروف ومتعارف رہی ہیں اور ہیں، یا نشہ پائے جانے کی بنیاد پر ہر اس شئ کو حرام قرار دیا ہے جس کے استعمال سے نشہ وسکر پیدا ہو خواہ وہ سیال مشروب ہو جس کو پانی کی طرح پیا جائے یا کسی چیز میں لگا کر اور مل کر اس کو استعمال کریں یا کھانے کی صورت میں استعمال ہو، یا جامد ہو، نباتات وغیرہ کی شکل میں یا کسی دوسری شکل میں۔

۲- آج کل نشہ آور اشیاء کے استعمال اور اس سے استفادہ کی ایک شکل انجکشن وغیرہ کی بھی ہے، اس طرح کی شکلوں کے ذریعہ نشہ آور اشیاء کا جسم کے اندر پہونچانا کیا حکم رکھتا ہے؟

۳- اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شراب ان چیزوں سے بنتی ہے جو عموماً پھل یا غلہ ودانے کے قبیل کی چیزیں ہیں، ان کی کاشت، خرید وفروخت میں کوئی قباحت نہیں جیسا کہ کسی بھی پھل کا جوس وشراب تیار کرنا، اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ سوال ان اشیاء کا ہے جو براہِ راست کسی نہ کسی شکل وصورت میں نشہ وسکر کے لیے استعمال ہوتی ہیں جیسے بھانگ وافیم اور ان جیسی اشیاء، ان کی کاشت اور خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟

۴- اسی طرح بھانگ وافیم جیسی اشیاء سے جو منشیات ومسکرات تیار کی جارہی ہیں جن کا رواج اس وقت بڑھتا چلا جارہا ہے، جیسے ہیروئن وغیرہ، ان کو تیار کرنے اور ان کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟

۵- اس قسم کی تیز نشہ آور اشیاء کی تیاری، وکاروبار وغیرہ پر حکومتیں سخت موقف اختیار کرتے ہوئے موت کی سزا دے دیتی ہیں۔ شریعت اسلامیہ اس بابت کیا موقف رکھتی ہے؟

۶- شراب ونشہ آور اشیاء کے استعمال یا کاروبار پر جبکہ کوئی آدمی اس کے فروغ کا ذریعہ بن رہا ہو، کیا موت کی سزا دی جاسکتی ہے، احادیث کی روشنی میں کیا رہنمائی ملتی ہے؟

۷- جو لوگ مروج قسم کے نشہ کے عادی ومریض ہوتے ہیں ان کے لیے ایسی تدبیریں کہ جن کے ذریعہ ان کی اس عادت کو چھڑایا جائے اور اس مرض وہلاکت سے بچایا جائے اس کا کیا حکم ہے؟

۸- اور ان کے علاج کے لیے اگر نشہ آور اشیاء کا بھی استعمال کرنا پڑے اس طور پر کہ بتدریج ان کی عادت کو کم کر کے نفی ومکمل احتراز تک لایا جائے، اس کا کیا حکم ہے؟



عرض مسئلہ

مفتی اقبال محمد ٹنکاروی[1]

محترم شرکاء سیمینار!

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا اکیسواں فقہی سیمینار جو آج بتاریخ ۳-۵ر مارچ ۲۰۱۲ منعقد ہو رہا ہے۔ اس میں دیگر موضوعات کے ساتھ ایک موضوع ''نشہ آور اشیاء'' منتخب کیا گیا ہے۔ اس موضوع پر سوال نامہ میں کل ۸ سوالات مذکور ہیں؛ ان تمام سوالات سے متعلق عرض مسئلہ تیار کرنے کی ذمہ داری راقم کو سپرد کی گئی۔

مذکور موضوع پر اکیڈمی کو موصول شدہ مقالات کی تعداد ۲۸ ہے، ان میں سے بیشتر مقالات میں اختصار کے ساتھ سوالات کے جوابات تحریر کئے ہیں اور بعض مقالات قدرے تفصیلی ہے۔ ذیل میں مقالہ نگار حضرات کے اسمائے گرامی ذکر کرتا ہوں:

مولانا محمد آصف پالنپوری، مولانا محمد شاہجہاں ندوی، مولانا کلیم اللہ عمری، مفتی فضیل الرحمن ہلال عثمانی، مفتی سلمان پالنپوری، مفتی عبدالرشید قاسمی، مولانا عبدالحئی مفتاحی، مفتی قمر عالم قاسمی، مفتی عبداللہ کاوی والا، مولانا محمد فخرالاسلام جلیلی، مفتی یحییٰ قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا روح الامین بانسوٹ، مولانا محمد عمران ندوی، مولانا عبدالرحمن پالنپوری، مولانا عبدالقیوم پالنپوری، مفتی محمد نصراللہ ندوی، مفتی نذیر احمد قاسمی، مفتی محمد الیاس قاسمی، مفتی عبداللہ قریشی، مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا سید اسرار الحق سبیلی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مفتی لطیف الرحمن ولایت علی، مولانا راشد حسین ندوی، مولانا حیدر علی قاسمی، مولانا عبدالسبحان ندوی اور راقم الحروف۔

سطور ذیل میں ہر سوال سے متعلق مقالہ نگار علمائے کرام کی آراء اور ان کے دلائل پیش کئے جاتے ہیں، لیکن آراء ودلائل ذکر کرنے سے پہلے سوال کا اعادہ کیا جائے گا تاکہ جوابات ودلائل سمجھنے میں آسانی رہے۔

نوٹ:...... بعض حضرات نے چند سوالات میں اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا ہے اور نہ ہی آخر میں خلاصۂ جواب تحریر کیا ہے تاکہ رائے واضح ہو اور کچھ حضرات جواب میں لکھتے ہیں: جواب عبارتوں سے ظاہر ہے، اور اس طرح عارض پر چھوڑتے ہیں، لہذا بندے کی سمجھ میں مقالہ پڑھنے کے بعد جو رائے آئی ہے وہ لکھ دی ہے۔

نیز اکیڈمی سے بھی بصد ادب واحترام التماس کروں گا کہ وہ مقالات بھیجنے سے پہلے تمام مقالات کے صفحات کی جانچ کرلے، مولانا عبداللہ کاوی اور مولانا اسرار الحق صاحب سبیلی کے مقالات کے تین یا تین سے زائد مختلف صفحات نہیں مل سکے؛ چونکہ اول الذکر سے رابطہ آسان تھا اس لئے ان سے براہ راست رابطہ کر کے جو صفحات نہیں تھے وہ وصول کر لئے گئے اور ثانی الذکر کے مقالہ کے صرف ۴ صفحات (مختلف) ملے اس لئے استفادہ سے محروم رہا۔

چوں کہ عرض تیار کر کے اکیڈمی کو مقررہ وقت کے مطابق پہنچا دیا گیا تھا اس کے بعد ۲۱ر جنوری کے ۷ر مقالات ملے تو ان کو بھی عرض میں شامل کیا گیا ہے۔ اور بعد میں پہنچے ہوئے مقالات کی بناء پر عرض مسئلہ میں از سر نو ترتیب دی گئی ہے۔ ان مقالہ نگار حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مولانا محمد معز الدین قاسمی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا سلمان منصور پوری، مولانا احمد شمیم گوریتی، مولانا محمد عاصم پٹنہ، مولانا رضوان الحسن مظاہری۔ اور مولانا محمد معز الدین صاحب کی طرف سے ۳ر سوالات کے جوابات تحریر کئے گئے ہیں اسلئے بقیہ سوالات کے بارے میں بندہ ان کی

---

[1] مہتمم دارالعلوم اسلامیہ عربیہ ماٹلی والا، بھروچ، گجرات، الہند

رائے کوذکر نہیں کرسکا۔

اب میں بالترتیب سوالات ذکر کرتا ہوں۔ پہلا سوال یہ ہے:

سوال: (۱) شریعت نے نشہ کی بنیاد پر حرمت کا حکم صرف سیال چیزوں اوران مادوں کے لیے رکھا ہے جو شراب وخمر کے عنوان سے معروف ومتعارف رہی ہیں اور ہیں۔ یا نشہ پائے جانے کی بنیاد پر اس شئ کو حرام قرار دیا ہے جس کے استعمال سے نشہ وسکر پیدا ہو خواہ وہ سیال مشروب ہو جس کو پانی کی طرح پیا جائے یا کسی چیز میں لگا کر اور مل کر اس کو استعمال کریں یا کھانے کی صورت میں استعمال ہو کہ جامد ہو، نباتات وغیرہ کی شکل میں یا کسی دوسری شکل میں۔

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے درج ذیل حضرات نے نشہ وسکر کی بناء پر ہر اس شئ کو حرام قرار دیا ہے جس کے استعمال سے نشہ وسکر پیدا ہو، چاہے وہ کسی بھی شکل میں ہو۔

مولانا آصف پالن پوری، مولانا شاہ جہاں ندوی، مولانا کلیم اللہ عمری مدنی، مولانا فضیل الرحمن ہلال عثمانی، مولانا عبدالرشید قاسمی، مولانا عبدالحی مفتاحی، مولانا فخر الاسلام جلیلی، مولانا یحیٰ قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا محمد عمران ندوی، مولانا سید اسرار الحق سبیلی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا راشد حسین ندوی، مولانا حیدر علی قاسمی، مولانا عبدالسبحان ندوی، مولانا نذیر احمد قاسمی، مولانا نصر اللہ ندوی، مولانا عبداللہ کاوی والا، مولانا محمد معزالدین قاسمی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا احمد شمیم گوریني، مولانا رضوان الحسن مظاہری اور راقم الحروف۔

ان حضرات کے دلائل درج ذیل ہیں:

☆ نهى رسول الله ﷺ عن كل مسكر ومفتر۔

☆ كل مسكر خمر وكل خمر حرام۔ (مسلم)

☆ مولانا یحییٰ قاسمی صاحب مذکورحدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں: ضابطہ ہے:

كلمة كل إذا أضيفت إلى النكرة تقتضي عموم الأفراد

اورظاہر ہے کہ کماحقہ یہ عموم اس وقت حاصل ہوگا جبکہ علی الاطلاق ہرنشہ آورشی حرام ہو، وہ سیال ہو یا جامد یا کچھ اور۔ (حاشیہ ابوداود: ص/ ۵۱۹، مقالہ: ص: ۲)

نیز قاعدہ فقہیہ بھی ذکر کیا ہے: العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب والمورد (حاشية جلالين: ص/ ۲۰۳)۔

☆ مفتی نذیر احمد قاسمی صاحب نے دلیل میں حدیث ذکر کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

إن الله حرم الخمر فمن ادركته هذه الآية وعنده منها شئ فلا يشرب ولا يبيع (مسلم)۔

☆ وما أسكر الفرق منه فملأ الكف منه حرام (ابوداود)۔

☆ ويحرم أكل البنج والحشيش لأنه مفسد للعقل ويصد عن ذكر الله وعن الصلوة (در مختار)۔

☆ مولانا شاہ جہاں ندوی تحریر فرماتے ہیں: إن كان ما أسكر خمرا فقليله حرام لكونه خمرا وهي نجسة العين وأما ما عدا الخمر فحرمة القليل مبنية على أن قليله داع إلى الكثير أو إذا شرب للتلهي والمعصية (بذل المجهود: ۱۶/۱۶)۔

☆ مولانا عبدالرشید قاسمی رقمطراز ہیں: الأمور بمقاصدها کے مطابق نشہ آور جامد اشیاء بھی حرام ہوگی (مقالہ: ص/ ۳)۔

☆ مولانا عبدالحی مفتاحی لکھتے ہیں: تحرم جميع المخدرات وهي كل ما يضر بالجسم والعقل كالبنج والأفيون والحشيشة ونحوها لحديث أم سلمة رضي الله عنها قالت: نهى رسول الله ﷺ عن كل مسكر ومفتر۔ ولما فيه من الإضرار بالعقل والجسم (الفقه الإسلامي وادلته: ۴/۲۶۲۶)۔

☆ مولانا خورشید انور اعظمی لکھتے ہیں:

ألا ان كل مسكر حرام وكل مخدر حرام وما اسكر كثيره حرام قليله وما خمر العقل فهو حرام (كنز العمال: ۳۶۱/۵)۔

☆ مولانا عبداللہ صاحب کاوی لکھتے ہیں: قال الحافظ العيني في شرح الكنز: قال محمد والثلاثة رحمهم الله تعالى: كل ما أسكر كثيره فقليله حرام من أي نوع كان (مقاله: ص/٢)۔

☆ مولانا فخر الاسلام جلیلی لکھتے ہیں: فتح الباری (۱۰/۳۵) میں ہے:

أما آراء الفقهاء في حكم تعاطي هذه المخدرات من الحشيشة والأفيون والمورفين والكوكايين والهيروئين وجوزة الطب والبنج والعنبر والزعفران فإن فقهاء المذاهب الأربعة متفقون على تحريم القدر المغيب للعقل من هذه المواد وما أشبهها من كل ما يغطي العقل ويضر بالبدن۔

☆ مولانا خورشید احمد اعظمی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

ونبينا ﷺ بعث بجوامع الكلم فإذا قال كلمة جامعة كانت عامة في كل ما يدخل في لفظها ومعناها سواء كانت الأعيان موجودة في زمانه أو مكانه أو لم تكن (مقاله /ص:٤)۔

☆ مولانا نصر اللہ ندوی زاد المعاد (۷۴۷/۴) کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

إن الخمر يدخل فيها كل مسكر، مائعا كان أو جامدا، عصيرا أو مطبوخا، فيدخل فيها لقمة الفسق والفجور أي الحشيشة لأن هذا كله خمر بنص رسول الله ﷺ الصحيح الصريح الذي لا مطعن في سنده ولا إجمال في متنه إذ صح عنه قوله: كل مسكر خمر، وصح عن اصحابه، هم أعلم الأمة بخطابه ومراده بأن الخمر ما خامر العقل۔

فی زمانہ فقہاء احناف کا اسی پر فتوی ہے اور یہ ہے احتیاط نیز موجودہ حالات کا تقاضا بھی ہے۔

☆ اور مولانا محمد معز الدین قاسمی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

ويحرم اكل البنج والحشيشة والافيون وغيرها من المخدرات لانها من الخبائث (الفقه الحنفي في ثوبه الجديد: ٣/٢٨٣)

☆ راقم الحروف نے علامہ عبد الحی کی ترویح الجنان (ص: ۳۴) کے حوالہ سے ایک دلیل ذکر کی ہے:

إن الشيئ إنما يحرم تناوله وأكله وشربه إما لإضراره كالسم أو لإسكاره كالخمر أو لنجاسته كالبول أو لتخديره كالبنج والحشيشة أو لاستقذاره كالمخاط والبزاق المنفصل من الآدمي فإنه يحرم بلعه بعد إخراجه من الفم والأنف

بعض حضرات نے سیال وجامد دو قسمیں بیان کی ہے، بعدہ سیال کی بھی ۲ قسمیں بیان کی (۱) اشربہ اربعہ محرمہ (۲) غیر اشربہ ازبعہ۔

اور پھر جامد اور سیال کو دونوں قسموں سمیت حرام ٹھہرایا جیسے اوپر ذکر کردہ حضرات کا حرمت کا قول ہے البتہ ان حضرات نے اقسام نکال کر تفصیل بیان کی ہے چونکہ سیال کی پہلی قسم کے بارے میں تو کلام کی ضرورت نہیں ہے، البتہ غیر اشربہ اربعہ کو امام محمد کے قول کے مطابق حرام قرار دیا۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: مولانا محمد الیاس قاسمی، مولانا عبداللہ قریشی، مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا لطیف الرحمن ولایت علی۔

ان حضرات نے مندرجہ ذیل دلائل ذکر کئے ہیں:

☆ والمحرم منها أربعة أنواع: الخمر وهو النيئ بكسر النون فتشديد الياء من ماء العنب إذا غلا واشتد وقذف بالزبد۔ وحرم قليلها وكثيرها بالإجماع۔ والثاني: الطلاء۔ والثالث: السكر بفتحتين وهو النيئ من ماء الرطب إذا اشتد وقذف بالزبد۔ والرابع: نقيع الزبيب (الدر المختار: ١٠/٣٦)۔

☆ مولانا لطیف الرحمن ولایت علی لکھتے ہیں: الفتوى في زماننا بقول محمد لغلبة الفساد۔ وعلل بعضهم بقوله لأن الفساق يجتمعون على هذه الأشربة ويقصدون اللهو والسكر بشربها۔ قلت: وفي طلاق البزازية: وقال محمد: ما أسكر كثيره فقليله حرام، وهو نجس أيضا ولو سكر منها المختار في زماننا أنه يحد (مقاله /ص:٢)۔

☆ اسی دلیل کا آخری حصہ مولانا عثمان بستوی صاحب نے ذکر کیا ہے۔

☆ مولانا عبداللہ قریشی نے احسن الفتاویٰ (۴۸۶/۸) کے طویل حوالہ سے اپنی بات کو مؤید کیا ہے۔

بعض حضرات نے قلت وکثرت کا فرق ملحوظ رکھتے ہوئے حکم تحریر فرمایا ہے، جو درج ذیل ہے، احقر ان کی عبارتیں بعینہ نقل کرنے پر اکتفاء کرتا ہے۔

☆ مولانا روح الامین ہانسوٹ لکھتے ہیں: خمر تو نجس العین ہے اس سے کسی بھی طرح کا انتفاع جائز نہیں اور یہی مفتی بہ قول کے مطابق دیگر سیال مسکرات کا حکم ہے؛ البتہ دیگر جامد مسکرات اور مخدرات فی نفسہ پاک ہے، اسی وجہ سے کثیر مقدار حرام ہے جو نشہ کا سبب بنے اور قلیل مقدار؛ جو سکر کا سبب نہ بنے، جائز ہے (مقالہ/ص:۵)۔

☆ مولانا عبدالرحمن پالن پوری تحریر فرماتے ہیں: شریعت میں نشہ کی بنیاد پر حرمت کا حکم سیال اشیاء کے ساتھ خاص نہیں ہے؛ بلکہ جامد نباتات وغیرہ جو بھی نشہ آور ہوں ان کا استعمال بھی بقدر مسکر ناجائز اور حرام ہے۔ اور خشک جامد کی اتنی مقدار جس سے نشہ پیدا ہو یا ضرر شدید لاحق ہو حرام ہے اور اتنی مقدار جس سے نشہ نہ ہو بطور دوا وغیرہ استعمال کرنا جائز ہے (مقالہ/ص:۱،۲)۔

☆ مولانا عبدالقیوم پالن پوری لکھتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ اشربۂ اربعہ محرمہ کا قلیل یا کثیر اتارنا حرام ہے اور اشربۂ اربعہ کے علاوہ دیگر شرابوں کا اتارنا بقدر مسکر ناجائز اور حرام ہے اور بقدر مسکر سے کم اتارنا جائز ہے۔ اور جامد مسکرات کا بھی بقدر مسکر سے کم اتارنا جائز ہے مباح اغراض اور دوا وغیرہ کے لئے۔

☆ مولانا قمر عالم رانچی اور مولانا اشتیاق احمد اعظمی فرماتے ہیں: ما أسکر کثیرہ فقلیلہ حرام۔ یہ ضابطہ مشروبات اور سیال چیزوں کے بارے میں ہے اور جو چیز جامد اور غیر سیال ہے جیسے بھانگ وغیرہ اس کی کثیر مقدار جو نشہ آور بھی ہو یہ بھی حرام ہے البتہ جامد اشیاء میں سے قلیل مقدار جو مسکر نہ ہو تداوی اور علاج کے طریقہ پر استعمال کی گنجائش ہے۔ لہو وطرب کی نیت سے قلیل مقدار کا استعمال بھی درست نہیں۔

☆ مولانا سلمان منصور پوری صاحب رقمطراز ہیں: حنفیہ کے مفتی بہ قول کے مطابق نشہ آور سیال مشروب پینا مطلقاً حرام ہے، خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ؛ البتہ جو نشہ آور چیزیں جامد ہیں مثلاً افیم یا ہیروئین وغیرہ ان کا بقدر مسکر استعمال یقیناً حرام ہے، اور اگر بقدر مسکر نہ ہو تو صرف ضرورۃً اس کی گنجائش ہے، عام حالات میں اس کی اجازت نہیں ہے۔

☆ اور مولانا محمد عاصم صاحب لکھتے ہیں:

ان البنج ونحوہ من الجامدات انما یحرم اذا اراد بہ السکر وھو الکثیر منہ دون القلیل (ردالمحتار: ۶/۴۵۸)۔

سوال (۴) آج کل نشہ آور اشیاء کے استعمال اور اس سے استفادہ کی ایک شکل انجکشن وغیرہ کی بھی ہے، اس طرح کی شکلوں کے ذریعہ نشہ آور اشیاء کا جسم کے اندر پہونچانا کیا حکم رکھتا ہے؟

اس میں درج ذیل حضرات حرمت وعدم جواز کے قائل ہیں:

مولانا آصف پالن پوری، مولانا شاہ جہاں ندوی، مولانا کلیم اللہ عمری، مولانا فضیل الرحمن ہلال عثمانی، مولانا سلمان پالن پوری، مولانا عبدالرشید قاسمی، مولانا عبدالحی مفتاحی، مولانا قمر عالم رانچی، مولانا فخر الاسلام جلیلی، مولانا محمد یحییٰ قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا محمد عمران ندوی، مولانا محمد نصر اللہ ندوی، مولانا نذیر احمد قاسمی، مولانا محمد الیاس قاسمی، مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا سید اسرار الحق سبیلی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا لطیف الرحمن ولایت علی، مولانا راشد حسین ندوی، مولانا حیدر علی قاسمی، مولانا عبدالسبحان ندوی، مولانا معتز الدین قاسمی، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا اشتیاق احمد اعظمی، مولانا سلمان منصور پوری، مولانا احمد شمیم گورینی، مولانا محمد عاصم پٹنہ، مولانا رضوان الحسن مظاہری اور راقم الحروف۔

سطور بالا میں ذکر کردہ حضرات کا کہنا یہ ہے کہ مذکورہ چیزوں کا استعمال اکل وشرب کے طریقہ سے ہو یا انجکشن سے یا کوئی اور طریقہ سے؛ وہ انتفاع بالحرام ہے بلکہ مولانا راشد حسین ندوی، مولانا خورشید احمد اعظمی اور مولانا لطیف الرحمن کے الفاظ کے مطابق یہ طریقہ تو بہت ہی خطرناک اور زود اثر ہے، ان حضرات کے دلائل سوال اول کے ضمن میں ذکر کردہ دلائل کے علاوہ اور بھی ہیں جو درج ذیل ہیں:

★ ولا تلقوا بأیدیکم الی التھلکۃ۔

☆ ویکرہ الاحتقان بالخمر وإقطار الإحلیل لأنه انتفاء بالنجس المحرم (بحر الرائق: ۹/۴۴)۔

☆ والانتفاع بالمحرم حرام (بدایه: ۴/۴۹۹)

☆ مولانا سید اسرار الحق سبیلی لکھتے ہیں:

ویکرہ للمرأۃ ان تمتشط بخمر؛ لأن الانتفاع بالخمر حرام بجمیع الوجوہ، قال علیه الصلوۃ والسلام: إن الذی حرم شرب الخمر حرم بیعها والانتفاع بها (فتاوی قاضیخان: ۳/ ۴۲۵، مقالہ: ص/ ۲)۔

☆ مولانا محمد نصر اللہ ندوی رقمطراز ہیں: بلا تکلف یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح شراب کا استعمال حرام ہے اسی طرح نشیلی ادویات کا استعمال بھی حرام ہے، خواہ انجکشن کی شکل میں ہو یا کسی اور شکل میں۔ کیونکہ صحت اللہ کی دی ہوئی نعمت ہے اور کسی کو جسم میں ایسے تصرف کا حق جواز نہیں جو اسے فوری یا تدریجی طور پر ہلاک کردے۔ ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما (مقالہ: ص/ ۵)۔

☆ مولانا ابوسفیان مفتاحی تحریر فرماتے ہیں: حرم قطعا علی ان استعماله ربما أضر بالبدن (درمختار: ۵/۲۲۷)۔

☆ مولانا محمد یحییٰ قاسمی لکھتے ہیں: وأما بالنسبة للاحتقان بالمحرم فقد منعه العلماء من غیر ضرورۃ لعموم النهی عن المحرم (الموسوعة الفقهیه: ۲/۸۸، مقالہ: ۳)۔

☆ مولانا اشتیاق احمد اعظمی تحریر فرماتے ہیں: ویستوی فی الحکم کل وسائل التناول للمسکر من شرب أو أکل أو شم أو تدخین أو حقن أو غیر ذلك (فتاوی الأزهر: ۱۰/۱۰۶)۔

☆ مولانا سلمان منصور پوری لکھتے ہیں: نشہ کی حرمت کی علت عقل کا ماؤوف ہوجانا ہے اور یہ علت نشہ آور انجکشن میں بھی پائی جاتی ہے، بریں بنا نشہ آور انجکشن کا لگانا بھی حرام ہوگا۔

جبکہ بعض حضرات نے کچھ تفصیل کی ہے، بندہ ان کی عبارتیں نقل کرتا ہے؛ چنانچہ مولانا عبد اللہ کاوی لکھتے ہیں: اگر انجکشن سے اشربۂ اربعہ محرمہ جسم کے اندر پہنچائی جائے تو وہ حرام رہے گی، ان کے علاوہ شراب اگر نشہ پیدا کرے تو حرام ہوگی ورنہ طبی اعتبار سے مضر ہونے کی صورت میں ممنوع قرار دی جائے گی۔ ہاں! اگر وہ مسکر کی حد تک نہ پہنچے اور طبی اعتبار سے مضر نہ ہو اور اسراف میں داخل نہ ہو تو ممانعت کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی (مقالہ: ۳، ۴)۔

☆ مولانا روح الامین بانسوٹ لکھتے ہیں: جن مسکرات کا استعمال مطلقاً یا بقدر سکر حرام ہے ان کا انجکشن لینا بھی جائز نہیں، اس لئے کہ خمر تو نجس العین ہے اس سے کسی بھی طرح انتفاع جائز نہیں اور دیگر اشربۂ مسکرہ میں حرمت کی علت سکر ہے لہذا ایسا انتفاع جو نشہ پیدا کرے جائز نہ ہوگا (مقالہ: ص: ۷)۔

☆ مولانا عبد الرحمن پالن پوری کے یہاں جو حکم اکل و شرب کا ہے وہی انجکشن کا ہے۔ (ان کا قول بعینہ سوال اول میں ذکر کیا جاچکا ہے)

☆ مولانا عبد اللہ قریشی لکھتے ہیں: انجکشن کے ذریعہ جسم میں پہنچائی جانے والی اشیاء یقیناً سیال ہوگی، اس سلسلہ میں اس کا حکم وہی ہوگا جو سیال نشہ آور اشیاء کے تعلق سے ذکر کیا گیا، اعتبار علت اور نتیجہ کا ہے کہ اگر اس میں نشہ ہے اور جسم میں داخل ہونے کے بعد اس سے نشہ ہو تو وہی حکم ہوگا جو ان کے پینے کا ہے۔

سوال (۳) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شراب ان چیزوں سے بنتی ہے جو عموماً پھل یا غلہ ودانے کے قبیل کی چیزیں ہیں ان کی کاشت، خرید وفروخت میں کوئی قباحت نہیں جیسا کہ کسی بھی پھل کا جوس وشراب تیار کرنا اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ سوال ان اشیاء کا ہے جو براہ راست کسی نہ کسی شکل وصورت میں نشہ وسکر کے لیے استعمال ہوتی ہیں جیسے بھانگ وافیم اور ان جیسی اشیاء کی کاشت اور خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟

جواب سے پہلے اجمالاً یہ ذکر کردینا مناسب سمجھتا ہوں کہ اس میں حکم کے اعتبار سے ۵ گروہ ہوئے ہیں:

(۱) حرام (۲) مکروہ (۳) ناجائز (۴) جائز (۵) تفصیل یعنی اس کی صورتیں بیان کرکے اس کا حکم لگانا۔

۸ حضرات حرمت کے قائل ہیں، ۳ مقالہ نگاروں نے ناجائز لکھا ہے، ۲/ مقالہ نگاروں کی رائے مکروہ ہونے کی ہے، ایک مقالہ نگار کا عندیہ جواز کا ہے،

۱۶/ اصحاب نے تفصیل بیان کی ہے، ۴/ حضرات کی عبارت نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے، اور مولانا سید اسرار الحق صاحب کے مقالہ کا مذکور صفحہ نہ ملنے کی بناء پر ان کی رائے سے استفادہ نہ کر سکا۔

اب میں ان حضرات کے اسمائے گرامی اور دلائل ذکر کروں گا۔

(۱) جو حضرات حرمت کے قائل ہیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: مولانا کلیم اللہ عمری، مولانا فخر الاسلام جلیلی، مولانا محمد عمران ندوی، مولانا نصر اللہ ندوی، مولانا نذیر احمد قاسمی، مولانا لطیف الرحمن ولایت علی، مولانا عبد السبحان ندوی، مولانا محمد عاصم پٹنہ۔ ان کے دلائل سطور ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆ مايؤدى إلى الحرام فهو حرام (مولانا کلیم اللہ عمری، مقالہ: ص/ ۲)۔

☆ إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام على الحلال۔ (الأشباه: ص/۹) وقد سئل ابن نجيم عن بيع الحشيشة هل يجوز؟ قال: لايجوز... مراده بعدم الجواز عدم الحل۔ (درمختار) لقيام المعصية بعينها (مقاله: ص/۴)۔

☆ درمختار میں ہے: ويحرم أكل البنج والحشيشة والأفيون لأنه مفسد للعقل ويصد عن ذكرالله وعن الصلوة. لكن دون حرمة الخمر (مقاله مولانا محمد عمران ندوى: ص/۷)۔

☆ الأمور بمقاصدها (مولانا نذير احمد قاسمى)۔

☆ مولانا نصر اللہ ندوی لکھتے ہیں: بھانگ، افیون اور ان جیسی اشیاء کی کاشت نیز خرید و فروخت بھی منشیات کو پھیلانے کا اہم ذریعہ ہے لہذا منشیات کی طرح ان کو بھی حرام ہونا چاہئے۔ مشہور فقیہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں: إن كل مايؤدى إلى الحرام فهو حرام. وكل مايعين على المعصية فهو معصية فتكون زراعة الحشيش وغيرها و استخراج المواد المخدرة والعناية بها حفظا وتعليبا وتهريبا ونقلا من مكان إلى مكان آخر فهو حرام فيشرع الله ودينه۔

☆ مولانا محمد عاصم صاحب ارشاد الفحول کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں: الذريعة ثلاثة اقسام: احدها: مايقطع بتوصيله الى الحرام فهو حرام عندنا وعندهم يعنى عندالشافعية والمالكية (۲/۱۹۶)۔

رہا سوال دوا و علاج کا، تو مولانا عبد السبحان ندوی لکھتے ہیں: البتہ ضرورت کے بقدر کھیتی جن سے دوا تیار کی جاسکے جائز ہے، لیکن معاملہ حکومت کے سپرد ہوگا جو خاص تناسب سے اپنی کڑی نگرانی میں کاشت کرائے اور اس سے جائز فائدہ اٹھائے، عام لوگوں کے لئے تو اس کی کھیتی حرام ہی ہونی چاہئے۔

(۲) مولانا عبد الحی مفتاحی اور مولانا عبد اللہ قریشی اور مولانا محمد معز الدین قاسمی کا خیال اس بارے میں ناجائز اور عدم جواز کا ہے۔

☆ مولانا عبد الحی مفتاحی لکھتے ہیں: بھانگ یا افیون جیسی اشیاء کا استعمال پھل یا غذا کے طور پر نہیں ہوتا بلکہ ان کا استعمال عموماً نشہ کے لئے ہوتا ہے اور نشہ آور اشیاء کے استعمال سے منع کیا گیا ہے، اس لئے اس کی کھیتی اور خرید و فروخت کی اجازت درست نہیں ہے۔

☆ مولانا عبد اللہ قریشی لکھتے ہیں: ان اشیاء کی کاشت جائز نہیں ہے کہ یہ اشیاء براہ راست نشہ میں استعمال ہوتی ہیں؛ اگرچہ ان اشیاء میں دوا وغیرہ کا فائدہ بھی ہے لیکن نقصان اس کے فائدہ سے کئی گنا بڑھا ہوا ہے۔

اگر اطباء کی رائے کسی مرض کے سلسلہ میں یہ ہے کہ ان اشیاء کے بغیر چارۂ کار ہی نہیں تب بھی احقر کی رائے یہ ہے کہ اس کی کاشت جائز نہیں، اس لئے کہ اس طرح کا مرض شاذ و نادر ہوگا جس میں ان اشیاء کے بغیر چارۂ کار نہ ہو۔

☆ مولانا محمد معز الدین قاسمی صاحب الفقہ الحنفی (۳/۲۸۴) کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

كما يحرم أى عمل يؤدى الى انشائها بين الناس كزراعتها وحملها والمتاجرة فيها۔ وعن ابن عباس رضي الله عنهما قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: اتانى جبريل فقال: يا محمد! ان الله لعن الخمر وعاصرها...الخ۔ وهذا تشديد فى الوعيد لما في الخمر من الفساد فلابد لهذا الوعيد ان يجتنب أيضا عن المخدرات لما فيها ايضا من الفساد

والاضرار في الأفراد والمجتمعات۔

(۳) مولانا روح الامین ہانسوٹ اور مولانا حیدر علی قاسمی کی رائے مکروہ ہونے کی ہے۔

☆ درمختار میں ہے: إن ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريما وإلا فتنزيها (مولانا حیدر علی قاسمی: مقالہ: ص/ ۳) اور موصوف نے کراہت تحریمی کو اختیار کیا ہے۔

☆ مولانا روح الامین صاحب نے علماء عرب وہند کے اقوال ذکر کئے ہیں اور اخیر میں خلاصہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں: افیم کی کاشت سے اگر معصیت کا قصد نہ ہو، حقیقۃً یا حکماً، تو کاشت جائز ہے ورنہ جائز نہیں اور اس کی تجارت کا بھی یہی حکم ہے مگر مفضی الی المعصیت ہونے کی وجہ سے بہر حال مکروہ ہے۔

(مقالہ: ص/ ۱۵)۔

(۴) مولانا خورشید احمد اعظمی کا عندیہ جواز کا ہے وہ فرماتے ہیں: بہر کیف چوں کہ بھانگ، افیون اور ان جیسی اشیاء جو طبی اغراض میں بھی مستعمل ہوتی ہے اور ان کی نجاست کا قول نہیں کیا گیا ہے، ان کی کاشت اور خرید وفروخت میں کوئی حرج نہیں ہوگا اور چوں کہ ان کا استعمال دوا اور علاج کے طور پر بھی ہوتا ہے لہذا اس کی خرید وفروخت ہر کسی کے ساتھ کرنا جائز ہوگا کیوں کہ مباح اشیاء کی بیع جائز ہے، اب خریدنے والا اس کا غلط استعمال کرے گا تو یہ اس کا اپنا فعل معصیت ہوگا۔

(۵) ۱۶/ اصحاب نے اس سلسلہ میں تفصیل کی ہے۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: مولانا آصف پالن پوری، مولانا شاہ جہاں ندوی، مولانا سلمان پالن پوری، مولانا عبد الرشید قاسمی، مولانا عبد اللہ کاوی، مولانا یحییٰ قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا عبد الرحمن پالن پوری، مولانا عبد القیوم پالن پوری، مولانا الیاس قاسمی، مولانا عثمان بستوی، مولانا راشد حسین ندوی، مولانا سلمان منصور پوری، مولانا خورشید انور اعظمی، مولانا احمد شمیم گورینی اور راقم الحروف۔

ان میں سے مولانا سلمان پالن پوری، مولانا عبد الرشید قاسمی، مولانا عبد اللہ کاوی، مولانا عبد القیوم پالن پوری، مولانا احمد شمیم گورینی اور مولانا عثمان بستوی فرماتے ہیں کہ جائز مقاصد یا جائز وحلال کاموں کے لئے تو جائز ہوگا بصورت دیگر مولانا احمد شمیم کے یہاں حرام، مولانا سلمان اور مولانا عثمان صاحب کے بقول ناجائز، مولانا عبد اللہ صاحب کے بقول حرام اور مولانا عبد القیوم صاحب اور مولانا سلمان منصور پوری کے بقول مکروہ ہوگا، مولانا عبد الرشید صاحب لکھتے ہیں کہ جائز مقاصد میں استعمال کے لئے کچھ حدود وقیود لگائی جائے۔

☆ مولانا عبد اللہ صاحب نے دوسری صورت میں حرمت پر بطور دلیل ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان کو پیش کیا ہے۔

☆ مولانا عبد القیوم صاحب نے تکملۃ فتح الملہم (۹/۵۰۶) سے دلیل ذکر کی ہے: والظاهر ان هذه الكراهة انما تثبت إذا تعاطاه الرجل لغرض غير مشروع وأما إذا تعاطاه لغرض مشروع كالدواء والضماد وغيره فيما يجوز استعماله فيه. فالظاهر انتفاء الكراهة حينئذ (مقاله: ص/۲)۔

☆ مولانا سلمان پالن پوری نے اپنے موقف کو امداد الفتاوی (۳/ ۸۷ ۳) کی عبارت سے مدلل کیا ہے: حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں: افیون کا استعمال جس صورت میں ناجائز ہے اس کے اعتبار سے تو اس کا حکم مثل شراب کے ہے اور جس صورت میں استعمال جائز ہے اس کے اعتبار سے اس کی بیع سے روکنا ظلم ہے (مقالہ: ص/ ۷)۔

☆ مولانا یحییٰ قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی اور مولانا خورشید انور اعظمی کے یہاں بطور دوا وعلاج اس کا استعمال جائز ہے ورنہ اول الذکر کے بقول مکروہ ہوگا اور ثانی کے یہاں صحیح نہ ہوگا اور مولانا خورشید انور کے بقول حرام ہوگا۔

☆ مولانا یحییٰ قاسمی صاحب نے احسن الفتاوی سے استدلال کیا ہے (مقالہ: ص/ ۴) عبارت ذکر نہیں کی ہے۔

☆ مولانا ابوسفیان مفتاحی نے لکھا ہے: في التاتارخانية: ثم ان البيع وإن صح لكنه يكره كما في العناية (مقاله: ص/۲)۔

☆ مولانا خورشید انور اعظمی صاحب اشعۃ اللمعات کے حوالہ سے لکھتے ہیں: زراعت وے از برائے غرض استعمال واسکار حرام است وجائز است بغرض تداوی (۳/ ۳۰۰)۔

☆ مولانا الیاس صاحب قاسمی اور مولانا راشد حسین ندوی کے یہاں بطور سکرو نشہ کاشت وبیع وشراء ناجائز اور ثانی الذکر کے یہاں حرام اور ناجائز ہوگا۔

مولانا الیاس صاحب نے بطور دلیل شامی کی عبارت پیش کی ہے: لایکرہ بیع ما لم تتم المعصیة به کبیع الجاریة المغنیة والحمامة الطیارة والعصیر والخشب ممن یتخذ منه المعازف (٥٦١/٩، مقالہ: ص/۵)۔

☆ مولانا راشد حسین ندوی صاحب نے حرمت کے دلائل پیش کئے ہیں البتہ دوا کی صورت کا استثناء کرکے جواز کا قول اختیار کیا۔

☆ مولانا آصف پالن پوری نے احسن الفتاوی اور فتاوی محمودیہ ہی کی عبارت نقل کردی ہے جس سے یہ مترشح ہورہا ہے کہ تلہی کے طور پر استعمال کرنے والے کے ہاتھوں بیچنا مکروہ ہوگا ورنہ جائز ہوگا۔ مولانا شاہ جہاں ندوی صاحب عام حالات میں کاشت اور خرید وفروخت کے عدم جواز کے قائل ہیں البتہ دوا کے لئے گنجائش ہے جس میں کاشت کے لئے حکومت سے اجازت لی جائے اور عطار ودوا فروش کے علاوہ کسی کو فروخت نہ کیا جائے۔

مولانا عبدالرحمن پالن پوری کے یہاں مکروہ ہے جبکہ معلوم ہو کہ خریدار لہو یا نشہ میں استعمال کرے گا ورنہ جائز ہے، یہ حکم موصوف نے اشربۂ اربعہ کے علاوہ کا ذکر کیا ہے، اور دلیل میں الدر المنتقی کی عبارت پیش کی ہے: ویجوز بیع العصیر ممن یتخذ خمرا أی من ذمی فلو من مسلم کره بالاتفاق لأنه إعانة علی المعصیة ومفاده ان لم یعلم ذلك لم یکره بلا خلاف (٢/٢١٢، مقالہ: ص/٢)۔

احقر کی رائے یہ ہے کہ افیون جو کہ پوست کی شکل میں ہے جو نشہ آور نہیں ہے اس کی کاشت اور بیع جائز ہوگی، ہاں! اگر نشہ کرنے یا نشہ آور اشیاء بنانے کے لئے ہو تو اجازت نہ ہوگی۔ بھانگ اور حشیش میں نر بھانگ کی کاشت اور خرید وفروخت کی اجازت دی جائے کہ وہ نشہ آور نہیں، ہاں! مؤنث چونکہ نشہ آور ہے اور اسی کے لئے مستعمل، لہذا اس کی اجازت نہ دی جائے، احقر نے دلیل میں مولانا نافع عارفی صاحب کی تحقیق کو پیش کیا ہے (مقالہ: ص: ١٤)۔

اب میں ۲ / حضرات کی عبارت نقل کرنے پر اکتفاء کرتا ہوں:

☆ مولانا فضیل الرحمن ہلال عثمانی فرماتے ہیں: بھانگ اور افیم دونوں چیزیں حلال نہیں ہیں مگر ان کی بیع صحیح ہے اور نافذ ہوگی جیسے درمختار میں ہے:

وصح بیع الخمر مما مر، ومفاده صحة بیع الحشیشة والأفیون، قلت: وقد سئل ابن نجیم عن بیع الحشیش هل یجوز؟ فکتب لایجوز فیحمل علی أن مرادهم بعدم الجواز عدم الحل (فتاوی عبدالحی: ٢٨٥)۔

مگر چوں کہ یہ چیزیں حرام ہیں اس لئے ان کی کاشت جائز نہ ہوگی (مقالہ: ص/ ٣)۔

☆ مولانا قمر عالم رانچی لکھتے ہیں: بھانگ اور افیون کی کاشت اور تجارت پر اگرچہ حرام کا حکم نہیں ہے لیکن ملکی قوانین کی پاسداری کرتے ہوئے بچنا بہرحال اولی اور بہتر ہے (مقالہ: ص/ ٤)۔

☆ مولانا اشتیاق احمد اعظمی صاحب لکھتے ہیں: جب بھانگ اور افیم مباح الاستعمال ہیں خواہ خارجی استعمال ہی کیوں نہ جائز ہو تو اس کی کاشت کو بھی مباح ہونا چاہئے۔ لأن حرمته لیست لعینه وإنما لضرره اور چونکہ اس کی تجارت جائز ہے لہذا کاشت بھی جائز ہونی چاہئے۔

اور مولانا رضوان الحسن صاحب مظاہری نے سوال نمبر ٣ اور ٤ کا جواب ایک ساتھ لکھا ہے، وہ لکھتے ہیں: چنانچہ سوال ٣ اور ٤ کے جواب کا خلاصہ یہی ہے کہ بجز ایسی چیزیں جن سے استفادہ ہی کو حرام قرار دیا گیا ہو جیسے گانا بجانا، تصویر کشی، جامد نشہ آور اشیاء کا استعمال وغیرہ وغیرہ۔ چوں کہ یہ سارے کام شرعی نقطۂ نظر سے برے ہیں اس لئے ان کو بھی حصول معاش کا ذریعہ بنانا جائز نہیں۔ یہ خیال ضرور رکھنا چاہئے کہ فقہاء نے اس باب میں جو کچھ کہا ہے نصوص اور اسلامی مستندات کی بنیاد پر کہا ہے۔

سوال (٤) اسی طرح بھانگ وافیم جیسی اشیاء سے جو منشیات ومسکرات تیار کی جارہی ہیں جن کا رواج اس وقت بڑھتا چلا جارہا ہے، جیسے ہیروئن وغیرہ ان کو تیار کرنے اور ان کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے ١٧/ حضرات نے حرمت کا حکم تحریر فرمایا، ٦/ حضرات نے عدم جواز اور ناجائز لکھا اور ۵/ حضرات نے مکروہ تحریمی مانا ہے۔

جو حضرات حرمت کا حکم تحریر فرماتے ہیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: مولانا محمد عمران ندوی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا فخر الاسلام جلیلی، مولانا عبداللہ کاوی، مولانا عبدالرشید قاسمی، مولانا فضیل الرحمن عثمانی، مولانا کلیم اللہ عمری، مولانا شاہ جہاں ندوی، مولانا نصر اللہ ندوی، مولانا نذیر احمد قاسمی، مولانا عثمان غنی

بستوی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا لطیف الرحمن ولایت علی، مولانا راشد حسین ندوی، مولانا عبدالسبحان ندوی، مولانا سلمان منصور پوری اور مولانا محمد عاصم پٹنہ۔

جن حضرات نے عدم جواز کا حکم تحریر فرمایا ہے وہ مولانا روح الامین بانسوٹ، مولانا قمر عالم رانچی، مولانا آصف پالن پوری، مولانا عبداللہ قریشی، مولانا خورشید انور اعظمی اور راقم الحروف ہے۔

مذکورہ بالا تمام حضرات کے دلائل سوال نمبر ۳ میں مذکور ہو چکے ہیں۔

☆ نیز مولانا قمر عالم رانچی نے نظام الفتاوی کے حوالہ سے اپنا موقف ثابت کیا ہے۔

☆ مولانا عبدالرشید قاسمی لکھتے ہیں: وبناء علیه یکون تاجر المخدرات والمهرب والناقل وکل من ساعد فی تعاطیها اثما عظیما ومرتکبا حراما ومنکرا شدیدا (الفقه الاسلامی وادلته: ۵۵۱۸/۷، مقاله: ص:۲۱)۔

☆ مولانا آصف پالن پوری لکھتے ہیں: در منتقی میں ہے: وکذا بطل مال غیر متقوم أی مال لایباح الانتفاع به۔ ذکره ابن کمال وغیره فلیحفظ ؛ (کالخمر) فی مابین مسلمین ومسلم وکافر۔

☆ مولانا خورشید احمد اعظمی لکھتے ہیں: درء المفاسد أولی من جلب المصالح۔

☆ مولانا سلمان منصور پوری تحریر فرماتے ہیں: ونقل في الاشربة عن الجوهرة حرمة أكل بنج وحشيشة وافيون...وفي الشامية: قال البزدوي: انه يعد بالسكر من البنج في زماننا على المفتى به (شامی: ۶/۷۷)۔

۵ رحضرات نے مکروہ تحریمی قرار دیا ہے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

مولانا یحییٰ قاسمی، مولانا عبدالحی مفتاحی، مولانا عبدالقیوم پالن پوری، مولانا محمد الیاس قاسمی اور مولانا حیدر علی قاسمی۔

مولانا عبدالحی مفتاحی فرماتے ہیں: مکروہ تحریمی سے مراد قریب بحرام ہے۔ اور مولانا عبدالقیوم پالن پوری نے اس کو ناجائز کے برابر قرار دیا ہے، اگر یہی رائے سب کی ہے اور چوں کہ کراہیت بھی تحریمی ہے تو پھر یہ لفظی اختلاف ہے۔

۲ رحضرات کی عبارت نقل کرنے پر اکتفاء کرتا ہوں:-

☆ مولانا عبدالرحمن پالن پوری لکھتے ہیں: منشیات ومسکرات تیار کر کے خرید وفروخت کرنا اگر نشہ یا لہو ولعب کے لئے ہو تو ناجائز اور اس کے علاوہ دیگر جائز اغراض ومقاصد کے لئے ہو تو جائز ہے۔ الأمور بمقاصدها۔ الأشباه: ۱۰۲ (مقاله: ص/۳)۔

☆ مولانا سلمان پالن پوری رقمطراز ہیں: ناجائز مقاصد کے لئے بھانگ وافیون جیسی اشیاء سے منشیات ومسکرات تیار کرنا اور ان کی خرید وفروخت کرنا ناجائز ہے کیونکہ یہ تعاون علی المعصیت میں داخل ہے چنانچہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

إن كل مايؤدي إلى الحرام فهو حرام وكل مايعين على المعصية فهو معصية (مقاله: ص:۸)۔

☆ مولانا سید اسرار الحق سبیلی صاحب نے جس صفحہ پر سوال نمبر (۴) کا جواب تحریر فرمایا ہے وہ نہ مل سکا اسلئے بندہ ان کی رائے ذکر نہیں کر سکا ہے۔

چوں کہ اکثر حضرات نے سوال نمبر (۵) اور (۶) کا جواب ایک ساتھ لکھا ہے اس لئے بندہ بھی دونوں سوال ایک ساتھ ذکر کرنے کے بعد خلاصۂ جواب بھی ایک ساتھ ذکر کرے گا، سوال نمبر (۵) اور (۶) اس طرح ہے۔

سوال (۵) اس قسم کی تیز نشہ آور اشیاء کی تیاری، وکاروبار وغیرہ پر حکومتیں سخت موقف اختیار کرتے ہوئے موت کی سزا دے دیتی ہیں۔ شریعت اسلامی اس بابت کیا موقف رکھتی ہے؟

سوال (۶) شراب ونشہ آور اشیاء کے استعمال یا کاروبار پر جبکہ کوئی آدمی اس کے فروغ کا ذریعہ بن رہا ہو، کیا موت کی سزا دی جا سکتی ہے؟ احادیث کی روشنی میں کیا رہنمائی ملتی ہے۔

دونوں سوال کے جواب میں ۵ رحضرات کا خیال یہ ہے کہ سزائے موت کی کسی طرح گنجائش نہیں ہے اور نہ ہی وہ درست ہے، اور تعزیراً قتل کرنا حد سے

بڑھ کر ہوگا۔ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: مولانا نذیر احمد قاسمی، مولانا عبدالحی مفتاحی، مولانا عبداللہ کاوی، مولانا محمد عمران ندوی اور مولانا حیدر علی قاسمی۔

ان حضرات نے درج ذیل دلائل سے اپنے موقف کو ثابت کیا ہے:۔

☆ انه من قتل نفسا بغير نفس أو فساد في الأرض فكأنما قتل الناس جميعا (المائدہ: ۳۲، مقالہ: مولانا محمد عمران ندوی صاحب)۔

☆ عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: لا يحل دم إمرئ يشهد أن لا إله إلا الله وأن محمد رسول الله إلا بإحدى ثلاث؛ النفس بالنفس والثيب الزاني والمفارق لدينه (بخاری، مقالہ: مولانا نذیر احمد قاسمی)۔

☆ ويحرم أكل البنج والحشيشة والأفيون لكن دون حرمة الخمر فإن أكل شيئا من ذلك لا حدّ عليه وإن سكر بل يعزر بما دون الحد (تنویر الأبصار: ۱۰/۴۱)۔

☆ مولانا عبداللہ کاوی صاحب رقمطراز ہیں: شراب ونشہ آور اشیاء کے استعمال یا کاروبار پر جبکہ کوئی آدمی اس کے فروغ کا ذریعہ بن رہا ہو تو اس کو دائمی جیل خانہ میں ڈالا جاسکتا ہے، البتہ اس کو موت کی سزا نہیں دی جاسکتی۔ ہاں! اگر اس کو حلال سمجھے تو قتل کیا جائے گا۔

اور موصوف حکومتوں کے سخت موقف کے بارے میں فرماتے ہیں:

الضرر يزال، لاضرر في الإسلام اور ولا تعاونوا على الإثم والعدوان

کے پیش نظر معاصی کے سدباب کے طور پر قتل روا اور جائز نہ ہوگا کیوں کہ اس طرح کی سزا حد اور قصاص کہلاتی ہے جس کے لئے نص کی ضرورت ہے، اس طرح کی نص احقر کی نظر سے نہیں گذری البتہ ابدی جیل تعزیرا دی جاسکتی ہے، اور قتل کرنا تعزیرا جائز نہیں کیوں کہ تعزیر حد کے برابر نہیں ہونی چاہئے۔

بقیہ ۲۸ /حضرات کی رائے یہ ہے کہ شخص مذکور کو تعزیرا، مصلحۃ، سیاسۃ دفع مضرت وشر اور معاشرہ کی تطہیر وصفائی کے پیش نظر قتل کیا جاسکتا ہے، البتہ ۸ / حضرات (مولانا روح الامین بانسوٹ، مولانا محمد الیاس قاسمی، مولانا عبداللہ قریشی، مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا راشد حسین ندوی، مولانا سلمان منصور پوری، مولانا خورشید انور اعظمی اور راقم الحروف) نے کچھ شرائط وقیود ذکر کی ہے۔ اولا ان شرائط وقیود کو ذکر کرتا ہوں۔

(۱) اگر وہ پہلی مرتبہ پکڑا گیا ہے تو اس کو اصلاح حال کے مواقع فراہم کئے جائیں۔

(۲) اس نے جرم کا ارتکاب بار بار کیا ہو۔

(۳) اس کا جرم متعدی ہو۔

(۴) کسی اور تدبیر، علاج وسزا سے مایوسی ہو چکی ہو۔

(۵) دفع فساد ومضرت عامہ کے پیش نظر قتل ضروری ہو۔

ان حضرات کی دلیلیں درج ذیل ہے:

☆ ويكون التعزير بالقتل، رأيت في الصارم المسلول: إن من أصول الحنفية أن مالا قتل فيه عند هم مثل القتل بالمثقل والجماع في غير القبل، إذا تكرر فللإمام أن يقتل فاعله وكذلك له أن يزيد على الحد المقدر إذا رأى المصلحة في ذلك (شامی: ۶/۱۰۷)۔

☆ وعلى هذا القياس المكابر بالظلم وجميع الكبائر والأعونة والسعاة يباح قتل الكل۔ قوله: جميع الكبائر أى أهلها، والظاهر أن المراد بها المتعدى ضررها إلى الغير فيشمل كل من كان من أهل الفساد كالساحر وقاطع الطريق وغيرها ممن عم ضرره لا ينجبر بغير القتل (شامی: ۶/۱۱۰)۔

☆ اگر امام یہ محسوس کرے کہ یہ شخص شراب پینے سے باز نہیں آرہا ہے اور اس کا یہ عمل دوسرے لوگوں کے لئے فساد کا موجب ہوسکتا ہے تو اس صورت میں امام کو یہ حق حاصل ہے کہ اس کو تعزیرا قتل کردے (درس ترمذی: ۵/۹۷)۔

اور بقیہ ۱۸ رحضرات کے دلائل درج ذیل ہیں اوران میں سے کچھ دلائل ان ۶ رحضرات نے بھی ذکر کئے ہیں جن کا سطور بالا میں ذکر آچکا ہے۔

☆ إنما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون في الأرض فسادا أن يقتلوا أو يصلبوا أو تقطع أيديهم وأرجلهم من خلاف أو ينفوا من الأرض (المائده: ٣٣)۔

☆ وأجاز فقهاء الحنفية والمالكية أن تكون عقوبة التعزير هى القتل ويسمونه القتل سياسة أى إذا رأى الحاكم المصلحة في ذلك وكان جنس الجريمة يوجب القتل كما فى حال التكرار أو إدمان المسكرات والمخدرات واعتياد الأجرام (الفقه الاسلامي وادلته: ٥٥١٩/٧)۔

☆ وليس فيه (التعزير) تقدير بل مفوض الى رأى القاضي وعليه مشائخنا. زيلعي۔ لأن المقصود منه الزجر. وأحوال الناس فيه مختلفة. بحر۔ ويكون التعزير بالقتل. وكان حاصله ان يعزر بالقتل في الجرائم التى تعظمت بالتكرار وشرع القتل في جنسها (شامی: ١٩٦،١٩٧/٣)۔

☆ وكتب مولانا يحيى المرحوم من تقرير شيخه: قاتلوهم لا لحرمته القطعية بل للتعزير على بغاوة الإمام (بذل المجهود: ٢٣٠/٤)۔

☆ فيجوز للحاكم بعد النظر في أحوال القضية المعروضة لديه ان يترك الجانى بعد نظرة شزرة او تهديد وتبكيت ويجوز له ان يحكم عليه بما ناسبه من عقوبة اخرى تصلح لزجره وردعه عن ارتكاب جريمة مرة أخرى حتى لو بدا للحاكم ان الجانى ممن لايرجى صلاحه ويخشى منه ان يسرى فساده إلى أعضاء المجتمع الآخرين جاز ان يحكم عليه بالموت الإعدام (تكمله فتح الملهم: ٢/٢٥٩)۔

اس کے علاوہ انہوں نے مذکور مجرم کے قتل کرنے کو کچھ واقعات اور فقہی عبارات پر قیاس کیا ہے۔ جیسے:۔

☆ حدیث دیلم حمیری۔ ☆ واقعہ عکل وعرینہ۔ ☆ لوطی کا قتل۔ ☆ جاسوس مشرک کا قتل

☆ للإمام قتل السارق سياسة

☆ من خنق في المصر قتل سياسة لسعيه بالفساد. وكل من كان كذلك يدفع شره بالقتل (شامی: ٦/١٠٧)۔

سوال (۷) جولوگ مروج قسم کے نشہ کے عادی ومریض ہوتے ہیں ان کے لیے ایسی تدبیریں کہ جن کے ذریعہ ان کی اس عادت کو چھڑایا جائے اور اس مرض وہلاکت سے بچایا جائے اس کا کیا حکم ہے؟

تمام حضرات اس سلسلہ میں متفق اللسان ہیں کہ جو بھی تدبیر اس کے لئے مناسب ہو ہر شخص اس کو بجالائے، یہ امر مستحسن، مطلوب ومحمود ہے بلکہ مولانا راشد حسین ندوی کے الفاظ میں واجب کفایہ اور مولانا احمد شمیم گورینی کے بقول فرض وواجب ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر مسلمان کا فرض منصبی ہے، ہر شخص اپنے دائرۂ کار کے مطابق اس فریضۂ امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں جو بھی تدبیر اختیار کرسکتا ہے وہ اس کے لئے کرنا از حد لازم وضروری ہے لہذا ہر شخص حسب استطاعت اس کے عادی کو روکے۔

احقر نے بعض حوالوں سے اس کے لئے کچھ تدابیر بھی ذکر کی ہے، امید ہے کہ وہ تدابیر خالی از فائدہ نہ ہوگی۔

سوال (۸) اوران کے علاج کے لیے اگر نشہ آور اشیاء کا بھی استعمال کرنا پڑے اس طور پر کہ بتدریج ان کی عادت کو کم کر کے نفی ومکمل احتراز تک لایا جائے، اس کا کیا حکم ہے؟

صرف مولانا ابوسفیان مفتاحی ضرورت کے وقت تدریجی طور پر عادت کے کم کرنے کے لئے علاج بالمثل یعنی منشیات سے علاج کے جواز کے قائل نہیں ہیں۔ ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں: اگر ان کے علاج کے لئے نشہ آور اشیاء کا بھی استعمال کرنا پڑے اس طور پر کہ آہستہ آہستہ یعنی رفتہ رفتہ ان کی اس بری عادت کو کم

کرکے نفی و مکمل احتراز تک لایا جائے تو اس علاج سے دوسرے کی اصلاح کے بجائے خود یہ علاج کرنے والا نشہ آور اشیاء کے استعمال کا عادی بن سکتا ہے اور اس طرح بجائے اصلاح کے باب فساد کھل جائے گا لہٰذا اس طریقہ علاج کے لئے جائز رائے نہ دی جائے گی، اس کا علاج فقط سخت تعزیر ہی ہوسکتا ہے۔

بقیہ حضرات نے درج ذیل شرائط کے ساتھ علاج بالمثل کی اجازت دی ہے۔

☆ اشربۂ اربعہ محرمہ ممنوعہ کے علاوہ سے ہو۔

☆ دوسرا علاج کارگر نہ ہو۔

☆ اس کے بغیر علاج ممکن نہ ہو۔

☆ بقدر مسکر سے کم ہو۔

☆ جس کا عادی ہے اس سے قوی مسکر سے علاج نہ ہو۔

☆ تدریجی طور پر کم کرتا رہے۔

☆ دل سے اس چیز سے راضی نہ ہو۔

☆ حالت اضطراری ہو۔

ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

☆ الضرورة تتقدر بقدر الضرورة۔

☆ الضرورات تبيح المحظورات۔

☆ الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة كانت او خاصة۔

☆ وعلى من ابتلى بتناول المخدرات التدريج في تنقيصها حتى يتعافى عنها۔ وقد سئل ابن حجر المكي عمن ابتلى بأكل نحو الافيون وصار إن لم يأكل بذلك [illegible] قطعاً [illegible] بل وجب لاضطراره إلى البقاء روحه كالميتة للمضطر ويجب عليه التدريج في تنقيصه شيئا فشيئا حتى يزول تولع المعدة به من غير ان تشعر فان ترك ذلك فهو آثم فاسق (الفقه الحنفي في ثوبه الجديد: الاشربه، ص:۵/۲۷۷)۔

☆ أكثر مشائخ الحنفية أفتوا بجواز التداوى بالحرام إذا أخبره طبيب حاذق بأن المريض ليس له دواء آخر... الاستشفاء بالحرام يجوز إذا علم أن فيه شفاء ولم يعلم دواء آخر (تكمله فتح الملهم:۲/۳۰۲)۔

☆ انه كان ينهى وفد عبدالقيس عن شرب المسكر فوفدوا اليه بعد. فرآهم مصفرة ألوانهم سيئة حالهم فسألهم عن قصتهم فأعلموه أنه كان لهم شراب فيه قوام أبدانهم فمنعهم عن ذلك فأذن لهم في شربه۔

(حاشية نصب الرايه: كتاب الاشربه، تحقيق محمد عوامه)۔

☆☆☆

اکیڈمی کا فیصلہ

نشہ آور اشیاء

عصر حاضر میں پیدا ہونے والے مسائل کے حل کے لئے قائم ادارہ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا اکیسواں انٹرنیشنل فقہی سمینار مشہور تجارتی شہر اندور کے قریب جامعہ اسلامیہ بنجاری میں بتاریخ ۹-۱۱ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ مطابق ۳-۵ مارچ ۲۰۱۲ء منعقد ہوا، سمینار میں کشمیر سے لے کر کیرالہ تک پورے ملک سے تقریباً ۳۰۰/ اسلامی اسکالرس اور مفتی وقاضی حضرات کے علاوہ مصر، برطانیہ، ماریشس، جنوبی افریقہ، امریکہ اور کناڈا کے نمائندوں نے بھی شرکت کی، اس سمینار کے لئے مروجہ انشورنس کے متبادل نظام تکافل، اہم ترین بین الاقوامی مسئلہ نشہ آور اشیاء کی تیاری اور استعمال کے سدباب، اور زوجین کے درمیان پیدا ہونے والے اختلافات کے حل کے سلسلہ میں بحث کی گئی اور باتفاق رائے نشہ آور اشیاء کے سلسلہ میں درج ذیل تجاویز منظور کی گئیں:

اللہ تبارک وتعالی نے انسان کو فائدہ پہنچانے والی چیزوں کو حلال اور طیب بنایا اور نقصان پہنچانے والی اشیاء کو حرام وناجائز قرار دیا ہے، پورے دین اسلام میں فطرت انسانی کی رعایت ہر موڑ پر موجود ہے، کھانے پینے کی اجازت واباحت کے ساتھ ساتھ نقصان پہنچانے والی چیزوں کی ممانعت وحرمت قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں اصولی طور پر بیان کردی گئی ہے، انہیں محرمات میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں، جو عقل کو متاثر کرنے والی اور نقصان پہنچانے والی ہیں۔

انسانی اعضاء وجوارح میں عقل وخرد کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے، انسان اسی عقل وخرد کے ذریعہ دوسرے حیوانات سے ممتاز ہوتا ہے، اور اسی عقل کی بنیاد پر وہ احکام شرع کا مکلف ہوتا ہے، انسانیت کی بقا اور اس کی نافعیت عقل ہی کی سلامتی پر قائم ہے۔

عقل وخرد کو متاثر کرنے اور اخلاقی بگاڑ پیدا ہونے کا بڑا ذریعہ نشہ ہے، خواہ وہ کسی ذریعہ وشکل سے ہو، اس میں بے حد مضرت ہے، جس کے نتیجے میں انسان عقل وخرد سے بیگانہ ہوکر دین ودنیا کی تباہی کے راستے پر چل پڑتا ہے۔

شراب کی حرمت، شریعت میں مسلم ہے؛ خواہ وہ کسی نام اور کسی عنوان سے متعارف ہو، اس سلسلے میں شریعت کا واضح اصول یہی ہے کہ ہر نشہ آور شی حرام ہے، آج نشہ کے لئے خمر وشراب کے علاوہ بہت سی اشیاء کا استعمال ہو رہا ہے جو جامد بھی ہوتی ہیں اور سیال بھی، مقدار میں بہت کم، لیکن تاثیر میں زود سے زود تر اور شراب سے فائق، افیم، کوکین، ہیروئن، اسمیک، گانجا اور اس جیسی بہت سی اشیاء کی مضرت شراب سے کہیں بڑھ کر ہے، آج پوری عالمی برادری سماجی طور پر اس سے متاثر ہے، نشہ آور اشیاء نے سب کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے، اور پوری دنیا میں اس حوالہ سے تشویش پائی جارہی ہے، اسلامک فقہ اکیڈمی کے اکیسویں سمینار جامعہ اسلامیہ بنجاری اندور منعقدہ ۳-۵ مارچ ۲۰۱۲ء میں تفصیلی بحث ہوئی اور درج ذیل تجاویز پر اتفاق ہوا:

۱- پوری دنیا میں شراب اور دوسری نشہ آور اشیاء میں فرق کا جو طریقۂ کار اختیار کیا جارہا ہے وہ خطرناک، ناقابل فہم اور انسانی ہمدردی کے خلاف ہے۔ دوسری نشہ آور اشیاء پر عالمی برادری کا جو موقف ہے، وہی شراب کے لئے بھی اختیار کیا جانا ضروری ہے، ام الخبائث شراب کے لئے بھی لائسنس نہ دیئے جائیں اور ان کی خرید وفروخت پر مکمل پابندی لگائی جائے۔

۲- دستور ہند کے رہنما اصول دفعہ ۴۷ میں مرقوم ہے کہ مملکت اس امر کی کوشش کرے گی کہ طبی اغراض کے سوا نشہ آور مشروبات اور مضر صحت مفرد ادویہ کے استعمال کی ممانعت کرے۔ اس دفعہ کے مدنظر شراب اور دیگر نشہ آور اشیاء کی ہلاکت خیزی اور تباہ کاری کو سامنے رکھتے ہوئے اسلامک فقہ اکیڈمی کا یہ سمینار حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ اسے جلد از جلد نافذ کیا جائے اور اس سلسلے میں قانون سازی کی جائے۔

۳- یہ سمینار تمام انسانوں سے عموماً اور مسلمانوں سے خصوصاً اپیل کرتا ہے کہ وہ نشہ آور اشیاء سے دور رہیں، تاکہ ان کی ذہنی نشوونما اور جسمانی ارتقاء کا عمل متاثر نہ ہو اور وہ سماج پر بوجھ بننے کے بجائے اپنی گوناگوں بلکہ ہمہ جہت صلاحیتوں کی وجہ سے ملک وملت کے لئے مفید بن سکیں۔

۴- ہم سب کو یہ بات ملحوظ رکھنی چاہئے کہ انسان کے پاس اس کے تمام اعضاء وجوارح، جسم وجان، عقل وشعور اور ادراک اس کی اپنی ملکیت نہیں بلکہ اللہ کی امانت ہے، اور وہ شریعت کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق ان کے استعمال کا پابند ہے، وہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرسکتا، جس کی وجہ سے ان اعضاء کی خدمات متاثر ہوں یا کلیۃً ختم ہوجائیں۔ شراب کی حرمت منصوص ہے، خواہ وہ کسی نام اور کسی عنوان سے متعارف ہو اور وہ کسی بھی چیز سے بنے۔

۵- اس کے علاوہ اشیاء کی حرمت کا حکم نشہ پیدا کرنے پر ہے خواہ وہ نشہ سیال اشیاء سے ہو یا جامد اشیاء سے، انجکشن کے ذریعہ حاصل کیا جائے یا کسی اور طریقہ سے، یہ سب حرام ہیں اور ان سب سے احتراز لازم ہے۔

۶- افیون، بھانگ وگانجا وغیرہ کی کاشت وتجارت کا مقصود انہیں منشیات کے طور پر استعمال کرنا اور ان کی تیاری میں تعاون ہو تو یہ ناجائز اور ممنوع ہے۔

۷- وہ تمام منشیات ومسکرات جو بھانگ وافیم جیسی چیزوں سے تیار کی جائیں ان کا استعمال اور خرید وفروخت ناجائز وحرام ہے۔

۸- جو لوگ شراب اور دیگر نشہ آور اشیاء کے استعمال کی عادت میں گرفتار ہیں وہ قابل سرزنش ہیں اور انہیں تمام ممکنہ تدابیر کے ذریعہ بچانے کی کوشش کرنا شرعی وانسانی فریضہ ہے۔

۹- جو لوگ اس بری عادت کو پھیلانے کا سبب بنتے ہیں خواہ کاروبار وتجارت کے ذریعہ ہو یا کسی اور طریقے سے، ایسے افراد اپنی حرکتوں سے باز نہ آنے کی صورت میں سخت سے سخت سزا کے مستحق ہیں۔

۱۰- ہر ایسی جائز تدبیر اختیار کرنا جس سے نشہ کی عادت چھوٹ جائے، شرعاً مطلوب، اور انسانی واخلاقی فریضہ ہے۔

۱۱- نشہ کی عادت چھڑانے کے لئے اگر جائز اشیاء سے علاج کی کوئی صورت کارگر نہ ہو، اور حالت مجبوری کی ہو، تو ماہرین اطباء کے مشورہ سے تدریجی طور پر نشہ آور اشیاء سے بھی علاج کی گنجائش ہے۔

۱۲- جسم وجان اور صحت وصلاحیت سب اللہ کی نعمت وامانت ہیں، ان کی ہر ممکن حفاظت انسان پر فرض ہے، اس لئے نشہ آور اشیاء سے احتراز کے ساتھ ان تمام اشیاء کے استعمال سے بھی بچنا ضروری ہے جو جسم وصحت کو نقصان پہنچاتی ہیں اور خطرناک بیماریوں کا ذریعہ بنتی ہیں مثلاً سگریٹ، بیڑی، گٹکھا، تمباکو نوشی وغیرہ۔



باب دوم/تفصیلی مقالات

نشہ آور اشیاء کی تجارت اور استعمال کے شرعی احکام

مفتی اقبال محمد ٹنکاروی[1]

دور حاضر میں غیر مسلم اقوام ترقی یافتہ ہوں یا پسماندہ، شراب اور بعض دوسری نشہ آور اشیاء کو لوازمات اور ضروریات زندگی سمجھتی ہیں، اسلام میں تمام مسکرات کے بارے میں حکم بیان فرمایا گیا ہے، اور اس نے انسانی عقل وجسم، مال اور اس سے متعلق سوسائٹی کی حفاظت وصیانت ہی کے لئے مسکرات کو حرام قرار دیا ہے۔

شریعت کے رمز شناس اور اس کے مزاج ومذاق سے آگاہ علماء نے لکھا ہے کہ بنیادی طور پر احکام شرع کے ۵ مقاصد ہیں: جان کی حفاظت، دین کی حفاظت، عقل کی حفاظت، عزت وآبرو کی حفاظت اور مال کی حفاظت۔

شریعت کے جتنے احکام ہیں؛ خواہ وہ مرضیات ہوں یا منہیات، اور ان کا کیا جانا مطلوب ہو یا ان کا ترک کرنا مقصود ہو، وہ بہرحال انہی پانچ مقاصد کی تکمیل ہے، ان مقاصد پنجگانہ میں سے عقل کی حفاظت اس کے بغیر ممکن نہیں کہ ان تمام چیزوں پر روک لگائی جائے جو عقل ودماغ کے توازن کو متاثر کردیتے ہیں۔

مولانا بدر الحسن قاسمی فرماتے ہیں: عقل کی حفاظت سے نہ صرف منشیات کی لعنت سے معاشرہ پاک ہوتا ہے بلکہ انسانی عقل پر اثر انداز ہونے والی ہر اس چیز کی روک تھام ہو جاتی ہے جو انسانی زندگی اور اس کی تہذیب کے لئے مضر ہے (مقاصد شریعت، تعارف وتطبیق: ص/ ۵۸، ط: ایفا پبلیکیشنز)۔

عقل کو متاثر کرنے میں نشہ اور شراب سر فہرست ہے جو انسان کو وقتی طور پر عقل وشعور سے محروم کر دیتا ہے اور ہوش وخرد سے عاری کر کے ایسی ایسی حرکتوں کا ارتکاب کراتا ہے اور زبان سے وہ کچھ کہلاتا ہے کہ حالت اعتدال میں وہی شخص اس کے تصور سے بھی پشیمان ہو اور گھن محسوس کرے، اسی لئے شریعت اسلامی نے اس سلسلہ میں خوب شدت برتی ہے۔

چونکہ آج کل خمر وشراب کے عنوان سے متعارف اشیاء کے علاوہ بہت سی اشیاء کا استعمال ہو رہا ہے اور وہ ضرر رساں بھی ہے جیسے افیون، کوکین، گانجا وغیرہ، اس پر گفتگو کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ خمر، سکر اور مخدر کی لغوی، اصطلاحی وضاحت کردی جائے اور ساتھ ہی ان کی علامات بھی بیان کردی جائیں۔

شراب جس کو قرآن نے "خمر" سے تعبیر کیا ہے، اس کی تعریف امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ ہے کہ وہ انگور کے کچے رس کا نام ہے جس میں جوش اور شدت پیدا ہو جائے اور جھاگ اٹھ جائے، جبکہ صاحبین کے یہاں جھاگ اٹھنے کی شرط نہیں ہے۔

احکام القرآن میں ہے:

والخمر عند الإمام أبي حنيفة النيئ من ماء العنب إذا غلا واشتد وقذف بالزبد۔ وذهب الإمامان إلى عدم اشتراط القذف ويكفي الاشتداد۔ (احکام القرآن للشیخ ظفر احمد العثمانی: تحقیق معنی الخمر، ص: ۳۸۶، ج/ ۱، ط: ادارۃ القرآن کراچی)۔

لغوی اعتبار سے خمر میں ہر وہ نشیلی مشروب داخل ہے جو عقل کو مختل کردے۔

---

[1] مہتمم دار العلوم اسلامیہ عربیہ ماٹلی والا، بھروچ، گجرات

سمیت بذلك لمخامرتها العقل (الصحاح تاج اللغة: مادة خمر، ص:۶۴۹، ج/ ۲، ط: دار العلم بیروت)۔

امام لغت علامہ زبیدی فرماتے ہیں: لأنها تخمر العقل وتستره اور کچھ سطروں کے بعد مصباح کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں: اسم لکل مسکر خامر للعقل (تاج العروس: مادة خمر، ص: ۱۸۶،۱۸۷، ج: ۳)۔

صحابہ نے بھی یہی مفہوم لیا ہے، حضرت عمرؓ نے منبر رسول پر خطبہ دیتے ہوئے خمر کی حقیقت بیان کی اور دوران خطبہ ارشاد فرمایا:

والخمر ما خامر العقل (مسلم شریف: کتاب التفسیر، باب فی نزول تحریم الخمر، رقم الحدیث: ۳۰۲۲، ط: دار ابن حزم)۔

حضرت عمرؓ کی اس وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ مے نوشی جو آج فرنگی تہذیب میں جائز ہی نہیں بلکہ عین اس تہذیب کا جزو بنی ہوئی ہے اور دلیل اعزاز ہے، اسی طرح قدیم عربی تہذیب کا بھی جزو تھی اور لوازم شائستگی میں سے سمجھی جاتی تھی۔

اور سکر یا نشہ ایسے سرور کو کہتے ہیں جو عقل کو زائل کردے، اور نشہ کی وجہ سے عقل کے زوال کی کیفیت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ ہے:

فلا يعرف به السماء من الأرض یعنی زمین وآسمان میں تمیز نہ کرسکے

لیکن امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک یہ ہے: بل يغلب على العقل فيهذي في كلامه۔

بعض حضرات نے نشہ کی یہ کیفیت بیان کی: السكران الذي تصح به التصرفات أن يصير بحال يستحسن ما يستقبحه الناس وبالعكس لكنه يعرف الرجل من المرأة (رد المحتار على الدر المختار: كتاب الطلاق، مطلب في تعريف السكران وحكمه، ص:۴۲۳، ج:۲، ط: مکتبہ نعمانیہ دیوبند)۔

لیکن زوال عقل کی جو نوعیت صاحبین کے نزدیک مدار حکم ہے وہی مفتی بہ ہے۔

ومال أكثر المشائخ إلى قولهما وهو قول الأئمة الثلاثة، واختاروه للفتوى لأنه المتعارف، وتأيدوا بقول علي رضي الله عنه: اذا أسكر هذى۔ رواه مالك والشافعي (حوالہ بالا، ص:۴۲۴،۴۲۳)۔

نشہ آور اشیاء کا تعارف:

۱- افیون: یہ ایک یونانی لفظ سے مشتق ہے، افیون اس خشک شدہ لیس دار عرق کا نام ہے جو پوست کے کچے ڈوڈے سے نکالا جاتا ہے، اسی پوست کو لاطینی زبان میں Papaver Somni Ferum اور عربی زبان میں خشخاش کہا جاتا ہے (دائرۃ المعارف، ص/ ۲، ج/ ۳، ط: یونیورسٹی پنجاب لاہور)۔

پوست کا پودا، جس کی کاشت گیہوں اور جو کے کھیتوں کے درمیان میں کی جاتی ہے، ان کے بنانے کا طریقہ ابھی اوپر مذکور ہوا، لیکن اس میں دوسرے بھی کچھ اجزاء کی ملاوٹ ہوتی ہے جیسے مورفین، کوکین وغیرہ۔ افیون انتہائی خطرناک نشہ آور چیز شمار کی جاتی ہے، اس کے استعمال سے پیدا ہونے والے نقصانات کی تفصیل بعد میں ذکر کی جائے گی (مرسلہ مقالات، بعنوان انواع المخدرات، ص:۱۱)۔

درخت خشخاش کے کچے پھلوں یعنی کونار (پوست خشخاش) میں شگاف دینے سے دودھیا رس نکلتا ہے اس کو ہوا میں خشک کر لیتے ہیں، یہی افیون ہے، تازہ حالت میں سرخ بھوری اور عرصہ کے بعد سخت اور سیاہی مائل ہوجاتی ہے (نوجوان تباہی کے دہانے پر، باب:۱۴، ص:۱۸۸، ط: مکتبہ جاوید دیوبند)۔

۲- مورفین: یہ افیون ہی کی ایک قسم ہے اور افیون ہی سے بنایا جاتا ہے، یہ نام الہ مورفیوس کی طرف منسوب ہے، اس ڈرگ (Drug) کا استعمال Pain Killer دواؤں میں بھی ہوتا ہے (مرسلہ مقالات، بعنوان انواع المخدرات، ص:۸)۔

۳- ہیروئین: یہ مورفین سے بنایا جاتا ہے اور مورفین سے زیادہ خطرناک ہے، ۱۸۹۸ء میں اس کا انکشاف ہوا اور بیئر کمپنی نے دواؤں میں اس کا استعمال کیا لیکن بعد میں اس کا برا اور خطرناک استعمال مخدر اور نشہ کی صورت میں ہوا (مذکورہ بالا مقالہ)۔

یہ مارفین کے قبیلے سے سفید قلمی تلخ مزہ، پانی میں حل پذیر ہے، یہ مارفین سے پانچ گنا زیادہ اثر کرتا ہے، لوگ شدید کھانسیوں میں استعمال کرتے ہیں، پھر عادی ہوجاتے ہیں (نوجوان تباہی کے دہانے پر، ص:۱۹۰)۔

۴- کوکین: یہ خام افیون سے نکالا جاتا ہے اور مزدور طبقہ چستی کے لئے زیادہ استعمال کرتا ہے، اس کا وزن افیون کی بنسبت ۰ء۵ سے ۲ء۵ تک زیادہ ہوتا ہے، نیز "کوکا" پودے سے بھی اس کو نکالا جاتا ہے، اس کی کاشت جنوبی امریکا، پیرو، کولمبیا، انڈونیشیا اور ہندوستان میں ہوتی ہے، اس کی کاشت کے لئے درجۂ حرارت کا زیادہ ہونا ضروری ہے اور کوکا طویل العمر پودا ہے جو ۲۰ سال تک باقی رہتا ہے اور ایک سال میں ۶ مرتبہ اس سے پیداوار حاصل ہوتی ہے۔

اس پودے سے سفید لیسدار، انتہائی قاتل و زہریلا مادہ نکالا جاتا ہے، جو صاف شفاف ہوتا ہے اسی کو کوکین بولتے ہیں، اس کا استعمال ۳ طرح ہوتا ہے:

(۱) سونگھ کر (۲) انجکشن کے ذریعہ (۳) چبا کر، ہاں! طبی رہنمائی سے زیادہ استعمال کی صورت میں موت بھی واقع ہو سکتی ہے، مزدور طبقہ جب اس کا استعمال کرتا ہے تو انہیں قوت کا احساس ہوتا ہے اور تعب و تکان کا احساس ختم ہو جاتا ہے (مرسلہ مقالات، بعنوان انواع المخدرات، ص: ۱۳)۔

چوں کہ یہ اقسام ثلاثہ افیون سے بنتی ہیں، ہاں! آخر الذکر افیون کے علاوہ دوسرے پودے سے بھی بنائی جاتی ہے، لیکن ان چیزوں کا استعمال نقصان دہ ہے، ان کے نقصانات و مضرات بھی افیون سے کم نہیں، لہٰذا وہ بھی بعد میں ذکر کر دیئے جائیں گے۔

۵- قات: ایک قسم کا درخت ہے، اس کو بھی چبا کر استعمال کیا جاتا ہے، اس کے فوائد کوکین کی طرح ہیں، اس کی کاشت یمن میں زیادہ ہے، اس میں فعال مادہ Cathine ہوتا ہے اور اس کے پودے سے پتے نکال کر چبایا جاتا ہے اور دھیرے دھیرے اس کا عرق چوسا جاتا ہے۔

(مرسلہ مقالات، بعنوان انواع المخدرات)۔

یہ بھی ایک طویل العمر پودا ہے جس کی اونچائی ایک دو میٹر ہوتی ہے، اس کی کاشت یمن، افغانستان اور وسط ایشیا میں ہوتی ہے، اسکی اول پیدائش کہاں ہوئی اس میں ۲ گروہ ہے، بعض حضرات کا خیال یہ ہے کہ اس کا اول ظہور ترکستان اور افغانستان میں ہوا جبکہ دیگر بعض حضرات کی تحقیق کے مطابق اس کا اول مسکن حبشہ ہے، اس کا کوئی پھل نہیں ہوتا، اس کے چھوٹے چھوٹے ہرے پتے چبائے جاتے ہیں (مرسلہ مقالات)۔

آج کل کھیل کود کے میدانوں میں اس کا استعمال ہو رہا ہے بلکہ اب تو اس کی ایک عام عادت ہو گئی ہے کہ خوشی، غمی اور ماتم کے وقت نیز فارغ وقت کو گزارنے کے لئے ٹائم پاس کے طور پر بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔

۶- حشیش: (نشہ آور گھانس، بھنگ) یہ قُنّب (پٹ سن کی ایک قسم جس سے بھنگ بنائی جاتی ہے) سے نکالا جاتا ہے، جس کی کاشت امریکہ، افریقہ، ایشیا، یورپ میں ہوتی ہے، اس کے اور بھی نام ہیں جیسے مار جیوانا جو خشک حشیش کی شکل میں ہوتا ہے، اور بھنگ یہ کچھ پتوں کی شکل میں ہوتا ہے جس میں فعال مادہ خشک حشیش کی بنسبت کم ہوتا ہے، اور "زیت الحشیش" جو مائع مادہ ہے لیکن پانی میں حل پذیر نہیں ہے۔

حشیش ایک کھردرا اور لیسدار پودا ہے، اس کی جڑیں ستون نما ہوتی ہیں اور اسکا جثہ اندر سے خالی ہوتا ہے، یہ مذکر و مؤنث دونوں قسم کا ہوتا ہے، ان دونوں میں تمیز اس طرح ہوتی ہے کہ مذکر زیادہ شاخ والا اور رنگدار ہوتا ہے اور اس کا پھل معتدل اور ورق دار ہوتا ہے، جبکہ مؤنث کا پھل نرم اور کھلایا ہوا ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا اشیاء مسکرہ کا طریقۂ استعمال:

۱- حشیش: تدخین کے طریقہ سے، بیڑی، سگریٹ وغیرہ میں ملا کر استعمال ہوتی ہے یہ طریقہ مصر میں عام ہے۔

شراب کی طرح، اس طریقہ پر کہ اس کے پتے اور زہریلی شاخیں توڑ کر پانی میں پگھلایا جائے پھر اس کو پیا جائے، یہ طریقہ ہندوستان میں رائج ہے۔

کھانے کے طریقہ سے، اس طرح کہ نیلی چیز یا کھانے کی کوئی چیز کے ساتھ ملایا جائے۔

۲- افیون: طب میں اس کا استعمال درد میں تخفیف کے لئے ہوتا ہے، یا مائع دواؤں میں ڈال کر مریض کو دیا جاتا ہے، اور بعض اوقات گولیوں میں ملا کر مریض کو دیا جاتا ہے۔

طب کو چھوڑ کر عادت کے طور پر اس کے استعمال کے طریقے مختلف ہیں:

☆ تدخین کی راہ سے بیڑی سگریٹ وغیرہ میں۔

☆ پانی کے ساتھ استعمال کے بعد چائے پی لیتے ہیں۔

☆ کبھی زبان کے نیچے رکھ کر چوسا جاتا ہے۔

☆ کبھی کوئی میٹھی چیز میں ملا کر یا چائے، قہوہ جیسی مائع چیز میں ملا کر استعمال میں لاتے ہیں۔

۳- قات: اس کے سبز پتے چبائے جاتے ہیں، طویل وقت تک اس کا عادی اس کو منہ میں چباتا رہتا ہے اور اس کا عرق نگلتا رہتا ہے، بعض مرتبہ تدخین کے طریقہ سے استعمال میں لے آتے ہیں اور بعض مرتبہ پانی وغیرہ میں ڈال کر۔

۴،۵- مورفین، ہیروئین: اس کا سونگھ کر استعمال عام ہے۔

۶- کوکین: اس کا طریقہ استعمال حشیش کی طرح ہے (مرسلہ مقالات، بعنوان انواع المخدرات)۔

مذکورہ بالا اشیائے مسکرات کے استعمال کے مضرات ونقصانات:

۱- حشیش:

مختلف محققین اور مصنفین نے اس کے چند مضرات کے ذکر کرنے پر اکتفاء کیا ہے؛ لیکن علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

قال بعض العلماء: وفی أکلها مائة وعشرون مضرة دینیة ودنیویة۔

اور پھر وہ مضرات بھی بیان کئے ہیں، ان میں سے کچھ درج ذیل ہے:

وہ خراب اور ردی سوچ کو دعوت دیتا ہے، فطری رطوبتوں کو خشک کر دیتا ہے، جسم میں امراض کو دعوت دیتا ہے، نسیان پیدا کرتا ہے، اچانک موت کا سبب بنتا ہے، عقل میں اختلال وفساد پیدا کرتا ہے، تپ دق، مرض سل، استسقاء، کا شکار ہوجاتا ہے، قوت فکریہ، قوت ذاکرہ میں فساد پیدا ہوتا ہے، افشاء سر، غیرت وحیاء اور مروت ومودت کا فقدان ہوجاتا ہے، عقل ودانائی ختم ہوجاتی ہے، ابلیس کی ہمنشینی ورفاقت کے نتیجہ میں ترک صلوات وفرائض اور حرام چیزوں کا خوگر ہوجاتا ہے، برص، جذام، دائمی رعشہ، احتراق دم، درد جگر، منہ میں بدبو، دانتوں کا صحیح سالم نہ رہنا، آنکھ کے پپوٹوں سے بال اکھڑ جانا، دانتوں کا پیلا پڑ جانا۔ کچھ قبائح ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں: اس مسکر مذکور کے قبائح میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قرب موت جاں کنی کے وقت وہ شہادتین بھی بھول جاتا ہے اور یہ تو ادنی قبائح ہے، اور آگے فرماتے ہیں: یہ تمام خرابیاں افیون اور دیگر اشیاء میں بھی پائی جاتی ہیں؛ بلکہ افیون میں اس کے علاوہ اور بھی خرابیاں ہیں

(دیکھئے: الزواجر عن اقتراف الکبائر: کتاب الاطعمة، الکبیرة السبعون بعد المائة: اکل المسکر الطاہر، ص: ۲۹۲، ۲۹۱، ج: ۱، ط: دار الشعب)۔

۲- افیون:

نیند اور اونگھ کی رغبت وخواہش، پپوٹے کا ڈھیلا پڑ جانا اور اس کی حرکت میں کمی، جسم میں کھجلی، چہرے کا پیلا پڑ جانا، پسینہ کا بڑھ جانا، متلی اور قے کا احساس ہونا، عورت سے مخصوص تعلقات کی شہوت میں اضطراب واقع ہونا، مادۂ تولید کی کمیت میں کمی آجانا، تنفس کی حرکت رفتار میں کمی آجانا، قلبی نبض کے اعتدال میں قلت، معدے کی حرکت میں کمی۔

اس کے نفسیاتی اعتبار سے آثار یہ ہیں کہ اس کے عادی کو ابتداءً ذہنی سعادت اور خوشی کا احساس ہوتا ہے، بوجھ اور ذہنی تکان میں کمی کا احساس ہوتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ کسی بھی کام کے لئے اسکو بہت ہی زیادہ قوت حاصل ہوگئی؛ حتی کہ اطباء نے افیون اور اخلاقی بے راہ روی جیسے چوری، جنسی حرکتیں وغیرہ کے درمیان بھی جوڑ اور ربط بیان کیا ہے، ہاں! اس کا اثر ختم ہوجانے کے بعد بے چینی اور پریشانی محسوس ہوتی ہے لیکن اس کا اثر تقریباً ۱۰ گھنٹے کے بعد ختم ہوتا ہے؛ نیز کام کاج کے درمیان پہنچی ہوئی تکلیف کا اب خوف ہوتا ہے اور عملی طور پر اس کے شعور کی ابتداء ٹھنڈی، دست، بہت ہی پسینہ، بے خوابی وغیرہ سے ہوتی ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ یہ امراض اور تکلیفیں مسلسل ۱۰ دن تک باقی رہیں اور موت کا واقع ہوجانا بھی ممکن ہے۔

علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ اس میں خلقی مسخ بھی ہوتا ہے، عقل میں بھی فساد ہوتا ہے اور اس کا عادی بدترین حالت تک پہنچ جاتا ہے۔ ان کے الفاظ ہیں:

وهذه القبائح کلها موجودة فی الافیون وغیره یشاهد من أحوال آکلیه، وعجیب ثم عجیب ممن یشاهد من أحوال آکلیه تلك القبائح التی هی مسخ البدن والعقل وصیرورتهم إلی أخس حالة وأرث هیئة وأقذر وصف وأفظع مصاب

لايتأهلون لخطاب ولا يميلون قط الى صواب ولا يهتدون إلا إلى خوارم المروآت وهو أذم الكمالات وفواحش الضلالات (الزواجر: كتاب الاطعمة، ص: ۲۸۸، ج: ۱، ط: دار الشعب)۔

۳-کوکین:

اس کے استعمال سے ابتداءً راحت، نشاط اور ہلکے نشہ کا احساس ہوتا ہے، لیکن یہ حالت ہمیشہ نہیں رہتی؛ کیوں کہ تھوڑی ہی مدت گذرنے کے بعد سستی، پورے جسم میں کمزوری اور تکان محسوس ہوتا ہے اور یہ حالت اس کو دوبارہ کوکین کے نشہ پر ابھارتی ہے تو وہ دوبارہ کوکین لیتا ہے، اب اس میں بے جا جسمانی حرکتیں بھی ظاہر ہوتی ہے خاص کر Hallucinations اب اس کو ایسا لگتا ہے کہ اس کے اطراف کی چیزیں حرکت کر رہی ہے اور چھوٹے چھوٹے کیڑے اس کے جسم پر چل رہے ہیں اور اس کو کاٹ رہے ہیں، لہذا وہ اس کو رگڑتا رہتا ہے، ہوتے ہوتے وہ سوئی یا کلپ کام میں لاتا ہے تاکہ جسم سے ان کیڑوں کو نکال دے۔

اور اگر ۷ سال تک کوکین استعمال کیا جائے تو انسانی جسم کے تمام وظائف میں انحطاط واقع ہوجاتا ہے اور اب وہ سماج کا ایک مفلوج شخص بن جاتا ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: تلک حدود اللہ: شرب الخمر: ابراہیم بن احمد وقفی، ص: ۲۱۲-۲۱۴، ط: دار العلوم اسلام آباد پاکستان)۔

۴-مورفین:

یہ افیون سے بنایا جاتا ہے۔

۵-ہیروئین:

یہ مورفین سے بنایا جاتا ہے۔

اول الذکر افیون سے خطرناک ہوتا ہے اور ثانی الذکر اپنے مصدر سے زیادہ خطرناک ہے، اور افیون سے ہونے والے مضرات ونقصانات اس سے پہلے ذکر کئے جاچکے ہیں۔

اور ان تمام مخدرات سے مجموعی طور پر جو نقصان ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ عقل وخرد میں اثر انداز ہوتا ہے، قریب کو بعید اور بعید کو قریب سمجھتا ہے، واقع شدہ کے بارے میں ذہول کا شکار ہوتا ہے، غیر واقع شدہ کے بارے میں خیالات آتے ہیں، وہ اوہام وخیالات کے سمندر میں غوطہ زنی کرتا ہے اور خیالات کی وادیوں میں ایسا بھٹکتا ہے کہ دین ودنیا تو کجا، خود اپنے آپ ہی کو وہ بھول جاتا ہے، جسم، صحت، اعصاب وغیرہ پر بھی مخدرات کا اثر ہوتا ہے اور یہ قاتل منشیات اس کے جسمانی اعضاء کو بیکار بنادیتے ہیں۔

پھر مال کا تلف ہونا، امور خانہ داری کا خراب ہونا اور گھروں کا ویران ہوکر اجڑ جانا وغیرہ اور بھی نقصانات ہیں (دیکھئے: الحلال والحرام فی الاسلام للدکتور یوسف القرضاوی الباب الثانی: الحلال والحرام فی الاطعمة والاشربة، الفصل فی المخدرات، ص: ۷۶-۷۷، ط: الاتحاد الاسلامی العالمی)۔

جب اولاد کی تربیت میں خاطر خواہ توجہ نہیں دی جاتی تو وہ اپنے آباء واجداد اور مربیین کی بے توجہی اور غفلت کے نتیجہ میں فساق وفجار اور شریر طبقہ سے تعلقات قائم کرتے ہیں، نتیجتاً وہ ہر مفسدہ اور رذیلہ کو ہیچ سمجھتے ہیں، آگے چل کر وہ ممنوعات ومحرمات کا ارتکاب کرتے ہیں جن میں یہ مسکرات بھی شامل ہوتے ہیں پھر تو بے حیائی وبے غیرتی کے نتیجہ میں بڑے سے بڑا گناہ بھی ان کے لئے بازیچۂ اطفال بن جاتا ہے۔

میں یہاں ان مسکرات سے پیدا ہونے والے نقصانات کو ۳ اعتبار سے تقسیم کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

۱-صحت وعقل کے اعتبار سے اس کے مضرات:

تمام اطباء اور علماء صحت کا اتفاق ہے کہ مسکرات ومخدرات کی عادت جنون کا سبب ہے، وہ یادداشت اور قوت ذاکرہ کو کمزور کرنے میں اہم رول ادا کرتا ہے، عصبی، معدے اور آنتوں کے امراض پیدا ہوتے ہیں، قوت ہاضمہ پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے، اچھے کھانوں کی شہوت مفقود ہوجاتی ہے جس کے نتیجہ میں برے کھانوں کا عادی بنتا ہے، پریشانی، لاغری وکمزوری، جوڑوں کی بیماریاں اور جنسی ضعف کا شکار ہوتا ہے، اور بھی طرح طرح کے مہلک امراض کے لاحق ہونے کا سبب ہے۔

۲- اقتصادیت کے اعتبار سے نقصانات:

یہ تو واضح اور عیاں ہے کہ اس کا عادی بے دریغ و بے حساب مال اس کے حصول کے لئے خرچ کرتا ہے؛ بلکہ بعض اوقات اہل وعیال کے نفقہ کی فکر دامن گیر نہیں ہوتی اور مال خرچ کرتا رہتا ہے جس کے نتیجہ میں جھگڑے پیدا ہوتے ہیں، جو گھر کے ویرانے اور بربادی کا سبب بنتا ہے، نیز یہ فقر بھی لانے والی چیز ہے، اخیر میں وہ زبردست تنگی کا شکار ہوتا ہے اور خلل واقع ہونے کی وجہ سے آج کے اس دور ترقی میں وہ لوگوں سے تمام شعبوں میں پیچھے رہ جاتا ہے۔

۳- نفسی، اخلاقی اور سماجی اعتبار سے خرابیاں:

مسکرات کا عادی خراب ومذموم اخلاق واوصاف کا حامل ہوجاتا ہے اور بری عادات واطوار کا عادی بنتا ہے جیسے کذب بیانی، بزدلی، اخلاقی قدروں کو وہ پامال کردیتا ہے، آہستہ آہستہ ترقی کرتا ہے تو جرائم کا ارتکاب کرتا ہے، جس کے نتیجہ میں چوری، ڈکیتی، بدکاری وفحش کاری اور لوگوں پر ظلم وزیادتی کرتا ہے، اس کے علاوہ دیگر کئی خرابیاں اس میں پیدا ہوجاتی ہیں (تفصیل کے لئے دیکھئے: تربیۃ الأولاد فی الإسلام للشیخ عبداللہ ناصح علوان، القسم الثانی، الفصل الثالث مسؤولیۃ التربیۃ الجسمیۃ، الثالث: ظاھرۃ المسکرات والمخدرات، ص: ۱۸۱، ۱۸۰، ج: ۱، ط: دار الفکر دمشق سوریا)۔

منشیات ومسکرات کا حکم:

خمر کیا چیز ہے؟ اس کے معنی ابتداء میں لغوی واصطلاحی دونوں طرح مذکور ہوا، اور احادیث متعددہ سے یہ مفہوم حاصل ہورہا ہے کہ دیگر منشیات میں نشہ وسکر کا اعتبار کیا جائے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ: كل مسكر خمر، وكل مسكر حرام (مشكوة المصابيح: كتاب الحدود، باب بيان الخمر ووعيد شاربها، رقم الحديث: ٣٦٣٨، ط: المكتب الاسلامي بيروت)۔

ایک شخص یمن سے خدمت نبوی میں حاضر ہوا؛ چوں کہ اس کے وطن میں لوگ مکئی کی شراب تیار کرتے اور پیتے تھے، اس نے اس شراب کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے سوال کیا: "کیا وہ نشہ آور چیز ہے؟" اس نے جوابًا "ہاں" کہا، آپ نے ارشاد فرمایا: ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

عن جابر: أن رجلا قدم من اليمن فسأل النبي ﷺ عن شراب يشربونه بأرضهم من الذرة يقال له المزر، فقال النبي ﷺ: أو مسكر هو؟ قال: نعم۔ قال: كل مسكر حرام (مشکوۃ حوالہ سابق: حدیث نمبر: ٣٦٣٩)۔

علامہ عبدالحیؒ "النور السافر" کے حوالہ سے فرماتے ہیں: کسی بھی چیز میں اکل وشرب اور تناول میں حرمت کا حکم ۵ وجوہات کی بنیاد پر ہوتا ہے:

(۱) اس کے ضرررساں اور نقصان دہ ہونے کی وجہ سے، جیسے زہر (۲) اسکار کی وجہ سے، جیسے شراب (۳) نجاست کی وجہ سے، جیسے بول وبراز۔

(۴) تخدیر (نشہ) کی وجہ سے، جیسے بھنگ، حشیش (۵) گھن اور گندگی کی وجہ سے، جیسے لعاب دہن، ناک کی ریزش (رینٹ)۔

إن الشيئ إنما يحرم تناوله وأكله وشربه إما لإضراره كالسم أو لإسكاره كالخمر أو لنجاسته كالبول أو لتخديره كالبنج والحشيشة أو لاستقذار كالمخاط والبزاق المنفصل من الآدمي فإنه يحرم بلعه بعد إخراجه من الفم والأنف۔

(ترويح الجنان بتشريح حكم شرب الدخان: ص: ٣٣)۔

ابن حجرؒ بھی ان احادیث کی روشنی میں اسکار کو علت مان کر باقی چیزوں کی حرمت کے قائل ہیں، فرماتے ہیں کہ اگرچہ لغوی اعتبار سے خمر اسی کو کہیں گے جو انگوری ہو لیکن اخبار عامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر انگوری نشہ آور مشروب بھی خمر ہی ہے، چوں کہ احادیث میں اُس زمانہ کے مروج خمر کا بیان ہے لیکن بعد کی ایجادات کو بھی بر بناء علت اسکار خمر کے حکم میں رکھا جائے، اسی لئے حدیث میں خمر کی عام تعریف بھی ذکر کردی گئی۔

قال ابن حجر: لو سلم أن الخمر في اللغة هي ما اتخذ من العنب خاصة فاعتبار الحقيقة الشرعية أولى۔ وقد تواردت الاخبار عن أن المسكر المتخذ من غير العنب يسمى خمرا فالأحاديث التي جاءت بتحديث الأنواع التي يصنع منها في عصر التنزيل لا يقصد بها حصر الخمر في هذه الأصناف بل هي لبيان ما كانت منه الخمر في ذلك العصر

ويقاس عليه ما يجد بعد ذلك منها، مادام فيه علة الإسكار فكل مسكر خمر. ولهذا جاء تعريف الخمر في نهاية الحديث لهذا السبب فقد أخرج الشيخان أن عمر خطب فقال: إنه قد نزل تحريم الخمر وهي من خمسة أشياء العنب والتمر والحنطة والشعير والعسل، والخمر ماخامر العقل۔ وقد سأل أبوموسیٰ رسول الله ﷺ عن شراب يصنع من الشعير أوالذرة۔ فقال ذاك المزر، أخبر قومك إن كل مسكر حرام۔

(هذا حلال وهذا حرام: باب في الطعام والشراب واللباس، فصل: الخمر، ص:۱۵۰،ط:دار الفضيلة القاهرة)۔

پھر عصر حاضر میں فاسقین نے نشیلے مشروبات کے لئے طرح طرح کے خوشنما نام اور لقب رکھ دیئے، لیکن نام کی تبدیلی سے حقیقت وحکم میں تبدیلی نہ ہوگی، اسی لئے نبی ﷺ نے اس کی بھی پیشین گوئی فرمادی۔

عن أبي مالك الأشعري أنه سمع رسول الله ﷺ يقول: ليشربن ناس من أمتي الخمر يسمونها بغير اسمها

(مشكوة المصابيح: كتاب الاطعمه، باب النقيع والانبذه، الفصل الثاني، رقم الحديث: ۴۲۹۲،ط: المكتب الاسلامي)۔

مذکورہ بالا روایات وعبارات اور ان جیسے دلائل کی بنیاد پر ہر اس شئی کو حرام قرار دیا جائے جس کے استعمال سے نشہ پیدا ہو۔

عبدالقادر احمد عطا نے ان اشیاء کے مفتر ومسکر ہونے کی وضاحت کرنے کے بعد اس کے نقصانات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ یہ اشیاء حرام ہیں، ان کے الفاظ ہیں: قال ابن البيطار: إن الحشيشة، وتسمى القنب وتوجد في مصر، مسكرة جدا إذا تناول الإنسان منها قدر درهم أودرهمين۔ وقبائح خصالها توجد في الأفيون۔

و ألحق ابن دقيق العيد جوزة الطيب بالحشيشة، وقال: إنما مسكرة۔ وقال أبو بكر بن قطب القسطلاني: إن الحشيشة ملحقة بجوزة الطيب والأفيون والبنج۔ وهذه من المسكرات المخدرات۔ وقال الزركشي: إن هذه الأشياء تؤثر في متعاطيها المعنى الذي يدخله في حد السكران۔

نیز کوکین کی قباحتیں بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فكفى بذلك دليلا على التحريم بالإضافة على أدلة تحريم الحشيش (هذا حلال وهذا حرام: ص، ۱۵۲،۱۵۱)۔

کویت کے ایک وفد نے ۱۹۷۶ء میں میکسکو میں ایک محاضرہ پیش کیا اور خمر ونشہ پر وضاحت کرنے کے بعد مذکورہ بالا اشیاء کو علت اسکار کی بناء پر حرام قرار دیا۔ وہ فرماتے ہیں:

رأينا فيما سبق، حكم الله في الخمر، أما ما يزيل العقل من غير الأشربة مثل الحشيش والأفيون وغيرهما من المخدرات فإنه حرام لأنه مسكر۔ فقد روى الإمام أحمد عن أم سلمة رضي الله عنها قالت: نهى رسول الله ﷺ عن كل مسكر ومفتر (موقف الاسلام من الخمر: حكم تعاطي المخدرات، ص: ۲۲،ط: وزارة الاوقاف والشئون الاسلامية مطبعة الموسوعة الفقهية)۔

دوسری بحث یہ بھی ہے کہ آیا سیال مشروب ہی کا یہ حکم ہو یا کسی نوع سے اس کا استعمال ہو اور وہ حرام ہو، چاہے ماکول ہو، جامد ہو، نبات ہو، کسی چیز میں حل کر ہو یا نہ ہو تو فقہاء نے ثانی الذکر صورت کا لحاظ کرتے ہوئے بربناء اسکار حرام قرار دیا، خواہ جامد ہو یا کسی بھی نوع سے استعمال ہو۔

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: ولا فرق بين أن يكون المسكر مأكولا أو مشروبا، أوجامدا أو مائعا۔ فلو اصطبغ كالخمر كان حراما ولو أماع الحشيشة وشربها كان حراما (فتاوى ابن تيميه: باب حد المسكر، فصل، ص:۲۰۴، ج:۳۴، ط:مكتبة ابن تيميه)۔

ابن تیمیہؒ کے شاگرد اور تلمیذ محقق ابن القیمؒ نے بھی اپنے استاذ کی اتباع کرتے ہوئے فرمایا:

إن الخمر يدخل فيها كل مسكر، مائعا كان أوجامدا، عصيرا أومطبوخا، فيدخل فيها الحشيشة والافيون،

لأن هذا كله خمر داخل في عموم قوله ﷺ: كل مسكر خمر (زاد المعاد)۔

اسی طرح سبل السلام میں بھی لکھا ہے:

وتقال صاحب سبل السلام شرح بلوغ المرام: إنه يحرم ما أسكر من شيئ وإن لم يكن مشروبا كالحشيشة۔

مولانا خالد سیف اللہ صاحب فرماتے ہیں: کچھ سیال مشروب ہی پر موقوف نہیں، جامد اشیاء بھی جو نشہ آور ہو وہ بھی حرام ہیں، علامہ حصکفی لکھتے ہیں:

ويحرم أكل البنج والحشيشة والافيون لأنه مفسد للعقل ويسد عن ذكر الله وعن الصلوة۔

بھانگ، حشیش اور افیون کا کھانا حرام ہے؛ کیوں کہ یہ عقل کے لئے مفسد اور اللہ کے ذکر اور نماز کے لئے رکاوٹ ہے۔

(حلال وحرام: چوتھا باب خورد ونوش، ص: ۱۷۰، ط: کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)

پھر نشہ آور اشیاء کسی بھی طرح تناول کی جائے، منہ کے راستہ سے یا انجکشن یا کوئی اور طریقہ سے، بہر حال وہ حکم مذکور میں داخل ہے۔

ذرائع معاش مختلف ہیں، ان میں سے ایک تجارت ہے، شریعت اسلامیہ نے تجارت کو بھی بہت زیادہ اہمیت دی ہے، تجارت کی فضیلت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ ﷺ نے تجارت فرمائی ہے، اسی طرح کچھ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی تجارت کو اپنا ذریعہ معاش بنایا۔

جہاں ایک طرف تجارت کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے دوسری طرف اس میں کچھ خرابیاں اور برائیوں کی نشاندہی کی گئی اور اس سے منع فرمایا گیا؛ جیسے جھوٹ بولنا، ایفاء عہد نہ کرنا وغیرہ، اسی طرح جو خرید وفروخت معصیت میں تعاون کا ذریعہ ہو، ان کے ذریعہ گناہ کے کاموں کو فروغ ہوتا ہو یا شریعت جن چیزوں کو حرام وممنوع اور ناقابل استعمال قرار دیتی ہو یا اس کو شیئ محترم قرار نہ دیتی ہو تو ایسی صورتوں کو ممنوع قرار دیا گیا، لیکن بعض مرتبہ کوئی کام اعانت علی المعصیت معلوم ہوتا ہے حالانکہ وہ اس میں سبب بعید ہوتا ہے یا وہ سبب ہوتا ہی نہیں، یہاں ذیل میں علماء ہند وپاک کی آراء مذکورہ اشیاء کی خرید وفروخت اور کاشت کے سلسلہ میں مذکور ہے۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے اسی نوعیت کے کچھ سوالات پوچھے گئے جو درج ذیل ہیں؟

(۱) افیون کی تجارت کا ٹھیکہ وغیرہ شرعا درست ہے یا نہیں؟

افیون کی تجارت جائز ہے۔

(۲) مسلمان کو افیون، چرس، کوکین کی تجارت کرنا اور ان سے منافع حاصل کر کے اپنی ضروریات زندگی میں صرف کرنا شریعت محمدی سے جائز ہے یا نہیں؟

...... افیون، چرس، بھنگ، کوکین یہ تمام چیزیں پاک ہیں اور ان کا دوا میں خارجی استعمال جائز ہے، نشہ کی غرض سے ان کو استعمال کرنا ناجائز ہے، مگر ان سب کی تجارت بوجہ مباح الاستعمال ہونے کے مباح ہے، تجارت تو شراب اور خنزیر کی حرام ہے کہ ان کا استعمال خارجی بھی ناجائز ہے

(کفایت المفتی: کتاب الحظر والاباحت، باب ۶ ما کولات ومشروبات، ص: ۸۹، ۹۰، ج: ۹، سوال نمبر: ۱۲۶، ۱۲۸، ط: زکریا بکڈ پو دیوبند)۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتھم فرماتے ہیں:

افیون نشہ آور ہے اور عام حالات میں اس کا استعمال جائز نہیں ہے لیکن اس کی بیع جائز ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ افیون کا استعمال بھی ممکن ہے یعنی دواؤں کے اندر، علاج میں، بیرونی استعمال میں اور لیپ وغیرہ کرنے کے لئے اس کا استعمال ممکن ہے لہذا اس کی بیع بھی جائز ہے۔

(اسلام اور جدید معاشی مسائل: افیون کی خرید وفروخت، ص: ۱۳، ج: ۴، ط: مکتبہ فیصل دیوبند)

حضرت مولانا یوسف صاحب لدھیانوی تحریر فرماتے ہیں:

افیون کا استعمال دوا میں جائز ہے اور اس کی خرید وفروخت بھی جائز ہے، شرط یہ ہے کہ اسی مقصد کے لئے ہو مثلاً اگر کسی خاص آدمی کے متعلق معلوم ہو جائے کہ وہ اس سے ہیروئن بناتا ہے تو پھر اس کو فروخت نہیں کرنا چاہئے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: خرید وفروخت کے متفرق مسائل، ص: ۱۴۳، ۱۴۴، ج: ۶، ط: ادارۂ تعلیمات اسلام دیوبند)

غرض کہ اسلام نے نشہ کی ہر طرح مذمت اور اس کے عادی لوگوں کی حوصلہ شکنی کی، اور نفع کم اور اسمیں زیادہ نقصان بتایا، "إثمهما أكبر من نفعهما"۔
لیکن ان سب قباحتوں کے باوجود کیا شرعاً ایسی چیزوں کی کاشتکاری جس سے بالواسطہ یا براہ راست نشہ آور چیزیں تیار کی جاتی ہیں کی اجازت ہوگی، یا نہیں؟ تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان اشیاء کا حکم بیان کرنے سے پہلے مختصراً ان کا تعارف پیش کر دیا جائے۔

افیون:

افیون مشہور پھل پوستہ سے تیار کیا جاتا ہے، اسے عربی میں "خشخاش" کہتے ہیں، اور اسی سے تیار کی جانے والی نشہ آور چیزوں کو "افیون" کہا جاتا ہے، قدیم ہندوستان میں عام طور پر جنگ کے میدان میں ہاتھیوں کو کھلایا جاتا رہا ہے، تا کہ وہ مست ہو کر دشمن کو کچل ڈالیں، افیون کا استعمال کرنے والے اس پر نفسیاتی انحصار کرتے ہیں، اور جب لت پڑ جاتی ہے تو اس پر جسمانی انحصار کرنے لگتے ہیں، اور یہی ان کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے، اس کا استعمال تداوی کے لئے بھی کیا جاتا ہے، چونکہ پوست بذات خود نشہ آور نہیں ہے؛ اس لئے اس کی کاشت اور بیع جائز اور مباح ہوگی، اگر صرف نشہ آور اشیاء تیار کرنے کی غرض سے افیون کی کاشت کی جائے تو جائز نہیں۔

افیون سے بنائی جانے والی ایک چیز مارفین (Marphine) ہے، جو نیند کی دوا کے طور پر تیار کی گئی تھی، لیکن کچھ دنوں کے بعد اطباء کو احساس ہوا کہ صرف ۱۴ دنوں کے استعمال کرنے سے آدمی اس کا عادی ہو جاتا ہے اور اسی پر انحصار کرنے لگتا ہے، پھر انہوں نے تحقیق و جستجو کے بعد مارفین سے ہیروئن (Heroin) تیار کیا لیکن یہ اس سے زیادہ نقصان دہ ثابت ہوا، کیونکہ اس کا نشہ مارفین کے نشہ سے ۵۶ رگنا زیادہ ہوتا ہے، اور اب صرف نشہ کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس لئے افیون سے مارفین اور مارفین سے ہیروئن بنانا شرعاً درست نہیں؛ کیونکہ یہ تعاون علی المعصیت ہے، اور گناہ کے تعاون سے اللہ تعالی نے منع فرمایا "ولا تعاونوا على الإثم والعدوان" (المائدہ: ۲) حاصل یہ ہے کہ پوست کی کاشتکاری تو جائز ہوگی لیکن اس سے مارفین، ہیروئن تیار کرنے کی نیت سے اس کی کاشت کی اجازت شرعاً نہیں ہونی چاہئے۔

بھانگ:

جن چیزوں سے نشہ حاصل کیا جاتا ہے، ان چیزوں میں سے ایک بھانگ بھی ہے، انگریزی زبان میں کینابائز (Canabeze) اور عربی میں "حشیش" کے نام سے جانا جاتا ہے، اسی کو گانجہ، چرس وغیرہ کہتے ہیں، اس کے تقریباً تین سو نام ملتے ہیں، اس کے دو طرح کے پودے ہوتے ہیں: نر اور مادہ، اور نشہ مادہ سے حاصل کیا جاتا ہے۔

بھانگ یا حشیش چونکہ عام طور پر صرف نشہ کے لئے ہی استعمال کیا جاتا ہے اور اس کی حرمت پر علماء کا اجماع ہے جیسا کہ علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی فرمایا، نیز یہ ایک ایسا نشہ ہے، جو عقل کو معطل کر دیتا ہے اور یہ عبادت سے تغافل کا ذریعہ بنتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی نشہ آور چیزوں کو حرام قرار دیا ہے۔

غرض اس کے عادی لوگوں کے لئے کاشتکاری کے ذریعہ بھنگ فراہم کرنا، چونکہ تعاون علی المعصیت ہے اور معصیت میں تعاون قرآن کے نص صریح "لا تعاونوا على الاثم والعدوان" کے مطابق حرام اور ممنوع ہے لہذا راقم الحروف کی رائے میں بھنگ کی کاشتکاری ناجائز اور نادرست ہونی چاہئے۔

کوکا:

کوکا ایک ایسا درخت ہے، جس کے پتے بیضوی شکل کے ہوتے ہیں، اسی پودے سے کوکین (Cocaine) حاصل کی جاتی ہے، یہ عام طور پر غیر ممالک سے درآمد کی جاتی ہے، کوکین کو انجکشن کے ذریعہ جسم میں داخل کیا جاتا ہے، جس سے نشاط اور سرور کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، وقتی طور سے تکان دور ہو جاتی ہے، اور آدمی تخیلات کی دنیا میں سیر کرنے لگتا ہے، مگر اس کے زہریلے اثرات جلد ہی دماغ پر مرتب ہوتے ہیں، جس سے مالیخولیا اور تشنج کا مرض ہوتا ہے، جو بالآخر انسان کے لئے جان لیوا ثابت ہوتا ہے، غرض یہ بھی ایک ایسا نشہ ہے، جو انسان کی صحت اور بعد میں اس کی زندگی برباد کر دیتا ہے، دوسری چیز بھی بنائی جاتی ہے، جسے "کریک" کہتے ہیں، کوکین کا نشہ آرٹسٹ میں بہت زیادہ مقبول ہے، الغرض اگر کوکا کی کاشت کاری محض کوکین یا کریک جیسی مضر اور مہلک چیز تیار کرنے کے لئے کی جائے، تو شرعاً یہ جائز نہیں ہوگی، اور اگر دوسرے اغراض کے لئے اس کی زراعت کی جائے تو اس کی اجازت ہونی چاہئے۔

(اسلام کا نظام زراعت: ص: ۷۳-۷۷، ط: کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اعانت علی المعصیت اور تسبب پر مفصل روشنی ڈالتے ہوئے مسئلہ بے غبار کر دیا ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

کسی معصیت کی اعانت جواز روئے قرآن حرام ہے وہ ہے جس میں معصیت کا قصد ونیت حقیقۃً یا حکماً شامل ہو، حقیقۃً یہ ہے کہ دل ہی میں یہ ہو کہ اس کے ذریعہ عمل معصیت کیا جائے یا یہ کہ صلب عقد میں احد المتعاقدین کی طرف سے اس معصیت کی تصریح آجائے۔ اور حکماً یہ ہے کہ وہ چیز بجز معصیت کے دوسرے کام میں آتی ہی نہ ہو جیسے آلات معازف وموسیقی، ان کا بنانا اور بیچنا، یہ بھی قصد معصیت میں داخل ہے۔

اعانت سے ملتی جلتی ایک اور چیز ہے جس کو تسبب کہتے ہیں، وہ بھی از روئے نص قرآن حرام ہے، خواہ ہیئت معصیت ہو یا نہ ہو، پھر سبب ایک عام لفظ ہے لہذا اسباب کی ۲ قسمیں کی جائیں: قریب وبعید، اور ان میں اس طرح فرق کیا جائے کہ سبب قریب ممنوع اور سبب بعید مباح ہو۔

سبب قریب کی ۲ قسمیں ہیں: ایک سبب جالب وباعث جو گناہ کے لئے محرک ہو کہ اگر یہ سبب نہ ہوتا تو صدور معصیت کے ہونے کی کوئی ظاہری وجہ نہ تھی، ایسے سبب کا ارتکاب گویا معصیت ہی کا ارتکاب ہے۔

دوسری قسم سبب قریب کی وہ ہے کہ ہے تو سبب قریب مگر معصیت کے لئے محرک نہیں؛ بلکہ صدور معصیت کسی دوسرے فاعل مختار کے اپنے فعل سے ہوتا ہے جیسے بیع عصیر عنب ممن یتخذہ خمرا، اگر چہ ایک حیثیت سے یہ سبب قریب ہے معصیت کا مگر جالب اور محرک للمعصیت نہیں، شیرۂ انگور خریدنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ شراب ہی بنائے۔

اس قسم کا حکم یہ ہے کہ اگر بیچنے والے کا مقصد اس معصیت ہی کا ہو تب تو یہ خود ارتکاب معصیت اور اعانت علی المعصیت میں داخل ہو کر قطعاً حرام ہے۔

اور اگر اس کا قصد ونیت شامل نہ ہو تو اس کی ۲ صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ اسکو علم بھی نہ ہو کہ یہ شخص شیرۂ انگور خرید کر سرکہ بنائے گا یا شراب، اس صورت میں یہ بیع بلا کراہت جائز ہے، اور اگر اسکو علم ہے کہ یہ شخص شیرۂ انگور خرید کر شراب بنائے گا تو اس صورت میں یہ بیع مکروہ ہے (جواہر الفقہ: رسالہ تفصیل الکلام فی مسئلۃ الاعانۃ علی الحرام، ص: ۴۵۳-۴۵۵، ج: ۲، ط: عارف کمپنی دیوبند)۔

اس تفصیل کی روشنی میں افیون جو کہ پوست کی شکل میں ہے جو نشہ آور نہیں ہے لہذا اس کی کاشت اور بیع جائز ہوگی، ہاں اگر نشہ کرنے یا اس سے تیار ہونے والی نشہ آور اشیاء بنانے کی غرض سے کاشت کی جائے یا خرید وفروخت کی جائے تو اس کی اجازت نہ ہوگی۔

چونکہ مورفین اور ہیروئن افیون اور پوست ہی سے تیار ہوتا ہے اور ان دونوں کے مضر اثرات مذکور ہو چکے لہذا افیون کی کاشت اور خرید وفروخت مورفین اور ہیروئن بنانے کے قصد ونیت سے ہو تو اس کی اجازت نہ ہوگی۔

بھانگ اور حشیش میں نر بھنگ کی کاشت اور خرید وفروخت کی اجازت ہوگی کہ وہ نشہ آور نہیں ہے، ہاں! مؤنث چوں کہ نشہ آور ہے اور اسی کے لئے مستعمل، لہذا اس کی کاشت اور خرید وفروخت کی اجازت نہ ہوگی۔

اللہ تبارک وتعالی تمام مخلوق کا رب بھی ہے اور پالنہار بھی، اور دنیا میں پائی جانے والی تمام چیزوں کا نگہبان بھی ہے، نیز وہ ہر مخلوق اور ہر ایک فرد بشر کی خصوصیات، صلاحیتیں، ضرورتیں اور ان سے متعلق نفع وضرر سے بھی بخوبی واقف ہے، اسی لئے اس نے کائنات کے لئے احکام بھی دیئے ہیں اور قوانین بھی وضع کئے ہیں، ان قوانین میں آخرت کی بھلائی بھی ہے اور دنیا کی فلاح ونجات بھی، یہ احکام مکلفین کے لئے ہیں اور وہ جن وانس ہیں جن کو اللہ تعالی نے اپنے احکام کا پابند بنایا ہے اور ان کا امتحان مقصود ہے لہذا نیکی وبدی کی قدرت بھی دی گئی ہے، اگر وہ نیکی پر غالب رہے تو اس کے لئے کامیابی وکامرانی ہے اور اگر بدی پر غالب رہے تو خسران وہلاکت ہے۔

اب جو چیزیں ممنوعات ومنہیات کی قبیل سے ہیں ان کا مرتکب نافرمان وعاصی ہے جس سے رب وپالنہار ناراض ہوتا ہے لیکن آج اہل مغرب نے خدا کا تصور نکال دیا اسی لئے اب کسی چیز سے رکنے اور باز رہنے میں خدا کی ناراضگی دخل نہیں دیتی اور اب انسان نے نفع وضرر اور مصلحت ومضرت کے پہلو کو بھی نظر انداز کر دیا، تمام اطباء ومیڈیکل ماہرین اور تمام علماء مفکرین کا اتفاق ہے کہ نشہ انسانی صحت کے لئے نقصان دہ ہے، لیکن چوں کہ اکثر لوگ اس کو تناول کرنا چاہتے ہیں اس لئے بعض جگہ قوانین برائے نام ہیں اور بعض جگہ سخت سزا ہے، شریعت کی نظر میں سماجی صحت واخلاق کی حفاظت بھی اہم ہے، اس لئے بعض وہ جرائم جو سماجی صحت واخلاق میں بگاڑ پیدا کرتے ہیں ان پر سخت سزائیں متعین کی ہیں جیسے زنا، چوری، شراب نوشی وغیرہ۔

نشہ آور اشیاء کے استعمال سے جو معاشرتی برائیاں جنم لے رہی ہیں ان سے ہر شخص واقف ہے اور جرائم کے جو واقعات اخبارات کی زینت بن رہے ہیں ان میں بعض واقعات کا محرک یہی نشہ آور اشیاء ہیں۔

ایسی مہلک اور خطرناک چیزوں سے بچانے کے لئے ہر ملک اپنے یہاں قوانین وضع کرتا ہے، شریعت نے بھی صالح معاشرہ کے لئے جرائم پر سزائیں متعین کی ہیں، ان میں سے ایک شراب نوشی اور نشہ خوری ہے۔

اس سے پہلے تناول کے سلسلہ میں تمام منشیات کا حکم مذکور ہوا لیکن مسکرات غیر خمر کے بارے میں عبارات فقہاء مختلف ہیں، بعض حضرات حد کے قائل ہیں اور بعض تعزیر کے۔

چنانچہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

ونقل فی الأشربة عن الجوہرة حرمة أكل بنج وحشيشة وأفيون لكن دون حرمة الخمر لأن حرمة الخمر قطعية يكفر منكرہا بخلاف ہذہ۔ ولوسكر بأكلها لايحد بل يعزر ای بما دون الحد كما فی الدر المنتقی عن المنح۔

(رد المحتار علی الدر المختار: كتاب الحدود، مطلب فی البنج والحشيشة و الأفيون، ص:۴۲،ج:۴،ط:دار الفكر)

علامہ ابن نجیم بھنگ کے نشہ کو باعث حد قرار نہیں دے رہے ہیں بلکہ ان کے یہاں تعزیر کی جائے گی:

وأما إذا سكر بالمباح كشرب المضطر والمكره والمتخذ من الحبوب والعسل والدواء والبنج فلا تعتبر تصرفاته كلها لأنه بمنزلة الإغماء لعدم الجناية۔ وفی الخانية: وإن زال عقله بالبنج فطلق ان كان حين تناوله البنج علم أنه بنج يقع الطلاق وإن لم يعلم لايقع۔ وعن أبي يوسف ومحمد: لايقع من غير فصل وهو الصحيح۔ وهٰذا يدل على أن البنج حلال مطلقا على الصحيح۔

آخری عبارت وهٰذا يدل پر حاشیہ قائم کرتے ہوئے مزید وضاحت کی ہے اور اس سلسلہ میں حد یا تعزیر قائم کئے جانے پر فقہاء کا اختلاف ذکر کیا ہے، بعض حضرات حد شرب خمر قائم کرنے کے قائل ہیں لاشتراک علة السكر، اور بعض حضرات تعزیر کے قائل ہیں: لكونه دون حرمة الخمر

(تفصیل کے لئے دیکھئے: البحر الرائق وهامشه المسمی بمنحة الخالق: كتاب الحدود، باب حد الشرب، ص:۲۸، ج:۵، ط: سعید کمپنی کراچی)۔

عبدالرحمن الجزیری کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ (کتاب الحدود: ص/۴۴، ج:۵) میں اس پر سخت اقدامات ہی کے قائل نظر آتے ہیں، انہوں نے آیات واحادیث، جو حرمت خمر پر دال ہیں، بیان کرنے کے بعد ابن تیمیہؒ، ابن القیمؒ وغیرہما کے اقوال نقل کئے اور ان اشیاء کو خمر کے ساتھ ملحق قرار دیا۔

ابن حجر مکیؒ نے بھی اس کی سزا کے بارے میں اختلاف نقل کیا ہے جیسا کہ ان کی عبارت سے مصرح ہے:

عد ما ذكر من الكبائر ظاهر و به صرح أبو زرعة وغيره كالخمر بل بالغ الذهبی فجعلها كالخمر فی النجاسة والحد، ومال فی ذلك إلى ما قدمته عن الحنابلة وغيرهم۔ قال: وهی أخبث من الخمر من جهة أنها تفسد العقل والمزاج حتى يصير فی متعاطيها تخنث ای ابنة ونحوها ودياثة وغير ذلك من الفساد۔ والخمر أخبث من جهة أنها تفضی إلى المخاصمة والمقاتلة۔ ...قال وتوقف بعض علماء المتأخرين عن الحد فيها، ورأى أن فيها التعزير لأنها تغير العقل من غير طرب كالبنج وأنه لم يجد للعلماء المتقدمين فيها كلاما (الزواجر عن اقتراف الكبائر: كتاب الاطعمه، ص:۲۹۲، ط: دار الشعب)

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی فرماتے ہیں: البتہ بھنگ، افیون وغیرہ سے نشہ آجائے تو اس پر شراب والی سزا جاری نہیں ہوگی؛ بلکہ اس سے کم درجہ سزا دی جائے گی، جس کو فقہاء تعزیر کہتے ہیں (حلال وحرام، چوتھا باب: خورد ونوش، ص:۱۷۱، ط: کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)۔

لیکن مولانا مذکور نے قاموس الفقہ میں اپنی اس رائے سے رجوع کرتے ہوئے فرمایا: چنانچہ علامہ شامیؒ نے بعض مشائخ سے نقل کیا ہے کہ بھنگ کے نشہ پر بھی حد جاری ہوگی، میرا خیال ہے کہ فی زمانہ یہی زیادہ صحیح ہے (قاموس الفقہ: خمر، ص:۳۴۷، ج:۳، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)۔

چونکہ ماقبل میں ان اشیاء سے ہونے والے نقصانات مذکور ہوئے جو خمر سے بھی زیادہ خطرناک ہیں، اس سے جسمانی، مالی، عقلی ہر طرح کا ضرر ونقصان

ہوتا ہے اور آدمی کی حالت ابتر ہو جاتی ہے لہذا احقر کی رائے اس سلسلہ میں حد ہی کی ہے۔

ڈاکٹر جمال الدین عطیہ تحریر فرماتے ہیں:

شریعت معاشرہ کی تنظیم کرنے میں اسی پر اکتفاء نہیں کرتی کہ انسانوں کے باہمی تعلقات کی تنظیم کرے بلکہ اس کے دائرے میں انسان کا اپنے رب سے تعلق اور افراد و معاشروں کی زندگی کے اخلاقی پہلو بھی آتے ہیں۔

شریعت کے تمام احکام اور نظام انسانوں کی مصلحت کے لئے ہے اور شریعت نے جن مصالح کی رعایت رکھی ہے ان میں سے کچھ افراد کے فائدے کے لئے ہیں کچھ معاشرہ کے فائدے کے لئے۔

جب فرد کی مخصوص مصلحت کا سوسائٹی کی عمومی مصلحت سے تعارض ہو جائے گا تو مصلحت عامہ کو تقدیم حاصل ہوگی، اس قاعدہ کی پیروی کرتے ہوئے ''عام ضرر کو دفع کرنے کے لئے خاص ضرر کو برداشت کیا جائے گا''۔

پھر اسلامی شریعت کو جزا و سزا کے باب میں چند باتوں میں امتیاز حاصل ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ زجر دنیوی اور زجر اخروی کے درمیان توازن اس قاعدہ کے مطابق قائم ہوتا ہے: إن الله ليزع بالسلطان ما لا يزع بالقرآن۔ اللہ تعالی سلطان کے ذریعہ ان چیزوں سے روکتا ہے جس سے انسان قرآن کے ذریعہ نہیں رکتا۔

ولی امر کو یہ اختیار ہے کہ بعض احکام کو دیانۃ وجوب کے دائرے سے نکال کر قضاءً وجوب کے دائرے میں لے آئے اور اس کے برعکس بھی کر سکتا ہے یعنی عہد حاضر کی اصطلاح کے اعتبار سے قانون اور اخلاق کے دائروں کی حد بندی شریعت میں پائیدار اور ناقابل تغیر چیز نہیں ہے بلکہ مصلحت عامہ کے تقاضوں کے مطابق یہ حد بندی لچک دار اور تغیر پذیر ہے، جب اخلاقی معیار بلند اور دینی محرک قوی ہوگا تو دنیوی جزا کا دائرہ انتہائی محدود ہو جائے گا اور اخلاقی سطح پست ہونے اور دینی محرک کمزور ہونے کی صورت میں جزا کا دائرہ وسیع ہو جائے گا۔

پھر وضعی قانون لوگوں کے حالات اور ان کی واقعی صورت حال کی عکاسی کرتا ہے؛ کیوں کہ یہ قانون انہیں کی طرف سے صادر ہوتا ہے اور انہیں کے افکار، عادات اور خواہشات کی ترجمانی کرتا ہے، وضعی قانون، دینی و اخلاقی اقدار و روایات کو اہمیت نہیں دیتا۔ ہاں! علامتی طور پر یہ کچھ روایات کو اہمیت دیتا ہے جنہیں معاشرہ خود باقی رکھنا چاہتا ہے، وضعی قانون میں سود جائز ہے لیکن شرح سود کی ایک بلند ترین حد مقرر کر دی جاتی ہے جس سے تجاوز کرنا استحصال شمار ہوتا ہے، وضعی قانون میں نشہ کا استعمال درست ہے لیکن نشہ کی حالت میں گاڑی چلانا ممنوع ہے، اسی طرح واقعیت ہی وضعی قانون کی خاص چھاپ ہے۔

تو شریعت واقعیت اور دینی و اخلاقی قدروں کو اسطرح جمع کرتی ہے کہ اس نے تجارت کو جائز اور سود کو حرام قرار دیا، پاکیزہ غذاؤں اور مشروبات کو مباح قرار دیا اور نشہ و بے ہوشی میں مبتلا کرنے والی چیزوں کو حرام کیا، اس طرح دینی و اخلاقی قدروں کے ساتھ اسلام انسانی ضروریات کو پوری کرتا ہے یعنی محرمات، رذائل، مفاسد سے سماج کو بچاتا ہے (اسلامی شریعت کا عمومی نظریہ: ص: ۳۸، ۴۴، ۷۰، ۷۱، ط: اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا)۔

آج کل دینی و اخلاقی قدروں کو پامال کرنے والی چیزیں عام و رائج ہو رہی ہیں جن سے لوگوں میں فساد پیدا ہو رہا ہے اور گھر برباد ہو رہے ہیں، ان چیزوں میں سے ایک منشیات و مسکرات ہیں، ایسے لوگوں کو سزائیں دی جاتی ہیں اور سزائیں جرائم سے روکنے کے لئے دی جاتی ہیں اس کے باوجود ایسے مجرم بھی پائے جاتے ہیں جو سزائیں پا کر بھی جرم سے نہیں رکتے اور اصرار کے ساتھ اس میں لگے ہوئے ہیں۔ حدیث میں تو ایسے شخص کے بارے میں قتل کا حکم دیا ہے جو بار بار شراب نوشی کرتا ہے لیکن شراح نے اس کو دوسرے معانی پر محمول کیا ہے۔

حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں: ''صحابۂ کرامؓ کے زمانہ میں اس پر اجماع ہو گیا ہے کہ حد خمر اسی درّے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی خاص تعیین نہ تھی بطریق تعزیر مار پیٹ کرا دی جاتی تھی۔

اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ کوئی چوتھی بار شراب پیئے تو اس کو قتل کردو، اس حدیث کو علماء نے زجر پر محمول کیا ہے''۔

ماخوذ از المسک الذکی (اسلامی حکومت و دستور مملکت: فصل: ۵، ص: ۲۱۵، ط: ادارۂ افادات اشرفیہ ہتورا، باندہ)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب فرماتے ہیں: کوئی شخص حد شرعی نافذ کئے جانے کے باوجود بار بار ایک ہی جرم میں ماخوذ ہوتا ہے تو انتظامیہ کو حق ہے

کہ اس کو حبس دوام کی سزا دے اور اس کی خوراک و پوشاک کا نظم سرکاری طور پر کرے (قاموس الفقہ: مادہ جرم ص: ۹۷، ج: ۳، ط: کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)۔

معلوم ہوا کہ انسان کے لئے بعض مرتبہ خفیف سزا کار آمد نہیں ہوتی اور وہ بار بار اس جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو ایسے وقت میں دینی و اخلاقی اقدار اور معاشروں کی تطہیر و صفائی کے لئے سخت سزائیں دینی پڑتی ہیں؛ تاکہ بگاڑ و فساد سے معاشرہ کی صفائی ہو۔

علامہ یوسف القرضاوی فرماتے ہیں:

فتویٰ میں تبدیلی کا ایک سبب زمانہ کی تبدیلی بھی ہے اور یہ بھی ہمارے اسلاف سے ثابت ہے، زمانہ کی تبدیلی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایک سال ختم ہوگیا اور دوسرا سال شروع ہوگیا، یا ایک دہائی ختم ہوگئی اور دوسری دہائی شروع ہوگئی بلکہ زمانہ کی تبدیلی کے سبب انسانوں کے حالات بدل جائیں یہ مراد ہے، چنانچہ آج کا دور جس میں ہم جی رہے ہیں وہ اس زمانہ سے بالکل الگ ہے جس میں ہمارے اسلاف جیتے تھے، اس دور میں بہت سے نئے معاملات پیش آئے ہیں جن کی رعایت کرنا بہت ضروری ہے۔ یہ مناسب نہیں ہے کہ مفتی ایک ہی بات پر مصر رہے، اور حقیقت یہ ہے کہ زمانہ میں فساد نہیں ہوتا بلکہ لوگوں میں فساد ہوجاتا ہے، زمانہ کی تبدیلی سے مراد لوگوں میں فساد پھیل جانا اور لوگوں کے اخلاق کا بدل جانا ہے یعنی لوگوں میں اصلاح سے بگاڑ کی طرف، راستی سے انحراف کی طرف، اخوت سے انانیت کی طرف، نرم دلی سے سخت دلی کی طرف وغیرہ کا رجحان پیدا ہوجائے، چونکہ جب انسانوں کے اخلاق بدل جائیں گے تو اس تبدیلی کے ساتھ فتویٰ اور احکام میں بھی تبدیلی واقع ہوجائے گی، تاکہ اس تغیر سے ہم آہنگ ہوسکے جیسا کہ سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا: "لوگوں میں جتنا فسق و فجور پیدا کریں گے اسی طرح ان کے مسائل بھی بڑھیں گے"، یعنی لوگوں میں جتنا فسق و فجور پیدا ہوگا اس کے تناسب سے ایسے احکام صادر ہوں گے جو فسق و فجور کا علاج کرسکیں۔

زمانہ کی تبدیلی ایک اہم بات ہے، علماء احناف میں خاص طور پر صاحبین اور امام ابوحنیفہؒ کے درمیان اختلاف کا ایک سبب زمانہ کی تبدیلی بھی ہے۔

زمانہ اور حال کی تبدیلی سے جو فتاوی تبدیل ہوئے ان میں سے ایک شرابی کی سزا کا مسئلہ بھی ہے، شراب نوشی کے لئے اللہ کے رسول ﷺ کے عہد میں کوئی حد مقرر نہیں تھی بلکہ تعزیر کے طور پر صرف ڈانٹ پھٹکار سنائی جاتی تھی۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شرابی کو حضور ﷺ کی خدمت میں لایا گیا، آپ نے فرمایا: اس کو مارو، حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں: ہم میں سے بعض نے اپنے ہاتھ سے، بعض نے اپنے جوتے سے اور بعض نے اپنے کپڑے سے اس کو مارنا شروع کیا۔

بلکہ یہ بھی مروی ہے کہ بعض مواقع پر رسول اللہ ﷺ نے شرابی کو کچھ بھی نہیں کہا جیسا کہ ابوداؤد اور نسائی میں قوی سند کے ساتھ مروی ہے۔

جب حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا دور آیا تو انہوں نے اپنے طریقہ پر غور و فکر کے بعد شراب کی سزا چالیس کوڑے مقرر کردی۔

جب حضرت عمرؓ کا دور آیا تو انہوں نے شراب کی حد کے بارے میں مشورہ کیا اور کہا کہ لوگ شراب پینے میں بہت جری ہوگئے ہیں، اور مشورہ کے بعد شرابی کے لئے حد قذف (یعنی ۸۰/کوڑے) مقرر کردی۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مجرم کے حالات کے اعتبار سے، نافرمانی کی مقدار، فسق و فجور کو رواج دینے، بار بار جرم کرنے اور سزا سے نہ ڈرنے کی وجہ سے بھی سزا میں تبدیلی ہوسکتی ہے اور ایسے شخص کو جرم کی زیادہ سزا ملے گی بخلاف اس کے جس کا فسق و فجور مشہور نہ ہو۔

طبری، ابن المنذر وغیرہ اہل علم کی ایک جماعت نے لکھا ہے کہ شراب پینے پر حد مقرر نہیں ہے بلکہ اس میں تعزیر ہے؛ چونکہ صحیح احادیث میں سزا کی تحدید نہیں کی گئی ہے اس لئے ابن عباس اور ابن شہاب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ شرابی کو ایسی سزا دیتے تھے جو اس کے حسب حال ہو۔

ابن حجر نے فتح الباری میں ان لوگوں پر رد کیا ہے جو اس بات پر اجماع نقل کرتے ہیں کہ شراب پینے پر کوئی متعین حد ہے۔

امام شوکانی نے الدرر البہیہ کے متن میں لکھا ہے کہ جو شخص نشہ آور چیز پیئے اس کو امام اپنی حسب منشاء سزا دے گا؛ چاہے چالیس کوڑے مارے یا کم یا زیادہ، یا چاہے تو جوتوں سے پٹوائے۔

اس ساری گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ کا فتویٰ شارب خمر کی حد کے سلسلہ میں ہر زمانہ میں اور ہر حالت میں بدلتا رہا؛ چونکہ اس میں کوئی متعین نص نہیں تھی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسباب کی تبدیلی سے فتویٰ کی تبدیلی ضروری ہے۔

ہمارے زمانہ میں بہت سے جرائم پائے جاتے ہیں، ان میں سے ایک وہ لوگ ہیں جو منشیات کا کاروبار کرتے ہیں، یہ تو گویا موت کے تاجر ہیں، یہ وحشی طاقت، رشوت اور حیلہ کے ذریعہ غافل قوموں کے درمیان حشیش، افیون اور ہیروئن اور اس طرح کی دیگر مہلک اشیاء پھیلاتے ہیں، ایسے لوگوں کو پھانسی کی سزا دینا واجب ہے اس لئے کہ جب کوئی کسی کو قتل کرتا ہے تو ہم اس کے قتل کا فتوی دیتے ہیں اور قصاص لیتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

ولكم في القصاص حياة يا أولي الألباب لعلكم تتقون (البقرة: ۱۷۹)۔

تو جو شخص پوری قوم کو قتل کردے اور صرف لاکھوں ڈالر کمانے کے لئے پورے پورے معاشروں کو قتل کر ڈالے اور اس کا بالکل لحاظ نہ کرے کہ اس طرح ایک مہلک زہر معاشرہ میں پھیلتا ہے جو جوانوں کو کچل دیتا ہے، لہذا ایسے شخص کی سخت ترین سزا ہونی ہی چاہئے، چنانچہ جب مجھ سے چند سال قبل اس سلسلہ میں سوال کیا گیا تو میں نے جواب دیا کہ ان کو وہ سزا ملنی چاہئے جو محاربت کی ہے **إنما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون في الأرض فسادا أن يقتلوا أو يصلبوا أو تقطع أيديهم وأرجلهم من خلاف (المائدة: ۳۳)۔**

اس لئے ضروری ہے کہ ان کو وہی سزا دی جائے جو اللہ اور رسول سے جنگ کرنے والوں اور زمین میں فساد پیدا کرنے والوں کی سزا ہے؛ بلکہ یہ لوگ ڈاکوؤں سے بھی زیادہ خطرناک ہیں، اس لئے کہ ڈاکوؤں کا خطرہ محدود ہے اور ان کا خطرہ غیر محدود ہے، اسی طرح لوگوں کے اخلاق کا معاملہ ہے، اگر اخلاق تبدیل ہو جائیں تو اس کے بموجب فتوی بھی بدل جائے گا۔ (عصر حاضر میں فتوی کی تبدیلی کے اسباب: (۶) زمانہ کی تبدیلی، الف، ج: حد خمر کی تبدیلی اور منشیات کا کاروبار، ص: ۶۶-۷۸، ط: ایفا پبلیکیشنز)۔

بندہ کی رائے یہ ہے کہ اگر منشیات کے کاروباری کا دائرۂ کار ابھی محدود ہی ہو اور وسیع نہ ہوا ہو تو اس کو قید میں ڈال دیا جائے اور اس کو اپنی اصلاح کا موقع دیا جائے، ہاں! اگر بار بار پکڑا گیا ہے یا کاروبار وسیع پیمانے پر ہے اور اس کے نقصانات دور دور تک ہیں تو ایسے آدمی کو پھانسی یا موت کی سزا دی جائے تاکہ ضرر عام سے لوگوں کو بچایا جا سکے۔

مولانا بدر الحسن قاسمی لکھتے ہیں:

اس وقت پوری دنیا میں نشہ آور اشیاء کو رواج دینے کی کوشش کی جارہی ہے اور ہر طرح کی احتیاطی تدابیر کے باوجود شراب نوشی کی شرح میں تو کمی کیا ہوتی، افیون، چرس، ہیروئن اور کوکین جیسی مہلک اشیاء کا رواج بھی بڑھتا جارہا ہے اور مال کی لالچ میں ایک طبقہ شب و روز اس مہم میں لگا ہوا ہے کہ کس طرح نوجوان نسل کو ان لعنتوں میں مبتلا کیا جائے اور انہیں منشیات کا خوگر بنایا جائے، اور اس کی وجہ سے جرائم کی شرح میں قدرتی طور پر اضافہ ہوتا جارہا ہے اور ہر طرف قتل و غارت گری، لوٹ مار اور عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے طرح طرح کے جتن کئے جارہے ہیں، لیکن ساری کوششیں ناکام ہیں۔

اسلام نے صدیوں پہلے جس حکمت کے ساتھ اس قوم سے شراب نوشی کی عادت ختم کی تھی جو اس کو اپنے لئے باعث فخر سمجھا کرتی تھی، ضرورت اس کی ہے کہ آج بھی وہ طریقے اپنائے جائیں؛ کیونکہ وہی ایک کارگر نسخہ ہے جو لوگوں کو اس لعنت سے نجات دے سکتا ہے، اس سلسلہ میں جن باتوں کی ضرورت ہے وہ یہ ہیں:

(۱) دلوں میں جذبہ ایمان کو تازہ کرنا اور خدا کا خوف پیدا کرنا سب سے زیادہ مؤثر وسیلہ ہے، جس سے ہر طرح کی برائیوں کا قلع قمع کیا جا سکتا ہے، اور ہر طرح کی بری عادتوں کو چھڑایا جا سکتا ہے۔

ایمان جب دل میں راسخ ہو جائے تو خود ہی برائیوں سے دل میں نفرت پیدا ہونے لگتی ہے، قرآن میں صحابہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے: "خدا نے تمہارے دل میں ایمان کی محبت ڈال دی اور اسے تمہارے دل میں آراستہ کر دیا اور کفر، فسق اور نافرمانی کے کاموں کی نفرت پیدا کر دی۔"

اس لئے بنیادی طور پر برائیوں کے مٹانے کا سب سے مؤثر وسیلہ تو ایمان کی تازگی اور دینی تربیت ہے، جس کے نتیجہ میں آدمی رضا کارانہ طور پر ہر طرح کی معصیت سے تائب ہو جاتا ہے۔

(۲) لوگوں میں شراب اور دوسری منشیات کے مضر صحت ہونے کا شعور پیدا کرنا، اور مختلف وسائل سے یہ واضح کرنا کہ ان میں نقصان کے پہلو زیادہ ہیں، قرآن نے بھی شراب کے بارے میں یہ بات کہی ہے کہ اس میں نقصانات زیادہ ہیں اور اس پر مرتب ہونے والا گناہ اس کی ظاہری منفعت کے مقابلہ میں کہیں

زیادہ ہے۔

(۳) لوگوں کی نگرانی کرنا اور جو لالچی اور کمزور طبیعت کے لوگ اس کو رواج دینے کے لئے کوشاں ہوں ان کی سرزنش کرنا، سرکاری طور پر بھی اور معاشرتی بائیکاٹ اور دوسرے ذرائع سے بھی۔

(۴) ان سزاؤں کو نافذ کرنا جو اسلام نے خلاف ورزی کرنے والوں کے لئے متعین کی ہیں؛ کیونکہ بعض طبیعتوں میں سرکشی اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ بغیر سرزنش اور داروگیر کے وہ کبھی برائیوں سے باز نہیں آسکتیں، اس لئے موقع کے لحاظ سے نصیحت جہاں کارگر نہ ہو وہاں سزائیں ضروری ہو جاتی ہیں۔

(۵) ڈاکٹروں، نفسیات کے ماہرین، دینی واعظین سب کی خدمات حاصل کرنا تاکہ معاشرہ کو تباہی سے بچایا جاسکے۔

نفسیاتی علاج بسا اوقات زیادہ مؤثر اور کارگر ہوا کرتا ہے؛ کیونکہ عام طور پر منشیات کے عادی کسی نہ کسی نفسیاتی روگ میں مبتلا اور مایوسی کا شکار ہوا کرتے ہیں، اس لئے ان میں قوت ارادہ کو بڑھانا اور اچھائی کی طرف لگانے کی جدوجہد ان کو اس عادت کے چھوڑنے پر ابھار سکتی ہے۔

اور ہمدردانہ معاملہ انسان کو بھلائی کی طرف لانے میں زیادہ معاون ہوسکتا ہے۔

(۶) تعلیمی نظام کی ایسی اصلاح جس کے ذریعہ شروع سے بچوں کو اچھی عادتوں کا خوگر بنایا جاسکے، اور بری عادتوں سے ان کے دلوں میں نفرت پیدا کی جاسکے، اس راہ میں معاون ہوسکتی ہے۔

(۷) بری سنگھت عام طور پر لوگوں کو منشیات کا خوگر بناتی ہے، اسلام نے اچھے لوگوں کی سنگھت اختیار کرنے کی اسی لئے تعلیم دی ہے اور بری صحبت سے بچنے پر ابھارا ہے، ماں باپ، معاشرہ، حکومت سب کا فریضہ یہ ہے کہ نئی پود کے لئے صالح ماحول مہیا کرے اور برائی وفساد کے مراکز سے لوگوں کو بچانے کی تدبیر کرے۔

(۸) مایوسی، نفسیاتی بے چینی اور اس طرح کے دوسرے نفسیاتی امراض پیدا ہونے کے اسباب کا خاتمہ کیا جائے؛ تاکہ مایوس ہو کر غم والم سے بچنے کا ذریعہ لوگ نشہ آور چیزوں کے استعمال کو نہ بنالیں۔

غرض یہ کہ دینی، نفسیاتی، طبی، اجتماعی ہر طرح کی تدابیر کرنا ضروری ہے؛ تاکہ شراب اور دوسری نشہ آور چیزوں سے اسلامی معاشرہ کو پاک کیا جاسکے۔

(اسلام اور عصر حاضر: ص: ۲۷۶-۲۷۹، ط: ایفا پبلیکیشنز)۔

عبداللہ ناصح علوان بھی اس کی تدابیر پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ان چیزوں سے بچنے کی تدابیر اور وسائل ۳ طرح کے ہیں:

(۱) بہترین تربیت (۲) اس کے اسباب کو روکنا (۳) اس کے مرتکب کو سزا دینا۔

اولاد کی تربیت ابتداء ہی سے بہتر طریقے سے کی جاوے، بچپن سے برائیوں سے نفرت دلائی جائے، اللہ پر ایمان اور خشیت الٰہی پیدا کریں، اس کو خفیہ وعلانیہ زندگی میں مراقبہ کا عادی بنانا، ان چیزوں کا قلب کو سنوارنے میں مضبوط اثر ہوتا ہے۔

اور اسباب کی روک تھام یہ ہے کہ حاکم اور اس کے ماتحت عملہ بازاروں میں ان چیزوں کی روک لگادے، اسی طرح اس کو عمومی طور پر ممنوع قرار دے اور اس کا قلع قمع کرنے کے تمام اسباب ووسائل اختیار کرے تاکہ ان چیزوں کا فروغ نہ ہو۔

اور سزا یہ ہے کہ اسلام نے اس کے لئے تعزیری سزائیں متعین کی ہیں، اس کے علاوہ قید کرنا یا جرمانہ عائد کرنا وغیرہ، حکومتیں ان سزاؤں کو نافذ کرے۔

أما العلاج الناجح فی استئصال هذه الظاهرة فیکون بالوسائل التالیة:

(۱) بالتربیة الصالحة (۲) بمنع أسبابها (۳) بمعاقبة مرتکبها

(۱) أما التربیة الصالحة فتترکز بتربیة الولد منذ نعومة أظفاره علی الإیمان بالله والخشیة منه واستشعاره مراقبة الله فی السر والعلن لما لهذه التربیة القویمة من أثر کبیر فی تکوین ضمیره وإصلاح نفسه وسموخلقه۔

(۲) أما منع أسباب هذه الظاهرة فیرجع إلی من بیده السلطة والتنفیذ فالدولة حین تمنع فی الأسواق وفی کل مكان

جميع أنواع الخمر وتتخذ الأسباب لاستئصالها والقضاء عليها عند ئذ توصد الأبواب في وجوه مدمنيها فلا يحتسبها شاب ولا عبدفاسق سبيل اليها۔

(۳) أما عقوبة مرتكبها فإن الاسلام وضع عقوبة الزاجرة لكل من يحتسنها وهي مقدرة مابين ۴۰ إلى ۸۰ جلدة وهذا لايمنع من وضع عقوبات تعزيرية من حبس وتغريم ومصادرة (تربية الاولاد في الاسلام: الفصل الثالث، ظاہرة المسكرات والمخدرات، ص: ۱۸۴،۱۸۳، ج:۱، ط: دار الفكر دمشق)۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے معاشرہ کے تمام افراد کا اخلاقی اور معاشرتی فریضہ ہے کہ انسداد منشیات کے لئے جو شخص جو مؤثر کردار ادا کرسکتا ہے وہ اس کا جائزہ لے اور عملی طور پر قوم وملت کے نوجوانوں اور بچوں کو اس لعنت سے بچانے کی بھرپور کوشش کرے۔

رہا مسئلہ ان کے عادی لوگوں کے علاج کے لئے نشہ آور اشیاء کا استعمال، تو اگر ان چیزوں کے استعمال کے بغیر اور کوئی سبیل ہی نہ ہو تو نشہ آور اشیاء بھی بطور علاج استعمال کرسکتا ہے لیکن روزانہ اس میں کمی کرتا رہے؛ تاکہ تدریجی طور پر وہ اس کو ترک کردے، نیز جس چیز کا وہ عادی ہے اس سے قوی مسکر سے علاج نہ کرے جیسے افیون کے عادی کو مورفین دینا یہ زیادہ خطرناک ہے؛ کیوں کہ یہ افیون سے زیادہ ضرررساں ہے، اور یہ علاج اس وقت ہے جبکہ اس کے لئے دوسری ادویہ کارگر نہ ہوں اور مسکر اشیاء سے علاج ناگزیر ہو جائے۔

عبدالحمید محمود طہماز تحریر فرماتے ہیں:

وعلى من ابتلى بتناول المخدرات التدريج في تنقيصها حتى يتعافى منها۔ وقد سئل ابن حجر المكي عمن ابتلى بأكل نحوالافيون وصار إن لم يأكل هلك؟ فأجاب إن علم ذلك قطعا حلّ له؛ بل وجب لاضطراره إلى إبقاء روحه كالميتة للمضطر، ويجب عليه التدريج في تنقيصه شيئا فشيئا حتى يزول تولّع المعدة به من غير أن تشعر فإن ترك ذلك فهو آثم فاسق (الفقه الحنفي في ثوبه الجديد: الاشربة، تحريم تناول المخدرات، ص: ۲۷۷، ج:۵، ط: دار القلم دمشق)۔

محمد انور بن اختر لکھتے ہیں: علاج کے درمیان ان چیزوں کا دھیان رکھنا مریض کے لواحقین اور معالجین پر لازم ہے۔

(۱) ترغیب دینا (ان چیزوں کے نقصانات پر روشنی ڈالکر بتانا کہ یہ ضرررساں شئ ہے)۔

(۲) فرسٹ ایڈ

(۳) مریض کا خوف دور کرنا، تسلی دینا اور حوصلہ افزائی کرنا

(۴) فیملی کارویہ

(۵) کونسلنگ

(۶) جسمانی تکالیف کو دور کرنا

(۷) انفرادی اور گروپ تھراپی

(۸) آفٹر کیئر اور فالواپ (نوجوان تباہی کے دہانے پر: ص: ۲۵۳، ۲۵۴، ط: مکتبہ جاوید دیوبند)

خلاصۂ بحث:

۱۔ شریعت نے اسکار اور نشہ پائے جانے کی بنیاد پر ہر اس شئ کو حرام قرار دیا ہے جس کا استعمال نشہ وسکر کا باعث بنے، چاہے وہ سیال ہو یا جامد، مشروب ہو یا ماکول، اور کوئی بھی طریقہ استعمال ہو۔

۲۔ نشہ آور اشیاء کسی بھی طرح استعمال کی جائے، منھ کے راستہ سے یا انجکشن یا دیگر کوئی صورت، وہ نمبر (۱) میں مذکور حکم میں داخل ہوگی۔

۳/ ۴۔ افیون جو کہ پوست کی شکل میں ہے اور جو نشہ آور نہیں ہے لہذا اس کی کاشت اور بیع جائز ہوگی، ہاں اگر نشہ کرنے یا اس سے تیار ہونے والی نشہ آور اشیاء

بنانے کی غرض سے کاشت کی جائے یا خرید وفروخت کی جائے تو اس کی اجازت نہ ہوگی۔

چونکہ مورفین اور ہیروئن افیون اور پوست ہی سے تیار ہوتا ہے اور ان دونوں کے مضر اثرات زیادہ ہیں؛ لہٰذا افیون کی کاشت اور خرید وفروخت مورفین اور ہیروئن بنانے کے قصد ونیت سے ہو تو اس کی اجازت نہ ہوگی۔

بھنگ اور حشیش میں نر بھنگ کی کاشت اور خرید وفروخت کی اجازت ہوگی کہ وہ نشہ آور نہیں ہے، ہاں! مؤنث چوں کہ نشہ آور ہے اور اسی کے لئے مستعمل، لہٰذا اس کی کاشت وخرید وفروخت کی اجازت نہ ہوگی۔

۵۔ ان اشیاء سے ہونے والے نقصانات کثیر بھی ہیں اور خمر سے زیادہ خطرناک بھی، اس سے جسمانی، مالی، عقلی ہر طرح کا ضرر ونقصان ہوتا ہے اور آدمی کی حالت ابتر ہو جاتی ہے؛ لہٰذا احقر کی رائے اس سلسلہ میں حد ہی کی ہے۔

۶۔ انسان کے لئے بعض مرتبہ خفیف سزا کارآمد نہیں ہوتی اور وہ بار بار اس جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو ایسے وقت میں دینی واخلاقی اقدار اور معاشروں کی تطہیر وصفائی کے لئے سخت سزائیں دینی پڑتی ہیں؛ تاکہ بگاڑ وفساد سے معاشرہ کی صفائی ہو۔

بندہ کی رائے یہ ہے کہ اگر منشیات کے کاروباری کا دائرۂ کار ابھی محدود ہی ہو اور وسیع نہ ہوا ہو تو اس کو قید میں ڈال دیا جائے اور اس کو اپنی اصلاح کا موقع دیا جائے، ہاں! اگر بار بار پکڑا گیا ہے یا کاروبار وسیع پیمانے پر ہے اور اس کے نقصانات دور دور تک ہیں تو ایسے آدمی کو پھانسی یا موت کی سزا دی جائے تاکہ ضرر عام سے لوگوں کو بچایا جاسکے۔

۷۔ اس کی تدابیر کے سلسلہ میں بندے کی رائے یہ ہے کہ ہر ایک آدمی کا دائرۂ کار کیا ہے؟ اسکو مد نظر رکھا جائے اور اس کی تقسیم کی جائے۔

(۱) ہر ایک آدمی اپنی اولاد اور اپنے قرب وجوار کے ماحول کی فکر کرے اور اپنی اولاد اور اطراف کے لوگوں کو اس لعنت سے بچانے کی مؤثر سعی کرے

(۲) اگر حاکم ہے تو وہ اپنے اعتبار سے اصلاح معاشرہ کے فرائض کی انجام دہی کے ساتھ قوانین وحدود کو معمول بہ بنائے۔

(۳) اگر منصب قضاء پر فائض ہے تو وہ قوانین واصول متعین کرتے ہوئے مجرم کی پوری تحقیق کرے، اور جرم کی سنگینی کے مطابق سزائیں عائد کرے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے معاشرہ کے تمام افراد کا اخلاقی اور معاشرتی فریضہ ہے کہ انسداد منشیات کے لئے جو شخص جو مؤثر کردار ادا کرسکتا ہے وہ اس کا جائزہ لے اور عملی طور پر قوم وملت کے نوجوانوں اور بچوں کو اس لعنت سے بچانے کی بھرپور کوشش کرے۔

۸۔ اگر ان چیزوں کے استعمال کے بغیر اور کوئی سبیل ہی نہ ہو تو نشہ آور اشیاء بھی بطور علاج استعمال کرسکتا ہے لیکن روزانہ اس میں کمی کرتا رہے؛ تاکہ تدریجی طور پر وہ اس کو ترک کردے، نیز جس چیز کا وہ عادی ہے اس سے قوی مسکر سے علاج نہ کرے جیسے افیون کے عادی کو مورفین دینا زیادہ خطرناک ہے؛ کیوں کہ یہ افیون سے زیادہ ضرر رساں ہے، اور یہ علاج بھی اس وقت ہے جبکہ اس کے لئے دوسری ادویہ کارگر نہ ہوں اور مسکر اشیاء سے علاج ناگزیر ہو جائے۔



نشہ آور اشیاء اور ان کا شرعی حکم

مولانا رحمت اللہ ندوی[1]

مخدرات کی تاریخ پر ایک طائرانہ نظر:

مخدرات کی تعریف:

مخدرات یونانی کلمہ (Mark) سے مشتق ہے، جس کے معنی نیند کے ہیں، افیون (افیم) کا غلط استعمال ہی قدیم زمانوں میں خوگر اور رسیا بنانے کا بنیادی مظہر تھا، شاید اسی نے اصطلاح متعین کی، چنانچہ افیم اعضاء کا بندھن ڈھیلا (استرخاء مفاصل) کرنے اور نیند کی کیفیت طاری کرنے تک پہونچا دیتا ہے، جہاں تک مخدرات کی موجودہ اصطلاح کا تعلق ہے تو اس نے کئی دوسری قسموں کو بھی ضم کرلیا ہے، جو عقاقیر (جڑی بوٹیوں) سے تیار ہوتی ہیں، اور بہت بری طرح متاثر کرتی ہیں، جیسے کوکین یہ استرخاء اور نوم تک ہی نہیں پہونچاتی ہے بلکہ مکمل طور پر ایک مختلف قسم کا اثر ڈالتی ہیں۔

مخدرات کی قانونی تعریف کا اشارہ اس طرف ہے کہ مواد کا ایک مجموعہ اور ذخیرہ ایسا موجود ہے جو خوگری کا سبب ہوتا ہے اور اعصاب کو مسموم کرتا ہے، ان کا رواج یا کاشت یا آرڈر، یا کاروبار ان مقاصد کے علاوہ ممنوع ہے جن کو قانون محدود و متعین کرتا ہے، اور ان کے ذریعہ ہی استعمال ہوسکتا ہے جن کو اس کا لائسنس اور اجازت نامہ یا رخصت حاصل ہے، یہ مواد افیم اور اس سے تیار شدہ اشیاء اور حشیش اور عقاقیر ہلوسہ، کوکین اور نشاط آور چیزوں پر مشتمل ہوتا ہے، لیکن مخدرات میں یہ شراب، تسکین و خواب آور اشیاء شامل نہیں، اگرچہ وہ نقصانات اور خوگری پیدا کرنے کی اپنی صلاحیت رکھتے ہیں۔

گذشتہ زمانہ میں مخدر (Drogue) کا نام ان تقلیدی مخدرات تک محدود تھا جو افیم اور اس سے تیار شدہ اشیاء پر مشتمل ہوتی ہیں، پھر اس کی فہرست میں کوکا، اور قنب الہندی کا اضافہ ہوا، جن کا تعارف و تذکرہ آگے آرہا ہے۔

مخدرات کی ماہیت:

مخدرات کی ماہیت کے بارے میں آراء متعدد ہیں:

اقوام متحدہ کی مخدرات کمیٹی نے اس کی تعریف یہ کی ہے: "ہر وہ خام (کچا) یا مستحضر مادہ جو خواب آور یا تسکین آور عناصر پر مشتمل ہو جن کا حال یہ ہو کہ بغیر طبی یا مصنوعی اغراض و مقاصد میں استعمال کے وہ عادی یا خوگر اور رسیا بنانے کی حالت و کیفیت تک پہنچا دے، جو فرد اور سماج کو جسمانی، نفسیاتی اور معاشرتی نقصان پہنچا دیتی ہے"۔

مخدر ہر وہ مادہ ہے جس کے استعمال سے جزئی یا کلی طور پر ایک وقت کے لئے ہوش و حواس اور ادراک کا فقدان پیدا ہوتا ہے اور یہ مادہ جسم میں فتور (سستی) پیدا کرتا ہے، اور انسان کو اس سے متاثر ہونے کے بعد ایک لمبے وقفہ تک خواب و خیال اور وہم و گمان میں مبتلا کردیتا ہے۔

مخدر کا لفظ عربی زبان میں خدر کا اسم فاعل ہے اور اس کا مصدر تخدیر ہے، اس سے مراد فتور، کسل (سستی و کاہلی) اور ایسی حیرانی و پریشانی ہے جو استعمال کرنے والے پر طاری ہوتی ہے جس وقت وہ نشہ شروع ہوتا ہے اور اس سے مراد تنکا وغیرہ کی وجہ سے آنکھ کا فتور اور بھاری پن ہے، یہ تمام معانی اور مفاہیم مخدر انسان میں پائے جاتے ہیں، اس طور پر کہ تاثیر کی ابتداء اس کے اطراف (آنکھوں) میں سستی سے ہوتی ہے، وہ اپنے تصرفات میں حیران و پریشان ہوتا ہے اور اپنے کاموں کو انجام دینے سے کاہلی کرنے اور جی چرانے لگتا ہے پھر اس کی عقل پر وہ تاریکی چھاجاتی ہے جو اس کی عقل پر اشیاء کے حقائق کی جانکاری سے پردہ ڈال دیتی ہے، اس وقت اس کی روح کو تسکین ملتا ہے، اس کی سرگرمی ماند پڑ جاتی ہے اور وہ معاشرہ کے کارواں سے بچھڑ کر بس کارواں بن جاتا ہے۔

---

[1] دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جس طرح لغت میں مخدر کے کلمہ سے مراد وہ چیز ہے جو انسان کو حواس باختگی یا اونگھ اور نیند تک پہنچا دے۔

درحقیقت لفظ مخدر لغوی طور پر ہلکا اور چھوٹا پڑ گیا ہے اور تمام مخدرات کا احاطہ نہیں کر پا رہا ہے، ہاں! عربی زبان میں مخدر کا کلمہ، فرانسیسی زبان اور انگریزی (Drug) کے مقابلہ میں زیادہ دقیق اور دلالت کرنے والا سمجھا جاتا ہے، کیونکہ علمی اعتبار سے اس سے مراد عقار (جڑی بوٹی) یا ہر وہ مادہ ہے جسے اطباء اور حکماء و محققین امراض اور بیماریوں کے علاج میں استعمال کرتے ہیں، لیکن عقار کا لفظ اس وقت اس مخدر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جو تنبیہ و تحریک میں مشہور و معروف خصوصیات والا ہے۔

مخدرات (Narcotics) کی کیمیائی تعریف یہ ہے کہ وہ کیمیاوی مادہ جو تکلیف کو پرسکون بنانے کے ساتھ نیند اور شعور کے اڑانے اور غائب کرنے کا سبب ہوتا ہے، اسی وجہ سے بعض مخدرات کو بعض آلام و تکالیف کو تسکین دینے کے لئے اظہار کی طرف سے سخت وارننگ و آگاہی سے موصوف کیا جاتا ہے۔

بہرحال مخدرات ان مواد کو کہتے ہیں جو ایسے عناصر سے مرکب ہوتے ہیں کہ جب ان کو مکرر اور بار بار استعمال کیا جائے تو وہ جسم انسانی میں اپنا گھر اور اپنی جگہ بنا لیتے ہیں اور اس کی نفسیات اور جسم میں عضوی اور پیتھالوجیکل اور نفسیاتی تبدیلیاں پیدا کرتے ہیں، بایں طور کہ وہ ان کا سہارا لے لیتا ہے اور لازمی و مجبوری کی صورت میں عادی بن جاتا ہے، جو اس کی صحت و تندرستی، نفسیاتی و سماجی پوزیشن کو نقصان پہنچاتے ہیں اور یہ ضرر خود فرد کو اور اس کے خاندان اور اس سماج کو لاحق ہوتا ہے جس میں وہ مخدرات کے رسیا اور خوگر کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہا ہے۔ ان مواد کی تاثیر اعصاب کے لئے منبہ (محرک) اور نیند اڑانے والی ہوتی ہے اور یہ یا تو کسی فطری (خام) شکل و صورت میں ہوتے ہیں یا مصنوعی اور کارخانوں کے تیار شدہ شکل میں۔ ان کا استعمال متعدد طریقوں مثلاً سونگھ کر، یا پی کر، یا چبا کر یا انجکشن اور دھواں کے ذریعہ سے کیا جاتا ہے، (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "الاسلام والمخدرات" ص: ۲۱ تا ۲۳)۔

ایک نظر مخدرات کی تاریخ پر:

مخدرات ان قدیم ظواہر میں سے ہے جن سے شناسائی ہزاروں سال سے ہے، وہ اس طرح کہ انسان نے بعض پودے، اور گھاس پھوس کا استعمال کبھی بطور علاج کیا اور کبھی ساحرانہ عادت و رواج میں کیا، جب علماء اور واقف کاروں کو ان پودوں کی تاثیر کا علم ہوا تو انھوں نے ان کا تحلیل و تجزیہ کیا، اور طبی و علاجیاتی مقاصد میں استعمال کیا، جیسے امراض کی تکلیف میں تخفیف یا سرجری کے کام وغیرہ، ان میں سے بعض پودوں کی کاشت بھی ہوئی تاکہ ان میں سے کارگر مواد کو الگ کر کے ان کو طبی و علاجی مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے، اس طرح یہ پودے ان پرانی جڑی بوٹیوں میں سے سمجھے جاتے ہیں جن سے انسان واقف ہوا، اس نے آغاز تاریخ ہی سے بھنگ اور نشہ آور گھاس پھوس کو جان پہچان لیا تھا، اس کی کاشت کا مقصد رسیا بنانے اور کپڑے بننے کا بھی تھا، جیسا کہ ایک مسکن دواء کے طور پر بھی اس کا استعمال ہوتا تھا، بھنگ کا استعمال مخدر کے طور پر دسویں صدی عیسوی میں ہوا، پھر بالتدریج دنیا کی بہت سی مملکتوں میں مختلف درجات میں پھیلا اور فروغ پایا۔

باوجودیکہ اہل یورپ کا خیال ہے کہ نشہ آور گھاس اور بھنگ کی جگہ اور وطن شرق اوسط ہے مگر یہ قدیم زمانہ سے ہی دنیا کے مختلف علاقوں اور منطقوں میں پہچان لیا گیا تھا، اس طور پر کہ آشوریوں، رومیوں، ایرانیوں اور قدیم مصریوں نے اسے پہچانا جیسا کہ ہندوستانیوں اور چینیوں میں ۷۰۰ ق م معروف ہوا تھا جب کہ جرمن میں ۵۰۰ ق م میں پہچانا گیا۔

افیم:

سب سے پہلے اسے ایشیاء وسطی کے باشندوں نے پہچانا اور ان کے واسطہ دنیا کے تمام خطوں اور علاقوں میں پھیلا، چنانچہ سومریوں نے اس کا استعمال کیا اور ان کے بعد بابل اور ایرانی لوگوں نے، پھر مصر کے قدماء تک منتقل ہوا، جیسا کہ چینیوں اور ہندوستانیوں نے استعمال کیا۔

افیم رودالیز (Rhoeadales) کے درجہ میں ایک موسمی پودا ہے، اس کے پھول تنہا ہوتے ہیں، رنگ شوخ اور تیز ہوتا ہے، اور اس کا پھل کھلا ہوا، اوپر سے سوراخ کئے ہوئے ڈبہ کے مشابہ ہوتا ہے، افیم کا استعمال بعض بیماریوں جیسے اسہال اور دست کے علاج کے لئے کیا گیا۔

تیسری صدی ق م سے اس کا تریاق تیار کیا گیا جس کا بادشاہوں اور امراء کو ہدیہ کرنا مشہور ہے، افیم کا استعمال اب تک برابر ہوتا چلا آرہا ہے، بہت سی قوموں اور خاندانوں میں خاندانی و قومی طب میں اس کا استعمال بہت سے امراض کے علاج کے لئے کیا جاتا ہے، جیسا کہ خود ہندوستان میں یہی حال ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ بعض تکالیف اور آلام کے لئے یہ مسکن ہے، جیسے اسہال، جوڑوں کی تکلیف وغیرہ، اس کا استعمال کیف وسرور کے مقاصد، سرمستی کا احساس بروئے کار لانے کی خاطر اور راحت وآرام اور کام کا بار برداشت کرنے اور نشاط لانے کے لئے ہوتا ہے۔

۱۸۰۶ء میں ایک جرمنی سائنسداں "سیر تیرنز" افیم سے مارفین کے مادہ کو الگ کرنے میں کامیاب ہوا اور اس کا یہ نام مورفیوس (اغریقیہ اسٹوریوں اور خواب وخیال کے معبود) کی طرف منسوب کرتے ہوئے دے دیا، جیسا کہ ۱۸۹۸ء میں ایک انگریز سائنسداں اور عالم ہیروئن کا مادہ الگ کرنے میں کامیاب ہوا، اور تجارتی پیمانہ پر اسکا پروڈکٹ شروع ہوگیا، پھر اس کے بعد افیم کے خلاصوں سے دوسرے مرکبات کا انتاج (پیداوار وپروڈکٹ) کا سلسلہ چل پڑا، اور سب کا استعمال علاج ومعالجہ کے طور پر کیا جاتا ہے۔

کوکین:

اس کی پہچان بھی ۵۰۰ ق م جنوبی امریکہ میں ہوئی، اس طرح کہ الانکا کے ہندو اس کوکا کے پتوں کو چباتے تھے جو اس علاقہ میں پیدا ہوتا تھا، اور انیسویں صدی عیسوی میں فارمیسیوں میں فروخت کیا جاتا تھا اور تکلیف میں تخفیف کے لئے طبی نسخے بنائے جاتے تھے، جیسا کہ اطباء نے اس کا استعمال بعض سرجریوں میں کیا اور اس کی اہمیت ثابت ہوجانے کے بعد انھوں نے اس کے بدلہ میں دوسرے تخدیراتی مادے استعمال کئے جیسے بروکائین۔

اب تو مخدرات کی بہت ساری شکلیں اور قسمیں رائج ہوگئی ہیں، ان میں سے بعض باربیتورات اور خاص طور سے میٹا کوالون کے مجموعہ سے اور بعض دوسرے امفیتا مینات اور خاص طور سے ماکستون فورت اور دیسکا مفیتا مین کے مجموعہ سے وجود میں آئے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "الإسلام والمخدرات" ۱۵ تا ۱۹ -عالم اسلام میں مخدرات کس طرح اور کب داخل ہوئے ملاحظہ ہو "نفقہ الأشربہ وحدہا" ص:۳۳۹-۳۴۰)۔

مخدرات کی ماہیت اور اس سے وابستہ مفاہیم:

مخدرات کا استعمال اکثر انسانی سوسائٹیوں میں سب سے زیادہ خطرناک سمجھا جارہا ہے، کیونکہ اس کے نفسیاتی اور خطرناک جسمانی نقصانات فرد اور سماج کے لئے تباہ کن ہیں، اس وجہ سے ہر جگہ یہ محققین کا موضوع بحث بنا ہوا ہے اور ان کی توجہ کا مرکز بھی، جس طرح وہ دنیا کے نظامہائے امن کے لئے بنیادی تشویش کا باعث ہے کیونکہ یہ زہریلے مادے انسانی زندگی اور سماج پر تباہ کن اثرات ڈالتے ہیں، اس طرح کہ اس کا ضرر صرف استعمال کرنے والے تک محدود نہیں ہے بلکہ اس سے متجاوز ہوکر اس کے خاندان اور سوسائٹی کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔

موجودہ ٹکنالوجی کے اس ترقی یافتہ دور نے جہاں انسان کی تباہی وبربادی کے بہت سے انتظامات کئے ہیں وہیں پر اس نے مخدرات کی دیگر انواع واقسام کی تخلیق اور ایجاد اور بناوٹ میں مدد کی ہے۔ نباتی مخدرات کے خوگر اور رسیا کا ابھی ماضی قریب تک طبی علاج ممکن تھا، لیکن مصنوعی مخدرات کا علاج اب دشوار ہو رہا ہے، اس لئے کہ جو اس کا عادی ہوتا ہے وہ خود اور اس کا خاندان اس کے علاج میں بڑی زحمت اور مشقت اٹھاتے ہیں، کیونکہ یہ مخدرات مغز میں حساس مراکز کو ضرب لگاتے اور اعصابی نظام اور سسٹم میں بعض حساس خلیات کو تباہ کرتے ہیں، اور عام حالات میں مخدرات کے رسیا کے لئے متنوع بیماریوں سے گرفتار ہونے کے بعد دیر یا موت کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہتا، ان متنوع بیماریوں میں بیماریوں کا بے قابو ہوجانا، خلقی بگاڑ اور صورت کا مسخ ہوجانا، اعضاء کا کمزور اور پتلا ہوجانا اور پچک جانا شامل ہے۔ (ملاحظہ ہو "الاسلام والمخدرات" ص:۲۰-۲۱)۔

مخدرات کی قسمیں:

مخدرات اپنی متعدد انواع واقسام کے ساتھ قدیم زمانہ سے ہی رائج ہے، وجہ یہ ہے کہ انسانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو زندگی کے بار کا تحمل نہیں کرسکتے اور اپنے آپ کو زندگی کے مشاغل کا سامنا کرنے اور مصروفیات کا مقابلہ کرنے سے عاجز ونکما پاتے ہیں، اس کے جھمیلوں سے ان کے سینے تنگ ہونے اور دم گھٹنے لگتا ہے، چنانچہ وہ بوجھ اور مشاغل اور جھمیلوں کے دباؤ سے خلاصی تلاش کرتے ہیں، اس لئے مختلف قسم کے ان مخدرات کا استعمال جن کے بارے میں وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ان کو بدبختی وہلاکت کی حالت سے دوسری حالت میں منتقل کردیں گے، جس میں وہ خوش حال اور اطمینان، آسودگی اور چین وسکون کے احساس کی خوشگواری کے مزے لے سکتے ہیں۔

مخدرات کی دو قسمیں ہیں:

۱- ایک طاقتور تاثیر والی ہے جیسے افیم، ہیروئن، مورفین اور اس سے بنے ہوئے دیگر اقسام اور کوکین۔ اس کے مستقل استعمال سے پہلی کش اور گھونٹ ناکافی ہوتی ہے اور خوگر وعادی انسان زیادہ گھونٹ لینے اور پہلے اثر کو حاصل کرنے کی خاطر اسے دوچند کرنے کے لئے مضطرو بے چین نظر آتا ہے۔ اچانک اس کے ترک استعمال سے سخت جسمانی ونفسانی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

۲- دوسری قسم وہ ہے جن کا اثر نسبتاً ہلکا ہوتا ہے، جیسے ماریہوان (بھنگ) سرور آور جڑی بوٹی، امفیٹا مین اور اس کے مشتقات۔

ان کی خصوصیت یہ ہے کہ جسم کو نفس تاثیر حاصل کرنے کے لئے زائد کمیات کی ضرورت نہیں ہوتی، جس طرح یہ خوگر کے اچانک ترک استعمال سے تیز اور سخت اثرات نہیں چھوڑتے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مخدرات جن مادوں سے تیار ہوتا ہے ان کی قسموں کی ذرا تفصیل کردی جائے، خواہ وہ قدرتی ہوں یا غیر قدرتی (مصنوعی)۔

مخدرات کے قدرتی مادے:

اس سے مراد وہ نباتات ہیں جن کے پتے کارگر مخدر مادہ رکھتے ہیں، اور ان سے وقتی طور پر کلی یا جزوی ادراک کا فقدان پیدا ہوتا ہے، اور ان میں سے بعض عالمی پیمانہ پر رائج ہیں جبکہ بعض ملکی وعلاقائی پیمانہ پر۔ ان میں حسب ذیل اشیاء آتی ہیں:

۱- حشیش (نشہ آور گھاس پھوس مثلاً بھنگ وغیرہ):

یہ عربی لفظ ہے جبکہ بعض محققین کا کہنا ہے کہ یہ عبرانی لفظ (شیش (سے مشتق ہے، جس کے معنی فرح (خوشی (کے ہیں۔ چینی زبان میں مایو (Ma-yo) کہتے ہیں جس کے معنی دوا کے ہیں اور امریکیوں اور کنڈیوں نے اسے مارہوانا (Marihuana) کا نام دیا ہے، اس سے مقصود اور مراد (مستعبد (ایسا پودا جو غلام اور اسیر بنالے۔ ہندوستانی کہانیوں میں اس کا ذکر ملتا ہے کہ دیویوں کے بادشاہ اندر کے نزدیک بھنگ (حشیش (سب سے پسندیدہ مشروب تھی۔

حشیش کو قنب ہندی بھی کہتے ہیں جو کانابیس (Cannabis) سے بنا ہے، اس کے معنی شور وغوغا کے ہیں، مراد وہ آوازیں ہیں جو استعمال کرنے والوں کی طرف سے بلند ہوتی ہیں۔

قدیم جرمنی نے بھی ۵۰۰ ق م اس کے پودے کو جانا، وہ اس سے کپڑے بناتے اور دوا کے طور پر بھی استعمال کرتے تھے، ہولنڈیوں نے جنوبی افریقہ میں اسے داخل کیا جیسا کہ اسپینیوں نے شیلی (چلی) اور برازیل میں داخل کیا۔ فرانس میں بھی یہ پودا پہچانا گیا اور عقلی امراض کے لئے علاج ومعالجہ کے طور پر استعمال کیا گیا، یہ ۱۸۴۰ کی بات ہے۔

حشیش اردو میں پٹ سن کو کہتے ہیں، اس کے استعمال کے طریقے مختلف ہیں:

تدخین (دھواں نوشی) کبھی افیم کے ساتھ ملاکر، یا دھواں والے تمباکو کے ساتھ ملاکر، کبھی پانی میں بھگوکر مشروب کی شکل میں، اور بعض اوقات خوشبودار مشروبات (جیسے سنترہ، چنبیلی یا الکحل) کی مختلف قسموں کی آمیزش کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے، جیسا کہ خوراک کے راستہ اور مٹھائیوں یا مربوں وغیرہ میں ملاکر استعمال کیا جاتا ہے۔

طریقہ استعمال کے اختیار کرنے کے متعدد محرکات ہیں، بعض کا تعلق خود افراد سے ہے اور ان عوامل ومحرکات میں معاشرتی صورت حال ہے جیسا کہ تخدیر کے لئے حشیش کی ضروری کیست ایک فرد اور دوسرے فرد کے لئے بدل جایا کرتی ہے۔

حشیش کے جسمانی اور نفسیاتی اثرات:

اعصابی نظام پر یہ دہرا اثر ڈالتا ہے، کبھی اس میں تحریک پیدا کرتا ہے یا تعطل اور یہ عادی شخص کی شخصیت اور اس کی بدنی قوت اور مزاجی حالت پر موقوف ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ:

۱- مستی اور انبساط کا احساس، ضحک (ہنسی) کی طرف میلان۔

۲- تکلیف کے احساس کا درجہ کم ہونا اور لمس کی حساسیت کا بڑھ جانا، اور حرارت یا برودت کے احساس کا درجہ گھٹ جانا۔

۳- خواب جیسی کیفیت اور حالت (Dream State) طاری ہونا، اس طور پر کہ افکار میں کوئی ربط نہ ہو، اور وہ بلا قید و بند کثرت سے جاری ہوں اور استعمال کرنے والا خوشی و سرور، حال کی درستی، بلندی اور حقیقت وواقعیت سے علاحدگی (High) ہونے کا احساس کرے، لیکن اثر ختم اور زائل ہونے کے بعد گمنامی، پریشانی، عدم توجہ کا احساس ہونے لگے۔

اس کے استعمال کے عادی بننے اور وقت گزاری کرنے سے آدمی کند ذہن اور مہا کاہل ہو جاتا ہے۔

۴- مسافتوں اور زمانہ کے حساب کے اندازہ میں خلل پیدا ہو جاتا ہے، چنانچہ منٹ گھنٹہ جیسا ہو جاتا ہے اور اسی طرح آوازیں گہری مجسم ہو جاتی ہیں، استعمال کرنے والے کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ ان اشیاء کا راز سمجھ گیا ہے جن سے وہ گھرا ہوا ہے، اسی لئے مستی کے دوران واقعیت کا تمسخر کرنے لگتا ہے۔

۵- جسمانی اثرات دل پر بھی پڑتے ہیں، دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے اور بلڈ پریشر (دورانِ خون) لو ہو جاتا ہے جیسا کہ آنکھ میں سرخی پیدا ہو جاتی اور اس کی سیاہی بڑھ جاتی ہے اور ہاتھ پاؤں میں برودت اور سر میں گرمی کا احساس ہونے لگتا ہے۔

۶- نظام ہضم پر بھی کارگر اثر پڑتا ہے، حلق میں خشکی کی وجہ سے منہ میں لعاب کا بننا کم ہو جاتا ہے جیسا کہ شروع میں اشتہاء کھل جاتی ہے، لیکن عادی اور خوگر بننے کے بعد اشتہاء عموماً مفقود ہو جاتی ہے، کبھی قبض اور کبھی اسہال کی نوبت آجاتی ہے، دھواں اس میں شامل نکوٹین، کاربن اور تارکول جم جانے سے دونوں پھیپھڑے متاثر ہو جاتے ہیں اور حلق میں جلن و سوزش لاحق ہو جاتی ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: الاسلام والمخدرات ص: ۳۵ تا ۴۲)۔

۲-افیون (Opium)

اکثر محققین اس طرف گئے ہیں کہ افیون کا کلمہ یونانی کلمہ (Opium) سے مشتق ہے، جس کے معنی عصارۃ (جوس، رس اور عرق) کے ہیں، بعض نے باور کرایا ہے کہ سومری تہذیب جو سات ہزار سال ق م تھی، اس نے افیون کے پودوں میں تخدیری خصوصیات کا سراغ لگایا، اور اب تک اس کا رائج نام "بنات السعادۃ" (The Plans of Joy) انہیں کا رکھا ہوا ہے۔

قدماء مصر کو ۱۵۰۰ ق م اس کی جانکاری ہوئی اور چینی تحریروں میں افیون کا ذکر ۱۰۰ء میں شہنشاہ نے افیون کے ساتھ تمبا کو نوشی اور سگریٹ نوشی کو ممنوع قرار دیا اور چین میں افیم کے استعمال کے خلاف پہلا قانون بنا، بایں طور کہ افیون کے تاجروں کا گلا گھونٹ کر ان کا خاتمہ کر دیا جاتا۔

چینیوں نے ہندوستان کو چین میں افیون کی اسمگلنگ کا ایک سرچشمہ اور مرکز سمجھا، اس طور پر کہ اس کی کاشت اور تجارت وہاں رائج ہوئی۔

بہر حال اب تک دنیا کے بہت سے ملکوں میں افیون کی پیداوار اور انتاج ہو چکا ہے لیکن چین اور ایران میں اس کی پیداوار سب سے زیادہ سمجھی جاتی ہے۔

افیون کو "زہرۃ النوم" (نیند کا پھول/گلِ خواب) سے بھی جانا جاتا ہے، وہ پھول سفید رنگ کا ہوتا ہے اور ہوا سے چھو جانے کے وقت اس کا رنگ سیاہی مائل ہو جاتا ہے، اس میں ایک الگ، سرایت کرنے والی بو ہوتی ہے، افیم گوند جیسا مادہ ہے، اور چند کارگر جڑی بوٹی اور دواؤں پر مشتمل ہے جو اس سے ڈائرکٹ اور براہ راست یا کیمیاوی ترمیم اور اصلاح کے ساتھ بنائی جاتی ہیں، جیسے مورفین اور یہ سب سے اہم ہے۔

افیم کی متعدد قسمیں پائی جاتی ہیں، ان میں اہم یہ ہیں:

۱- ترکی افیون-اس میں ۱۳/ فیصد مورفین کا تناسب ہوتا ہے۔

۲- یوگوسلاوی افیون-۱۷/ فیصد مورفین کا تناسب ہوتا ہے۔

۳- ہندوستانی افیون-۱۱/ فیصد مورفین کا تناسب ہوتا ہے۔

۴- ایرانی افیون-۱۰/ فیصد مورفین کا تناسب ہوتا۔

۵- مصری افیون-

مصر میں اس کی زراعت ۱۸۳۳ء سے ۱۹۷۷ء تک رہی، اب اس کی کاشت کا مکمل خاتمہ ہو چکا ہے۔

افیون کے استعمال کا طریقہ:

افیون کے رسیا اور خوگر پٹھوں اور پنڈلیوں یا شہ رگ میں انجکشن کے ذریعہ استعمال کو ترجیح دیتے ہیں، جبکہ کبھی پینے یا نگلنے کے ذریعہ استعمال ہوتا ہے جو طریقہ بھی مخدر کی طبیعت کے موافق ہو، اکثر و بیشتر اس کا استعمال قہوہ یا چائے یا تمباکو کے ساتھ رائج ہے، دھواں نوشی ایک خاص مہارت چاہتی ہے اور اس کے لئے مخصوص تیاری کی ضرورت ہوتی ہے، یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔

افیم کے جسمانی ونفسیاتی اثرات ونقصانات:

عمومی صورت میں افیم اعصابی نظام اور جسم میں موجود زندہ خلیات کو متاثر کرتا ہے، وہ بھی اس حد تک کہ گھونٹ میں کسی بھی زیادتی سے موت کا امکان رہتا ہے، زہریلی کمیت تین گیہوں کے دانے کے قریب ہے جو دو گرام کے برابر ہے، اور یہ مقدار اور کمیت مہلک وقاتل سمجھی جاتی ہے، کیونکہ تنفس میں تیز گراوٹ کا سبب ہوتی ہے، جو مغز میں تنفس کے مراکز کے تعطل کا نتیجہ ہے، افیم کے اثرات میں تسکین بھی ہے، اسی لئے اس کا استعمال طبی معالجات میں بعض دواؤں میں اور درد کی تسکین کے مرکبات میں کیا جاتا ہے۔ اس طرح افیم سے آنتوں اور معدہ کی حرکت اور دوران کم ہوجاتا ہے، بسا اوقات تشنج (اعضاء میں اینٹھن) اور پٹھوں میں سکڑن ہوجاتی ہے، خاص طور سے کم عمر کے چھوٹے بچوں کے۔

افیم کے رسیا کو قوت وطاقت کا جھوٹا احساس ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو بڑا طاقتور سمجھتا ہے اور یہ محسوس کرتا ہے کہ اسے سلطنت وحکومت حاصل ہوگئی ہے اور وہ سلطان وبادشاہ بن گیا ہے، حالانکہ محض نشہ کا اثر اور حد سے زیادہ خود اعتمادی کا احساس ہوتا ہے۔ افیم استعمال کرنے والے عادی انسان کو سخت اور تلخ تکلیفوں سے گزرنا پڑتا ہے، اس کے اہم مظاہر اور اثرات، اداسی، شکستہ خاطری، اینٹھن وکشیدگی، قلق وبے چینی، اعصابی برانگیختگی، ہیجان، ڈکار، قے، جمائی، بے حد پسینہ اور پورے جسم میں رعشہ ولرزہ، بے خوابی وغیرہ ہیں، جو اس کی حالت کو قابل رحم اور لائق ترس بنا دیتے ہیں (مزید تفصیل ''الإسلام والمخدرات'' ۴۵ تا ۵۱ میں ملاحظہ ہو)۔

۳-نبات الکوکا (Erythrotylor Coca):

کوکا کا درخت بھی قدرتی اور فطری مخدرات میں شمار ہوتا ہے اور اس کی کاشت ہندوستان، انڈونیشیا، جاوا، اور مغربی ہندوستان میں ہوتی ہے، جیسا کہ جنوبی امریکہ کے انڈیز کی پہاڑیوں میں اس کی زراعت ہوتی ہے، عام طور پر اس کے درخت کی لمبائی واونچائی دو ڈھائی میٹر کے لگ بھگ ہوتی ہے اور اس کے پتے، سبزی اور ہرے پن میں نمایاں ہوتے ہیں۔

انسان کو کوکا کی معرفت چار ہزار سال سے پہلے ہوئی ہے، اس وقت کے مذہبی رسوم اور دستور ورواج کے مطابق کوکا کے پتے جنوبی امریکہ اور ہندوستان کے بعض علاقوں میں میت کے ساتھ دفن کئے جاتے تھے اور ایسا بعد میں آنے والی نسلوں میں رائج عقیدہ کی پیروی میں ہوتا تھا، جیسا کہ مذہبی لوگ اس زمانہ میں کوکا کو چباتے تھے تاکہ خوش بختی کا احساس ہو اور اس کے بارے میں جو ان کا اعتقاد تھا اس کی بشارت انہیں حاصل ہو، یہ تمام خرافات اور اسٹوریاں اس وقت پائی جاتی تھیں، پھر بعد میں نظریہ تبدیل ہوا، اور کوکا چبانے کو مقدسات کی آلودگی اور حرمات کی پامالی خیال کیا جانے لگا، اور اس کا استعمال بعض مناسبات اور اجتماعات تک محدود ہوگیا۔

لطف کی بات تو یہ ہے کہ اسپین میں مزدوروں کو کوکا کے پتے اجرت کے ایک حصہ کے طور پر دیئے جاتے تھے۔

کوکا کے اوراق متعدد اغراض میں استعمال کئے جاتے ہیں جیسے دوائیاں بنانا، اور غیر نشہ آور اشیاء تیار کرنا، کوکین نکالنا، اور بعض دوسری مصنوعات کے مرکبات میں بھی شامل کئے جاتے ہیں جیسے خوشبودار عطریات اور گیس والے مشروبات وغیرہ۔

کوکا کے پتوں کا طریقۂ استعمال:

کوکا کے پتے لیموں کے رس میں ملاکر چبائے جاتے ہیں، جن علاقوں میں اس کا اس طریقہ سے استعمال کیا جاتا ہے وہاں کے باشندوں کا کہنا ہے کہ اس سے کوکا کے استعمال سے نشہ آور مادہ سے چھٹکارہ کا احساس ہوتا ہے، اور سردی وٹھنڈک، بھوک اور انتہائی تکان وپریشانی میں تقلیل اور کمی کا احساس ہوتا ہے۔ ان پتوں کو بہت آہستہ اور بظاہر بہت معمولی مقدار میں چبایا جاتا ہے، کیونکہ بار بار کے استعمال کے نتیجہ میں جسم کو اس نبات کے خلاف طاقت حاصل ہوجاتی ہے اور

استعمال کرنے والے کی خوگری کی حالت بڑھتی جاتی ہے۔ان پتوں کا پاوڈر،نسوار کی شکل میں سونگھنے میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

کوکا کے استعمال سے مرتب ہونے والے اثرات:

کوکا کو چبا کر استعمال کرنے والا فرحت ومسرت اور جوش واشتعال کی طرف میلان اور اجتماعی ومعاشرتی ہم آہنگی وفکری سہولت کا احساس کرتا ہے، اس کے نزدیک تمام مشکلات روپوش ہوجاتی ہیں اور ان کی جگہ سعادت وخوش بختی کا گہرا احساس لے لیتا ہے، اس احساس کے بعد گم صم اور پژمردگی، ڈھیلا پن، پریشانی اور آنکھ کے حلقہ اور دائرہ کی کشادگی اور ٹمپریچر کا بڑھ جانا ہوتا ہے۔

۴- القات (Cathacdulis)

یہ ایک غیر معروف مخدرات کی قسم ہے، نشاط آور مخدرات (Stimulants) میں شمار ہوتا ہے، مشہور یہ ہے کہ وہ ایک پودا ہے جس کی زراعت پندرہویں صدی میں ہوئی، اور اسی وقت سے افریقی ساحل جو بحر ہند سے ملتا ہے، وہاں پر مسلسل اس کی کاشت ہوتی چلی آرہی ہے۔

القات کا پودا اونچے علاقوں میں۔ جن کی اونچائی سطح سمندر سے ۸۰۰ سے ۱۰۰۰ میٹر ہوتی ہے پیدا ہوتا ہے، اس پودے کو کبھی الشائی العربی (عربی چائے) یا الشائی الحبشی (حبشی چائے) کا نام دیا جاتا ہے، القات کے درخت کا طول ایک اور دو میٹر کے درمیان ہوتا ہے، جبکہ بعض علاقوں میں اس سے زیادہ بھی اونچا ہوتا ہے، وہ ہمیشہ سبز رہتا ہے، اس کے پتے شکلاً سفید، کنارے کھڑے رہتے ہیں، ایک چھوٹا تنہ ہوتا ہے، زرد رنگ مائل بہ کتھئی اور براؤن (کافی کلر) کا ہوتا ہے، اس کے پتے ہلکے ہوتے ہیں۔

القات کا نشہ آور پودے کے طور پر انکشاف جدید ہے، یقین اور ضبط کے ساتھ اس سے مرنے والوں کی تعداد معلوم نہیں ہے، اگرچہ لاکھوں کا اندازہ ہے۔

افریقہ میں القات کو معجزاتی پودوں میں سمجھا جاتا ہے، وہ افریقیوں کی نظر میں ایک بابرکت پودا ہے، اسی لئے وہ اپنے مذہبی پروگراموں میں اس کا استعمال بہت کرتے ہیں۔

القات کا استعمال اب تک یمن، کینیا، صومالیہ، اثیوبیا اور یوگنڈا میں رائج ہو چکا ہے۔

القات کا طریقۂ استعمال:

القات کے تازہ پتے بطور خاص چبا کر استعمال ہوتے ہیں اور چبانے کا کام بہت سست رفتاری سے ہوتا ہے، تاکہ پودے کا رس نکلے اور اس کو منہ میں ایک متعین وقت تک رکھنے کے بعد لعاب کو نگلا جاسکے تاکہ استعمال سے جو تاثیر مقصود ہے وہ پیدا ہو سکے، استعمال کرنے والا کبھی پانی پینے سے مدد لیتا ہے یا کسی دوسری قسم کے رس اور جوس سے۔ پھر یہ عمل ایک وقفہ کے لئے مکرر ہوتا ہے جس کا سلسلہ پانچ چھ گھنٹے کے قریب چلتا رہتا ہے اور یہ کام کسی بند کمرہ میں ہوتا ہے اور افراد بہت مل کر بیٹھتے ہیں۔

دوسرا طریقۂ استعمال یہ ہے کہ خشک القات کا پاوڈر ہوتا ہے، پھر اس پر پانی رکھا جاتا ہے، یہاں تک کہ معجون کی شکل اختیار کر لیتا ہے، پھر چبایا جاتا ہے۔

تیسرا طریقہ: پھول والے کونپل اور چھوٹی پتیوں کے ٹکڑے کئے جاتے ہیں پھر سگریٹ کی شکل میں لپیٹ کر استعمال کیا جاتا ہے، یہ طریقۂ استعمال نادر ہے، حقہ پینے میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔

القات کے نفسیاتی وجسمانی اثرات:

القات استعمال کرنے والے کے عضوی نظام پر اثر ڈالتا ہے، اور دل کی دھڑکنیں تیز کر دیتا ہے، بلڈ پریشر اور تنفس کا دباؤ بڑھ جاتا ہے اور جسم کی حرارت (ٹمپریچر) تیز ہوجاتی ہے، اور پسینہ کافی نکلتا ہے، ہاضمہ خراب اور معدہ بگڑ جاتا ہے، سخت قبض اور جگر میں ریشے کی شکایت ہوجاتی ہے، اسی طرح اعصاب میں تحریک، پٹھوں میں تنشیط پیدا کرتا ہے، ذہنی نشاط کا احساس دلا کر نیند روکتا ہے، پھر نفسیاتی بے چینیاں پیدا کر دیتا ہے۔

جیسے: بے خوابی، کمزوری، فکری آسودگی، مزاج میں حدت اور کثرت غم۔

جو چبانے کا عادی ہوتا ہے، اس کے منہ میں سوزش اور آنکھ کے حلقے میں وسعت ظاہر ہوجاتی ہے۔

جن مراحل سے القات استعمال کرنے والا گزرتا ہے ان کا خلاصہ تین امور ہیں:

۱- ادراک وحس کی تحریک کا مرحلہ، سعادت وہم آہنگی کے احساس کے ساتھ

۲- ادراک اور عقلی قوی میں سستی وپستی پیدا کرنے کا مرحلہ۔

۳- عقلی قوت کے بجھ جانے کا مرحلہ، انتباہ پر قدرت کے فقدان اور حافظہ کی کمزوری کے ساتھ۔

القات دیگر مخدرات کی طرح ہے جیسے حشیش اور افیم۔ اس وجہ سے خطرناک اور اہمیت میں دیگر مخدرات کے معیار پر رکھنا ضروری ہے۔

دوسری قسم: مصنوعی مخدرات:

۱- مورفین (Morphin)

انیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں افیم کے مادہ کا کیمیاوی طور پر تحلیل اور اس کا تجزیہ اس سے مشتق مرکبات کے حصول کے لئے ممکن ہوا، جیسے مورفین۔

مورفین کا رواج انیسویں صدی کے ربع آخر میں اس وقت ہوا جبکہ اسپتالوں میں اس کا استعمال کیا گیا اور اس کے استعمال میں مبالغہ ہوا، ڈاکٹروں کے خیال میں منکشف ہونے والی اکثر دواؤں میں یہ عجیب دوا ثابت ہوئی، برابر یہی استعمال خوگری کے اسباب میں سے ایک سبب بنا۔

اب ٹکیوں کی شکل میں آتا ہے اور تکلیف کی روک تھام میں سب سے طاقتور مخدرات میں سے سمجھا جاتا ہے، کسی دیگر مصنوعی جڑی بوٹی کی قوت وطاقت، تکلیف کو پرسکون کرنے میں مورفین کی قوت پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

طریقۂ استعمال:

مورفین کے استعمال کے تین بنیادی اور اہم طریقے ہیں:

۱- منہ کے راستہ سے نگل کر استعمال کیا جائے اور اس کے ساتھ قہوہ یا چائے پی جائے۔

۲- دھواں نوشی کے ذریعہ استعمال۔

۳- کھال کے اندر انجکشن کے ذریعہ- یہ آخری طریقہ زیادہ رائج سمجھا جاتا ہے اور وجہ، مطلوبہ اثرات کا جلد حاصل ہوجانا ہے۔

مارفین کے جسمانی ونفسیاتی اثرات:

انجکشن کے ذریعہ مارفین کے استعمال سے کھال کے نیچے جلن اور سوزش اور شہ رگ میں انجماد پیدا ہوجاتا ہے، جیسا کہ استعمال کرنے والا اصفراء، ایڈز، یا قوت دفاع کے فقدان میں مبتلا ہوجاتا ہے، یہ تکلیف کو تسکین دیتا، تنفس اور کھانسی کو کمزور کرتا، سستی اور سکون اور کبھی مستی کا احساس طاری کرنے کا سبب بنتا ہے، استعمال کرنے والا شدید اعصابی ہیجان کا شکار ہوتا ہے، مارفین کے تحریکی اثرات بھی ہیں جیسے متلی اور قے، انتڑیوں اور معدہ کے عضلات (رگوں اور پٹھوں) کا سکڑ جانا۔ اس کے پریشان کن اثرات میں سے کافی مقدار میں پسینہ کا خارج ہونا، اور کھال میں مستقل خارش ہے۔

دیگر مخدرات کی طرح یہ بھی اخلاقی اور معاشرتی گراوٹ، اور مخدر کی خریداری کے لئے ضروری مال کے حصول کی خاطر جرائم کا ارتکاب یا حیلہ بازی یا چوری کا سبب بنتا ہے، جیسا کہ خاندان کے اہمال اور خاندانی افراد کے ضیاع وبربادی تک پہونچا دیتا ہے۔

۲- ہیروئن (Diacety Lmorphine):

ہیروئن نشہ آور جڑی بوٹیوں میں سب سے زیادہ خطرناک سمجھا جاتا ہے جو خوگری کا سبب بنتی ہے، وہ اس لئے کہ اس کے اندر مورفین کے مقابلہ میں دوگنا سے دس گنا تک قوت وطاقت ہوتی ہے، اس لئے اس کے رسیا اور عادی حضرات اس کے زیادہ طالب اور خواہاں ہوتے ہیں۔

ہیروئن، سادہ کیمیکل کے عمل کے ذریعہ مورفین سے تیار کیا جاتا ہے، وہ ایک سفید پاؤڈر ہے، اس میں بو نہیں ہوتی، شکل شیشہ کی طرح ہوتی ہے، پانی میں گھل جاتا ہے، اس کا ذائقہ تلخ ہوتا ہے، نرم وملائم ہوتا ہے، شروع میں اسے ڈاکٹری حلقوں میں تریاق سمجھا جاتا تھا اور دوا کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا، لیکن بہت

جلد اس کے مضر اثرات نمایاں ہو گئے۔

ولایت متحدہ میں ۱۹۹۶ء سے ہیروئن کا استعمال بہت تیزی کے ساتھ بڑھا ہے، وہاں کے مخدرات محکمہ کی رپورٹ کے مطابق دوسری اشیاء کی بنسبت ہیروئن کے خوگر لوگوں کی تعداد ۹۸ /فیصد تک پہونچ رہی ہے۔

نیویارک میں صحت کے انسپکٹر جنرل بادن (M. Baden) کی تحقیق کے مطابق ہیروئن ہی ان رسیا نوجوانوں کی موت کا بنیادی سبب ہے، جن کی عمریں بیس سال سے زیادہ نہیں ہیں، ۱۹۸۵ء میں تقریباً ۵۴۸ مراہق (قریب البلوغ) کی موت ہوئی۔

اعداد وشمار سے پتہ چلتا ہے کہ برطانیہ میں بھی ہیروئن کے خوگران نوجوانوں کا تناسب بہت بڑا ہے جو ۲۴ /سال کے ہیں۔

فرانس میں ۱۹۸۰ء میں ہیروئن کے شوقین لوگوں کا تناسب دیگر انواع کے لحاظ سے سب سے بڑا ہے۔ یہ صورتحال صرف ان ہی سوسائٹیوں تک محدود نہیں ہے بلکہ بقیہ دیگر معاشروں کی غالب صورتحال بھی یہی ہے کہ نوجوان ان زہریلے مادہ کے خوگر ہوتے ہیں۔

عام طور پر ہیروئن دلالوں اور ایجنٹوں کے ذریعہ سفید رنگ کے پاؤڈر کی شکل میں فروخت ہوتی ہے، جسے اس کا خوگر سونگھتا اور ناک کے ذریعہ اوپر چڑھاتا ہے یا اس کو پگھلانے کے بعد اس کا انجکشن لیتا ہے۔

ہیروئن کے اقسام:

ہیروئن کی چند قسمیں ہیں، وہ محض سفید پاؤڈر تک محدود نہیں ہے، بلکہ نگلنے کے لئے اس کے کیپسول ہوتے ہیں اور یہ کیپسول ہیروئن کے مادہ پر مشتمل ہوتے ہیں، دیگر مادے جیسے کافیین کی آمیزش ہوتی ہے، کبھی لاکتوز (نشہ کی ایک قسم) کے مادہ کی آمیزش ہوتی ہے، یہ قسمیں سفید پاؤڈر سے کم عمدہ سمجھی جاتی ہیں، اس لئے اس کے خوگر اور عادی لوگوں کی وفات زیادہ ہوتی ہے۔ اس وقت عادی حضرات اور دلالوں کے حلقوں میں خاکستری رنگ کی گولیوں کی قسمیں رائج ہیں جن میں ۳۰ /فیصد ہیروئن کا تناسب ہوتا ہے، کافیین کی آمیزش کے ساتھ اس نوعیت کا مرکز ایشیا کا آخری حصہ اور علاقہ ہے۔

ہیروئن کا طریقۂ استعمال:

ہیروئن کے دو طریقۂ استعمال ہیں:

۱- کھال کے اندر انجکشن کے ذریعہ۔ وہ اس طرح کہ اس کا عادی شخص شہ رگ میں انجکشن لیتا ہے، اور انجکشن لینے کے اہم اسباب میں ہیروئن کا کھوٹ (نقل) ہونا ہے، اسی لئے فرد پر انجکشن کے ذریعہ استعمال کی صورت ہی میں مؤثر ہوتا ہے اور ہیروئن کا کھوٹ ہی تاجروں اور اسمگلروں کے نفع کی زیادتی کا آسان راستہ ہے۔ اس وقت اسے استعمال کرنے والے کی صحت کے لئے خونریز محرکات وعوامل میں سب سے خطرناک سمجھا جاتا ہے۔

۲- استنشاق (ناک میں چڑھانے اور سونگھنے) کا طریقۂ استعمال۔

یہ طریقہ شرق ایشیا کے شہروں اور ملکوں میں رائج ہے، اس طرح کہ وہ عین ہیروئن میں باربیتورات کی کمیت بڑھا لیتے ہیں اور اس ممزوج کو لطیف طریقہ سے معدنی اور دھات کی پلیٹ پر گرم کیا جاتا ہے، جب مخلوط پگھل جاتا ہے تو اس سے اٹھنے والی بھاپ کو عادی شخص سونگھتا اور ناک میں اوپر چڑھاتا ہے، یہ بھاپ اژدہے اور سانپ کی دم کی شکل میں دکھائی پڑتی ہے، اسی لئے اس طریقہ کو "مطاردۃ التنین" (سانپ کا تعاقب اور پیچھا کرنا) کہتے ہیں۔

یہ طریقہ چوکور شکل کی سوراخ والی ڈبیہ سے بھی ڈائرکٹ ممکن ہے اور کبھی سلگتی ہوئی سگریٹ کے کنارہ کو ہیروئن کے پاؤڈر میں رکھ کر سگریٹ نوشی ہوتی ہے لیکن اوپر اٹھا رہتا ہے تاکہ ہیروئن کی کش کو گرنے نہ دے۔

ہیروئن کے جسمانی ونفسیاتی اثرات:

ہیروئن استعمال کرنے والا کھوئی خوش بختی اور کاہلی وسستی محسوس کرتا ہے، اور اس کا نفس پرسکون ہوتا ہے، کیونکہ وہ مشکلات سے دور رہ کر دوسری دنیا میں منڈلاتا اور اس کی سیر کرتا ہے، لیکن چند ہی گھنٹوں کے بعد بہت جلد سستی وکاہلی محسوس کرتا ہے اور اس کو سونے کی ضرورت کا احساس شروع ہو جاتا ہے۔

ہیروئن ایک قسم کی عضوی ونفسانی خود اعتمادی کا سبب بنتی ہے، یعنی اسے ترک کرنے کی حالت میں عادی شخص ایک بڑی مایوسی وپریشانی اور نفسیاتی قلق

واضطراب، بے چینی و بے خوابی اور ایک تقاضا و خلش جسے وہ پورا کرنا چاہتا ہے، تک پہونچ جاتا ہے، مزید برآں وہ اپنے پٹھوں اور جوڑوں میں کھلی ہوئی جسمانی تکلیف محسوس کرتا ہے۔

یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہیروئن سے مرتب ہونے والے اثرات وہی ہیں جو مورفین سے ہوتے ہیں، لیکن شدید ہوتے ہیں اور مزید دوسرے اثرات بھی طاری ہوتے ہیں جیسے آدمیوں کے لئے جنسی قدرت کی کمزوری جو مستقل ازدواجی اختلافات پیدا کرنے کو جنم دیتی ہے اور ایسا عادی شخص کا اپنی عاجزی اور کمی کے احساس کے سبب ہوتا ہے، مزید اس پر اس کا اپنی بیوی کے کردار کو مستقل مشکوک سمجھنا اور اس پر تہمتیں دھرنا اور بالآخر طلاق دے دینا جس سے خاندانی ڈھانچہ منہدم اور کنبہ تباہ و برباد ہوجاتا ہے۔

اسی طرح ہیروئن کی عادت، عادی شخص کے اخلاقیات اور اس کے شخصی کردار میں زبردست اور خطرناک تبدیلیاں پیدا کرتی ہے، اور اسے قدروں اور اخلاقی مبادی واصول سے منحرف کردیتی ہے۔ اس پر احساس کمتری اور شرمندگی کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے چنانچہ وہ اپنے اندرون میں اپنے آپ کو ایک حقیر وذلیل انسان سمجھتا ہے، لہٰذا اپنی ذات تک محدود ہوکر رہ جاتا ہے اور عام سوسائٹیوں میں فطری شکل میں نمایاں ہونے کی کوشش نہیں کرتا۔

ایک نقصان یہ ہے کہ ہیروئن کا استعمال کرنے والا ایک گھونٹ کی ضرورت کے وقت سب کچھ کرسکتا ہے اور کسی بھی چیز کی قربانی دے سکتا ہے، حتی کہ اپنی عزت وآبرو اور بزرگی وشرافت کو داؤ پر لگا سکتا ہے، جیسا کہ ہیروئن کے مضر اثرات حاملہ عورت کے عادی ہونے کی حالت میں جنین (رحم مادر میں موجود بچہ) پر پڑتے ہیں، لہٰذا وہ بچہ عقلی طور پر کمزور اور مسخ شدہ شکل میں پیدا ہوتا ہے (ہیروئن کی مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "الاسلام والمخدرات" از ۶۰ تا ۶۶)۔

۳- کوکا ئین (Cocaine)

کوکا ئین نشاط آور مادوں میں سے ہے، وہ سفید چمکدار گلاب ہے جو کوکا کے درختوں کے پتوں سے نکالے جاتے ہیں۔

یورپ میں کوکا ئین کی شناخت انیسویں صدی عیسوی کے نصف میں ہوئی، پہلی بار ۱۸۸۴ء میں کوکا ئین کا علاقائی استعمال ہوا، بعد میں اس کا انکشاف ہوا کہ اس میں سائڈ ایفکٹ ہے، ڈینٹل ڈاکٹروں نے سخت تکلیف کے علاج اور منہ اور دانتوں میں سرجری وآپریشن کی کارروائی کے لئے اس کا برابر استعمال کیا، جس طرح جلدی اور کھال کے ڈاکٹروں نے لوکل مخدر کے طور پر اس کا استعمال کیا، کوکا ئین کا رواج اسمگلنگ مارکٹنگ کے راستہ اور سفید زہر کے بڑے تاجروں کے واسطہ ہورہا ہے۔ اور وہ بہت مہنگا ہوتا ہے۔

کوکا ئین کا طریقۂ استعمال:

اس کے استعمال کے متعدد طریقے ہیں، گردن کی کھال کے نیچے انجکشن کے ذریعہ، کوکا ئین کے رائج طرز اور طریقہائے استعمال میں سے ایک طریقہ ہیروئن کے ساتھ ملا کر انجکشن کے ذریعہ استعمال ہے، جس سے بہت تیز تاثیر پیدا ہوتی ہے، کوکا ئین کا استعمال استنشاق (ناک کے ذریعہ اوپر چڑھنا) سے بھی ہوتا ہے، اس طریقہ سے اکثر وبیشتر ناک کے پردہ میں سوراخ ہوجاتا ہے، مدخنین کے ذریعہ بھی لیا جاتا ہے جو تمباکو یا مرجوانا سے مخلوط ہوتا ہے اور سگریٹ کی شکل پر استعمال کیا جاتا ہے، اس طریقہ کے اپنے نقصانات اور خطرات ہیں، پان کے پتوں میں رکھ کر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

بعض شائقین وعادی لوگ کوکا ئین کو اپنی زبانوں پر رکھ لیتے ہیں، پھر اپنے منہ میں کچھ چونا لیتے ہیں اور پگھل جانے کے بعد چوستے ہیں۔

کوکا ئین کے جسمانی ونفسیاتی اثرات:

افیون سے تیار شدہ اشیاء کی جو حالت اور تاثیر ہے وہی کوکا ئین کی بھی ہے، اس کے استعمال سے ۴ ر سے ۶ ر گھنٹے تک نشاط اور خفت وہلکا پن کا احساس رہتا ہے، اس دوران فرد کو سلامتی، خوشی ورضامندی اور اچھے خیالات کا احساس ہوتا ہے، اس کے بعد دردسر اور بے چینی واضطراب کا احساس ہونے لگتا ہے۔

کوکا ئین کے استعمال کرنے والے کو ایسی آوازیں سنائی دیتی ہیں جن کا حقیقت میں وجود نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی اور سنتا ہے، جس طرح کہ وہ ایسے مناظر اور سین دیکھتا ہے جو موجود نہیں ہوتے، اسی طرح وہ استعمال کے وقت تھوڑی دیر کے لئے جنسی ہیجان محسوس کرتا ہے، جس طرح بے خوابی، بیہودہ گوئی اور وہمی اور ناکارہ خیالات کا احساس کرتا ہے جو بسا اوقات اس کو دوسروں پر زیادتی کرنے پر آمادہ کرتے ہیں اور مسلسل استعمال سے اکثر وبیشتر ناک کے پردہ میں سوراخ ہوجاتا ہے۔

عادی شخص کو کوکا یین کے اثر سے تھکاوٹ اور تکان کا احساس نہیں ہوتا بلکہ نشاط و حرکت کے احساس کے ساتھ وہ مستقل کام کرسکتا ہے اور اپنے افکار وخیالات کو مرکوز اور یکسو کرسکتا ہے، جیسا کہ اس کا حافظہ تیز اور گرم ہوجاتا ہے اور وہ قابل لحاظ عقلی وجسمانی کام انجام دے سکتا ہے، کوکا یین تنفس اور نبض کے مراکز کو متحرک کرنے کا سبب ہوتا ہے جو نبض کی سرعت وتیزی کی زیادتی تک پہونچا دیتا ہے۔

کوکا یین کی تاثیر سے عادی شخص کو دونوں ہاتھوں اور پیروں میں چیونٹی کے رینگنے کا احساس ہوتا ہے، اسی طرح جن جگہوں اور حصوں تک مخدر پہونچا ہے وہ بے حس معلوم ہوتے ہیں جیسے سونگھنے والوں کے لئے ناک۔

اس کا اثر مغز کے بالائی مراکز، خاص طور سے کان، آنکھ اور پٹھوں کی حرکت میں فیصلہ کرنے والے مراکز پر پڑتا ہے۔

عادی شخص کو ایسا لگتا ہے کہ اس کی کھال کے نیچے کیڑے مکوڑے موجود ہیں، اسی لئے وہ کھٹمل، جوں، اور پسوں ڈھونڈھنے لگتا ہے جو اس کی کھال کے نیچے چلتا ہوا محسوس ہوتا ہے اور اسے یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ یہ کیڑے مکوڑے اس کی ناک یا دونوں کانوں کے اندر ہیں، اس وجہ سے اسے شدید تکلیف ہوتی ہے، اس لئے وہ خارش زدہ کی طرح برابر جسم کھجاتا رہتا ہے، کوکا یین کی تاثیر سے چونکہ وہ قابو میں نہیں رہتا اس لئے وہ چیزیں چھوٹ کر گر جاتی ہیں جن کو وہ اپنے ہاتھ سے پکڑتا یا اٹھاتا ہے۔

کوکا یین کی لت لگ جانے سے وہ تشدد، گراوٹ اور مال کے حصول کے لئے جرائم کا ارتکاب کرتا ہے، خواہ چوری یا رشوت یا لوٹ کھسوٹ اور چھین جھپٹ سے ہی کیوں نہ ہو، حتی کہ قتل کا جرم بھی آدمیوں میں پایا جاتا ہے اور عورتوں میں جن کو یہ لت پڑ جاتی ہے وہ آوارگی کا شکار ہو کر اسے حاصل کرنے کی راہ میں لگ جاتی ہیں، اس لت اور عادت کا آدمی ایک آوارہ انسان بن جاتا ہے، وہ کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتا اور نہ اپنا کام کرتا ہے بلکہ اپنا مال لٹاتا اور برباد کرتا ہے اور اپنی عزت وشہرت کو بٹہ لگاتا ہے، اگر وہ نوکری اور ملازمت کرتا ہے تو اکثر اپنا سیشن پورا نہیں کر پاتا اور اپنے آپ کو تباہ اور اپنے خاندان کو منتشر کر دیتا ہے۔

کوکا یین کے عادی شخص کا ارادہ سلب ہوجاتا ہے اور وہ اس کا غلام اور اسیر بن جاتا ہے، یہ عادت اسے اس طرح بنا کر چھوڑتی ہے کہ محض اپنی خاطر کام کرتا ہے، اس کی شخصیت، عقل وفکر اور ذہنی صلاحیت میں مسلسل گراوٹ آتی رہتی ہے، اشتہا کا ختم ہوجانا اور لاغر وکمزور ہوجانا بھی کوکا یین سے مرتب ہونے والے اثرات میں سے ہے، جس طرح اس کی خصوصیات میں تزویر کرنا حتی کہ اپنے ماں باپ اور بیٹے کو قتل کر دینا اور ہر چیز بھول جانا وغیرہ ہے۔

(الاسلام والمخدرات از ۶۸ تا ۷۴ ملاحظہ ہو)۔

۳-قدرتی مخدرات:

☆ عقاقیر (Drugs):

لغت کی ڈکشنریوں میں عقاقیر وہ مادے کہلاتے ہیں جن سے علاج ہوتا ہے اور وہ نباتات یا حیوان سے تیار کیا جاتا ہے یا اس سے وہ مادہ نکالا جاتا ہے جو صاف کیمیاوی مادہ نہ ہو۔

یہ عقار کی جمع ہے اور اس کی علمی واصطلاحی تعریف یہ ہے کہ وہ ایک ایسا مادہ ہے جو اپنی کیمیاوی فطرت کے حکم سے زندہ موجود کی ساخت اور وجود میں اثر کرتا ہے۔

یہ تعریف ہر اس چیز پر مشتمل ہے جس کو افراد نگلتے یا سونگھتے یا انجکشن کے ذریعہ استعمال کرتے یا چوستے ہیں، اس وجہ سے کہ اس میں دوائیاں اور مباح یا ممنوع جڑی بوٹیاں شامل ہیں۔

عقاقیر میں بعض وہ ہیں جو اعصابی نظام میں شدید تحریک کا سبب ہوتے ہیں، ان کو ”العقاقیر المنبھة“ کہتے ہیں، دوسرے وہ ہیں جو سستی اور سکون کا سبب ہوتے ہیں، وہ ”العقاقیر المھدئة“ کے نام سے جانے جاتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو ادراک میں خلل، یا تفکیر اور کردار اور حرکتی کاموں میں انفعال اور اثر ڈالتے ہیں، ان کو ”عقاقیر الھلوسة“ کہتے ہیں، اور یہ تمام ہی ایسی مشکلات کو جنم دیتے ہیں جو فرد اور سماج کی حالت صحت کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

۱-عقاقیر الہلوسة Psychedeics (L.S.D):

سائنس نے اس عقار (جڑی بوٹی) سے عجیب اور شدید تاثیر کی شناخت کی ہے، اور بہت ہی معمولی مقدار سے جس کا وزن بھی مشکل ہے تاثیر پیدا ہوجاتی

ہے، اس سے بڑھ کر تاثیر کسی اور عقار میں نہیں جانی گئی، اس کا ملی گرام بھی بڑے سے بڑے عقل مند کو اس کی دنیا سے نکال کر لمبے اور طویل لمحوں کے لئے بدحواسی اور جنون تک پہونچانے کے لئے کافی ہے۔

واضح رہے کہ تحلیل کے بعد اس کے مفید اور نفع بخش مواد خاص کر مطلوب میدان میں کر لئے جاتے ہیں، کیمیاداں ''البرٹ ہوفمان'' نے متعدد تجربے کئے، اس کے بعد اس نے ''ال - اس - دی'' مادہ تک اسے تبدیل کر سکنے میں کامیابی حاصل کی، یہ جڑی بوٹی ایک طویل مدت تک سائنس دانوں کے تجربات میں مقید رہی، اس طور پر کہ فرانس اور امریکا اور مکسیک میں کیمیادانوں تک اس کے اسمگلنگ کا طریقہ در کر آیا، چنانچہ انھوں نے اس کی اسمگلنگ کی اور مخدرات کو رواج دینے والے اور پھیلانے والوں کو فروخت کیا، اس طرح اس کے خطرات حیات انسانی پر شروع ہوئے۔

اس عقار کو منہ یا ناک کے ذریعہ چڑھانے یا انجکشن سے لیا جاتا ہے جو اپنے استعمال کرنے والے میں مضر اثرات پیدا کرتا ہے کہ اسے قلق و بے چینی اور عدم اطمینان کا احساس دلاتا ہے اور نگاہ کی قوت ادراک اور کان کو (دیکھنے اور سننے سے) ڈسٹرب کرتا ہے، اس کو ہلوسہ سمعیہ و بصریہ کہتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ زمان و مکان کا حسی ادراک کھو دیتا ہے تو آسانی سے اس کا وقت نہیں گزرتا، بلکہ وہ محسوس کرتا ہے کہ زمین سے دور فضا میں تیر رہا ہے۔

اس کے علاوہ عقاقیر کی دوسری قسمیں بھی پائی جاتی ہیں جو (L.S.D) کے مشابہ تاثیر رکھتی ہیں لیکن ایک حد تک تاثیر و مضرت میں اس سے کم ہوتی ہیں۔

☆ مسکالین:

یہ سیال صورت میں پایا جاتا ہے اور انجکشن یا نشہ یا کیپسول کی شکل میں استعمال ہوتا ہے، اس سے ایک مادہ الگ کیا جاتا ہے جسے بیوٹ (Peyote) کہتے ہیں۔

یہ مادہ مکسیک کے جنوب میں مشہور صبار (ایک جنگلی پودا جس کا رس بہت تلخ ہوتا ہے اور اس کے پتے موٹے چوڑے، ہمیشہ ہرے، بہت پانی والے ہوتے ہیں اور اس میں کانٹے ہوتے ہیں) کی قسموں میں سے ایک سے نکالا جاتا ہے، ہندوستانی اس صبار کا استعمال تیز زہر چڑھ جانے کی حالت میں علاج کے لئے کرتے تھے اور جب انہوں نے یہ دیکھا کہ اس کے استعمال سے مستی اور مسرت کا احساس ہوتا ہے، تو وہ تقریبات میں باعث برکت سمجھ کر اس کا استعمال کرنے لگے۔

☆ دای میتل تر بٹامین (D.M.T)

اس کو کام کرنے والے ترقی یافتہ آدمی کی بوٹی کا نام دیا جاتا ہے، اور سگریٹ میں تدخین کے ذریعہ یا انجکشن کے ذریعہ استعمال کیا جاتا ہے، اس کے استعمال کے وقت کیف و سرور اور سرمستی کی مسلسل لہروں کا احساس ہوتا ہے لیکن اس کی تاثیر کا زمانہ ایک گھنٹہ سے زیادہ کا نہیں ہوتا ہے، اسی لئے بعض مزدور اور کام کاج کرنے والے، پرمشقت کام اور اس کی تکان کے ماحول سے فرار اختیار کرنے کے لئے اس کے استعمال پر مجبور ہوتے ہیں یا اس کا سہارا لیتے ہیں۔

۲- عقاقیر منشطہ - منبہ (امفیتا مینات) (Stimulants)

یہ جڑی بوٹیاں مخدر ہیں، ان کی خاصیات اعصابی نظام میں نشاط پیدا کرنا ہے، اسی وجہ سے بعض نے اس کو مقویات نفسیر (Pshchotoniques) کا نام دیا ہے، فرد کو نشاط کی قدرت، اور انتہائی تکان یا نیند کا احساس دلانے میں ممتاز ہے، اس کے استعمال کا عادی شخص سرمستی، خوش بختی، زندگی اور کام کی رغبت اور یکسوئی کی زیادتی کا احساس کرتا ہے، اسی لئے یہ طلبہ، ریاضی دانوں، ڈرائیوروں اور پیشہ ور لوگوں کے درمیان رائج ہے، یہ مادے دوسرے مادوں کی طرح خوگری کی اشتہا کو دو چند کرنے کا سبب بنتے ہیں، مگر امفیتا مینات کی تاثیر بعض دوسرے مادوں سے بڑھی ہوئی ہے، اس طور پر کہ وہ چھوڑ دینے اور اس سے علاحدہ ہونے کی صورت میں نفسیاتی اعتماد جیسے شدید بے چینی و مایوسی، انتہائی تکان اور نیند کے دوران پریشان کن خواب کا سبب بنتے ہیں جیسا کہ وسیع پیمانہ پر اس کا استعمال وزن گھٹانے کے مقصد سے بھی ہوتا ہے، امفیتا مینات کی گولیاں منہ سے یا پانی یا مشروب میں گھول کر استعمال کی جاتی ہیں، یہی حال باربیتورات میں ہے، اسے کبھی گردن کی رگ میں انجکشن سے کیف و مستی کے حصول کی خاطر استعمال کیا جاتا ہے۔

معاملہ کی نزاکت اس وقت زیادہ بڑھ جاتی ہے جبکہ اس کا استعمال الکحل کے ساتھ یا الکحل استعمال کرنے کے بعد اس کے اثرات کو ختم کرنے کی غرض سے ہوتا ہے اور یہ ٹرک اور ڈی سی ایم کے ڈرائیوروں کے ساتھ پیش آتا ہے جو راستہ جاری رکھنا چاہتے ہیں اور اکثر ایکسیڈنٹ کے حادثے کے سبب بنتے ہیں۔

۳- عقاقیر مہدئہ - منومۃ (Depressants)

خواب آور اشیاء کی ضرورت قدیم ہے مگر اس کی عادت دوائی کاریگری کی ترقی کے ساتھ ظاہر نہیں ہوئی تھی، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ زندگی کے تغیر پذیر حالات اور اس کے نتیجہ میں قلق اور افسردگی کی وجہ سے اس طرح کے عقاقیر کا استعمال حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے۔ اور یہ خوگر و عادی نسلوں سے مزید پروان چڑھ رہا ہے۔

منومات (خواب آور اشیاء) کی نسبت مختلف کیمیاوی مجموعہ اور کیمیکل ذخیرہ کی طرف ہے، ان میں سے چند یہ ہیں:

☆ باربیتورات (Barbiturates)

یہ پرسکون عقاقیر کا ذخیرہ ہے اور طبی طور پر بے خوابی کے علاج کے لئے استعمال ہوتا ہے، تشنج (اینٹھن وسکڑن) اور مرگی کی کاٹ اور بے چینی کو کم کرنے، تکلیف کو تسکین دینے کے لئے، کم مقدار میں اس کو لینا اور استعمال کرنا ممکن ہے، اس سے سستی اور کاہلی کا احساس کم ہوتا ہے، جب تک کہ طبی نسخے کے مطابق نہ لیا جائے، بڑی مقدار میں استعمال سے دیرپا یا سریع التاثیر بنانا ممکن ہے، اس کا نتیجہ، سستی و کاہلی اور گفتگو کے وقت اٹکنا، توازن کھو بیٹھنا، اور بعض اوقات مجرمانہ کردار، اور نشہ کے عمومی احساس تک پہنچ جانا ہے، باربیتورات اور الکحل کی تاثیر یکساں ہے، گھونٹ، حالت اور عادی شخص کی شخصیت کے مطابق وہ تاثیر مختلف ہوجاتی ہے۔

ہیروئن کے استعمال سے زیادہ سنگ دلی اور خطرناکی اس کے نہ ملنے کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے، کمزوری اور سخت ہذیانی دورے، ٹمپریچر کا بڑھ جانا، مرگی کے جیسے اچانک دورے پڑنا وغیرہ اسکے مظاہر ہیں، ان حالات میں ۷ / فیصد موت ہوجاتی ہے۔

☆ مہدئات صغری (Minor Tranquilizers)

یہ سادہ اور ہلکے درجے کے مہدئات اور ملطفات ہیں، اس دائرہ میں حسب ذیل اشیاء آتی ہیں:

۱- لیبریوم (Librium)

۲- آتیفان (Ativan)

۳- فالیوم (Valium)

یہ بھی ان عقاقیر میں سے ہیں جن کا غلط استعمال ہو رہا ہے اور نہ ملنے کی صورت میں اس کا مظاہرہ بھی باربیتورات کے نہ ملنے جیسا ہی ہوتا ہے۔

مخدرات، اس کے انواع اور اثرات اور انتاج کے عالمی مراکز اور منڈیوں کی یہ مختصر اور چھوٹی سی سیر تھی، لیکن سنجیدگی کے ساتھ اس کی طرف رجحان اور میلان، اس کے رواج سے معاشرتی تبدیلی کا اثر، وغیرہ پر نگاہ ڈالنے کی ضرورت ہے کیونکہ مخدرات کو استعمال کرنے والوں اور اس کے خوگر و عادی لوگوں کے بغیر خطرہ کی شکل نہیں دی جاسکتی۔ مگر ہاں! وہ ان کے ساتھ انسان کی انسانیت، اس کی زندگی اور اس کے پورے سماج پر ٹوٹ پڑنے اور آدھمکنے والا خطرہ کی صورت اختیار کرتا جارہا ہے (تفصیل کے لئے "الاسلام والمخدرات" ص: ۷۳ تا ۷۸ اور "فقہ الاشربہ وحدہا" ۳۴۶ تا ۴۰۲ ملاحظہ کریں)۔

☆☆☆

نشہ آور اشیاء کے احکام

مولانا خورشید احمد اعظمی[1]

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جن امتیازی وخصوصی نعمتوں سے نوازا ہے، ان میں ایک عظیم نعمت، عقل ہے جس کے ذریعہ انسان حق وباطل اور نفع ونقصان کے درمیان امتیاز کرتا ہے، کائنات میں موجود دوسری نعمتوں سے استفادہ کرتا ہے اور کس موقع پر اسے کس موقف کی ضرورت ہے اس کا انتخاب کرتا ہے، علامہ شوکانی رحمہ اللہ اپنی تفسیر فتح القدیر میں آیت کریمہ "ولقد کرمنا بنی آدم" کے تحت لکھتے ہیں:

وأعظم خصال التکریم العقل (۳/ ۲۴۴)

اور اعزاز کی خصلتوں میں سے عظیم تر خصلت "عقل" ہے، اور علامہ آلوسیؒ نے "روح المعانی" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے:

کرمھم سبحانہ بالعقل (۱۵/ ۱۱۷) اس پاک ذات نے ان کو عقل سے نوازا اور اعزاز بخشا۔

اور ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ جب تک آدمی کی عقل، مستقیم اور سنجیدہ نہ ہو اس کا دین صحیح نہیں رہ سکتا، حدیث سند کے اعتبار سے اگرچہ ضعیف ہے مگر اس کے مفہوم کی تائید دیگر بہت ساری احادیث سے ہوجاتی ہے، الفاظ حدیث یہ ہیں:

ما اکتسب مکتسب مثل فضل علم یھدی صاحبہ إلی ہدی أو یردہ عن ردی وما استقام دینہ حتی یستقیم عقلہ

(مجمع الزوائد ۱/ ۲۱)۔

نہیں حاصل کیا کسی بھی حاصل کرنے والے نے علم کی فضیلت جیسی چیز جو راستہ دکھاتا ہے صاحب علم کو ہدایت کا یا بچاتا ہے اس کو ہلاکت سے اور جب تک اس کی عقل صحیح نہ ہو اس کا دین راست نہیں رہ سکتا۔ اور شریعت مطہرہ نے عقل کو ہی مدار تکلیف بھی بنایا ہے، نابالغ، مجنون، بیہوش اور نائم احکام شرعیہ کے مکلف نہیں بنائے گئے۔

رفع القلم عن ثلاثۃ، عن النائم حتی یستیقظ، وعن الصغیر حتی یکبر، وعن المجنون حتی یعقل أو یفیق

(سنن ابن ماجہ ۱/ ۶۵۸، حدیث: ۲۰۴۱)۔

تین شخص مرفوع القلم ہیں: سونے والا یہاں تک کہ بیدار ہوجائے اور نابالغ یہاں تک کہ بالغ ہوجائے اور مجنوں یہاں تک کہ سمجھنے لگے یا افاقہ پا جائے۔

نیز ضروریات خمسہ: حفظ دین، عرض (عزت)، نسل، مال اور عقل میں عقل کو ہی یہ فوقیت حاصل ہے کہ اس کی بقا وحفاظت پر دیگر کی حفاظت اور بقا موقوف ہے، اور اس کا فقدان دیگر کے زوال کا سبب ہے، اس لئے انسان پر عقل کی حفاظت لازم ہے، اور ہر ایسی چیز سے اجتناب ضروری ہے جو عقل کو ناکارہ اور مفلوج کردے، جن امور سے عقل مغلوب اور ناکارہ ہوجاتی ہے ان میں سے نشہ آور اشیاء کا استعمال بھی ہے۔

نشہ کی حرمت:

عموماً نشہ آور اشیاء کا استعمال بطور لہو ولعب، یا رنج وآلام اور تھکن سے وقتی سرور اور سکون حاصل کرنے کیلئے ہوتا ہے، مگر قرآن کریم کے ارشاد "إثمھما أکبر من نفعھما" کے مطابق ان کی تباہی اور مضرات ان کے وقتی نفع اور فائدہ سے کہیں زیادہ ہیں، نشہ آور اشیاء کے نقصانات استعمال کرنے والے کے جسم،

---

[1] مدرسہ گوناتھ پورہ، مئو ناتھ بھنجن

مال، اخلاق وکردار ہر ایک پر اثر انداز ہوتے ہیں، اور پھر یہ اثرات اسکی ذات تک ہی محدود نہیں رہ جاتے بلکہ اس کے اہل وعیال، اس کی فیملی اور اس کا معاشرہ بھی ان کی زد میں آجاتے ہیں، مختلف امراض، مال کی بربادی، چوری، قتل، زنا، بسے بسائے گھر کی تباہی، روزمرہ کے مشاہدات ہیں جو شراب اور دیگر نشہ آور اشیاء کے برے نتائج ہیں۔

اسی لئے شریعت مطہرہ جس نے طیب اور پاکیزہ چیزوں کو حلال کیا ہے اور خبیث وگندی اشیاء کو حرام کیا ہے، شراب ودیگر مخدرات ومنشیات (جن سے نشہ ہوتا ہے) کو بھی حرام کیا ہے، نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

کل مسکر حرام (صحیح مسلم)۔ ہر نشہ لانے والی شئ حرام ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یأیها الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون (سورہ مائدہ۹۰)

اے ایمان والو! بلاشبہ شراب اور جوا اور بت اور پانسے یہ سب گندے، شیطان کے کام ہیں، لہٰذا ان سے بچتے رہو تا کہ تم کامران رہو۔

بلکہ نشہ کے اثرات بد اور اس کے مضرات ونقصانات کے متعدی ہونے کے سبب سے شراب سے متعلق متعدد لوگوں پر لعنت وارد ہوئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لعن اللہ الخمر وشاربها وساقیها وبائعها ومبتاعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة إلیه

(سنن ابی داؤد ۳/ ۳۲۶، حدیث: ۳۶۷۴)۔

اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے شراب پر، اس کے پینے والے پر، اس کے پلانے والے پر، اس کے بیچنے اور خریدنے والے پر، اس کے تیار کرنے والے اور جس کے لئے تیار کی جائے اس پر، اور اس کے اٹھانے والے اور جس کی طرف لے جائی جائے اس پر۔

اور ایک عربی شاعر بشار بن برد کہتا ہے (مختارات البارودی ۴/ ۲)۔

أنفدت	كأسه	الدنانیر	حتی	ذهب العین	واستمر السوام
ترکته	الصهباء	یرنو	بعین	نام إنسانها	ولیست تنام

یعنی اس کا جام، سارا مال ختم کر دیتا ہے، تمام دولت برباد ہو جاتی ہے، مگر سودے بازی (شراب خوری کا سلسلہ) جاری رہتا ہے، اور شراب اس کو ایسا ناکارہ اور بیمار کر کے چھوڑتی ہے کہ اس کی آنکھوں کی چمک ختم ہو جاتی ہے، لگتا ہے کہ وہ سویا ہوا ہے حالانکہ وہ جاگ رہا ہوتا ہے۔

اس لئے ایک مسلمان بلکہ کسی بھی سنجیدہ شریف انسان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ شراب یا کسی بھی نشہ کی چیز کو ہاتھ لگائے، اور اپنی شرافت کو ملیامیٹ کرے۔

حرمت صرف سیال مسکرات کے ساتھ خاص نہیں ہے:

۱- جس زمانہ میں تحریم شراب کا حکم نازل ہوا، اس زمانہ میں عموماً جن مسکرات کا رواج تھا وہ سیال ہوا کرتی تھیں، اگر چہ وہ متعدد اجناس سے کشید کی جاتی تھیں، اور الگ الگ ناموں سے معروف تھیں، حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے:

قام عمر رضی اللہ عنه علی المنبر فقال: أما بعد، نزل تحریم الخمر وهی من خمسة: العنب والتمر والعسل والحنطة والشعیر، والخمر ما خامر العقل (صحیح بخاری مع فتح الباری ۱۰/ ۳۵)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: امابعد! شراب کی حرمت نازل ہوئی اس حال میں کہ یہ پانچ چیزوں سے اخذ کی جاتی ہے: انگور، کھجور، شہد، گیہوں اور جو سے، اور شراب ہر وہ شئ ہے جو عقل کو مخمور کر دے۔

ظاہر ہے کہ ان مختلف شرابوں کی حرمت کا حکم ان کے رقیق اور سیال ہونے کی بنا پر نہیں ہے بلکہ ان کے استعمال سے جو نشہ ہوتا ہے، اور عقل مغلوب ومفقود ہو جاتی ہے، اور پھر اس کے جو برے نتائج ظاہر ہوتے ہیں ان کی بنا پر حرمت کا حکم ہے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول "والخمر ما خامر العقل"

سے ظاہر ہے، اور جیسا کہ آیت تحریم خمر سے وضاحت ہو جاتی ہے۔

إنما يريد الشيطان أن يوقع بينكم العداوة والبغضاء في الخمر والميسر ويصدكم عن ذكر الله وعن الصلوٰة فهل أنتم منتهون

(سورۃ المائدۃ: ۹۱)

شیطان چاہتا ہے کہ شراب اور جوا کے ذریعہ تمہارے درمیان دشمنی اور نفرت پیدا کر دے اور تم کو اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے۔

اسی لئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یمن میں تیار کئے جانے والے مشروب بتع اور مزر جو شہد اور جو سے بنائے جاتے تھے، ان کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے ایک جامع اور اصولی جواب ارشاد فرمایا:

كل مسكر حرام (صحيح مسلم، كتاب الاشربه)۔ ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے۔

اور ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

كل ما أسكر عن الصلوٰة حرام (۷۱/)۔ ہر وہ چیز جو نماز سے بیہوش اور غافل کر دے حرام ہے۔

اور ایک تیسری روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً ان الفاظ میں منقول ہے:

كل مسكر خمر وكل مسكر حرام (صحيح مسلم، حديث: ۲۰۰۳، كتاب الاشربه، حديث: ۷۳)۔

ہر نشہ لانے والی چیز خمر (شراب) ہے اور ہر نشہ لانے والی شئ حرام ہے۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں ایک ترجمۃ الباب قائم کیا ہے: ''باب ماجاء في أن الخمر ما خامر العقل من الشراب'' اس کے تحت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

كذا قيده بالشراب وهو متفق عليه ولا يرد عليه أن غير الشراب ما يسكر لأن الكلام في أنه هل يسمى خمرا أم لا۔

انھوں نے شراب کے ساتھ مقید کیا ہے اور یہ متفق علیہ ہے اور اس پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوگا کہ مشروب کے علاوہ بھی ہیں جو نشہ لاتی ہیں؛ کیونکہ کلام اس میں ہے کہ ان کا نام خمر رکھا جائے گا یا نہیں۔

یعنی مشروب اشیاء میں سے جو نشہ پیدا کرے ان پر خمر کا اطلاق تو ہوگا، مگر غیر مشروب یعنی جامد اشیاء بھی نشہ پیدا کرتی ہے ان کو خمر کا نام دینے میں تو اختلاف ہے، لیکن ظاہر ہے کہ ان سے نشہ حاصل کرنے کے حرام ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے؛ کیونکہ حدیث پاک میں مطلقاً ارشاد ہے: ''كل مسكر حرام'' ہر نشہ لانے والی شئ حرام ہے، ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وقول النبي صلى الله عليه وسلم كل مسكر خمر وكل خمر حرام يتناول ما يسكر، ولا فرق بين أن يكون المسكر مأكولا أو مشروبا أو جامدًا أو مائعًا'' (فتاویٰ ابن تیمیہ ۳۴/۲۰۴)۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ''ہر مسکر خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے'' شامل ہے ہر اس شئ کو جو نشہ پیدا کرے، اور کوئی فرق نہیں ہے اس کے درمیان کہ وہ نشہ لانے والی چیز کھانے کی اشیاء میں سے ہے یا پینے کی، یا اس درمیان کہ وہ جامد ہے یا سیال۔

اور درمختار (۱۰/۴۰) میں مذکور ہے: ويحرم أكل البنج والحشيشة هي ورق القنب والأفيون لأنه مفسد للعقل ويصد عن ذكر الله وعن الصلوٰة لكن دون حرمة الخمر فإن أكل شيئا من ذلك لا حد عليه وإن سكر منه۔

اور حرام ہے بھانگ اور حشیش (یہ پٹ سن کا پتہ ہے) اور افیون کا کھانا؛ کیونکہ یہ عقل میں فساد پیدا کرنے والا ہے اور اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتا ہے لیکن ان کی حرمت خمر کی حرمت سے کمتر ہے؛ لہٰذا اگر اس میں سے کچھ کھالیا تو اس پر حد لاگو نہیں ہوگی اگر چہ اس سے نشہ میں ہو جائے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس کے تحت طویل بحث کیا ہے، ایک جگہ لکھتے ہیں:

وهكذا يقال في غيره من الأشياء الجامدة المضرة في العقل أو غيره. يحرم تناول القدر المضر منها دون القليل النافع، لأن حرمتها ليست لعينها بل لضررها (رد المحتار ۱۰/۴۰، نیز دیکھئے: الفقه الاسلامي وادلته ۶/۲۶۶)۔

اور ایسے ہی کہا جائے گا ان کے علاوہ ان اشیاء جامدہ کے بارے میں جو عقل یا اس کے علاوہ کو نقصان پہونچانے والی ہیں کہ اس کی اتنی مقدار جو مضر ہو اس کا استعمال کرنا حرام ہوگا نہ کہ قلیل مقدار جو مفید ہو؛ کیونکہ اس کی حرمت اس کے ضرر کی وجہ سے ہے نہ کہ لعینہ۔

مذکورہ نصوص سے اتنی بات تو محقق ہوجاتی ہے کہ نشہ حاصل کرنے کے لئے کسی بھی چیز کا استعمال حرام ہے، خواہ وہ شئ مائع سیال ہو یا جامد، مأکول ہو یا مشروب، نباتات کی جنس سے ہو یا اس کے علاوہ اور خواہ اس کا استعمال نشہ کے علاوہ دیگر منافع کے لئے بھی رائج ہو لیکن بطور نشہ اس کا استعمال کرنا حرام ہوگا؛ کیونکہ حدیث میں وارد ہے: "کل مسکر حرام"۔ البتہ ان میں سے بعض اشیاء جن کا استعمال بطور دوا دعلاج بھی ہوتا ہے اور وہ خمریات کے طور پر معروف نہیں ہیں ان کا استعمال بطور دوا اتنی قلیل مقدار میں جائز ہوگا جس سے سکر اور نشہ نہ ہو۔ حدیث پاک میں جو وارد ہے "ما أسکر کثیرہ فقلیلہ حرام" (سنن الترمذی، حدیث:۱۸۶۵)۔ علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس کی وضاحت اور مراد ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

أقول: المراد بما أسكر كثيره الخ: من الأشربة وبه عبر بعضهم وإلا لزم تحريم القليل من كل جامد إذا كان كثيره مسكرا كالزعفران والعنبر ولم أر من قال بحرقتها، حتى أن الشافعية القائلين بلزوم الحد بالقليل مما أسكر كثيره خصوه بالمائع (رد المحتار ۶/۴۸)۔

میں کہتا ہوں کہ "ما أسکر کثیرہ" سے مراد وہ ہے جو مشروبات کی قبیل سے ہو، اور بعض نے اسی سے تعبیر بھی کیا ہے، ورنہ لازم آئے گا ہر اس جامد کے قلیل کا حرام ہونا جس کا کثیر نشہ آور ہو جیسے زعفران اور عنبر، اور میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے اس کی حرمت کا قول کیا ہو، یہاں تک کہ شوافع جو ما اسکر کثیرہ کے قلیل پر حد کے لازم ہونے کا قول کرنے والے ہیں انھوں نے بھی اس کو مائع (سیال) کے ساتھ خاص کیا ہے۔

آگے اس تفصیل کے بعد کہ اگر بھانگ یا زعفران کا قلیل بھی حرام کیا جائے تو بقول امام محمد رحمہ اللہ ان کا نجس ہونا لازم آئے گا، حالانکہ کسی نے بھی بھانگ اور اس کے مثل کے نجس ہونے کا قول نہیں کیا ہے، مزید لکھتے ہیں:

وبه علم أن المراد الأشربة المائعة وأن البنج ونحوه من الجامدات إنما يحرم إذا أراد به السكر وهو الكثير منه دون القليل المراد به التداوي ونحوه، كالتطبيب بالعنبر وجوزة الطيب (حوالہ سابق)۔

اور اسی سے معلوم ہوگیا کہ مراد سیال مشروبات ہیں، اور بھانگ واس کے ہم مثل جامدات میں سے حرام ہوں گے جب کہ ان سے نشہ کا ارادہ کیا جائے اور وہ اس کی کثیر مقدار ہے، نہ کہ مقدار قلیل جس سے علاج وغیرہ کا ارادہ کیا گیا ہو، جیسے عنبر اور جائفل کے ذریعہ علاج کرنا۔

ایک دوسرے مقام پر مذکورہ مفہوم کی تشریح ووضاحت کے بعد لکھتے ہیں:

والحاصل أن استعمال الكثير المسكر منه حرام مطلقا كما يدل عليه كلام الغاية، وأما القليل: فإن كان للهو حرم وإن سكر منه يقع طلاقه، لأن مبدأ استعماله كان محظورًا، وإن كان للتداوي وحصل منه إسكار فلا (رد المحتار ۱۰/۴۰)۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس (بھانگ وحشیش) کے کثیر نشہ آور کا مقدار استعمال مطلقاً حرام ہے جیسا کہ اس پر غایۃ البیان کا کلام دال ہے، بہر حال قلیل مقدار تو اگر لہو کے لئے ہو تو حرام ہوگی، اور اگر اس سے نشہ میں ہوجائے تو اس کی طلاق واقع ہوجائے گی؛ کیونکہ اس کے استعمال کی ابتداء ہی ممنوع تھی، اور اگر قلیل مقدار علاج کے لئے ہو اور اس سے نشہ ہوجائے تو اس کی طلاق نہیں واقع ہوگی۔

یہی مضمون رد المحتار ۶/۷۷ میں بھی مذکور ہے۔

نیز علامہ شامی علیہ الرحمہ نے نشہ سے متعلق ایک اہم بات یہ بھی ذکر کی ہے اور اس پر غور وخوض کی دعوت دی ہے کہ جامد اشیاء جن کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرتی ہے، اور قلیل سے نشہ نہیں ہوتا، اگر کوئی آدمی اس کے کھانے کا عادی ہوگیا کہ اب نشہ پیدا کرنے والی مقدار اس کو نشہ نہیں کرتی عام اس سے کہ ابتداء میں اس کو نشہ ہوا تھا اب عادت کی وجہ سے نہیں ہوتا یا ابتداء میں بھی اس کو نشہ نہیں ہوا تو کیا اس کے لئے یہ کثیر مقدار استعمال کرنا ناجائز ہوگا جس مقدار سے ابتداء میں اسے نشہ ہوگیا تھا یا عام طور پر لوگوں کو اتنی مقدار سے نشہ ہوجاتا ہے، یا اس کے لئے جائز ہوگا اس لئے کہ وہ جامد شئ فی نفسہ مباح ہے، انھوں نے صورت حال کے متعلق لکھا ہے

کہ ”لم أر من نبه عليه عندنا“یعنی علماء احناف میں سے کسی نے اس پر تنبیہ نہیں کیا ہے البتہ شوافع کے متعلق لکھتے ہیں:

نعم صرح الشافعية بأن العبرة لما يغيب العقل بالنظر لغالب الناس بلا عادة (رد المحتار ۱۰/ ۴۱)۔

ہاں شوافع نے صراحت کیا ہے کہ بلاعادت عام لوگوں کی عقل کو جو زائل کردے اس کا اعتبار ہوگا۔

لہٰذا اس کی عادت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اور ان اشیاء کی کثیر مقدار (جس کی حاجت نہیں ہے) اس عادی شخص کیلئے بھی درست نہیں ہوگی، اگر چہ اس کو نشہ نہ ہوتا ہو۔

۲- انجکشن کے ذریعہ نشہ آور اشیاء کا استعمال:

نشہ کے حرام ہونے کی علت اس کا ذکر اللہ اور نماز سے مانع ہونا، اور عقل کے زائل ہونے کی وجہ سے کسی بھی برائی اور گناہ کا سبب بننا ہے، اس لئے بالقصد وارادہ کسی بھی طریقہ سے اپنے کو نشہ میں لانا حرام اور معصیت ہوگا، خواہ نشہ آور شئ کا استعمال منھ اور ناک کے راستہ کیا جائے یا کسی اور سبیل اور طریقہ سے، وہ نشہ آور شئ ماکولات ومشروبات کی قبیل سے ہو یا دوا کی نوعیت کی قبیل سے، جب اس کا استعمال نشہ میں ہونے کی غرض سے کیا جائے گا تو یہ استعمال حرام ہوگا اس لئے نشہ آور شئ کا استعمال بذریعہ انجکشن بھی حرام ہوگا؛ بلکہ انجکشن کے ذریعہ جو نشہ آور شئ لی جاتی ہے وہ زیادہ زود اثر اور جلد نشہ میں لانے والی اور غافل کرنے والی ہوتی ہے، اس لئے اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں، نبی علیہ السلام کا قول جامع: ”كل مسكر حرام“ ہر نشہ میں لانے والی شئ حرام ہے، عام ہے، جو نشہ میں ہونے کی تمام صورتوں کو شامل ہے، اور ابن تیمیہ علیہ الرحمہ کا قول پچھلے صفحات میں گزر چکا کہ:

قول النبي صلى الله عليه وسلم ”كل مسكر خمر وكل خمر حرام“ يتناول ما يسكر ولا فرق بين أن يكون المسكر مأكولًا أو مشروبًا أو جامدًا أو مائعًا“۔ ... نيز ونبينا صلى الله عليه وسلم بعث بجوامع الكلم فاذا قال كلمة جامعة كانت عامة في كل ما يدخل في لفظها ومعناها سواء كانت الأعيان موجودة في زمانه أو مكانه أو لم تكن۔

۳- بھانگ وافیم اور ان جیسی اشیاء کی کاشت اور خرید وفروخت کا حکم:

بھانگ وافیم اور ان جیسی اشیاء جن کا استعمال صرف نشہ حاصل کرنے کے لئے ہی نہیں ہوتا، بلکہ ان کا استعمال دوا اور علاج کے طور پر بھی ہوتا ہے، فقہاء نے ان اشیاء کو مباح اور طاہر قرار دیا ہے؛ کیونکہ ان کی حرمت لعینہ نہیں ہے، بلکہ ان کے ضرر کی وجہ سے ہے، جو کثیر مقدار میں استعمال کرنے سے ہوتا ہے، اسی لئے اس کی قلیل مقدار جو نافع اور مفید ہو، اس کا استعمال کرنا بطور دوا وعلاج کے درست اور جائز لکھا ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ ”قال محمد: ما أسكر كثيره فقليله حرام“ کے تحت لکھتے ہیں:

الظاهر أن هذا خاص بالأشربة المائعة دون الجامد، كالبنج والأفيون. فلا يحرم قليلا بل كثيرها المسكر، وبه صرح ابن حجر في التحفة وغيره، وهو مفهوم من كلام أئمتنا لأنهم عدوها من الأدوية المباحة. وإن حرم السكر منها بالاتفاق كما نذكره، ولم نر أحدًا قال بنجاستها ولا بنجاسة نحو الزعفران مع أن كثيره مسكر ولم يحرموا أكل قليله أيضًا (رد المحتار ۱۰/ ۳۷)۔

ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم خاص ہے سیال مشروبات کے ساتھ نہ کہ جامد کو، جیسے بھانگ اور افیون، لہٰذا ان کا قلیل حرام نہیں ہوگا بلکہ ان کی کثیر مقدار جو مسکر ہو (وہ حرام ہوگی)، اور اسی کی صراحت کیا ہے ابن حجر نے تحفہ میں اور ان کے علاوہ نے، اور یہی ہمارے ائمہ کے کلام سے سمجھا بھی گیا ہے، کیونکہ ان لوگوں نے ان اشیاء کو مباح ادویہ میں شمار کیا ہے، اگر چہ ان سے نشہ حاصل کرنا بالاتفاق حرام ہے جیسا کہ ہم ذکر کریں گے، اور ہم نے نہیں دیکھا کہ کسی نے ان کی نجاست کا یا زعفران جیسی شئ کے نجس ہونے کا قول کیا ہو حالانکہ اس کا کثیر مسکر اور نشہ آور ہے، اور نہیں حرام کہا ہے اس کی قلیل مقدار کے کھانے کو۔

اور چونکہ ”الأصل في الأشياء الاباحة“ (حوالہ بالا ۱۰/ ۴۲) اشیاء میں اصل اباحت ہے، اس لئے ان جیسی اشیاء کے منافع اور فوائد کے مدنظر ان کی کاشت اور خرید وفروخت کرنا جائز اور درست ہوگا، کیونکہ فقہی قاعدہ ہے: الأمور بمقاصدها (الاشباہ: ۴۳)۔ اور اس کے تحت یہ مسئلہ بھی مذکور ہے:

إن بيع العصير ممن يتخذه خمرًا إن قصد به التجارة فلا يحرم (الاشباہ: ۴۳)۔

جوس کی فروخت اس شخص کے ہاتھ جواس سے شراب تیار کرتا ہے اگر اس کے ذریعہ تجارت کی نیت کی جائے تو حرام نہیں ہوگی۔

اس مسئلہ کی مزید وضاحت "عيون المسائل فی فروع الحنفية" کی اس عبارت سے ہوتی ہے:

وقال هشام: قول أبي حنيفة: لا بأس ببيع العصير ممن يصنعه خمرا يعني لا بأس ببيعها من المجوسی (كتاب الاشربة: ١٧٩)

اور ہشام نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول: کوئی حرج نہیں ہے عصیر کی فروخت میں اس شخص کے ہاتھ جواس سے شراب بناتا ہے، اس سے مراد لیتے ہیں کہ مجوسی کے ہاتھ اس کی فروخت میں کوئی حرج نہیں ہے،

أما بيعه من المسلم فيكره (در مختار ۹/ ۵۶۱)۔ البتہ شراب تیار کرنے کی غرض سے کسی مسلمان کے ہاتھ درست نہیں۔

بہر کیف چونکہ بھانگ، افیون اور ان جیسی اشیاء جو طبی اغراض میں بھی مستعمل ہوتی ہیں، اور ان کی نجاست کا قول نہیں کیا گیا ہے، ان کی کاشت اور ان کی خرید وفروخت میں کوئی حرج نہیں ہوگا، اور چونکہ ان کا استعمال دوا اور علاج کے طور پر بھی ہوتا ہے، لہٰذا اس کی خرید وفروخت ہر کسی کے ساتھ کرنا جائز ہوگا؛ کیونکہ مباح اشیاء کی بیع جائز ہے، اب خریدنے والا اس کا غلط استعمال کرے گا تو یہ اس کا اپنا فعل معصیت ہوگا، البتہ اس امر کا لحاظ بھی ضروری ہے کہ چونکہ ان اشیاء کا غلط استعمال غالب ہے، اس لئے اگر حکومت محسوس کرتی ہے کہ ضرورت سے زائد اس کی کاشت نہ کی جائے، تو حکومت کو اس کی کاشت پر حسب ضرورت پابندی کا حق ہوگا۔

۴- بھانگ وافیم جیسی اشیاء سے ہیروئن اور اس جیسی رائج منشیات ومسکرات تیار کرنے اور ان کی خرید وفروخت کا حکم:

بھانگ وافیم وغیرہ سے تیار کی جانے والی مورفین، ہیروئن اور اس جیسی اشیاء جن کی ابتداء ایجاد اگرچہ طبی نقطۂ نظر سے بغرض دوا وعلاج تسکین آلام وازالۂ تعب وتھکن وغیرہ کیلئے کی گئی ہو لیکن اب ان اشیاء کا غلط استعمال عام ہے، اور ان کا اکثر استعمال اب سکر ونشہ کے لئے ہوتا ہے، اور ان کے مضرات ونقصانات، خطرناک اور مہلک ہیں، اور ان کے فساد واثرات بد متعدی ہیں، جو صرف استعمال کرنے والے تک ہی محدود نہیں رہتے، بلکہ اس کی اولاد، بیوی، متعلقین بھی اس کے استعمال کرنے والے کی عادت سے متاثر بلکہ پریشان رہتے ہیں، معاشرہ میں چوری، زنا، قتل، فتنہ اور عادات سیئہ کے رواج کا سبب بنتے ہیں اس لئے عام حکم ان کے تیار کرنے کا یا ان کی خرید وفروخت کرنے کا حرام ہونا چاہئے، اور ان میں سے جس کا استعمال دوا کے طور پر ہو تو بقدر ضرورت للتداوی جواز کا حکم اس سے مستثنیٰ ہوگا۔

قال أبو حنيفة رحمه الله تعالى: يجوز بيع الأشربة المحرمة كلها إلا الخمر وعلى مستهلكها الضمان وقال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى: لا يجوز بيعها ولا يجب الضمان على مستهلكها كذا في المحيط (فتاوى عالمگيرية ٣/ ١١٦)۔

نیز امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک: جس کا کثیر مسکر ہو اس کا قلیل بھی حرام ہے اور نجس ہے، اور علامہ شامی رحمہ اللہ نے اگرچہ اس میں مائع اور جامد کا فرق کیا ہے، اور امام محمد رحمہ اللہ کے قول کو مائعات پر محمول کیا ہے، لیکن چونکہ شریعت نے نشہ کو علی الاطلاق حرام کیا ہے "كل مسكر خمر"، اور بھانگ وافیم سے تیار شدہ مروجہ مسکرات کافی تیز اور زود اثر ہوتی ہیں، اس لئے ان کے تیار کرنے اور خرید وفروخت کرنے کے حرام ہونے کا حکم ہی کامیاب معلوم ہوتا ہے، کیونکہ "درء المفاسد أولى من جلب المصالح" اور ان اشیاء مسکرہ کے مفاسد ومضرات اور ان سے بے پرواہ ہو کر ان کا استعمال عام اور کثیر ہو چکا ہے۔

۵- تیز نشہ آور اشیاء کی تیاری وکاروبار پر حکومتوں کا سخت موقف اور سزائے موت:

کچھ جرائم ایسے ہیں کہ شریعت اسلامیہ نے ان کی سزا کے طور پر نیز ان جرائم کے انسداد اور دوسروں کی عبرت کیلئے حدود مقرر کر دی ہیں، جیسے قتل ناحق، زنا، چوری، اتہام وغیرہ۔ اسی طرح شراب پینے اور نشہ میں ہونے پر بھی حد مقرر ہے، جو عند الاحناف اس مشروب کے قلیل یا کثیر استعمال پر ہے، جس کے حقیقتاً خمر اور شراب ہونے پر اتفاق ہے، جیسے انگور، رطب اور زبیب کی شراب، اور دیگر مشروبات مسکرہ سے نشہ ہونے پر حد جاری ہوگی اگرچہ اس مسکر اور نشہ آور مشروب کا قلیل استعمال بھی حرام ہے، اور وہ مسکرات جو جامدات کی قبیل سے ہیں، اور ان کا کوئی طبی منفعت کا پہلو بھی ہے ان کا قلیل استعمال جس سے نشہ نہ ہو جائز اور وہ کثیر مقدار جس سے نشہ پیدا ہو جائے حرام ہے، اور اس سے نشہ ہونے پر عموماً عدم حد کا فتویٰ ہے، اگرچہ بزدوی کے متن سے شامی میں یہ حکم بھی ذکر کیا گیا ہے:

أنه يحد بالسكر من البنج في زماننا على المفتى به (رد محتار ٦/ ٧٧)۔

ہمارے زمانہ میں بھانگ سے نشہ پر مفتی بہ قول کے مطابق حد جاری کی جائے گی۔

اور فتاوی ابن تیمیہ میں مذکور ہے: الحشیشة المسکرة یجب فیها الحد، وهی نجسة فی أصح الوجوه (۳۴/ ۱۹۸)۔

نشہ آور حشیشہ میں حد واجب ہوگی اور وجہ اصح یہ ہے کہ وہ نجس ہے۔

آگے مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: والشارع فرق فی المحرمات بین ما تشتهیه النفوس وما لا تشتهیه، فما لا تشتهیه النفوس کالدم والمیتة اکتفی فیه بالزاجر الشرعی فجعل العقوبة فیه التعزیر. وأما ما تشتهیه النفوس فجعل فیه مع الزاجر الشرعی زاجرًا طبیعیًا وهو الحد (حوالہ سابق)۔

اور شارع نے ان محرمات کے درمیان جن کی نفوس خواہش کرتے ہیں، اور جن کی خواہش نہیں ہوتی یعنی تلذذ نہیں ہوتا ان کے درمیان فرق کیا ہے، تو نفوس جن کی خواہش نہیں کرتے جیسے خون اور مردار، تو اس میں صرف زاجر شرعی پر اکتفا کیا ہے اور اس میں سزا تعزیر رکھی ہے، اور وہ محرمات جن کی نفوس خواہش کرتے ہیں تو اس میں زاجر شرعی کے ساتھ زاجر طبعی کی سزا بھی رکھی ہے، اور وہ حد ہے۔

اس تفصیل سے مقصود اس کی وضاحت ہے کہ کچھ جرائم ایسے ہیں جن کی سزا شریعت نے بطور حد متعین نہیں کیا ہے، جرم کی نوعیت کے لحاظ سے ان کی سزا حاکم وقت کی صوابدید پر ہے، ان سزاؤں کو تعزیر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

الفرق بین الحد والتعزیر أن الحد مقدر والتعزیر مفوض إلی رأی الإمام ... الخ (شامی ۲/ ۱۰۳)۔

اور تعزیر امام کی صوابدید پر ہے۔

تعزیر کی نوعیت بھی مختلف ہو سکتی ہے، ضرب کی نوع سے ہو یا حبس کی نوع سے، یا دونوں ہی، یا قتل کی نوع سے، البتہ ضرب کی نوع سے تعزیر اختیار کرنے کی صورت میں اس کی مقدار حد ادنی سے کم یعنی انتالیس کوڑے تک ہو سکتی ہے۔

والتعزیر لیس فیه تقدیر أی لیس فی أنواعه (شامی ۶/ ۱۰۶)۔

اور تعزیر اس میں کوئی تعیین نہیں ہے، یعنی اس کی انواع میں کوئی تعیین نہیں ہے۔

لأن المراد تفویض أنواعه من ضرب ونحوه (شامی ۶/ ۱۰۴) کیونکہ مراد اس کے انواع کی تفویض ہے، مار یا اس جیسی انواع سے۔

اسی لئے آگے مذکور ہے: ''ویکون التعزیر بالقتل'' (شامی، ص: ۱۰۷)۔ اور تعزیر بالقتل بھی ہوتی ہے، اس کے تحت لکھتے ہیں:

رأیت فی الصارم المسلول للحافظ ابن تیمیه رحمه الله أن من أصول الحنفیة أن مالا قتل فیه عندهم مثل القتل بالمثقل والجماع فی غیر القبل إذا تکرر فللإمام أن یقتل فاعله ... الخ (شامی ۶/ ۱۰۷)۔ (الصارم المسلول ص: ۱۰)۔

میں نے حافظ ابن تیمیہ کی کتاب ''الصارم المسلول'' میں دیکھا ہے کہ: حنفیہ کے اصول میں سے ہے کہ جس صورت میں ان کے یہاں (بطور حد) قتل نہیں ہے جیسے غیر دھار دار وزنی چیز سے قتل کرنا، یا غیر قبل میں جماع کرنا جب کہ یہ مکرر ہو تو امام کے لئے جائز ہے کہ اس کے کرنے والے کو قتل کرے۔

مزید لکھتے ہیں:

وکان حاصله أن له أن یعزر بالقتل فی الجرائم التی تعظمت بالتکرار وشرع القتل فی جنسها (شامی ۶/ ۱۰۷)۔

اور اس کا حاصل یہ ہے کہ امام کو حق ہے کہ وہ ان جرائم مین جو بار بار کئے جانے کی وجہ سے عظیم اور مصیبت بن گئے ہوں اور ان جیسے جرم میں قتل مشروع ہو، تو قتل کے ذریعہ تعزیر کرے۔

لہٰذا نشہ آور اشیاء جن کا رواج آج کل عام ہے، ان کی تباہ کاریاں بھی ظاہر ہیں، کتنے گھرانے ان کی وجہ سے ٹوٹ رہے ہیں، اولاد بے تربیت اور ناکارہ ہو رہی ہیں، اس قسم کا نشہ استعمال کرنے والے چوری اور قتل سے بھی باز نہیں آتے، اور بڑی بات یہ ہے کہ ان کو دیکھ کر معاشرہ کے اکثر افراد اس میں مبتلا ہو رہے ہیں، اس طرح یہ لوگ فساد فی الارض کے مرتکب ہو رہے ہیں، قرآن پاک میں ہے:

إنما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون في الأرض فسادا أن يقتلوا أو يصلبوا أو تقطع أيديهم وأرجلهم من خلاف أو ينفوا من الأرض، ذلك لهم خزي في الدنيا، ولهم في الآخرة عذاب عظيم (المائدة: ۳۳)۔

بلاشبہ ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہوئے تگ ودو کرتے ہیں یہ ہے کہ قتل کئے جائیں یا پھانسی دیئے جائیں یا ایک ایک طرف سے ہاتھ اور ایک ایک طرف سے ان کے پیر کاٹے جائیں یا جلاوطن کئے جائیں، یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے زبردست عذاب ہے۔

اور درمختار میں ہے:

للإمام قتل السارق سياسة لسعيه في الأرض بالفساد (درر) وهذا إن عاد (۶/ ۱۶۹)۔

اور امام کیلئے چور کا سیاسۃً قتل کرنا جائز ہے، زمین میں اس کے فساد کی کوشش کرنے کی وجہ سے اور یہ اس وقت ہے جب کہ وہ دوبارہ سہ بارہ چوری کرے۔

اس جیسی صراحتیں فقہ کی کتابوں میں بہت ہیں کہ جو شخص بھی فساد فی الارض کا مرتکب ہو اس کو قتل کی سزا دینا جائز ہے، اور جو لوگ کوکین، ہیروئن یا اس جیسی تیز نشہ آور اشیاء محض نشہ کے رواج کے لئے تیار کرتے ہیں یا محض تجارت کی غرض سے تیار کرتے ہیں اور اس کی خرید وفروخت کرتے ہیں وہ لوگ یقیناً معاشرہ میں اشاعت فواحش، بگاڑ کے رواج، فساد فی الارض اور حرام اشیاء کو عام کرنے کے مرتکب ہیں، جس کے مضرات چور کے بار بار چوری کے مضرات ومفاسد سے کہیں زیادہ ہیں، اس لئے یہ لوگ قتل کی سزا کے عادی چور کی بہ نسبت زیادہ مستحق ہیں، اور حکومتوں کا ان کے خلاف سخت موقف اختیار کرنا، اور موت کی سزا تجویز کرنا بالکل درست اور جائز ہے، لیکن اس سے پہلے اس کی مناسب تنبیہ، حبس وقید یا کسی دوسری سزا کے ذریعہ لازم ہے، اس کے باوجود اس سے بار بار یہ جرم صادر ہوتا ہے تو اس کو تعزیراً قتل کیا جاسکتا ہے۔

۶-نشہ آور اشیاء کو فروغ دینے والے کی سزا احادیث کی روشنی میں:

نشہ آور اشیاء کو فروغ دینا، اس کی تجارت کرنا، معاشرہ میں فساد اور برائیوں کو رواج دینا ہے، نشہ ام الخبائث ہے، انسان اس کی وجہ سے ذکر اللہ اور نماز سے غافل رہتا ہے، اہل وعیال کی ذمہ داریوں میں کوتاہی کرتا ہے، نشہ کا عادی اپنی طلب پوری کرنے کے لئے لوگوں کے سامنے دست سوال پھیلاتا ہے، چوری کرتا ہے، لوٹ اور غارتگری کرتا ہے، زنا اور قتل کا مرتکب ہوتا ہے، اس لئے جو لوگ بھی نشہ آور اشیاء کو فروغ دیتے ہیں وہ ان جرائم کا سبب بنتے ہیں اور ان کی ترویج واشاعت کے مرتکب ہوتے ہیں، قرآن کریم میں اللہ پاک کا ارشاد ہے:

إن الذين يحبون أن تشيع الفاحشة في الذين آمنوا لهم عذاب أليم في الدنيا والآخرة والله يعلم وأنتم لا تعلمون (النور: ۱۹)۔

بلاشبہ جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ مؤمنین کے درمیان برائی رائج ہو ان کے لئے دنیا وآخرت میں دردناک عذاب ہے، اور اللہ جانتے ہیں اور تم لوگ نہیں جانتے ہو۔

دوسری آیت سورہ مائدہ کی گزر چکی:

إنما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون في الأرض فسادًا أن يقتلوا أو يصلبوا أو تقطع أيديهم وأرجلهم من خلاف أو ينفوا من الأرض ذلك لهم خزي في الدنيا ولهم في الآخرة عذاب عظيم (المائدة: ۳۳)۔

بلاشبہ بدلہ ان لوگوں کا جو جنگ کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور زمین میں فساد کی کوشش کرتے ہیں یہ ہے کہ قتل کئے جائیں، یا پھانسی دیئے جائیں، یا ان کے ہاتھ اور پیر ایک دوسرے کے برعکس کاٹے جائیں یا جلاوطن کئے جائیں، یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے عذاب عظیم ہے۔

اور نشہ آور اشیاء ہیروئن وغیرہ کے استعمال وکاروبار کو فروغ دینے والے فساد فی الارض کی سعی کرنے والوں میں داخل ہیں، اسی طرح وہ جرائم جن کی حدود قرآن میں مذکور نہیں ہیں، ان کی سزا بالقتل احادیث سے ثابت ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً منقول ہے:

من وجدتموه وقع على بهيمة فاقتلوه واقتلوا البهيمة (سنن الترمذي ۴/ ۵۶، حديث: ۱۴۵۵، سنن ابن ماجه، حديث: ۲۵۶۴)۔

جس کسی کو تم پاؤ کہ اس نے کسی جانور سے فعل بد کیا ہے تو اس کو اور جانور کو قتل کر دو۔

من وجدتموه يعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول به (سنن الترمذی، حديث: ۱۴۵۶، سنن ابن ماجه، حديث: ۲۵۶۱)۔

جس کسی کو پاؤ کہ وہ قوم لوط کا عمل کرتا ہو تو فاعل اور مفعول بہ دونوں کو قتل کر دو۔

نیز متعدد صحابہ کرام سے منقول ہے (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد ۷/۲۷۷، ۲۷۸)۔

من شرب الخمر فاجلدوه ثم إن شرب الخمر فاجلدوه ثم إن شرب الخمر فاجلدوه ثم ان شرب الرابعة فاقتلوه (مجمع الزوائد)۔

جس نے شراب پی اس کو کوڑے مارو، پھر اگر پیئے تو پھر مارو، پھر پیئے تو پھر مارو، پھر اگر چوتھی مرتبہ پیئے تو اس کو قتل کر دو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں مذکور ہے:

قال فكان عبدالله يقول: ائتوني برجل شرب الخمر ثلاث مرات فلكم علي أن أضرب عنقه رواه الطبراني من طرق ورجال هذه الطريق رجال الصحيح (مجمع الزوائد ۷/۲۷۸)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ تم لوگ کسی ایسے آدمی کو لاؤ جس نے پہلے تین مرتبہ شراب پی رکھی ہو، تمہارے لئے میرے اوپر یہ عہد ہے کہ میں اس کی گردن ماردوں گا۔ طبرانی نے اس کو مختلف سندوں سے روایت کیا ہے اور ان سندوں کے راوی صحیح کے رجال ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حکم کو منسوخ قرار دیا ہے، حضرت قبیصہ بن ذؤیب کی حدیث میں یہ مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ایسے آدمی کو لایا گیا جس نے چوتھی بار شراب پی لیا تھا تو آپ نے اس کو قتل نہیں کیا۔

لیکن یہ قتل اگر تعزیراً ہے تو یہ امام کی صوابدید پر ہے، قتل کرنا ہی لازم نہیں ہے۔ والقتل عند أكثر العلماء منسوخ، وقيل هو محكم وقد يقال هو تعزير يفعله الإمام عند الحاجة (السياسة الشرعيه فى اصلاح الراعي والرعية لابن تيميه، ص: ۸۱، نیز بذل المجهود کا مراجعہ، غالباً اس کی عبارت ہے: ترك القتل رخصة أو كما هي)۔

بہر کیف ان احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعزیراً قتل کیا جا سکتا ہے، اور وہ جرائم جو بار بار دہرائے جاتے ہوں، اور تنبیہ، اور قتل کے علاوہ سزاؤں سے وہ باز نہ آتے ہوں تو دفع شر کیلئے خاص طور سے ان جرائم میں جن کے اثرات متعدی ہوں مجرم کو تعزیراً قتل کیا جانا چاہئے۔

ماسبق میں گزر چکا کہ جو شخص بار بار چوری کرتا ہو اس کو سیاسۃً قتل کیا جا سکتا ہے، درمختار میں مذکور ہے:

من تكرر الخنق بكسر النون منه في المصر أي خنق مرارًا ذكره مسكين قتل به سياسة لسعيه بالأرض الفساد وكل من كان كذلك يدفع شره بالقتل (۶/۱۹۰)۔

جس شخص سے گلا گھونٹنے کا عمل مکرر ہو یعنی بار بار گلا گھونٹے اس کی وجہ سے اس کو سیاسۃً قتل کیا جائے گا، اس کے زمین میں فساد پھیلانے کی وجہ سے، اور جو شخص بھی ایسا ہو اس کے شر کو قتل کے ذریعہ دور کیا جائے گا۔

۷- نشہ کے عادی مریض کی عادت کو چھڑانے کا حکم:

نشہ آور اشیاء کا استعمال حرام ہے، اس سے روکنا منکر سے روکنا ہے اور منکرات سے نہی کی احادیث معروف ہیں، قرآن کریم میں بھی اس کا حکم ہے:

ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر وأولئك هم المفلحون (آل عمران/۱۰۴)۔

اور چاہئے کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت ہو جو خیر کی طرف بلائے اور بھلائیوں کا حکم کرے اور منکر سے روکے، اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔

كنتم خير أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله... الآية (آل عمران/۱۱۰)۔

تم لوگ بہترین امت ہو لوگوں کے نفع کیلئے وجود دی گئی ہے تم لوگ بھلائیوں کا حکم کرتے ہو اور منکرات سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

نیز حدیث میں وارد ہے:

من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان

(صحيح مسلم: كتاب الإيمان، حديث: ۷۸)۔

تم میں سے جو بھی منکر کو دیکھے تو اسے چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے روکے اور اگر استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے اور اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو اپنے دل سے، اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

نیز ایک حدیث میں مذکور ہے: ومن فرج عن مسلم كربة فرج الله عنه بها كربة من كرب يوم القيامة

(صحيح مسلم: كتاب البر والصلة، حديث: ۵۸/ ۲۵۸۰)۔

جس نے کسی مسلمان کی کوئی مصیبت دور کیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو اس سے دور کردیں گے۔

شراب اور نشہ آور اشیاء کا عادی ایک منکر کا مرتکب ہے، حسب استطاعت اس سے باز رکھنا اور روکنا ایک انسانی اور اسلامی فریضہ ہے، نیز جو نشہ کا عادی ہوتا ہے وہ ایک گھٹن اور مصیبت میں ہوتا ہے، اپنی طلب کو روک نہیں سکتا، اور تنگدستی کی وجہ سے اسے پورا نہیں کرسکتا، چوری کرنے و دست نگر ہونے پر مجبور ہوتا ہے، اس کی مصیبت اور پریشانی کو دور کرنا اور اس کو اس عادت قبیحہ سے نجات دلانا کار ثواب ہوگا۔

۸- نشہ آور اشیاء کے عادی شخص کے علاج کے لئے نشہ آور اشیاء کا استعمال:

درمختار کی شرح ردمحتار میں مذکور ہے:

سئل ابن حجر المكي عمن ابتلي بأكل نحو الأفيون وصار إن لم يأكل منه هلك، فأجاب: إن علم ذلك قطعًا حل له، بل وجب لاضطراره إلى إبقاء روحه كالميتة للمضطر. ويجب عليه التدريج في تنقيصه شيئا فشيئًا، حتى يزول تولع المعدة به من غير أن تشعر، فإن ترك ذلك فهو آثم فاسق، اهـ ملخصًا، قال الرملي وقواعدنا لاتخالفه ... فرع: قدمنا في الحظر والإباحة عن التاترخانية أنه لا باس بشرب ما يذهب بالعقل لقطع نحو أكله، أقول: ينبغي تقييده بغير الخمر وظاهره أنه لايتقيد بنحو بنج من غير المائع، وقيده به الشافعية والله تعالى أعلم (رد المحتار ۱۰/ ۳۵)۔

ابن حجر مکی سے سوال کیا گیا اس شخص کے متعلق جو افیون جیسی اشیاء کھانے میں مبتلا ہو، اور یہ حال ہو گیا کہ نہ کھائے تو ہلاک ہو جائے گا تو انھوں نے جواب دیا کہ اگر قطعی طور پر معلوم ہو (کہ نہ کھانے سے ہلاک ہو جائے گا) تو اس کے لئے حلال ہے، بلکہ اس کے اپنی روح کو باقی رکھنے کیلئے مضطر ہونے کی وجہ سے واجب ہوگا جیسے مضطر کے لئے مردار حلال ہے، اور اس کے لئے اس میں بتدریج تھوڑا تھوڑا کمی کرنا واجب ہے، یہاں تک کہ معدہ کی اس کی خواہش بغیر اس کے احساس کے زائل ہو جائے، اور اگر ایسا کرنے کو چھوڑتا ہے تو وہ گنہگار اور فاسق ہوگا، رملی کا کہنا ہے کہ ہمارے قواعد اس کے خلاف بھی نہیں ہیں، اور ہم نے حظر واباحۃ میں پہلے لکھا ہے تاتارخانیہ کے حوالہ سے، کہ عقل کو زائل کرنے والی چیزوں کے کھانے (کی عادت) کو روکنے کے لئے ایسی چیزوں کا پینا جو عقل کو زائل کردے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

میں (شامی) کہتا ہوں کہ اس کو غیر خمر کے ساتھ مقید کرنا مناسب ہے، جبکہ اس کا ظاہر یہ ہے کہ یہ غیر مائع میں سے مثل بھانگ کے ساتھ مقید نہیں ہے، اور شوافع نے اس کے ساتھ مقید کیا ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تیز نشہ آور اشیاء یا مطلقاً نشہ آور اشیاء کا عادی اگر اس درجہ کو پہونچ گیا ہو کہ اسے نہ ملے تو اس کی ہلاکت یقینی ہے تو اس کے علاج کے لئے بتدریج کمی کے ساتھ نشہ آور اشیاء دی جاسکتی ہیں، اور علامہ شامی کے قول اجتناب خمر کا بھی لحاظ ضروری ہے، کیونکہ خمر کی حرمت قطعی ہے، اور اس کے علاوہ اشیاء موجود ہیں۔

☆☆☆

شراب، افیون، مارفین، ہیروئن، اور دیگر نشہ آور اشیاء متعلقہ مسائل واحکام

مولانا اشتیاق احمد الاعظمی القاسمی [1]

اسلامی شریعت میں شراب (خمر) کی حرمت منصوص ہے۔ قرآن کریم میں شراب کے بارے میں چند آیات نازل ہوئی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

الف۔نصوص قرآنیہ:

۱۔ یسئلونك عن الخمر والمیسر قل فیهما إثم كبیر ومنافع للناس وإثمهما أكبر من نفعهما (سورۃ البقرۃ:۲۱۹)۔

لوگ آپ سے شراب اور قمار کی نسبت دریافت کرتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ ان دونوں (چیزوں کے استعمال) میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں بھی (پیدا ہوجاتی) ہیں اور لوگوں کو (بعضے) فائدے بھی ہیں، اور (وہ) گناہ کی باتیں ان فائدوں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں (اس لئے دونوں قابل ترک ہیں)۔

۲۔ یا أیها الذین آمنوا لا تقربوا الصلوۃ وأنتم سكاری (سورۃ النساء:۴۳)۔

اے ایمان والو! تم نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ۔

۳۔ یا أیها الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوه لعلكم تفلحون، إنما یرید الشیطن أن یوقع بینكم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدكم عن ذكر الله وعن الصلوۃ فهل أنتم منتهون (سورۃ المائدۃ:۹۰-۹۱)

اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر، یہ سب گندی باتیں اور شیطانی کام ہیں، سو اس سے بالکل الگ تھلگ رہو تا کہ تم کو فلاح ہو، شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے آپس میں بغض وعداوت پیدا کردے، اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے، نماز سے تم کو باز رکھے، سو کیا اب بھی باز آؤگے؟

شراب کی تحریم کو اللہ تعالیٰ نے تدریجاً بیان فرمایا ہے؛ چنانچہ شراب سے متعلق قرآن کریم میں مذکورہ بالا چار آیتیں نازل ہوئی ہیں، پہلی آیت میں صحابہ کے سوال کے جواب میں یہ بتایا گیا کہ شراب اور جوئے میں بڑے بڑے گناہ کی باتیں بھی پیدا ہوجاتی ہیں۔ تاہم ان دونوں میں لوگوں کے کچھ منافع بھی ہیں، لیکن گناہ کے پہلو، منفعت کے پہلو سے زیادہ نمایاں ہیں؛ اس لئے صاحب عقل سلیم پر خود چھوڑ دیا گیا کہ وہ ان دونوں کے استعمال سے دور رہے۔

چنانچہ صحابہ میں سے بہت سے حضرات نے اسی آیت کے نزول کے بعد شراب نوشی ترک فرمادی، لیکن صراحۃً حرمت نہیں بیان کی گئی تھی، اس لئے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اب بھی شراب استعمال کررہے تھے۔

اسی دوران کچھ صحابہ کرام کی ایک جگہ کھانے کی دعوت ہوئی، کھانا کھانے کے بعد حسب دستور شراب کا بھی دور چلا، مغرب کی نماز کا وقت آگیا، حضرت علیؓ کو امام بنایا گیا، سورۃ فاتحہ کے بعد آپ نے "قل یا أیها الكافرون" کی قراءت فرمائی۔ "لا أعبد ما تعبدون" پر پہنچے تو: "نحن نعبد ما تعبدون" پڑھ دیا، جس کی وجہ سے معنی ہی بالکل الٹ گیا، اس موقعہ پر دوسری آیت: "ولا تقربوا الصلوۃ وأنتم سكاری" کا نزول ہوا کہ نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ (الترمذي عن علي، بحواله مرقاة المفاتيح)۔

---

[1] استاذ الحدیث والفقہ دار العلوم مئو

الغرض اب شراب کی جزوی تحریم بیان کردی گئی کہ نماز کے اوقات میں شراب نوشی ممنوع ہے، چنانچہ صحابۂ کرام میں سے بہت سے لوگ اب بھی نماز کے اوقات کے علاوہ شراب نوشی کیا کرتے تھے، تا آنکہ ایک اور دلخراش واقعہ پیش آیا کہ ایک صحابی نے نشہ کی حالت میں ایک دوسرے صحابی کو اونٹ کی ہڈی چلا کر مار دیا جس کے باعث وہ زخمی ہو گئے؛ یہ خبر حضور اکرم تک پہونچی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "اللهم بين لنا في الخمر بيانا شافيا" کہہ کر دعا مانگی، بعض روایات میں حضرت عمرؓ سے بھی یہ دعا مانگنا مروی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورہ مائدہ کی مذکورہ بالا دو آیتیں نازل فرما کر شراب کو مطلقاً حرام قرار دیا۔

ب-سنت نبویہ:

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی شراب کی حرمت وخباثت کا واضح ذکر ملتا ہے۔

۱- ولا يشرب الخمر حين يشربها وهو مؤمن (البخاري: ۵۲۵۶؛ ومسلم: ۲۱۱)۔

ایمان اور شراب جمع نہیں ہو سکتے۔

۲- اجتنبوا الخمر فإنها مفتاح كل شر (صحيح ابن حبان)۔

شراب سے بچو کیونکہ وہ تمام برائیوں کی کنجی ہے۔

شراب کا مصداق کیا ہے؟

۱- عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے "بتع" (شہد کی نبیذ) کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

"كل شراب أسكر فهو حرام" ہر مشروب جس سے نشہ پیدا ہو، حرام ہے (بخاری: ۲۳۹، ومسلم: ۵۳۲۹، بحوالہ مشکاۃ: ج ۲، ص: ۳۱۷)

علامہ طیبیؒ نے اس سے ہر نشہ آور چیز پر استدلال کیا ہے، نیز یہ حدیث اس پر بھی دال ہے کہ جہاں علت سکر (نشہ) موجود ہو اس پر قیاس کر کے اس کی حرمت کا قائل ہوا جا سکتا ہے۔ قال الطيبي: قوله كل شراب أسكر جوابًا عن سؤالهم عن البتع يدل على تحريم كل ما أسكر وعلى جواز القياس باطراد العلة (مرقاة شرح مشكاة)۔

۲- عن أبي هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الخمر من هاتين الشجرتين، النخلة والعنبة (مسلم، حديث: ۵۲۵۷، بحوالة مشكاة ج: ۲، ص: ۳۱۷) (شراب ان دو درختوں: کھجور اور انگور سے بنتی ہے)۔

اُس دور میں شراب انہی دو چیزوں سے بنتی تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد ان دو میں حصر بیان کرنا نہیں، بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ ہمارے زمانے میں عام طور سے شراب انہی دو سے بنا کرتی ہے؛ کیونکہ دوسری روایت میں حضور نے یہ فرما کر معاملہ کو بالکل صاف کر دیا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے، اسی لئے حضرت عمرؓ نے آگے بڑھ کر پانچ چیزوں (العنب والتمر والحنطة والشعير والعسل) سے شراب بنانے کا ذکر فرما دیا، اور یہ بھی بتا دیا کہ ان پانچ میں بھی شراب منحصر نہیں ہے بلکہ اس کے عموم کی طرف اشارہ یوں فرمایا کہ: والخمر ما خامر العقل (شراب ہر وہ چیز ہے جو عقل کو ڈھک لے)۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جو چیز بھی نشہ پیدا کرے خواہ وہ کسی بھی چیز سے بنے، وہ شراب کا مصداق ہے اور اس کا استعمال حرام ہوگا۔ اگرچہ علماء احناف نے حقیقۃً شراب (خمر) کی تعریف یوں کی ہے:

هو النيئ من ماء العنب إذا غلى واشتد وقذف بالزبد [عند أبي حنيفة] وعندهما: لم يُشْتَرَط القَذْفُ بالزبد۔

انگور کا کچا پانی جبکہ پک جائے اور اس میں شدت آجائے نیز جھاگ پھینکنے لگے [یہ امام ابوحنیفہؒ کی تعریف ہے] اور صاحبین نے جھاگ پھینکنے کی شرط نہیں لگائی ہے۔

غور کرنے سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ نشہ آور اشیاء کی تحریم میں حکمت کا پہلو یہ ہے کہ انسان اپنی اس عقل کی حفاظت نہیں کر پاتا، جس سے اللہ تعالیٰ نے اس کو نوازا ہے، اور اس کی عقل ہی کو مناط تکلیف بھی بنایا ہے، انسان منشیات کا استعمال کر کے عقل جیسی عظیم نعمت پہ تعدی و زیادتی کرتا ہے، اور نتیجۃً بہت سے

منکرات وفواحش کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔ یہی بات اس فتوے میں کہی گئی ہے:

''والحكمة في تحريمها صيانة العقل الذي كرم الله به الإنسان وجعله مناط التكليف والتعدي على العقل أمكن التورط في فعل المنكرات والاستجابة للشهوات'' (فتاوى الأزهر، ج: ۱۰، ص: ۱۰۶/المفتي عطية صقر)۔

اسلامی شریعت کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ شریعت نے اُصول خمسہ ضروریہ کی محافظت پر اپنے پیروؤں کو بڑی شدت سے توجہ دلائی ہے، اُصول خمسہ ضروریہ میں ۱-دین، ۲-نفس (جان)، ۳-نسل، ۴-مال اور ۵-عقل شمار کیا ہے، اور عند البعض چھ (۶) ہیں اور چھٹی چیز عرض (عزت وآبرو) ہے۔

نشہ آور اشیاء کے استعمال کی صورت میں ان اُصول خمسہ میں سے دو اصول بالخصوص عقل اور مال بری طرح سے متاثر ہوتے ہیں، عقل اور مال دونوں سے آدمی محروم ہوجاتا ہے، اس لئے شریعت حقہ نے تمام نشہ آور اشیاء کے استعمال پر قدغن لگادی ہے۔

شراب کی حرمت تو منصوص ہے، جیسا کہ اوپر بیان ہوا، اسی لئے شراب چاہے جس نام سے بھی موسوم کرلی جائے، اور جس چیز سے بھی بنائی جائے، اُصولاً وہ حرام ہوگی؛ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف سوالوں کے جواب میں ارشاد فرمایا: ''كل مسكر حرام'' فی زمانہ نشہ کے طور پر شراب وخمر کے عنوان سے متعارف اشیاء کے علاوہ بہت سی اشیاء کا استعمال ہورہا ہے، جن میں بعض جامد ہوتی ہیں تو بعض سیال، مقدار میں کم لیکن تاثیر میں اچھی سے اچھی شراب سے فائق اور برتر، اس قسم کی منشیات کو آج کل عربی میں ''مخدرات'' کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے، جبکہ اس کلمہ ''مخدرات'' کا استعمال دسویں ہجری سے قبل نہیں ملتا۔

(حكم المخدرات في الشريعة الإسلامية ص: ۲)۔

تخدیر کا لغوی معنی ہے: الذي يولد الكسل والفتور (جو چیز سستی اور اضمحلال کا باعث بنے)۔

اردو میں مستعمل لفظ ''منشیات'' (نشہ آور چیز) عربی کلمہ ''مخدرات'' اور انگریزی کلمہ "Narcotic drugs" تقریباً ہم معنی ہیں، اور تینوں زبانوں کے ماہرین ان کلمات کا استعمال اپنے مقالات ومضامین میں نشہ آور اشیاء کے لئے کیا کرتے ہیں۔ البتہ ادویات کے ماہرین کے نزدیک ان سے مراد وہ دوائیں ہوا کرتی ہیں جو جسم کو سُن کردیتی اور نیند لاتی ہیں۔ (نشلی ادویات، ص: ۲)۔

ماہرین نے ان منشیات کو کئی خانوں میں بانٹا ہے اور ان کی درج ذیل تقسیمیں کی ہیں:

الف-تاثیر کے اعتبار سے:

۱- مسکرات (نشہ آور چیزیں): جیسے الکحل، کلوروفارم، بنزین۔

۲- مستی پیدا کرنے والی اشیاء: جیسے افیون اور اس سے تیار کردہ اشیاء۔

۳- عقل وخرد کو سلب کرنے والی اشیاء (جس کو عربی میں ''مهلوسات'' کہتے ہیں): جیسے میسکالیں، بلاذون، ہندوستانی جوٹ وپٹ سن وغیرہ۔

۴- خواب آور اشیاء: جیسے کلورال، باربیوریٹس، سلفیونل، پوٹاشیم برومائیڈ۔

ب-پیداوار کے اعتبار سے:

۱- ایسی منشیات جو مباشرۃً فطری پودوں سے حاصل ہوتی ہیں: جیسے حشیش (بھنگ)، قات (یمن، افغانستان، افریقہ اور وسط ایشیا میں پیدا ہونے والا ایک درخت)، افیون اور جوٹ وپٹ سن کے پودے۔

۲- فطری مواد سے مختلف کیمیاوی کارروائی سے گذار کر تیار کردہ نشہ آور اشیاء: جیسے مارفین، ہیروئین اور کوکین وغیرہ۔

۳- کچھ ایسے Drugs جن میں کیمیاوی عناصر کے ساتھ دیگر مرکبات کی آمیزش کرکے تیار کیا جاتا ہے، اور ان کی اثر انگیزی پہلے مواد سے کم نہیں ہوا کرتی: جیسے سکون بخش، خواب آور اور عقل وخرد گم کرنے اور اعضاء کو سن کرنے والی اشیاء۔

ج-عادی بنانے کے اعتبار سے:

۱- ایسے مواد (Drugs) جو نفسیاتی اور عضوی طور پر عادی بنانے کا سبب بنتے ہیں: مثلاً افیون اور اس کے مشتقات جیسے مارفین، کوکین اور ہیروئین۔

۲- ایسے مواد (Drugs) جو صرف نفسیاتی طور پر عادی بناتے ہیں جیسے حشیش (بھنگ)، قات اور عقل وخرد کو گم کرنے والی عقاقیر (جڑی بوٹیاں)۔

د- رنگ کے اعتبار سے:

۱- سفید مواد (White Drugs) جیسے کوکین اور ہیروئین۔

۲- سیاہ مواد (Black Drugs) جیسے افیون اور اس سے بنی ہوئی اشیاء اور حشیش (بھانگ)۔

شراب کے علاوہ جو نشہ آور چیزیں دنیا میں استعمال ہورہی ہیں وہ مختلف انواع واقسام کی ہیں، جن کا سرسری ذکر ابھی اوپر آچکا ہے۔ ان میں سے کچھ اہم منشیات (''مخدرات'' Narcotic drugs) کا سرسری تعارف اور مختصر تاریخ اور ان منشیات کے بعض نقصانات کا ذکر ذیل میں پیش ہے:

۱- افیون:

عبرانی زبان میں اس کو ''اوفیون'' (Ophion) کہتے اور یہیں سے عربی زبان میں ''افیون'' کہا جانے لگا۔ ظاہر ہے کہ دونوں نام او پی یم (opium) سے نکلے ہیں اور چینی زبان میں لفظ ''اوفیونگ'' بھی ''افیون'' کی بدلی ہوئی شکل ہے۔

اصل لفظ ''افیم'' یا ''اوپیم (Opium)'' یونانی لفظ ''اوپس'' (Opos) سے بنایا گیا ہے، جس کے معنی ہیں ''سبزی کا رس'' اس کا مختصر نام ''اوپیون'' تھا، جس کے معنی ''پوست کا رس'' ہے؛ چونکہ افیون بھی خشخاش کے پوست کا رس ہوا کرتا ہے۔ خشخاش/ افیون کے پودے میدانی علاقوں یا وادیوں میں چھوٹے چھوٹے کھیتوں میں لگائے جاتے ہیں، ان پودوں کو اچھی دھوپ کی ضرورت ہوا کرتی ہے؛ ان کی کاشت ہندوستان، ایران، چین، یونان، ترکی، یوگوسلاویہ اور بلغاریہ وغیرہ ملکوں میں کی جاتی ہے، مشرق بعید سے لے کر امریکہ تک میں جنگلی طور پر پیدا ہوتی ہے، اس کی بڑی تعداد دنیا کے تین بڑے حصوں میں پیدا کی جاتی ہے: ۱- سنہری مثلث کا علاقہ یعنی لاؤس، برما اور تھائی لینڈ۔ ۲- سنہری ہلال کا علاقہ یعنی افغانستان، پاکستان اور ایران کے علاقے۔ ۳- میکسکو میں (نشیلی ادویات، ص: ۱۶)۔

افیون/خشخاش کی کھوج سب سے پہلے وسط ایشیا کے لوگوں نے سات ہزار سال قبل میلاد لگائی تھی، وہیں سے دنیا کے دیگر ممالک میں یہ پھیلی، قدیم مصری باشندوں نے چار ہزار سال قبل میلاد اس کا پتہ لگایا تھا، اور درد دور کرنے کے لئے اس کا استعمال کرتے تھے، سومری لوگوں نے بھی اس کا انکشاف ۳۳۰۰ ق-م- کرلیا تھا، وہ افیون/خشخاش کے پودے کو ''سعادت کا پودہ'' کہا کرتے تھے، بابل، فارس، چین اور اہل ہند بھی زمانۂ قدیم سے اس کا استعمال کیا کرتے تھے، پھر یونان اور روم میں یہ پودا پہنچا اور ان لوگوں نے اس کا غلط استعمال کیا حتی کہ اس کے استعمال کے ایسے عادی ہوگئے کہ ان کے اطباء نے استعمال سے روکنے کی نصیحت کی جس کا ذکر قدیم مخطوطات میں ہے، جو کو ہیومیروسی، ابوقراط سے لیکر ارسطو اور فیرجیل نے کیا ہے۔

عربوں میں افیون کا تعارف آٹھویں صدی عیسوی سے ہوا ہے، چنانچہ ابن سینا نے ''ذات الجنب'' اور بعض پیچش کے امراض کے علاج میں اس کا ذکر کیا ہے، اور داؤد انطاکی نے ''تذكرة أولي الألباب والجامع للعجب العجاب'' نامی اپنی یادداشت میں ''خشخاش'' کے عنوان کے تحت اسے بیان کیا ہے (أنواع المخدرات ص: ۷)۔

افیون اور دیگر منشیات کے عادی لوگوں کے بعض اعداد وشمار:

☆ ۱۹۰۶ء میں چین کے اندر افیون کے عادی لوگوں کی تعداد ۱۵ ملین (ڈیڑھ کروڑ) تک پہنچ گئی تھی۔

☆ اور ۱۹۲۰ء میں چینی شہروں میں مردوں میں افیون کے عادی لوگوں کی تعداد 25% تک پہنچ چکی تھی (أسماء المخدرات، ص: ۳)۔

ایک معاصر رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ بیسوی صدی میں منشیات کے براہ راست یا بالواسطہ استعمال کے نتیجہ میں موت کی آغوش میں جانے والوں کی تعداد، دونوں عالمی جنگوں- (۱) ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء (۲) ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۵ء- میں مرنے والوں کی تعداد کے برابر بلکہ اس سے زیادہ ہے۔

ایک دوسرے اعداد وشمار میں کہا گیا ہے کہ عرب ممالک، نیز امریکہ وبریطانیہ میں ہر ۳۰ آدمی میں ایک آدمی منشیات کے استعمال کا عادی ہے، اور ایک خاص عمر میں منشیات کا ذائقہ لینے کے لئے چکھنے والوں کی تعداد، کل آبادی کے 1/5 افراد پر مشتمل ہے، اور یہ یقینا بہت بڑا تناسب ہے (ندوة عن خطر المخدرات على

الفرد والجماعۃ، ص:۱۲)۔

افیون کے استعمال کے برے اثرات:

قے، بھوک کی کمی، پتلیوں کا سکڑنا، جمائی، رعشہ وکپکپی، جسمانی برودت، جسمانی ڈھانچہ کی کمزوری، جلدی رنگت کا نیلاپن، واضح جنسی کمزوری، دوران خون میں توقف، قوت بصارت کا جاتے رہنا، اچانک موت۔

۲-مارفین (Morphine):

مارفین افیون سے نکلنے والا مادہ ہے، خشخاش کے پوست (ڈوڈوں) سے حاصل کردہ تازہ افیم میں سے کئی قسم کے کیمیاوی اجزا حاصل کیے جاتے ہیں جن کو الکلائڈس (Alkloids) کہا جاتا ہے، خام افیم میں تقریباً ۲۵ قسم کے (Alkloids) ہوا کرتے ہیں، ان سب کی مجموعی تعداد کل افیم کی ایک چوتھائی ہوتی ہے، ان میں سب سے اہم الکلائڈ (Alkloid)، مارفین (Morphine) ہوتا ہے، خام افیم میں اس کی مقدار 10% سے 20% تک ہوتی ہے۔

مارفین ہر طرح کے درد کو دور کرنے کے لئے ایک مؤثر دوا ہے، نہایت شدید قسم کے درد کو دور کرنے کے لئے اس کا استعمال عام ہے، ہارٹ اٹیک کے نتیجہ میں سینہ میں اٹھنے والے درد کو رفع کرنے کے لئے یہ مؤثر ترین دوا ہے، مریض کو اس کے استعمال کے بعد فوراً نیند آجاتی ہے۔

"مارفین" یونانی لفظ "مارفس" (Morpheus) سے ماخوذ ہے اور "مارفس" یونانیوں کے "خوابوں کے دیوتا" کا نام ہے۔

مارفین صرف نیند ہی نہیں لاتی بلکہ زیادہ مقدار میں اس کا استعمال موت کا سبب بن سکتا ہے، ۲۰۰ / ملی گرام مارفین ایک آدمی کی جان لینے کے لئے کافی ہے (نشیلی ادویات، ص:۲۰)۔

"فریڈریک ولیم آدم لاٹرز" جرمن ماہر دوا ساز نے سب سے پہلے ۱۸۰۶ء میں افیم سے مارفین کے الکلائڈ کو نکالا اور اس نے خود پر مارفین کا پہلا تجربہ کیا، چوہوں کی غذا میں مارفین کے الکلائڈ شامل کر کے انہیں ختم کیا، پھر گردونواح کے آوارہ کتوں کو ختم کرنے کے لئے مارفین کا استعمال کیا، قدرت کا یہ عجیب کرشمہ ہے کہ افیم کے جن ڈوڈوں سے مارفین کا Alkloid حاصل ہوتا ہے، اس کے اندر موجود پوست (خشخاش) کے دانے مارفین الکلائڈ کے زہریلے اثرات سے بالکل پاک ہوتے ہیں، پوست کے یہ دانے نہ صرف یہ کہ زہریلے نہیں ہوتے، بلکہ ان کا استعمال مختلف قسم کے پکوانوں کو ذائقہ دار بنانے کے لئے کیا جاتا ہے۔

مارفین کا طبی استعمال امریکہ میں ۱۸۶۱ء میں خانہ جنگی کے بھڑکنے کے وقت طبی آپریشن کے دوران خوب کیا گیا، اور جب سے سرنج کی نیڈل ایجاد ہوگئی ہے تو مارفین کا استعمال بطور انجکشن عام ہوچکا ہے (أنواع المخدرات، ص:۸، نشیلی ادویات)۔

مارفین استعمال کرنے والے پر اس کے برے اثرات:

جو برے اثرات افیون کے استعمال کرنے والے پر ہوا کرتے ہیں تقریباً وہی برے اثرات مارفین کے استعمال کرنے والے پر ہوا کرتے ہیں۔

اگر کوئی شخص ایک ماہ تک مسلسل مارفین استعمال کرتا رہے گا تو وہ غیر ارادی طور پر اس کا عادی بن جائے گا۔

۳-ہیروئن (Heroin):

ہیروئن، مارفین سے بنی ہوئی چیز ہے، لیکن یہ اس سے زیادہ خطرناک ہے۔ سائنسدانوں نے مارفین میں موجود، عادی بنانے والی خاصیت کو کم کرنے کی کوشش کے نتیجہ میں ہیروئن کو وجود بخشا، ۱۸۹۸ء میں جرمن کیمیا ساز "ہنرک ڈریسر" (Heinrich Dreser) نے مارفین میں ایسٹیک انہائڈرائڈ (Anhydride Acid) نامی کیمیکل ڈال کر ایک دوسرا زیادہ طاقتور کیمیکل ڈایا اسٹیل مارفین (Diasetyl Morphin) بنانے میں کامیابی حاصل کر لی، اس نئی دریافت کی خاصیت یہ تھی کہ انسان کے اندر یہ بہادری کا جذبہ پیدا کر دیا کرتی تھی۔ اس کا استعمال کوئی مرد یا عورت کرتی تو وہ خود کو ہیرو (Hero) یا ہیروئن (heroine) تصور کرنے لگتی، یہی وجہ ہے کہ یہ دوا (کیمیکل) ہیروئن کے نام سے ہی مشہور ہوگئی۔ دونوں ہیروئنوں میں انگریزی لکھاوٹ میں صرف "E" کا فرق ہے۔ کیمیکل کا نام "Heroin" ہے جبکہ سینما والی "Heroine" "E" کی زیادتی کے ساتھ موسوم کی گئی ہے۔

ہیروئن (Heroin) کو "بیسویں صدی کا قہر" قرار دیا گیا؛ حالانکہ اسے مارفین کا عادی نہ بننے کے لئے اس کے متبادل کے طور پر وجود میں لایا

گیا تھا، لیکن یہ ایک سفاک دوا ثابت ہوئی اور مارفین سے زیادہ خطرناک بھی؛ کیونکہ ہیروئن، مارفین سے کہیں زیادہ طاقتور انداز میں اپنا عادی اور خوگر بنا کے چھوڑتی ہے۔ ہیروئن کا عادی ہیروئن نہ ملنے پر سستی اور اذیت میں بتلا رہتا ہے، لیکن ہیروئن کا انجکشن لگتے ہی وہ چاق و چوبند ہو جاتا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے مردہ بدن میں زندگی ڈال دی گئی ہو (نشیلی ادویات، ص:۳۹-۴۱)۔

ہیروئن کے استعمال کے برے اثرات:

نیند کی کمی، بے خوابی، کینسر کے حالات، ابرو کے بالوں کا ختم ہو جانا، شرایین کی سختی اور انکی بندش، جلدی ورم، بھوک کا نہ لگنا، خون کی خرابی، لو بلڈ پریشر، کند ذہنی، اعضاء کا ڈھیلا پن، پتلیوں کا سکڑ جانا، قلب اور پھیپھڑوں پہ خون کے جھٹکے، آنتوں کی حرکت میں سستی، قبض، ورم مثانہ، قوت مدافعت کا فقدان، بلڈ شوگر میں اضافہ، کمزوری، لاغری، سل کی بیماری اور ناگہانی وفات۔

۴- کوکین (Cocaine):

کوکا (Coca) ساؤتھ امریکہ میں اگنے والا ایک سدابہار پودا ہے۔ خاص طور پر کولمبیا، چلی، برازیل اور پیرو جیسے ملکوں میں ہر موسم میں پایا جاتا ہے۔

کوکا (Coca) کے پتوں کا استعمال، گرچہ بہت قدیم زمانے سے ہو رہا ہے، تاہم اس پودے سے انیسویں صدی میں ہی کوکین (Cocaine) نکالی جا سکی۔ ۱۸۵۵ء میں ایک جرمن دواساز "فریڈرک گاڈیک" (Friedrich Gaedeke) نے سب سے پہلے خالص کوکین بنائی؛ پھر ۱۸۵۹ء میں "البرٹ نائی مان" نے کوکین کی کیمیاوی خصوصیات واضح کیں، اسی نے بتایا کہ کوکین دیگر تمام الکلائڈ کی مانند کڑوی ہوتی ہے اور کچھ ہی دیر میں زبان کو سن کر دیتی ہے، اس وقت سے اس کا استعمال عالمی پیمانے پر شروع ہو گیا، اعصاب کو چست اور نشیط بنانے کے لئے اسے دوا کے طور پر استعمال کیا جانے لگا؛ ۱۹۰۶ء سے تفریحی مشروبات بالخصوص کوکا کولا (Coca Cola) میں وہ پتے بکثرت استعمال ہونے لگے جن سے کوکین نکالی جا چکی ہے، نتیجۃً کوکا کولا دنیا کا سب سے زیادہ مقبول کولڈ ڈرنک (Cold Drink) بن گیا۔ کوکا کولا کمپنی آج بھی روزانہ بارہ سو (۱۲۰۰) ٹن کوکین نکلے کوکا کے پتے پیرو اور بولیویا سے نیوجرسی منگاتے ہیں (نشیلی ادویات، ص:۸۱)۔

امریکہ کے ساٹھ فیصد لوگ کوکین کے نشہ کے عادی بن چکے ہیں، ۱۹۸۷ء میں کوکین کی وجہ سے ۱۶۰۰ / اموات پورے ملک میں ہو چکی ہیں؛ امریکہ سے پوری دنیا میں کوکین کی اسمگلنگ ہوا کرتی ہے۔

کوکین کے جسم پر اثرات:

آنکھ کی پتلیوں کا پھیل جانا، متلی اور سر میں چکر، ذائقہ اور سونگھنے کی حس میں کمی، کسی چیز کے نگلنے میں تکلیف، سانس میں دشواری، کمزوری لیکن نبض تیز، سردی کا احساس، جلد کا پیلا اور چپچپا ہونا۔

۵- بھنگ ("حشیش" Hashish) قِنَّب هندي (ہندوستانی پٹ سن):

اردو میں "بھنگ"، عربی میں "حشیش" اور "حشیشة" کہا جاتا ہے، جو اصلاً "سن" (قنب هندي) کے پودے سے نکالا ہوا مادہ ہے، اس کے ریشوں سے "رسّی" بنائی جاتی ہے، اور اسی پودے کے مختلف اجزاء سے "گانجا" اور "چرس" بھی بنتے ہیں۔ اس پودے کا نباتاتی نام "کنابس سٹائیوا" (Cannabis Sativa) ہے۔ کنابس کے پودے میں سے چار سو (۴۰۰) سے زائد کیمیکل الگ کئے جاتے ہیں، مسرت اور خوشی کا احساس پیدا کرنے والے کیمکل کو "ٹیٹرا ہائڈرو کنابی نول" (Tetra Hydro Connabinol) کہا جاتا ہے، اور یہی بھنگ (حشیش) ہے، اور اسی کو امریکہ میں "ماری جوانا" کہتے ہیں، یہ عنصر اس پودے کے پتیوں اور پھولوں کے اوپری حصہ میں پایا جاتا ہے، اس عنصر کو اس پودے سے ۱۹۴۰ء میں الگ کیا گیا تھا۔

"ماریجوانا" کا اطلاق کبھی "کنابس" کے خشک پتوں اور پھولوں پر ہوتا ہے، جو تمباکو کے مشابہ ہوتے ہیں؛ جبکہ حشیش کا اطلاق خشک پودے سے بنی مختلف چیزیں مثلاً چھوٹے چھوٹے گولے "گیند" (Small ball)، کیک وغیرہ بنا کر اس سے ایک سیال مادہ نکالا جاتا ہے، اس مادہ کا رنگ کافی جیسا ہوتا ہے، کبھی اس میں چپچپاہٹ ہوتی ہے، جو مادہ سیال ہوتا ہے اُسے "زیت الحشیش" کہا جاتا ہے۔

حشیش یا ماری جوانا کا استعمال:

کاغذ میں سگریٹ کی طرح لپیٹ کر ہی استعمال کیا جاتا ہے، اور پائپ یا حقہ کے ذریعہ بھی پیا جاتا ہے اور کبھی سگریٹ ہی میں حشیش کا تیل لگا کر پیتے ہیں، کبھی حشیش کا استعمال شکر، سفید یا سیاہ شہد یا تیل میں ملا کر بھی کیا جاتا ہے۔

بھنگ یا حشیش کے اثرات:

حشیش نشہ کے لئے استعمال کی جاتی ہے، اس میں موجودہ عنصر "T. H. C." کا سب سے زیادہ اثر انسانی دماغ پر ہوا کرتا ہے، اس کا استعمال کرنے والا اپنے کو کافی مسرور اور خوشگوار محسوس کرتا ہے، اُسے بادلوں پر اُڑنے کا احساس ہوا کرتا ہے، خود اعتمادی کے ساتھ ساتھ وہ بہت باتونی اور بکواسی اور بے جھجک گفتگو کرنے لگتا ہے، اس کے نشہ میں ایک خاص بات یہ ہے کہ وقت کی لمبائی کا احساس ہونے لگتا ہے، اس کا نشہ باز ۳۰/ منٹ کو ایک گھنٹہ محسوس کرتا ہے، اور نتیجۃً وہ سمجھتا ہے کہ اُس نے بہت کام کر لیا۔

حشیش کے اثرات بد میں دل کے دھڑکن کی تیزی، نیم پاگل ہو کر بھاگنا، اس حالت میں وہ کسی کے قتل کا ارتکاب بھی بآسانی کر ڈالتا ہے، اور خود کو پولس کے حوالے کر کے اقبال جرم بھی کر لیتا ہے، اسکے علاوہ اور بھی دیگر بہت سے نقصاندہ پہلو اس کے اندر موجود ہیں۔

٦- گانجا:

"گانجا" ہی کو امریکہ میں "ماری جوانا" کہا جاتا ہے، یہ بھی "کنابس" پودے سے ہی نکالا جاتا ہے، جو سبزی مائل خاکی ہوتا ہے، اسے اس کی بو سے پہچانتے ہیں، اس میں "T.H.C." زیادہ مقدار میں پائی جاتی ہے، بھنگ میں اگر "T.H.C." کی مقدار دو فیصد ہوتی ہے، تو گانجا (ماری جوانا) میں پانچ فیصد ہوتی ہے۔

گانجا سگریٹ کی طرح پیا جاتا ہے، پینے والے ایک یا دو گرام گانجا ہتھیلی پر رکھکر چند قطرے پانی ڈال کر مسلتے ہیں، اُس میں چپچپاہٹ ہو جانے کے بعد تمباکو میں ملا کر چلم یا پائپ میں اُسے پیتے ہیں، ہندوستان میں فقیر، سادھو سنت اور غریب مزدور خوشگوار نشے کے لئے گانجا پیتے ہیں، اسی وجہ سے اس کو "غریبوں کی جنت" کہا جاتا ہے؛ حالانکہ نتیجہ کے اعتبار سے یہ جہنم ثابت ہوتا ہے (نشیلی ادویات، ص: ۱۰۸)۔

۷- چرس:

کنابس کے پودوں سے چرس بھی بنائی جاتی ہے، اسی کو یوروپ میں حشیش (Hashish) کہتے ہیں، چرس (حشیش) میں "T.H.C." دس سے پندرہ فیصد تک ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ بھنگ، گانجا اور چرس ایک ہی دوا کی تین مختلف شکلیں ہیں، جب کہ ان تینوں میں "T.H.C." کی مقدار متفاوت ہوتی ہے، اسی طرح شراب کی مختلف اقسام میں الکحل کی مقدار کم اور زیادہ ہوتی ہے، نشہ آور چیزوں کے تاجرین کے یہاں بھنگ کے مقابلہ میں شراب کی قسم "بیر" ہے، جسمیں الکوحل کی ہلکی مقدار ہوتی ہے اور "ماری جوانا" کے مقابلہ میں "وائن" (Wine) ہے جسمیں بیر کے مقابلہ میں کچھ زیادہ الکوحل ہوتا ہے، اور سب سے زیادہ الکحل "وہسکی" (Whisky) میں ہوتا ہے جسکے مقابلہ میں چرس کو رکھا گیا ہے۔

چرس یا حشیش کا رنگ سیاہی مائل سبز یا براون ہوتا ہے، یہ کنابس کے پودوں کے پتیوں اور چھوٹی چھوٹی شاخوں سے گوند کی طرح رستا ہے۔

چرس کے استعمال کرنے والے میں چند چیزیں نمایاں طور پر دیکھنے کو ملتی ہیں، مثلاً ہمت کا بڑھ جانا، جوش کا پیدا ہو جانا، حتیٰ کہ کسی کے قتل میں جھجک کا نہ ہونا، اسی لئے ایسے شخص کو "حشی شن" کہتے ہیں، اسی سے انگریزی لفظ "Assasin" بنا ہے جسکے معنیٰ قاتل کے ہوتے ہیں (نشیلی ادویات، ص: ۱۱۳)۔

یہ چند معروف اور مشہور اور کثرت سے استعمال میں لائی جانے والی نشہ آور اشیاء کا ذکر ہے، انکے علاوہ نہ جانے کتنی اور چیزیں نشہ بازوں کے استعمال میں آتی ہیں، اور وہ کن چیزوں سے بنتی ہیں، بالخصوص شراب کی تو اتنی اقسام وانواع دنیا میں مروج ہیں کہ اس کا سرسری ذکر بھی کافی طویل ہوگا، اور یہاں اس عجالہ میں شراب کے علاوہ دیگر منشیات کا ذکر مطلوب تھا، اس لئے قصداً اس کے ذکر سے اعراض کیا گیا۔

اب ذیل میں شراب کے علاوہ دیگر مخدرات (منشیات) سے متعلق بعض احکام و مسائل کا ذکر کیا جا رہا ہے:

۱- شریعت نے نشہ کی بنیاد پر حرمت کا حکم صرف سیال چیزوں اور ان مادوں کے لئے نہیں رکھا ہے، جو شراب وخمر کے عنوان سے معروف ومتعارف رہی ہیں اور ہیں بلکہ نشہ پائے جانے کی بنیاد پر ہر اس شئی کو حرام قرار دیا ہے جس کے استعمال سے نشہ وسکر پیدا ہو خواہ وہ سیال مشروب ہو جسکو پانی کی طرح پیا جائے یا کسی چیز میں لگا کر اور مل کر اسکو استعمال کیا جاتا ہو یا کھانے کی صورت میں ہو، خواہ وہ جامد ہو، نباتات وغیرہ کی شکل میں ہو یا کسی دوسری شکل میں ہو۔

ایک معاصر عربی صاحب فتوی نے تحریر فرمایا ہے:

ومثل الخمر في الحرمة كل ما اشترك معها في مخامرة العقل أي تغطية من أي مادة كانت

(شراب ہی کے مانند حرام ہونے میں ہر وہ چیز داخل ہوگی جو عقل کو ڈھکنے میں اسکی شریک کار ہو خواہ یہ عقل کا ڈھکنا کسی بھی مادہ (Drug) سے ہو)۔

عن عمر رضي الله عنه أنه قال على منبر رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا إن الخمر قد حرمت وهي من خمسة: من العنب والتمر والعسل والحنطة والشعير، والخمر ما خامر العقل۔

(حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے منبر رسول ﷺ پر (کھڑے ہوکر) ارشاد فرمایا: لوگو! سنو، شراب حرام ہو چکی ہے، [آج] شراب پانچ چیزوں سے بنائی جاتی ہے: انگور، کھجور، شہد، گیہوں اور جو سے، اور خمر (شراب) تو ہر وہ چیز ہے جو عقل کو چھپا لے)۔

نبی اکرم ﷺ نے ہر نشہ آور چیز کو حرام قرار دیا ہے، آپ نے حرمت کو کسی خاص متعین مادے میں منحصر نہیں فرمایا ہے،

(والنبي صلى الله عليه وسلم حرم كل مسكر دون قصره على مادة معينة)

اس کی مزید وضاحت بخاری کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ: ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے "بتع" اور "مزر" کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ہر نشہ آور چیز حرام ہے"، (بتع شہد کی نبیذ اور مزر جو کی نبیذ کو کہتے ہیں)۔ مسلم شریف میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے شہد، بھٹا اور جو سے بنی نبیذ کے مشروب کی بابت سوال کیا گیا تو جواب میں فرمایا: "كل مسكر خمر و كل خمر حرام" (ہر نشہ آور چیز خمر (شراب) ہے، اور ہر شراب حرام ہے)۔

مفتی عطیہ صقر اپنے فتاویٰ میں مذکورہ بالا احادیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"ويدخل في ذلك المواد الطبيعية والمصنعة وتغيير اسم المشروب المسكر لا يغير من الحكم كما لا يغير المادة المسكرة فالعبرة بالمسميات لا بالأسماء"۔

(احادیث بالا کے مفہوم میں وہ مواد بھی داخل ہیں جو فطری اور طبعی شکل میں بغرض نشہ استعمال ہوتے ہیں، اور وہ مواد بھی جو بغرض نشہ مصنوعی طور پر بنائے جاتے ہیں، نشہ آور مشروب کے نام بدلنے سے حکم میں کوئی تبدیلی نہیں آسکتی، جیسا کہ نشہ پیدا کرنے والے مادہ (Drug) کا نام بدلنے سے حکم نہیں بدل سکتا، خلاصہ یہ کہ اعتبار مسمیات (نشہ آور چیزوں) کا ہے، نہ کہ ان ناموں کا؛ چنانچہ صاحب فتویٰ نے اس سلسلے میں ایک حدیث بھی ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان کے حوالے سے نقل کی ہے، وہ یہ ہے: يشرب ناس من أمتي الخمر يسمونها بغير اسمها۔ (میری اُمت میں کچھ لوگ شراب کا نام بدل کر اُسے پئیں گے)

(فتاوى الأزهر، ج:۱۰، ص:۱۰۶، /فتوى المفتي عطية صقر)۔

لیکن اس سلسلے میں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ شراب کے قبیل کی جن چیزوں کی کثیر مقدار سے سکر پیدا ہوتا ہے، تو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہوگی، اور جو چیزیں از قبیل مشروبات نہ ہوں، بلکہ جامد ہوں یا نباتات وغیرہ کی شکل میں ہوں تو ان کی کثیر مقدار اگر نشہ پیدا کرتی ہے تو وہ حرام ہوگی، لیکن قلیل مقدار جس سے سکر نہیں پیدا ہوتا وہ حرمت کے حکم سے باہر ہوگی۔

قال محمد رحمه الله: ما أسكر كثيره فقليله حرام و هو نجس أيضا، [قال الشامي] أقول: إن هذا خاص بالأشربة المائعة دون الجامد كالبنج و الأفيون فلا يحرم قليلها بل كثيرها المسكر و به صرح ابن حجر في التحفة

(رد المحتار ۱۰/۳۷)

(امام محمدؒ نے فرمایا: جس چیز کی کثیر مقدار سکر پیدا کرے تو اس کی قلیل مقدار حرام ہوگی نیز نجس بھی۔ درمختار کی اس عبارت پر علامہ شامی نے حاشیہ لکھتے

ہوئے تحریر فرمایا کہ: یہ حکم ایسے مشروبات کے ساتھ خاص ہے جو سیلان کی صفت سے متصف ہوں، نہ کہ جامد کے ساتھ، جیسے بھنگ اور افیون، تو ان کی قلیل مقدار حرام نہ ہوگی بلکہ کثیر مقدار جس سے سکر پیدا ہوتا ہو، وہی حرام ہوگی، اس کی تصریح علامہ ابن حجر نے تحفہ میں کی ہے)۔

تھوڑا آگے علامہ شامیؒ پھر بطور خلاصہ تحریر فرماتے ہیں: الحاصل أنه لا يلزم من حرمة الكثير المسكر حرمة قليله ولا نجاسته مطلقا إلا في المائعات لمعنى خاص بها، أما الجامدات فلا يحرم منها إلا الكثير المسكر (رد المحتار ۱۰/ ۳۷)

(خلاصہ کلام یہ ہے کہ نشہ آور چیز کی کثیر مقدار کی حرمت سے اس کی قلیل مقدار کی حرمت لازم نہیں آتی، اور نہ ہی علی الاطلاق وہ نجس ہوسکتی ہے سوائے مشروبات سائلہ کے؛ کیونکہ ان کے اندر ایک خاص مفہوم پایا جاتا ہے، رہا جامد اشیاء کا معاملہ، تو اس میں صرف نشہ آور کثیر مقدار ہی حرام ہوگی (نہ کہ قلیل غیر نشہ آور مقدار) لیکن اس قسم کی نشہ آور اشیاء کی قلیل مقدار بھی بطریق لہو استعمال کرنا حرام ہے، ہاں دواءً اس کی قلیل مقدار کا استعمال جائز ہے)

الحاصل أن استعمال الكثير من المسكر حرام مطلقًا وأما القليل فإن كان للهو حرام وإن سكر منه يقع طلاقه لأن استعماله لهذا كان محظورًا وإن كان للتداوي وحصل منه إسكار فلا۔ (تقريرات الرافعي على رد المحتار ۱۰/ ۳۱)

(خلاصہ کلام یہ کہ جامد شیٔ کی کثیر مسکر مقدار تو مطلقاً حرام ہوگی، لیکن جامد کی قلیل مقدار کا بطریق لہو استعمال حرام ہوگا، اگر بالفرض اس قلیل مقدار سے بھی سکر پیدا ہو گیا اور اس نے اسی حالت میں طلاق دیدی تو وہ واقع ہو جائیگی؛ کیونکہ اس جامد قلیل کا استعمال [بطریق لہو] ممنوع اور ناجائز تھا، اور اسکی قلیل مقدار بطور دوا استعمال کی اور اس سے سکر بھی پیدا ہو گیا تو بھی اس صورت میں طلاق نہیں پڑے گی)۔

۲- نشہ آور اشیاء کے استعمال اور اس سے استفادہ کی خواہ کوئی بھی شکل اپنائی جائے، حکم میں کوئی فرق نہ ہوگا، جیسے ان کا پینا حرام ویسے ہی دیگر ذرائع سے جسم میں پہنچانا بھی حرمت سے خالی نہیں ہوسکتا، معاصر فقہاء کی عبارتوں میں اس کی صراحت موجود ہے؛ چنانچہ مفتی عطیہ صقر، "فتاوی الأزهر" میں رقم طراز ہیں:

ويستوي في الحكم كل وسائل التناول للمسكر من شرب أو أكل أو شم أو تدخين أو حقن أو غير ذلك . . .

(فتاوی الأزهر ۱۰/ ۱۰۲)

(نشہ آور چیز کے استعمال کے تمام وسائل خواہ پینے، کھانے، سونگھنے اور سگریٹ کی طرح پینے کا طریقہ [اپنایا جائے] یا بشکل انجکشن استعمال کیا جائے، تمام صورتوں میں حکم [تحریم] یکساں ہوگا)۔

ایک دوسری جگہ مذکور ہے: ويجري تعاطيها بطرق مختلفة كالتدخين والحقن والشم أو البلع للحبوب والمواد المصنعة (أنواع المخدرات، ص/ ۴) (مخدرات (منشیات) کے استعمال کے مختلف طریقے (اس وقت) جاری ہیں، مثلاً سگریٹ نوشی کی شکل میں یا بشکل انجکشن یا سونگھ کر یا ٹیبلیٹ یا دیگر مصنوعی (Drugs) کو نگل کر استعمال کیا جاتا ہے) الغرض نشہ باز ان چیزوں کے استعمال کا جو بھی طریقہ اپنائے گا، اس کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔

۳- اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شراب اُن چیزوں سے بنتی ہے، جو عموماً پھل یا غلہ ودانے کے قبیل کی چیزیں ہیں، اُن کی کاشت اور خرید وفروخت میں کوئی قباحت نہیں، جبکہ کسی بھی پھل کا جوس ومشروب تیار کرنا، اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، لیکن ایسی اشیاء جو براہ راست کسی نہ کسی شکل وصورت میں نشہ وسکر کے لئے استعمال ہوتی ہیں، مثلاً بھانگ اور افیم اور ان جیسی دیگر اشیاء کی کاشت اور خرید وفرخت کے حکم میں فقہاء کرام کے یہاں اختلاف رائے ہے:

پہلی رائے میں علی الاطلاق ان اشیاء کی کاشت اور خرید وفروخت حرام ہے، یہ رائے عام طور پر اس وقت کے معاصر عرب فقہاء کرام کی ہے، چنانچہ شیخ جاد الحق علی جاد الحق (سابق شیخ الأزہر ومفتی ازہر) ۴/ مارچ ۱۹۷۹ء کے تحریر کردہ اپنے ایک فتوی میں تحریر فرماتے ہیں:

أجمع الفقهاء للمذاهب الإسلامية على تحريم إنتاج المخدرات وزراعتها وتجارتها وترويجها وتعاطيها طبيعيةً أو مخلقة ـ [فتاوى الأزهر]

(مذاہب اسلامیہ کے فقہاء کا اجماع ہے کہ مخدرات (منشیات) کا پیدا کرنا، اس کی کاشت، تجارت اور اُسے فروغ دینا یا فطری یا مصنوعی صورت میں اس کا استعمال میں لانا حرام ہے)۔

فقہ کی ایک دوسری عبارت میں یوں بیان وارد ہے:

وهكذا نجد الشريعة الإسلامية تحرم كل اتصال بالمخدرات كزراعتها والاتجار فيها [حكم المخدرات في الشريعة الإسلامية، ص/٢]

(اور ایسے ہی ہمیں یہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ اسلامی شریعت نے مخدرات (منشیات) کی کاشت اور اس کی تجارت وغیرہ جیسے ہر قسم کے تعلقات کو حرام قرار دیا ہے)۔

ازہر شریف کے ایک دوسرے فتویٰ میں یوں ذکر موجود ہے:

لا يجوز للمسلم أن يعمل في بيع المخدرات أو غير ذلك من الأعمال المحرمة [فتاوى الأزهر ١٠/١٠٦]

(کسی مسلمان کے لئے منشیات وغیرہ کی خرید وفروخت وغیرہ جیسے اعمال کا اپنانا جائز نہیں ہے) علامہ وہبہ زحیلی مدظلہ العالی نے مخدرات کی بیع کی تحریم پر ایک حدیث بھی بطور استدلال پیش کی ہے، وہ یہ ہے:

عن ابن عباس رضي الله عنهما أن رسول الله ﷺ قال: إن من حبس العنب أيام القطاف حتى يبيعه من يتخذه خمرًا فقد تقحم النار (الفقه الإسلامي وأدلته [١٠/٤٣٩] بحواله سنن أبي داود)

(ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے انگور کو توڑنے کے وقت میں روکے رکھا، تاکہ اس کو شراب بنانے والے کے ہاتھ فروخت کرے تو وہ جہنم میں داخل ہوگا)، اس حدیث سے نتیجہ اخذ کرتے ہوئے علامہ وہبہ تحریر فرماتے ہیں:

وهذا دليل صريح في حرمة زراعة الحشيش والقات وكل ما يؤدي لاستخراج عصارة الأفيون والهروين والكوكايين وغيره (الفقه الإسلامي وأدلته ٧/٤٣٩)

(اس حدیث میں صریح دلیل ہے کہ بھانگ، قات اور وہ چیز جو افیون، ہروئین اور کوکین وغیرہ کے نچوڑنے پر منتج ہو، وہ حرام ہوگی)۔

علامہ وہبہ نے ایک اور دلیل یوں بیان فرمائی کہ: إن ما يودي إلى الحرام يعد رضًا صريحا من الزراع بتعاطي الناس له واتجارهم فيه والرضا بالمنكر والمعصية يعد منكرًا وعصيانًا [الفقه الإسلامي وأدلته ٧/٤٣٩]

(جو چیز حرام تک لے جانے والی ہو تو اس کی کاشت کرنے والے کی طرف سے صریح رضامندی مانی جائیگی کہ لوگ اسے استعمال کریں، اور اسکی خرید وفروخت کریں اور منکر ومعصیت کے کام سے رضامندی خود منکر اور عصیان شمار ہوگی)۔

علامہ وہبہ نے ایک دلیل یہ بھی دی ہے کہ:

تبين مما ذكر أن كل ما فيه إعانة على المعصية يعد معصية كما أن الزراعة لوسائل المخدرات معصية

(مذکورہ بالا مباحث سے یہ واضح ہو چکا کہ ہر وہ چیز جس میں معصیت کے کام میں تعاون ہو، وہ معصیت میں داخل وشمار ہوگی، جیسا کہ منشیات کی کاشت کے تمام وسائل معصیت میں داخل ہونگے)۔

دوسری طرف دیگر فقہائے کرام کی رائے یہ ہے کہ بھانگ اور افیم جیسے مادوں کی خرید وفروخت مباح ہے۔ درمختار میں مذکور ہے:

وصح بيع غير الخمر مما مر ومفاده صحة بيع الحشيشة والأفيون (الدر المختار مع رد المحتار ١٠/٣٥)

(اور خمر کے علاوہ جن چیزوں کا ذکر ہوا، اس کی فروخت صحیح ہے، اور اس کا مطلب یہ ہوا کہ بھانگ اور افیون کی بیع صحیح ہوگی)۔

ایک دوسرے موقع پہ درمختار میں یہ عبارت مذکور ہے: إن البنج مباح [الدر المختار ٦/٧٨] (بھانگ مباح ہے)۔

علامہ وہبہ زحیلی رقم طراز ہیں: ويحل القليل النافع من البنج وسائر المخدرات للتداوي ونحوه لأن حرمته ليست

لعينه وإنما لضرره (الفقه الاسلامي وادلته ۷/ ۴۴۸) (بھانگ اور دیگر تمام منشیات میں سے تھوڑی نفع بخش مقدار بغرض علاج وغیرہ حلال ہے؛ کیونکہ ان کی حرمت لعینہ نہیں ہے بلکہ ان کے ضرر اور نقصان کے پہلو کی وجہ سے ہے)۔

ہندوستانی علماء میں حضرت مفتی کفایت اللہؒ نے بھی ان مواد کی تجارت کو مباح لکھا ہے؛ چنانچہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''گانجا، چرس، افیون، بھنگ، یہ سب چیزیں ناپاک نہیں ہیں، ان کا کھانا تو حرام ہے، اس لئے کہ نشہ لانے والی ہیں، یا نشہ جیسے آثار ونتائج پیدا کرتی ہیں۔ ان چیزوں کی تجارت مباح ہے، اور اس کی آمدنی کا استعمال حلال ہے'' (کفایۃ المفتی ۹/ ۱۱۴)۔

ایک اور سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''افیون کی تجارت جائز ہے، شراب کی تجارت حرام ہے، افیون ناپاک نہیں ہے۔ اس کا کھانا بطور عادت کے بیشک حرام ہے'' (ص ۱۱۴ ج ۹/ کفایۃ المفتی ۹/ ۱۱۴)۔

ایک دوسرے مقام پر حضرت مفتی صاحب رقمطراز ہیں: ''افیون، چرس، بھنگ، کوکین، یہ تمام چیزیں پاک ہیں، اور ان کا دوا میں خارجی استعمال جائز ہے، نشہ کی غرض سے ان کو استعمال کرنا ناجائز ہے۔ مگر ان سب کی تجارت بوجہ فی الجملہ مباح الاستعمال ہونے کے مباح ہے، تجارت تو شراب اور خنزیر کی حرام ہے کہ ان کا استعمال خارجی بھی ناجائز ہے'' (کفایۃ المفتی، ص/ ۱۱۵)۔

حضرت مولانا یوسف صاحب لدھیانویؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: ''افیون کا استعمال دوا میں جائز ہے اور اس کی خرید وفروخت بھی جائز ہے، شرط ہے کہ اسی مقصد کے لئے ہو مثلاً اگر کسی خاص آدمی کے متعلق معلوم ہو جائے کہ اس سے ہیروئن بناتا ہے تو اس کو نہیں فروخت کرنا چاہئے''۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ۶/ ۱۱۴)۔

جب بھنگ اور افیم مباح الاستعمال ہیں، خواہ خارجی استعمال ہی کیوں نہ جائز ہو تو ان کی کاشت کو بھی مباح ہونا چاہئے، لأن حرمته ليست لعينه وإنما لضرره اور اس کی تجارت چونکہ جائز ہے تو کاشت بھی جائز ہونی چاہئے۔

۴- بھانگ اور افیم جیسی اشیاء سے جو منشیات ومسکرات تیار کی جا رہی ہیں، جن کا رواج اس وقت بڑھتا چلا جا رہا ہے جیسے ہیروئن وغیرہ ان کو تیار کرنے اور ان کی خرید وفروخت کا حکم معلوم کرنے سے پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ ان چیزوں کو تیار کرنے اور ان کی خرید وفروخت کس مقصد کے تحت ہو رہی ہے، ظاہر ہے کہ یہ مواد جہاں نشہ پیدا کرنے کا اہم ذریعہ ہیں، وہیں بعض حالات میں انہیں طبی طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے اور انسانی جانوں کی بقا کا ذریعہ بنایا جاتا ہے، مثلاً مارفین کا انجکشن، ہارٹ اٹیک کے نتیجہ میں اٹھنے والے سینے کے شدید درد میں فوری آرام پہونچاتا ہے۔ خود افیون کے استعمال کی تجویز ابن سینا وغیرہ اطباء نے مختلف چیزوں کے علاج مثلاً ذات الجنب اور بعض پیچش کے حالات کے لئے کی ہے۔ ممکن ہے کہ ہیروئن اور کوکین وغیرہ کا استعمال ڈاکٹروں کے یہاں بغرض علاج ہوا کرتا ہو، تو جہاں ان منشیات کا استعمال بطور دوا کے ہوگا تو اس کی تیاری اور خرید وفروخت کے جواز میں کوئی کلام نہیں کیا جا سکتا لیکن انہی چیزوں کی فروخت کسی نشہ باز کے ہاتھوں یقیناً حرام ہوگی۔

فقہاء کی عبارتوں سے یہ مسئلہ تو ثابت شدہ ہے کہ ہر طرح کی اشیاء جن کے بارے میں یہ محقق ہو کہ وہ نشہ پیدا کرنے، عقل وخرد کو گم کردینے یا عقل میں فتور پیدا کرنے کا باعث بنتی ہیں، ان پر تحریم کا وہی حکم منطبق ہوگا جسے فقہاء کرام نے بھانگ وغیرہ کے لئے ثابت کیا ہے، اسی لئے از روئے شرع مارفین، ہیروئن اور کوکین کا استعمال برائے نشہ حرام ہوگا، اور یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ مذکورہ تمام چیزیں افیم کے مشتقات میں سے ہیں، یہ حکم اس فقہی عبارت میں ذکر کیا گیا ہے:

فإن كل مادة يثبت أنها تسكر أو تخدر أو تفتر العقل ينطبق عليها الحكم بالتحريم الذي قرره الفقهاء للحشيشة وغيرها من المخدرات وهكذا يحرم شرعًا المورفين والهيروئين والكوكايين وهي كلها كما تعرف من مشتقات الأفيون (حكم المخدرات في الشريعة الإسلامية، ص/ ۴)۔

اس حکم عام میں یہ تخصیص ضروری ہے کہ بطور دوا ان Drugs کا استعمال بھی جائز ہوگا اور اس مقصد کے لئے ان کی خرید وفروخت اور تیاری بھی حد جواز میں ہوگی، جیسا کہ فقہ کی کتاب میں مذکور ہے: ومفاده صحة بيع الحشيشة والأفيون (الدر المختار ۱۰/ ۳۵)۔

ایک موقع پر علامہ شامی رقم طراز ہیں: دون الجامد كالبنج والأفيون فلا يحرم قليلها ... وهو مفهوم كلام أئمتنا لأنهم عدوها من الأدوية المباحة (رد المحتار ۱۰/ ۳۷) نیز علامہ وہبہ زحیلی کی یہ عبارت گذر چکی ہی: ''ويحل القليل النافع من البنج

وسائر المخدرات للتداوي ونحوه لأن حرمته ليست لعينه وإنما لضرره (الفقه الإسلامي وأدلته ۷/ ۴۴۸)۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ کسی چیز کے استعمال کا جواز جس درجہ کا ہوگا، اسی درجہ میں اسکے تیار کرنے اور اس کی خرید وفروخت کا جواز بھی ہوگا۔

۵- تیز نشہ آور اشیاء کی تیاری اور کاروبار وغیرہ پر حکومتیں سخت موقف اختیار کرتے ہوئے موت کی سزا دیتی ہیں، اس سلسلے میں شریعت اسلامیہ نے جو ہدایات دی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

جو لوگ اس قسم کے نشیلے مواد (Narcotic Drugs) کی تیاری برائے نشہ خوری یا ملک میں درآمد یا اندرونِ ملک بغرض نشہ خوری خرید وفروخت یا اسکی اشاعت میں کسی طرح سے بھی معاون بنتے ہوں تو پہلی بار اس کے ارتکاب کرنے والوں کو سخت تعزیر کی جائے گی، خواہ یہ تعزیر بشکل حبس وقید و بند ہو یا کوڑوں کی سزا دے کر ہو یا مالی جرمانہ عائد کر کے ہو، یا کوڑے اور مالی جرمانہ دونوں کو ایک ساتھ بطور سزا عائد کیا جائے، اس سلسلے میں قضا جو فیصلے مناسب سمجھے وہ صادر فرما دے۔ اگر اس کا مرتکب دوبارہ اسی جرم میں ملوث پایا جاتا ہے تو اس کو ایسی سزا کا مستوجب قرار دیا جائے جس کے سبب معاشرہ سے اس کا شر ختم ہو سکے، خواہ یہ سزا قتل ہی کی کیوں نہ ہو؛ کیونکہ اس کا یہ فعل فساد فی الارض کا مصداق ہے، اور یہ ان لوگوں کے ضمن میں آتا ہے جن کے نفوس میں جرائم نے جڑ پکڑ لی ہے۔ محققین علماء نے قتل کو بھی تعزیر کے ضمن میں شمار کیا ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ کی رائے ہے کہ: "جس کا فساد فی الارض قتل کئے بغیر ختم نہ ہو سکے اسے قتل کر دیا جائے"۔

قال شيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله: ومن لم يندفع فساده في الأرض إلا بالقتل قتل

(ندوة عن خطر المخدرات على الفرد و الجماعة، ص/۷)۔

خلاصہ یہ ہے کہ تیز قسم کی نشہ آور اشیا کے بغرض نشہ بنانے والے یا اسی مقصد کے لئے اس کا کاروبار کرنے والے اگر اپنے ان گھناؤنے اور مجرمانہ افعال سے باز نہ آئیں تو بالآخر انہیں قتل جیسی سنگین سزا کا مستحق قرار دیا جاسکتا ہے۔

۶- شراب ونشہ آور اشیاء کے استعمال یا کاروبار پر جبکہ کوئی آدمی اس کے فروغ کا ذریعہ صرف اسی مقصد کے تحت بن رہا ہو تو ایسے شخص کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ منشیات کی ترویج وفروغ کے لئے جس قدر وسائل استعمال کئے جاتے ہیں خواہ کاشت کی شکل میں ہو یا اس کی تیاری ہو یا اسمگلنگ یا تجارت کر کے ہو یا اور کوئی بھی شکل ہو، یہ تمام صورتیں قطعاً حرام ہوں گی؛ کیونکہ یہ صورتیں دوسرے حرام کی طرف لے جانے والی ہیں۔

ومن هنا تكون كل الوسائل المؤدية إلى ترويج المخدرات محرمة سواء كانت زراعة أو إنتاجًا أو تهريبًا أو اتجارًا فالتعامل فيها على وجه مندرج قطعًا في المحرمات بإعتبار وسيلة إلى المحرم) (فتاوى الأزهر ۷/ ۲۰۶)۔

رہا ایسے لوگوں کو قتل کی سزا دینے کا معاملہ تو اس سلسلہ میں جو تفصیل جواب نمبر ۵ رمیں بیان ہو چکی ہے، وہی تفصیل یہاں بھی ملحوظ ہوگی، منشیات کے فروغ دینے والوں کے لئے سعودی علماء کونسل نے جو فتوی صادر کیا ہے اس کا متن یہ ہے:

أما بالنسبة لمروجي المخدرات فقد أكد المجلس قراره رقم ۸۵، الذي نص على من يروج المخدرات فإن كان للمرة الأولى فيعزر تعزيرًا بليغًا بالحبس أو الجلد أو الغرامة المالية أو بهما جميعا حسب مايقتضيه النظر القضائي وإن تكرر منه ذلك فيعزر بما يقطع شره عن المجتمع و لو كان بالقتل (ندوة عن خطر المخدرات، ص/ ۲۹، ۳۸)

سعودی علماء کونسل نے دوسری جگہ منشیات کی اسمگلنگ کرنے والوں کی بابت یہ فتوی صادر فرمایا ہے:

بالنسبة لمهرب المخدرات فإن عقوبته القتل لما يسببه تهريب المخدرات وإدخالها البلاد من فساد عظيم لا يقتصر على المهرب نفسه وأضرار جسيمة وأخطار بليغة على الأمة بمجتمعها و يلحق بالمهرب الشخص الذي يستورد أو يتلقى المخدرات من الخارج يمون بها المروجين (قرار هيئة كبار العلماء بالاجماع، رقم القرار: ۱۳۸، ۲۰/ ۶/ ۱۴۰۷ھ)

(رہا منشیات کی اسمگلنگ کرنے والوں کا معاملہ تو اس کی سزا قتل ہے؛ کیونکہ منشیات کی اسمگلنگ سے اندرونِ ملک زبردست فساد برپا ہوتا ہے جس کا اثر صرف اسمگلر تک محدود نہیں ہوا کرتا بلکہ اس کے بے پناہ نقصانات اور زبردست خطرات پوری امت کو اپنی چپیٹ میں لے لیتے ہیں، اسمگلر کے ساتھ، ملک میں

اس کی درآمدات کرنے اور لوگوں کے درمیان اس کی سپلائی کرنے والے بھی ملحق ہونگے) (اور اسی سزا کے مستحق قرار پائیں گے)۔

۷- جو لوگ مروج قسم کے نشہ کے عادی و مریض ہوتے ہیں، ان کے لئے ایسی تدابیر کہ جن کے ذریعہ ان کی اس عادت کو چھوڑایا جائے اور اس مرض و ہلاکت سے بچایا جائے، واجب الاعتبار ہیں مثلاً اسلامی اخلاق و عادات کو ایسے نوجوانوں کے ذہن و دماغ میں بٹھانا جس سے وہ اس بری عادت پر قابو پا سکیں، انہیں صحیح اور معقول علاج کی طرف راغب کرنا اور اس کے اسباب فراہم کرنا، وسائل اعلام کے ذریعہ مکمل رہنمائی فراہم کیا جانا تاکہ جو لوگ اس کا شکار ہوں وہ اس سلسلے میں طبی وغیر طبی معلومات سے مستفید ہو سکیں۔ ایسے مریضوں اور عادی لوگوں کو صالح لوگوں کی صحبت فراہم کرنا اور فارغ اوقات کو گذارنے کے لئے صالح اور مناسب جگہوں کی فراہمی وغیرہ وغیرہ، بہت سی دیگر تدابیر اس سلسلے میں بروئے کار لائی جا سکتی ہیں اور لائی جاتی ہیں۔

۸- سچ تو یہ ہے کہ نشہ باز کو نشہ آور اشیاء سے باز رکھنے کے لئے جب تک اس کا نفس اس کام کے لئے اور نشہ چھوڑنے کے لئے خود بخود آمادہ نہ ہوگا، دوسروں کے دباؤ میں آ کر اگر وہ علاج کے لئے مخصوص قسم کے ہاسپٹل میں داخل بھی کر دیا جائے اور عملاً اس کا علاج شروع ہو جائے تو بھی اس کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی کہ موقع ملتے ہی وہ پھر اس نشہ آور چیز کا استعمال نہیں کریگا۔

ہاں اگر کوئی شخص افیم یا کسی دوسری نشہ آور چیز کا اس قدر عادی ہو چکا ہو کہ اگر وہ اس کا استعمال نہ کرے تو ہلاک ہو جائے گا تو علامہ ابن حجر مکیؒ نے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ”اگر ہلاکت کا یقین ہو تو اس کے لئے اس کا استعمال حلال بلکہ واجب ہوگا جس طرح مضطر کے لئے جان بچانے کی خاطر مُردار کا کھانا واجب ہو جاتا ہے، اور عادت کو چھڑانے کے لئے تدریجاً اس کا استعمال کم کرنا ہوگا تاکہ اس کے معدہ سے اس نشہ آور چیز کا لگاؤ کم ہوتے ہوتے بالکلیہ ختم ہو جائے“۔ یہی بات اس عبارت میں بیان کی گئی ہے:

سئل ابن حجر المكي عمن ابتلي بأكل نحو الأفيون و صار إن لم يأكل منه هلك، فأجاب: إن علم ذلك قطعًا حل له، بل وجب لاضطراره إلى إبقاء روحه كالميتة للمضطر ويجب عليه التدريج في تنقيصه شيئًا فشيئًا حتى يزول تولع المعدة به من غير أن تشعر (ردالمحتار / زكريا ۱۰/ ۴۵)۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب۔

☆☆☆

نشہ آور اشیاء کی خرید وفروخت کے شرعی احکام

مفتی عبدالرشید قاسمی [1]

اسلام رہتی دنیا تک کے لئے نظام حیات پیش کرتا ہے، شرعی سزائیں حدود وقصاص وتعزیرات وغیرہ اسی لئے رکھی گئی ہیں کہ ایک صالح معاشرہ پیدا ہو۔

ضروریات خمسہ (دین، نفس، نسل، مال اور عقل) جن کے تحفظ پر شریعت نے بڑا زور دیا ہے، نشہ کے استعمال یا اس میں معاونت سے ان چیزوں کی حیثیت مجروح ہوتی ہے خصوصاً عقل اور مال پر زیادہ زد پڑتی ہے اور ویسے تو دین، نفس اور نسل سب ہی متاثر ہوتے ہیں۔

اس وقت ان چیزوں (مخدرات ومنشیات) نے پوری دنیا کو اپنے لپیٹ میں لے رکھا ہے، کہیں ان اشیاء کے استعمال کی مصیبت ہے تو کہیں ان کی سپلائی کر کے راتوں رات امیر بن جانے کا خواب۔ حکومتیں اگر چہ سخت سے سخت قانون بنارہی ہیں لیکن اس کے باوجود ان اشیاء کا دائرہ بڑھتا چلا جارہا ہے، ایسے وقت میں ضرورت ہے کہ دنیا کے سامنے شرعی نقطہ نظر پیش کیا جائے۔ ''اسلامک فقہ اکیڈمی'' مستحق مبارکباد ہے کہ اس نے بروقت اس اہم موضوع کی طرف توجہ فرمائی۔

۱- شریعت اسلامی میں نشہ آور اشیاء کی حرمت کا معیار

جب بات نشہ آور اشیاء کی آتی ہے تو حرمت اور ناپا کی کی بات بھی لازماً آتی ہے لیکن حرمت، نشہ اور ناپا کی یہ تینوں چیزیں الگ الگ ہیں، تلازم نہیں ہے، ممکن ہے ایک چیز نشہ آور ہو اور اس کی ایک خاص مقدار حرام نہ ہو، اور یہ بھی ممکن ہے نشہ آور ہو اور ناپاک نہ ہو۔ اس وقت گفتگو اس پر نہیں کرنی ہے بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ نشہ کی بنیاد پر حرمت کا حکم صرف سیال چیزوں میں ہے یا جامد اشیاء میں بھی اگر نشہ ہو تو وہ حرام ہو جائیں گی؟ اسی طرح حرمت کی بنیاد صرف ان چیزوں کے کھانے پینے پر ہے یا خارجی استعمال پر بھی حرمت کا حکم ہے؟

اس سلسلہ میں اگر ایک اہم ضابطہ ''الامور بمقاصدھا'' پر نظر ڈالی جائے تو کوئی رائے قائم کرنے میں کافی کچھ راحت مل جائے گی۔ بلاشبہ ابتدائً نشہ آور اشیاء کا استعمال مشروبات کے ذریعہ ہی ہوتا تھا لیکن پھر بتدریج کھانے، پینے، سونگھنے، ملنے اور انجکشن تک جا پہنچا؛ اس لئے اگر مقاصد شریعت ملحوظ رکھے جائیں تو جس میں جتنا فساد ہو اور فرد وجماعت کی جتنی تباہی ہو حکم اسی اعتبار سے ہونا چاہئے نہ کہ معیار اس کو بنایا جائے کہ وہ شئ جو استعمال کی جارہی ہے وہ از قبیل مشروبات ہے یا ماکولات، اور لگانے کی قبیل سے ہے یا سونگھنے کی قبیل سے۔

دراصل اسلام میں خمر کی حرمت اس حیثیت سے نہیں کہ یہ امر تعبدی ہے اس پر کسی نشہ آور چیز کو قیاس نہیں کیا جاسکتا؛ بلکہ خمر کی حرمت اس پر مرتب ہونے والے ضرر کی بنیاد پر ہے، اس اعتبار سے حرمت معلول بعلت ہوئی۔ اب جبکہ قرآن وسنت اور اقوال ائمہ میں موجودہ زمانے کی مخصوص نشہ آور اشیاء کے بارے میں حلت یا حرمت کا کوئی حکم نہیں ملتا تو اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس زمانہ میں ان اشیاء کا وجود نہ تھا۔ شامی میں ہے:

''وإنما لم يتكلم فيها الأئمة الأربعة لأنها لم تكن في زمنهم'' (شامی ۱۰/ ۴۲، مطبع زکریا)۔

''ائمہ اربعہ نے ان چیزوں کی حرمت پر گفتگو اس لئے نہیں کی کہ ان کے زمانے میں ان کا وجود نہ تھا''۔

یہ مطلب نہیں کہ شراب کی حرمت کی علت اس کا سیال ہونا ہے اور اس کے سیال ہونے کی وجہ سے ہی حرمت کا حکم لگا، رہیں جامد اشیاء تو ان کا

---

[1] جامع العلوم، پٹکاپور، کانپور

فساد خواہ کتنا ہی ہوحتی کہ سیال سے بھی زیادہ ہو تب بھی ان پر حرمت کا حکم نہ لگے گا اس لئے کہ وہ جامد ہیں!! یہی وجہ ہے کہ علامہ قرافی اور علامہ ابن تیمیہ نے حشیش وغیرہ کی حرمت پر اجماع نقل کیا ہے۔

”وحكى القرافي وابن تيميه الإجماع على تحريم الحشيشة“ (شامی ۱۰/ ۴۲)۔

اس لئے یہ وہم نہ کیا جائے کہ فقہاء نے پھر سیال اور جامد کا فرق کیوں کیا؟، اور منہ کے ذریعہ استعمال اور خارجی استعمال کا حکم جدا جدا کیوں رکھا؟ بات یہ ہے کہ ان کے زمانے میں نشہ آور اشیاء کی وہ نوعیتیں دریافت نہیں ہوئی تھیں جو آج ہیں ورنہ کوئی وجہ نہیں تھی کہ وہ فرق کرتے۔ لہٰذا ”الأمور بمقاصدها“ کے مطابق نشہ آور جامد اشیاء بھی حرام ہوں گی۔ اب رہا مسئلہ قلت وکثرت کے فرق کا اور نشہ آور جامد اشیاء میں باہم فرق کا تو اس کو دوسرے سوالات کے ضمن میں بیان کیا جائے گا۔

۲- انجکشن وغیرہ کے ذریعہ نشہ آور اشیاء کے استعمال کا حکم

یہ بات عرض کی جاچکی ہے کہ کسی چیز کی حرمت میں منشا شریعت استعمال کے ذرائع سے نہیں کہ آیا اس کا استعمال منھ کے ذریعہ ہے یا ناک کے ذریعہ یا خارجی کسی اور ذریعہ سے؛ بلکہ استعمال کے مقاصد سے ہے کہ وہ چیز کس مقصد کے لئے استعمال کی گئی اور استعمال کے بعد نتائج کیا رہے۔ یہی وجہ ہے کہ منصوص اشیاء کے علاوہ بھی جو چیزیں نشہ آور ہوئیں ان کا اتنی مقدار میں استعمال جس سے عقل متاثر ہو یا بدن کو ضرر پہونچے فقہاء نے حرام قرار دیا ہے؛ حتی کہ اگر کوئی چیز اپنی اصل کے اعتبار سے نشہ آور نہیں لیکن کثیر مقدار اس کی نشہ آور ہو تو بتصریح فقہاء حرام ٹھہرے گی۔

”أما آراء الفقهاء في حكم تعاطي هذه المخدرات من الحشيشة والأفيونة ... فإن فقهاء المذاهب الأربعة متفقون على تحريم القدر المغيب للعقل من هذه المواد وأشبهها من كل ما يغطي العقل ويضر البدن“ (حاشیۃ شامی ۶/ ۷۶، مطبع زکریا)۔

جہاں تک مخدرات حشیش وافیون وغیرہ کے استعمال میں فقہاء کی رائے کا مسئلہ ہے تو ائمہ اربعہ اس بات پر متفق ہیں کہ اتنی مقدار جس سے عقل میں فتور پیدا ہو خواہ یہ مذکورہ اشیاء ہوں یا ان کے مشابہ دوسری اشیاء ہوں، جو عقل کو ڈھانک لیں اور جن سے جسمانی ضرر لاحق ہو وہ حرام ہیں“۔

”ويحرم أكل البنج والحشيش لأنه مفسد للعقل“ (در مختار مع الشامی ۴۱، مطبع زکریا)۔

”بھانگ اور حشیش وغیرہ حرام ہیں؛ کیوں کہ یہ عقل میں فساد پیدا کرتی ہیں“۔

معلوم ہوا کہ عقل میں فتور اور جسمانی ضرر پیدا کرنا ہی درحقیقت علت ہے حرمت کی، اب اگر یہ علت بذریعہ انجکشن نشہ حاصل کرنے میں پائی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ عمل حرام نہ ہو، کیوں کہ ذرائع کچھ بھی استعمال کئے جائیں مقصود استعمال کا ایک ہی ہے اور وہ ہے ایک خاص کیفیت کا حصول؛ بلکہ موجودہ دور میں جو چیزیں اور جو طریقے اس مقصد کے حصول کے لئے اختیار کئے جارہے ہیں ان کی سنگینی اور مہلک اثرات بنسبت شراب کے کہیں زیادہ ہیں۔

مخدرات کے استعمال کے مختلف طرق میں سے ایک طریقہ انجکشن بھی ہے کہ اس لت کا روگی نشہ آور مادہ کو بذریعہ انجکشن اپنے جسم میں داخل (inject) کرتا ہے، اس کی سنگینی بھی کچھ کم نہیں، اس کے اعظم ضرر اور اشد خطر ہونے کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ دیگر سیال نشہ آور اشیاء کے استعمال سے سکر پیدا ہوتا ہے لیکن کم از کم انسان، انسان باقی رہتا ہے؛ کیوں کہ بنص قرآنی شراب میں نقصان کے ساتھ کچھ نفع بھی ہے ”وإثمهما أكبر من نفعهما“ (سورہ بقرہ)۔

لیکن ان چیزوں کے استعمال سے تو انسان اپنی ظاہری وضع وقطع، صلاحیت واستعداد اور ذہنی سوچ میں حیوان سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ نیز حرمت خمر کے سلسلے میں جو حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا پیش کی جاتی ہے جس کو امام احمدؒ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ:

”عن أم سلمة رضي الله عنها أنها قالت: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن مسكر ومفتر“۔

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور اور مفتر چیز کو منع فرمایا ہے“۔

اس سے بھی مخدرات اور منشیات کی حرمت واضح تر ہو جاتی ہے؛ بلکہ اگر علم اصول فقہ کے اعتبار سے تجزیہ کیا جائے تو حرمت اور شدید ہو جائے گی۔

"ولا تقل لهما أف" والدین کو "اُف" کہہ کر اذیت پہونچانے کی حرمت کے مقابلہ میں ان کو برا بھلا، سب وشتم کے ذریعہ اذیت پہونچانے کی حرمت بڑھی ہوئی ہے؛ کیوں کہ علت اذیت ہے اور یہ اذیت سب وشتم میں بنسبت "اُف" کے زیادہ ہے۔ اسی طرح چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا؛ لیکن دلالت النص سے "طرار" (جیب کترا) کا ہاتھ بطریق اولی کاٹا جائے گا کیوں کہ جو علت چور میں ہے "طرار" (جیب کترے) میں وہ علت اشد ہے۔ ٹھیک اسی طرح شراب کی جو علت ہے مخدرات اور منشیات کے اندر یہ علت بدرجہ اتم ہے۔ اب استعمال کچھ بھی ہو، اسے منہ کے ذریعہ استعمال کیا جائے یا انجکشن کے ذریعہ ہو، مزید برآں دنیاوی قانون میں بھی یہ شدید جرم ہے اس لئے بھی حرمت دو چند ہو جاتی ہے۔ لہٰذا انجکشن کے ذریعہ نشہ آور اشیاء کے استعمال کی حرمت میں شبہ کی گنجائش نہیں۔

۳- بھانگ وافیم وغیرہ کی کاشت اور خرید وفروخت کا حکم

یہ موضوع کافی پھیلا ہوا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اب مخدرات ومنشیات کی اتنی اقسام وانواع وجود میں آچکی ہیں کہ ان کا حصر ایک امر مشکل ہے۔ ان سب کی حقیقت کا جاننا (کہ کون سی چیز کس شکل میں پیدا ہوتی ہے، کن کن مرحلوں سے گزرنے کے بعد ان کے اندر نشہ کا تناسب گھٹتا بڑھتا ہے اور کس مرحلہ پر ان کا کیا نام تجویز کیا جاتا ہے) کارے دارد؛ حتی کہ کوئی ایک ملک بھی ان اشیاء کی تعریف وتوضیح پر متفق نہیں ہے؛ بلکہ ہر علاقہ میں الگ الگ نام سے جانی پہچانی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان اشیاء کی حلت وحرمت، استعمال کی قلت وکثرت اور خرید وفروخت میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے اور اختلاف آج تک باقی ہے۔

اکیڈمی کی طرف سے ارسال کردہ عربی مقالات میں ان اشیاء کی تعریف وتحقیق میں اگرچہ کافی کچھ وضاحت ہے لیکن کیا ضمانت ہے کہ ان مقالات میں افیون، حشیش، اسمیک وغیرہ کی جو تعریفات کی گئی ہیں وہ ہمارے اپنے ملک کے موافق ہوں۔ اور ہمیں اپنے ملکی سطح پر ایسی کوئی تحقیق میسر نہیں آسکی جس سے ان تمام اشیاء کی ماہیت حقیقت اور تعریف وغیرہ معلوم ہو سکے تاکہ جواب لکھنے میں اسے پیش نظر رکھا جائے اس لئے ان اشیاء کی تحقیق وتوضیح سے صرف نظر کرتے ہوئے پہلے اردو فتاوی کا جائزہ لیتے ہیں۔ بہشتی زیور میں ہے:

"شراب کے سوا جتنے نشے ہیں جیسے افیون، جائفل، زعفران وغیرہ، ان کا حکم یہ ہے کہ دوا کے لئے اتنی مقدار میں کھالینا درست ہے کہ بالکل نشہ نہ آئے اور اس دوا کا لگا لینا بھی درست ہے جس میں یہ چیزیں پڑی ہوں، اور اتنا کھانا کہ نشہ ہو جاوے حرام ہے" (بہشتی زیور مکمل ومدلل ۳/۵۱، مطبع دار الکتاب)۔

اس میں اگرچہ خرید وفروخت کا ذکر نہیں بلکہ صرف کھانے کا ذکر ہے لیکن اس سے خرید وفروخت پر حکم لگانا آسان ہوگا۔

صاحب احسن الفتاوی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

سوال: "افیون کی کاشت کرنا اور بیع کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: "زمان سابق میں افیون تداوی میں بکثرت استعمال نہیں ہوتی تھی بلکہ عموماً تلہی کے طور پر استعمال کی جاتی تھی؛ اس لئے بعض فقہاء رحمہم اللہ نے اس کی بیع کو مکروہ تحریر فرمایا ہے، مگر آج کل افیون دوا کے طور پر کثرت سے استعمال ہونے لگی ہے اور علاج میں بڑی اہمیت اور شہرت حاصل کر چکی ہے؛ بلکہ ضرورت شدیدہ کی حد تک پہنچ گئی ہے، لہٰذا اس کی بیع بلا کراہت جائز ہے؛ البتہ جس شخص کے بارے میں ظن غالب ہو کہ وہ تلہی کے طور پر استعمال کرے گا اس کے ہاتھ بیچنا مکروہ تحریمی ہے" (احسن الفتاوی ۶/ ۴۹۴-۴۹۵)۔

کفایت المفتی میں ہے:

سوال: "افیون کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟"

جواب: "افیون کی خرید وفروخت شرعاً جائز ہے۔ گو قانون وقت اسے لائسنس کے ساتھ جائز رکھتا ہے مگر شرع میں یہ قید نہیں۔ اس کی قیمت کے پیسے

جائز اور حلال ہیں'' (کفایت المفتی ۹/ ۸۵)۔

سوال: (۱) ''افیون کی تجارت کا ٹھیکہ وغیرہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟ (۲) ایک مسجد میں اکیس سو روپئے صرف ہوئے ہیں، تین سو روپئے افیون کے خرچ ہوئے، کیا اس مسجد میں نماز درست ہے؟ (۳) جو امام افیون کی تجارت کو درست کہتا ہے اس کی امامت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟''۔

جواب: (۱) افیون کی تجارت جائز ہے۔ (۲) اس مسجد میں نماز درست ہے (۳) وہ ٹھیک کہتا ہے، اس کی امامت درست ہے۔ تجارت شراب کی حرام ہے۔ افیون ناپاک نہیں ہے اس کا کھانا بطور عادت کے بے شک حرام ہے'' (کفایت المفتی ۹/ ۸۹)۔

سوال: (۱) '' گانجا، افیون، چرس، بھنگ ان چاروں کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے، حرام یا مکروہ؟ جبکہ یہ چیزیں بذاتہ نجس و ناپاک نہیں، لوگوں کی جیبوں میں یہ چیزیں ہوتی ہیں اور لوگ نماز ادا کرتے ہیں'' (۲) اس محکمہ میں ملازمت کرنا، ان کے پیسوں کے ذریعہ جو آمدنی ہو اس آمدنی کو صدقات، زکوٰۃ، تعمیر مساجد، خیرات، کفن وغیرہ میں صرف کرنا جائز ہوگا اور ثواب ہوگا یا نہیں؟''۔

جواب: (۱) '' گانجا، چرس، بھنگ یہ سب چیزیں ناپاک نہیں، ان کا کھانا تو حرام ہے؛ اس لئے کہ نشہ لانے والی ہیں یا نشہ جیسے آثار و نتائج پیدا کرتی ہیں۔ ناپاک نہ ہونے کی وجہ سے نماز کی حالت میں اگر یہ جیب میں رکھی ہوں تو نماز ہو جائے گی۔

(۲) ان چیزوں کی تجارت مباح ہے اور اس کی آمدنی کا استعمال حلال ہے'' (کفایت المفتی ۹/ ۸۹)۔

ایک اور مقام پر مزید وضاحت سے تحریر فرماتے ہیں:

سوال: ''مسلمانوں کو افیون، چرس، کوکین کی تجارت کرنا اور ان سے منافع حاصل کر کے اپنی ضروریات زندگی میں صرف کرنا شریعت محمدی سے جائز ہے یا نہیں، اور اگر کوئی اس تجارت میں سے کسی دوسرے مسلمان کی دعوت کرے اس شخص کو باوجود علم ہونے کے دعوت کھانا جائز ہے یا نہیں؟''۔

جواب: ''افیون' چرس، کوکین، بھنگ یہ تمام چیزیں پاک ہیں اور ان کا دوا میں خارجی استعمال جائز ہے، نشہ کی غرض سے ان کو استعمال کرنا ناجائز ہے'' (کفایت المفتی ۹/ ۹۰)۔

ان فتاوی کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ افیون، چرس، بھنگ اور کوکین وغیرہ کی کاشت اور خرید و فروخت جائز ہے؛ کیوں کہ ان اشیاء کے مختلف استعمالات ہیں، البتہ بلا قصد تداوی بطور نشہ کے ان چیزوں کا استعمال حرام ہے۔

مولانا یوسف صاحب لدھیانویؒ فرماتے ہیں:

سوال: ''افیون کا کاروبار کیسا ہے؟ عرض یہ کہ میرا ایک دوست ہے جو کہ پشاور کا رہنے والا ہے وہ کہتا ہے کہ پشاور میں افیون کا کاروبار عام ہے اور وہاں کے مولوی صاحبان بھی کہتے ہیں کہ افیون حرام نہیں ہے، اور وہاں بہت سے لوگ افیون کا کاروبار کرتے ہیں۔ آپ برائے مہربانی قرآن و حدیث کی روشنی میں بتائیں کہ کیا افیون حرام ہے یا نہیں، اور اگر حرام ہے تو اس کو دوا کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: ''افیون کا استعمال دوا میں جائز ہے اور اس کی خرید و فروخت بھی جائز ہے، شرط یہ ہے کہ اسی مقصد کے لئے ہو۔ مثلاً اگر کسی آدمی کے متعلق معلوم ہو جائے کہ وہ اس سے ہیروئن بناتا ہے تو پھر اس کو نہیں فروخت کرنا چاہئے'' (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۶/ ۱۸۹، مطبع دار الکتاب)۔

فتاوی محمودیہ میں ہے:

سوال ۸۷۵۸: ''افیون کی کاشت کرنا کیسا ہے، نیز اس کی تجارت کے لئے کیا حکم ہے؟ اس کا حکم بحکم شراب ہے یا اس سے جدا ہے؟ بالتفصیل بیان فرمائیں''۔

جواب: ''الجواب حامداً و مصلیاً۔ افیون کا کھانا حرام ہے اگرچہ اس کی حرمت شراب کی حرمت سے کم درجہ رکھتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر اسلامی حکومت ہو تو شراب پینے والے پر حد جاری کی جاتی ہے اور افیون کھانے والے پر حد جاری نہیں کی جاتی؛ البتہ تعزیز اسزادی جاتی ہے۔

’’ویحرم أكل البنج والافيون والحشيشة لكن دون الخمر فإن أكل شيئا من ذلك لا حد عليه وإن سكر، بل يعزر بما دون الحد‘‘ (در مختار مع الشامي كراچي ۶/ ۴۵۸، كتاب الأشربة، الدر المنتقى مع المجمع ۴/ ۲۵۱، كتاب الأشربة دار الكتاب العلمية بيروت)۔

کاشت خشخاش کی کی جاتی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، اس کی تجارت بھی جائز ہے؛ البتہ اس سے افیون نکال کر اس کی تجارت مکروہ ہے۔ فقط واللہ اعلم‘‘

(فتاوی محمودیہ ۲۴/ ۱۱۳، مطبع محمودیہ طبع جدید)۔

سوال ۸۷۵۶: ’’گانجہ، بھنگ، افیون کی تجارت کیسی ہے؟

جواب: ’’گانجہ، بھنگ، افیون کی تجارت مکروہ تحریمی ہے؛ لیکن اگر کسی نے کرلیا تو صحیح ہوجائے گی۔

وصح بيع غير الخمر اى عنده خلافًا لهما فى البيع والضمان ان قصد المتلف الحسبة وذلك بعرف بالقرائن وإلا فعلى قوله كما فى التا تارخانية وغيرها ثم ان البيع وان صح لكنه يكره كما فى الغاية‘‘

(شامی ۵/ ۴۵۴، شامی کراچی ۶/ ۴۵۴، کتاب الاشربہ، شامی زکریا ۱۰/ ۳۵)۔

سوال ۸۷۵۷: ’’ہمارے علاقے میں خاص طور سے ہمارے گاؤں میں لوگ افیون کا کاروبار کرتے ہیں، اسی کاروبار سے جو رقم حاصل ہوئی زمین کھیت اور باغ خریدے، اب اس میں کاشت بھی ہوتی ہے اور افیون کا کاروبار بھی جاری ہے، کیا ایسے لوگوں کی آمدنی درست ہے؟ ان کے یہاں کھانا کیسا ہے؟ اگر افیون کی کمائی سے مسجد، سرائے یا دینی مدارس میں چندہ دیں تو کیسا ہے؟‘‘۔

جواب: ’’افیون کی تجارت مکروہ ہے۔ افیون کی آمدنی سے جو زمین خرید کر اس میں کاشت کرتے ہیں اس کی آمدنی کو حرام نہیں کہا جائے گا، ایسی آمدنی سے چندہ لینا بھی درست ہے اور ان کے یہاں کھانا پینا بھی درست ہے‘‘ (فتاوی محمودیہ ۲۴/ ۱۱۲- ۱۱۳، مطبع مکتبہ محمودیہ، میرٹھ)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب فرماتے ہیں:

مخدرات کا استعمال اور خرید وفروخت

جو چیزیں نشہ نہ پیدا کرتی ہوں، لیکن صحت کے لئے مضرت رساں ہوں اور ان کا استعمال انسان کو ان کا خوگر بنا دیتا ہو، آج کل ان کو ’’مخدرات‘‘ کہا جاتا ہے۔ ظاہر ہے ایسی چیزوں کا استعمال جائز نہیں۔ اور صحت جسمانی کے ساتھ کھلواڑ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی ایک گراں قدر نعمت ہے، ایسی چیزوں کا خرید وفروخت کرنا بھی جائز نہیں اور اس کی قیمت قریب بحرام ہے۔ اس سلسلے میں فقہاء نے یہ اصول بتایا ہے کہ

’’إن قامت به المعصية بعينه يكره بيعه تحريما، وإلا فتنزيها فليحفظ توفيقًا‘‘ (در مختار علی ہامش الرد ۵/ ۲۷۷)۔

’’جس چیز کا بعینہ گناہ میں استعمال کیا جا رہا ہے اس کی خرید وفروخت مکروہ ہوگی اور جس کا استعمال تبدیلی کے بعد گناہ میں ہو تو اس کی خرید وفروخت مکروہ تنزیہی ہے‘‘۔

اسی لئے فقہاء نے تمباکو وغیرہ کی خرید وفروخت کو بھی منع فرمایا ہے۔

’’ويمنع من بيع الدخان وشربه‘‘ (در مختار ۵/ ۲۹۵)۔

’’تمباکو کی خرید وفروخت اور اس کا استعمال دونوں ممنوع ہیں‘‘ (جدید فقہی مسائل ۱/ ۳۸۴- ۳۸۵)۔

مذکورہ فتاوی میں بہشتی زیور میں افیون کی خرید وفروخت کی اجازت دی گئی ہے۔ مفتی کفایت اللہ صاحب نے افیون، بھنگ وغیرہ کی خرید وفروخت کی اجازت دی۔ صاحب احسن الفتاوی مفتی رشید احمد لدھیانوی بھی جواز کے قائل ہیں، اور ’’آپ کے مسائل اور ان کا حل‘‘ کے مصنف مولانا یوسف صاحب لدھیانوی بھی جواز کے قائل ہیں؛ البتہ مفتی محمود صاحبؒ نے فتاوی محمودیہ میں افیون وغیرہ کی تجارت کو مکروہ لکھا ہے جبکہ اس کی

جگہ خشخاش (جو غالباً افیون کا ابتدائی مرحلہ ہے) کی تجارت کو جائز لکھا ہے۔ مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہ نے ''جدید فقہی مسائل'' میں مخدرات کے استعمال اور خرید وفروخت کی حرمت تو بیان فرمائی لیکن یہ وضاحت نہیں کی کہ مخدرات میں افیون وحشیش وغیرہ شامل ہیں یا نہیں۔ اس طرح افیون بھنگ وغیرہ کی تجارت میں ہمارے اکابر علماء اختلاف کرتے نظر آتے ہیں۔ آخر کے یہاں مطلقاً جواز ہے، مفتی محمود صاحبؒ نے مکروہ لکھا ہے جیسا کہ سب کی آراء کو مذکورہ بالا سطور میں تفصیل کے ساتھ لکھ دیا گیا ہے۔

اب اس تضاد کے حل کا ایک ہی راستہ سمجھ میں آتا ہے، وہ یہ کہ غالباً افیون، بھنگ وغیرہ کے معانی، مفہوم، تعریف، توضیح اور استعمال میں تغیر زمان کی وجہ سے فرق واقع ہوا ہے اس لئے رائیں بدل گئیں: کیونکہ مفتی کفایت اللہ صاحبؒ وغیرہ کا زمانہ پہلے کا ہے اور مفتی محمود صاحبؒ کا زمانہ بہ نسبت اس کے بعد کا ہے، لہٰذا اسے نزاع لفظی پر محمول کیا جاسکتا ہے؛ البتہ ان فتاوی میں تناقض ہونے سے بعد کے لوگوں کی دشواریاں ضرور بڑھ گئیں کہ وہ کن فتاوی پر عمل کریں اور کس کو راجح قرار دیں۔

اب آیئے ذرا عربی فتاوی کی طرف رخ کرتے ہیں، حاشیہ شامی میں ہے:

''على أن هذه المواد المخدرة لو لم يرد عن الشارع ما يدل على حظرها لكانت محرمة من طريق اخر لضررها. وهو منع ولى الأمر عنها بما وضعه لذلك من القوانين التى حظرتها استعمالا وتجارة وزراعة وحملا وغير ذلك. وطاعة ولى الأمر واجبة فيما ليس بمعصية لله ولرسوله باجماع المسلمين كما ذكر ذلك الامام النووى فى شرح مسلم فى باب طاعة الأمراء'' (حاشية شامى ۶/ ۷۷ مطبع زكريا)۔

''ان مخدرات کے سلسلے میں اگر شریعت کی طرف سے ممانعت نہ بھی ہوتی تو بھی دوسرے وجوہ سے ممانعت ہوئی اور وہ ان کا قابل ضرر ہونا ہے، نیز ارباب حل وعقد کی طرف سے بھی ممانعت ہے؛ چنانچہ انھوں نے ان اشیاء کے استعمال، تجارت، زراعت اور نقل وحمل کی ممانعت پر قانون وضع کئے، اور ارباب حکومت کی اطاعت ان امور میں جہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ ہو باجماع المسلمین واجب ہے جیسا کہ امام نوویؒ نے شرح مسلم ''فی طاعۃ الأمراء'' میں ذکر فرمایا ہے''۔

یہاں اگرچہ لفظ ''مخدرات'' استعمال ہوا ہے، بھنگ، افیون، حشیش، خشخاش وغیرہ کا ذکر نہیں ہے لیکن چونکہ کاشت مخدرات بمعنی ہیروئن، اسمیک کی براہ راست نہیں ہوتی بلکہ کاشت حشیش وخشخاش وغیرہ کی ہوتی ہے۔ اور لفظ زراعت عبارت میں موجود ہے اس لئے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس عبارت میں اور آگے آنے والی عبارتوں میں افیون وحشیش وغیرہ بھی شامل ہیں۔

''وهذا بما يؤيد أنها الظلم ضررًا وأشد خطرًا من المسكرات لذلك اقتنع المشرعون للقوانين الوضعية بسئ أثارها، وجسيم شرها فحظروها زراعة وتجارة واستعمالًا، وفرضوا العقوبات الزاجرة على كل أحد يخالف ذلك''

(حاشية شامى ۶/ ۷۷، مطبع زكريا)۔

''اور اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہ اشیاء مسکرات کے مقابلہ میں زیادہ ضرر رساں اور زیادہ خطرناک ہیں اسی لئے اہل قوانین ان اشیاء کے نتائج بد پر برہم رائے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے زراعت، تجارت اور استعمال کو ممنوع قرار دیا ہے اور ہر اس شخص پر جو اس کی مخالفت کرے سخت سزا دینے کی وکالت کی ہے''۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے اس سلسلے میں کافی تفصیلی کلام کیا ہے۔ وہ افیون وغیرہ کی بیع وشراء کی حرمت کے قائل ہیں اور افیون وغیرہ کو بھی وہ مخدرات میں شامل اور داخل مانتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

''ومن أشهر أنواع المخدرات: الحشيشة، والأفيون، والكوكين والبنج ... وجوزة الطيب ... والقات وغير ذلك بما يوخذ بالحقن، المضغ، التدخين أو غيرها فيؤدى إلى تغييب العقل وإضرار الصحة وإفساد الاخلاق''

(الفقه الاسلامى وادلته ۷/ ۵۵۱۲)۔

’’مخدرات کی مشہور قسموں میں حشیش، افیون، کوکین، بھنگ، جائفل، القات (ایک نشہ آور پودا) وغیرہ ہیں۔ جن کا استعمال حصول نشہ کے لئے انجکشن کے ذریعہ، چبا کر یا دھویں وغیرہ کے ذریعہ ہوتا ہے، جس کا نتیجہ زوال عقل، نقصان صحت اور فساد اخلاق ہے‘‘۔

’’والحكم الشرعی للمخدرات إنها حرام فی غیر حالة التداوی للضرورة أو الحاجة... وحرمتها كالمسكرات التی جاءت النصوص التشریعیة فی القرآن والسنة النبویة بتحریمها تحریمًا قطعیًا‘‘ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/ ۵۵۱۳)۔

’’مخدرات کا حکم شرعی یہ ہے کہ وہ حرام ہیں اِلا یہ کہ تداوی کی ضرورت یا حاجت متحقق ہو اور ان کی حرمت اس سیال مسکرات کی حرمت کی طرح ہے جس کی حرمت قطعی نصوص شرعیہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے‘‘۔

اس کے بعد انھوں نے القرافی اور علامہ ابن تیمیہ کے حوالے سے حرمت پر اجماع نقل کیا ہے:

’’وحكى القرافی وابن تیمیة الإجماع علی تحریم الحشیشة، قال ابن تیمیة: ومن استحلها فقد كفر، وإنما لم تتكلم فیها الأئمة الأربعة رضی الله عنهم، لأنها لم تكن فی زمنهم، وإنما ظهرت فی آخر المئة السادسة، وأول المئة السابعة حین ظهرت دولة التتار‘‘ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/ ۵۵۱۳)۔

’’قرافی اور ابن تیمیہ نے حشیش کی حرمت پر اجماع نقل کیا ہے، اور ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ جس نے اس کو حلال سمجھا تو وہ کافر ہو گیا۔ اور ائمہ اربعہ سے اس سلسلے میں کچھ اس لئے منقول نہیں ہے کہ یہ اشیاء ان کے زمانے میں نہیں تھیں۔ یہ تو چھٹی صدی ہجری کے اواخر اور ساتویں صدی ہجری کے اوائل جو کہ تاتاریوں کا دور حکومت ہے اس وقت کی ایجاد ہیں۔

ایک مقام پر ان اشیاء کی حرمت پر دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’فهی أكثر ضررًا وأكبر فسادًا من الخمر، لأنها تضر الأمة ضررًا بلیغًا أفرادًا وجماعات، مادیًا وصحیًا، وأدبیًا، ولاشك بأن الشریعة الإسلامیة تحرم المفاسد والمضار ... لذلك اتفقت أنظمة العالم علی منع المخدرات، ولانجد إجماعًا دولیا علی شئ، مثلما نجده فی الإجماع علی مقاومة كل وسائل تعاطی المخدرات وتهریبها، وإتلاف الكمیات المهربة، وعقاب المهربین بالسجن وغیره‘‘ (الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۷/ ۵۵۱۶)۔

’’مخدرات کا ضرر اور فساد خمر کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے؛ کیوں کہ اس نے قوموں کو افراد اور جماعت کی حیثیت سے مادی، جسمانی اور اخلاقی اعتبار سے بڑا نقصان پہونچایا ہے۔ بلاشبہ شریعت اسلامیہ ہر ضرر رساں اور مفسد کو حرام قرار دیتی ہے۔ اسی لئے پوری دنیا مخدرات کے ممنوع قرار دینے پر متفق ہے۔ اور ملکوں کے درمیان جیسا اجماع مخدرات کے استعمال کے ممنوع ہونے اور اسمگل کے جملہ ذرائع کا مقابلہ کرنے میں نیز دریافت شدہ (پکڑی گئی) مخدرات کے تلف کرنے اور اسمگلروں کو قید وغیرہ کی سزا دینے میں ہے ویسا اجماع کسی اور چیز پر نہیں ہے‘‘۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی صاحب اس تفصیل سے مخدرات کے صرف اکل ونوش کی حرمت پر ہی کلام نہیں کرنا چاہتے بلکہ ان اشیاء کی تجارت وغیرہ کی حرمت پر بھی دلائل ثبت فرماتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

’’إن الإتجار بالمخدرات بیعًا وشراء وتهریبًا وتسویقًا أمر حرام كجرمة تناول المخدرات، لأن الوسائل فی الشریعة تأخذ حكم المقاصد، ویجب سد الذرائع الی المحرمات بمختلف الإمكانیات والطاقات. لأن التاجر یسهل رواج المخدرات وتعاطیها، فیكون الثمن حرامًا، والمال سحتا، والعمل ضلالًا، والإتجار بها إعانة علی المعصیة، والبیع باطل، قال الله تعالیٰ: ’’وتعاونوا علی البر والتقوی ولاتعاونوا علی الإثم والعدوان‘‘ (المائدہ)،

(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/ ۵۵۱۶)۔

’’مخدرات کی تجارت، بیع وشراء، اسمگلنگ، مارکیٹنگ ہر اعتبار سے اسی طرح حرام ہے جیسے مخدرات کا استعمال کرنا؛ کیونکہ وسائل شریعت میں مقاصد کا درجہ لے لیتے ہیں، اور محرمات کی طرف پہونچانے والے ذرائع پر بند باندھنے کی کوشش ہر ممکن حد تک واجب ہے؛ کیونکہ تاجر حضرات

مخدرات کے رواج اور اس کے استعمال کو ہلکا سمجھنے لگیں گے لہٰذا اس کا ثمن حرام، مال ناجائز، عمل گمراہی، اس کے ذریعہ تجارت تعاون علی الاثم اور بیع باطل ہوگی۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

"وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان" (المائدۃ)۔

لفظ ''مخدرات'' ایسا دہ دردہ ہے کہ وہ اس طرح کی تمام اشیاء کو شامل ہے اس اعتبار سے ڈاکٹر وہبہ زحیلی صاحب کی تحقیق کے مطابق افیون اور حشیش وغیرہ کی بھی تجارت وزراعت حرام ہوگی جیسا کہ انھوں نے مخدرات پر اکتفا نہ کر کے صراحتاً حشیش وافیون وغیرہ کی حرمت پر کلام کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

''زراعة الحشيش والخشخاش والقات وتصنيع الأفيون والكوكائين والهروين: إن كل ما يؤدي إلى الحرام فهو حرام، وكل ما يعين على المعصية فهو معصية فتكون زراعة الحشيش وغيرها واستخراج المواد المخدرة والعناية بها حفظا وتعليبا وتهريبا ونقلا من مكان إلى آخر أمرًا حرامًا في شرع الله ودينه'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/ ۵۵۱۷)۔

''حشیش، خشخاش، القات (ایک نشہ آور درخت کا پتہ) کی بیع اور افیون، کوکین، ہیروئن کا بنانا۔ ہر وہ چیز جو حرام تک پہونچائے وہ حرام ہے اور جو چیز معصیت کے لئے معین ومددگار ہو وہ بھی معصیت ہے؛ لہٰذا حشیش وغیرہ کی زراعت، نشہ آور مادہ کا نکالنا اور اس کی حفاظت کا اہتمام، اس کی پیکنگ، اسمگلنگ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا یہ سب اللہ کی شریعت اور اس کے دین میں حرام ہیں۔

''إن الإرباح التي يستفيد منها التجار والمتعاملون في المخدرات كلها سحت وحرام'' (الفقہ الاسلامی ۷/ ۵۵۱۸)۔

''وہ نفع جس کو مخدرات کے تاجر اور اس میں معاملہ کرنے والے حاصل کرتے ہیں وہ ناپاک اور حرام ہے''۔

یہاں ایک بڑی دشواری یہ پیدا ہوتی ہے کہ ہندو پاک کے اکثر اکابر علماء افیون اور حشیش کی کاشت اور خرید وفروخت پر متفق نظر آتے ہیں جیسا کہ ''بہشتی زیور''، ''کفایت المفتی''، ''احسن الفتاوی''، ''فتاوی محمودیہ'' اور ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' کے حوالے سے سابق میں ذکر کیا گیا جبکہ ''حاشیہ شامی'' اور ''الفقه الاسلامي وأدلته'' کے حوالے سے جو عرض کیا گیا اس میں نہ صرف کوکین، اسمیک اور ہیروئن وغیرہ بلکہ افیون اور حشیش وغیرہ کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے، اور نہ صرف اس کا استعمال وتجارت بلکہ زراعت اور نقل وحمل کو بھی نیز اس سے متعلق جملہ امور کو حرام قرار دیا گیا۔ اب اس کی کیا وجہ ہے؟ اور اس تضاد کا حل کیا ہے؟ کیا مرور زمانہ، تغیر احوال اور لوگوں کے ان اشیاء کے غلط استعمال کی وجہ سے یہ اختلافات پیدا ہوئے یا ان اشیاء کی تعریف وتوضیح میں کچھ فرق ہوا جس کی وجہ سے ہندو پاک کے علماء اور علماء عرب باہم اختلاف کرتے نظر آتے ہیں؟ یہ ایک امر مشکل ہے۔ بندے کے ذہن میں اس تضاد کے حل کے لئے جو بات آتی ہے وہ یہ کہ خشخاش، حشیش اور افیون وغیرہ کے استعمالات میں بمقابلہ سابق زمانے کے کچھ فرق واقع ہوا ہے۔ پہلے ان چیزوں کو اطباء دواؤں میں استعمال کیا کرتے تھے، اب ان کا استعمال زیادہ تر ہیروئن، کوکین اور اسمیک وغیرہ کے بنانے میں ہوتا ہے، اس لئے تعاون علی الاثم کی وجہ سے افیون، خشخاش، حشیش وغیرہ کی زراعت وتجارت کو حرام کہا جانے لگا۔ حالانکہ مفتی رشید احمد صاحب، صاحب احسن الفتاوی اس کے برعکس فرماتے ہیں کہ:

''پہلے ان چیزوں کا استعمال نشہ کے طور پر ہوتا تھا اور اب دواؤں میں ہوتا ہے''، یہ دلیل مفتی رشید احمد صاحب نے افیون کی زراعت وتجارت کے جواز پر دی ہے۔

اس موقع پر فقہاء کا یہ اصول بڑی رہنمائی کرتا ہے:

''إن ما قامت به المعصية بعينه يكره بيعه تحريما، وإلا تنزيها، فليحفظ توفيقًا'' (در مختار علی الرد ۵/ ۲۷۷)۔

''جس چیز کا بعینہ گناہ میں استعمال کیا جا رہا ہے اس کی خرید وفروخت مکروہ تحریمی ہوگی اور جس کا استعمال تبدیلی کے بعد گناہ میں ہو تو اس کی خرید وفروخت مکروہ تنزیہی ہوگی''۔

اسی کے ساتھ اگر ایک اصول اور جوڑ دیا جائے تو افیون وغیرہ کی تجارت کے جواز کے قائلین اور منکرین کے تضاد کو حل کرنے میں کافی مدد ملے

گی، اور وہ یہ کہ کسی شئ کا صرف ایک ہی استعمال ہے یا مختلف استعمالات ہیں، اگر صرف ایک ہی استعمال ہے تو استعمال کی حلت وحرمت کے اعتبار سے حکم لگے گا، اور اگر مختلف استعمالات ہیں تو پھر مستعمل کے استعمال کے اعتبار سے حکم لگے گا۔ اب جب افیون وخشخاش وغیرہ کے مختلف استعمالات ہیں، انہیں نشہ کے طور پر بھی استعمال کیا جاسکتا ہے اور دواؤں وغیرہ میں بھی تو صرف ایک ہی پہلو (یعنی ان کے نشہ ہونے) پر نظر رکھتے ہوئے بیع وشراء کی حرمت کا حکم لگانا مناسب معلوم نہیں ہوتا، اور یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے جائفل وزعفران۔ چنانچہ جائفل اور زعفران میں بھی نشہ ہوتا ہے لیکن کسی نے بھی ان کی خرید وفروخت پر حرمت کا حکم نہیں لگایا۔

غالباً انہیں اصولوں کے پیش نظر علماء ہند وپاک نے افیون وغیرہ کی خرید وفروخت کو جائز قرار دیا؛ کیوں کہ ان میں اگر چہ نشہ ہے لیکن نشہ میں مستعمل ہونا متعین نہیں ہے۔ اب اگر کسی کے بارے میں یہ معلوم ہوجائے کہ وہ ان چیزوں سے ہیروئن، اسمیک وغیرہ بنائے گا یا اسے بطور نشہ استعمال کرے گا تو اس کے ہاتھ فروخت کرنا درست نہ ہوگا۔ اور جن حضرات نے افیون وغیرہ کی خرید وفروخت کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے غالباً ان کی نظر موجودہ حالات پر گئی ہے، کیونکہ لوگ اب ان اشیاء کا استعمال مہلک نشہ آور چیزوں (مثلاً اسمیک، ہیروئن وغیرہ) کے بنانے میں استعمال کرنے لگے ہیں؛ اسی لئے انھوں نے مطلقاً حرمت کا فتوی دیا۔

اصولی اعتبار سے دیکھا جائے تو جو بات علماء ہند وپاک کہتے ہیں وہ زیادہ قرین قیاس ہے؛ کیوں کہ اگر لوگ عام طور سے انگور کی شراب بنانے لگیں یا زعفران سے نشہ کرنے لگیں تو ان کی خرید وفروخت ناجائز تو نہ ہوجائے گی۔ اور یہی مطلب ہوگا ان حدیثوں کا جن میں ہر مسکر یا سکر پر معین اشیاء کی بیع وشراء کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ یعنی جن چیزوں کی خرید وفروخت حرام ہے یا تو براہ راست مسکر ہوں کہ ان کا استعمال سکر کے لئے ہو یا سکر پر معین ہوں بایں طور کہ ایسے ہاتھوں فروخت کی جائیں جو ان سے نشہ آور چیزیں بنائیں۔

خلاصہ یہ کہ اس موقع پر وہی موقف راجح معلوم ہوتا ہے جو علماء ہند وپاک کا ہے اور وہ یہ کہ افیون وغیرہ جن کے مختلف استعمالات ہیں ان کی خرید وفروخت جائز مقاصد کے لئے درست ہو؛ کیونکہ اگر فرض کیا جائے کہ انگور، زعفران اور جائفل وغیرہ نشہ آور اشیاء میں بکثرت استعمال ہونے لگیں تو کیا انگور، زعفران اور جائفل وغیرہ کی زراعت اور خرید وفروخت حرام ہوجائے گی؟ البتہ دور حاضر میں چوں کہ نشہ ایک وبا کی شکل اختیار کرچکا ہے اس لئے سدّ اللذرائع کچھ حدود وقیود ضرور لگانی چاہئیں تاکہ زراعت اور خرید وفروخت میں ان حدود وقیود کی رعایت ملحوظ رہے۔

یہاں بحث کا ایک یہ بھی موضوع ہے کہ ان اشیاء (خشخاش، حشیش اور افیون) پر مخدرات کا اطلاق ہو یا نہ ہو۔

نوٹ:

حشیش کی بیع وشراء کے بارے میں مفتی کفایت اللہ صاحب نے جواز کا فتوی دیا ہے اور آج کل علماء نے اسے افیون اور خشخاش سے الگ کرکے جواز سے الگ رکھا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ حشیش کی تعریف وتوضیح میں کچھ فرق واقع ہوا ہے جب ہی تو علماء دیوبند بھی الگ الگ حکم لگاتے ہیں جیسا کہ سابق میں اردو فتاوی کے حوالے سے لکھا جاچکا۔

اگر حشیش وغیرہ کی تعریفات وتوضیحات وغیرہ دور حاضر کے اعتبار سے واضح کردی جاتیں تو حکم لگانے میں آسانی ہوتی۔

ہیروئن اور اسمیک وغیرہ اگر افیون اور خشخاش سے ہی بنتی ہیں تو افیون اور خشخاش کا وجود اور زراعت تو زمانہ قدیم سے ہے۔ اس لئے بنانے اور تصنیع کی ممانعت ہوگی نہ کہ نفس ان اشیاء کی زراعت اور خرید وفروخت کی ممانعت، یہ استدلال کرتے ہوئے کہ خشخاش سے ہیروئن بنائی جاتی ہے۔

۴- ہیروئن وغیرہ تیار کرنا اور اس کی خرید وفروخت

ہیروئن اور اسمیک وغیرہ کا شمار بدترین نشہ آور اشیاء میں ہوتا ہے اور یہ صرف نشہ آور ہی نہیں بلکہ درجنوں مہلکات پر مشتمل ہیں، نیز نشہ کے علاوہ ان کا اور کوئی استعمال بھی نہیں ہے۔ غالب گمان یہی ہے کہ اگر ان اشیاء کا وجود قرن اول میں ہوتا تو شراب سے کہیں زیادہ عقاب وعتاب ان پر نازل ہوتا۔ اور جو سزا شراب کی ہے اس سے زیادہ سزا ان چیزوں کے استعمال سے ملتی۔ شراب میں تو کچھ نفع کا بھی پہلو ہے اور منشیات میں مہلکات کے سوا کچھ نہیں۔

ویسے تو مخدرات کا لفظ دہ درزدہ ہے البتہ محض اشیاء (مثل خشخاش وافیون وغیرہ) کے مخدرات میں داخل ہونے میں کلام ہوسکتا ہے لیکن ہیروئن اور اسمیک وغیرہ پر لفظ مخدرات کے استعمال پر کسی کو کوئی کلام نہیں ہے اور ان چیزوں کے مہلک ہونے پر بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی فرماتے ہیں:

''إن المخدرات تؤدى إلى أضرار جسمية كثيرة كما تقدم وقد يفوق ضررها ضرر المسكرات، لأنها تفسد أخلاق المجتمع وتضر الأمة فى اقتصادها وأعمالها ضررًا بليغًا وتفسد العقل، وتصد عن ذكر الله وعن الصلوة ففيها ضرر عقلي وبدني وديني واخلاقي وكل ما هو ضار فى نتائجه أو ذاته وعينه فهو حرام، والمضرات من أشهر المحرمات، روى الامام أحمد فى مسنده وأبوداؤد فى سننه عن أم سلمة رضى الله عنها قالت: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كل مسكر ومفتر: كل ما يورث الفتور وارتخاء الأعضاء وتخدير الأطراف'' (الفقه الاسلامى وادلته ۷/ ۵۵۱۲)۔

''بلاشبہ مخدرات جیسا کہ گزرا جسم کو بہت زیادہ ضرر پہونچاتی ہے بلکہ اس کا ضرر مسکرات سے بھی بڑھا ہوا ہے؛ کیوں کہ یہ سماج اور نسلوں کے لئے ان کی اقتصادیات اور ان کی عملی تحریک میں بہت نقصان دہ ہے، عقلوں کو خراب کر دیتی ہے، اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتی ہے، اس میں عقلی، جسمانی، دینی اور اخلاقی ضرر ہے، اور ہر وہ چیز جس میں اس کے نتائج اور اس کی ذات میں ضرر ہے وہ حرام ہے، اور ضرر رساں چیزیں محرمات مشہورہ میں سے ہیں۔ امام احمدؒ نے اپنی مسند اور امام ابوداؤدؒ نے اپنی سنن میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سکر والی اور فتور پیدا کرنے والی چیز سے منع فرمایا ہے۔ مفتر ہر وہ چیز ہے جو اعضاء کے اندر فتور، ارتخاء اور نشہ پیدا کر دے''۔

مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی فرماتے ہیں:

جو چیزیں صحت کے لئے مضرت رساں ہوں اور ان کا استعمال انسان کو ان کا خوگر بنا دیتا ہو آج کل ان کو ''مخدرات'' کہا جاتا ہے۔ ظاہر ہے ایسی چیزوں کا استعمال جائز نہیں۔ اور صحت جسمانی کے ساتھ کھلواڑ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی ایک گرانقدر نعمت ہے۔ ایسی چیزوں کا خرید وفروخت کرنا بھی جائز نہیں ہے، اور اس کی قیمت قریب بہ حرام ہے۔ اس سلسلے میں فقہاء نے یہ اصول بتایا ہے کہ

''إن ما قامت به المعصية بعينه يكره بيعه تحريما وإلا فتنزيها فليخفظ توفيقا'' (در مختار علی الرد ۵/ ۴۷۷)۔

''جس چیز کا بعینہ گناہ میں استعمال کیا جا رہا ہے اس کی خرید وفروخت مکروہ تحریمی ہوگی اور جس کا استعمال تبدیلی کے بعد گناہ میں ہو تو اس کی خرید وفروخت مکروہ تنزیہی ہے۔ اسی لئے فقہاء نے تمبا کو وغیرہ کی خرید وفروخت کو بھی منع فرمایا ہے:

''ويمنع من بيع الدخان وشربها''، تمباکو کی خرید وفروخت اور اس کا استعمال دونوں ممنوع ہیں (جدید فقہی مسائل ۱/ ۳۸۴، ۳۸۵)

لہٰذا بھانگ وافیون جیسی اشیاء سے جو مخدرات، منشیات اور مسکرات تیار کی جا رہی ہیں ان کو تیار کرنا اور ان کی خرید وفروخت حرام ٹھہرے گی، نفع بھی جائز نہ ہوگا۔

''وبناء عليه يكون تاجر المخدرات والمهرب والناقل وكل من ساعد فى تعاطيها أثما اثمًا عظيمًا ومرتكبًا حرامًا ومنكرًا شديدًا'' (الفقه الاسلامى وادلته ۷/ ۵۵۱۸)۔

''مخدرات کا تاجر اسمگلنگ کرنے والا، ادھر سے ادھر منتقل کرنے والا اور ہر وہ شخص جو اس کے استعمال میں معاون ہو وہ بہت بڑے گناہ اور حرام کا مرتکب ہوگا''۔

إن الأرباح التى يستفيد منها التجار والمتعاملون فى المخدرات كلها سحت وحرام (الفقه الاسلامى وادلته ۷/ ۵۵۱۸)

''وہ نفع جو مخدرات کے تاجر اور عامل حاصل کرتے ہیں وہ ناپاک اور حرام ہے''۔

۵- منشیات کے تیار کرنے اور کاروبار وغیرہ پر موت کی سزا

- شریعت میں کچھ سزائیں ایسی ہیں جو منصوص ہیں اور منصوص ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی مقدار، شکل اور نوعیت سب کچھ متعین ہے مثلاً حدود

وقصاص اور کچھ سزائیں ایسی ہیں جو منصوص تو ہیں لیکن ان کی مقدار وغیرہ متعین نہیں ہے بلکہ امام وقت یا حاکم وقت کی صوابدید پر ان کا مدار ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وتعزروہ وتوقروہ" (الفتح)۔

رہا یہ مسئلہ کہ کیا تعزیراً قتل کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ تو اس میں تقریباً سارے ہی فقہاء متفق نظر آتے ہیں کہ مجرم کو تعزیراً قتل کرنے کی بھی گنجائش ہے۔

صاحب الدر المختار فرماتے ہیں: "والتعزير ليس فيه التقدير، بل هو مفوض إلى رأي القاضي ويكون التعزير بالقتل" (در مختار مع الشامی ۶/ ۱۰۶،۱۰۷، مطبع زکریا)۔

"تعزیر کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے بلکہ وہ قاضی کی رائے کے سپرد ہے، اور تعزیر بذریعہ قتل بھی ہوسکتی ہے"۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

"من أصول الحنفية إن مالا قتل فيه عندهم مثل القتل بالمثقل والجماع في غير القبل إذا تكرر فللإمام أن يقتل فاعله، وكذلك له أن يزيد على حد المقدار إذا المصلحة في ذلك، وكان حاصله أن له ان يعزر بالقتل في الجرائم التي تعظمت بالتكرار وشرع القتل من جنسها" (شامی ۶/ ۱۰۷، مطبع زکریا)۔

"احناف کے اصول میں ہے کہ وہ چیزیں جن میں سزائے قتل کا ثبوت نہ ہوسکے جیسے قتل بالمثقل میں اور فرج کے علاوہ جماع کرنے میں، تو امام کے لئے اس کے فاعل کو قتل کرنے کی اجازت ہے۔ اسی طرح امام کو یہ بھی اجازت ہے کہ وہ حد مقرر پر اضافہ کردے اگر وہ اس میں مصلحت سمجھتا ہے۔ حاصل یہ کہ ان جرائم میں جن کی جنس میں قتل مشروع ہو اور ان کے بار بار ارتکاب سے ان جرائم کی سنگینی بڑھ جائے تو اس میں امام کے لئے جائز ہے کہ وہ مجرم کو تعزیراً قتل کردے"۔

اس عبارت میں اگرچہ "من جنسها" کی قید ہے یعنی اس جرم کی جنس میں قتل کشروع ہو لیکن آگے والی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قید اتفاقی ہے احترازی نہیں جیسا کہ اس بدعتی کا قتل کرنا جس سے بدعت کا فروغ ہو؛ حالانکہ بدعت کے جنس میں قتل شروع نہیں؛ معلوم ہوا کہ تعزیراً قتل دفع فساد، مصلحت عامہ اور امام کی صوابدید پر موقوف ہے۔

"إن للإمام قتل السارق سياسة: أي إن تكرر فيه" (شامی ۶/ ۱۰۷، مطبع زکریا)۔

"امام کے لئے سیاستاً چور کو قتل کرنے کی اجازت ہے جب بار بار چوری کرے"۔

"إن من تكرر الخنق منه في مصر قتل به سياسة لسعيه بالفساد، وعمل من كان كذلك يدفع شره بالقتل" (شامی ۶/ ۱۰۷، طبع زکریا)۔

"جو شخص شہر میں بار بار گلا گھونٹنے کا ارتکاب کرے اسے سعی بالفساد کی وجہ سے سیاستاً قتل کیا جائے گا۔ اور جو بھی ایسا ہو اس کے شر کے دفع کرنے کے لئے اسے قتل کیا جائے گا"۔

ان مواقع میں فقہاء کبھی "تعزیراً" اور کبھی لفظ "سیاستاً" استعمال کرتے ہیں اور دونوں کا مطلب ایک ہی ہوتا ہے جیسا کہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

"قلت: والظاهر ان السياسة والتعزير مترادفان، ولذا عطفوا أحدهما على الأخر لبيان التفسير" (شامی ۶/ ۲۰، طبع زکریا)۔

"سیاست اور تعزیر باہم مترادف ہیں، اسی لئے فقہاء ایک کو دوسرے پر بیان تفسیر کے طور پر عطف کردیتے ہیں"۔

لفظ سیاست سے عموماً آج کل کی گندی سیاست کی طرف ذہن چلا جاتا ہے حالانکہ اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس اعتبار سے کہہ سکتے ہیں کہ سیاست دو طرح کی ہوتی ہے:

"وهي نوعان: سياسة ظالمة فالشريعة تحرمها، وسياسة عادلة تخرج الحق من الظالم، وتدفع كثيرًا من الظالم وتردع أهل الفساد وتوصل إلى المقاصد الشرعية" (شامی ۶/ ۲۰، مطبع زکریا)۔

"سیاست کی دو قسمیں ہیں: ایک سیاست ظالمہ جس کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے، اور ایک سیاست عادلۃ جو ظالم سے حق دلائے، مظلوموں سے ظلم دفع کرے، فسادیوں کو تنبیہ کرے اور مقاصد شریعت تک پہونچائے"۔

ایسا نہیں ہے کہ تعزیرًا اور سیاسۃً سزا کا حکم کسی مخصوص جرم میں ہے بلکہ اس کا دائرہ بہت وسیع ہے، صاحب رد المحتار فرماتے ہیں:

"تنبيه أشار كلام الفتح إلى أن السياسة لا تختص بالزنا بل تجوز في جناية والرأي فيها إلى الإمام كقتل المبتدع يتوهم منه انتشار بدعته وإن لم يحكم بكفره" (شامی ۶/ ۲۰، مطبع زکریا)۔

(سیاستاً سزا صرف زنا کی حد تک ہی محدود نہیں؛ بلکہ ہر جرم میں جائز ہے، اور رائے اس میں امام کی معتبر ہے، جیسے اس بدعتی کو قتل کرنا جس کی بدعت پھیلنے کا اندیشہ ہو؛ اگر چہ اس کے کفر کا فتوی نہیں دیا جائے گا"۔

"المكابر بالظلم وقطاع الطريق وصاحب المكس وجميع الظلمة بأدنى شئ له قيمته وجميع الكبائر والأعونة والسعاة يباح قتل الكل ويثاب قاتلهم" (در مختار مع الشامی ۶/ ۱۰۹ ، ۱۱۰، طبع زکریا)۔

"ظلم کے ذریعہ سینہ زوری کرنے والے، ڈاکو، ناجائز ٹیکس وصولنے والے، معمولی باتوں پر ظلم ڈھانے والے، بڑے بڑے مجرم، ان کے معین ومددگار اور فتنہ پرور، ان سب کو قتل کرنا مباح ہے، اور ان کا قاتل ثواب پائے گا"۔

"ورد المحتار (قوله جميع الكبائر) اى أهلها والظاهر أن المراد بها المتعدي ضررها إلى الغير ... فيشمل كل من كان من أهل الفساد كالساحر وقاطع الطريق واللص واللوطي والخناق ونحوهم ممن عم ضرره ولا ينزجر بغير القتل" (شامی ۶/ ۱۱۰، طبع زکریا)۔

"جمیع الکبائر کا مطلب بڑے بڑے گناہ والے، اور مراد یہ ہے کہ ان گناہوں کا ضرر دوسروں تک متعدی ہو، لہٰذا اس میں فسادی، جادوگر، ڈاکو، عادی چور، لوطی، گلا گھونٹنے والا، اور ان کے علاوہ وہ لوگ شامل ہیں جن کا ضرر عام ہو اور وہ بغیر قتل کی سزا کے باز نہ آئیں"۔

صاحب احسن الفتاوی نے (جلد ۵ صفحہ ۵۲۰) میں جادوگر کو تعزیرًا قتل کئے جانے سے متعلق شامی کے حوالے سے بڑی تفصیلی بحث کی ہے، ہم اسے بغرض اختصار ترک کر رہے ہیں۔

اصل میں تعزیر اور سیاست کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دنیا سے فاسد مادے کو ختم کر دیا جائے؛ کیوں کہ یہ مقاصد شریعت میں سے ہے کہ دنیا میں امن وامان قائم رہے اور فاسد مادوں کا خاتمہ ہو۔

"فإن مدار الشريعة بعد قواعد الإيمان على حسم مواد الفساد لبقاء العالم" (شامی ۶/ ۲۰، طبع زکریا)۔

"شریعت کا مدار ایمان کی بنیادوں کے بعد فاسد مادوں کا خاتمہ ہے؛ تاکہ یہ عالم قیامت تک (اللہ تعالیٰ کے منصوبے کے مطابق) باقی رہے"۔

مذکورہ بالا حوالوں سے یہ معلوم ہوا کہ تعزیرًا مجرم کو قتل کیا جاسکتا ہے، اور منشیات کو تیار کرنا اور اس کا کاروبار کرنا اس وقت اس سے بڑا فتنہ وفساد اور کوئی نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ اس کے استعمال سے انسان انسانیت سے نکل کر جبلی طور پر حیوان بلکہ حیوانوں سے بدتر ہو جاتا ہے۔ اور یہ تیار کرنے والے اور کاروبار کرنے والے لوگ اس میں معین ومددگار ہوتے ہیں، لہٰذا حکومتوں کی طرف سے ایسے لوگوں کو سزائے موت دینے میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی فرماتے ہیں:

"اتفق الفقهاء على تعزير متناول المخدرات بدون عذر ... وأجاز فقهاء الحنفية والمالكية أن تكون عقوبة التعزير هي القتل ويسمونه القتل سياسة، وهذا يصلح دليلا أو مستندًا لما أفتى به بعض المفتين المعاصر من

اقتراح مشروع قانون يقضي بعقوبة متعاطي المخدرات بالإعدام شنقًا وفي ذلك توفير مؤبد أو رادع من قبل السلطة الحاكمة لكل من يتاجر بالمخدرات أو يتعاطاها أو يقوم بتهريبها'' (الفقه الاسلامی وادلتہ ۷/ ۵۵۲۰، ۵۵۱۹)۔

''بلا کسی عذر کے مخدرات کے استعمال کرنے والے کی تعزیر پر فقہاء متفق ہیں۔ فقہاء احناف و مالکیہ کہتے ہیں کہ تعزیزاً قتل کیا جاسکتا ہے اور انھوں نے اس کا نام قتل بالسیاسۃ رکھا ہے۔ اور اس میں دلیل اور سند ہے اس فتوے کی جس کو بعض معاصر مفتیوں نے دیا ہے اور وہ یہ کہ مخدرات کے استعمال کرنے والے کو پھانسی کی سزا کا قانون بنے، اور اس میں برسراقتدار حکومت کی طرف سے ہر اس شخص کے لئے دھمکی ہے جو مخدرات کی تجارت کرے، یا استعمال کرے یا اسمگلنگ کرے''۔

یہاں اگرچہ صراحتاً منشیات کے تاجروں کو قتل کرنے کی بات نہیں کہی گئی لیکن اشارہ صاف ہے؛ کیونکہ یہ لوگ فساد فی الارض کا سبب بن رہے ہیں اور ایسے لوگوں کو قتل کر ہی دینا چاہئے، علامہ ابن تیمیہ کی رائے بھی یہی ہے۔

''قال شيخ الاسلام ابن تيمية رحمة الله عليه: ومن لم يندفع فساده في الأرض إلا بالقتل قتل مثل المفرق لجماعة المسلمين الداعي للبدع في الدين ... وفي موضع اٰخر قال رحمه الله في تعليل القتل تعزيرًا مانصه: وهذا لأن المفسد كالصائل وإذا لم يندفع الصائل إلا بالقتل قتل'' (عربی مقالہ: ''ندوة عن خطر المخدرات على الفرد والجماعة'' د: الفهد العصيمي / والرائد: عثمان العساق، ص: ۷)۔

''شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زمین میں فساد پھیلانے والے کو اگر قتل کرنے سوا فساد دور کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہ ہو تو اس کو قتل کیا جائے گا۔ جیسے جماعۃ المسلمین میں تفرقہ پیدا کرنے والا جو دین میں داعی للبدعۃ ہو۔ ایک اور مقام میں تعزیزاً قتل کی علت بیان کرتے ہوئے (تمثیلاً) فرماتے ہیں کہ دراصل مفسد حملہ آور کی طرح ہوتا ہے اور جب حملہ آور قتل کے سوا دفع نہ ہو تو اسے قتل کر دیا جائے گا''۔

نشہ آور اشیاء کو تیار کرنے والے اور ان کا کاروبار کرنے والے بھی درحقیقت فساد فی الارض کا ذریعہ بنتے ہیں لہٰذا ایسے لوگوں کو بھی حکومتیں موت کی سزا دے سکتی ہیں۔

۶- منشیات کے استعمال اور کاروبار کے فروغ کا ذریعہ بننے والے کی سزا

اس سلسلے میں کوئی صریح حدیث تو بندہ کو نہیں مل سکی؟ کیوں کہ منشیات کا وجود ہی آپ علیہ السلام کے زمانے میں نہ تھا؛ البتہ ایسی حدیثیں ضرور ہیں جن پر قیاس کرتے ہوئے نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے وقت شر پھیلانے والے تقریباً نو افراد کے لئے سزائے موت کا حکم دیا جو اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے مجرم تھے۔

شریعت میں میدان جہاد میں راہب، پادری، کھوسٹ بوڑھے، عورت اور بچے کو قتل کرنے کی ممانعت ہے؛ لیکن اگر یہ لوگ اپنے لشکر کو حوصلہ دیں اور جنگی تدبیروں میں فروغ کا ذریعہ بن رہے ہوں تو ان کو بھی قتل کیا جائے گا (تفصیل کے لئے دیکھئے: بدائع ۶/ ۶۳ - ۶۴، مکتبہ دار الکتاب، دیوبند)۔

۷، ۸- عادت چھڑانے کے لئے بغرض علاج نشہ آور اشیاء کے استعمال کا حکم

عموماً اس طرح کے لوگوں کے لئے ایک بار ان اشیاء کو استعمال کرنے کے بعد واپسی ممکن نہیں ہوتی، تجربات اسی کی گواہی دیتے ہیں۔ فقہاء نے قلیل خمر و غیر مسکر کی حرمت بیان کرتے ہوئے یہ وضاحت فرمائی ہے: ''لأن القليل يفضي الى الكثير'' چوں کہ قلیل مقدار کثیر کی طرف مفضی ہے اس لئے خمر کی قلیل مقدار بھی حرام ہوگی، اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو یہ بات مخفی نہیں کہ جامد اشیاء مثل اسمیک وغیرہ سے نشہ کرنے والے کی لت بمقابلہ شراب اشد ہے اور جس نے بھی ایک بار اس کا استعمال کر لیا خواہ قلیل مقدار میں ہی ہو وہ اس کے چنگل میں اس طرح پھنستا ہے کہ واپس نہیں آتا جبکہ شراب میں ایسا نہیں ہے۔ لوگ ایسا ہی کہتے ہیں۔ واللہ اعلم

البتہ اگر یہ بات تحقیق سے ثابت ہو جائے کہ بتدریج اس کی عادت چھڑائی جاسکتی ہے تو بقدر ضرورت حالت اضطرار پر قیاس کرتے ہوئے ضرر اشد سے بچانے کے لئے ضرر اخف کو برداشت کیا جاسکتا ہے اور اس مقصد سے قلیل مقدار کی گنجائش ہوگی، یہ قیاس ہے، استحسان یہ ہے کہ بغرض علاج

بھی گنجائش نہ ہو، اور وہ اس طرح کہ یہاں پر علاج کی دو قسمیں کی جائیں: ایک ان چیزوں سے علاج جن کے ذریعہ علاج زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے، جیسے افیون وغیرہ کے ذریعہ علاج کہ نشہ کے عادی شخص کو بتدریج مقدار کم کر کے اس کی عادت کو چھڑایا جاسکتا ہے، اور دوسرے اس مقصد کے لئے اسمیک وغیرہ کا استعمال کہ اسمیک کی مقدار کم کر کے اس کی عادت چھڑانے کی کوشش کی جائے، قسم اول کی گنجائش ہے جیسا کہ حضرت تھانوی علیہ الرحمہ نے کئی سوالوں کے جوابات میں اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

سوال: افیون خوار ہر چند خوف خدا سے کوشش ترک کرنے کی چاہتا ہو مگر خوف ہلاکت اور سخت علالت سے جو اس تجربہ سے حاصل ہوا ہو مجبور ہو تو اب استعمال افیون دواءً ہے یا نہیں، اور ابن حجر کا جواز افیون خوری ایسی حالت میں ہے یا اور میں، اور رملی کا قول ''وقواعدنا لا تخالفه كذا في حاشية الشامي على الدر المختار'' سے کیا مطلب ہے؟

جواب: ابن حجر کا قول صحیح ہے مگر اس میں تصریح ہے کہ اجازت اس وقت ہے جب بالیقین مرجانے کا خوف ہو، اور اس میں یہ بھی ہے کہ اندک اندک اس کو کم کرنا شروع کرے اور یہ بھی ہے کہ اگر کم کرنے کی کوشش نہ کی تو یہ شخص آثم وفاسق ہے، بس سوال میں نہایت اختصار کیا گیا ہے جو مخل مقصود ہے۔ اور رملی کے قول کا مطلب یہ ہے کہ ابن حجر گو شافعی ہیں مگر ان کا یہ قول قواعد حنفیہ کے خلاف نہیں ہے۔ اس لئے قابل اتباع ہے۔

سوال: ضرورت مرض کے لئے جب اور ادویہ اثر نہ کرے تفتیر اور تخدیر یا سمیت سے کم افیون کا استعمال جائز ہے یا نہیں۔ ایسا ہی بھنگ کا استعمال جائز ہے یا نہیں، اور جائفل کا کیا حکم ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوی عزیزیہ میں افیون کی حلت وحرمت کو وجوہ ثلثہ معروضہ بالا میں منحصر فرما کر ان آثار سے کم استعمال کرنے کو حرام نہیں تحریر فرمایا۔ حضور شرف جواب سے جلد معزز فرمادیں۔

جواب: جو مقدار یا جو ترکیب فتور اور خدر اور ضرر سمیت سے خالی ہو اس طریق سے تینوں اشیاء مسئول عنہا کا استعمال جائز ہے جیسا کہ سوال میں محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔

سوال: افیون یا جوز بویا اور جاوتری کہ جو مخدرات ومفترات میں سے ہیں اگر کسی نسخہ مرکب میں ڈالی جائے اور اس کا اکلاً استعمال کیا جائے، آیا وہ شرعاً مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ ہر ایک میں ان میں سے مفرداً استعمال کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

جواب: ''في رد المحتار أما الجامدات فلا يحرم منها إلا الكثير المسكر ولا يلزم من حرمته نجاسته وفيه وهكذا يقال في غيره من الأشياء الجامدة المضرة في العقل أو غيره يحرم تناول القدر المضر منها دون القليل النافع''۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر وہ مرکب نسخہ مسکر ومفتر نہ ہو تو کھانا حلال ہے'' (امداد الفتاوی ۴/۲۰۶-۲۰۷، مکتبہ ادارہ تالیفات اولیاء، دیوبند)۔

جبکہ قسم ثانی کے جواز میں دو وجوہ سے کلام ہے: اول اس لئے کہ اسمیک وغیرہ کی لت ہماری معلومات کی حد تک کبھی چھوٹتی نہیں ہے تو پھر ایسے شخص کے علاج سے فائدہ ہی کیا ہے۔

ثانیاً: اس لئے کہ بغرض علاج اگر اجازت دی گئی تو خرید وفروخت وغیرہ کی اجازت ناگزیر ہوگی تاکہ اسمیک وہیروئن کو مہیا کر کے مبتلی بہ کو بغرض دوا دی جائیں؛ اس لئے خرید وفروخت اور ان اشیاء کے تیار کرنے کے دروازے کھلیں گے جو کسی طرح بھی جائز نہیں۔

لہٰذا نشہ آور اشیاء میں علاج کی غرض سے افیون، بھنگ وغیرہ کی تو گنجائش ہوگی (کیوں کہ اس کی بیع بھی درست ہے) یعنی افیون وغیرہ میں بندہ اسی رائے کی تقلید کرتا ہے جو رائے حضرت تھانویؒ، مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، مفتی رشید احمد صاحبؒ لدھیانوی اور مولانا یوسف صاحبؒ لدھیانوی کی ہے؛ لیکن اسمیک وہیروئن وغیرہ کا استعمال مقصدِ علاج کے لئے بھی ممنوع اور حرام رہے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

☆☆☆

نشہ آور اشیاء

ڈاکٹر محمد شاہجہاں ندوی

شریعت نے نشہ کی بنیاد پر صرف شراب وخمر کے عنوان سے معروف ومتعارف سیال چیز اور مادے پر ہی حرمت کا حکم نہیں لگایا ہے بلکہ نشہ پائے جانے کی بنیاد پر ہر اس شیٔ کو حرام قرار دیا ہے جس کے استعمال سے نشہ پیدا ہو، خواہ وہ سیال مشروب ہو، جس کو پانی کی طرح پیا جائے، یا کسی چیز میں لگا کر اور مل کر استعمال کیا جائے، یا جامد مادہ ہونے کی بنا پر کھانے کی صورت میں استعمال ہو، خواہ وہ جامد مادہ نباتات وغیرہ کی شکل میں ہو یا کسی دوسری شکل میں ہو۔

چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''کل مسکر خمر، وکل خمر حرام'' (صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۰۰۳)۔ ہر نشہ آور شیٔ شراب ہے اور ہر شراب حرام ہے۔

چنانچہ اس حدیث سے واضح ہے کہ ہر نشہ آور مادہ خواہ سیال ہو یا جامد اس کا استعمال حرام ہے۔

اور حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کل مسکر حرام'' (صحیح البخاری حدیث نمبر: ۴۳۴۳)۔ ہر نشہ آور مادہ حرام ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إن اللہ حرم علیکم الخمر، والمیسر، والکوبة، وقال: کل مسکر حرام'' (مسند احمد، حدیث نمبر ۲۶۲۵، اور اس کی اسناد صحیح ہے) (اللہ تعالیٰ نے تم پر شراب، جوا اور ڈھول کو حرام قرار دیا ہے، اور فرمایا، ہر نشہ آور شیٔ حرام ہے)۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

''کل مسکر حرام، وما أسکر منه الفرق فملٔ الکف منه حرام'' (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر ۳۶۸۹، اور اس کی سند صحیح ہے)۔ (ہر نشہ آور مادہ حرام ہے، اور جس چیز کا (ایک فرق) یعنی بڑی مقدار نشہ کرے تو اس کی ہتھیلی بھر مقدار بھی حرام ہے)۔

اور حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ما أسکر کثیرہ فقلیله حرام'' (سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۳۶۸۳)۔ (جس چیز کی بڑی مقدار نشہ پیدا کرے، اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے)۔

ذکر کردہ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ ہر نشہ آور شیٔ خواہ سیال ہو یا جامد، خمر کے حکم میں شامل ہو کر حرام ہے، چنانچہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ ''کل مسکر حرام'' (ہر نشہ آور شیٔ حرام ہے) کی شرح میں تحریر کرتے ہیں: ''هذا لا خلاف فيه'' (الإمام بدر الدين أبو محمد محمود بن أحمد عيني، عمدة القاری ۱۲/ ۳۱۴، ط: دار الفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۸ء)۔ (ہر نشہ آور شیٔ کے حرام ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے)۔ اور شیخ خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں: ''کل مسکر من الأشربة وغيرها إذا بلغ حد الإسکار ''خمر'' أی فی حکم الخمر، وهو حرمتها'' (الشیخ خلیل أحمد السهارنفوری بذل المجهود کتاب الأشربة، باب ما جاء فی السکر ۱۴/ ۱۴، ط: دار الکتب العلمية، بیروت)۔

(ہر نشہ آور شیٔ خواہ مشروب سے ہو یا غیر مشروب سے جبکہ نشہ پیدا کرنے کی حد کو پہنچ جائے، تو وہ شراب یعنی شراب کے حکم میں ہے، اور وہ اس کا حرام

ہوتا ہے)۔

اور دوسری جگہ تحریر کرتے ہیں: ''إن كان ما أسكر خمرًا فقليله حرام لكونه خمرا، وهي نجسة العين، وأما ما عدا الخمر فحرمة القليل مبنية على ان قليله داع إلى الكثير، أو إذا شرب للتلهي والمعصية'' (سابق مرجع ۱۶/۱۶)۔

(اگر نشہ آور شئ خمر ہو، تو اس کی قلیل مقدار حرام ہے، اس لیے کہ وہ خمر ہے اور وہ ناپاک ہے، اور بہر حال خمر کے علاوہ میں قلیل کی حرمت اس بات پر مبنی ہے کہ اس کی قلیل مقدار کثیر مقدار کی محرک ہے، یا اس صورت پر محمول ہے کہ غفلت، تفریح، دل بہلانے اور معصیت کی خاطر پیئے)۔

اور ''الدر المختار'' میں ہے: ''وقال محمد: ما أسكر كثيره فقليله حرام''۔

(جس شئ کی کثیر مقدار نشہ پیدا کرے تو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے)۔

اور اس کی شرح میں علامہ شامی تحریر کرتے ہیں:

''الظاهر أن هذا خاص بالأشربة المائعة دون الجامد كالبنج والأفيون، فلا يحرم قليلها بل كثيرها المسكر، وبه صرح ابن حجر في التحفة وغيره، وهو مفهوم من كلام أئمتنا، لأنهم عدوها من الأدوية المباحة وإن حرم السكر منها بالاتفاق'' (ابن عابدين محمد أمين بن عمر بن عبدالعزيز بن أحمد ۱۲۵۲ھ، رد المحتار كتاب الأشربه ۱۰/ ۳۷، ط: ۱، دار الكتب العلمية، بيروت ۱۴۱۵ھ /۱۹۹۴ء)۔

(بظاہر امام محمد کا یہ قول سیال مشروب کے ساتھ خاص ہے، نہ ہر جامد مادہ کے ساتھ، جیسے بھانگ اور افیم، چنانچہ اس کی قلیل مقدار حرام نہیں بلکہ اس کی نشہ آور کثیر مقدار حرام ہے، اور اسی کی صراحت ابن حجر شافعی نے ''تحفۃ المحتاج'' اور اس کے علاوہ دیگر کتابوں میں کی ہے، اور یہی ہمارے ائمہ کے کلام سے سمجھا جاتا ہے، اس لیے کہ انہوں نے اسے یعنی بھانگ وغیرہ کو مباح دواؤں میں سے شمار کیا ہے، اگر چہ بالاتفاق اس کی نشہ آور مقدار حرام ہے)۔

تنویر الأبصار اور الدر المختار میں ہے: ويحرم أكل البنج والحشيشة وهي ورق القنب والأفيون، لأنه مفسد للعقل، ويصد عن ذكر الله وعن الصلاة لكن دون حرمة الخمر، فإن أكل شيئا من ذلك لا حد عليه، وإن سكر منه، بل يعزر بما دون الحد كذا في الجوهرة (التنوير مع الدر ۱۰/ ۴۰، ۴۱)۔

(اور بھانگ اور حشیش اور یہ قنب (پٹ سن) کا پتہ ہے، اور افیم کا کھانا حرام ہے، اس لیے کہ یہ عقل کو بگاڑنے والی ہے اور اللہ کی یاد اور نماز سے روکتی ہے، لیکن اس کی حرمت شراب کی حرمت سے کم ہے، سو اگر اس میں سے کسی شئ کو کھائے، تو اس پر حد نہیں ہے، اگر چہ اس سے نشہ میں مبتلا ہوجائے، بلکہ حد سے کمتر کے ذریعہ اس کی تعزیر کی جائے گی، ایسے ہی ''الجوہرۃ'' میں ہے)۔

اور علامہ شامی نے وإن سکر کی شرح میں لکھا ہے:

لأن الشرع أوجب الحد بالسكر من المشروب لا المأكول (رد المحتار ۱۰/ ۴۱)۔

(اس لیے کہ شریعت نے مشروب میں سے نشہ آور مقدار کے استعمال کی وجہ سے حد واجب کی ہے، نہ کہ کھائی جانے والی چیز کی نشہ آور مقدار کی وجہ سے)۔

اور علامہ ابن القیم تحریر کرتے ہیں: ''إن الخمر يدخل فيها كل مسكر: مائعا كان أو جامدًا، عصيرا أو مطبوخا، فيدخل فيها لقمة الفسق والفجور أي الحشيشة، لأن هذا كله خمر بنص رسول الله صلى الله عليه وسلم الصحيح الصريح الذي لا مطعن في سنده ولا إجمال في متنه، إذ صح عنه قوله: ''كل مسكر خمر''، وصح عن أصحابه رضي الله عنهم، الذين هم أعلم الأمة بخطابه ومراده، بأن الخمر ما خامر العقل، على أنه لو لم يتناول لفظه، صلى الله عليه وسلم، كل مسكر، لكان القياس الصحيح الصريح الذي استوى فيه الأصل والفرع من كل وجهة، حاكما بالتسوية بين أنواع المسكر، فالتفريق بين نوع ونوع، تفريق بين متماثلين من جميع الوجوه'' (ابن القيم الجوزية، شمس الدين أبو عبدالله محمد بن أبي بكر الزرعي الدمشقي ۷۵۱ھ، زاد المعاد فصل ذكر أحكامه صلى الله عليه وسلم في البيوع ۵/ ۷۴۲، ۷۴۹، بتصرف يسير، ط:

۲۷۔ الرسالۃ، بیروت ۱۴۱۵ھ، ۱۹۹۴م)۔

(یقیناً خمر میں ہر نشہ آور مادہ داخل ہے خواہ سیال ہو یا جامد، رس ہو یا پکا ہوا، چنانچہ اس میں فسق و فجور کا لقمہ یعنی حشیش بھی داخل ہے، اس لیے کہ یہ سب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی صحیح اور صریح نص کی بنا پر خمر ہے، جس کی سند میں کوئی طعن نہیں ہے اور نہ ہی اس کے متن میں کوئی ابہام ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قول صحیح طور پر ثابت ہے کہ ''ہر نشہ آور مادہ خمر ہے'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے جو آپ کے کلام اور مراد کو امت میں سب سے زیادہ جاننے والے ہیں، صحیح طور سے ثابت ہے کہ شراب وہ ہے جو عقل کو ڈھانپ لے، اسی کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ ''ہر نشہ آور شئی'' کو شامل نہ ہوتا، تو بھی صحیح اور صریح قیاس جس میں اصل و فرع ہر پہلو سے برابر ہیں، نشہ آور مادہ کی ساری قسموں کے درمیان برابری کا فیصلہ کرتا، لہٰذا ایک قسم اور دوسری قسم کے درمیان تفریق کرنا، تمام پہلوؤں سے دو ہم مثل کے درمیان تفریق کرنا ہے)۔

اور علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: ''إن الحشیشة حرام یحد متناولها کما یحد شارب الخمر، وهی أخبث من الخمر من جهة أنها تفسد العقل والمزاج، حتی یصیر فی الرجل تخنث ودیاثة، وغیر ذلك من الفساد، وأنها تصد عن ذکر الله، وعن الصلاة، وهی داخله فیما حرمه الله ورسوله من الخمر والمسکر لفظا أو معنی'' (السیاسة الشرعیة، الفصل السادس: حد شرب الخمر ۱/ ۱۳۷، بتصرف یسیر، ط: دار المعرفة، بیروت)۔

(بلاشبہ حشیش حرام ہے، اسے استعمال کرنے والے پر اسی طرح حد جاری کی جائے گی جس طرح شراب پینے والے پر حد جاری کی جاتی ہے، اور وہ ''خمر'' سے زیادہ خبیث ہے، اس پہلو سے کہ وہ عقل و مزاج کو بگاڑ دیتی ہے، یہاں تک کہ مرد کے اندر ہیجڑا پن اور بے غیرتی پیدا ہو جاتی ہے، اور اس کے علاوہ دیگر فساد کا شکار ہو جاتا ہے، اور وہ اللہ کی یاد اور نماز سے روکتی ہے، اور یہ خمر اور نشہ آور مادہ لفظی اعتبار سے یا معنوی لحاظ سے داخل ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے)۔

خلاصہ یہ کہ شرعی اصطلاح میں ہر نشہ آور مادہ خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے اور ہر نشہ آور شئی کی حرمت پر علماء اسلام کا اتفاق ہے خواہ وہ نشہ آور شئی سیال ہو یا جامد، البتہ جامد نشہ آور کے نجس و ناپاک ہونے اور استعمال کرنے والے پر حد جاری ہونے اور تھوڑی مقدار کھانے کے جواز میں اختلاف ہے، چنانچہ قرافی کا خیال ہے کہ وہ نجس نہیں، اور اس میں حد نہیں ہے، اور تھوڑی مقدار میں اس کا استعمال جائز ہے (تفصیل کے لیے دیکھئے: الفروق، الفرق الأربعون بین قاعدة المسکرات، وقاعدة المرقدات، وقاعدة المفسدات ۱/ ۳۷۴، ط: دار الکتب العلمیة، بیروت ۱۹۱۸-۱۹۹۸م)۔

جبکہ ابن تیمیہ کی رائے ہے کہ حشیش ناپاک ہے اور خواہ قلیل مقدار میں استعمال کرے یا کثیر مقدار میں، اور چاہے نشہ پیدا ہو یا نہ ہو ہر حال میں استعمال کرنے والے پر حد جاری ہوگی (تفصیل کے لیے دیکھئے ''الفتاوی الکبری'' ۳/ ۴۲۴، ط: ۱، دار الکتب العلمیة بیروت ۱۴۰۸ھ، ۱۹۸۷م)۔

اور یہی حکم ان کے نزدیک افیم وغیرہ نشہ آور منشیات کا ہے، جبکہ بھانگ سے اگر نشہ نہ پیدا ہو بلکہ صرف عقل غائب ہو تو اس میں ان کے نزدیک تعزیر ہے۔

اور ابن حجر ہیثمی کے نزدیک الحشیشة والأفیون والشیکران وجوزة الطیب فهذه کلها مسکرة'' (الزواجر عن الکبائر ۱/ ۱۷۲، ۱۷۳)۔ (حشیش، افیم، بھانگ اور جائفل یہ سب نشہ آور ہیں)۔

حاصل یہ کہ مخدرات و منشیات اگر چہ جامد ہیں لیکن نشہ آور ہیں اور سیال نشہ آور مادہ کی طرح بلکہ اس سے زیادہ استعمال کرنے والے پر اثر ڈالتی ہیں لہٰذا سیال نشہ آور مادہ کی طرح وہ بھی حرام ہیں، اسی لیے علامہ شمس الحق عظیم آبادی نے لکھا ہے:

ولم یفرق علیه الصلاة والسلام بین نوع ونوع ککونه مأکولا أو مشروبا (العلامة أبو الطیب محمد شمس الحق العظیم آبادی، عون المعبود کتاب الأشربة، باب ماجاء فی السکر ۱۰/ ۱۱۱، ط: دار الفکر، بیروت ۱۴۲۳ھ، ۲۰۰۲م)۔

(اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قسم اور دوسری قسم کے درمیان جیسے کھائی جانے والی یا پی جانے والی چیز ہونے کے درمیان فرق نہیں کیا ہے)۔

۲- ضرورت یا حاجت شدیدہ کی بنا پر علاج و معالجہ کے علاوہ میں نشہ آور اشیاء کا استعمال اور اس سے استفادہ حرام ہے، لہٰذا نشہ آور اشیاء کا جسم کے

اندر انجکشن وغیرہ کے ذریعہ پہنچانا حرام ہے، کیونکہ پیچھے ذکر کردہ احادیث شریفہ سے پتہ چلتا ہے کہ حرام ہونے کے لیے سیال مشروب ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ سیال ہو یا جامد، نچوڑا ہوا ہو یا پکا ہوا اگر نشہ آور ہے تو وہ حرام ہے۔

خلاصہ یہ کہ نشہ آور اشیاء کی حرمت ''سکر ونشہ'' کی وجہ سے ہے، لہٰذا اس کا استعمال خواہ انجکشن کے ذریعہ ہو یا چبا کر ہو یا دھواں پہنچانے کے ذریعہ ہو، ہر حال میں حرام ہے، کیونکہ علت حرمت ہر حالت میں موجود ہے، اور ہر صورت میں اخلاقی گراوٹ، صحت کو ضرر لاحق کرنے کا ذریعہ اور عقل کے لیے نقصان دہ اور ضرر رساں ہے۔

۳- بھانگ وافیم اور ان جیسی دیگر اشیاء جن کا غالب استعمال معصیت میں ہوتا ہے، ان کی کاشت اور خرید وفروخت ناجائز ہے، کیونکہ وہ حرام کا ذریعہ ہیں، نیز معصیت پر مدد ہونے کی بنا پر معصیت ہیں، اسی کے ساتھ حرام کے ذریعہ کی کاشت، کاشتکار کی طرف سے اس بات کی صریح رضامندی ہے کہ لوگ اس کا استعمال کریں، اور اس کی تجارت کریں، اور برائی یا معصیت پر راضی ہونا، برائی یا معصیت شمار ہوتی ہے، حضرت بریدہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إن من حبس العنب أيام القطاف حتى يبيعه ممن يتخذه خمرا، فقد تقحم النار'' (أخرجه الطبراني في الأوسط رقم ۵۳۵۶، وهو حديث منكر) (یقیناً کٹائی وتوڑائی کے زمانہ میں جو انگور روک لے تاکہ وہ اسے اس شخص کے ہاتھ فروخت کرے جو اس سے شراب بنائے، سو اس نے خود کو جہنم میں داخل کرلیا)۔

عقلاً ذہن سے یہ بات قریب ہے کہ شراب پینے والا ملعون ہو، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید نو اشخاص پر لعنت بھیجی ہے، چنانچہ حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لعن الله الخمر، وشاربها وساقيها وبائعها ومبتاعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة إليه وآكل ثمنها'' (سنن أبي داؤد، حديث نمبر ۳۶۷۶، والمستدرك للحاكم حديث نمبر ۲۲۳۵، ومسند أحمد حديث نمبر ۵۷۱۶، اور اس کی سند صحیح ہے)۔

(اللہ تعالیٰ نے شراب، اس کے پینے والے، اس کے پلانے والے، اسے فروخت کرنے والے، اس کے خریدار، اس کے نچوڑنے والے اور نچڑوانے والے، اس کے ڈھونے والے اور جس کے پاس ڈھو کر لے جایا جائے اور اس کے دام کھانے والے پر لعنت کی ہے)۔

اور ''الدر المختار'' اور ''رد المحتار'' میں ہے: ''ويحرم أكل البنج والحشيشة، والبنج شيكران يصدع ويسبت ويخلط العقل، والمسبت: الذي لايتحرك، والأفيون لأنه مفسد للعقل، ويصد عن ذكر الله وعن الصلاة وكذا تحرم جوزة الطيب ونقل عن الجامع وغيره أن من قال بحل البنج والحشيشة فهو زنديق مبتدع، بل قال نجم الدين الزاهدي إنه يكفر ويباح قتله ومثل الحشيشة في الحرمة جوزة الطيب'' (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الأشربة ۱۰/ ۴۲، ۴۰)۔

(اور بھانگ اور حشیش کا کھانا حرام ہے اور بھانگ کو عربی میں ''شیکران'' کہتے ہیں یہ دردسر میں مبتلا کرتی ہے اور بے حس وحرکت کردیتی ہے اور عقل کو بگاڑ دیتی ہے، اور ''مسبت'' اس شخص کو کہتے ہیں جو بے حس وحرکت ہوجائے، اور افیم کا استعمال بھی حرام ہے اس لیے کہ یہ عقل میں خرابی پیدا کرتی ہے اور اللہ کی یاد اور نماز سے روک دیتی ہے اور ایسے ہی جائفل بھی حرام ہے، اور ''جامع الفتاوی'' سے نقل کیا گیا ہے کہ جو بھانگ اور حشیش کی حلت کی بات کرے، تو وہ بے دین اور بدعتی ہے بلکہ نجم الدین زاہدی نے فرمایا کہ اس کی تکفیر کی جائے گی اور اس کا قتل مباح ہوگا، اور حشیشہ کے مثل حرمت میں جائفل ہے)۔

اور جب ان اشیاء کا استعمال حرام ہے تو ان کی کاشت اور خرید وفروخت بھی ناجائز ہوگی، لیکن ''التنویر'' اور اس کی شرح ''الدر المختار'' میں ہے:

''وصح بيع غير الخمر'' مما مر، ومفاده صحة بيع الحشيشة والأفيون قلت: وقد سئل ابن نجيم عن بيع الحشيشة هل يجوز؟ فكتب لايجوز، فيحمل على أن مراده بعدم الجواز عدم الحل'' (التمرتاشي محمد بن عبدالله الغزي الحنفي ۱۰۰۴ھ، تنوير الابصار مع الدر المختار كتاب الاشربة ۱۰/ ۳۵، ط: ۱، دار الكتب العلمية، بيروت ۱۴۱۵ھ، ۱۹۹۴م)۔

(گزرے ہوئے مشروب میں سے "خمر" کے علاوہ کی بیع صحیح ہے، اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ حشیش اور افیم کی بیع صحیح ہو، میں کہتا ہوں کہ ابن نجیم سے حشیش کی بیع کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا وہ جائز ہے؟ تو انہوں نے لکھا کہ جائز نہیں ہے، تو یہ اس بات پر محمول ہے کہ عدم جواز سے ان کی مراد (عدم صحت نہیں بلکہ عدم حلت ہے) اور اس کی شرح میں علامہ شامی رقم طراز ہیں: "قوله: عدم الحل أي لقيام المعصية بعينها وذكر ابن الشحنة أنه يؤدب" (رد المحتار کتاب الأشربة ۱۰/ ۳۵)۔ (شارح کا قول: عدم جواز سے عدم حلت مراد ہے کیونکہ اس کی ذات کے ساتھ معصیت قائم ہے (لہذا اس کی بیع حلال نہ ہوگی اگر چہ حرام ہونے کے باوجود بیع صحیح ہو جائے گی) اور ابن شحنہ نے ذکر کیا ہے کہ بیچنے والے کی تعزیر کی جائے گی)۔

البحر میں ہے: وشمل أيضا من غاب عقله بأكل الحشيش فطلق، وهو المسمى بورق القنب، وقد اتفق على وقوع طلاقه فتوى مشائخ المذهبين الشافعية، والحنفية لفتواهم بحرمته وتأديب باعته، حتى قالوا: من قال بحله، فهو زنديق، كذا في المبتغى بالمعجمة، وتبعه المحقق ابن الهمام في فتح القدير، وممن صرح بحرمة الحشيش، والبنج، والأفيون، الحدادي في الجوهرة في آخر الأشربة، وصرح بتعزير آكله (زين الدين ابن ابراهيم بن نجيم، المعروف بابن نجيم المصري ۹۷۰ھ، البحر الرائق، کتاب الطلاق ۳/ ۲۲۲، ط:)۔

(اور یہ طلاق واقع ہونے کا قول اس شخص کو بھی شامل ہے، جس کی عقل "حشیش" کھانے سے غائب ہو جائے، اور وہ طلاق دے بیٹھے، اور حشیش کا نام ورق قنب (سن کا پتہ بھی) ہے، اور دونوں مذہب کے مشائخ یعنی شافعیہ اور حنفیہ کا فتوی اس کی طلاق واقع ہونے پر متفق ہے، کیونکہ وہ اس کے حرام ہونے اور اس کے بیچنے والے کی تعزیر کا فتوی دیتے ہیں، یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ جو اس کے حلال ہونے کی بات کرے وہ بے دین ہے، ایسے ہی (مبتغی میں ہے، اور جنہوں نے حشیش، بھانگ اور افیم کی حرمت کی صراحت کی ہے، ان ہی میں سے "حدادی" ہیں، جنہوں نے الجوهرة النيرة کی کتاب الأشربة کے اخیر میں اس کی صراحت کی ہے، اور اس کے کھانے والے کی تعزیر کی بھی صراحت کی ہے)۔

نیز "البحر" ہی میں ہے: وهو صريح في حرمة البنج والأفيون لا للدواء (سابق مرجع ۳/ ۲۲۲)۔

• (اس میں بھانگ اور افیم کی حرمت کی صراحت ہے، جبکہ دوا کے طور پر نہ ہو)۔

اور علامہ شامی تحریر کرتے ہیں: بل الصواب أن مراد صاحب الهداية وغيره إباحة قليلة للتداوي ونحوه، ومن صرح بحرمته أراد به القدر المسكر منه، يدل عليه ما في غاية البيان عن شرح شيخ الاسلام أكل قليل السقمونيا والبنج مباح للتداوي، وما زاد على ذلك إذا كان يقتل أو يذهب العقل حرام... إلخ۔ فهذا صريح فيما قلناه مؤيد لما سبق، بحثناه من تخصيص ما مر من أن ما أسكر كثيره حرم قليله بالمائعات، وهكذا يقول في غيره من الأشياء الجامدة المضرة في العقل أو غيره: يحرم تناول القدر المضر منها دون القليل النافع، لأن حرمتها ليست لعينها، بل لضررها (رد المحتار، کتاب الأشربة ۱۰/ ۴۰)۔

(بلکہ درست بات یہ ہے کہ صاحب ہدایہ وغیرہ کی تھوڑی مقدار میں بھانگ کی اباحت سے مراد علاج و معالجہ وغیرہ کے طور پر ہے، اور جنہوں نے اس کی حرمت کی صراحت کی ہے، انہوں نے اس سے نشہ آور مقدار مراد لی ہے، اس پر وہ قول دال ہے جو غایۃ البیان میں شیخ الاسلام کی شرح سے منقول ہے کہ تھوڑی سقمونیا (ایک بوٹی جو مسہل) دینے کے لیے استعمال کی جاتی ہے اور بھانگ علاج کے لیے مباح ہے، اور جو اس پر زائد ہو، اگر مہلک ہو یا عقل کو ختم کر دے، تو وہ حرام ہے، اور یہ اس قول کے سلسلہ میں صریح ہے جو ہم نے کہی، اور اس بحث کی مؤید ہے جو ہم نے کی، یعنی اس تخصیص کی مؤید ہے جو گزری کہ جس چیز کی کثیر مقدار نشہ آور ہو، اس کی قلیل مقدار حرام ہے، یہ سیال مادے کے ساتھ خاص ہے، اور ایسے ہی اس کے علاوہ عقل وغیرہ کے لیے ضرر رساں جامد اشیاء کے بارہ میں کہتے ہیں کہ اس کی ضرر رساں مقدار کا استعمال حرام ہے نہ کہ نفع بخش قلیل مقدار کا، اس لیے کہ اس کی حرمت اس کی ذات کی بنا پر نہیں ہے، بلکہ اس کے ضرر کی وجہ سے ہے)۔

ان فقہی نقول سے واضح ہے کہ عام حالتوں میں بھانگ اور افیم وغیرہ کی کاشت اور خرید و فروخت جائز نہیں ہے، البتہ دوا کے لیے گنجائش ہے،

اسی لیے میری رائے ہے کہ حکومت کی اجازت سے علاج ومعالجہ کے بقدر اگر افیم وغیرہ کی کھیتی کرے اور عطار اور دوا فروش کے علاوہ کسی سے فروخت نہ کرے، تو اتنی مقدار میں کاشت کی گنجائش ہوگی۔

بھانگ وافیم جیسی اشیاء سے تیار کردہ منشیات ومسکرات جیسے ہیروئن اور کوکین وغیرہ، ان کو تیار کرنا اور خرید وفروخت کرنا دونوں ناجائز ہیں، کیونکہ یہ حرام ومعصیت کا ذریعہ ہونے کی بنا پر حرام ومعصیت ہیں، جب منشیات کا استعمال حرام ہے کیونکہ انسان کو دینی، عقلی، جسمانی اور اخلاقی اعتبار سے آہستہ آہستہ ناکارہ بنادیتی ہے، اور عقل کو بگاڑ دیتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز وعبادات سے غافل کردیتی ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح نشہ آور اشیاء سے منع فرمایا ہے، اسی طرح اعضاء وجوارح میں فتور پیدا کرنے والی اشیاء اور ان کو سن اور بے حواس کرنے والی چیزوں سے بھی منع فرمایا ہے، چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر ومفتر (سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۳۶۸۸، ومسند احمد حدیث نمبر ۲۶۶۳۴، اور اس کی تخریج کرنے والوں کا کہنا ہے کہ یہ حدیث ومفتر کے لفظ کے علاوہ صحیح لغیرہ ہے)۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور اور اعضاء وجوارح میں فتور پیدا کرنے والی چیز سے منع فرمایا)۔

اور منشیات کی تجارت چونکہ اس کے روز افزوں رواج پذیر ہونے کا ذریعہ ہے، جس کی بنا پر نئی نسل تباہی وبربادی کے راستہ پر جارہی ہے، اور اس کے اخلاق تباہ ہورہے ہیں اور ان کے اندر روایات واقدار سے روگردانی عام ہورہی ہے، اور امت کا قیمتی سرمایہ ''نوجوان'' نسل کے ناکارہ ہونے کی وجہ سے اس کی معیشت تباہی کی راہ پر گامزن ہے، اور وہ دوسری امتوں کے مقابلہ میں کمزور پڑ رہی ہے، اور اس کا وجود لڑکھڑا کر رہ گیا ہے، اور اس کا بنیادی ڈھانچہ متزلزل ہوگیا ہے، جس کی بنا پر وہ پسماندگی کی راہ پر گامزن ہوگئی ہے، لہٰذا منشیات کی تیاری اور خرید وفروخت شرعاً حرام ہے، کیونکہ یہ ان اشیاء کے استعمال کے وسائل قریبہ میں سے ہے، جن کے لیے مقاصد کا حکم ہے، چنانچہ اس طرح کے وسائل کو ختم کرنا مختلف قوتوں کے ساتھ لازم ہے، اس لیے کہ تاجر منشیات اپنی تجارت کے ذریعہ منشیات کے رواج اور اس کے استعمال کو آسان بناتا ہے، لہٰذا اس کا ثمن حرام ہے، اور اس سے حاصل شدہ مال باطل مال ہے، اور اس کو تیار کرنا گمراہی ہے، اور اس کی تجارت معصیت پر تعاون ہے، اور اس کی خرید وفروخت باطل ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وتعاونوا على البر والتقوى، ولا تعاونوا على الاثم والعدوان، واتقوا الله إن الله شديد العقاب (المائدہ: ۲)۔

تم نیکی اور تقویٰ کے کام میں تعاون کرو، اور ظلم وزیادتی میں تعاون نہ کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو اللہ سخت پاداش دینے والا ہے)۔

خلاصہ کلام یہ کہ شراب کی خرید وفروخت کی ممانعت اور اس کے باطل ہونے کا حکم منشیات کو بھی شامل ہے کیونکہ یہ خبائث میں سے ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

۵- اس قسم کی تیز نشہ آور اشیاء کی تیاری اور کاروبار کی بنا پر منشیات کا استعمال بہت بڑھ گیا ہے، جس کی بنا پر نئی نسل کی ایک بڑی تعداد معاشرہ کا ناکارہ اور مفلوج واپاہج جز بن کر رہ گئی ہے، جو ہر وقت اسی کے نشہ میں مست ددھت رہتی ہے، اور اپنی گرفت جسم، عقل اور قویٰ پر کھودیتی ہے، اور اس طرح امت کا قیمتی سرمایہ نوجوان نسل کے کمزور پڑنے اور بگاڑ کا شکار ہونے کی بنا پر پوری امت کمزوری اور بگاڑ کا نشانہ بن کر رہ جاتی ہے، چنانچہ سیاست شرعیہ کے طور پر تعزیراً اس طرح کے کاروبار پر موت کی سزا دینے کی شریعت اسلامیہ میں گنجائش ہے۔

الدر المختار میں ہے: ويكون التعزير بالقتل (الدر المختار كتاب الحدود، باب التعزير ۶/ ۱۰۷)۔
(اور قتل کے ذریعہ بھی تعزیر ہوتی ہے)۔

اور علامہ شامی تحریر کرتے ہیں: وكان حاصله أن له أن يعزر بالقتل اى الجرائم التى تعظمت بالتكرار، وشرع القتل فى جنسها (رد المحتار، كتاب الحدود، باب التعزير ۶/ ۱۰۷)۔

اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام کو حق ہے کہ ان جرائم کے سلسلہ میں قتل کے ذریعہ تعزیر کرے جو مکرر ہونے کے سبب سنگین ہوں، اور اس کی جنس کے سلسلہ میں قتل مشروع ہو)۔

اور تنویر الأبصار اور الدر المختار میں ہے: للإمام قتل السارق سياسة لسعيه في الأرض بالفساد، وهذا إن عاد، وأما قتله ابتداءً فليس من السياسة في شئ (التنوير مع الدر المختار، كتاب السرقة، قبيل باب كيفية القطع ۶/۱۶۹)۔

امام کو تعزیراً چور کو قتل کرنے کا حق ہے اس کے زمین میں فساد برپا کرنے کی وجہ سے اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ وہ بار بار چوری کرے، رہا ابتداءً اس کا قتل کرنا تو اس کا سیاست شرعیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے)۔

حاصل یہ کہ بار بار جرم کا ارتکاب کرنے، مسکرات اور منشیات کے عادی ہونے، جرائم کو پیشہ بنانے، لواطت کی حرکت میں مبتلا ہونے اور اینٹ یا پتھر یا ڈنڈے سے قتل کرنے کے خوگر ہونے کی حالت میں حکومت مصلحتاً قتل کی سزا دے سکتی ہے۔

۶- شراب اور نشہ آور اشیاء کے استعمال یا کاروبار پر جبکہ کوئی آدمی اس کے فروغ کا ذریعہ بن رہا ہو، حکومت تعزیراً موت کی سزا دے سکتی ہے، حدیث پاک میں حضرت عرفجہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

من أتاكم وأمركم جميع على رجل واحد، يريد أن يشق عصاكم أو يفرق جماعتكم فاقتلوه

(صحيح مسلم، كتاب الإمارة، حديث نمبر ۱۸۵۲)۔

جو تمہارے پاس اس حال میں آئے کہ تمہارا معاملہ کسی ایک شخص پر مجتمع ہو، وہ تمہارے درمیان پھوٹ ڈالنا یا تمہاری جماعت کو منتشر کرنا چاہتا ہو، تو اسے قتل کردو)۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من أتى بهيمة فاقتلوه واقتلوها معه (سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۴۴۶۴، اور اس کی سند عمدہ ہے)۔

جو جانور کے ساتھ حاجت پوری کرے، تو اسے قتل کردو، اور اس کے ساتھ جانور کو بھی قتل کردو۔

اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من وقع على ذات محرم فاقتلوه (سنن ترمذی حدیث نمبر ۱۹۶۲، اور اس کی سند ضعیف ہے)۔

جو محرم عورت سے وطی کرے تو اسے قتل کردو۔

اور حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من وجدتموه يعمل عمل قوم لوط، فارجموا الأعلى والأسفل جميعًا (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۲۵۶۲، اور اسکی سند میں کلام ہے)

جس شخص کو قوم لوط کا عمل کرتے پاؤ، تو فاعل اور مفعول دونوں کو سنگسار کردو۔

اور حضرت دیلم حمیری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم لوگ ٹھنڈے ملک میں رہتے ہیں اور اس ٹھنڈک پر ایسے مشروب سے مدد حاصل کرتے ہیں جو گیہوں سے بنایا جاتا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

أيسكر؟ قال: نعم، قال: فلا تشربوه فأعاد عليه، فقال له رسول الله ﷺ: أيسكر؟ قال: نعم، قال: فلا تشربوه، قال: فإنهم لا يصبرون عنه قال: فإن لم يصبروا عنه فاقتلهم" (مسند احمد حدیث نمبر ۱۸۰۳۰، اور اس کی سند صحیح ہے)۔

کیا وہ نشہ پیدا کرتا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا، ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا، تو اسے مت پیو، تب انہوں نے دوبارہ سوال کیا، تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا کیا وہ نشہ پیدا کرتا ہے، تو انہوں نے جواب دیا، ہاں! سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو اسے مت پیو، چنانچہ انہوں نے تیسری بار سوال دہرایا، تب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پھر پوچھا، کیا وہ نشہ پیدا کرتا ہے، تو انہوں نے جواب دیا، ہاں! سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے مت پیو، تب انہوں نے کہا کہ وہ لوگ اس سے صبر نہیں کر سکتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر وہ صبر نہ کر سکیں، تو ان کو قتل کردو)۔

اور مالک بن عتاہیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

إذا لقيتم عاشرًا فاقتلوه (مسند احمد حدیث نمبر ۱۸۰۵۷، اوراس کی سند ضعیف ہے)۔

اگر تم جاہلیت کے طریقہ پر دسواں وصول کرنے والے کو پاؤ، تو اسے قتل کردو۔

اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں اپنے چچا سے اس حال میں ملا کہ ان کے ساتھ پرچم تھا، سو میں نے ان سے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا، بعثني رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى رجل نكح امرأة أبيه، فأمرني أن أضرب عنقه وآخذ ماله (سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۴۴۵۷، ومسند احمد حدیث نمبر ۱۸۵۵۷، اوراس کی سند حسن درجہ کی ہے)۔

مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کرلیا ہے، اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کی گردن اڑادوں اور اس کا مال لے لوں)۔

ان احادیث پاک کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایسے شخص کو سیاستاً وتعزیراً قتل کرنا جائز ہے، جو برائی کے فروغ کا ذریعہ بن رہا ہو، چنانچہ ان احادیث میں قتل تعزیر پر ہی محمول ہے، اور مصلحت نہ قتل کرنے میں ہو تو قتل کو ترک بھی کیا جاسکتا ہے، لہٰذا قتل پر دلالت کرنے والی حدیث کو منسوخ قرار دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چوتھی بار شراب پینے والے کو لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قتل نہیں کیا، کیونکہ تعزیر میں حاکم کو اختیار ہوتا ہے، چنانچہ علامہ ابن القیم تحریر کرتے ہیں:

والذي يقتضيه الدليل أن الأمر بقتله ليس حتما، ولكنه تعزير بحسب المصلحة، فإذا أكثر الناس من الخمر، ولم ينزجروا بالحد، فرأى الإمام أن يقتل فيه، قتل، ولهذا كان عمر رضي الله عنه ينفي فيه مرة، ويحلق فيه الرأس مرة، وجلد فيه ثمانين، وقد جلد فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبوبكر رضي الله عنه أربعين فقتله في الرابعة ليس حدا، وإنما هو تعزير بحسب المصلحة (تهذيب السنن ٦/٢٢٨، ط: الشاملة)۔

اور دلیل جس بات کی متقاضی ہے وہ یہ ہے کہ قتل کا حکم لازم نہیں ہے، لیکن یہ مصلحت کے اعتبار سے تعزیر ہے، چنانچہ اگر لوگ بکثرت شراب نوشی کریں، اور حد کے ذریعہ باز نہ آئیں، اور امام کی رائے ہو کہ اس سلسلہ میں قتل کیا جائے، تو وہ قتل کرسکتا ہے، اسی وجہ سے حضرت عمر اس سلسلہ میں کبھی جلاوطن کرتے اور کبھی اس بارے میں سر مونڈتے، اور حضرت عمر نے اس سلسلہ میں اسی کوڑے لگائے، جبکہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے لگائے، سو شرابی کو چوتھی بار قتل کرنا حد کے طور پر نہیں ہے، وہ تو بس مصلحت کے لحاظ سے تعزیر ہے)۔

خلاصہ یہ کہ شروفساد اور معصیت کے فروغ کا ذریعہ بننے والے کو حکومت موت کی سزا دے سکتی ہے۔

۷- منشیات اور اس قسم کے مروجہ نشہ کے عادی ومریض کے لیے ایسی تدبیریں اختیار کرنا، جن کے ذریعہ ان کی اس قبیح عادت کو چھڑایا جائے، اور اس مرض وہلاکت سے ان کو بچایا جائے، واجب ہے، کہ امر بالمعروف والنہی عن المنکر کا تقاضا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إنا لا نضيع أجر المصلحين (۷/الأعراف: ۱۷۰)۔

(بے شک ہم اصلاح کرنے والے کے اجر کو ضائع نہیں کریں گے اور فساد وبگاڑ کا خاتمہ اور بنی نوع انسان کو ہلاکت وتباہی سے بچانا، یہی شریعت کا مقصد ہے)۔

اور یہ وجوب درجہ بدرجہ قریبی رشتہ داروں سے لے کر ہر اس شخص پر ہے جو معاشرہ کو پاک رکھنے کی کسی درجہ طاقت رکھتے ہوں۔

۸- انسان کو ناکارہ اور مفلوج واپاہج بننے سے روکنے کے لیے اگر نشہ آور اشیاء کا بھی استعمال کرنا پڑے، اس طور پر کہ بتدریج ان کی عادت کو کم کرکے نفی ومکمل احتراز تک لایا جائے تو علاج کی اس حاجت کی بنا پر اس کا استعمال درست ہے، بشرطیکہ متبادل دیگر طرق موثر نہ ہوں، اس لیے کہ فقہی قاعدہ ہے:

الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة كانت أو خاصة (الأشباه ۱/۱۱۹)۔

حاجت ضرورت کا درجہ لے لیتی ہے، خواہ حاجت عام ہو یا خاص اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجت خاصہ کو ضرورت کا درجہ دیتے ہوئے حکم میں تخفیف کی ہے: چنانچہ آپ ﷺ نے خارش کی بنا پر بعض صحابہ کو ریشمی لباس پہننے کی اجازت دی، جبکہ نبی کریم ﷺ نے ریشمی لباس مردوں کے لیے حرام قرار دیا ہے (صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب الحرير في الحرب، حديث نمبر ۲۹۱۹، وصحيح مسلم، كتاب اللباس، باب إباحة لبس الحرير حديث نمبر ۲۰۷۶)۔

اور علامہ شامی تحریر کرتے ہیں: سئل ابن حجر المكي عمن ابتلي بأكل نحو الأفيون، وصار إن لم يأكل منه هلك، فأجاب: إن علم ذلك قطعا حل له، بل وجب لاضطراره إلى إبقاء روحه كالميتة للمضطر ويجب عليه التدريج في تنقيصه شيئًا فشيئًا، حتى يزول تولع المعدة من غير أن تشعر، فإن ترك ذلك فهو آثم فاسق، اهـ مخلصا، قال الرملي، قواعدنا لا تخالفه (رد المحتار في آخر كتاب الأشربة ۱۰/ ۴۵)۔

ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ سے اس شخص کے بارہ میں پوچھا گیا، جو افیم وغیرہ کھانے میں مبتلا ہو، اور اس کی حالت یہ ہو جائے کہ اگر اس سے نہ کھائے تو ہلاک ہو جائے، تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر اس بات کا یقین ہو تو اس کے لیے حلال ہے، بلکہ اپنی روح کو باقی رکھنے پر مجبور ہونے کی وجہ سے واجب ہے، جیسے مجبور کے لیے مردار، اور اس پر اس عادت کو بتدریج کم کرنا واجب ہے، یہاں تک کہ اس کے ساتھ معدہ کی وابستگی وحرص زائل ہو جائے، بغیر اس کے کہ اسے احساس ہو، تو اگر اس نے ایسا کرنا ترک کر دیا، تو وہ گنہ گار اور فاسق ہوگا، ان کی بات خلاصہ کے طور پر ختم ہوئی، رملی کا قول ہے کہ ہمارے قواعد اس کے مخالف نہیں)۔

اور بہتر یہ ہے کہ علاج کے لیے جس نشہ آور شئ کا استعمال ہو، وہ شراب نہ ہو، جیسا کہ علامہ شامی نے تحریر کیا ہے:

أقول: ينبغي تقييده بغير الخمر، وظاهره أنه لا يتقيد بنحو بنج من غير المائع، وقيده به الشافعية (سابق مرجع ۱۰/ ۴۵)

میں کہتا ہوں کہ شراب کے علاوہ کے ساتھ اس کو مقید کرنا بہتر ومناسب ہے، اور بظاہر وہ سیال کے علاوہ بھانگ وغیرہ کے ساتھ مقید نہیں ہے، جبکہ شافعیہ نے اس کے ساتھ یعنی غیر سیال کے ساتھ اسے مقید کیا ہے۔

خلاصہ بحث:

۱- ہر نشہ آور مادہ خواہ سیال ہو یا جامد حرام ہے۔

۲- نشہ آور اشیاء کا جسم کے اندر انجکشن وغیرہ کے ذریعہ پہنچانا حرام ہے۔

۳- بھانگ وافیم اور ان جیسی دیگر اشیاء جن کا غالب استعمال معصیت میں ہوتا ہے، عام حالتوں میں ان کی کاشت اور خرید وفروخت ناجائز ہے۔

۴- ہیروئن اور کوکین وغیرہ منشیات کو تیار کرنا اور خرید وفروخت کرنا دونوں ناجائز ہیں۔

۵- منشیات کے کاروبار پر تعزیرًا موت کی سزا درست ہے۔

۶- منشیات کے فروغ کا ذریعہ بننے والے شخص کو تعزیرًا موت کی سزا جائز ہے۔

۷- منشیات کی قبیح عادت چھڑانا درجہ بدرجہ واجب ہے۔

۸- منشیات کی عادت بتدریج کم کرنے کے لیے دیگر نشہ آور مادہ کے استعمال کی گنجائش ہے۔



نشہ آور اشیاء کا شرعی حکم

مفتی راشد حسین ندوی[1]

اسلام نے صالح معاشرہ کی تعمیر پر بہت زور دیا ہے، اور صالح معاشرہ کا وجود عقل وادراک کے بغیر نہیں ہوسکتا، اسی لئے عقل وادراک کی حفاظت کا شمار شریعت نے اسلام کے مقاصد خمسہ میں کیا، اور ایسا کیوں نہ کیا جاتا، جبکہ سب جانتے ہیں کہ انسان کی صحت کتنی بھی اچھی ہو، اگر وہ عقل وخرد سے عاری ہے تو اس کی حیثیت جانور سے بھی بدتر ہوتی ہے، پھر بھلا صالح معاشرہ کیونکر وجود میں آسکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب بھی شراب کے خوگر تھے، لیکن اسلام بھلا اس ام الخبائث کی اجازت کیسے دے سکتا تھا، چنانچہ بتدریج اس کی ممانعت نازل ہوئی، اور پھر دنیا نے دیکھا کہ اسلامی معاشرہ اس لعنت سے بالکل پاک ہوگیا، اس گئی گزری حالت میں بھی بحیثیت ایک قوم آج بھی مسلمان اس لعنت سے سب سے زیادہ دور ہیں، البتہ اب مغرب نے انسانی معاشرہ میں بگاڑ پیدا کرنے کے لئے مختلف خوبصورت لیبل اور عنوانات سے انواع واقسام کی مسکرات بازار میں اتاردی ہیں، اور دھوکا یہ دیا جاتا ہے کہ یہ شراب نہیں ہیں، نہ اس کے اندر شراب کی خرابیاں ہیں، یہ تو ایک طرح کی ٹانک ہیں جن سے صحت اچھی رہتی ہے۔

ان سے بھی زیادہ خطرناک اور جان لیوا مسکرات وہ ڈرگس ہیں جن کو افیون وحشیش وغیرہ میں مختلف کیمیکل ڈال کر تیار کیا جاتا ہے، ان کا استعمال کرنے والا اپنی الگ دنیا میں مست ہوجاتا ہے، اور ان کے جان لیوا نقصانات سے واقف ہونے کے باوجود کبھی بھی ان کی گرفت سے آزاد نہیں ہو پاتا، پھر ان کا میٹھا زہر اس کو مکمل مفلوج اور اپاہج بنا کر چھوڑتا ہے۔

ان اشیاء کے واضح نقصانات سامنے آنے کے بعد ان کی حرمت میں کوئی شبہ نہ ہونا چاہئے تھا، لیکن بعض فقہی عبارات سے بعض اوقات کچھ لوگوں کو دھوکا ہوجاتا ہے، اور وہ ان اشیاء کو جائز سمجھ لیتے ہیں، لیکن مکمل تحقیق اور غور وفکر سے کام لیا جائے تو ان اشیاء کی حرمت صاف ہوجاتی ہے، اور پورے یقین اور اعتماد سے کہا جاسکتا ہے کہ شرعاً ان اشیاء کی حرمت میں کوئی شبہ نہیں ہے، اس مختصر تمہید کے بعد ہم سوالات کے جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں:

۱- ہر نشہ آور حرام ہے:

نشہ پیدا کرنے والی ہر چیز کا استعمال حرام ہے، خواہ اس کا استعمال سیال مشروب کی شکل میں ہو، یا کسی اور طریقہ سے، اس کے دلائل بے شمار ہیں، بطور نمونہ چند کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"یا أیها الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون، إنما یرید الشیطان أن یوقع بینکم العداوة والبغضاء في الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر الله وعن الصلاة فهل أنتم منتهون" (سورۃ المائدہ/۹۰،۹۱)

(اے ایمان والو! یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے، سب گندے کام ہیں شیطان کے، سو ان سے بچتے رہو تا کہ تم نجات پاؤ، شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ ڈالے تم میں دشمنی اور بیر بذریعہ شراب اور جوئے کے اور روکے تم کو اللہ کی یاد سے اور نماز سے سو اب بھی تم باز آؤ گے)۔

معلوم ہوا کہ خمر سے ممانعت کا سبب اور علت یہ ہے کہ وہ ذکر الٰہی سے غافل کردیتی ہے، یہ کیفیت کسی بھی چیز کے استعمال سے پیدا ہو حکم یکساں ہوگا اور

[1] مدرسہ ضیاء العلوم، میدانپور، تکیہ کلاں، رائے بریلی

اس چیز کا استعمال بھی ممنوع ہوگا۔

۲- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''کل شراب أسکر فهو حرام'' (بخاری: کتاب الأشربه؛ باب الخمر من العسل''، نمبر: (۵۵۸۶، مسلم: اشربه؛ باب بیان ان کل مسکر حرام، نمبر: ۲۰۰۱)۔ ہر نشہ آور مشروب حرام ہے۔

۳- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''کل مسکر حرام، وما أسکر الفرق منه، فملء الکف منه حرام''

(ترمذی: کتاب الاشربه؛ باب ماجاء ما اسکر کثیرہ فقلیله حرام، نمبر: ۱۸۶۵)۔

(ہر نشہ آور حرام ہے، اور جس کا ایک فرق نشہ آور ہو تو اس کا ایک چلو بھی حرام ہے)۔

۴- عن ابن عمر قال: خطب عمر علی منبر رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، فقال: إنه قد نزل تحریم الخمر وهی من خمسة أشیاء: العنب والتمر والحنطة والشعیر والعسل، والخمر ما خامر العقل'' (بخاری: کتاب الاشربه؛ باب ماجاء ان الخمر ما خامر العقل)۔

۵- امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک ''خمر'' صرف اس کو کہتے ہیں جس کو خاص انداز سے انگور سے حاصل کیا جائے، لیکن امام محمد اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک دوسری نشہ آور چیزیں بھی خمر ہیں، بعد میں اس پر سب کا اتفاق ہوگیا کہ دوسری نشہ آور چیزیں بھی خمر ہوں یا نہ ہوں، حرمت میں سب خمر کے حکم میں ہیں:

''وحرم محمد الأشربة المتخذة من العسل والتین ونحوهما، قاله المصنف مطلقا قلیلها وکثیرها وبه یفتی، ذکره الزیلعی وغیره واختاره شارح الوہبانیة وذکر أنه مروی عن الکل'' (قوله وبه یفتی) ای بقول محمد وهو قول الأئمة الثلاثة لقوله علیه السلام...الخ)۔

(قوله غیره) کصاحب الملتقی والمواهب والکفایة والنهایة والمعراج وشرح المجمع وشرح درر البحار، والقهستانی والعینی حیث قالوا: الفتوی فی زماننا بقول محمد بغلبة الفساد'' (شامی ۵/ ۳۲۳)۔

(امام محمدؒ نے شہد اور انجیر وغیرہ سے بنائی ہوئی شرابوں کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے خواہ کم ہوں یا زیادہ، فتوی اسی پر ہے، اس کا ذکر زیلعی وغیرہ نے کیا ہے، اور شارح الوہبانیۃ نے اسی کو راجح قرار دیکر بیان کیا ہے کہ یہی سب سے مروی ہے)۔

(مصنف کا قول: فتوی اسی پر ہے) یعنی امام محمد کے قول پر، اور یہی ائمہ ثلاثہ کا بھی قول ہے، اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے الخ۔

(مصنف کا قول وغیرہ سے) جیسے صاحب الملتقی، صاحب الکفایة، النهایة، المعراج، شرح المجمع، شرح درر البحار، القهستانی اور العینی، ان سب حضرات نے فرمایا: غلبہ فساد کی وجہ سے ہمارے زمانہ میں فتوی امام محمدؒ کے قول پر ہوگا)۔

اور جصاص رازیؒ احکام القرآن میں فرماتے ہیں:

''والخمر هی عصیر العنب النیئ المشتد وذلك متفق علیه انه خمر، وقد سمی بعض الأشربة المحرمة باسم الخمر تشبیها بها'' (احکام القرآن ۲/ ۴۶۱، باب تحریم الخمر)۔

(خمر انگور کے جوش مارے ہوئے کچے شیرے کا نام ہے، اس کے خمر ہونے پر اتفاق ہے، اور بعض حرام شرابوں کو بھی اسی سے تشبیہ دے کر بعض اوقات خمر کہہ دیا جاتا ہے)۔

اور شیخ محمد علی صابونی فرماتے ہیں:

''الخمر اسم لما خامر العقل وغطاه من الأشربة، هذا رأی جمهور الفقهاء، وقال الحنفیة: الخمر خاص بما کان

من ماء العنب النيئ إذا غلا واشتد وقذف بالزبد، فالخمر عندهم اسم لهذا النوع فقط، وما وجد فيه مخامرة للعقل من غير هذا النوع لايسمى خمرا، وإن كان حراما ... والجميع متفقون على حرمة كل مسكر'' (تفسير آيات الاحكام ۱/ ۵۶۶، المحاضرة الرابعة والثلاثون)۔

(خمر عقل میں خمار پیدا کرنے والی اور اس پر پردہ ڈال دینے والی مشروبات کو کہتے ہیں، یہ رائے جمہور کی ہے، اور احناف کہتے ہیں: خمر انگور کے کچے پانی کے ساتھ مخصوص ہے جب اس میں شدت وغلیان پیدا ہوجائے اور اس میں جھاگ آ جائے تو ان کے نزدیک خمر صرف اس قسم کا نام ہے، اور اس قسم کے علاوہ جس چیز سے عقل میں خمار پیدا ہو اس کو خمر نہیں کہا جائے گا، اگر چہ وہ حرام ہوگی..... تو سب کے سب ہر طرح کی نشہ آور چیز کی حرمت پر متفق ہیں)۔

ان تفصیلات ہی سے واضح ہوجاتا ہے کہ سوال میں ذکر کردہ تمام اشیاء کو شرعاً حرام ہونا چاہئے، لیکن فقہاء نے صراحتاً ان اشیاء کا نام لیکر بھی ان کو حرام قرار دیا ہے۔

مخدرات کے معنی:

کن اشیاء کو عربی زبان میں "مخدرات" کہا جاتا ہے، ہم پہلے مخدرات کے معنی بیان کرتے ہیں، اگر چہ اس معنی کے لئے یہ لفظ نیا ہے، لیکن قدیم اہل لغت نے بھی اس کے مشتقات کے اسی سے ملتے جلتے معانی کا ذکر کیا ہے، علامہ ابن منظور فرماتے ہیں:

''والخدر من الشراب والدواء: فتور يعتري الشارب، ابن الاعرابي: الخدرة: ثقل الرجل وامتناعها من المشي خدر خدرا فهو خدر'' (لسان العرب، مادة: خدر)۔

(مشروب اور دوا سے خدر کا مطلب وہ فتور اور سستی ہے جو پینے والے کو لاحق ہوجاتی ہے، خدرۃ: پیر کے بھاری پن اور چلنے سے اس کے گریز کو کہتے ہیں)۔

اور المعجم الوسیط میں ہے: ''مادة تسبب في الإنسان والحيوان فقدان الوعي بدرجات متفاوتة كالحشيش والافيون ج مخدرات (محدثة) (المعجم الوسيط)۔

(مخدر گانجا اور افیون جیسے اس مادہ کا نام ہے جو انسان اور حیوان میں مختلف درجات سے شعور کے فقدان کا سبب بنتا ہے ج مخدرات (یہ نیا لفظ ہے)۔

غور کرلیا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے "الخمر ما خامر العقل" سے خمر کا جو تعارف کرایا تھا وہ اس پر صادق آرہا ہے، اسی لئے فقہاء کرام نے صراحتاً افیون اور گانجا وغیرہ کی حرمت بیان کی ہے، چنانچہ الدر المختار اور اس کی شرح رد المحتار میں ہے:

''ويحرم أكل البنج والحشيشة ہي ورق القنب والأفيون لأنه مفسدا للعقل ويصد عن ذكر الله وعن الصلاة لكن دون حرمة الخمر، فإن أكل شيئا من ذلك لاحد عليه''۔

(قوله ويحرم أكل البنج) ... بل الصواب أن مراد صاحب الهداية وغيره إباحة قليله للتداوي ونحوه، ومن صرح حرمته أراد به القدر المسكر منه، يدل عليه ما في غاية البيان عن شرح شيخ الاسلام: ''أكل السقمونيا والبنج مباح للتداوي، وما زاد على ذلك إذا كان يقتل أو يذهب العقل حرام ... وهكذا يقول في غيره من الأشياء الجامدة المضرة في العقل أو غيره يحرم القدر المضر منها دون القليل النافع، لأن حرمتها ليست لعينها بل لضررها ... والحاصل أن استعمال الكثير المسكر منه حرام مطلقًا كما يدل عليه كلام الغاية، وأما القليل فإن كان للهو حرم... الخ'' (شامي: كتاب الاشربة ۵/ ۲۲۵)۔

(بھانگ، گانجا اور افیون کا کھانا حرام ہے، اس لئے کہ یہ چیزیں مفسد عقل ہیں اور اللہ کے ذکر اور نماز سے (شراب ہی کی طرح) روکتی ہیں، لیکن شراب سے کم درجہ کی حرمت ہوگی، تو اگر ان میں سے کوئی چیز کھالے تو اس پر حد نہیں ہوگی (قولہ ویحرم البنج)...... بلکہ یہی بات یہ ہے کہ صاحب ہدایہ وغیرہ کی مراد علاج وغیرہ کے لئے اس کے قلیل کی اباحت ہے، اور جس نے اس کی حرمت کی تصریح کی ہے اس نے اس کی نشہ پیدا کرنے والی مقدار مراد لی ہے، اس کی دلیل شیخ الاسلام کی شرح کے حوالہ سے غایۃ البیان کی عبارت ہے: سقمونیا اور بھانگ کا علاج کے لئے کھانا مباح ہے، اور اس سے زیادہ جو جان لے لے یا عقل سے بیگانہ

کردے حرام ہے......اسی طرح عقل وغیرہ کو ضرر پہونچانے والی جامد اشیاء کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کی ضرر پہونچانے والی مقدار؛ حرام ہوگی نہ کہ کم اور نافع مقدار اس لئے کہ اس کی حرمت لعینہ نہیں ہے بلکہ اس کے ضرر کی وجہ سے ہے......خلاصہ کلام یہ کہ اس کی زیادہ اور مسکر مقدار کا استعمال مطلقاً حرام ہے، جس پر الغایۃ کی بحث دلالت کر رہی ہے، رہی کم مقدار تو اگر وہ لہو ولعب کے لئے ہو تو حرام ہوگی الخ)۔

اس بحث میں اس دور میں جو چیزیں پائی جاتی تھیں ان کی حرمت کی صراحت ہے، اور آج کل ہیروئن اور مختلف پاؤڈر انجکشن اور سگریٹ وغیرہ پر لگا کر نشہ کرنے کا جو رواج چل نکلا ہے وہ تو افیون وغیرہ سے بھی کئی گنا بڑھ کر ہے، پھر اس کی حرمت کیوں نہ ہوگی۔

اور یہ شبہ نہ کیا جائے کہ علامہ شامی نے صرف کثیر کی حرمت کا فتوی دیا ہے، اس لئے کہ قلیل کی اجازت بھی صرف علاج معالجہ کے لئے دی ہے اور صاف فرمایا:

''وما زاد علی ذلك إذا كان يقتل أو يذهب العقل حرام'' اور فرمایا: ''وأما القليل فإن كان للهو حرم''

اوران جدید اشیاء کے سلو پوائزن یا دھیما زہر ہونے میں جدید تحقیقات کے بعد اب شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہ گئی ہے، البتہ ڈاکٹر اگر کسی کو کوئی ایسی دوا تجویز کرتا ہے جس میں افیون وغیرہ ملی ہوئی ہے، جیسا کہ اکثر بے خوابی کے شکار مریضوں اور اختلاج ٹینشن اور دماغی امراض میں مبتلا مریضوں کو ضرورت پڑتی ہے تو اس عبارت کے مطابق اس کو اس دوا کے استعمال میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

اور سید سابق نے ''فقہ السنۃ'' میں مصر کے مفتی شیخ عبد المجید کے حوالہ سے بڑی تفصیلی عبارت نقل کی ہے، اس میں علامہ ابن تیمیہ کے حوالہ سے یہ عبارت بھی ہے:

''هذه الحشيشة الملعونة هي وآكلوها''... الخ (یہ بھانگ اس پر، اس کے کھانے والوں اور حلال سمجھنے والوں پر لعنت ہو......اس میں اتنے مفاسد ہیں جو شراب میں بھی نہیں ہیں، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اس سے نشہ حاصل کرنا حرام ہے، جو اس کو حلال جانے اور سمجھے کہ وہ حلال ہے اس سے توبہ کرائی جائے، توبہ کرلے تو ٹھیک ہے ورنہ ارتداد کی وجہ سے اسے قتل کردیا جائے گا، اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا، اور اس کی کم مقدار بھی شراب اور ہر طرح کی نشہ آور چیز کی حرمت پر دلالت کرنے والی نصوص کی وجہ سے حرام ہے'' (فقہ السنۃ ۳/۵۳۵)۔

آگے فتوی دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''فتعاطى هذه المخدرات على أي وجه من وجوه التعاطي من أكل أو شرب أو شم أو احتقان حرام، والأمر في ذلك ظاهر جلي''

(ان مخدرات کا استعمال، استعمال کے کسی بھی طریقہ سے ہو جیسے کھانا، پینا، سونگھنا اور انجکشن لینا یہ سب حرام ہیں، اور اس کا معاملہ بالکل واضح ہے)۔

راقم کو بھی اس فتوی سے مکمل اتفاق ہے کہ ان تمام نشہ آور اشیاء کا استعمال شرعاً ناجائز ہے، طریقہ استعمال کچھ بھی ہو، اور مقدار کم ہو یا زیادہ، البتہ افیون یا افیون ملی ہوئی دوا کسی ماہر ڈاکٹر نے تجویز کی ہو تو نسخہ کے بقدر اس کا استعمال جائز ہوگا (دواء استعمال کی بحث آگے سوال ۷ کے تحت مزید آئے گی)۔

۲- مسکر کا بشکل انجکشن استعمال:

نمبر ایک کی بحث سے واضح ہوگیا کہ انجکشن کے ذریعہ بھی کسی مسکر کے استعمال کی اجازت نہیں۔

۳- مسکرات کی خرید وفروخت کا حکم:

خمر کو قرآن مجید میں صراحت سے ''رجس'' کہا گیا ہے، حدیث شریف میں بھی خمر کی خرید وفروخت سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ بخاری میں ہے:

''عن عائشة رضي الله عنها قالت: خرج النبي صلى الله عليه وسلم فقال: حرمت التجارة في الخمر''

(بخاری: بیوع، باب تحریم التجارۃ، نمبر: ۲۲۲۶)۔

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور فرمایا: خمر کی تجارت حرام کردی گئی ہے)۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے تعلیقاً روایت ہے:

"أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن الله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام"

(بخاری: بیوع؛ باب بیع المیتة والاصنام، نمبر: ۲۲۳۶)۔

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی نے خمر، مردار، خنزیر اور بتوں کی بیع کو حرام کردیا ہے)۔

لہٰذا ان نصوص کی وجہ سے خمر کی تجارت یا خرید و فروخت تو بالاتفاق ناجائز ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہی حکم دوسری مسکرات کا بھی ہوگا؟ اس کا جواب بھی اثبات میں ہے، یعنی سکر کے مقاصد کے تحت ان اشیاء میں سے کسی بھی چیز کی خرید و فروخت یا کاشت جائز نہیں ہوگی، اس کی دلیل مصنف ابن ابی شیبہ میں منقول حضرت ابن عباس کی یہ روایت ہے:

"إن الله إذا حرم شيئًا حرم ثمنه" (اللہ تعالی جب کسی چیز کو حرام کرتا ہے تو اس کے ثمن کو بھی حرام قرار دیتا ہے)۔

پھر قرآن مجید میں "أكل بالباطل" سے منع کیا گیا:

"يا أيها الذين آمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل" (سورۃ النساء: ۲۹)۔

(اے ایمان والو! نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کے آپس میں ناحق)۔

اور اس میں شبہ نہیں کہ جس طرح کسی کا حق مار لینا اکل بالباطل ہے، اسی طرح مال حاصل کرنے کا غلط طریقہ اختیار کرنا بھی اکل بالباطل ہے، اسی لئے صاحب رد المحتار کا رجحان ان اشیاء کی بیع کے عدم جواز کا ہے، فرماتے ہیں:

"وصح بيع غير الخمر، ومفاده صحة بيع الحشيشة والأفيون. قلت: وقد سئل ابن نجيم عن بيع الحشيشة هل يجوز؟ فكتب: لايجوز. فيحمل على أن مراده بعدم الجواز عدم الحل قاله المصنف (عدم الحل) اى لقيام المعصية بعينها، وذكر ابن الشحنه: انه يؤدب بائعها" (شامی ۵/ ۲۲۳)۔

(خمر کے علاوہ کی بیع جائز ہے، اور اس کا مفاد بھانگ اور افیون کی بیع کا صحیح ہوجانا ہے، میں کہتا ہوں: ابن نجیم سے بھانگ کی بیع کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا جائز ہے؟ تو لکھا کہ: جائز نہیں ہے، تو محمول کیا جائے گا کہ عدم جواز سے ان کی مراد حلال نہ ہونا ہے (حلال نہ ہونا) یعنی خود اسی سے معصیت ہونے کی وجہ سے، اور ابن الشحنہ نے بیان کیا ہے کہ: اس کے بائع کی تادیب کی جائے گی)۔

اور سید سابق فرماتے ہیں: "إن زراعة الحشيش والأفيون لاستخراج المادة المخدرة منها لتعاطيها أو الاتجار فيها حرام بلاشك" (فقہ السنہ ۳/ ۵۳۸،۵۳۹)۔

(بھانگ اور افیون کی کاشت اس کے نشہ آور مادہ کو حاصل کرنے کے لیے کرنا تا کہ اس کو استعمال کرے یا اس میں تجارت کرے بلاشک وشبہ حرام ہے)۔

اور اس فتوی کی تین دلیلیں بیان کی ہیں:

۱- اوپر مذکور حدیث۔

۲- اس میں اعانت علی المعصیت ہے، جس سے قرآن میں روکا گیا ہے۔

۳- اس مقصد سے زراعت ایک طرح سے اس کے پھیلانے اور پروان چڑھانے سے رضامندی ہے۔

خلاصہ یہ کہ افیون، اس سے بنائے گئے پاؤڈر، ہیروئن اور اس جیسی دوسری نشہ آور اشیاء کی تجارت، زراعت یا کسی بھی مرحلہ میں اس کی تیاری کرنا حرام ہے، اور اس برے کام میں تعاون ہے۔

البتہ ان میں سے جو چیزیں دواؤں میں کام آتی ہیں جیسے مثلاً افیون- اگر حکومتی قانون کے تقاضوں پر عمل کرتے ہوئے اور اپنے آپ کو توہین اور بے عزتی سے بچاتے ہوئے دوا کمپنیوں کو سپلائی کرنے کے لئے کاشت کرے، یا ان کی بیع کرے تو شرعاً اس کی گنجائش ہے، اور اس کی دلیل مذکورہ بالا نصوص ہیں، جن کا مطلب یہ ہے کہ سکر کے مقصد سے ان کا استعمال حرام ہے، لہٰذا اس مقصد سے تجارت اور زراعت بھی حرام ہے، اس کا لازمی مطلب یہ ہوا کہ چونکہ دوا کے مقصد

سے ان کا استعمال جائز ہے تو اس مقصد سے ان کی زراعت وتجارت بھی جائز ہوگی۔ واللہ اعلم۔

۴- ہیروئن وغیرہ کی صنعت وتجارت کا حکم:

میری معلومات کے مطابق دوا کے طور پر ہیروئن وغیرہ کا استعمال نہیں ہوتا ہے، لہٰذا ان اشیاء کو تیار کرنا یا ان کی تجارت کرنا مطلقاً حرام اور ناجائز ہے، مکمل بحث ۳ پر گزر چکی ہے۔

۵- ہیروئن وغیرہ کی تیاری اور کاروبار پر موت کی سزا کا شرعی حکم:

اسلام میں موت کی سزا صرف ناگزیر حالات ہی میں دی جاسکتی ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ارشاد ہے:

''عن عبداللّٰہ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يحل دم امرئ مسلم يشهد أن لا إله إلا الله وأني رسول الله إلا بإحدى ثلاث: الثيب الزاني، والنفس بالنفس، والتارك لدينه المفارق للجماعة''

(مسلم قسامه، باب ما يباح به دم المسلم، ۱۶۷۶، والبخاري: الديات، باب قول الله تعالى: النفس بالنفس، نمبر: ۶۸۷۸)۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی کلمہ گو مسلمان کا خون صرف تین چیزوں میں سے کسی چیز سے حلال ہوتا ہے، ثیب زانی، جان کے بدلہ میں جان، دین سے ارتداد کر کے جماعت کو چھوڑ دینے والا)۔

اور جو شخص ہیروئن اور اس قسم کی تیز نشہ والی اشیاء کے کاروبار میں ملوث ہوتا ہے، وہ اگرچہ شمشیر وسنان یا بندوق و پستول سے کسی کی جان نہیں لیتا، لیکن درحقیقت وہ پورے معاشرہ میں بگاڑ پیدا کر دیتا ہے اور نوجوانوں کی زندگیوں سے کھلواڑ کرتا ہے، اس طرح کے جرم میں مبتلا شخص کے لئے اسلام میں تعزیر کا نظام ہے، اور اس کے لئے کوئی ایک سزا مقرر نہیں ہے، احوال اور اشخاص کے اختلاف سے سزا بدل جاتی ہے، لیکن اگر کوئی چارہ کار نہ ہو، اور جرم کرنے پر ہلکی سزاؤں سے عبرت نہ حاصل کر رہے ہوں تو بدرجہ مجبوری موت کی بھی سزا دی جاسکتی ہے، ہندیہ میں ہے:

التعزير قد يكون بالحبس، وقد يكون بالصفع وتحريك الأذن، وقد يكون بالكلام العنيف، وقد يكون بالضرب، وقد يكون بنظر القاضي إليه بنظر عنيف، كذا في النهاية (ہندیۃ ۲/ ۱۶۷، کتاب الحدود، فصل في التعزير)

(تعزیر کبھی قید کر کے ہوتی ہے، کبھی طمانچہ لگا کر اور کان اینٹھ کر، کبھی سخت سست کہہ کر، کبھی ضرب لگا کر اور کبھی قاضی کے غصیلی نگاہ سے دیکھ کر)۔

مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

''وليس فيه (التعزير) تقدير بل هو مفوض إلى رأي القاضي وعليه مشائخنا زيلعي، لأن المقصود منه الزجر وأحوال الناس فيه مختلفة (بحر) ويكون التعزير بالقتل (ويكون التعزير بالقتل) ... وكان حاصله أن له أن يعزر بالقتل في الجرائم التي تعظمت بالتكرار وشرع القتل في جنسها (وجميع الكبائر) ... فشمل كل من كان من أهل الفساد كالساحر وقاطع الطريق واللص واللوطي والخناق ونحوهم ممن عمّ ضرره ولاينزجر بغير القتل'' ... الخ (ہندیہ ۲/ ۱۶۷، کتاب الحدود، فصل في التعزير)۔

(اور تعزیر میں کوئی سزا مقرر نہیں ہے، بلکہ اس کو قاضی کی رائے پر چھوڑ دیا گیا ہے، ہمارے مشائخ اسی پر ہیں (زیلعی) اس لئے کہ اس کا مقصد زجر ہے اور اس میں لوگوں کی حالتیں الگ الگ ہوتی ہیں (بحر) اور تعزیر قتل سے بھی ہوتی ہے (تعزیر قتل سے بھی ہوتی ہے)

خلاصہ یہ کہ قاضی کو اختیار ہے کہ ان جرائم میں قتل سے تعزیر کرے جو تکرار سے بڑھ گئے ہوں اور ان کی جنس میں قتل مشروع ہو (وجميع الكبائر)

یہ تمام اہل فساد کو محیط ہے جیسے ساحر، رہزن، چور، لوطی اور گلا گھونٹ کر مارنے والا وغیرہ، جس کا ضرر عمومی ہو اور قتل کے بغیر باز نہ آتا ہو)۔

خلاصہ کلام یہ کہ ان تیز نشہ آور چیزوں کی تیاری اور کاروبار پر شرعاً اس صورت میں قتل کی سزا بھی دی جاسکتی ہے، جبکہ کوئی اور طریقہ کارگر نہ ہو رہا ہو۔ واللہ اعلم

۶- مسکرات کے استعمال کی سزا:

ہیروئن اور اس جیسی چیزوں کے کاروبار کرنے والوں سے متعلق جواب (۵) میں بحث ہو چکی ہے، اس لئے اس کو دہرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ان مسکرات کا معاملہ بہت سخت ہے، اس میں مبتلا جلد ہی موت کی آغوش میں پہونچ جاتا ہے، شراب بھی بہت سی مضرتوں پر مشتمل ہے، صحت کو بھی اس سے نقصان پہونچتا ہے، لیکن ہیروئن جیسی مسکرات سے اس کا زہر کم درجہ کا ہوتا ہے، اس لئے شراب کا کاروبار کرنے والے کو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، اور اس کے دو اسباب ہیں:

۱- ایک تو یہی کہ ان مخدرات اور نشہ آور اشیاء کی سنگینی بہت بڑھی ہوئی ہے۔

۲- دوسری بات یہ کہ قرآن مجید میں شراب کو "رجس" کہا گیا، احادیث میں اس کی بیع سے منع کیا گیا (دیکھئے سوال ۳)۔ کتب قدیمہ میں بھی اس کی تجارت کو حرام قرار دیا گیا، اس کے باوجود یہ بات کہیں نہیں ملتی کہ اس کے کاروبار کرنے والے کو موت کی سزا دی جائے گی، بلکہ اسلامی حکومت میں رہنے والے ذمیوں کو اس کے کاروبار کی اجازت دی گئی، لہٰذا راقم کے نزدیک موت کے بجائے اس کو قید و بند جیسی دوسری سزائیں دینی چاہئیں، بقیہ خاص حالات میں قاضی کو تعزیر بالقتل کی اجازت حاصل ہے جس کی بحث اوپر گزر چکی ہے۔

جہاں تک ان اشیاء کے استعمال کرنے والوں کی سزا کا مسئلہ ہے، تو شراب کی سزا شریعت نے "حد" مقرر کی ہے، اور جن جنایات کی شریعت میں کوئی حد مقرر کردی گئی ہو، اس میں کمی زیادتی کرنا جائز نہیں ہوتا، یہ بات حد کی تعریف ہی سے ظاہر ہے، صاحب بدائع علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

"وفی الشرع عبارۃ عن عقوبۃ مقدرۃ واجبۃ حقا للہ تعالیٰ عز شأنہ" (بدائع الصنائع: اول کتاب الحدود ۵/ ۴۸۶)۔

(اور شرعاً حد سے مراد وہ مقررہ سزا ہے جو اللہ تعالیٰ عز شانہ کے حق کے طور پر واجب ہو)۔

اور حد شرب کی مقدار بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وفی حد الشرب والسکر والقذف ثمانون فی الحر وأربعون فی العبد (ایضًا فصل وأما بیان مقدار الواجب منها: ۵۲۴)

(اور شرب، نشہ اور قذف میں آزاد کو اسی کوڑے اور غلام کو چالیس کوڑے لگیں گے)۔

دوسری نشہ آور چیزوں کے استعمال سے بھی محقق قول کے مطابق حد ہی لازم ہے، لہٰذا اس میں بھی موت کی سزا نہیں دی جاسکتی، چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی البحر الرائق پر اپنے فاضلانہ حاشیہ میں فرماتے ہیں:

"وجدت بخط شیخی فی زماننا الفتوی علی من سکر من البنج یحد ومثله فی القهستانی عن النهایة"

(منحة الخالق علی البحر الرائق: کتاب الحدود؛ باب حد الشرب ۵/ ۲۰۱)۔

(میں نے اپنے استاذ کی لکھی ہوئی عبارت میں پایا: ہمارے زمانہ میں فتویٰ اس پر ہے کہ جو بھانگ سے مست ہو جائے اس پر حد لگے گی، قہستانی میں النہایہ کے حوالہ سے اسی جیسی عبارت ہے)۔

اور رد المحتار میں ہے: (لایحد بل یعزر) ... ولکن فیه أیضا عن القهستانی عن متن البزدوی أنه یحد بالسکر من البنج فی زماننا علی المفتی به" (شامی: کتاب الحدود؛ باب حد الشرب مطلب فی البنج والافیون ۳/ ۱۸۲)۔

(مفتیٰ بہ قول کے مطابق ہمارے زمانہ میں جو بھانگ سے مست ہو جائے اس پر حد جاری ہوگی)۔

۷، ۸- نشہ میں مبتلا اشخاص کا علاج:

اگر کوئی شخص ان جان لیوا مسکرات کا عادی ہے، تو اس کو ان مسکرات کے چنگل سے آزاد کرانا، ان کی یہ عادت بد چھڑانا، اس سلسلہ میں تگ و دو کرنا بلاشبہ ایسے ہی ہے جیسے کسی ڈوبنے والے یا آگ میں جلنے والے کو بچانے کی کوشش کی جائے، یا کسی شخص کو بھیڑیئے، شیر یا کسی ظالم درندے کے حملہ سے بچانے کی کوشش کی جائے، یہ بلاشبہ کار خیر اور تعاون علی البر اور "ومن أحیاها فکأنما أحیا الناس جمیعًا" کی ایک جیتی جاگتی اور عملی مثال ہے، خاص طور سے

حکومتوں کی ذمہ داری ہے کہ اس کے لئے محکمہ بنائیں اور لوگوں کو ان زہریلی مسکرات سے بچائیں، جو مبتلا ہو گئے ہوں ان کو سزا دینے کے ساتھ ساتھ معاشرہ کا ذمہ دار فرد بنانے کی کوشش کریں، انفرادی طور پر بھی اس سلسلہ میں کام کرنا باعث اجر و ثواب اور ایک طرح کا واجب کفایہ ہے۔

اور اگر ان عادی نشہ بازوں کا علاج نشیلی اشیاء کے استعمال کے بغیر ممکن نہ ہو تو مجبوراً نشہ آور چیزوں کا استعمال بھی علاج کے طور پر کیا جاسکتا ہے:

”يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوى إذا أخبره طبيب مسلم أن شفائه فيه، ولم يجد من المباح مايقوم مقامه، وإن قال الطبيب يتعجل شفاء لك، فيه وجهان، هل يجوز شرب القليل من الخمر للتداوى إذا لم يجد شيئًا يقوم مقامه فيه وجهان كذا فى التمرتاشى ... وأكل الترياق يكره إذا كان فيه شئ من الحيات ... وإن لم يعلم ان فيه شيئا من الحيات لابأس شربه كذا فى الخلاصة“ (هنديه ۵/ ۳۵۵، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر فى التداوى والمعالجات)۔

(بیمار کے لئے اس صورت میں خون اور پیشاب پینا نیز علاجاً مردار کھانا جائز ہے جب اسے کوئی مسلمان ڈاکٹر بتائے کہ اس کی شفا اسی میں ہے، اور مباح میں اس کے قائم مقام کوئی چیز نہ پائے، اور اگر ڈاکٹر کہے کہ اس سے جلد شفاء ہوگی تو اس میں دو قول ہیں، کیا علاج کے لئے تھوڑی شراب پینا اس وقت جائز ہوگا جب اس کے قائم مقام کوئی چیز نہ پائے؟ اس میں دو قول ہیں، کذا فی التمر تاشی..... تریاق کھانا اس صورت میں مکروہ ہے جب اس میں سانپوں کا کوئی جز ہو، اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ اس میں سانپوں کا کوئی جز ہے تو اس کے پینے میں کوئی حرج نہیں ہے، کذا فی الخلاصۃ)۔

اور مفتی نظام الدین صاحب فرماتے ہیں:

”آج کل جو انگریزی دواؤں میں اسپرٹ وغیرہ استعمال کیا جاتا ہے وہ عموماً شراب نہیں ہوتی بلکہ ایسی اسپرٹ ہوتی ہے جو آلو، گیہوں وغیرہ سے بنائی جاتی ہے، اس کے استعمال کرنے کی گنجائش ہے؛ کیونکہ یہ اشربہ محرمہ اربعہ کی جنس سے نہیں ہوتی۔

اگر تحقیق سے یہ بات معلوم ہو جائے کہ اس دوا میں جو اسپرٹ و شراب استعمال کی گئی ہے، وہ خمور اربعہ انگور، کھجور، منقا سے بنائی گئی ہے تو اس کو استعمال نہ کرے؛ کیونکہ اس کا ایک قطرہ بھی متفق علیہ طور پر حرام اور نجس ہے، ہاں اگر دیانت دار ماہر اطباء سے یہ معلوم ہو کہ اس کا علاج اس کے علاوہ کسی دوسری چیز سے نہیں ہو سکتا، اور موت کا قوی خوف ہو تو ایسی دواؤں کا استعمال کرنا بھی بقدر ضرورت جائز رہے گا۔

(منتخبات نظام الفتاوی ۱/ ۲۵۳، نیز دیکھئے: امداد الفتاوی ۴/ ۲۰۹)۔

خلاصہ کلام یہ کہ جب کوئی چارہ کار نہ ہو تو بقدر ضرورت دوا کے طور پر ان مسکرات کا استعمال جائز ہوگا۔ واللہ اعلم۔



منشیات اور مخدرات کے شرعی احکام

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی[1]

انسان کے پاس اس کے تمام اعضاء وجوارح، جسم جان، عقل، شعور، ادراک اسکی اپنی ملکیت نہیں، اللہ کی امانت ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ شریعت کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق ان کے استعمال کا پابند ہے، وہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرسکتا، جس کی وجہ سے ان اعضاء کی خدمات متاثر ہوں، یا کلیۃً ختم ہوجائیں، اسی بنیاد پر خودکشی کو حرام قرار دیا گیا، یعنی اپنی مرضی سے موت کو گلے لگانا بھی، قابل مؤاخذہ جرم قرار پایا۔ ارشاد ربانی ہے:

"وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ" (البقرۃ:۱۹۵)۔ (اور اپنی جان کو ہلاکت میں مت ڈالو)۔

انسان جن چیزوں کی وجہ سے دوسرے حیوان سے ممتاز اور شرعی احکام کا مکلف قرار پاتا ہے، عقل وشعور کا کامل ہونا ان میں سے ایک ہے، اسی لیے شریعت نے نابالغ اور مجنون کو شرعی احکام کا مکلف قرار نہیں دیا، بلکہ بعض وہ حالتیں جن میں انسان کا عقل وشعور یک گونہ غفلت کا شکار رہتا ہے، اسے بھی موجب احکام شرعی سے الگ رکھا، مثال میں سونے والے اور بیہوش کو پیش کیا جاسکتا ہے، ایسے میں شریعت کس طرح ان چیزوں کے استعمال کی اجازت دے سکتی ہے، جو عقل وخرد سے انسان کو بے گانہ کردے۔ بعض مرویات سے تو پتہ چلتا ہے کہ نشہ کرنا، قتل، زنا اور چوری سے بھی بدتر ہے، (ذم السکر، رقم: ۷ بحوالہ مکتبہ شاملہ)

یہ وہ ام الخبائث ہے جس کے استعمال کے بعد کوئی بھی گناہ سرزد ہوسکتا ہے اور رب کی معرفت بھی جاتی رہتی ہے۔

"لأن السكران يأتي عليه ساعة لا يعرف فيها ربه" (شعب الايمان باب المطاعم والمشارب، ذم السکر:۶)۔

(اس لئے نشہ خور پر ایک وقت ایسا آتا ہے جب وہ اپنے رب کو بھی نہیں پہچانتا ہے)۔

واقعہ یہ ہے کہ آج ملکی اور بین الاقوامی سطح پر بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو نشہ کے ذریعہ اپنی عقل کو ناکارہ بنانے میں لگے ہوئے ہیں، شراب کی مضرت ہی کیا کم تھی کہ اب عقل وخرد سے بیگانہ کرنے والی بہت سی اشیاء وجود میں آگئی ہیں، افیم، کوکین، گانجا، بھانگ، ہیروئن، اسمیک اور نہ جانے کس کس نام سے پوری دنیا میں یہ کام غیر معمولی منافع کی امید میں کیا جارہا ہے، اور نسل درنسل یک گونہ بے خودی دن رات چاہیے کے چکر، اور ٹنشن فری ہونے کے ناقابل عمل تصور کے نتیجے میں اپنے کو ناکارہ کرتی جارہی ہے، اور ان کی تعداد دن بدن بڑھتی جارہی ہے، ایسے میں ضرورت ہے کہ اس سلسلے کے شرعی احکام کو بڑے پیمانے پر پھیلایا جائے اور جو لوگ اس ملعون عادت اور کاروبار میں مبتلا ہیں، ان کو اس سے باز رکھنے اور اس بری لت کو چھڑانے کے لیے مہم چھیڑی جائے تاکہ شرعی وسماجی ہر سطح پر رائے عامہ بیدار ہو۔

جہاں تک شرعی نقطۂ نظر کا معاملہ ہے تو یہ بالکل واضح ہے کہ شراب کی حرمت نشہ کی وجہ سے ہی ہے، اسی لیے ایسے نبیذ کے استعمال کی اجازت دی گئی، جس میں نشہ کا کوئی وجود نہ ہو۔

عن زيد بن أسلم عن أبيه: قال: كان النبيذ الذي يشرب عمر ؓ كان ينقع له الزبيب غدوة؛ فيشربه عشية وينقع له عشية فيشربه غدوة ولا يجعل فيها دردي (البیهقی: باب ماجاء فی صفة نبيذهم الذی كانو ايشربون)۔

(زید ابن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، فرمایا: جو نبیذ حضرت عمرؓ نوش فرماتے تھے، وہ نبیذ تھا جس کے لیے کشمش کو صبح میں پانی میں ڈالا جاتا تھا، وہ اسے شام میں پیتے تھے اور شام میں ڈالا جاتا تھا اس کو صبح میں پیتے تھے اور اس میں نشہ نہیں ہوتا تھا)۔

---

[1] نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ

وہ اشیاء جونشہ آور ہیں وہ خبائث کے قبیل سے ہیں اور خبائث کا استعمال حرام ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

"وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ" (الأعراف:۱۵۷)۔ (اوران پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے)۔

نیز حضرت ام سلمہؓ کی ایک روایت ہے:

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كل مسكر ومفتر (فتح الباری ۱۰/ ۴۴ اسناده حسن بحواله روضة المحدثين ۵/ ۲۸۱، رقم: ۲۰۵۵)۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور اور عقل میں فتور پیدا کرنے والی چیزوں سے منع فرمایا)۔

اسی طرح دیلمی نے روایت کیا ہے کہ ان مصنوعات کا ذکر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا جو خورد ونوش کے لیے تیار کیا جاتا تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا: کیا وہ نشہ آور ہیں، بتایا گیا کہ ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرام قرار دیا اور یہ کہنے پر کہ وہ لوگ ان سے باز نہیں رہ سکتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح حکم دیا:

فمن لم يصبر عنه فاضربوا عنقه (المعجم الكبير للطبرانی: رقم ۱۵۲۴۳)۔ (جو اس سے باز نہ رہے اس کی گردن ماردو)۔

۲۔۱- ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت میں ہر وہ چیز حرام ہے جس کے استعمال سے نشہ وسکر پیدا ہوتا ہے خواہ وہ سیال مشروب ہو، جس کو پانی کی طرح پیا جائے یا انجکشن کے ذریعہ جسم میں پہونچایا جائے، کسی چیز میں لگا کر اور مل کر استعمال کیا جائے یا کھانے کی صورت میں لیا جائے، وہ نشہ آور اشیاء جامد ہوں یا نباتات، سب کا ایک ہی حکم ہے۔ البتہ ان کے استعمال پر شرعی حد کا اجراء نہیں ہوگا۔ درمختار میں ہے:

ويحرم اكل البنج والحشيشة هي ورق القنب والأفيون لأنه مفسد للعقل ويصد عن ذكر الله وعن الصلاة لكن دون حرمة الخمر فان اكل شيئًا من ذلك لا حد عليه (الدر المختار على هامش الرد ۵/ ۳۲۵)۔

(بھانگ، حشیش جو قنب کا پتہ ہوتا ہے اور افیم کا کھانا حرام ہے، اسلیے کہ وہ عقل کو مختل کرنے والی، اللہ کے ذکر اور نماز سے روکنے والی ہے، لیکن اس کا درجہ شراب کی حرمت سے کم ہے، اگر کسی نے ان چیزوں میں سے کچھ کھالیا تو اس پر حد نہیں جاری کی جائے گی)۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فقہاء نے حشیش افیون اور تمام مخدرات جو ان کے زمانے میں متعارف تھے، حرام قرار دیا ہے، اور اس کی بنیادی وجہ نص کا عموم ہے جس میں ہر نشہ آور اور عقل میں فتور پیدا کرنے والی چیز کے استعمال سے منع کیا گیا ہے، البتہ اس سلسلے میں تھوڑی تفصیل یہ ہے کہ:

ایسی چیزیں جو نشہ آور اور سیال ہیں ان کا قلیل وکثیر سب حرام ہے، سنن ابوداؤد کی روایت ہے:

"ما أسكر كثيره فقليله حرام" (سنن ابی داؤد عن جابرؓ حديث ۳۶۸۱باب ماجاء فی السكر)۔

(جن چیزوں کی کثیر مقدار کا استعمال نشہ آور ہے، ان چیزوں کا قلیل استعمال بھی حرام ہے)۔

شامی نے طویل بحث کرنے کے بعد بتایا ہے کہ "بما أسكر كثيره" سے مراد مشروبات ہی ہیں، جامد چیزیں اس میں شامل نہیں ہیں، کیونکہ اس شکل میں تمام ایسی جامد چیزیں جن کے زیادہ استعمال سے نشہ ہوتا ہے، جیسے زعفران، عنبر وغیرہ ان کا تھوڑا استعمال بھی ممنوع ہوگا، حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہے۔

علامہ شامی اپنا فیصلہ سناتے ہیں: وبه علم ان المراد الاشربة المائعة وان البنج ونحوه من الجامدات انما يحرم اذا اراد به السكر وهو الكثير منه دون القليل (رد المحتار ۶/ ۴۸، ۴۷)۔

(اس سے معلوم ہوا کہ مشروبات سے مراد سیال چیزیں ہیں بھانگ اور اس جیسی دوسری جامد چیزیں حرام ہوں گی جب اس کے استعمال سے مقصود نشہ ہو۔ اور وہ مقدار کثیر سے ہوتا ہے قلیل سے نہیں)۔

یہاں پر ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ ایسی جامد اشیاء میں "کثیر" سے کیا مراد ہے؛ عموماً ہوتا یہ ہے کہ ایک آدمی جب ان چیزوں کا استعمال شروع کرتا ہے تو تھوڑی مقدار ہی نشہ آور ہوتی ہے پھر جب اس کا استعمال کثرت سے کرنے لگتا ہے اور عادی ہو جاتا ہے تو جتنی مقدار پر اسے شروع میں نشہ آتا تھا، اب نہیں آتا، تو کیا جس مقدار پر شروع میں نشہ آجاتا تھا وہی کثیر کہا جائے گا؟ یا عادت کے بعد جس مقدار پر نشہ آتا ہے، اعتبار اس کا ہوگا اور حرمت کا حکم لگانے میں اس کا خیال رکھا جائے گا، اور عادت سے قبل کی مقدار کو طاہر اور مباح مان کر حرام نہیں قرار دیا جائے گا؛ کیونکہ علت حرمت اصلاً نشہ ہے اور عادی ہونے کی وجہ سے وہ نہیں پایا جا

رہا ہے، شامی نے ایک جزئیہ یہاں پر یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس کی مثال ایسی ہے جس نے اتنی مقدار میں زہر کھالیا جو عادۃً ہلاک کرتا ہے، لیکن اس شخص کی اپنی عادت اس کے استعمال کی تھی اس لیے اس پر زہر کا اثر نہیں ہوا، تو کیا زہر کی اس مقدار کا کھانا حرام قرار پائے گا؟ یہ غور وفکر کا موضوع ہے، جس پر شامی نے فلیتامل کہہ کر غور وفکر کی دعوت دی ہے اور شوافع کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے یہاں اس مقدار کا اعتبار ہے جو عام انسانوں میں بغیر عادت کے بھی استعمال کرنے پر فتور عقل کا سبب نہیں بنتا، اسی بنیاد پر امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے قول ضعیف میں بھانگ کو مباح لکھا ہے، البتہ امام محمدؒ کے یہاں نشہ آور جامد اشیاء کا استعمال قلیل وکثیر سب حرام ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

''ان البنج مباح، قيل: هذا عندهما، وعند محمد: ما أسكر كثيره فقليله حرام وعليه الفتوى'' (رد المحتار ۶/۷۸، ۷۷)

(بھانگ مباح ہے، یہ قول ضعیف شیخین کا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جن اشیاء کی کثیر مقدار کا استعمال موجب نشہ ہے اس کی قلیل مقدار کا استعمال بھی حرام ہے اور اسی پر فتویٰ ہے)۔

۸۔۷-لیکن بھانگ اور مخدرات کا ایسا قلیل حصہ جو دوا کے لیے استعمال ہو اور جسم کے لیے نفع بخش ثابت ہو اس کا استعمال حلال ہوگا، اس لیے کہ ان جامد اشیاء اور نباتات میں حرمت لعینہ نہیں ہے۔ ضرر کی وجہ سے ہے، اس لیے ایسی مقدار جو دوا کے لیے ضروری ہے اور جسم کے لیے نفع بخش ہے، اس کا استعمال درست ہوگا۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ میں ہے:

ويحل القليل النافع من البنج وسائر المخدرات للتداوي ونحوه، لأن حرمته ليست لعينه، وإنما لضرره (۷/۵۰۵)۔

(دوا اور دوسری ضرورتوں کے لیے بھانگ اور تمام مخدرات کا تھوڑا (بقدر ضرورت) استعمال حلال ہے، اس لیے کہ اس کی حرمت لعینہ نہیں ہے، ضرر کی وجہ سے ہے)۔

شامی میں ہے: عن شرح شيخ الاسلام: اكل قليل السقمونيا والبنج مباح للتداوي وما زاد على ذلك اذا كان يقتل او يذهب العقل حرام... وهكذا يقال في غيره من الأشياء الجامدة المضرة في العقل أو غيره، يحرم تناول القدر المضر منها دون القليل النافع (رد المحتار ۱۰/۳۸)۔

(شرح شیخ الاسلام میں ہے کہ سقمونیا اور بھانگ کا تھوڑا استعمال مباح ہے، اس سے زیادہ کا استعمال جو ہلاک کردے یا عقل کو زائل کردے، حرام ہے۔ دوسری جامد اشیاء جو عقل وغیرہ کے لئے مضر ہیں ان کا بھی یہی حکم ہے ضرر رساں مقدار کا استعمال حرام ہے اور قلیل نفع بخش کے استعمال کی گنجائش ہے)۔

مفتی محمد تقی عثمانی لکھتے ہیں:

ولا يحرم استعمالها للتداوي ولأغراض مباحة اخرى مالم تبلغ حد الإسكار (تكملة فتح الملهم كتاب الأشربة ۳/ ۲۰۲ دار احياء التراث العربي بيروت) (دوا اور دوسرے جائز مقاصد کے لیے اس کا استعمال حرام نہیں ہے، جب تک نشہ آور نہ ہو)۔

جو لوگ حرام اشیاء کے ذریعہ علاج کو درست نہیں قرار دیتے ان کی دلیل حضرت ابوالدرداء کی وہ مشہور روایت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مرض کی دوا پیدا کی ہے اس لیے دوا علاج کراؤ؛ لیکن حرام سے نہیں۔

(السنن الكبرى للبيهقي باب النهي عن التداوي بما يكون حرام في غير حال الضرورة)

اس باب میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی موقوف روایت بھی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ان چیزوں میں شفا نہیں رکھی جن کو تمہارے لیے حرام کیا گیا (السنن الصغرى للبيهقي: باب مايحل من الأدوية)

ہدایہ میں بھی شراب اور دوسرے محرمات کے ذریعہ علاج کو نامناسب اور حرام اشیاء سے طلب شفا کو حرام لکھا ہے (ہدایہ مع فتح القدیر ۱۰/۸۰)۔

لیکن فقہاء نے لکھا ہے کہ حاجت کے وقت حرمت ختم ہوجاتی ہے، اس لیے ان اشیاء محرمہ سے علاج حرام کے ذریعہ نہیں بلکہ حکماً حلال کے ذریعہ ہے، البتہ جن امراض کا علاج حلال اشیاء سے معروف ہے، اس میں انسان حلال کی موجودگی کی وجہ سے حرام چیزوں سے بے نیاز ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے دوا علاج کی اجازت دی اور ہر مرض کی دوا پیدا کی تو اگر اس دوا میں حرام اشیاء شامل ہیں اور طبیب حاذق اس کے ذریعہ شفا بتاتا ہے تو اس کی حرمت کا حکم دوا کی

حد تک ختم ہو جائے گا، اسی بنیاد پر پیشاب اور خون کے پینے اور مردار کے ذریعہ دوا کرانا جائز ہے، اگر طبیب حاذق مسلم تجویز کرے اور مباح اشیاء میں کوئی اس کی قائم مقامی نہ کر سکے:

وجوزه في النهاية بمحرم إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاء ولم يجد مباحا يقوم مقامه (الدر المختار. فصل في البيع من كتاب الحظر والاباحة ۶/ ۳۸۹)۔

(اور نہایہ میں حرام اشیاء سے علاج کو جائز قرار دیا ہے جب طبیب مسلم تشخیص کرے کہ اس میں شفاء ہے اور اس کے قائم مقام کوئی مباح چیز نہ پائی جائے)۔

حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ نے لکھا ہے:

''افیم اتنی مقدار میں کہ اس سے نشہ ہو استعمال کرنا درست نہیں ہے، اس سے کم مقدار میں دواء گنجائش ہے، آدمی کے لیے بھی، جانور کے لیے بھی۔ فقط (فتاویٰ محمودیہ ۱۸/ ۱۷۹، ۱۷۸)۔

احقر کی رائے بھی قطع نظر اس سے کہ قلیل کی مقدار کیا ہے اور کثیر سے کیا مراد ہے، یہی ہے کہ جن اشیاء کا استعمال مفضی الی السکر ہے، اس سے کلیۃً اجتناب کرایا جائے، ممکن ہے بہت قلیل مقدار پر حرمت کا فتوی دینا درست نہ ہو اور جائز مقاصد کے لئے استعمال کی گنجائش ہو؛ لیکن اجتناب ہی احوط اور اولیٰ ہے، اس لیے کہ مقدار قلیل کا استعمال کثیر تک لے جاتا ہے، جس سے انسان بہت جلد ناکارہ، مفلوج اور اپاہج بن جاتا ہے، اور یک گونہ بے خودی کی طلب میں ہر وقت نشہ میں مست و دھت رہتا ہے۔

۴۔۳۔ یہاں پر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ جو اشیاء براہ راست نشہ و سکر کے لیے استعمال ہوتی ہیں ان کی کاشت اور خرید و فروخت کا کیا حکم ہوگا؟

اس سلسلے میں فقہاء نے اصول یہ ذکر کیا ہے کہ جن اشیاء کا استعمال گناہ کے لیے بلا واسطہ ہوتا ہے ان کی خرید و فروخت حرام ہے اور جن اشیاء کا استعمال تبدیلی کے بعد ہوتا ہے اس کی خرید و فروخت مکروہ ہے، در مختار میں ہے:

إن ما قامت به المعصية بعينه يكره بيعه تحريما وإلا تنزيها (در مختار على هامش الرد ۵/ ۲۷۷)

(براہ راست معصیت میں استعمال ہونے والی اشیاء کی بیع مکروہ تحریمی ہے ورنہ مکروہ تنزیہی)۔

اسی بنیاد پر تمباکو کی خرید و فروخت کو بھی ممنوع لکھا ہے۔

ويمنع من بيع الدخان وشربه (رد المحتار ۵/ ۲۹۵)۔ (تمباکو کی خرید و فروخت اور اس کا استعمال ممنوع ہے)۔

زاد المعاد میں بیع خمر کی حرمت میں تمام ان چیزوں کو شامل مانا ہے، جو سیال ہوں یا کشید کیے گئے ہوں، یا ان کو پکا کر نشہ آور بنایا گیا ہو۔

أما تحريم بيع الخمر فيدخل فيه تحريم بيع كل مسكر مائعا كان او جامدا عصيرا مطبوخا (۴/ ۲۴۹)۔

(بیع خمر کی حرمت میں تمام نشہ آور اشیاء داخل ہیں خواہ وہ جامد ہوں یا سیال، انہیں نچوڑا گیا ہو یا پکایا گیا ہو)۔

اس کی مثال ربوٰ کے باب میں ''لا تبيعو الذهب بالذهب والفضة بالفضة... الخ'' والی روایت کی ہے، جس کے ذیل میں سونا، چاندی، گیہوں، جو، کھجور اور کشمش کی تمام انواع کو داخل مانا جاتا ہے، اور کسی قسم کو اس سے الگ نہیں سمجھا جاتا، ویسے ہی نشہ آور تمام اشیاء کی حرمت بیع خمر میں شامل ہیں۔ زاد المعاد میں تفصیلی بحث کے بعد لکھا ہے کہ:

فهكذا لا يجوز إخراج صنف من أصناف المسكر عن اسم الخمر (زاد المعاد في هدى خير العباد فصل ذكر احكامه في البيوع ۴/ ۵۰۔۲۴۹)۔ (ایسے ہی نشہ آور اشیاء کی کسی بھی قسم کا ''خمر'' کے حکم سے نکالنا جائز نہیں ہوگا)۔

در مختار میں ہے: وقد سئل ابن نجيم عن بيع الحشيشة هل يجوز؟ فكتب لا يجوز، فيحمل على أن مراده بعدم الجواز عدم الحل (الدر المختار مع رد المحتار ۱۰/ ۳۴)۔

(ابن نجیم سے حشیش کی تجارت کے جواز کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے اسے جائز نہیں لکھا، سمجھا گیا کہ عدم جواز سے ان کی مراد عدم حلت ہے)۔

سد ذرائع کے طور پر بھی یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ان چیزوں کی خرید وفروخت اور کاشت کو ممنوع اور حرام قرار دیا جائے، کیونکہ ان میں سے بعض تو مفسد فی نفسہ ہیں اور بعض فساد تک پہونچنے کا ذریعہ ہیں، اور ذریعہ کے طور پر جو اشیاء بلا واسطہ حرام تک پہونچاتے ہیں وہ احناف، شوافع اور مالکیہؒ کے یہاں حرام ہیں:

قال ابن الرفعة: الذريعة ثلاثة اقسام؛ احدها: ما يقطع بتوصيله إلى الحرام فهو حرام عندنا وعندهم يعني عند الشافعية والمالكية (ارشاد الفحول ۲/۱۹۶)۔

(ابن رفعہ نے کہا کہ ذریعہ کی تین قسمیں ہیں، ان میں سے ایک قسم وہ ہے جو حرام تک پہونچا کر دم لیتا ہے، تو وہ ہمارے نزدیک اور شوافع و مالکیہ کے نزدیک حرام ہے)۔

ایسی اشیاء جو بلا واسطہ نشہ کے لیے استعمال کی جاتی ہیں ان کی کاشت اور خرید وفروخت اعانت علی المعصیة کی وجہ سے بھی حرام ہونی چاہیے، امام ابو یوسف اور محمدؒ کے نزدیک بالواسطہ نشہ کے لیے استعمال کی جانے والی چیزوں کی خرید وفروخت بھی استحساناً مکروہ ہے۔

وكره ذلك ابو يوسف ومحمد رحمهما الله استحسانا لأن بيع العصير والعنب من يتخذه خمرا إعانة على المعصية وتمكين منها وذلك حرام (المبسوط: كتاب الاشربة ۲۸۴)۔

(امام ابویوسف اور محمدؒ نے استحساناً مکروہ قرار دیا ہے، اس لیے کہ انگور وغیرہ کی فروخت اس شخص سے جو اس سے شراب بنائے گا اعانة علی المعصیة اور اس پر قدرت بخشنا ہے اور یہ حرام ہے)۔

۵۔ درج بالا تفصیلات سے معلوم ہوا کہ نشہ حرام ہے اور ان تمام اشیاء کی خرید وفروخت بھی ممنوع ہے جو نشہ آور ہیں، اس معاملہ میں اسلامی بلکہ غیر اسلامی ممالک کا بھی موقف بہت سخت ہے، بعض ملکوں میں تو اس کی سزا قتل اور موت ہے، اور بعض کے یہاں قید بامشقت، اس سلسلے میں یہ جاننا ضروری ہے کہ ایسے لوگوں کی سزا کے سلسلے میں شریعت اسلامی کا کیا موقف ہے اور احادیث سے اس سلسلے میں کیا رہنمائی ملتی ہے۔

ابن تیمیہ، ابن حجر، ہیثمی اور ابن حزم کے علاوہ فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ افیم، بھانگ اور اس قبیل کی دیگر نشہ آور اشیاء کے استعمال پر شراب والی حد نہیں جاری کی جائے گی، بلکہ تعزیر کیا جائے گا، اور تعزیر کی مقدار اس قسم کے جرائم میں حدود سے متجاوز نہیں ہوگی، اسی بنیاد پر امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ تعزیر میں چالیس سے زائد کوڑے نہیں مارے جائیں گے، ابن ابی لیلیٰ اور امام مالکؒ اور امام ابو یوسفؒ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ پچھتر کوڑوں سے زیادہ نہیں مارنا چاہئے، حضرت عمرؓ سے ۸۰ بر سے کم اور ابن ابی لیلیٰ کی ایک روایت ۱۰۰ ر سے کم کی بھی ہے۔ حضرات شوافع غلام کے لیے بیس سے کم اور آزاد کے لیے چالیس کوڑوں سے کم کی مار تعزیر کے لئے درست سمجھتے ہیں، اس سلسلے میں دس کوڑوں سے لے کر پنچانوے کوڑوں تک مارنے کے اقوال تعزیراً فقہاء کے یہاں ملتے ہیں۔

فقہاء اور ارباب افتاء کے اجتہادات کی دل سے قدر کرتے ہوئے احقر کے نزدیک راجح یہ ہے کہ تعزیر کی کوئی مخصوص صورت اور مخصوص تعداد شریعت میں منصوص نہیں ہے، بلکہ یہ امیر اور امام کی صواب دید پر ہے وہ چاہے تو قید کرے، چاہے تو کوڑے لگائے۔ شریعت میں سب کی نظیر موجود ہے:

إن التعزير غير مقدر فإن رأى الإمام أن يحبسه حبسه وإن رأى أن يجلده جلده (كتاب المجموع ۲۲/ ۲۱۲)۔

(تعزیر غیر متعین ہے، امام سمجھتا ہے کہ قید کرنا چاہیے تو قید کرے اور اگر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کوڑے لگوائے، تو کوڑے لگائے)۔

اگر فیصلہ کوڑے مارنے کا ہو تو امام ابوحنیفہ اور امام محمدؒ کا قول ہے کہ آزاد کو چالیس سے کم کوڑے مارے جائیں۔ آج کے بدلتے ہوئے حالات میں فتویٰ امام مالکؒ اور اوزاعیؒ کے قول پر زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اگر امیر نے تعزیر کے لیے کوڑے کی سزا تجویز کی تو تعداد کا تعین بھی اس کی صواب دید پر ہوگا:

وقال مالك والاوزاعي: له أن يضرب في التعزير اي عدد شاء على حسب ما يؤديه اليه اجتهاده

(كتاب المجموع، شرح المهذب ۲۲/ ۲۱۳-۱۲)۔

(امام مالکؒ اور اوزاعی کا قول ہے کہ امیر کے لیے جائز ہے کہ وہ تعزیر میں جتنے کوڑے چاہے مارے جو اس کی صواب دید کے مطابق ہو)۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ کوڑے مارنے کی تعزیر میں کوئی حد مقرر نہیں ہے، نہ تو قلیل کی اور نہ کثیر کی؛ بلکہ یہ سارا معاملہ امیر وامام کی صواب دید پر ہے، جو وہ غور وفکر کے بعد جنایت کے اعتبار سے مقرر کرے گا، اس کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ حد کے لیے مقررہ تعداد سے کم سزا دے اور یہ بھی لازم نہیں ہے کہ وہ قتل کی

حد تک پہونچادے، سارا معاملہ جرائم کی نوعیت اور امام کے اجتہاد پر موقوف ہوگا۔

وأما قدره فلا حد له فلا يقدر أقله ولا أكثره بل بحسب اجتهاد الامام على قدر الجناية ولا يلزم الاقتصار على مادون الحد ولا له النهاية الىٰ حد القتل (الذخيرة فی فروع المالکیہ ۷/ ۴۰۰)۔

(تعزیر کے لیے کوئی حد اقل اور اکثر کی نہیں بلکہ وہ جرم کی نوعیت کے اعتبار سے امام کے اجتہاد کے مطابق ہوگا، نہ تو اس پر لازم ہے کہ حد سے کم کی تعیین کرے اور نہ ہی اس کے لیے ضروری ہے کہ قتل کی حد تک پہونچادے)۔

۶۔ لیکن اگر امام وامیر کی رائے یہ ہے کہ یہ جرم اتنا سخت ہے کہ قتل کی سزا دی جانی چاہیے تو امیر ایسا کرسکتا ہے، اس سلسلے میں المعجم الکبیر للطبری کے حوالہ سے شروع میں یہ روایت ذکر کی جاچکی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر وہ باز نہیں آتے تو ان کی گردن ماردو (فمن لم یصبر عنه فاضربوا عنقه) حضرت ابوہریرہؓ کی یہ روایت بھی ترمذی میں ہے کہ اقتلوا الفاعل والمفعول به (باب حد اللوطی: ۱/ ۱۷۶) اسی بنیاد پر امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور اسحاقؒ کے یہاں لوطی کی سزا رجم ہے، حضرت ابن عباسؓ اونچی جگہ سے گرا کر پتھر مارنے کو کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے ایک مجلس میں جو تعزیر کے سلسلے میں ہی بلائی گئی تھی آگ میں جلانے کا فیصلہ سنایا، صحابہؓ کا اس پر اجماع ہوا، اور حضرت ابوبکرؓ نے جلانے کا حکم دیدیا:

فقال علي: إن هذا ذنب لم يعمل به أمة إلا أمة واحدة ففعل الله بهم ما قد علمتم أرى ان تحرقه بالنار؛ فاجتمع راى أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأمر ابو بكر رضي الله عنه ان يحرق بالنار (شعب الايمان باب تحريم الفروج رقم: ۵۰۵)۔

(حضرت علیؓ نے فرمایا: یہ ایسا گناہ ہے جسے ایک امت کے علاوہ کسی نے نہیں کیا، اور اللہ نے ان کے ساتھ جو معاملہ کیا وہ تم لوگ جانتے ہو، میری رائے ہے کہ اس شخص کو آگ میں جلادیا جائے، صحابہ کرام نے اس رائے سے اتفاق کیا، حضرت ابوبکرؓ نے آگ میں جلانے کا حکم دے دیا)۔

اسی طرح حضرت جندبؓ سے موقوفاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ساحر کی حد قتل ہے (حد الساحر ضربة السيف) صحابہ کرامؓ کے یہاں اس حدیث پر عمل ہوا کرتا تھا اور یہی قول حضرت مالک بن انسؓ کا ہے، حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ساحر کو اس وقت قتل کیا جائے گا جب وہ سحر میں ایسے اعمال کرے جو موجب کفر ہے، اگر معاملہ کفر سے نیچے کا ہے تو نہیں قتل کیا جائے گا (ترمذی ۱/ ۱۷۶)۔

ان روایتوں کی روشنی میں منشیات ومخدرات کے "عادی مجرم" اور پیشہ ور تاجروں کو مصلحت کے تحت قتل کرنا جائز معلوم ہوتا ہے، کیونکہ یہ بہت ساری زندگیوں کے تباہ بلکہ موت تک پہونچانے کا سبب بنتے ہیں، اس مسئلہ میں فقہاء کے ان اقوال کو بھی سامنے رکھا جاسکتا ہے جس میں "عادی لوطی"، ساحر، شاتم رسول، زندیق داعی" کے لیے تعزیراً، سیاسۃً اور مصلحتاً قتل کی سزا تجویز کی گئی ہے۔

هذا ما عندي والله تعالىٰ اعلم وعلمه اتم واحكم۔

☆☆☆

نشہ آور اشیاء

مفتی سلمان پالنپوری قاسمی [1]

اسلام کا یہ امتیاز ہے کہ اس نے تمام خبیث اور ضرر رساں چیزوں کو مخلوق پر شفقت کے پیش نظر حرام قرار دیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرآن کریم میں تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ویحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث (سورۂ اعراف: ۱۵۷) (اور حلال کرتا ہے ان کے لئے سب پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر خبیث چیزوں کو)۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام چیزوں سے منع فرمادیا جو عقل اور صحت کو برباد کرتی ہیں، ان سے واضح لفظوں میں منع کردیا، چنانچہ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور اور ہر بگاڑ (فتور) پیدا کرنے والی چیز سے منع کردیا ہے

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كل مسكر ومفتر (رواہ ابوداؤد)۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا: "ما أسكر كثيره فقليله حرام" (رواہ احمد وابن ماجہ)۔

(جس کی زیادہ مقدار نشہ آور ہو تو اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے)۔

امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: اللہ نے شراب کو محض اس کے نام کے پیش نظر نہیں حرام کیا ہے، بلکہ اس کو اس کے انجام (مفاسد) کے پیش نظر حرام کیا ہے، اس لئے ہر وہ مشروب جس کا انجام، شراب کے انجام جیسا ہو وہ اسی طرح حرام ہے جیسے شراب حرام ہے (۱۰/ ۱۱۸)، اس طرح ہر وہ مادہ خواہ سیال ہو یا جامد جو جسم اور عقل کے لئے خود کو مسکر یا مفتر ثابت کردے، تو اس پر بھی حرمت کا حکم لاگو ہوگا۔

مسکرات کی دو قسمیں ہیں:

(۱) جن کی نجاست اور حرمت پر اتفاق ہے، اس کی چار قسمیں ہیں:

(۱) انگور کی کچی شراب (۲) انگور کی پختہ شراب (۳) رطب کی شراب (۴) زبیب کی شراب۔ ان کا ایک قطرہ بھی حرام ہے، اگر چہ اس سے نشہ نہ ہوتا ہو، اس کا دوا میں استعمال کرنا بھی اکلاً وخارجاً عام حالات میں ممنوع ہے، خواہ اپنی اصلی حالت پر رہیں یا کسی قسم کے تصرف سے دوسری ہیئت میں ہوجائیں۔

(۲) وہ اشربہ جن میں اختلاف ہے، یعنی اشربہ اربعہ مذکورہ کے سوا باقی تمام اشربہ، یہ شیخینؒ کے ہاں طاہر ہیں اور مقدار مسکر سے کم بلا لہو بغرض تداوی وغیرہ حلال ہیں، جمہور اور امام محمدؒ کے ہاں نجس اور حرام ہیں اگرچہ قلیل ہوں۔ بلا غرض تداوی وغیرہ محض لہو کے لئے بالاتفاق حرام ہیں اور قدر مسکر پر بالاتفاق حد ہے۔

جامد مسکرات کا حکم:

جامد مسکرات جیسے افیون وغیرہ کی اتنی مقدار جو بالفعل نشہ کرے یا اس میں ضرر شدید ہو حرام ہے، اسی طرح مقدار نشہ سے کم صرف لہو کے طور پر استعمال کرنا بھی حرام ہے، البتہ مقدار قلیل جو حد نشہ سے کم ہو دوائی استعمال کرنا جائز ہے۔ جامد مسکرات میں مقدار مسکر پر بھی حد نہیں، تعزیر ہے۔

علامہ حصکفی تحریر فرماتے ہیں: ويحرم أكل البنج والحشيشة وهي ورق القنب والافيون لانه مفسد للعقل ويصد عن ذكر الله تعالى وعن الصلاة لكن دون حرمة الخمر فان أكل شيئا من ذلك لاحد عليه وان سكر منه بل يعذر بما

---

[1] شمالی گجرات

دون الحد كذا في الجوهرة۔

(بھنگ، حشیش اور افیون کھانا حرام ہے، اس لئے کہ یہ عقل کو فاسد کر دیتی ہے اور اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دیتی ہے، لیکن اس کی حرمت شراب کی حرمت سے کم ہے لہٰذا اگر کسی نے اس میں سے کچھ کھایا تو اس پر حد نہیں ہے، اگر چہ اس کے کھانے سے نشہ آ جائے بلکہ اس کی حد سے کم کے ذریعہ تعزیر کی جائے گی، ایسا ہی جوہرہ میں ہے) (درمختار مع الشامی ۱۰/۳۹، کتاب الحدود)۔

دکتور وہبہ زحیلی تحریر فرماتے ہیں:

ويحرم كل ما يزيل العقل من غير الاشربة المائة كالبنج والحشيشة والافيون لما فيها ضرر محقق، ولا ضرر ولا ضرار في الاسلام، ولكن لاحد فيها، لأنها ليست فيها لذة وطرب، ولايدعو قليلها الى كثيرها، وإنما فيها التعزير لضررها ولما رواه ابوداؤد عن ام سلمة قالت: "نهى رسو ل الله صلى الله عليه وسلم عن كل مسكر ومفتر" ويحل القليل النافع من البنج وسائر المخدرات للتداوي ونحوه، لأن حرمته ليست لعينه وإنما لضرره"۔

(سیال شرابوں کے علاوہ سے ہر وہ چیز جو عقل کو زائل کر دے حرام ہے جیسے بھنگ، حشیش اور افیون، کیونکہ ان میں ثابت شدہ ضرر ہے اور نقصان اٹھانا اور نقصان پہونچانا اسلام میں درست نہیں ہے، لیکن ان میں حد نہیں ہے، کیونکہ ان میں لذت اور مستی نہیں ہے، اور ان کا قلیل کثیر کی دعوت نہیں دیتا ہے، اور بلا شبہ ان کے ضرر کی وجہ سے ان میں تعزیر ہے، اس روایت کی وجہ سے جس کو امام ابوداؤد نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور اور فتور پیدا کرنے والی چیز سے منع فرمایا ہے، اور افیون اور تمام نشہ آور اشیاء کی دوا وغیرہ کے لئے تھوڑی مفید مقدار جائز ہے، اس لئے کہ اس کی حرمت لعینہ نہیں، بلکہ اس کے ضرر کی وجہ سے ہے) (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/۵۵۰۵)۔

قال الصنعاني في سبل السلام:

"انه يحرم ما أسكر من اى شئ، وإن لم يكن مشروبا كالحشيشة" (الفقه الاسلامي ۷/ ۵۵۱۵)۔

(علامہ صنعانی سبل السلام نے (شرح بلوغ المرام) میں لکھا ہے کہ جو شئ بھی نشہ آور ہو وہ حرام ہے خواہ اسے بھنگ کی طرح نہ پیا جاتا ہو)۔

علامہ ابن عابدین شامی تحریر فرماتے ہیں:

فالحرمة عند قصد اللهو ليست محل الخلاف بل متفق عليها كما مر ويأتي يعني لما كان الغالب في هذه الازمنة قصد اللهو لا التقوى على الطاعة منعوا من ذلك اصلًا، تأمل۔

(بس لہو کے قصد کے وقت حرام ہونا محل اختلاف نہیں، بلکہ متفق علیہ ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے اور آئندہ آرہا ہے، چونکہ عصر حاضر میں قصد لہو غالب ہے نہ کہ عبادت پر قدرت حاصل کرنا، لہٰذا لوگوں کو اس سے بالکل روک دیا جائے گا، خوب سمجھ لو) (شامی ۱۰/ ۳۵، کتاب الاشربۃ)۔

- علامہ شامیؒ دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

وعند محمد ما أسكر كثيره فقليله حرام وعليه الفتوى كما يأتي أقول المراد بما أسكر كثيره الخ من الاشربة وبه عبر بعضهم وإلا لزم تحريم القليل من كل جامد إذا كان كثيره مسكرا كالزعفران والعنبر ولم أر من قال بحرمتها ... وبه علم أن المراد الاشربة المائة وأن البنج ونحوه من الجامدات إنما يحرم إذا أراد به السكر وهو الكثير منه دون القليل المراد به التداوي ونحوه ... فان استعمال القليل منها جائز، بخلاف القدر المضر فانه يحرم فافهم واغتنم هذا التحرير۔

(امام محمدؒ کے نزدیک جس کی زیادہ مقدار نشہ آور ہو تو اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ آرہا ہے، میں کہتا ہوں: "بما أسكر كثيره" سے مراد شرابوں میں سے ہے (نہ کہ جامدات میں سے) اور بعض نے اسی سے تعبیر کیا ہے، ورنہ ہر جامد شئ کی مقدار قلیل کا بھی حرام ہونا لازم آئے گا جبکہ اس کی زیادہ مقدار نشہ آور ہو جیسے زعفران اور عنبر، حالانکہ میں نے کسی کو اس کی حرمت کا قائل نہیں دیکھا، اور اسی سے معلوم ہو گیا کہ مراد "بما أسكر كثيره" سے

سیال شرابیں ہیں، اور بھنگ وغیرہ جامد اشیاء اس وقت حرام ہیں جبکہ اس سے نشہ مقصود ہو اور وہ اس کی زیادہ مقدار ہے نہ کہ وہ تھوڑی مقدار جس سے تداوی وغیرہ مقصود ہو، پس بیشک ان کی تھوڑی مقدار کا استعمال جائز ہے، برخلاف نقصان دہ مقدار کے، کیونکہ وہ حرام ہے، خوب سمجھ لو اور اس تحریر کو غنیمت سمجھو) (شامی ۶/ ۵۳، کتاب الحدود، مکتبہ دار الکتاب)۔

دکتور وہبہ زحیلی تحریر فرماتے ہیں:

ومن أشهر أنواع المخدرات: الحشيشة والأفيون والكوكايين والمورفين والبنج ... والحكم الشرعي للمخدرات إنما حرام في غير حالة التداوي للضرورة أو الحاجة۔

(مسکرات کی مشہور قسموں میں سے حشیش، افیون، کوکین، مورفین اور بھنگ ہے، اور مسکرات کا حکم شرعی یہ ہے کہ وہ ضرورت یا حاجت کے لئے تداوی کی حالت کے علاوہ میں حرام ہیں) (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/ ۵۵۱۲)۔

علامہ عبدالرحمن الجزیریؒ نے محقق ابن القیمؒ کے کلام کا خلاصہ اپنی کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعۃ میں نقل کیا ہے:

إن الخمر يدخل فيها كل مسكر، مائعًا كان أو جامدًا، عصيرًا أو مطبوخًا ... الخ

(لفظ خمر میں تمام نشہ آور اشیاء داخل ہیں خواہ وہ سیال ہوں یا جامد ہوں، شیرہ نکال کر تیار کی جائیں یا پکا کر) (کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعۃ ۵/ ۷، کتاب الحدود)

خلاصہ کلام:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تمام نشہ آور اشیاء خواہ سیال ہوں یا جامد ہوں، ان کا استعمال بطور سکر ولہو کے ناجائز ہے۔

انجکشن وغیرہ کے ذریعہ منشیات کا استعمال:

نشہ آور اشیاء کا استعمال بطور سکر ولہو کے جس طرح کھانے پینے کی شکل میں ناجائز ہے، اسی طرح انجکشن وغیرہ کے ذریعہ ان کو جسم کے اندر پہونچانا بھی ناجائز ہے، البتہ خمر کے علاوہ دیگر نشہ آور اشیاء کا استعمال حد سکر سے کم علاج کے لئے جائز ہے۔

علامہ حصکفی تحریر فرماتے ہیں:

والرابع المثلث العنبي وإن اشتد وهو ما طبخ من ماء العنب حتى يذهب ثلثاه ويبقى ثلثه إذا قصد به استمراء الطعام والتداوي والتقوي على طاعة الله تعالى، ولو للهو لايحل إجماعًا، حقائق''۔

(اور چوتھی قسم مثلث عنبی ہے اگر چہ شدت پیدا ہوگئی ہو، اور یہ وہ انگور کا پانی ہے جسے پکایا گیا ہو یہاں تک کہ اس کا دو تہائی جل جائے اور ایک تہائی باقی رہ جائے، جبکہ اس سے استمراء طعام، تداوی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قوت حاصل کرنا مقصود ہو، اور اگر لہو کے لئے ہو تو بالاتفاق جائز نہیں، حقائق) (در مختار مع الشامی ۱۰/ ۳۳، وکذا فی الھندیۃ ۵/ ۴۱۲)۔

علامہ عبدالرحمن الجزیری تحریر فرماتے ہیں:

فتعاطي هذه المخدرات على اى وجه من وجوه التعاطي من أكل أو شرب أو شم أو احتقان حرام باجماع الأمة۔

(پس ان تمام منشیات کا استعمال اجماع امت سے حرام ہے، خواہ اس کا استعمال کسی طرح بھی کیا جائے یعنی اس کا کھانا، پینا، سونگھنا یا انجکشن لینا سب حرام ہے) (كتاب الفقه على مذاهب الأربعة ۵/ ۳۸، كتاب الحدود)۔

نشہ آور چیزوں کی کاشت اور خرید وفروخت:

وہ اشیاء جو براہ راست کسی نہ کسی شکل وصورت میں نشہ وسکر کے لئے استعمال ہوتی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں:

(ا) وہ اشیاء جو براہ راست کسی نہ کسی شکل وصورت میں صرف نشہ وسکر کے لئے استعمال ہوتی ہیں، دوا اور جائز کاموں میں استعمال نہیں ہوتی ہیں، ان اشیاء

کی کاشت اور خرید وفروخت تعاون علی المعصیت کی وجہ سے ناجائز ہے۔

شیخ عبدالرحمن الجزیریؒ تحریر فرماتے ہیں:

فلاشك فی حرمة الاتجار بها ولأنها تعین علی معصیة، والله تعالیٰ قد نهانا عن التعاون علی الاثم والعدوان فقال تعالیٰ وتعاونوا علی البر والتقوی ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان فالتجارة فی هٰذه الاشیاء لاشبهة فی حرمتها لدلالة القرآن الکریم... الخ۔

(پس اس میں کوئی شک نہیں کہ منشیات کی تجارت (اسی طرح زراعت) حرام ہے اور گناہ کی اعانت ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں معصیت اور نافرمانی میں باہم اعانت کرنے سے منع فرمایا ہے: "تعاونوا علی البر والتقوی ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان" (یعنی نیکی اور پرہیزگاری میں باہم تعاون کرو اور گناہ ونافرمانی میں باہم تعاون نہ کرو) پس ان (منشیات) کی تجارت کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں، کیونکہ ان کا حرام ہونا قرآن کریم سے ثابت ہے)

(کتاب الفقه علی مذاهب الاربعة ۵/ ۳۹، کتاب الحدود)۔

۲- وہ اشیاء جو براہ راست نشہ وسکر کے لئے استعمال ہوتی ہیں اور دوا اور جائز مقاصد کے لئے بھی استعمال ہوتی ہیں، ان اشیاء کی کاشت اور تجارت جائز ہے، کیونکہ کاشت اور بیع کے بارے میں یہ اصول ہے کہ جس شئ کا کوئی جائز استعمال موجود ہو اس کی کاشت اور خرید وفروخت جائز ہے، چنانچہ حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"بیع کے بارے میں یہ اصول ہے کہ جس شئ کا کوئی جائز استعمال ممکن ہو اس کی بیع جائز ہے چاہے وہ چیز عام طور سے ناجائز کام میں استعمال ہوتی ہو یعنی اب یہ مشتری کا کام ہے کہ اس کو جائز مقصد کے لئے استعمال کرے" (اسلام اور جدید معاشی مسائل ۴/ ۱۷)۔

دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

"افیون کو لے لیجئے نشہ آور ہے اور عام حالات میں اس کا استعمال جائز نہیں ہے، لیکن اس کی بیع جائز ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ افیون کا جائز استعمال بھی ممکن ہے یعنی دواؤں کے اندر، علاج میں بیرونی استعمال میں لیپ وغیرہ کرنے کے لئے اس کا استعمال ممکن ہے، لہٰذا اس کی بیع بھی جائز ہے"۔

(اسلام اور جدید معاشی مسائل ۴/ ۱۳)۔

حضرت مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

"زمان سابق میں افیون تداوی میں بکثرت استعمال نہیں ہوتی تھی، بلکہ عموماً تلھی کے طور پر استعمال کی جاتی تھی، اس لئے بعض فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کی بیع کو مکروہ تحریر فرمایا ہے، مگر آج کل افیون دوا کے طور پر کثرت سے استعمال ہونے لگی ہے اور علاج میں بڑی اہمیت اور شہرت حاصل کر چکی ہے، بلکہ ضرورت شدیدہ کی حد تک پہنچ گئی ہے لہٰذا اس کی بیع بلا کراہت جائز ہے، البتہ جس شخص کے بارے میں ظن غالب ہو کہ وہ تلھی کے طور پر استعمال کرے گا اس کے ہاتھ بیچنا مکروہ تحریمی ہے" (احسن الفتاوی ۶/ ۴۹۴)۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ امداد الفتاوی میں تحریر فرماتے ہیں: "افیون کی کاشت کرنا جائز ہے" (امداد الفتاوی ۳/ ۵۲۴)۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"افیون، چرس، بھنگ، کوکین یہ تمام چیزیں پاک ہیں اور ان کا دوا میں خارجی استعمال جائز ہے، نشہ کی غرض سے ان کو استعمال کرنا ناجائز ہے، مگر ان سب کی تجارت بوجہ فی الجملہ مباح الاستعمال ہونے کے مباح ہے" (کفایت المفتی ۹/ ۹۰)۔

ان نشہ آور اشیاء کی کاشت اور تجارت ناجائز مقصد (یعنی ان سے نشہ آور مادہ نکال کر استعمال کیا جائے یا اس کی تجارت کی جائے) کے لئے ناجائز ہے، چنانچہ شیخ عبدالرحمن الجزیریؒ بھنگ کی کاشت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

اتفق الأئمة علی تحریم زراعة الحشیش والخشخاش، لاستخراج المادة المخدرة منهما لتعاطیها او الاتجار فیها وحرمة زراعتهما من وجوه:

أولًا: ماروی عن ابن عباس رضی الله عنهما أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: إن من حبس العنب أيام القطاف حتی يبيعه ممن يتخذه خمرًا فقد تقحم النار. فهذا دليل على حرمة زراعتها بطريق دلالة النص.

ثانيًا: إن زراعة هذه المخدرات إعانة على المعصية، وهي تعاطي المخدرات والاتجار فيها والإعانة على المعصية معصية

ثالثًا: إن زراعتها لهذا الغرض رضا من الزراع بتعاطي الناس لها، واتجارهم فيها والرضا بالمعصية معصية... الخ.

(تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بھنگ اور پوست کی کاشت اس غرض سے کرنا حرام ہے کہ اس سے نشہ آور مادہ نکال کر استعمال کیا جائے گا یا اس کی تجارت کی جائے گی۔ اس کی کاشت کئی وجہوں سے حرام ہے:

ایک وجہ تو وہ روایت ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے انگور اتارنے کے دنوں میں روک رکھا تا کہ اس کے ہاتھ فروخت کرے جو اس سے شراب بنائے تو وہ شخص اوندھا ہو کر جہنم میں پڑا"

اس حدیث سے بطور دلالۃ النص کے یعنی مفہوم عبارت کی بنا پر ثابت ہوتا ہے کہ اس غرض سے انگور کی کاشت حرام ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ منشیات کی کاشت کرنا، اس کے استعمال اور اس کی تجارت میں اعانت کرنا ہے اور گناہ کی اعانت بھی گناہ ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس غرض سے منشیات کی کاشت کرنا، کاشت کار کا اس کے استعمال اور اس کی تجارت پر راضی ہونا ہے۔ اور گناہ پر راضی ہونا بھی گناہ ہے...... الخ" (کتاب الفقه علی مذاهب الأربعة ۵/ ۳۹، کتاب الحدود، وکذا فی الفقه الاسلامی وادلته ۷/ ۵۵۱۷)۔

حکیم الامت حضرت تھانوی تحریر فرماتے ہیں:

"افیون کا استعمال جس صورت میں ناجائز ہے اس کے اعتبار سے تو اس کا حکم مثل شراب کے ہے اور جس صورت میں استعمال جائز ہے اس کے اعتبار سے اس کی بیع سے روکنا دوسروں پر ظلم ہے" (امداد الفتاوی ۳/ ۳۷۸)۔

حاصل یہ کہ جائز مقصد کے لئے ان کی کاشت اور تجارت جائز ہے اور ناجائز مقصد کے لئے ناجائز ہے۔

اگر حکومت ان اشیاء کی کاشت اور خرید وفروخت پر پابندی لگادے جو براہ راست کسی نہ کسی شکل وصورت میں نشہ وسکر کے لئے استعمال ہوتی ہیں تو جب تک حکومت کی طرف سے عائد کردہ پابندی باقی رہے اس وقت تک ان کی کاشت اور خرید وفروخت بھی شرعاً ناجائز ہو جائے گی، چنانچہ حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں: "اسلامی شریعت نے حکومت وقت کو یہ اختیار بھی دیا ہے کہ وہ کسی عمومی مصلحت کے تحت کسی ایسی چیز یا ایسے فعل پر پابندی عائد کر سکتی ہے، جو بذات خود حرام نہیں، بلکہ مباحات کے دائرے میں آتی ہے، لیکن اس سے کوئی اجتماعی خرابی لازم آتی ہے، یہ پابندی ابدی نوعیت کی نہیں ہوتی، جو ہر زمانے میں اور ہر جگہ نافذ العمل ہو، بلکہ اس کی حیثیت وقتی حکم کی ہوتی ہے جو وقتی مصلحت کے تحت ہوتا ہے، اس کی سادہ سی مثال یہ ہے کہ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ جب ہیضہ کی وبا پھوٹ رہی ہو تو حکومت یہ پابندی لگا سکتی ہے کہ خربوزے کی خرید وفروخت اور اس کا کھانا ممنوع ہے جب حکومت کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اس جائز کام کو بھی ممنوع قرار دیدے...... اس قسم کی ریاستی پابندیوں کے واجب ہونے کا مآخذ قرآن کریم کا یہ ارشاد ہے:

"يا أيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر منكم"

(اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے میں سے بااختیار لوگوں کی اطاعت کرو)۔ اس آیت میں اولو الامر کی اطاعت کو اللہ اور رسول کی اطاعت سے الگ کر کے ذکر کیا گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جن چیزوں میں قرآن وسنت نے کوئی متعین حکم نہیں دیا ان میں اولی الامر کے احکام واجب التعمیل ہیں۔ یہاں یہ بات واضح رہنا ضروری ہے کہ حکومت کو مباحات پر پابندی عائد کرنے کا یہ اختیار غیر محدود نہیں ہے، اس کے بھی کچھ اصول وضوابط ہیں: ایک یہ ہے کہ حکومت کا وہی حکم واجب التعمیل ہے جو قرآن وسنت کے کسی حکم سے متصادم نہ ہو اور دوسرے یہ کہ حکومت کو اس قسم کی پابندی عائد کرنے کا اختیار صرف اس وقت ملتا ہے جب کوئی اجتماعی مصلحت اس کی داعی ہو، چنانچہ ایک مشہور فقہی قاعدے میں اس بات کو اس طرح تعبیر کیا گیا ہے کہ تصرف الامام بالرعية منوط بالمصلحة عوام پر حکومت کے اختیارات مصلحت کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں، لہٰذا اگر کوئی حکومت کسی اجتماعی مصلحت کے بغیر کوئی پابندی عائد کرے تو یہ پابندی جائز نہیں (اسلام اور جدید معاشی مسائل ۷/ ۵۱-۵۲)۔

منشیات تیار کرنا اور ان کی خرید وفروخت:

ناجائز مقاصد کے لئے بھنگ وافیون جیسی اشیاء سے منشیات ومسکرات تیار کرنا اور ان کی خرید وفروخت ناجائز ہے، کیونکہ یہ تعاون علی المعصیت میں داخل ہے، چنانچہ دکتور وہبہ زحیلی تحریر فرماتے ہیں:

ان کل ما یؤدی الی الحرام فھو حرام، وکل ما یعین علی المعصیة فھو معصیة، فتکون زراعة الحشیش وغیرھا واستخراج المواد المخدرة والعنایة بھا حفظا وتعلیبا وتھریبا ونقلا من مکان الی آخر امرًا حرامًا فی شرع اللہ ودینہ للأسباب التالیة... الخ۔

(ہروہ کام جو حرام تک پہونچائے وہ بھی حرام ہے اور ہروہ کام جو معصیت پر معین ہو وہ بھی معصیت ہے، لہٰذا بھنگ وغیرہ کی کاشت اور نشہ آور مادہ کا نکالنا اور ان کی حفاظت، پیکنگ، اسمگلنگ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے کام شرعاً حرام ہے آنے والے اسباب کی وجہ سے) (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/ ۵۵۱۷)۔

دکتور وہبہ زحیلی دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

إن الاتجار بالمخدرات بیعا وشراء وتھریبا وتسویقا أمر حرام کحرمة تناول المخدرات، لأن الوسائل فی الشریعة تاخذ حکم المقاصد ویجب سد الذرائع الی المحرمات بمختلف الامکانات والطاقات... الخ

(الفقہ الاسلامی ۷/۵۵۱۶)۔

"بیشک منشیات کی خرید وفروخت، اسمگلنگ اور بازار میں لانا منشیات کے تناول کرنے کی طرح حرام ہے، اس لئے کہ شریعت میں وسائل مقاصد کا حکم رکھتے ہیں، اور مختلف امکانات اور طاقات سے محرمات کے ذرائع کا سدباب واجب ہے"۔

تیز نشہ آور اشیاء کی تیاری وخرید وفروخت پر شریعت کا موقف:

تیز نشہ آور اشیاء کی تیاری اور کاروبار کرنے والوں کی پہلی بار حبس طویل یا ضرب شدید سے تعزیر کی جائے گی پھر اگر دوبارہ وہ اس جرم کے مرتکب پائے جائیں اور ملک وقوم کو ان کے شر سے بچانے کے لئے ان کو قتل کرنا ناگزیر ہو جائے تو حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک امام وقت سیاسۃً وتعزیرًا ان کو قتل بھی کرسکتا ہے، چنانچہ علامہ ابن عابدین شامیؒ رقمطراز ہیں:

ان من تکرار الخنق منہ فی المصر قتل بہ سیاسة لسعیہ بالفساد وکل من کان کذلک یدفع شرہ بالقتل۔

(جس شخص سے گلا گھونٹ کر مارنے کا جرم شہر میں مکرر پایا جائے تو اس کو سیاسۃً قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ وہ فساد پھیلانے کی سعی کر رہا ہے، اور جو بھی ایسا ہو اس کے شر کو قتل سے ختم کیا جائے گا) (شامی ۶/۷۸، کتاب الحدود، مکتبہ دار الکتاب)۔

علامہ شامیؒ دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

تنبیہ:... أشار کلام الفتح إلی أن السیاسة لاتختص بالزنا وھو ما عزاہ الشارع الیفی النھر وفی القھستانی السیاسة لا تختص بالزنا بل تجوز فی کل جنایة والرأی فیھا الی الإمام علی ما فی الکافی کقتل مبتدع یتوھم منہ انتشار بدعتہ وإن لم یحکم بکفرہ۔

تنبیہ:......(فتح کے کلام سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سیاسۃً قتل کرنا زنا کے ساتھ خاص نہیں ہے اور یہ وہی ہے جس کو شارع نے نہر کی طرف منسوب کیا ہے، اور قہستانی میں ہے کہ سیاسۃً قتل کرنا زنا کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ ہر جنایت میں جائز ہے اور اس میں رائے امام کے سپرد ہے جیسا کہ کافی میں ہے، جیسے ایسے بدعتی کو قتل کرنا جس سے اس کی بدعت کے پھیلنے کا خدشہ ہو اگرچہ اس کے کفر کا فیصلہ نہ کیا گیا ہو) (شامی ۶/۲۰، کتاب الحدود)۔

دکتور وہبہ زحیلی تحریر فرماتے ہیں:

وأجاز فقهاء الحنفية والمالكية أن تكون عقوبة التعزير هي القتل ويسمونه القتل سياسة، اى إذا رأى الحاكم المصلحة في ذلك، وكان جنس الجريمة يوجب القتل كما في حال التكرار أو إدمان المسكرات والمخدرات واعتياد الاجرام... الخ (الفقه الاسلامی وادلتہ ۷/ ۵۵۱۹)۔

(فقہاء حنفیہ اور مالکیہ نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ تعزیر کی سزا قتل ہو اور وہ اس کا سیاسۃ قتل نام رکھتے ہیں یعنی جب حاکم اس میں مصلحت دیکھے اور جرم کی جنس قتل کو واجب کرتی ہو، جیسے تکرار یا مسکرات ومنشیات کے دائمی استعمال اور جرائم کے عادی ہونے کی حالت میں)۔

دکتور وہبہ زحیلی دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

ومثله كل من لا يدفع شره إلا بالقتل يقتل سياسة (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/ ۵۵۹۴)۔

(اسی کے مثل ہے ہر وہ شخص جس کا شر دفع نہ کیا جاسکتا ہو مگر قتل سے تو اس کو سیاسۃ قتل کردیا جائے گا)۔

منشیات کے فروغ کا ذریعہ بننے والے کا حکم:

شراب ونشہ آور اشیاء کے استعمال یا کاروبار پر جبکہ کوئی آدمی اس کے فروغ کا ذریعہ بن رہا ہو اور ملک وقوم کو اس کے شر وفساد سے بچانے کے لئے اس کو قتل کرنا ناگزیر ہو تو اس کو تعزیرًا وسیاسۃً موت کی سزا دی جاسکتی ہے، کیونکہ تعزیرًا قتل کرنا حدیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ دکتور وہبہ زحیلی تحریر فرماتے ہیں:

"جس شخص کا فساد فی الارض دفع نہ ہو مگر قتل سے تو اس کو قتل کردیا جائے گا، جیسے جماعت مسلمین کے درمیان تفرقہ بازی کرنے والا اور دین میں بدعت کا داعی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کسی نفس کو بغیر نفس کے قتل کردیا یا زمین میں فساد برپا کرنے کے لئے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کردیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے قتل کا حکم دیا جس نے آپ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا، اس روایت کے مطابق جس کو امام احمد نے مسند میں روایت کیا ہے، دیلم حمیری نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان لوگوں کے بارے میں دریافت کیا جو چوتھی مرتبہ شراب پینے سے باز نہیں آتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ شراب نہ چھوڑیں تو ان کو قتل کردو، حاصل یہ کہ سیاسۃً قتل کرنا جائز ہے جرائم پیشہ لوگوں اور دائمی شراب پینے والوں اور فساد کے داعیوں اور ملک کے امن کو برباد کرنے والوں اور ان جیسوں کو" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/ ۵۵۹۵)۔

نشہ کے مریضوں کو نشہ کے مرض سے بچانے کا حکم:

اسلام نے نشہ آور اشیاء کو حرام قرار دیا ہے، اس لئے کہ ان میں زبردست نقصانات اور تباہیاں ہیں، پینے والے کا دینی، جسمانی، عقلی اور اخلاقی ہر اعتبار سے نقصان ہے، اسی طرح اس کے نتائج معاشرتی وجود کی خودکشی، بدامنی اور انتشار کی شکل میں برآمد ہوتے ہیں، عبادات ضائع اور حقوق واجبہ برباد ہوتے ہیں، الغرض نشہ آور اشیاء کا استعمال صرف ایک منکر نہیں، بلکہ کئی منکرات کا مجموعہ ہے، چنانچہ دکتور وہبہ زحیلی رقمطراز ہیں:

ومن المعلوم أن الضرر الناجم عن تعاطي المسكرات والمخدرات متعدد الجوانب ففيها ضرر بالشخص ذاته وبأسرته وأولاده وبمجتمعه وأمته... الخ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/ ۵۵۱۱)۔

(یہ تو معلوم ہے کہ مسکرات اور منشیات کے استعمال سے پیدا ہونے والا ضرر ہمہ گیر ہے، پس اس میں خود پینے والے، اور اس کے خاندان، اولاد، معاشرے اور امت کا نقصان ہے)۔

اسلام ایک ایسا ہمہ گیر اور آفاقی مذہب ہے جو مسلمانوں کو پوری انسانیت کی خدمت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے یہ بتاتا ہے کہ معروف کا حکم کرتے ہوئے منکرات سے عالم انسانیت کو بچانا ہے تاکہ یہ انسان انسانیت کے حقیقی جوہر سے آشنا ہوسکے، ارشاد باری ہے:

"كنتم خير أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله" (آل عمران: ۱۱۰)۔

(تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی ہدایت کے لئے ظاہر کی گئی ہے تم نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو)۔

امت مسلمہ کو اللہ نے بہترین امت قرار دیا ہے، کیونکہ اس کا منصبی فریضہ انسانوں کی روحانی واخلاقی اصلاح کی فکر کرنا ہے، اگرچہ پچھلی امتوں کے فرائض

میں بھی "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" داخل تھا، لیکن اس فریضہ کی تکمیل سب سے زیادہ اس امت محمدیہ کے ذریعہ ہوئی اور تا قیامت انشاء اللہ ہوتی رہے گی، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس امت میں تا قیامت ایک ایسی جماعت قائم رہے گی، جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ پر قائم رہے گی، گویا اس امت کا نشان یہ ٹھہرا کہ لوگوں کو نیک کاموں کی ہدایت کرے اور برے کاموں سے روکے، یعنی دوسروں کی خیر خواہی کرے جیسا کہ فرمان نبوی ہے:

الدین النصیحة لله ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم (بخاری ومسلم کتاب الایمان)

یعنی دین خیر خواہی کا نام ہے، اللہ اور اس کے رسول کے لئے، ائمہ کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے۔ جب تک کسی کے اندر پوری انسانیت کے تئیں خیر خواہی کا جذبہ نہ ہوگا وہ مکمل طور پر دین دار نہیں ہو سکتا اور خیر خواہی کا اعلیٰ معیار یہ ہوگا کہ جس طرح ممکن ہو انہیں جنت کے دروازے پر لا کھڑا کرے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب معروف کا حکم کر کے منکرات سے روکا جائے، اگر قوم کا ہر فرد یہ کام انجام نہیں دے سکتا تو کم از کم ایک جماعت تو ایسی ہونی چاہئے جو اس کام کو مستعدی کے ساتھ انجام دیتی رہے، ورنہ اخلاقی گراوٹ کے ایسے گڑھے میں گر جائے گی، جہاں سے واپسی مشکل ہے، بنی اسرائیل مبتلائے لعنت اسی وجہ سے ہوئی جسے قرآن نے یوں بیان کیا ہے:

کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون (المائدہ: ۹)۔

یعنی وہ ایک دوسرے کو ان بری باتوں سے نہیں روکتے تھے جو وہ کیا کرتے تھے اور ان کا عمل بہت برا تھا۔ اس آیت شریفہ کے نزول کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:

والذی نفسی بیده لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر ولتأخذن على يد المسيئ ولتطرنه على الحق اطراء وليضربن الله قلوب بعضكم على بعض أو ليلعنكم كما لعنهم (ابوداؤد: ۴۳۳۷، ترمذی، ۲۹۸۳، ابن ماجہ: ۳۹۹۶)۔

اس سے پتہ چلا کہ یہ عالم گیر انسانی خدمت جو امت محمدیہ کے حصہ میں آئی ہے، صرف محبت انسانی کا پاکیزہ جذبہ ہی نہیں، بلکہ نظام تمدن اور معاشرہ کو شر وفساد سے محفوظ کر کے پوری دنیا میں امن وسکون قائم کرنے اور شرافت و بزرگی کے جذبہ سے آشنا کرنے کا بہترین ذریعہ اور ناگزیر تدبیر ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرنے پر سختی کے ساتھ عذاب الٰہی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ نہی عن المنکر نظر انداز کرنے کی صورت میں خدائی قہر صرف بدکاروں کے لئے نہیں ہوگا، بلکہ اس کی لپیٹ میں ہر کوئی آ جائے گا، مسند احمد کی روایت ہے:

إن الله عزوجل لايعذب العامة بعمل الخاصة حتى يروا المنكر بين ظهرانيهم وهم قادرون على أن ينكروه فلا ينكروه فإذا فعلوا ذلك عذب الله الخاصة والعامة (مسند احمد: ۱۷۰۵۷)۔

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کے عمل کی سزا عام لوگوں کو اس وقت تک نہیں دیتا، جب تک ان میں غلط رواداری نہ پیدا ہو جائے کہ بدی کو اپنے سامنے ہوتے ہوئے دیکھیں اور اس کو روکنے کی قدرت کے باوجود نہ روکیں، پھر اللہ تعالیٰ عوام وخواص سبھی کو عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ منکر کو روکنا مسلمانوں کی قدرت واستطاعت پر موقوف ہے، یہ فریضہ قوت اور زبان وقلم سے بھی انجام دیا جا سکتا ہے، اس کی درجہ بندی حدیث پاک میں اس طرح ہے:

من رأى منكم منكرا فليغيره بيده، فان لم يستطع فبلسانه، فان لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان (مسلم: ۷۰، بخاری ۹۰۳، ترمذی: ۲۰۹۸)۔

یعنی تم میں سے جو کوئی برائی کو دیکھے تو اس کو ہاتھ (قوت) سے روک دے، اگر اس کی قدرت نہ رکھتا ہو تو زبان سے اور اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

احکام القرآن للتھانویؒ میں ہے:

وبالجملة ففرضية الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر مما لاشبهة فيه، ثبت ذلك بالآيات والأحاديث وعليه انعقد الإجماع (احکام القرآن للتھانوی ۲/۸)۔

(حاصل یہ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فرضیت میں کوئی شبہ نہیں ہے، اس کی فرضیت آیات واحادیث سے ثابت ہے اور اس پر اجماع منعقد ہوا ہے)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ نشہ کے عادی اشخاص کو ان کی عادت چھڑانے اور اس مرض کے مفاسد سے ملک وقوم کو بچانے کے لئے جدوجہد کرنا اور مناسب تدابیر اختیار کرنا حسب مراتب وقدرت امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے۔

منشیات سے علاج:

نشہ کی عادت ایک مرض، بلکہ کئی امراض کا مجموعہ ہے، بسا اوقات نشہ آور اشیاء کا استعمال انسان کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے، اس سے ہونے والی تباہی وبربادی کو جدید علمی تحقیقات نے بھی ثابت کردیا ہے اور پیش آمدہ واقعات اس کے گواہ ہیں، امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک خمر کے علاوہ دیگر نشہ آور اشیاء کو بطور دوا یا حصول طاقت کے لئے اتنی مقدار میں استعمال کرنا جائز ہے جس مقدار سے نشہ پیدا نہ ہوتا ہو (فتح القدیر ۸/ ۱۶۰)

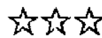
اور علاج کی ضرورت کے لئے ان دونوں اماموں کے مسلک پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔

نشہ کی عادت چھڑانے کے لئے اگر حلال ادویہ مفید ثابت نہ ہوں اور نشہ آور اشیاء کا استعمال ناگزیر ہو تو اتنی مقدار کے استعمال کی گنجائش ہوسکتی ہے جس سے تدریجی طور پر مریض کو مرض نشہ بازی سے چھٹکارا دلانا ممکن ہو، چونکہ الضرورات تبیح المحظورات ضرورتیں ممنوعات کو بھی مباح کردیتی ہیں، نیز اخف المفسدتین کو اختیار کرنا واجب ہے، اس لئے جن چیزوں میں نشہ ہو یا عقل کو زائل کرنے والی ہوں ان میں شدید بدمستی نہ ہو اور نہ ان میں کوئی لذت ہو نیز اس کی تاثیر بھی وقتی ہو تو ان کو علاج کی غرض سے استعمال کرنا حرام نہیں، اس پابندی کے ساتھ کہ اس کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے اس کو استعمال نہ کیا جائے، تاکہ نشہ باز لوگ اس کو مسکرات کے بدل کے طور پر استعمال نہ کریں۔

ويجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفائه فيه ولم يجد من المباح مايقوم مقامه وإن قال الطبيب يتعجل شفائك فيه وجهان (الفتاوى الهندية ۵/ ۳۵۵، كتاب الكراهية)۔

(اور بیمار کے لئے خون اور پیشاب پینا اور مردار کھانا دوا کے لئے جائز ہے جبکہ اس کو کسی مسلمان ڈاکٹر نے بتلایا ہو کہ اس کی شفاء اس میں ہے اور مباح میں سے ایسی چیز نہ پائے جو اس کے قائم مقام ہو اور اگر ڈاکٹر نے کہا کہ تجھے جلدی شفاء ہوگی تو اس میں دو قول ہیں)۔

هذا ما ظهر لي إلى الآن والله تعالى أعلم بالصواب۔



نشہ آور اشیاء کی کاشت کا شرعی حکم

مفتی فضیل الرحمن ہلال عثمانی [1]

۱- اسلامی شریعت نے یہ اصول مقرر کردیا ہے کہ جو نشہ پیدا کرنے والی چیزیں ہیں چاہے وہ سیال صورت میں ہوں جو شراب اور خمر کے عنوان سے جانی جاتی ہیں، یا کسی اور شکل میں ہوں، ہر وہ چیز جس میں نشہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہو وہ حرام ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كل مسكر خمر وكل مسكر حرام (بخاری، راوی حضرت عبداللہ ابن عمرؓ، مسلم ۲/ ۱۶۷، بداية المجتهد ابن رشد ۱/ ۳۸۲، احكام القرآن للجصاص ۱/ ۳۲۴)۔

اور مزید فرمایا: كل شراب أسكر فهو حرام۔ "ہر وہ مشروب جو نشہ پیدا کرے حرام ہے"۔

وأنا أنهى عن كل مسكر۔ "اور میں ہر نشہ آور چیز سے منع کرتا ہوں"۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حجۃ الوداع کے موقعہ پر جب شراب کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا:

"شراب بذات خود حرام ہے اور وہ تمام پینے کی چیزیں جن سے نشہ ہو"۔

امام مالکؒ نے ابن شہاب زہری سے اور انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمن کے واسطے سے حضرت عائشہؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے تبع اور نبیذ عسل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: "ہر وہ مشروب جو نشہ دے حرام ہے"۔

(تبع اس شراب کو کہتے ہیں جو گندم اور جو سے بنائی جاتی ہے)۔

حدیث میں ہے: عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ما أسكر كثيره فقليله حرام (نسائی، ابن ماجه، مصنف عبدالرزاق)۔

اور اسی قسم کی ایک اور روایت ابوداود اور ابن ماجہ میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے۔ ترمذی نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور اس کو حسن کہا ہے۔

ایک حدیث سعد بن ابی وقاصؓ سے نسائی میں مروی ہے: إن النبي صلى الله عليه وسلم نهى ما أسكر كثيره۔

اور ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اس کو روایت کیا ہے اور حافظ عبدالعظیم منذری نے مختصر سنن ابوداود میں تحریر فرمایا ہے:

أجود أحاديث الباب حديث سعد۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے: قال رسول الله ﷺ كل مسكر حرام وما أسكر كثيره فقليله حرام (دار قطنی)۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے: قال عليه السلام كل مسكر حرام إن على الله حدا لمن يشرب المسكر۔

عینی شارح کنز فرماتے ہیں: قال محمد رحمهم الله والثلاثة كل ما أسكر كثيره فقليله حرام من أي نوع كان۔

حضرت عمرؓ نے جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے شراب کی یہ تعریف بیان کی:

---

[1] مالیر کوٹلہ، پنجاب

الخمر ما خامر العقل۔ ''خمر سے مراد ہر وہ چیز ہے جو عقل کو ڈھانک لے''۔

معلوم ہوا کہ نشہ آور چیز خواہ سیال صورت میں ہو یا کھانے کی صورت میں یا کسی چیز میں لگا کر یا نباتات وغیرہ کی شکل میں یا کسی دوسری شکل میں ہو، اگر وہ نشہ آور ہے تو اسلامی شریعت میں وہ حرام ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اصول بھی بیان فرمادیا کہ:

ما أسكر كثيره فقليله حرام۔ ''جس چیز کی کثیر مقدار نشہ پیدا کرے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے''۔

نیز فرمایا:

ما أسكر الفرق منه فملء الكف منه حرام (ابوداؤد، مسند احمد، صحیح ابن حبان، ترمذی، راوی حضرت عائشہ، امام ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے)۔

''جس چیز کا ایک پورا فرق نشہ پیدا کرتا ہو اس کا چلو پینا بھی حرام ہے''۔

(فرق ناپنے کا برتن جس میں سولہ رطل آتا ہے)۔

۲- جب اصولاً ہر نشہ آور چیز کا استعمال اسلامی شریعت کی نظر میں حرام اور ناجائز ہے تو اگر نشہ آور چیز انجکشن کے ذریعے جسم کے اندر پہونچائی جائے تو اس کا بھی وہی حکم ہوگا جو منھ اور حلق کے ذریعہ جسم کے اندر پہونچانے کا ہے۔

حدیث میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كل مسكر مفتر

(مسند احمد، ابوداؤد، راوی ام سلمہ، کتاب الاشربہ، باب النہی عن المسکر، حدیث نمبر: ۳۶۸۶، سبل السلام: ۲۸/۴)۔

اب یہ چیز چاہے انجکشن کے ذریعے جسم میں داخل کی جائے یا کسی اور طریقے پر اس کا حکم یکساں ہوگا۔

۳- بھانگ اور افیم دونوں چیزیں حلال نہیں ہیں، مگر ان کی بیع صحیح ہے اور نافذ ہوگی۔ جیسا کہ درمختار میں ہے:

وصح بيع الخمر مما مر ومفاده صحة بيع الحشيشة والأفيون. قلت وقد سئل ابن نجيم عن بيع الحشيش هل يجوز. فكتب لايجوز فيحمل على أن مرادهم بعدم الجواز عدم الحل قاله المصنف۔

حضرت مولانا عبد الحئی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فتوی دیا ہے (ملاحظہ ہو: فتاوی عبد الحئی، صفحہ: ۲۸۵، مطبوعہ ملک پبلیشرز دیوبند)۔

مگر چونکہ یہ چیزیں حرام ہیں اس لئے ان کی کاشت جائز نہ ہوگی۔

۴- بھانگ، افیم وغیرہ سے جو منشیات ہیروئن وغیرہ تیار کی جارہی ہیں ان کو تیار کرنا اور ان کی خرید وفروخت سب حرام ہے۔

۵- اسلام میں شراب اور ہر نشہ پیدا کرنے والی چیز حرام ہے۔ جیسا کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ مگر جہاں تک اس کی سزا کا تعلق ہے، قرآن کریم میں اس کے لئے کوئی مقررہ سزا بیان نہیں ہوئی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت ہے کہ آپ ؐ نے شراب کی سزا میں کوئی حد مقرر نہیں فرمائی؛ لیکن آپ ؐ شراب نوش کو کسی خاص سزا کے تعین کے بغیر جوتوں، کپڑے کی سوٹیوں اور کھجور کی شاخوں سے پٹواتے تھے۔

سنن ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ آپ ؐ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے شراب پی تھی۔ آپ ؐ نے فرمایا: اسے پیٹو۔

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی اسے ہاتھ سے مارتا تھا، کوئی جوتوں سے مارتا تھا اور کوئی اپنے کسی کپڑے سے مارتا تھا۔

حضرت ابوہریرہ ؓ ہی سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے ملامت کرو۔

چنانچہ لوگ اسے کہنے لگے، کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا، تجھے اللہ کا خوف نہیں۔ تجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی حیا نہ آئی۔

اس کے بارے میں ابن فرحون کہتے ہیں کہ یہ زبان سے تعزیر ہے۔ نیز اس سے یہ استدلال بھی کیا جاتا ہے کہ حد کے ساتھ تعزیر جمع ہوسکتی ہے۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ صحابہؓ کے اندازے کے مطابق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مارنے کی تعداد چالیس ضرب تھی۔ نیل الاوطار میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوش کو کھجور کی دو شاخوں کے ساتھ تقریباً چالیس ضربات لگوائیں۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی کی سزا میں جوتوں سے چالیس دفعہ پٹوایا۔

پھر حضرت عمرؓ نے جوتے کی جگہ کوڑے کر دیئے۔

ایک دوسری روایت میں حضرت ابوسعیدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی کے جرم میں چالیس ضربات لگوائیں۔

سائب نے بیان کیا کہ شراب نوش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی عہد میں ہاتھوں، چادروں اور جوتوں سے مارا جاتا تھا۔ بعد میں حضرت عمرؓ نے چالیس کوڑے کر دیئے۔ اور جب لوگ زیادہ فسق و فجور کرنے لگے تو اسی کر دیئے۔

ان روایات کی بنا پر شراب نوشی کی سزا میں جمہور فقہاء کہتے ہیں کہ اس کی سزا اسی کوڑے ہیں۔ اور امام شافعیؒ، ابوثور اور داؤد ظاہری کہتے ہیں کہ حد چالیس کوڑے ہیں۔

جمہور کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں جب لوگ شراب نوشی کا جرم زیادہ کرنے لگے تو آپؓ نے صحابہ کرامؓ سے اس جرم کی سزا کے بارے میں مشورہ کیا۔ بعض صحابہؓ نے یہ رائے دی کہ اس کی سزا اسی کوڑے کر دی جائے، اور اسے حد قذف پر قیاس کر لیا جائے۔

اس موقع پر حضرت علیؓ کا یہ قول روایات میں آیا ہے کہ: "جب وہ شراب پیتا ہے تو آپے میں نہیں رہتا اور جب آپے میں نہیں رہتا تو ہذیان بکتا ہے اور جب ہذیان بکتا ہے تو افترا پردازی کرنے لگتا ہے"۔

اس مشاورت کے بعد حضرت عمرؓ نے اس کی حد اسی کوڑے مقرر کر دی۔ جب کہ وہ پہلے اس جرم میں چالیس کوڑے لگوایا کرتے تھے۔ دوسرے فریق کا استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی میں کوئی خاص حد مقرر نہیں کی۔ بلکہ اس پر بلا تعین مار پیٹ ہوتی تھی جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔ صحابہؓ نے حضورؐ کی مار کو اندازاً چالیس سمجھا اور ایک روایت میں بھی ہے کہ آپؐ نے چالیس کوڑے مارے۔

(معین الحکام صفحہ: ۱۸۰/۱۷۹، بدایۃ المجتہد لابن رشد ۳۷۱/۲، تبصرۃ الحکام لابن فرحون، بر حاشیہ فتح العلی المالک ۳۶۶/۲، طبع اول، مطبع امیریہ بولاق مصر، ۱۳۰۰ھ، الاحکام السلطانیہ، للماوردی، صفحہ: ۲۱۶، الاحکام السلطانیہ لأبی یعلی ۲۵۳، نیل الاوطار، للشوکانی ۱۹/۷)۔

مندرجہ بالا بحث کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ شراب نوشی کی سزا کو چالیس کوڑوں سے اسی کوڑے کرنا حضرت عمرؓ کا فعل ہے جو آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابۂ کرامؓ کے مشورے سے کیا۔

موجودہ زمانے کے قانونی طرز بیان کے مطابق یہ گویا ایکٹ آف پارلیمنٹ (Act of Parliament) تھا۔ اسی وجہ سے جب حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو اسی کوڑے حد مقرر کرنے کا مشورہ دیا تو فرمایا: "یہ وہ حد ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہؓ کی رائے سے تجویز ہوئی"۔

اب اگر ان روایات کا اعتبار کیا جائے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے میں اس جرم پر کوئی معین سزا نہیں دی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں شراب پر کوئی حد مقرر نہ تھی بلکہ صرف تعزیر تھی؛ کیوں کہ شرعی اصطلاح میں غیر معین سزا کو تعزیر کہا جاتا ہے۔

اور اگر ان روایات کا اعتبار کیا جائے جن میں کہا گیا ہے کہ حضورؐ کے زمانے میں یہ سزا چالیس کوڑے مقرر تھی جیسا کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں تو پھر یہ سزا حد قرار پائے گی نہ کہ تعزیر۔

پھر جب صحابہ کے زمانے میں چالیس سے زیادہ ضربات تجویز کی گئیں تو یہ زائد ضربات حد نہیں بلکہ تعزیر ہوں گی۔ اور امام کو شرعاً یہ اختیار حاصل ہے کہ اگر حدود کے ذریعے سے لوگوں کو جرائم کے ارتکاب سے باز نہ رکھا جا سکے تو وہ حدود پر تعزیر کا اضافہ کر سکتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے: إنما جزاؤ الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون في الأرض فسادًا أن يقتلوا أو يصلبوا أو تقطع أيديهم وأرجلهم من خلاف أو ينفوا من الأرض (سورہ مائدہ، آیت: ۳۳)۔

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لئے تگ و دو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں، ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کئے جائیں یا

سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں یا وہ جلاوطن کردیئے جائیں"۔

قرآن مجید کی اس آیت کو سامنے رکھ کر معاشرے کو فساد سے بچانے کے لئے اور اس لئے کہ لوگ عبرت حاصل کریں موت کی سزا تجویز کی جاسکتی ہے۔

جزا اور سزا کے قانون، حدود و تعزیرات کے نفاذ میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہئے کہ اسلامی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ جرم کی تمام ترغیبات کے سدّ باب کا انتظام کرے اور وہ نظام تعلیم و تربیت جاری کرے جس میں انسان کی اخلاقی حس کو ابھارا جائے۔

اسلامی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ایسی فضا بنائے جس میں نیکیاں زیادہ سے زیادہ پروان چڑھیں اور برائیاں دبی رہیں۔ وہ سوسائٹی کے پورے نظام کو اس طرز پر ڈھالے کہ اللہ کی بنائی ہوئی فطرت کے مطابق ایک ایک بھلائی اپنی پوری صورت پر قائم ہو، ہر طرف سے اس کو پروان چڑھنے میں مدد ملے اور ہر وہ رکاوٹ جو کسی طرح اس کی راہ میں حائل ہوسکتی ہے دور کی جائے۔

اسی طرح اسلامی ریاست کا فریضہ ہے کہ وہ ایسا نظام تعلیم و تربیت بنائے جس میں فطرت انسانی کے خلاف ایک ایک برائی کو چن چن کر زندگی سے نکالا جائے۔ اس کی پیدائش اور نشوونما کے اسباب دور کئے جائیں۔ برائی کے داخل ہونے کے راستے بند کئے جائیں۔ اور اس کے باوجود اگر وہ سر اٹھائیں تو اس کو سختی سے دبا دیا جائے۔

اسلام میں جرائم کی سزائیں اس بنیاد پر تجویز کی گئی ہیں کہ اسلامی ریاست جرم کی تمام ترغیبات کے سدّ باب کا انتظام کرے گی اور اس کے بعد بھی کوئی شخص قانون شکنی کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی طبیعت میں فساد ہے۔

اسلامی شریعت مجرم کو اس بات کا موقع دینا نہیں چاہتی کہ وہ سماج میں فتنہ و فساد پھیلائے اور عام آدمیوں کے امن و چین کو غارت کرے۔

اسلامی قوانین اگرچہ اپنی جگہ معقول ہیں مگر ان کا نفاذ ایک خالص اسلامی معاشرے کے لئے ہے جس میں جرم اور اس کی ترغیبات کے سارے راستے بند کردیئے جائیں، لوگوں کے اخلاق اور کردار کو سنوارنے کے لئے مناسب ماحول تیار کرلیا جائے، اور ان انتظامات کے باوجود کوئی شخص قانون توڑتا ہے تو عدل و انصاف کے تمام تقاضے پورے ہوجانے پر وہ سزا کا مستحق ہوتا ہے۔

۶- برائی میں تعاون کرنے والا بھی برائی میں شریک سمجھا جاتا ہے، اور جو جرم میں شریک ہوگا وہ سزا میں بھی شریک ہوگا، البتہ یہ دیکھنا ہوگا کہ اس کے جرم کی نوعیت کیا ہے اور اس پر اس کے جرم کے مطابق کیا سزا دی جاسکتی ہے۔

۷- نشے کے عادی مریضوں کی عادت چھڑانے کے لئے مناسب تدبیریں کرنا اور اس کو مرض و ہلاکت سے بچانے کی کوشش کرنا جائز ہے۔

۸- اگر علاج کی کوئی صورت اس کے علاوہ نہ ہو کہ نشہ آور اشیاء کا استعمال کرکے اس کو بتدریج کم کرتے ہوئے عادت کو چھڑایا جائے تو بدرجۂ مجبوری اس کی اجازت ہوگی جیسا کہ مولانا عبدالحیؒ نے اپنے فتاوی میں "نصاب الاحتساب" کے حوالے سے لکھا ہے کہ اگر یقین ہوجائے کہ کسی حلال دوا سے شفایاب نہ ہوگا اور افیون سے آرام ہوجائے گا تو بلا کراہت کھانا جائز ہے، اور اگر دوسری شفا بخش دوائیں بھی موجود ہیں تو پھر مکروہ ہے؛ لیکن اگر افیون سے شفا پانے کا یقین نہیں تو جائز نہیں۔

نصاب الاحتساب میں ہے:

التداوی بالخمر أو بحرام اخر إن لم يتيقن فيه بالشفاء فلا يجوز بلا خلاف، لأن الحرمة يتيقن لا تترك بالشك وإن يتيقن بالشفاء فيه وله دواء سواه أيضًا لايجوز أيضًا لعدم تحقق الضرورة. وإن يتيقن بالشفاء فيه ولا دواء له سواه قيل لايجوز لقول ابن مسعود رضى الله عنه إن الله تعالىٰ ما جعل شفائكم فيما حرم عليكم، وقيل يجوز قياسًا على شرب الخمر حالة العطش، والجواب عن الأثر إنه لم يبق محرمًا فلا يكون الشفاء فی الحرام

(فتاوی عبدالحئ، صفحہ: ۴۱۵۔ مطبوعہ ملت پبلشرز دیوبند)۔

☆☆☆

نشہ آور اشیاء کا شرعی حکم

مولانا خورشید انور اعظمی [1]

شراب، ام الخبائث ہے، اس کے استعمال سے انسانی زندگی پر بیحد مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں، مال ودولت ضائع، صحت وتندرستی برباد، عزت وناموس غائب اور عقل وخرد کی ساری توانائیاں زائل ہوجاتی ہیں، اسی وجہ سے شریعت اسلامی نے شراب نوشی سے بہت سختی سے منع فرمایا۔ قرآن کریم میں اس کو حرام کہا گیا اور اس کے اثرات بد کی وضاحت کرتے ہوئے اس سے اجتناب کی سخت تاکید کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"یا أیها الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون، إنما یرید الشیطان أن یوقع بینکم العداوة والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر الله وعن الصلاة فهل أنتم منتهون" (سورہ مائدہ/ ۹۰-۹۱)۔

(اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر، سب گندی باتیں ہیں، شیطانی کام ہیں، سو اس سے بالکل الگ الگ رہو، تاکہ تم فلاح یاب ہو، شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے آپس میں بغض وعداوت واقع کردے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو کیا اب بھی باز آؤ گے؟)

شراب کی اسی شناعت وقباحت کے سبب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حرمت کو بتاتے ہوئے فرمایا کہ شراب سے جڑے ہوئے تمام افراد پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لعن الله الخمر وشاربها وساقیها ومبتاعها وبائعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة إلیها" (ابوداؤد ۲/ ۵۱۷)۔

(اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے شراب پر، اس کے پینے والے پر، اس کے پلانے والے پر، اس کے خریدنے والے پر، اس کے بیچنے والے پر، شراب کیلئے نچوڑنے والے پر، اپنے لئے نچوڑنے والے پر، اس کے ڈھونے والے پر اور اس شخص پر جس کے پاس لیجایا جارہا ہے)۔

اسی طرح شراب کے علاوہ دیگر نشہ آور اشیاء کے استعمال سے بھی انسان گوناگوں برائیوں اور نوع بنوع کے نقصانات سے دوچار ہوتا ہے، بلکہ بعض دفعہ ان اشیاء کے استعمال میں حد درجہ غلو کرنے والا ایک دم مفلوج ہوکر رہ جاتا ہے، اسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نشہ آور اشیاء کو حرام کہا اور فرمایا:

ألا إن کل مسکر حرام وکل مخدر حرام وما أسکر کثیره حرام قلیله، وما خمر العقل فهو حرام (کنز العمال ۵/ ۳۶۸)

(یاد رکھو ہر مسکر حرام ہے اور ہر نشہ آور شئی حرام ہے، جس شئی کا کثیر مسکر ہے اس کا قلیل حرام ہے، جو چیز عقل کو ڈھانپ لے وہ حرام ہے)۔

آج کے دور ترقی میں حصول نشہ وسرور کیلئے نت نئی شکلیں موجود ہیں، اور لا ابالی قسم کے افراد انجام سے بے پرواہ ہوکر چند لمحے کے عیش ونشاط کیلئے انہیں استعمال کرتے ہیں اور اپنی پوری زندگی کو تباہی وبربادی کے حوالے کرکے مطمئن رہتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ نئے نئے نام سے شراب نوشی کا ارتکاب کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إن أمتي یشربون الخمر في آخر الزمان یسمونها بغیر اسمها" (کنز العمال ۵/ ۳۶۷)۔

میری امت اخیر زمانے میں شراب نوشی کرے گی اور اس کو دوسرا نام دے گی۔

شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اسی طرح کی ایک حدیث کی شرح کرتے ہوئے اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

"وظاہر عبارت آنست کہ خمری خورند ولیکن آں رانامے از پیش خود می نہند وبنام خمر نمی خوانند تا مردم ندانند کہ خمر

---

[1] صدر مدرس جامعہ مظہر العلوم بنارس

می خورند و این نام نہادن ہیچ فائدہ نمی کند معتبر مسمی است نہ اسم" (۳/۳۵۰)۔

ظاہر عبارت یہ ہے کہ لوگ شراب پیتے ہیں، لیکن اس کا نام اپنی طرف سے رکھتے ہیں، اسے شراب نہیں کہتے تاکہ لوگ نہ جانیں کہ یہ شراب پی رہے ہیں، یہ نام رکھنا کچھ بھی فائدہ مند نہ ہوگا، اس وجہ سے کہ معتبر مسمی ہے نہ کہ اسم۔

اس صورت حال میں نہایت ضروری ہے کہ نشہ آور اشیاء کا شرعی حکم واضح طور پر بیان کردیا جائے تاکہ امت اس پر عمل کرکے اپنے کو دنیا کے بہت سارے نقصانات اور آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھ سکے۔

ا-نشہ آور اشیاء کا حکم

جمہور علماء کے نزدیک تمام نشہ آور اشیاء حرام ہیں خواہ وہ قلیل ہوں یا کثیر، سیال ہوں یا جامد، علامہ ابن تیمیہ تحریر فرماتے ہیں:

"أما قليل الحشيشة المسكرة فحرام عند جماهير العلماء كسائر القليل من المسكرات وقول النبي صلى الله عليه وسلم كل مسكر حرام وكل خمر حرام يتناول مايسكر ولافرق بين أن يكون المسكر ماكولا أو مشروبا أو جامدا أو مائعا" (فتاوی ابن تیمیہ ۳۴/ ۲۰۴)۔

نشہ آور بھنگ کی قلیل مقدار، دیگر کی قلیل مقدار کی طرح جمہور علماء کے نزدیک حرام ہے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول: **کل مسکر حرام وکل خمر حرام**" ہر مسکر شئ کو شامل ہے، اس کے ماکول ہونے، مشروب ہونے اور سیال وجامد ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

علمائے احناف نشہ آور اشیاء کی اتنی مقدار کو بالاتفاق حرام قرار دیتے ہیں، جس سے نشہ پیدا ہوتا ہے، امام طحاوی نے "اختلاف العلماء" میں امام ابوحنیفہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

"الخمر حرام قليلها وكثيرها والسكر من غيرها حرام وليس كتحريم الخمر" (فتح الباری ۱۰/ ۵۶)۔

شراب حرام ہے، اس کا قلیل بھی اور اس کا کثیر بھی اور اس کے ماسوا میں سکر حرام ہے، البتہ اس کی حرمت، شراب کی حرمت جیسی نہیں ہے۔

مولانا ظفر احمد عثمانی اپنی مشہور زمانہ کتاب "اعلاء السنن" میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول: "کل مسکر حرام" کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"إن كل مسكر خمرا كان أو غيرها حرام، أما الخمر فحرام قليلها وكثيرها. أما غيرها فحرام القدر المسكر منه" (إعلاء السنن ۱۸/ ۲۸)۔

بیشک ہر مسکر شراب ہو یا غیر شراب، حرام ہے شراب کی قلیل وکثیر ہر مقدار حرام ہے اور اس کے ماسوا میں وہ مقدار حرام ہے جس سے سکر پیدا ہوتا ہے۔

سیال کے علاوہ جامد اشیاء کی اتنی مقدار کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے جو بغرض نشہ وسرور استعمال کی جائے، اس سے علاج وغیرہ مقصود نہ ہو، رد المحتار میں ہے:

"وإن البنج ونحوه من الجامدات إنما يحرم إذا أراد به السكر وهو الكثير منه دون القليل المراد به التداوی ونحوه" (رد المحتار ۶/ ۴۸)۔

بھانگ وغیرہ جامد اشیاء سے اگر سکر مقصود ہو تو وہ حرام ہیں، یہ اس کی کثیر مقدار ہوگی نہ کہ قلیل جس سے مقصود علاج ومعالجہ ہوتا ہے۔

یہ بات ہر شخص کو معلوم ہے کہ ان اشیاء کا استعمال دواؤں میں بقدر ضرورت ایک صالح مقصد کے پیش نظر کیا جاتا ہے جو درست ہوگا، لیکن آج کل عام طور پر اس کا استعمال فسق وفجور، لہو ولعب اور نشہ وسرور کے عادی لوگ ہی کیا کرتے ہیں، اور جب یہ صورت حال ہو تو ان کا استعمال بہر حال حرام ہوگا، علامہ ابن عابدین شامی نے اس موضوع پر تفصیلی گفتگو کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

"والحاصل أن استعمال الكثير المسكر منه حرام مطلقا كما يدل عليه كلام الغاية وأما القليل فإن كان للهو حرم، وإن سكر منه يقع طلاقه لأن مبدأ استعماله كان محظورا وإن كان للتداوی وحصل منه إسكار فلا" (رد المحتار ۱۰/ ۴۰)

خلاصہ یہ کہ بھانگ کی نشہ لانے والی کثیر مقدار کا استعمال مطلقاً حرام ہے، جیسا کہ غایۃ البیان کے کلام سے واضح ہوتا ہے، رہی قلیل مقدار تو اگر لہو کیلئے ہو تو حرام ہے، اور اگر اس سے نشہ آجائے تو اسکی طلاق ہوجائے گی اس وجہ سے کہ اس کے استعمال کی بنیاد ممنوع شئ ہے، اور اگر بغرض علاج ہو اور اس سے نشہ پیدا ہوجائے تو نہیں۔

مذکورہ تفصیل سے یہ بات پورے طور پر واضح ہوتی ہے کہ شراب کے علاوہ دیگر نشہ آور اشیاء حد نشہ تک پہونچنے کی صورت میں یا بغرض نشہ وسرور استعمال کرنے کی صورت میں حرام ہیں، خواہ سیال ہوں یا جامد، البتہ علاج اس سے مستثنیٰ ہے، پھر سیال نشہ آور اشیاء کے استعمال کو فقہاء احناف نے بصراحت حرام کہا ہے خواہ قلیل ہوں یا کثیر، امام محمد کا یہی قول ہے اور اسی پر فتوی ہے، رد المحتار میں ہے:

''وعند محمد ما أسكر كثيره فقليله حرام وعليه الفتوى'' (رد المحتار ۶/۴۸)۔

امام محمد کے نزدیک جس کا کثیر مسکر ہے، اس کا قلیل حرام ہے، اور اسی پر فتوی ہے۔

علماء نے امام محمد کے اس قول کی وجہ زمانے کا فساد بتایا ہے کہ ان اشیاء کا استعمال حصول نشہ کیلئے کیا جائے گا اور ہوا وہوس کے بندے ان کے ذریعہ کیف وسرور حاصل کریں گے، رد المحتار ہے:

''الفتوى في زماننا بقول محمد لغلبة الفساد وعلل بعضهم بقوله لأن الفساق يجتمعون على هذه الأشربة ويقصدون اللهو والسكر بشربها'' (رد المحتار ۱۰/۳۶)۔

ہمارے زمانے میں غلبۂ فساد کے سبب فتوی امام محمد کے قول پر ہے، بعض لوگوں نے امام محمد کے قول کی وجہ یہ بتائی ہے کہ فاسق لوگ ان مشروبات پر یکجا ہوں گے اور لہو ونشہ کے مقصد سے انہیں پئیں گے۔

آج کے دور پُرفتن میں جبکہ نفسانی خواہشات کا حد درجہ غلبہ ہے، نہایت لازم وضروری ہے کہ تمام نشہ آور اشیاء کو علت سکر کی بنیاد پر باستثناء علاج ومعالجہ علی الاطلاق حرام کہا جائے، خواہ سیال ہوں یا جامد، قلیل ہوں یا کثیر، اس وجہ سے کہ اس میں جہاں تقوی اور ظاہر نصوص کی رعایت ملحوظ ہے وہیں لہو ولعب اور فسق وفجور سے اجتناب کی صورت بھی بدرجہ اتم موجود ہے، اسی وجہ سے شاہ عبد الحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات (۳/۳۰۰) میں قول جمہور کو برحق، محتاط اور مبنی بر سد ذریعہ بتایا ہے۔

۲-انجکشن کے ذریعہ نشہ آور اشیاء کے استعمال کا مسئلہ

آج کل بہت سے نشہ کے عادی لوگ، نشہ آور اشیاء کو اپنے جسم میں بذریعہ انجکشن پہونچاتے ہیں اور نفسانی حظ حاصل کرتے ہیں، یہ عمل بھی ازروئے شریعت حرام وممنوع ہے، اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر طرح کے مسکرات سے منع فرمایا ہے:

''نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كل مسكر ومفتر'' (مشکوۃ ۲/۳۱۸)۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ پیدا کرنے والی اور بدن میں ضعف وسستی پیدا کرنے والی شئ سے منع فرمایا ہے۔

علامہ خطابی نے ''مفتر'' کی شرح کرتے ہوئے فرمایا: ''المفتر كل شراب يورث الفتور والخدر في الأطراف وهو مقدمة السكر، نهى عن شربه لئلا يكون ذريعة إلى السكر'' (بذل المجہود ۱۶/۲۲)۔

مفتر ہر وہ شراب ہے جو ہاتھ پیر کو سست اور سن کردے یہ سکر کا پیش خیمہ ہے، اس کے پینے سے اس وجہ سے منع فرمایا تا کہ وہ سکر کا ذریعہ نہ بن جائے۔

۳-جن چیزوں سے شراب بنتی ہے ان کی کاشت اور خرید وفروخت کا مسئلہ

جن چیزوں سے شراب تیار کی جاتی ہے وہ عموماً غلہ جات اور پھل وغیرہ کے قبیل سے ہوتی ہیں، چونکہ ان کا عمومی استعمال غذا کیلئے ہوتا ہے اس لئے ان کی کاشت اور خرید وفروخت درست ہوگی، البتہ اگر ان کی کاشت میں شراب کا حصول مقصود ہو تو درست نہیں ہوگی جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں انگور کا پودہ لگانے کے سلسلے میں ایک جزئیہ موجود ہے:

''إذا كان يغرس الكرم بنية تحصيل الخمر يكره وإن كان لتحصيل العنب لا يكره'' (فتاوى عالمگیری ۵/ ۴۱۷)

اگر انگور کی بیل، شراب حاصل کرنے کے لئے لگائی جائے تو مکروہ ہے، اور انگور کی غرض سے لگائی جائے تو مکروہ نہیں ہے۔

یہی حال اس کی خرید وفروخت کا بھی ہے، اگر انگور کے فروخت کرنے کا مقصد تحصیل ثمن ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر تحصیل خمر مقصود ہو تو مکروہ ہے، جیسا کہ عالمگیری میں ہے:

''لو باع الكرم وهو يعلم ان المشترى يتخذ العنب خمرا لا بأس به إذا كان قصده من البيع تحصيل الثمن وإن كان قصده تحصيل الخمر يكره'' (فتاوى عالمگیری ۵/ ۴۱۶)۔

اگر کسی نے انگور دانستہ طور پر ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیا جو انگور سے شراب بناتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ اس کا مقصد تحصیل ثمن ہے، اور اگر اس کا مقصد تحصیل شراب ہو تو مکروہ ہے۔

لیکن افضل یہ ہے کہ انگور یا اس کا رس ایسے شخص کے ہاتھ نہ فروخت کرے جو اس سے شراب بناتا ہے، فتاوی قاضی خاں کے حوالے سے عالمگیری میں موجود ہے: ''والأفضل أن لا يبيع العصير ممن يتخذه خمرًا'' (فتاوى عالمگیری ۵/ ۴۱۷)۔

افضل یہ ہے کہ انگور کا رس اس شخص کے ہاتھ نہ فروخت کرے جو اس سے شراب بنائے گا۔

باقی رہا بھانگ، افیون اور ان جیسی اشیاء کی کاشت اور ان کی خرید وفروخت کا مسئلہ تو اس کے دو پہلو ہیں، اگر ان کی کاشت نشہ خوری کی غرض سے ہے تو حرام ہے اور دوا میں ڈالنے کیلئے ہے تو جائز، شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں ''بھانگ'' پر سیر حاصل گفتگو فرماتے ہوئے لکھا ہے:

''زراعت وے از برائے غرض استعمال واسکار حرام ست وجائز ست بغرض تداوی'' (اشعۃ اللمعات ۳/ ۳۰۰)۔

بھانگ کی کاشت استعمال اور نشہ آوری کی غرض سے حرام ہے، اور بغرض علاج جائز ہے۔

یہی حکم اس کی خرید وفروخت کا بھی ہے، تحریر فرماتے ہیں:

''جائز ست بیع وے زیرا کہ نفع کند دراد و یہ چنانکہ سقمونیا وافیون بشرط آنکہ اندک باشد، نعم بیع وے بکسے کہ متیقن ست کہ برائے خوردن میخرد حرام ست'' (اشعۃ اللمعات ۳/ ۳۰۰)۔

بھانگ کی بیع جائز ہے، اس وجہ سے کہ وہ دواؤں میں مفید ہے، جیسا کہ سقمونیا اور افیون، بشرطیکہ قلیل ہوں، البتہ اس کی بیع ایسے شخص سے کرنی حرام ہے جس کے بارے میں ہو کہ وہ اس کے کھانے کیلئے خرید رہا ہے۔

اسی طرح مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی ''احسن الفتاوی'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''زمان سابق میں افیون تداوی میں بکثرت استعمال نہیں ہوتی تھی بلکہ عموماً تلہی کے طور پر استعمال کی جاتی تھی اس لئے بعض فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کی بیع کو مکروہ تحریر فرمایا ہے، مگر آج کل افیون دوا کے طور پر کثرت سے استعمال ہونے لگی ہے اور علاج میں بڑی اہمیت اور شہرت حاصل کر چکی ہے بلکہ ضرورت شدیدہ کی حد تک پہونچ گئی ہے، لہٰذا اس کی بیع بلا کراہت جائز ہے، البتہ جس شخص کے بارے میں ظن غالب ہو کہ وہ تلہی کے طور پر استعمال کرے گا اس کے ہاتھ بیچنا مکروہ تحریمی ہے'' (احسن الفتاوی ۶/ ۴۹۵)۔

لیکن آج کی موجودہ صورت حال یہ ہے کہ بھانگ وغیرہ کا استعمال نشہ بازی کے لئے بہت کثرت سے ہوتا ہے، اس لئے اس کو صرف حکماء واطباء اور عطار جیسے لوگوں کے ہاتھ فروخت کرنے کی اجازت دینی چاہئے تا کہ اس کا غلط استعمال نہ ہو سکے۔

۴- ہیروئن وغیرہ کی تیاری اور ان کی خرید وفروخت کا مسئلہ

آج ہیروئن وغیرہ جیسی منشیات کا بے حد رواج ہے اور نئی نسل ان کے استعمال سے ذہنی، فکری، مالی، جسمانی اور نفسیاتی طور پر مفلوج ہو رہی ہے، شریعت مطہرہ نے ایسی چیزوں کو حرام وممنوع قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث (الاعراف/۱۵۷) اور حلال کرتا ہے ان کیلئے سب پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں۔

چونکہ ہیروئن وغیرہ کی تیاری کا براہ راست مقصد اعانت علی المعصیت ہے، اور اس کی خرید وفروخت کے ذریعہ معصیت کا ارتکاب ہی مقصود ہوتا ہے، اس لئے نہ اس کی تیاری جائز ہوگی اور نہ اس کی خرید وفروخت۔ درمختار میں ہے:

"إن ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريما وإلا فتريها" (رد المحتار ۹/ ۵۶۱)۔

جس چیز سے معصیت کا قیام براہ راست ہو اس کی بیع مکروہ تحریمی ہے، ورنہ تنزیہی۔

مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی نے "آپ کے مسائل اور ان کا حل" میں افیون کے کاروبار کے تعلق سے گفتگو کرتے ہوئے ہیروئن کے بارے میں تحریر فرمایا ہے:

"افیون کا استعمال دوا میں جائز ہے، اور اس کی خرید وفروخت بھی جائز ہے، شرط یہ ہے کہ اسی مقصد کے لئے ہو مثلاً اگر کسی خاص آدمی کے متعلق معلوم ہو جائے کہ وہ اس سے ہیروئن بناتا ہے تو پھر اس کو نہیں فروخت کرنا چاہئے" (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۶/ ۱۴۴)۔

۵- ہیروئن وغیرہ کی تیاری اور ان کے کاروبار کی سزا

اگر کوئی شخص ہیروئن وغیرہ جیسی تیز قسم کی نشہ آور اشیاء کی تیاری اور ان کا کاروبار کرتا ہے، جس سے معاشرہ بگڑتا ہے، اور بہت سی گندگیوں کے عام ہونے کا موقع ملتا ہے تو حکومت اس کے سدباب کے لئے کوئی بھی مناسب تعزیر کر سکتی ہے، اگر وہ دیکھتی ہے کہ بار بار منع کرنے کے باوجود ہیروئن وغیرہ کی تیاری اور ان کے کاروبار سے باز نہیں آرہا ہے تو نظام مملکت کو درست رکھنے اور جرائم کے سدباب کیلئے مفاد عامہ کے پیش نظر سخت سے سخت قدم اٹھا سکتی ہے حتی کہ اگر ضروری سمجھے تو قتل کا بھی فیصلہ کر سکتی ہے۔ چنانچہ رد المحتار علی الدر المختار میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ چوری، لواطت اور گلا گھوٹنے کے عادی مجرم کو امام وقت سیاسۃً قتل کر سکتا ہے۔

علامہ شامی نے اسی ذیل میں تحریر فرمایا ہے:

"وكل من كان كذلك يدفع شره بالقتل" (رد المحتار ۶/ ۱۰۷)۔ جو شخص بھی ایسا ہو، اس کا شر قتل سے دفع کیا جائے گا۔

فتاوی ابن تیمیہ میں ہے: "وممن يجوز التعزير بالقتل في الذنوب الكبار أصحاب أبي حنيفة في مواضع يسمون القتل فيها سياسة، كقتل من تكرر لواطه أو قتله بالمثقل، فافهم يجوزون قتله سياسة وتعزيرا" (۳۵/ ۴۰۶)۔

اصحاب ابوحنیفہ بھی چند مواقع پر بڑے جرائم میں تعزیر بالقتل کو جائز قرار دیتے ہیں، اور اس کو سیاسۃً قتل کہتے ہیں، جیسے ایسے شخص کا قتل جو بار بار لواطت کرتا ہو یا بار بار بھاری چیز سے قتل کرتا ہو، وہ لوگ اس قتل کو سیاسۃً وتعزیراً جائز قرار دیتے ہیں۔

البتہ اس طرح کی سخت سزا اسی صورت میں ہونی چاہئے جبکہ پوری تحقیق ہو چکی ہو کہ مجرم عادی اور شر وفساد کا باعث ہے اور اس پر ڈانٹ پھٹکار، مار پیٹ، قید وبند اور جلاوطنی وغیرہ کی سزائیں بے اثر ہو چکی ہیں۔

۶- شراب اور دیگر نشہ آور اشیاء کے استعمال اور ان کے کاروبار کی سزا

شریعت میں شراب نوشی کی سزا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حالات زمانہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اسی (۸۰) کوڑے طے ہو چکی ہے، جس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے، لہٰذا کسی شرابی کو پوری تحقیق کے بعد مقررہ حد لگائی جائے گی، اور دیگر نشہ آور اشیاء کے بارے میں مقررہ حد نہ ہونے کے سبب امام وقاضی کو اختیار ہوتا ہے کہ ان کے استعمال کرنے والوں کو اپنی صوابدید کے مطابق سزا دیں، یہ ایک تادیبی سزا ہے، جو مقررہ حدود سے کم ہوگی، تعزیر کی تعریف ہے:

"هو تأديب دون الحد أكثره تسعة وثلاثون سوطا وأقله ثلاثة ولو بالضرب" (رد المحتار ۶/ ۱۰۳)۔

یہ حضرات طرفین کی رائے ہے، امام ابو یوسف کا خیال ہے کہ اس طرح کے مسائل میں غلام کو انتیس کوڑے اور آزاد کو پچھتر کوڑے لگائے جائیں، حاصل یہ کہ اگر قاضی کو مارنے کی ضرورت پیش آتی ہے تو مقررہ حدود سے زیادہ مارنے کی اس کو اجازت نہیں ہوگی، رد المحتار میں ہے:

"ولو رأى القاضي تعزيره بالضرب فليس له الزيادة على الأكثر" (رد المحتار ۶/ ۱۰۴)۔

اگر قاضی دیکھتا ہے کہ اس کو مار کر تعزیر کرے تو اس سے زیادہ کرنے کی اس کو اجازت نہیں ہوگی۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ قاضی کا دائرہ اختیار یہیں تک محدود ہوگیا، بلکہ اگر ضرورت ہو تو اس کے ساتھ دوسری سزاؤں کا اس میں اضافہ بھی کرسکتا ہے، چنانچہ علامہ شامی نے وضاحت کی ہے:

"قلت: نعم له الزيادة من نوع آخر بأن يضم إلى الضرب الحبس كما يذكره المصنف وذلك يختلف باختلاف الجناية والجاني" (رد المحتار ۶/ ۱۰۶)۔

میں نے کہا: البتہ اس کو دوسری قسم کی سزا کے اضافے کا حق ہوگا، اس طرح کہ مار کے ساتھ قید کو بھی شامل کرلے، جیسا کہ مصنف اس کا ذکر کریں گے، یہ تعزیری سزا جرم اور مجرم کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔

مذکورہ تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ عادی شرابی پر بھی شریعت کی جانب سے مقررہ حد جاری ہوگی، اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، اس سلسلے میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھی بار شراب پینے کے جرم میں قتل کا حکم فرمایا ہے لیکن اسی روایت میں آپ کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے شرابی کو آپ نے مارا ہے، قتل نہیں کیا ہے، اس لئے یہ سزائے قتل اگر ابتداء اسلام میں رہی ہے تو بعد میں منسوخ ہوچکی ہے جیسا کہ امام ترمذیؒ نے اس کی وضاحت فرمائی ہے:

"وإنما كان في أول الأمر ثم نسخ بعد" (سنن ترمذی ۱/ ۲۶۷)۔ ایسا ابتدائی زمانے میں تھا پھر منسوخ ہوگیا۔

اسی طرح شراب کی بیع حرام اور اس کا کاروبار ممنوع ہے، اگر کوئی شراب فروشی کا کاروبار کرتا ہے تو اس کو اس سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے گی، چنانچہ فتاوی عالمگیری (۵/ ۳۵۳) میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شراب فروش کے گھر کو جلا دیا، فتاوی نسفی کے حوالے سے ہے کہ شراب کے مٹکے توڑ دیئے جائیں، اور امام ابو یوسفؒ نے مشک میں اگر کسی مسلم یا نصرانی کی شراب ہو تو اس کو پھاڑ دینے کا حکم فرمایا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت اس طرح کے کاروبار کو ختم کرنے کیلئے کوئی بھی مناسب تعزیری کارروائی کرسکتی ہے، مار پیٹ، حبس دوام اور جلاوطنی وغیرہ کے اقدامات کے ذریعہ اس کے سدباب کی کامیاب کوشش کی جاسکتی ہے، لیکن اگر کوئی شاطر دماغ ان سب موانع سے متاثر ہوئے بغیر اپنے کاروبار کو فروغ دینے میں کامیاب ہوجاتا ہے اور معاشرے کا ایک قابل لحاظ حصہ اس کے دام میں گرفتار ہوکر نکما اور تباہ حال ہوجاتا ہے تو حکومت اس سلسلے میں کوئی بھی کارروائی کرنے کی مجاز ہوگی۔

اسی طرح شراب کے علاوہ دیگر نشہ آور اشیاء کا کاروبار اگر صالح مقصد کے لئے نہیں بلکہ نشہ وسرور کو عام کرنے کا ذریعہ ہو تو قطعاً درست نہیں ہوگا، بلکہ حکومت کا فرض ہوگا کہ اس کو روک کر عوام الناس کو اس کی مضرتوں سے محفوظ رکھے، اور سخت سے سخت تادیبی کارروائی کرکے اس طرح کے کاروبار کی بھرپور حوصلہ شکنی کرے۔ البتہ اگر ان اشیاء کا استعمال بغرض دوا ہو تو اس کے کاروبار کی اجازت دے مگر اس کے لئے بھی راقم سطور کی ناقص رائے یہ ہے کہ یہ اجازت صرف حکماء، اطباء اور عطار وغیرہ جیسے لوگوں کو دی جائے جو اس کی مضرت ومنفعت سے بخوبی واقف ہیں؛ تاکہ ان کے غلط استعمال کے تمام راستے بند ہوجائیں۔ اور نشہ کے عادی لوگ اپنی خواہشات نفس کی تکمیل میں کامیاب نہ ہوسکیں۔

۷- کسی تدبیر کے ذریعہ نشہ کے عادی شخص کی عادت کے چھڑانے کا مسئلہ

اگر کوئی شخص نشہ کا عادی ہے تو اس کی اس عادت کے ازالے کیلئے کوئی بھی مناسب اور کارگر تدبیر اختیار کی جاسکتی ہے، اس وجہ سے کہ نشہ کی عادت بھی دیگر امراض کی طرح ایک مرض ہے لہٰذا اس کو زائل کرنے کی کوئی بھی داخلی وخارجی تدبیر کرنا درست ہوگا، اس لئے کہ جب دوا مرض کے موافق مل جاتی ہے تو مریض شفا یاب ہوجاتا ہے۔ خواہ بظاہر لاعلاج ہی مرض کیوں نہ ہو، چنانچہ علامہ ابن القیم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول: "لكل داء دواء فإذا أصيب دواء الداء برأ بإذن الله" کے ذیل میں تحریر فرمایا ہے:

"ويجوز أن يكون قوله لكل داء دواء على عمومه حتى يتناول الأدواء القاتلة والأدواء التي لايمكن طبيب أن يبرئها ويكون الله عزوجل قد جعل لها أدوية تبرئها ولكن طوى علمها عن البشر ولم يجعل لهم إليه سبيلا"

(زاد المعاد ۳/ ۶۷)۔

یہ درست ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول: "لکل داء دواء" اپنے عموم پر ہو، یہاں تک کہ وہ جان لیوا امراض اور ان امراض کو بھی ہو جن کا علاج طبیب کے بس میں نہ ہو، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے شفا بخش دوائیں بنا رکھی ہوں لیکن انسان پر ان کا علم مخفی اور اسکی دست رس سے باہر ہو۔

۸-نشہ کی عادت کو بتدریج چھڑانے کیلئے نشہ آور اشیاء کے استعمال کی اجازت کا مسئلہ

شریعت نے نشہ آور اشیاء کے استعمال کی اجازت نہیں دی ہے لیکن علاج کی غرض سے اس کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے؛ چنانچہ رد المحتار میں ہے:

"جوزه في النهاية بمحرم إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاءً أو لم يجد مباحًا يقوم مقامه" (رد المحتار ۹/ ۵۵۸)۔

نہایہ میں تداوی بالمحرم کو جائز قرار دیا ہے، بشرطیکہ کسی مسلم طبیب نے بتایا ہو کہ اس میں شفاء ہے یا اس کی جائز دوا موجود نہیں ہے۔

الفقہ الاسلامی وادلتہ میں ہے:

"ويحل القليل النافع من البنج وسائر المخدرات للتداوي ونحوه لأن حرمته ليست لعينه وإنما لضرره (۷/ ۵۰۵)

بھانگ اور تمام نشہ آور اشیاء کی نفع کرنے والی قلیل مقدار علاج وغیرہ کیلئے حلال ہے، اس وجہ سے کہ اس کی حرمت اس کی ذات کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کے ضرر کے سبب ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص نشہ کا اس درجہ عادی ہے کہ اگر یک بیک اسے ترک کردے تو اسے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے تو ایسی صورت میں فقہاء نے اس کو ضرورت کے بقدر استعمال کرنے کی اجازت دی ہے، تاکہ رفتہ رفتہ کم کرتا رہے جس سے اس کی برسوں کی عادت بتدریج ختم ہو سکے، علامہ ابن عابدین شامی نے رد المحتار میں اس سلسلے میں ابن حجر مکی کا ایک واضح فتوی نقل کیا ہے:

"سئل ابن حجر المكي عمن ابتلي بأكل نحو الأفيون وصار إن لم يأكل منه هلك فأجاب: إن علم ذلك قطعا حل له بل وجب لاضطراره إلى إبقاء روحه كالميتة للمضطر ويجب عليه التدريج في تنقيصه شيئًا فشيئًا حتى يزول تولع المعدة من غير أن يشعر، فإن ترك ذلك فهو آثم وفاسق" (رد المحتار ۱۰/ ۴۵)۔

ابن حجر مکی سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جو افیون وغیرہ کھانے میں مبتلا ہے، اور ایسا ہو گیا ہے کہ اگر اس کو نہ کھائے تو ہلاک ہو جائے گا، انھوں نے جواب دیا کہ اگر یہ بات قطعی طور پر معلوم ہو تو اس کے لئے اس کا کھانا حلال ہی نہیں بلکہ واجب ہے، اس وجہ سے کہ وہ اپنی جان بچانے پر مجبور ہے، جیسے مردار مضطر کیلئے حلال ہوتا ہے اور اس پر واجب ہوگا کہ اس کو رفتہ رفتہ کم کرتا جائے، یہاں تک کہ معدے کی طلب غیر شعوری طور پر ختم ہو جائے، اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو وہ گنہگار اور فاسق ہوگا۔

مذکورہ فتوی سے واضح ہوتا ہے کہ یہ اضطراری کیفیت ہے جس میں عادت نشہ کو ختم کرنے کے لئے بدرجۂ مجبوری کچھ نشہ آور اشیاء کے استعمال کی بھی اجازت درست ہے، فقہ کا مشہور قاعدہ ہے: "الضرورات تبيح المحظورات" لیکن اسی کے ساتھ "الضرورات تقدر بقدرها"، "ما أبيح للضرورة يقدر بقدرها"، "ما جاز لعذر بطل بزواله" جیسے قواعد سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ زیر بحث مسئلے میں عادت چھڑانے کیلئے ضرورت کے بقدر ہی نشہ آور شئی کے استعمال کی اجازت ہوگی تاکہ مبتلی بہ بتدریج اپنی جڑ گرفتہ عادت سے نجات پا سکے۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب۔

☆☆☆

نشہ آور اشیاء کے استعمال کا شرعی حکم

مولانا عبدالسبحان ندوی[1]

۱- کتاب وسنت میں غور کرنے سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ شریعت میں نشہ کی بنیاد پر جن چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے انھیں صرف سیال مادے میں منحصر کرنا بظاہر درست نہیں ہے، قرآن کریم میں جہاں جہاں بھی شراب کی حرمت یا اس کی ناپسندیدگی کا تذکرہ ہے وہاں اس کے مشروب ہونے کی کوئی صراحت نہیں کی گئی ہے، اس زمانے میں چونکہ نشہ آور چیزیں سیال ومائع چیزوں کا ذہن میں آنا ایک فطری امر تھا، اسی لئے حرمت کو واضح کرنے کے لئے مثالیں بھی مشروبات ہی کی دی گئیں، اس لئے ان چیزوں کو بالخصوص ذکر کر کے ان کا حکم بیان کرنے کی طرف ابتدائی صدیوں میں کسی کا ذہن نہیں گیا، لیکن اگر کسی کی نگاہ مقاصد شریعت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک احادیث پر اور الفاظ کی کیفیات پر گہری ہو تو اسے ایک لمحہ کیلئے تامل نہیں ہوسکتا کہ نشہ کی بنیاد پر جس طرح مشروبات حرام ہیں ویسے ہی ماکولات بھی حرام ہیں، قرآن کریم نے ''خمر'' کو حرام قرار دیا ہے، رسول اکرم علیہ السلام نے ہر نشہ آور چیز کو خمر قرار دیا ہے، یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ نشہ آور ہونے کے لئے مائع یا سیال ہونا کوئی شرط نہیں ہے، اس بنیاد پر بڑی آسانی سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ حرام ہونے کے لحاظ سے مسکر سیال اور مسکر جامد میں کوئی جوہری فرق نہیں ہے، اس کے ساتھ ساتھ خلیفہ راشد حضرت عمر بن خطابؓ نے خمر کی جو تشریح کی ہے اسے پیش نظر رکھا جائے تو خمر کے مفہوم میں بڑی وسعت پیدا ہوجاتی ہے، جو سیال اور جامد دونوں طرح کی نشہ آور چیزوں کیلئے بولا جاسکتا ہے، ''الخمر ما خامر العقل'' (بخاری: کتاب الاشربہ، رقم: ۵۵۸۱، باب الخمر من العنب وغیرہ)۔ حضرت عمر کی یہ تشریح نہایت صحیح اور بے غبار سند سے ثابت ہے۔

یہ ہم سب جانتے ہیں کہ شراب بتدریج حرام ہوئی ہے، اس میں ایک مرحلہ یہ بھی تھا کہ نشہ کی حالت میں نماز کے قریب جایا نہ جائے، تاکہ اللہ کی عبادت پورے ہوش وحواس کے ساتھ ہو اور عبادت ایک تماشہ نہ بن جائے، اللہ رب العزت اگر چاہتا تو اس حکم کو یوں بھی بیان کرسکتا تھا کہ شراب پی کر نماز کے قریب نہ جاؤ، لیکن اللہ رب العزت نے یہاں بھی جو اسلوب اختیار فرمایا ہے، اس میں شراب پینے کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ شراب کے نتیجہ کا تذکرہ ہے وہ ہے نشہ کی حالت میں ہونا۔ ارشاد ہے: يأيها الذين آمنوا لا تقربوا الصلاة وأنتم سكارى حتى تعلموا ما تقولون (النساء: ۴۳)۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو نماز کے قریب نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشہ میں رہو یہاں تک کہ جو تم کہہ رہے ہو اسے تم جاننے لگ جاؤ، اس آیت میں غور کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت کے نزدیک نماز کے قریب نہ جانے کیلئے اصل بنیاد نشہ کی حالت میں ہونا ہے، اس سے زیادہ بحث نہیں ہے کہ وہ نشہ کی حالت کسی نشہ آور چیز کے پینے سے پیدا ہوئی یا کھانے سے پیدا ہوئی، اسی وجہ سے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نشہ کی حالت میں نماز کے قریب جانا ممنوع ہے، کسی نے یہ نہیں لکھا ہے کہ کسی چیز کے کھانے سے نشہ پیدا ہو تو نماز کے قریب جانا جائز ہے، نہ یہ کہا ہے کہ ماکول سے پیدا شدہ نشہ اصل نشہ نہیں، جو مشروب سے پیدا ہو وہ نشہ اصل ہے۔

باقی یہ مسئلہ اور ہے کہ نشہ آور چیز کھانے سے اس پر حد نافذ ہوگی یا نہیں، چونکہ حد کا معاملہ احتیاط پر مبنی ہوتا ہے، اس لئے بعض حضرات علماء یہ فرماتے ہیں کہ اس پر شراب کی حد نافذ نہیں ہوگی، ''الحدود تدرأ بالشبهات'' قضاء اسلامی کا ایک اہم اصول ہے، جبکہ بعض فقہاء اس میں بھی حد جاری کرنے کے قائل ہیں، اس لئے کہ علت ایک ہے لہذا حکم بھی وہی ہوگا، فی الوقت ہم اس کی تفصیل میں نہیں جائیں گے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک احادیث میں غور کرنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جامد اور سیال مسکرات میں کوئی فرق نہیں کیا گیا ہے، پورے احادیث کے ذخیرے میں کوئی ایسا لفظ نہیں ملتا جس سے جامد مسکرات کا کوئی الگ حکم معلوم ہو، اس کے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] مدرسہ ضیاء العلوم، میدان پور، رائے بریلی، یوپی

بیسیوں روایات میں "کل مسکر حرام" یا "کل مسکر خمر" کے الفاظ بیان فرمائے ہیں، جس میں ہر نشہ آور چیز کو حرام بتایا گیا ہے یا اسے خمر قرار دیا گیا ہے، لفظ کا عموم یہ بتا رہا ہے کہ حرمت سیال ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ مسکر ہونے کی وجہ سے ہے، لہٰذا جو چیز بھی نشہ آور ہوگی وہ حرام ہوگی چاہے جامد ہو یا سیال ہو، ہم اس سے پہلے بتا چکے ہیں کہ "کل مسکر حرام" اور "ما أسکر کثیرہ فقلیلہ حرام" یہ دونوں روایات متعدد صحابہ کرام سے مروی ہیں، دونوں میں صیغے عموم کیلئے ہیں جو شراب کی کسی خاص نوعیت کو نہیں بلکہ ہر قسم کی نشہ آور چیزوں کو صریح حرام کرتے ہیں، ایک اور روایت کے الفاظ یوں ہیں: اجتنبوا ما أسکر (ابوداؤد، کتاب الاشربہ، رقم: ۳۷۰۱)، جو بھی چیز نشہ پیدا کرے اس سے دوری رکھو۔

سب سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے جس میں کہا گیا ہے: "کل مخمر خمر" عقل کو ڈھانپ دینے والی ہر چیز خمر ہے، اس کا ترجمہ یوں بھی ہوسکتا ہے کہ ہر وہ چیز خمر ہے جو خمر جیسی کیفیات پیدا کرے۔ ان تمام احادیث میں موجود الفاظ ظاہراً ہمیں بتا رہے ہیں کہ ماکول نشہ آور چیز کا بھی حکم وہی ہے جو مشروب کا ہے، کسی قسم کا فرق نظر نہیں آتا۔ بلکہ جو حضرات نشہ آور چیز کے استعمال پر حد نافذ کرنے کے قائل ہیں ان کی بات کوئی بے وزن بات نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فقہاء اسی پر متفق نظر آتے ہیں کہ جس چیز کے استعمال سے نشہ پیدا ہو وہ حرام ہے اسی لئے جہاں شراب کی بحث ہوتی ہے وہیں بھنگ، حشیش، افیون جیسی چیزوں کی حرمت کا بھی تذکرہ ہوتا ہے۔ اختلاف اس میں نظر آتا ہے کہ ان چیزوں کے کھانے کے بعد نشہ آئے تو حد نافذ ہوگی یا نہیں۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ فقہ حنفی کی متعدد کتابوں اور آراء کا بھرپور جائزہ لینے کے بعد بھنگ اور حشیش کے بارے میں خلاصہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

"والحاصل أن استعمال الکثیر المسکر منه حرام مطلقًا" أما القلیل فان کان للهو حرام" (رد المحتار: ۱۰/۴۰)

حاصل کلام یہ ہے کہ بھنگ اور حشیش جیسی چیزوں کا ایسا استعمال جو نشہ پیدا کرے مطلقاً حرام ہے، اسی طرح تھوڑا استعمال مستی کیلئے ہو تو بھی حرام ہے، البتہ دوا کے لئے جائز ہے، اس کے علاوہ افیون اور بعض دوسری چیزوں کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے، جو عقل پر پردہ ڈال دیتی ہیں۔

درمختار کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بھنگ، حشیش اور افیون کا تھوڑا سا کھالینا بھی جائز نہیں ہے (ردالمحتار ۱۰/۴۰)۔

ان عبارات میں غور کیا جائے تو فقہ حنفی کی رو سے تمام جامد وماکول چیزیں بھی حرام ہیں، جو نشہ پیدا کرتی ہوں۔

شوافع کے یہاں بھی نشہ آور جامد اشیاء حرام ہیں۔

البتہ اس کے استعمال کرنے والے پر شراب کی حد نافذ نہیں ہوگی (تحفۃ المحتاج ۴/۱۵۶)۔ اس سلسلہ میں ائمہ اربعہ کے مسالک کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

احناف میں صاحب بحر الرائق صاحبین کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ:

ان الرجل إذا زال عقله بأکل البنج فطلق امرأته فلا یقع طلاقه

یعنی بھنگ کھانے کی وجہ سے کسی کی عقل ماری جائے اور وہ اپنی بیوی کو طلاق دے بیٹھے تو طلاق واقع نہیں ہوگی، صاحبین کے اس قول کو بنیاد بنا کر بحر الرائق کے مصنف رقمطراز ہیں: وهذا یدل علی أن البنج حلال مطلقا (۵/ ۳۰، المکتبة الشاملة)۔

فتاوی ہندیہ کی عبارت یوں ہے: إذا سکر من البنج اختلفوا فی وجوب الحد علیه والصحیح أنه لا یحد (فتاوی ہندیہ ۲/۱۶۰)

اگر کسی کو بھنگ کی وجہ سے نشہ آجائے تو اس پر حد واجب ہوگی یا نہیں، اس میں اختلاف ہے، صحیح قول یہ ہے کہ حد نافذ نہیں ہوگی (گویا حد اسکار تک پہونچنے پر تعزیری سزا دینے کا جواز معلوم ہورہا ہے)۔

صاحب ردالمحتار بھنگ حشیش اور افیون کو مطلقاً حرام قرار دیتے ہیں اس سلسلہ میں آپ نے حد اسکار تک پہونچنے کی بھی قید نہیں لگائی ہے، فرماتے ہیں:

"ویحرم أکل البنج والحشیش والأفیون لکن دون حرمة الخمر فإن أکل شیئًا من ذلك لا حد علیه وإن سکر بل یعزر بما دون الحد" (رد المحتار ۱۰/۴۰)۔

یعنی بھنگ، حشیش اور افیون سب کا کھانا حرام ہے؛ البتہ ان کی حرمت شراب کی حرمت سے کم ہے، ان میں سے کوئی بھی چیز کھالی جائے تو اس پر حد نافذ

نہیں ہوگی، بھلے نشہ آجائے، لیکن تعزیراً سزا دی جائے گی جو حد سے کم ہوگی۔

علامہ شامی کی تشریح سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ بھنگ اور افیون جیسی چیزیں دوا کے طور پر تو جائز ہیں لیکن خواہ مخواہ ان کا استعمال قلیل بھی ہو تو ناجائز ہے۔

مالکیہ کا مسلک اس سلسلہ میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ غیر سیال چیزیں اگر اتنی کھائی جائیں کہ عقل میں فتور آنے لگے تو ناجائز ہے اور اس پر تادیب کی جائے گی، اگر تھوڑی ہو یعنی عقل میں فتور نہ آئے تو جائز ہے (حاشية الدسوقي ۳۵۲/۴، المكتبة الشاملة، بلغة السالك لأقرب المسالك ۲۶۵/۴ المكتبة الشاملة)۔

البتہ بعض مالکیہ کی رائے اس سلسلہ میں امام ابن تیمیہ کی رائے کے مطابق ہے (الموسوعة الكويتية ۳۶/۱۱، المكتبة الشاملة)۔

شوافع کے یہاں بھی اس سلسلہ میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ صاحب فتح المعین کہتے ہیں کہ بھنگ، حشیش اور افیون کا استعمال دوا کے طور پر جائز ہے ورنہ مکروہ ہے اگر نشہ کی حد تک نہ پہونچے، نشہ کی حد تک پہونچے تو حرام ہے، حد نافذ نہیں ہوگی، تعزیراً سزا دی جائے گی (فتح المعين: باب الحدود ۱۵۶/۴)۔

بغية المسترشدين کے مصنف نے بھنگ اور دوسری چیزوں میں فرق کیا ہے، بھنگ کو وہ مطلق حرام کہتے ہیں، دوسری چیزیں اتنی مقدار میں کھانا حرام ہے جس سے عام طور پر عام لوگوں کو نشہ آتا ہے، چاہے اس کھانے والے کو نشہ نہ آئے تب بھی حرام ہے گویا عام لوگوں کی عام حالت کا اعتبار ہوگا، اس خاص کھانے والے کا اعتبار نہیں ہوگا (بغية المسترشدين ۵۵۲/۱)۔

إعانة الطالبين کے مصنف فرماتے ہیں کہ یہ چیزیں قلیل اس وقت مکروہ ہیں جب مداومت کا ارادہ نہ ہو، ورنہ اگر مستقل استعمال میں لانے کا ارادہ ہے تو قلیل بھی حرام ہوگا۔

حنابلہ میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک آگے بیان ہوگا۔

الإنصاف في معرفة الخلاف کے مصنف نے بھی امام ابن تیمیہ کے حوالہ سے پوری بات لکھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا نقطہ نظر بھی وہی ہے جو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ہے (الانصاف للمرداوی، ۱۷۳/۱۰)۔

عام مسالک پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں متاخرین کا مسلک متقدمین کے مقابلہ میں زیادہ سخت ہے، اس لئے کہ پہلے یہ وبا اس طرح عام نہ تھی، بعد میں اس کا فساد بڑھتا چلا گیا، جس کی وجہ سے فقہاء کو بھی اس معاملہ میں سخت رویہ اپنانا پڑا۔

ہمارے موجودہ زمانے کے لحاظ سے اگر ہم غور کریں تو دیکھیں گے کہ معاملہ حد سے آگے بڑھ رہا ہے، یہی چیزیں اور ترقی یافتہ شکل میں آرہی ہیں، یہ ایک اجتماعی فساد بن چکا ہے، جس کی روک تھام از حد ضروری ہے، اس لئے وہ تمام نشہ آور چیزیں جو خالص نشہ ہی کیلئے استعمال کی جاتی ہیں ان کا استعمال مطلقاً ممنوع ہو، چاہے قلیل ہو یا کثیر، ماکول ہو یا مشروب، بعض فقہاء شوافع نے غیر مشروب نشہ آور چیزوں پر حد نافذ نہ کرنے کی علت یہ بیان کی ہے کہ: **قليله لا يدعو إلى كثيره**، یعنی ان کا معاملہ شراب کی طرح نہیں ہے، ان کا تھوڑا استعمال بہت استعمال کی طرف نہیں لے جاتا ہے، اس میں کوئی خاص مزہ بھی نہیں ہے لیکن اس دور میں یہ سب لعنتیں پائی جاتی ہیں، ان ماکولات میں خاص کیفیت پائی جاتی ہے، اور ان کا قلیل استعمال کثیر کی طرف لے بھی جاتا ہے، اس لئے بھی ان کی حرمت ہی کی طرف ذہن جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی واضح بات بیان فرمائی ہے، فرماتے ہیں:

وأما الحشيشة الملعونة المسكرة فهي بمنزلة غيرها من المسكرات، والمسكر منها حرام باتفاق العلماء، بل كل ما يزيل العقل فإنه يحرم أكله ولو لم يكن مسكرًا كالبنج، وأما قليل الحشيشة المسكرة فحرام عند جماهير العلماء كسائر القليل من المسكرات، وقول النبي صلى الله عليه وسلم كل مسكر خمر وكل خمر حرام يتناول ما يسكر، ولا فرق بين أن يكون المسكر مأكولًا أو مشروبًا أو جامدًا أو مائعًا (مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ۲۰۴/۳۴)۔

جہاں تک اس ملعون نشہ آور حشیش کا تعلق ہے اس کا حکم بھی دوسری نشہ آور چیزوں کی طرح ہے، حشیش میں اس حد تک پہونچنا جو نشہ پیدا کرے یہ تمام علماء کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے، بلکہ جو چیز بھی عقل کو زائل کردے وہ نشہ آور نہ بھی ہو تب بھی حرام ہے، جیسے بھنگ، اسی طرح نشہ آور حشیش میں سے تھوڑی حشیش

بھی جمہور علماء کے نزدیک حرام ہے جیسے تمام نشہ آور مشروبات کا حکم ہے کہ اس کا تھوڑا بھی حرام ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر شراب حرام ہے، آپ کے اس ارشاد میں تمام نشہ لانے والی چیزیں آ گئیں، نشہ آور چیز کھانے کی ہو یا پینے کی ٹھوس ہو یا سیال، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

۲- انجکشن کے ذریعہ نشہ آور چیزوں کو جسم کے اندر پہونچانے کا وہی حکم ہے، جو کھانے کے ذریعہ پیٹ میں پہنچانے کا ہے، یہ بالکل حرام ہے، اس کے دلائل بھی وہی ہیں جو اوپر ذکر کئے گئے ہیں، بہت ساری ایسی شکلیں جو بعد کی ایجادات ہیں وہ بھی اگر آپ ﷺ کے ارشادات کے عمومی مفہوم میں شامل ہوتی ہوں تو ان پر بھی وہی حکم لگایا جائے گا جو آپ ﷺ کے زمانے میں موجود چیزوں پر لگایا گیا ہے، اس لحاظ سے دیکھا جائے تو انجکشن کے ذریعہ نشہ آور چیزوں کی جسم میں منتقلی کو ہم قیاساً نہیں بلکہ نصاً بھی حرام کہیں گے، اصول فقہ کا مشہور قاعدہ ہے کہ: ''العبرة لعموم اللفظ'' لفظ کے عموم کا اعتبار کیا جائے گا یعنی اس دائرہ میں جو بھی شکل آئے گی لفظ کے عموم کی وجہ سے وہی حکم اس پر بھی لاگو ہوگا، آنحضرت ﷺ کی یہ عمومی روایات ہمارے سامنے ہیں:

كل مسكر حرام، ما أسكر كثيره فقليله حرام، اجتنبوا ما أسكر، كل مخمر خمر.

یہ تمام الفاظ جو نشہ آور چیزوں کو حرام قرار دے رہے ہیں، انجکشن کے ذریعہ نشہ آور چیز کو منتقل کرنا نشہ کو استعمال کرنے کی ایک شکل ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نشہ پیدا کرنے والی کسی خاص شکل کو منع نہیں فرمایا ہے بلکہ ہر نشہ لانے والی چیز سے منع فرمایا ہے، اور بلاشبہ انجکشن اسی کی ایک قسم ہے، ایک موقوف روایت (جو ضعف سے خالی نہیں) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خمر کی کسی خاص شکل کو حرام کرنا مقصود تھا ہی نہیں، مقصود یہ تھا کہ لوگ نشہ کرنا چھوڑ دیں چاہے جو شکل ہو۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: ان الله لم يحرم الخمر لاسمها وإنما حرمها لعاقبتها وكل شراب يكون عاقبته كعاقبة الخمر فهو حرام كتحريم الخمر (سنن الدار قطني ۴/ ۱۷۲، رقم: ۴۶۲۳)۔

اللہ نے شراب کو اس کے نام کی وجہ سے حرام نہیں کیا بلکہ اس کے انجام کے پیش نظر حرام فرمایا، ہر مشروب جس کا نتیجہ شراب ہی کی طرح ہوگا ویسے ہی حرام ہوگا، جیسے شراب حرام ہے۔

اس زمانے میں انجکشن نشہ آور چیزوں کو بدن میں داخل کرنے کا ایک عام ذریعہ بن گیا ہے، پہلے ایسی کوئی صورت نہیں تھی، عام طور پر احتقان اور سعوط کے الفاظ آتے ہیں، یعنی دبر کے راستہ سے داخل کرنا یا ناک کے ذریعہ اندر تک پہونچانا، فقہاء نے شبہ کی وجہ سے ان شکلوں کے ذریعہ نشہ آور اشیاء کو اندر پہونچانے پر تعزیر کا حکم دیا ہے، اور حد کے بارے میں احتیاط برتی ہے، لیکن اس کے باوجود بعض فقہاء نے ناک کے ذریعہ شراب اندر پہونچانے پر حد جاری کرنے کا حکم لگایا ہے، بہر حال اس شکل کے ذریعہ نشہ آور اشیاء کو اندر پہونچانا تو سب کے نزدیک حرام ہے، انجکشن تو بالکل عام ہے، لہٰذا اسے تو حرام ہونا ہی چاہئے

''وإن احتقن بالخمر لم يحد، لأنه ليس بشرب ولا أكل، وإن استعط به فعليه الحد، لأنه أوصله إلى باطنه من حلقه'' (المغني ۱۰/ ۳۲۳، المكتبة الشاملة)۔

وقال البلقيني: ''انه يحد في السعوط دون الحقنة لأنه قد يطرب به'' (مغني المحتاج)۔

شوافع اور حنابلہ دونوں کے یہاں حرمت واضح ہے، بس حد نافذ نہیں ہوگی بلکہ تعزیراً سزا دی جائے گی۔

۳- جن چیزوں سے شراب بنتی ہے یا دوسری نشہ آور اشیاء تیار ہوتی ہیں ان کی ہم تین قسمیں کر سکتے ہیں:

(الف) پھل اور غلہ کی قسم کی تمام چیزیں، پھل لطف ولذت کیلئے کھائے جاتے ہیں اور غلہ قوت کے طور پر استعمال ہوتا ہے، ایسی چیزوں کی کھیتی بلاشبہ جائز ہے، جیسے جو، گیہوں، انگور، کھجور وغیرہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان اشیاء سے شراب بنتی تھی، لیکن آپ نے کبھی اس کی کاشت سے منع نہیں فرمایا۔

(ب) وہ چیزیں جو کچھ منافع رکھتی ہیں، لیکن ان کے نقصانات بہت زیادہ ہیں، اور ان کا غالب استعمال یا پورا استعمال منشیات ہی کیلئے ہوتا ہے، اس کی کھیتی عرفاً اچھی نگاہ سے دیکھی نہیں جاتی، جیسے بھنگ، افیون اور حشیش وغیرہ کی کاشت، ان چیزوں کو مکمل طور پر حرام قرار دینا چاہئے، کہ بسا اوقات یہ شراب سے بڑھ کر فساد کا باعث بنتی ہیں، البتہ ضرورت کے بقدر کھیتی جس سے ان چیزوں کی دوا تیار کی جا سکے جائز ہے، لیکن معاملہ حکومت کے سپرد ہوگا، جو خاص تناسب سے یہ چیزیں اپنی کڑی نگرانی میں کاشت کرائے اور اس سے جائز فائدہ اٹھائے، عام لوگوں کے لئے تو اس کی کھیتی حرام ہی ہونی چاہئے۔

(ج) کچھ چیزیں بین بین ہوتی ہیں، ان کا غلط استعمال ہوتا ہے، لیکن صحیح استعمال بھی خوب ہوتا ہے، عرف عام میں وہ نشہ آور کے طور پر مشہور بھی نہیں ہوتی ہیں، جیسے زعفران اور خشخاش وغیرہ، ان کی کھیتی کے تعلق سے بھی حکومت محتاط رویہ اپنائے، کھلے عام اس کی اجازت نہ دی جائے، اس طرح کی کاشت کے دائرے کو بھی محدود رکھے، تاکہ ان کا غلط استعمال منشیات کے جہنمی راستہ پر نہ ڈال دے، بہر حال اس کی محتاط اجازت دی جاسکتی ہے، واللہ اعلم۔

شراب سے متعلق دس لوگوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے، ان میں سے اٹھانے والا اور جس کے پاس لے جائی جارہی ہے، یہ سب لوگ شامل ہیں، چونکہ اس زمانے میں شراب انگور، کھجور اور اس جیسی دوسری حلال چیزوں سے بنتی تھی، اس لئے ان چیزوں کی کھیتی کو حرام نہیں کیا گیا، لیکن افیون، بھنگ اور حشیش کا کوئی مناسب استعمال ہے ہی نہیں، اس کا پورا استعمال لگ بھگ ناجائز امور کے لئے ہی ہوتا ہے، دل اس کی گواہی دے رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اگر منشیات کی کاشت ہورہی ہوتی تو آپ ضرور "زارعها" کا لفظ ارشاد فرماتے، اس لئے کہ منشیات اپنی اصل کے لحاظ ہی سے حرام ہے۔ لہٰذا اس کی کاشت بھی حرام اور اس کا کاروبار بھی حرام ہے۔

کسی بھی چیز کے پھیلاؤ کا سب سے بڑا ذریعہ کاروبار ہوتا ہے، ایک عام خرید وفروخت کرنے والا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت سے بچ نہ سکا تو جو لوگ اس کا کاروبار کرتے ہیں وہ کیوں لعنت کے مستحق نہ ہوں گے، عمومی دلائل سے جب کسی چیز کی حرمت ثابت ہوگئی تو اب اس کی کھیتی اور کاروبار کی حرمت کے لئے الگ سے دلیل کی ضرورت نہیں ہے، واللہ اعلم۔

۴- یہاں بھی وہی حکم ہوگا جو پہلے گزر چکا۔

حضرت عبداللہ بن بریدۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من حبس العنب أيام القطاف حتى يبيعه ممن يتخذه خمرًا فقد تقحم النار" (المعجم الاوسط للطبرانی ۵/ ۲۹۴، المکتبۃ الشاملۃ)۔

جو لوگ انگور توڑے جانے کے وقت اسے روکے رکھیں؛ تاکہ بعد میں اس شخص کے ہاتھ فروخت کرسکے جو اسے شراب بنائے تو ایسا شخص حقیقت میں آگ میں جا پڑا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "لعن الله الخمر وشاربها وساقيها وبائعها ومبتاعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة إليه وآكل ثمنها" (ابن ماجہ: کتاب الاشربۃ رقم: ۳۳۸)۔

اللہ کی لعنت ہے شراب پر، اس کے پینے والے پر، اس کے پلانے والے پر، اس کے بیچنے والے پر، اس کے خریدنے والے پر، کشید کرنے والے پر، اسے اپنے لئے کشید کروانے والے پر، اسے اٹھانے والے پر، جس کے پاس لے جائی جارہی ہے اس پر، اسے بیچ کر اس کی قیمت کھانے والے پر، سب پر لعنت ہے۔

بعض روایات میں یہ بھی الفاظ ہیں: "والمشتری لها والمشتراۃ له" یعنی اس کے خریدنے والے پر اور جس کے لئے خریدی جارہی ہے سب پر اللہ کی پھٹکار، جب سورہ مائدہ کی آیت نازل ہوئی جس میں شراب صریح حرام کی گئی تو آپ صلی اللہ علی وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان الله حرم الخمر فمن ادركته هذه الآية وعنده منها شئ فلا يشرب ولا يبيع" (الجمع بين الصحيحين. انورا سلم)

اللہ نے شراب کو حرام کیا ہے، جس کسی تک شراب کے حرام ہونے کی آیت پہونچ گئی اور اس کے پاس شراب میں سے کچھ بھی ہو نہ اسے پئے اور نہ اسے بیچے۔

شراب کی خرید وفروخت کی حرمت پر یہ صحیح وصریح دلائل ہیں، یہی حکم تمام منشیات پر جاری ہوگا، بالخصوص ہیروئن وغیرہ تو شراب سے بھی بدتر چیزیں ہیں۔

موسوعۃ الفقہ الاسلامی المعاصر کے مؤلف دکتور عبدالحلیم عویس مخدرات یعنی منشیات کے بارے میں لکھتے ہیں:

اجمعوا علي تحريم بيعها وأكل ثمنها أو شرائها أو اخذ محمولة عليها أو أى لون من الذبح المادى أو الفائدة المعنوية تأتي من طريقها (موسوعۃ الفقہ الاسلامی، الباب الثالث، ص: ۵۵۷)۔

تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ منشیات کا بیچنا، اس کی قیمت کھانا یا اسے خریدنا یا اس سے متعلق کسی کام کی اجرت لینا غرض اس راہ سے آنے والے کسی بھی

قسم کے مادی یا معنوی نفع سے فائدہ اٹھانا سب حرام ہے۔

لگ بھگ یہی بات شیخ وہبہ زحیلی نے بھی لکھی ہے، علامہ یوسف قرضاوی بھی اس سے ملتی جلتی بات بیان کرتے ہیں۔

فتاوی اسلامیہ جو سعودی عرب کے چوٹی کے علماء کا مجموعہ فتاوی ہے، اس میں تصریح یوں ہے:

بيع الخمر وسائر المحرمات من المنكرات العظيمة ولاشك أن بيع الخمر والمخدرات والدخان من التعاون على الاثم والعدوان (فتاوی اسلامیہ ۴/ ۳۵۲، المكتبة الشاملة)۔

یہی فیصلہ فتاوی اللجنة الدائمته للبحوث العلمية کا بھی ہے (۶/ ۸۳، المكتبة الشاملة)۔

شراب اور دوسری حرام چیزوں کو بیچنا حد درجہ ناجائز کام ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ شراب، منشیات اور بیڑی سگریٹ وغیرہ کا بیچنا گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا ہے (جو حرام ہے)۔

ازہر کے علماء کا فتوی یہ ہے:

أجمع فقهاء المذاهب الإسلامية على تحريم إنتاج المخدرات وزراعتها وتجارتها وترويجها وتعاطيها طبيعية أو مخلقة وعلى تجريم من يقدم على ذلك (فتاوی الازہر ۷/ ۳۰۶، المكتبة الشاملة)۔

تمام مسالک کے فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ منشیات کی کاشت، اس کی تجارت، اسے مارکیٹ میں عام کرنا، اسے اپنی اصل حالت میں کھانا یا کسی خاص شکل میں لاکر استعمال کرنا سب حرام ہے، جو ایسا کرتا ہے اس کے مجرم ہونے پر بھی اتفاق ہے۔

تلخيص مما تتقدم أن المخدرات بما كانت أنواعها وأسمائها طبيعية أو مخلقة مسكرة وكل مسكر من أى مادة حرام وبذلك يحرم تعاطيها بأى وجهٍ من وجوهٍ من أكل أو شرب أو شم أو حقن لأنها مفسدة (فتاوی الازہر ۷/ ۳۰۶، المكتبة الشاملة)۔

خلاصہ کلام یہ کہ منشیات اپنی تمام انواع واقسام سمیت نشہ آور اشیاء ہیں، چاہے ان کے نام جو بھی ہوں، براہ راست استعمال کی جائیں یا اس سے کوئی چیز تیار کی جائے سب نشہ آور ہیں، تمام نشہ آور چیزیں حرام ہیں، چاہے جس مواد سے تیار کی جائیں، اس کا استعمال ہر لحاظ سے حرام ہے، کھا کر، پی کر، سونگھ کر یا انجکشن کے ذریعہ سب حرام ہے۔

۵-۶-دونوں سوالات باہم ملتے جلتے ہیں اس لیے ہم ایک ہی جواب پر اکتفا کرتے ہیں:

شریعت مطہرہ کا مزاج یہ ہے کہ کوئی جرم اگر انفرادی نوعیت کا ہو تو اس باب میں عام طور پر نرمی برتی جاتی ہے لیکن وہی جرم اگر اجتماعی فساد کے روپ میں پھیل رہا ہو تو اس وقت اس کے سد باب کے لئے بڑا قدم اٹھانے سے بھی گریز نہیں کیا جاتا ہے، اسی طرح کسی جرم سے متعلق اگر ہٹ دھرمی اور اصرار نظر آ رہا ہو تو اس وقت بھی شریعت کا موقف نسبۃً سخت ہو جاتا ہے۔

اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل سے ہمیں جو روشنی ملتی ہے وہ یہ ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: شرب رجل فسكر فلقى يميل من الفج فانطلق به الى النبى صلى الله عليه وسلم فلما حاذى بدار العباس انفلت فدخل على العباس فالتزمه فذكر ذلك للنبى صلى الله عليه وسلم فضحك وقال: أفعلها؟ ولم يأمر فيه بشئ (ابوداؤد، كتاب الحدود، باب الحد فى الخمر ۴۴۷۶)۔

ایک شخص نے شراب پی تو نشہ میں آ گیا، کسی گلی میں مست جھومتا ہوا جا رہا تھا کہ لوگوں نے پکڑا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لانے لگے، جیسے ہی حضرت عباسؓ کا گھر آیا بس اپنے آپ کو کسی طرح چھڑا کر سیدھے حضرت عباسؓ کے پاس آ کر ان سے لپٹ گیا، اس طرح بچ نکلا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب پورا واقعہ بیان کیا گیا تو آپؐ (اس کی ہوشیاری پر) ہنس پڑے، پوچھا: کیا واقعی اس نے ایسا کیا؟ پھر اس کے سلسلے میں کسی بات کا حکم نہیں دیا۔

اس حدیث سے مزاج نبوت کا اندازہ ہوتا ہے، دوسری طرف یہ بھی دیکھئے عن ديلم الحميدي قال: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت: يا رسول الله! إنا بأرض باردة نعالج فيها عملًا شديدًا وأنا نتخذ شرابا من هذا القمح نتقوى به على أعمالنا وعلى برد بلادنا قال: هل يسكر؟ قلت: نعم، قال: فاجتنبوه، قال قلت: فان الناس غير تاركيه، قال: فان لم يتركوه فقاتلوهم (ابوداؤد، كتاب الاشربة، باب النهي عن المسكر، ۳۶۸۳)۔

حضرت دیلم حمیدی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، یا رسول اللہ! ہم لوگ ٹھنڈے علاقہ کے باشندے ہیں، سخت کام کرنا پڑتا ہے، گیہوں سے ہم لوگ شراب بناتے ہیں، جن سے ہمیں اپنے کام کے لئے طاقت حاصل ہوتی ہے اور علاقہ کی ٹھنڈک برداشت کرنا بھی آسان ہوتا ہے (کیا اس کی اجازت ہے) آپؐ نے پوچھا: تم جو چیز پیتے ہو اس سے نشہ آتا ہے؟ میں نے کہا: ہاں، آپؐ نے فرمایا: پھر اس سے دور رہو، میں نے کہا: لوگ اسے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے، آپؐ نے فرمایا: اگر وہ نہیں چھوڑتے ہیں تو ان سے جنگ کرو۔

یہ ہم جانتے ہیں کہ جنگ کا حکم اس وقت دیا جاتا ہے جب کوئی خطرناک صورت حال سامنے ہو، یہاں آپ کی طرف سے جنگ کرنے کا حکم خود یہ بتانے کے لئے کافی ہے کہ شریعت مطہرہ کے نزدیک یہ صورت حال مطلقاً قابل قبول نہیں یہ تو پھر بھی ایک اجتماعی فساد کا علاج ہے، شراب کے معاملہ میں انفرادی ہٹ دھرمی بھی گوارا نہیں کی گئی، صاف صاف یہ بات ارشاد فرمائی گئی ہے:

إذا شربوا الخمر فاجلدوہم ثم إن شربوا فاجلدوہم ثم إن شربوا فاقتلوهم (ابوداؤد: كتاب الحدود؛ باب اذا تتابع في شرب الخمر، ۴۴۸۲)۔

ترجمہ: اگر وہ شراب پئیں تو کوڑے لگاؤ، پھر پئیں تو کوڑے لگاؤ اگر پھر پئیں تو ان کو قتل کردو۔

بعض روایات کے الفاظ یہ ہیں:

إذا شرب الخمر فاجلدوه فإن عاد الرابعة فاقتلوه (ابوداؤد: كتاب الحدود؛ باب إذا تتابع في شرب الخمر، ۴۴۸۴)۔

اس روایت کو عملاً منسوخ بتایا جاتا ہے، ایک ضعیف روایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص چوتھی دفعہ شراب میں ماخوذ پکڑا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قتل کرنے کا حکم نہیں دیا، لہٰذا یہ حکم منسوخ ہے، غور کیا جائے تو اسے منسوخ ماننے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی بطور حد کے وہ قتل نہیں کیا جائے گا، لیکن تعزیراً اگر خلیفہ وقت قتل کرنا چاہے تو اس حدیث سے استدلال آسانی سے ممکن ہے۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی قابل حد جرم اگر ہٹ دھرمی سے کیا جانے لگے یا وہ ایک اجتماعی بگاڑ کا سبب بن جائے تو قتل وقتال کا حکم ہے۔ یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہے جو شراب پیتے ہیں۔ ان کی نراجی اور نفسیاتی کیفیات کے پیش نظر ان کیلئے رعایت کی گنجائش عقلاً معلوم ہوتی ہے پھر بھی شریعت کا موقف اس قدر سخت ہے۔ اس کے مقابلہ میں وہ مجرم جنہوں نے اللہ کی زمین کو اس فساد سے اس قدر آلودہ کر دیا ہے کہ اس کے نتیجہ میں گھر کے گھر اجڑ رہے ہیں، عزتیں نیلام ہو رہی ہیں، جوانوں کی جوانی بربادیوں کی داستان بن گئی، ایک مفلوج بلکہ نیم مردہ سماج وجود میں آ رہا ہو تو ہمارے خیال میں ایسے لوگوں کیلئے اللہ کی اس زمین پر کوئی جگہ نہیں ہونی چاہئے، کوئی اسلامی حکومت اس قسم کی نشہ آور چیزوں اور کاروبار پر سخت موقف اختیار کرتی ہے اور موت کی سزا تجویز کرتی ہے تو شریعت میں اس کی پوری گنجائش موجود ہے، مزید دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) يحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث ويضع عنهم إصرهم والأغلال التي كانت عليهم فالذين آمنوا به وعزروه ونصروه واتبعوا النور الذي أنزل معه أولئك هم المفلحون (الاعراف: ۱۵۷)۔

وہ نبی ان کے لئے صاف ستھری چیزیں حلال کرتا ہے اور خبیث چیزیں حرام کرتا ہے۔ ان سے بوجھ کو اور بیڑیوں کو اتار دیتا ہے جو ان پر تھیں، تو جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے، اسے طاقت فراہم کی، اس کی مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا ہے تو یہی لوگ مکمل فلاح یاب ہیں۔

۲- دوسری جگہ بھی خبیث وطیب کا موازنہ کر کے خبیث سے بچنے کی تاکید کی ہے تاکہ فلاح مل سکے۔

قل لا يستوي الخبيث والطيب ولو أعجبك كثرة الخبيث فاتقوا الله يا أولي الالباب لعلكم تفلحون (المائدة: ۱۰۰)۔

کہہ دیجئے گندی چیز اور ستھری چیز برابر نہیں ہوسکتی، چاہے (اے مخاطب) تجھے گندی چیزیں جس قدر بھا جائیں، عقل والو اللہ سے ڈرو، تاکہ تمہیں فلاح مل سکے۔

یہاں اخروی فلاح مراد ہے، البتہ دنیاوی فلاح کو بھی اس کے ساتھ بشرط قدرت جوڑا جاسکتا ہے۔ یعنی جہاں اسلامی نظام ہو وہاں ایسوں کو فلاح نہ ملے۔

۳- والفتنة أشد من القتل (البقرة: ۱۹۱) والفتنة أكبر من القتل (البقرة: ۲۱۷)۔

فتنہ کو قتل سے شدید تر اور بڑا بتایا گیا ہے۔ منشیات کے عالمگیر فساد کو ہر عقل رکھنے والا فتنہ ہی کہے گا، اس فتنہ کو جڑ سے اکھاڑنے کی سب سے مؤثر شکل یہ ہے کہ ایسے فتنہ گروں کے وجود ہی سے دنیا کو پاک کردیا جائے۔

اس پورے نیٹ ورک میں جو جس حیثیت سے شریک ہوگا وہ اپنے لحاظ سے فتنہ گر ہی مانا جائے گا، جو چیز قتل سے زیادہ سخت ہے اسے مٹانے کیلئے اگر سزائے موت جاری کرنی پڑے تو یہ ناجائز کیسے ہوسکتا ہے؟

۴- کھیتی اور نسل کو برباد کرنے والے کو زمین میں فساد برپا کرنے والا کہا گیا ہے۔

وإذا تولى سعى في الأرض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد (البقرہ: ۲۰۵)۔

جب یہ پلٹتا ہے تو زمین میں فساد برپا کرنے کے لئے تگ ودو کرتا ہے اور کھیتی ونسل کو برباد کرتا ہے، اللہ کو فساد بالکل گوارہ نہیں ہے۔

منشیات سے نسل انسانی جس طرح برباد ہورہی ہے کسے معلوم نہیں، اس کی کھیتی سے اصل کھیتی کا جو نقصان ہورہا ہے وہ بھی ہر ایک کو معلوم ہے، فساد فی الارض کی سزا خود قرآن نے اختیاری طور پر قتل کی ہی رکھی ہے،

إنما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون في الأرض فسادًا أن يقتلوا (المائدۃ: ۳۳)۔

آیت کی شان نزول میں بعض واقعات بیان کئے گئے ہیں، وہ سب اپنی جگہ صحیح لیکن آیت عام ہے۔ بڑے بڑے بگاڑ اس کے تحت آجاتے ہیں، منشیات کا کاروبار اللہ ورسول سے بغاوت ہونے کے ساتھ ساتھ اس وقت کا ایک بڑا فساد بھی ہے، واضح رہے کہ خدا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پر اصرار کرنے والوں سے جنگ کا حکم دیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن میں رہنا چاہئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چوتھی دفعہ شراب پینے پر قتل تک کی اجازت دی ہے، گویا چار دفعہ نافرمانی کرنے پر قتل بھی کیا جاسکتا ہے، تو وہ شخص جو اس ناپاک ترین خبیث ترین غلاظت کو ہزاروں لوگوں تک پہونچا کر بیک وقت سب کو نافرمانی کے اندھیروں میں ڈھکیل رہا ہے ایسے شخص کے لئے موت کی سزا عقلاً بھی سمجھ میں آتی ہے۔

۵- شراب سے کسی طرح کا تعلق رکھنے والوں کی جو فہرست ہوسکتی ہے، ان تمام کو نام بنام گنا کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے، شاید کوئی اور ایسا گناہ نہ ہو جس میں اس قدر تفصیل کے ساتھ لعنت کی گئی ہو، لعن اللہ شاربھا ... وبائعھا ومبتاعھا والمشتری لھا والمشتراۃ لہ، سب اس میں شامل ہیں، اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ جس پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے اس کا کوئی مددگار نہیں ہوتا ہے،

ومن يلعن الله فلن تجد له نصيرًا (النساء: ۵۲)۔

جس کسی پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے تو ہرگز اس کے لئے کسی مددگار کو نہیں پائے گا، جو شیاطین الانس اس گھناونے کاروبار میں شریک ہیں ان کو بے یارومددگار بنانا بھی شریعت کے نزدیک پسندیدہ عمل ہے۔ اس کی انتہائی شکل یہ ہے کہ ایسے مجرم کو حق زندگی سے محروم کیا جائے اس لئے کہ وہ ہزاروں لوگوں کی زندگی تاریک کرچکا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ شخص بھی محارب ہے جو اخافۃ السبیل میں ملوث ہے یعنی جو شخص راستے میں لوگوں کو ڈراتا دھمکاتا ہے جس کی وجہ سے عام لوگوں کے لئے چلنا پھرنا دوبھر ہوجائے تو ایسا شخص زمین میں فساد مچانے والا اور اللہ ورسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لڑنے والا سمجھا جائے گا۔ اسے قتل کیا جاسکتا ہے، جو لوگ شراب ومنشیات کے ذریعہ دین ودنیا دونوں تباہ کررہے ہوں تو ایسے لوگ اس آیت کے تحت کیوں نہیں آئیں گے۔

۶- ارشاد خداوندی ہے: لئن لم ينته المنافقون والذين في قلوبهم مرض والمرجفون في المدينة لنغرينك بهم ثم لا يجاورونك فيها إلا قليلا ملعونين أينما ثقفوا أخذوا وقتلوا تقتيلا (الاحزاب: ۶۰-۶۱)۔

اگر منافق اور وہ جن کے دلوں میں روگ ہے باز نہ آئے اور مدینہ میں افواہوں سے اضطراب پیدا کرنے والے باز نہ آئے تو ہم ضرور آپ کو ان پر مسلط

کردیں گے پھر وہ مدینہ میں آپ کے ساتھ برائے نام رہ پائیں گے، یہ سب ملعون ہیں، جہاں بھی یہ پائے جائیں پکڑے جائیں اور پوری طرح قتل کردیئے جائیں۔

اس آیت میں دل کے روگی افواہیں پھیلانے والے منافقین کو وارننگ دی گئی ہے کہ وہ اگر اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر مسلط کردیا جائے گا پھر آپ کو پورا اختیار ہوگا کہ ان کا پوری طرح صفایا کردیں۔ یہ آیت سورہ احزاب کی ہے، جو لگ بھگ ۵ھ میں نازل ہوئی، اہل علم واقف ہیں کہ اس آیت کے نزول کے بعد بھی نفاق اور دل کا روگ منافقین میں رہا، یہاں تک کہ غزوہ تبوک میں بھی منافقین کے وجود کا تذکرہ قرآنی نص سے ثابت ہے۔ یہ بھی ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قتل نہیں کیا باوجود یہ کہ وہ سب کے سب ملعون تھے، نفاق اور دل کے روگ کو ان کا انفرادی مرض سمجھ لیا گیا۔ لہٰذا ایک چیز باقی رہتی ہے وہ ہے، اور طرح طرح کی افواہیں پھیلا کر لوگوں میں اضطراب وبے چینی پیدا کرنا۔ اصل قتل کی دھمکی اس جرم پر تھی۔ امام بغوی نے لکھا ہے کہ جب مسلمانوں کی فوج روانہ ہوتی تو یہ منافقین طرح طرح کی افواہیں پھیلا کر ماحول کو دہشت زدہ کرنے کی کوشش کرتے کبھی یہ افواہ گرم ہوتی کہ دشمن بالکل قریب پہونچ گیا ہے کسی بھی وقت حملہ ہوسکتا ہے (معالم التنزیل للبغوی، سورۃ الاحزاب، آیت: ٦١)۔

جو پُرامن معاشرے کو اس طرح کی افواہوں سے مضطرب کردے اور عام مسلمانوں کو ذہنی اذیت سے دوچار رکھے جب اسے قتل کرنے کی اجازت ہے تو جو لوگ منشیات کے ذریعہ معاشرے کی جڑیں کھودنے میں لگے ہیں ان پر یہ حکم بدرجہ اولیٰ نافذ ہوسکتا ہے۔

۷- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کی نماز میں نہ آنے والوں کے بارے میں یہ بات ارشاد فرمائی:

لقد هممت أن آمر رجلا يصلي بالناس ثم أحرق على رجال يتخلفون عن الجمعة بيوتهم (مشكاة بحواله مسلم)۔

میرا ارادہ یہ ہوا کہ کسی شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں، پھر ان لوگوں کو اپنے گھروں سمیت جلا ڈالوں جو جمعہ میں شامل نہیں ہوتے ہیں۔

یہ ارشاد گرچہ تغلیظ اور تہدید پر محمول ہے لیکن یہ بھی ممکن نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی غلط چیز کا ارادہ کریں، لہٰذا اسے تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام وقت کو شرعاً اس کی اجازت ہے کہ ترک جمعہ کے عادی لوگوں کو ان کی ہٹ دھرمی پر تعزیراً قتل کی سزا دے۔ ہاں دوسری روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جلانا منع ہے، لہٰذا اتنا حصہ منسوخ مانا جاسکتا ہے، بہر حال اجتماعی طور پر ترک جمعہ کا عمل باعث قتل وموت بن سکتا ہے تو شراب ومنشیات کی اسمگلنگ جیسا انسانیت سوز عمل کیوں نہیں بن سکتا، وہاں ایک دینی شعار کو اجتماعی طور پر ترک کرکے حکم الٰہی کو پامال کیا گیا تو یہاں اللہ کی حرام کردہ خبیث ترین چیز کو دوبارہ جاری کرکے دین وشریعت کی حرمت پامال کی جارہی ہے۔

بہر حال! بعض بلاد عربیہ میں منشیات یعنی نشہ آور چیزوں کی اسمگلنگ پر سزائے موت دی جاتی ہے، موجودہ منشیات کے بھڑکتے ہوئے جہنم کو دیکھا جائے تو کتاب وسنت کی روشنی میں اس سزا کی گنجائش نظر آتی ہے، ویسے بھی احناف ومالکیہ کے یہاں تعزیراً قتل کی سزا دی جاسکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آخر کے دو سوال بھی چونکہ ملتے جلتے ہیں اس لئے ان کے مختصراً جواب پر اس مقام کو مکمل کیا جاتا ہے۔

امام ابن حجر شافعی مکی (یہ شارح بخاری نہیں ہیں) سے دریافت کیا گیا کہ کوئی افیون اور حشیش کا اس قدر عادی ہوجائے کہ نہ کھانے پر ہلاکت کا خطرہ پیدا ہو تو کیا حکم ہے؟ آپ نے جواب میں یہ فتویٰ دیا کہ جس طرح مضطر کیلئے مردار حلال ہے بلکہ واجب ہے اسی طرح یہ معاملہ بھی ہے، جان بچانے کیلئے مطلوبہ مقدار دینا ضروری ہے، البتہ آہستہ آہستہ اس مقدار میں کمی کی جائے تاکہ مکمل طور پر اس بیماری سے نجات ملے، احناف کا بھی یہی خیال ہے، ویسے بھی تمام فقہاء کے یہاں یہ مسئلہ درج ہے کہ کوئی کھانا گلے میں اٹک جائے، جان کے لالے پڑ جائیں تو اس وقت اگر صرف شراب موجود ہو تو اس کے ذریعہ پھنسے ہوئے لقمہ کو اندر اتارنا واجب ہے۔

خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرینین کو اونٹ کا پیشاب پینے کی اجازت دی تھی۔ لاعلاج مرض کا علاج اگر کسی حرام چیز سے ہو رہا ہو تو اس کی گنجائش تو نظر آتی ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔

☆☆☆

نشہ آور اشیاء

مولانا روح الامین عفی عنہ[1]

عقل وخرد ہی انسان کا امتیاز ہے، اسی پر تکلیف کا مدار ہے، یہ انسان کے پاس ایک امانت الٰہی ہے، جس کی حفاظت اس کے ذمہ لازم ہے، اسی بنیاد پر کسی انسان کے لیے ان اسباب کو اختیار کرنا، جو اس کی عقل کو اس درجہ متاثر کردے کہ وہ انسانیت کی حدود سے نکل کر حیوانیت کے زمرہ میں داخل ہوجائے، ہرگز جائز نہیں، جس کا ایک بڑا ذریعہ "نشہ" ہے۔ ذیل میں اسی سے متعلق کچھ شرعی احکام ذکر کئے جاتے ہیں۔

ہر نشہ آور چیز حرام ہے

قرآن مجید نے بنیادی طور پر "خمر" کو حرام قرار دیا ہے، جس کی حقیقت فقہاء کے یہاں علی اختلاف الاقوال خاص عصیر عنب یا تمام اشربہ مسکرہ ہے اور خمر کی حرمت خواہ لعینہ ہو، لیکن دیگر مسکرات کی علت "سکر" ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

"حرمت الخمر لعینه والمسكر من كل شراب" (شرح مسند ابی حنیفہ ص۵۱۹)۔

(خمر بعینہ حرام ہے، اور ہر شراب میں نشہ آور حرام ہے)۔

"نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كل مسكر ومفتر" (ابوداؤد/رقم ۳۶۸۸)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور اور فتور پیدا کرنے والی چیز سے منع فرمایا۔

"قال الخطابي: المفتر كل شراب يورث الفتور والخدر في الأطراف وهو مقدمة السكر" (معالم السنن ۴/۲۶۸)۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں: "مفتر ہر وہ شراب ہے، جو اعضاء میں بے حسی اور ڈھیلا پن پیدا کردے اور یہ نشہ کا پیش خیمہ ہے"۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں:

"ولا يخفى بعد هذا أن اعتبار رعاية القليل إلى الكثير في الحرمة ليس إلا لحرمة السكر، ففي التحقيق: الإسكار وهو المحرم بأبلغ الوجوه لأنه الموقع للعداوة والبغضاء والصد عن ذكر الله وعن الصلاة وإتيان المفاسد من القتل وغيره كما أشار النص إلى عليتها" (فتح القدير ۵/۸۱ باب حد الشرب)۔

(اس کے بعد یہ بات مخفی نہ رہی کہ حرمت کے سلسلہ میں قلیل کا کثیر کی طرف داعی ہونا سکر (نشہ) ہی کی حرمت کی وجہ سے ہے، چنانچہ تحقیق میں ہے کہ اسکار (نشہ آور ہونا) ہی تمام تر حرام ہے، اس لیے کہ وہی عداوت وبغض پیدا کرنے والا، ذکر اللہ اور نماز سے روکنے والا، اور قتل ودیگر مفاسد کی طرف لیجانے والا ہے، جیسا کہ نص میں اس کی علت کی طرف اشارہ ہے)۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ حرمت کی علت سکر ہے، تو پھر ہر نشہ آور چیز حرام ہوگی، خواہ وہ خمر کے نام سے معروف ہو یا دوسرے نام سے، سیال ہو یا جامد، نباتات کی شکل میں ہو یا کسی دوسری شکل میں۔

---

[1] خادم تدریس جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ، بھروچ، گجرات، الہند

ابن رشد فرماتے ہیں: ''اماالنبات الماكول: فكله حلال الاالنجس والضار والمسكر'' (بداية المجتهد ۴۵۰/۱، المهذب ۲۴۶/۱، مغني المحتاج ۳۰۵/۱)۔

(کھائی جانے والی نباتات تمام حلال ہیں، سوائے اس کے جو ناپاک ہو، ضرر رساں ہو، اور نشہ آور ہو)۔

في الدر. تحرم أكل البنج والحشيشة والأفيون لأنه مفسد للعقل ويصدعن ذكر الله وعن الصلاة... وكذا تحرم جوزة الطيب لكن دون حرمة الحشيشة (قال الشامي): وكذا العنبر والزعفران كمافي الزواجر لابن حجر المكي. وقال: فهذه كلها مسكرة، ومرادهم بالإسكار هنا تغطية العقل لامع الشدة المطربة لأنها من خصوصيات المسكر المائع فلا ينافي أنه تسمى المخدرة فماجاء في الوعيد على الخمريأتي فيها لاشتراكهما في إزالة العقل المقصود للشارع بقائه۔ الخ۔ أقول أومثله زهر القطن فإنه قوي التفريح مبلغ الإسكار كما في التذكرة. فهذا كله ونظائره يحرم استعمال القدر المسكر منه دون القليل كما قدمناه. فإنما ومثله بل أولى البُرش وهي شئ مركب من البنج والأفيون وغيرهما. ذكر في التذكرة أن إدمانه يفسد البدن والعقل، ويسقط الشهوتين. ويفسد اللون. وينقص القوى وينهك. وقد وقع به الآن ضرر كثير''... الخ (ابن عابدين ۴۵۸/۶)۔

(بھنگ، حشیشہ اور افیم کا کھانا حرام ہے، اس لیے کہ یہ فسادِ عقل کا سبب ہے اور ذکر و نماز سے غافل کرنے والی چیزیں ہیں، اور ایسے ہی جائفل حرام ہے، لیکن اس کی حرمت حشیشہ کی حرمت سے کمتر ہے، اور یہی عنبر و زعفران کا حکم ہے، جیسا کہ ابن حجر مکی کی الزواجر میں ہے، وہ فرماتے ہیں کہ یہ تمام نشہ آور چیزیں ہیں، اور ان کی مراد یہاں نشہ پیدا کرنے سے عقل کو مستور کر دینا ہے نہ کہ شدت کے ساتھ مست کر دینا، اس لیے کہ یہ سیال نشہ آور کی خصوصیت ہے، لہٰذا یہ اس کے منافی نہیں کہ اس کا نام ''مخدرہ'' ہے، لہٰذا جو وعید خمر کے سلسلہ میں وارد ہے، وہ ان اشیاء پر بھی وارد ہوگی، کیونکہ دونوں ازالۂ عقل میں مشترک ہیں، جبکہ شارع کا مقصود عقل کا بقاء ہے، میں کہتا ہوں کہ یہی حکم روئی کے شگوفہ کا ہے، اس لیے کہ مست کرنے میں اتنا قوی ہے کہ نشہ تک پہنچا دیتا ہے، جیسا کہ تذکرہ میں ہے......اور یہ تمام اور اس کے ہم مثل چیزیں نشہ کے بقدر حرام ہیں، قلیل نہیں جیسا کہ گذر چکا، اسے سمجھنا ہوگا، برش کا بھی یہی حکم ہے بلکہ بدرجۂ اولیٰ (یہ بھنگ اور افیم وغیرہ سے مرکب شئ ہے) تذکرہ میں مذکور ہے کہ اس کی عادت جسم و عقل کو فاسد کر دیتی ہے، دونوں شہوت کو ختم اور رنگ کو خراب کر دیتی ہے، قوی کو کمزور بلکہ ختم کر دیتی ہے، اس وقت اس کی بہت سی مضرتیں سامنے آرہی ہیں)۔

ذهب جمهور الفقهاء إلى حرمة تناول المخدرات التي تغشى العقل، ولوكانت لاتحدث الشدة المطربة التي لاينفك عنها المسكر المائع، وكما أن ماأسكر كثيره حرم قليله من المائعات، كذلك يحرم مطلقا ما يخدر من الأشياء الجامدة المضرة بالعقل وغيره من أعضاء الجسد۔ وذلك إذا تناول قدر مضر منها، دون مايؤخذ منها من أجل المداواة... الخ (الموسوعة الفقهية: ۲۴/۱۱)۔

(جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ مخدرات (بے حسی پیدا کرنے والی اشیاء) کا استعمال جو عقل کو مستور کر دیتی ہیں، حرام ہیں، اگر چہ وہ شدت کے ساتھ مستی پیدا نہیں کرتی ہیں، جو سیال نشہ آور چیز کی خصوصیت ہے، اور سیال مسکر کی جیسا کہ کثیر مقدار حرام ہے، قلیل بھی حرام ہے، اسی طرح مطلقاً حرام ہیں وہ چیزیں جو بے حسی پیدا کرنے والی جامد ہوں اور عقل وغیرہ جسم کے اعضاء کے لیے نقصان دہ ہو، جب کہ ضرر رساں مقدار کا استعمال ہو، علاج کے طور پر قلیل استعمال حرام نہیں)۔

نشہ آور چیز کا خارجی استعمال:

خمر تو نجس العین ہے، اس سے کسی بھی طرح کا انتفاع جائز نہیں، اور یہی مفتی بہ قول کے مطابق دیگر سیال مسکرات کا حکم ہے، الا یہ کہ اضطراری کیفیت ہو۔ البتہ دیگر جامد مسکرات اور مخدرات فی نفسہ پاک ہیں، ان کے حرام ہونے کی علت نجاست نہیں بلکہ سکر (نشہ) ہے، اسی وجہ سے کثیر مقدار حرام ہے، جو نشہ کا سبب بنے، اور قلیل مقدار جو سکر کا سبب نہ بنے، جائز ہے، لہٰذا اس قسم کی چیزوں کا خارجی استعمال جائز ہوگا، کیونکہ خارجی استعمال سکر پیدا نہیں کرتا۔

''وأما الجامدات فلايحرم منها إلا الكثير المسكر، ولا يلزم من حرمته نجاسته كالسم القاتل فإنه حرام مع أنه

طاہر (ابن عابدین ۶/۴۵۵)۔

جامدات کی کثیر مقدار ہی جو موجب سکر ہو حرام ہے، اور اس کی حرمت سے اس کا ناپاک ہونا لازم نہیں آتا، جیسے زہر قاتل حرام ہے، اس کے باوجود پاک ہے۔

المخدرات الجامدة كلها عند جمهور الفقهاء طاهرة غير نجسة وإن حرم تعاطيها، ولا تصير نجسة بمجرد إذا بتهاقي الماء ولو قصد شربها، لأن الحكم الفقهي أن نجاسة المسكرات مخصوصة بالمائعات منها... بل قد حكى ابن دقيق العيد الاجماع على طهارة المخدرات الجامدة على أن بعض الحنابلة رجح الحكم بنجاسة هذه المخدرات جامدة (مغنى المحتاج ۱/۷۷)۔

(تمام جامد بے حسی پیدا کرنے والی چیزیں جمہور فقہاء کے نزدیک پاک ہیں، ناپاک نہیں اگر چہ ان کا استعمال حرام ہے، اور محض پانی میں پگھلانے سے ناپاک نہیں ہوگی، اگر چہ پینے کا قصد ہو، اس لیے کہ مسکرات کی نجاست کا حکم فقہی مائعات کے ساتھ خاص ہے۔ بلکہ ابن دقیق العید نے مخدرات کی طہارت پر اجماع نقل کیا ہے، باوجودیکہ بعض حنابلہ نے جامد مخدرات کی نجاست کے حکم کو ترجیح دی ہے)۔

وفي تحفة المحتاج اتفق الفقهاء على أن البنج طاهر، لأنهم يشترطون لنجاسة المسكرات يكون مائعًا۔

(تحفۃ المحتاج میں ہے کہ "فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ بھنگ پاک ہے، اس لیے کہ یہ حضرات نشہ آور چیزوں کی ناپاکی کے لیے یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ سیال ہو)۔

بذل میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر کے حوالہ سے ہے:

"النهي عن التداوي بالمحرم مقيد بالجهة التي حرم الداؤ باعتبارها، فما حرام أكله حرم إدخاله في الماكولات دون غيرها" (بذل المجهود ۱۱/۵۹۸)۔

(حرام سے علاج اسی کیفیت سے ممنوع ہے، جس کیفیت سے اس کی حرمت ہے۔ لہٰذا جس کا کھانا حرام ہے، تو اس کو ماکولات میں داخل کرنا ہی حرام ہوگا نہ کہ اور طریقہ سے استعمال کرنا)۔

علامہ قرافی فرماتے ہیں:

"ولاحد في المرقدات والمفسدات ولانجاسة فمن صلى حامل البنج أو الافيون اوالسيكران لم تبطل صلاته اجماعا" (الفروق للقرافی ۱/۳۷۵)۔

(بے حس اور عقل کو فاسد کر دینے والی چیزوں میں حد نہیں اور نہ وہ ناپاک ہیں، لہٰذا بھنگ، افیون اور بوٹی کو اٹھا کر نماز پڑھنے سے نماز بالا جماع باطل نہ ہوگی)۔

نشہ آور انجکشن:

جن مسکرات کا استعمال مطلقاً یا بقدر سکر حرام ہے، ان کا انجکشن لینا بھی جائز نہیں، اس لیے کہ خمر تو نجس العین ہے، اس سے کسی بھی طرح کا انتفاع جائز نہیں، اور دیگر اشربۂ مسکرہ میں حرمت کی علت سکر ہے۔ لہٰذا کوئی بھی ایسا انتفاع جو نشہ پیدا کرے جائز نہ ہوگا۔

درمختار میں ہے:

"ولايجوز بها التداوي على المعتمد قاله المصنف، قلت: ولو باحتقان اواقطار في إحليل" (شامی ۶/۴۵۱)۔

(خمر سے علاج کرنا معتمد قول کے مطابق جائز نہیں ہے، میں کہتا ہوں: اگر چہ دبر کے راستہ داخل کرکے، یا شرمگاہ میں قطرہ ٹپکا کر ہو)۔

بذل المجہود میں ہے:

"فما حرم الانتفاع به مطلقا كالخمر والخنزير والميتة حرم الانتفاع به مطلقا كيفما كان"

(بذل المجهود، الطب باب الادوية المكروة ۱۱/۵۹۸)۔

(جس چیز سے انتفاع مطلقاً حرام ہے جیسے خمر اور خنزیر اور مردار اس سے علی الاطلاق انتفاع حرام ہے، جس طرح بھی ہو)۔

''لایجوز الانتفاع بالخمر من کل وجه کما فی المنیة وغیرها، لأن الانتفاع بالمحرم حرام، ولایداوي بها جرح ولادبر دابة، ولاتسقی آدمی ولوصبیا للتداوی'' (الدرالمنتقی بهامش مجمع الانهر: ۴/۵۷۳)۔

نیز فقہاء نے شرب کے علاوہ انتفاع کی صورت میں اس پر بحث کی ہے کہ آیا حد جاری ہوگی یا نہیں، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ استفادہ تو مطلقاً حرام ہے، خواہ کسی طریقہ سے ہو۔

مبسوط سرخسی میں ہے:

وإذا استعط الرجل بالخمر أو اکتحل بها أو اقتطره فی أذنه أو داوی بها جائفة أوامة فوصل الی دماغه فلا حد علیه''... الخ۔ (المبسوط للسرخسی ۲۴/۶۵، دار الفکر)۔

(جب کوئی شخص خمر کوناک میں ٹپکائے یا اس کے ذریعہ سرمہ لگائے، یا اپنے کان میں قطرہ ٹپکائے یا پیٹ اور دماغ کے گہرے زخم کی دوا کرے جو اس کے دماغ تک پہونچائے تو اس پر حد جاری نہ ہوگی)۔

ابن قدامہ فرماتے ہیں:

''ان احتقن بالخمر لم یحد نص علی ذلك المالکیه والشافعیه فی الأصح عندهم والحنابله وهو مذهب الحنفیه ایضا'' (المغنی ۱۵/۳۲۳، دار الفکر)۔

(اگر خمر کے ذریعہ حقنہ لگایا تو حد جاری نہ ہوگی، مالکیہ اور شافعیہ نے اپنے اصح قول میں اس کی صراحت کی ہے، نیز حنابلہ نے، اور یہی حنفیہ کا بھی مذہب ہے)۔

افیم اور بھانگ کی تجارت اور کاشت:

بہت سے علماء عرب نے مخدرات کی تجارت اور کاشت کو مندرجہ ذیل دلائل کی بناء پر حرام قرار دیا ہے:

(۱) شریعت میں وسائل کا حکم وہی ہے، جو مقاصد کا حکم ہے۔

(۲) محرمات کا سد باب کرنا جہاں تک ممکن ہو، واجب ہے، اور ظاہر ہے کہ تاجر اور کاشتکار کا ان چیزوں کو فروغ دینے میں اہم کردار ہوتا ہے۔

(۳) اعانة علی المعصیة حرام ہے، اور ان چیزوں کی تجارت اور کاشت بھی ایک قسم کی اعانت ہے۔

(۴) ان چیزوں کی کاشت، کاشتکار کی جانب سے اس بات پر صریح رضامندی شمار ہوتی ہے کہ لوگ ان کا استعمال کریں اور ان کی خرید وفروخت کریں، اور معصیت پر رضامندی بھی معصیت ہے۔

(۵) حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

''إن من حبس العنب أیام القطاف حتی یبیعه من یتخذه خمرا، فقد تقحم النار علی بصیرة رواه الطبرانی فی الأوسط باسناد حسن'' (بلوغ المرام ۱/۳۱۰ رقم: ۸۱۷)۔

(۶) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

''لعن الله الخمر وشاربها وساقیها وبائعها، ومبتاعها وعاصرها، ومعتصرها، وحاملها والمحمولة الیه۔

(ابوداؤد، رقم ۳۶۷۴)۔

روایت میں شارب کے علاوہ کو ملعون قرار دینا اسی بنیاد پر ہے کہ وہ معصیت کا سبب بن رہے ہیں، لہٰذا متسبب، معین اور مساعد سب کا وہی حکم ہے جو فاعل ومباشر کا حکم ہے۔

(۷) إن الله إذا حرم شیئا حرم ثمنه۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: الفقه علی مذاهب الاربعه للجزیری (۲/۲۱)۔ الفقه الاسلامی وادلته للزحیلی (۷/۴۳۸)۔ فقه السنة للسید سابق (۲/۳۹۱)۔ مجلة البحوث الاسلامیة۔ (۳۶/۲۴۲)۔

مذکورہ دلائل میں دو چیزوں کو بنیاد بنایا گیا ہے:

(۱) افیم اور بھنگ وغیرہ مخدرات مسکر ہونے کی بناء پر خمر کے حکم میں ہیں، لہٰذا خمر کی طرح ان سے بھی حرمت کے تمام احکام متعلق ہوں گے۔

(۲) ان اشیاء کی تجارت وزراعت تعاون علی الاثم اور معصیت کا سبب ہے، اس لیے حرام ہے۔

ان دونوں بنیادوں پر کلام کی گنجائش ہے:

پہلی بنیاد: پر اس اعتبار سے کہ حنفیہ کے یہاں خمر اور دیگر اشربہ محرمہ کے درمیان فرق ہے، اور اگرچہ مفتی بہ قول کے مطابق اشربہ مسکرہ خمر ہی کے حکم میں ہیں، جیسا کہ امام محمدؒ اور جمہور کا مذہب ہے، لیکن بیع وتجارت کے باب میں امام ہی کے قول پر فتوی ہے، چنانچہ امام کے یہاں کراہت کے ساتھ خمر کے علاوہ دیگر مسکرات کی بیع جائز ہے۔

نیز یہ سیال مسکرات کی تفصیل ہے، ورنہ جامد مسکرات جو محل بحث ہیں، تمام فقہاء مطلقاً ان کی حرمت کے قائل نہیں، چنانچہ بعض حنابلہ کے علاوہ تمام فقہاء انہیں پاک قرار دیتے ہیں، ان کا خارجی استعمال (لیپ ومالش) جائز ہے، مقدار سکر سے کم کھانا جائز ہے، دواؤں میں شامل کرنا جائز ہے، جیسا کہ ماقبل میں کچھ تفصیل گذر چکی ہے۔ اس لیے تجارت وکاشت کی حرمت کی یہ بنیاد درست معلوم نہیں ہوتی۔

دوسری بنیاد میں یہ متعین کرنا ہوگا کہ کون سا تعاون اور کون سا سبب معصیت میں داخل ہو کر حرمت کے دائرہ میں آجاتا ہے۔

اس سلسلہ میں فقہاء کی بیان کردہ تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر معصیت لعینہ اور لذاتہ ہو، بایں طور کہ نفس فعل میں معصیت ہو، اور اس فعل سے معصیت منفک نہ ہوتی ہو، تو یہی حقیقت میں تعاون علی الاثم ہے جس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

جس کی تین صورتیں ہیں:

(۱) معصیت پر اعانت ہی کا قصد ہو، جیسے کوئی انگور کا شیرہ اسی لیے فروخت کرے تاکہ اس سے شراب بنائی جائے۔

(۲) صلب عقد میں معصیت کی تصریح ہو، جیسے کوئی کہے کہ مجھے یہ شیرہ فروخت کردیجئے تاکہ میں شراب بناؤں۔

(۳) ایسی شئ کو فروخت کرنا، جس کا مصرف معصیت کے علاوہ کچھ نہ ہو۔

ان تمام صورتوں میں یہ نفس فعل اور نفس عقد ہی معصیت بن جائے گا، جس کی حرمت میں کوئی شبہ نہیں، اور تمام کا حاصل یہ ہے کہ جہاں معصیت کا قصد ہو، خواہ صراحتاً جیسا کہ پہلی صورت میں، یا حکماً و معنیً جیسا کہ دوسری وتیسری صورت میں، تو یہ تعاون علی الاثم ہے اور حرام ہے۔

تسبب کے سلسلہ میں ضابطہ یہ ہے کہ اگر سبب قریب ہو اور محرک ہو، بایں طور کہ اگر وہ سبب نہ ہوتا تو فاعل اس پر اقدام ہی نہ کرتا، جیسے قرآن مجید میں وارد ہے: "لا تسبوا الذین یدعون من دون الله فیسبوا الله عدوا بغیر علم" تو یہ تسبب بنص قرآن حرام ہے۔

اور اگر سبب قریب ہو، لیکن محرک وباعث نہ ہو بلکہ موصل محض ہو، تو اس کی حرمت گو منصوص نہیں، لیکن مذکورہ قسم ہی میں داخل ہے، چنانچہ فقہاء ایسی صورتوں پر کراہت تحریمی کا اطلاق کرتے ہیں۔

اور اگر سبب بعید ہو جیسے کفار ومشرکین کے ہاتھ لوہا فروخت کرنا، جس سے وہ اسلحہ بنائیں، اگر اس کا علم ہو تو یہ مکروہ تنزیہی ہے

(جواہر الفقہ کراچی ۴/۴۳۹ تا ۴۵۵)۔

مذکورہ تفصیل کے مطابق افیم جس میں اصالۃً خشخش کی کاشت ہوتی ہے، نیز خود افیم پاک ہے اور اس کے کچھ جائز استعمالات ہیں، اس کی کاشت اور خرید وفروخت معصیت لعینہ تو نہیں، اس لیے اگر معصیت کا قصد نہ حقیقۃً ہو اور نہ حکماً، تو جائز ہے، البتہ مفضی الی المعصیۃ ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔

"صح بیع غیر الخمر ای عندہ خلافا لھما فی البیع والضمان، لکن الفتوی علی قولہ فی البیع ثم إن البیع وإن صح لکنہ یکرہ کما فی الغایۃ" (ابن عابدین ۶/۴۵۴)۔

(خمر کے علاوہ کی بیع صحیح ہے، یعنی امام کے نزدیک، بیع اور ضمان میں صاحبین کا اختلاف ہے، لیکن فتوی بیع کے سلسلہ میں امام کے قول پر ہے، پھر بیع

اگر چہ صحیح ہے، لیکن مکروہ ہے)۔

فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں: ''کاشت خشخاش کی کی جاتی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، اس کی تجارت بھی جائز ہے، البتہ اس سے افیون نکال کر اس کی تجارت مکروہ ہے'' (فتاویٰ محمودیہ ۲۴/۱۱۴ میرٹھ)۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: ''گانجہ، بھنگ، افیون کی تجارت مکروہ تحریمی ہے، لیکن اگر کسی نے کر لیا تو صحیح ہو جائے گی'' (ایضا)۔

یہی تفصیل بعض علمائے عرب کے کلام سے بھی معلوم ہوتی ہے۔

علامہ ابن علیش فرماتے ہیں: ''والحق ماذکره بعض المتأخرین من أن الظاهر جواز بیعها لمن لا یستعمل منها القدر المغیب للعقل ویؤمن أن یبیعه لمن یستعمل ذلك أخذًا من مسئلة بیع الدرهم المغشوش لمن یکسره او یبقیه ولا یغش به، ومن قول ابن رشد فی البیض المذرعلی القول بحرمة أكله، إن كان فيه منفعة غير أكله، يجوز بيعه ممن يصرفه فی غیر أكله ويؤمن بيعه لمن ياكله''۔۔۔ الخ (فتح العلی المالك فی الفتوی علی مذهب الامام مالك. فتاوی ابن علیش ۱/۱۱۹)۔

(صحیح بات وہ ہے جو بعض متاخرین نے ذکر کی ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ ان چیزوں (افیم، بھنگ، جائفل وغیرہ جو عقل کو مستور کر دیتی ہیں) کی بیع جائز ہے، اس شخص کے ہاتھ جو اتنی مقدار استعمال نہ کرے، جس سے عقل مستور ہو جاتی ہے، اور اس بات سے بھی اطمینان ہو کہ وہ کسی ایسے استعمال کرنے والے کو فروخت نہ کریگا، جیسے کہ کھوٹے درھم کی بیع کا حکم ہے، ایسے شخص سے جو اسے توڑ دیگا یا ایسے ہی رہنے دیگا اور اس کے ذریعہ کسی کو دھوکہ نہیں دے گا، اور جیسے کہ ابن رشد نے گندے انڈے (جس کا کھانا حرام ہے) کے متعلق فرمایا: اگر اس میں کھانے کے علاوہ کوئی منفعت ہو تو اس کی بیع اس شخص کے ہاتھ جائز ہے، جو اس کو کھانے کے علاوہ میں استعمال کرے گا، اور اس بات کا بھی اطمینان ہو کہ کھانے والے کو فروخت نہیں کریگا۔

موسوعہ فقہیہ میں ہے:

''لما كانت المخدرات طاهرة۔۔۔كما سبق تفصيل ذلك۔۔۔وإنما قد تنفع فی التداوي بها جاز بيعها للتداوي عند جمهور الفقهاء -وضمن متلفها۔۔۔وأما إذا كان بيعها لا لغرض شرعي كالتداوي، فقد ذهب المالكية والشافعية إلى تحريم بيع المخدرات لمن يعلم او يظن تناوله لها على الوجه المحرم، ولا يضمن متلفها، خلافًا للشيخ أبي حامد الأسفرائني ويفهم من كلام ابن عابدين فی حاشيته أن البيع مكروه''۔۔۔ الخ (الموسوعة الفقهيه ۱۱/۳۶)۔

(جب مخدرات پاک ہیں جیسا کہ تفصیل گذری، اور جب دواؤں میں اس سے انتفاع ہوتا ہے، تو ان کی بیع تداوی کی غرض سے جمہور فقہاء کے نزدیک جائز ہے، اور اس کے تلف کرنے والے پر ضمان واجب ہوگا، البتہ جب ان کی بیع تداوی وغیرہ غرض شرعی کے لیے نہ ہو تو مالکیہ اور شافعیہ ایسے شخص کے ہاتھ ان کی بیع کو حرام قرار دیتے ہیں، جس کے متعلق معلوم ہو یا ظن غالب ہو کہ وہ حرام طریقہ پر اس کا استعمال کریگا، اور اس کا تلف کرنے والا ضامن نہ ہوگا، اس میں شیخ ابو حامد کا اختلاف ہے، اور ابن عابدین کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع مکروہ ہے)۔

خلاصہ بحث:

افیم کی کاشت سے اگر معصیت کا قصد نہ حقیقۃً ہو نہ حکماً، تو کاشت جائز ہے، ورنہ جائز نہیں اور اس کی تجارت کا بھی یہی حکم ہے، مگر مفضی الی المعصیۃ ہونے کی وجہ سے بہر حال مکروہ ہے۔

البتہ یہ تو اصول کے مطابق اصل حکم ہے، ورنہ ان چیزوں کے فروغ سے جس قسم کے مفاسد اور مضرتوں کا مشاہدہ کیا جارہا ہے، اور عوام شریعت کے ان مدارک کو ملحوظ نہیں رکھتے، اس لیے سد باب کے لئے علی الاطلاق ان چیزوں کی کاشت اور تجارت کے عدم جواز کا قول اختیار کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، جیسا کہ مشائخ حنفیہ نے خمر کے علاوہ دیگر اشربہ کے باب میں اسی بنیاد پر امام محمدؒ کے قول کو اختیار کیا ہے۔

''به يفتي اى بقول محمد وهو قول الأئمة الثلاثة: ذكر الزيلعي وغيره كصاحب الملتقى والمواهب والكفاية والنهاية والمعراج وشرح المجمع وشرح درر البحار والقهستاني والعيني، حيث قالوا الفتوى فی زماننا بقول

محمد،لغلبة الفساد، وعلل بعضهم بقوله لأن الفساق يجتمعون على هذه الأشربة ويقصدون اللهو والسكر بشربها، أقول: والظاهر أن مرادهم التحريم مطلقا وسدا للباب بالكلية'' الخ (ابن عابدین ۶/۴۵۵)۔

(اسی پر فتوی ہے یعنی محمدؒ کے قول پر، اور یہی ائمہ ثلاثہ کا قول ہے، زیلعی وغیرہ، جیسے صاحب ملتقی، المواہب، کفایہ، نہایہ، معراج، شرح مجمع، شرح درر البحار، قہستانی اور عینی نے کہا کہ ہمارے زمانہ میں فتوی غلبۂ فساد کی وجہ سے امام محمدؒ کے قول پر ہے، اور بعض نے یہ علت بیان کی کہ فساق ان اشربہ میں ملوث ہیں، اور ان کا مقصود ان کے پینے سے نشہ اور لذت اندوزی ہوتا ہے) واللہ اعلم بالصواب۔

ہیروئن وغیرہ کو تیار کرنا اور ان کی خرید وفروخت:

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہو چکا کہ اعانت علی المعصیت یا مفضی الی المعصیت ہونے کی وجہ سے ان جیسی منشیات ومسکرات کو تیار کرنا اور ان کی خرید وفروخت جائز نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

نشہ آور اشیاء کے استعمال یا کاروبار پر موت کی سزا:

شیخ عبد القادر عودہ فرماتے ہیں:

''القاعدة العامة في الشريعة أن كل عقوبة تؤدي الى تاديب المجرم واستصلاحه وزجر غيره وحماية الجماعة من شر المجرم والجريمة هي عقوبة مشروعة (التشريع الجنائى الاسلامى مقارنا بالقانون الوضعى ۲/۲۴۸، دار الكتب العلميه)۔

(شریعت میں عام قاعدہ یہ ہے کہ ہر ایسی سزا، جس سے مقصود مجرم کی تادیب، اس کی اصلاح، دوسروں کو اس کے ارتکاب سے روکنا اور مجرم وجرم کے شر سے عوام کی حفاظت ہو، مشروع ہے)۔

البتہ جو سزائیں شرعاً معین ومقدر ہیں، جنہیں فقہاء کی اصطلاح میں ''حدود'' کہا جاتا ہے، لازم ہیں، ان میں تبدیلی، کمی اور بیشی کی گنجائش نہیں، نیز اس کی معافی اور حاکم کو اس کے ساقط کرنے کا بھی حق حاصل نہیں، خواہ جرم کا ضرر متعدی ہو یا فرد تک محدود ہو، اور نہ اس میں مجرم کی شخصیت اور جرم کی نوعیت کا لحاظ ہے لیکن جو سزائیں معین ومقدر نہیں، جنہیں تعزیر کہا جاتا ہے۔ ان میں ان تمام امور کی گنجائش ہے، جن کی اوپر نفی کی گئی (مصدر سابق)۔

تعزیر تادیب کے لیے مشروع ہے، اسی لیے ضروری ہے کہ تعزیر ہلاکت کا سبب نہ بنے، چنانچہ تعزیر میں قتل اور قطع جائز نہیں۔

(الموسوعۃ الجنائیۃ الاسلامیۃ المقارنہ ۱/۲۶۶)۔

تاہم بہت سے فقہاء نے اس قاعدہ عامہ سے استثناء کر کے جب مصلحت عامہ مقتضی ہو یا مجرم کے فساد کو زائل کرنے کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہو تو قتل کی بھی اجازت دی ہے۔

''ويكون التعزير بالقتل، رأيت في الصارم المسلول للحافظ ابن تيمية: أن من اصول الحنفيه أن ما لاقتل فيه عندهم مثل القتل بالمثقل والجماع في غير القبل، اذا تكرر فللامام ان يقتل فاعله، وكذلك له أن يزيد على الحد المقدر؛ إذا رأى المصلحة فى ذلك، ويحملون ماجاء عن النبى صلى الله عليه وسلم وأصحابه من القتل فى مثل هذه الجرائم على أنه راى المصلحة فى ذلك، ويسمونه القتل سياسةً...ومن ذلك ماسيذكر المصنف من أن للامام قتل السارق سياسة أى ان تكرر منه، وسيأتى أيضا فى كتاب الجهاد أن من تكرر الخنق منه فى المصر قتل به سياسة لسعيه بالفساد، وكل من كان كذلك يدفع شره بالقتل''... الخ (ابن عابدین ۳/۶۳ دار الفکر)۔

(کبھی تعزیر قتل کے ذریعہ ہوتی ہے، ابن تیمیہ کی ''الصارم المسلول'' میں دیکھا کہ حنفیہ کے اصول میں یہ ہے کہ جن جرائم میں ان کے یہاں قتل نہیں، جیسے وزن دار آلہ سے قتل کر دینا، اور قبل کے علاوہ میں وطی کرنا، جب اس کا ارتکاب بار بار ہو تو امام کے لیے جائز ہے کہ اس کے مرتکب کو قتل کر دے اور ایسے ہی جائز ہے کہ متعین قدر پر اضافہ کر دے، جب کہ اس میں مصلحت دیکھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کے اصحاب سے اس قسم کے جرائم میں جو قتل کرنا منقول ہے، اس کا محمل یہی ہے کہ مصلحت اسی کی متقاضی تھی، اور اسے سیاسۃً قتل کرنا کہا جاتا ہے، اور اسی قبیل سے وہ حکم ہے، جس کا ذکر آئندہ مصنفؒ کریں

گے کہ امام کے لیے جائز ہے کہ وہ چور کو سیاسۃً قتل کرے جبکہ اس سے چوری کا صدور بار بار ہو، اور کتاب الجہاد میں ہے کہ جو بار بار گلا گھونٹ دے اسے سیاسۃً قتل کردیا جائے گا، کیونکہ اس سے فساد پھیل رہا ہے، اور جو بھی اس طرح کی حرکت کرے اس کے شر کو قتل کے ذریعہ دفع کیا جائے گا)۔

علامہ ابن تیمیہ نے تعزیر بالقتل کے جواز پر کچھ روایات سے استدلال کیا ہے، فرماتے ہیں:

وقد يستدل على أن المفسد حتى إذا لم ينقطع شره إلا بقتله فإنه يقتل بما رواه مسلم في صحيحه: "عن عرفجة الأشجعي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: "من أتاكم وأمركم جمع على رجل واحد، يريد أن يشق عصاكم أو يفرق جماعتكم فاقتلوه" (صحيح مسلم، كتاب الامارة... باب حكم من فرق امر المسلمين وهو مجتمع رقم ۴۹۰۴/۱)۔

وفي رواية ستكون هنات وهنات، فمن أراد أن يفرق أمر هذه الامة، وهي جميع فاضربوه بالسيف كائنا من كان (صحيح مسلم، الامارة باب حكم من فرق... الخ رقم ۴۹۰۲)۔

وكذلك قد يقال في أمره بقتل شارب الخمر في الاربعة (أشار إلى رواية أخرجه الترمذي في الحدود ۱۴۴۴ وأبوداود ايضا ۴۴۸۲) بدليل ما رواه أحمد (مسند الامام احمد ۲۹/۵۷۰ رقم/۱۸۰۳۵) في المسند عن ديلم الحميري رضي الله عنه قال: سألت رسول الله ﷺ فقلت: يارسول الله إنا بارض نعالج بها عملا شديدا وإنا نتخذ شرابا من القمح نتقوى به على أعمالنا وعلى برد بلادنا فقال: هل يسكر؟ قلت: نعم! قال: فاجتنبوه قلت: إن الناس غير تاركيه قال: فإن لم يتركوه فاقتلوه. وهذا، لأن المفسد كالصائل فإذا لم يندفع الصائل إلا بالقتل قُتل" (السياسة الشرعية في اصلاح الراعي والرعية ۱۵۱/۱)۔

(اور استدلال کیا جاسکتا ہے، اس بات پر کہ جب مفسد کا شر قتل ہی سے منقطع ہو تو اس کو قتل کیا جائے گا، اس روایت سے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے "حضرت عرفجہ اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو شخص تمہارے پاس آئے، اور تم کسی ایک شخص پر متفق ہو چکے ہو، وہ چاہتا ہو کہ تمہارے درمیان فساد بھڑکائے، اور جماعت میں تفریق کرے، تو اس کو قتل کردو")۔

ایک روایت میں ہے کہ عنقریب فتنے ہونگے، لہٰذا جو اس مجتمع امت میں تفریق کا ارادہ کرے، اسے تلوار سے ماردو، جو کوئی بھی ہو" اسی طرح آپ علیہ السلام نے شرابی کو چوتھی مرتبہ میں قتل کرنے کا حکم دیا، اس کی بنیاد بھی یہی تھی، اور اس کی دلیل مسند احمد کی روایت ہے "دیلم حمیری کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم سرد ملک میں رہتے ہیں اور سخت محنت کا کام کرتے ہیں تو اپنے کام کاج میں اور اپنے ملک کی سردی پر قابو پانے کے لیے گیہوں کی شراب بنالیتے ہیں، آپ نے پوچھا کہ کیا اس سے نشہ پیدا ہوتا ہے) میں نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: اس سے پرہیز کرو، تو میں نے کہا کہ لوگ چھوڑیں گے نہیں، آپ نے فرمایا اگر نہ چھوڑیں، تو انہیں قتل کردو" یہ حکم اس لیے ہے کہ فسادی حملہ آور کی طرح ہے جب اس کا دفاع قتل ہی سے ہو، تو اسے قتل کردیا جائے گا)۔

اس کے علاوہ دیگر نصوص بھی اس حکم کا مستدل بن سکتی ہیں، مثلاً عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

"ائتوني برجل أُقيم عليه حد في الخمر، فإن لم أقتله فأنا كاذب"

(اخرجه الامام أحمد بن طريق الحسن البصري كذا في فتح الباري لابن حجر ۱۲/۸۰ باب مايكره من لعن شارب الخمر، الحدود)۔

آپ ہی سے منقول ہے: "لو رأيت أحدا يشرب ولا يراني إلا اقتلته، استطعتُ أن اقتله لقتلته" (التفسير من سنن سعيد بن منصور ۴۸۹/۲/ رقم: ۷۷۳، باب تفسير سورة المائدة)۔

الغرض! مخدرات کا استعمال اگر بلا عذر شرعی ہو تو شرعاً ایسے شخص کی تعزیر کی جائے گی اور سابق تفصیل سے معلوم ہوا کہ حاکم اپنی صواب دید پر جو سزا مناسب ہو، تجویز کرسکتا ہے، حتی کہ حنفیہ اور مالکیہ کے یہاں بعض مخصوص حالات میں قتل کی بھی اجازت ہے۔

البتہ قتل کی اجازت اسی وقت ہوگی، جب کہ ذیل کی شرطیں متحقق ہوں:

(۱) جرم کا ارتکاب بار بار ہو چکا ہو۔

(۲) کسی اور تدبیر سے اس کی اصلاح سے مایوسی ہو چکی ہو۔

(۳) دفع فساد کے لیے اور مضرت عامہ سے تحفظ کے لیے مجرم کا استیصال ہی ضروری ہو۔

لہٰذا ان حالات میں حکومتیں سخت موقف اختیار کرسکتی ہیں، اور موت کی سزا تجویز کرسکتی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مخدرات کے عادی کا علاج:

مخدرات سے احتراز چونکہ واجب ہے، اس لیے اس کے عادی شخص کے لیے ہر ایسی جائز تدبیر اختیار کرنا بھی واجب ہے، جو اس کی لت اور عادت کو چھڑا دے، حتی کہ یک لخت چھوڑنے سے ضرر شدید لاحق ہونے کا اندیشہ ہو، تو بتدریج کم کرنے کی بھی اجازت ہے، بلکہ ضروری ہے۔

''سئل ابن حجر المكي الشافعي، عمن ابتلي بأكل الأفيون والحشيش ونحوهما، وصار إن لم يأكل منه هلك، فأجاب: إن علم علما قطعيا بقول الأطباء أو التجربة الصحيحة الصادقة، أنه لا دافع لخشية هلاكه إلا أكله من نحو الأفيون، القدر الذى اعتاده أو قريبا منه، حل له أكله، بل وجب عليه لأنه مضطر إليه فى بقاء روحه، فهو حينئذ كالميتة في حق المضطر اليها بخصوصها، وقد صرح بذلك جماعة مع وضوحه، نعم أشار شيخ الاسلام الحافظ ابن حجر العسقلاني الى شئ حسن، يتعين اعتماده، وهو أنه يجب على متعاطي ذلك السعي فى قطعه بالتدريج، بأن يقلل مما اعتاده كل يوم قدر سمسمة، فإن نقصها لا يضره قطعا، فإذا استمر على ذلك لم تمض الامدة قليلة وقد زال تولع المعدة به، ونسيته من غير أن تشعر، ولا تستضر لفقده، فبهذا أمكن زواله وقطعه، فهو وسيلة إلى إزالة ذلك المحرم فى ذاته''۔۔۔ الخ (فتاوی ابن حجر ۶/۲۰۵)۔

''قال الرملي من الحنفيه، وقواعدنا لا تخالفه'' (ابن عابدین ۶/۴۶۱)۔

(ابن حجر مکی شافعی سے پوچھا گیا کہ ایک شخص افیون، حشیش وغیرہ کا عادی ہو، اور حال یہ ہو کہ اگر نہ کھائے تو ہلاک ہو جائے گا، تو ایسے شخص کے متعلق کیا حکم ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اگر اطباء کے کہنے سے یا صحیح اور واقعی تجربہ سے بالیقین یہ معلوم ہو جائے کہ اسے ہلاکت سے بچانے کے لیے افیم وغیرہ کھانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں، تو اس کے لیے اپنی عادت کے بقدر بلکہ اس سے کچھ کم کھانا جائز ہے، بلکہ واجب ہے، کیونکہ وہ اپنی جان کو بچانے کے لیے مضطر ہے، لہٰذا یہ چیزیں اس کے حق میں ایسی ہونگی، جیسے مجبور و مضطر کے لیے مردار ہوتا ہے، اور ایک جماعت نے وضاحت کے ساتھ اس کی تصریح کی ہے، ہاں! شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی نے ایک اچھی چیز کی طرف اشارہ کیا کہ عادت سے بتدریج کمی کرتا رہے اور اس طرح بالکل چھوڑنے کی کوشش کرے، اس لیے کہ اتنی کمی ہر گز نقصان دہ نہیں، اور اگر وہ اس عمل کو مسلسل جاری رکھے، تو تھوڑی ہی مدت میں معدہ کی یہ شیفتگی زائل ہو جائے گی اور بغیر کسی احساس اور ضرر کے، وہ اس عادت کو بھول جائے گا، لہٰذا اس طرح اس عادت کو زائل کرنا ممکن ہے، اور فی نفسہ یہ اس حرام سے بچنے کا وسیلہ ہے، علامہ رملی حنفی کہتے ہیں کہ یہ تدبیر ہمارے قواعد کے خلاف نہیں)۔

حاصل یہ ہے کہ حرام سے بچنا اور اسے چھوڑنا لازم ہے، لہٰذا یہ تدریجی عمل وسیلہ کے طور پر اختیار کرنا بھی لازم ہے، لیکن اگر یونانی طب یا میڈیکل سائنس میں کوئی ایسی دواء ہو، جو اس لت کو چھڑا دے، اور اس کا حصول ممکن ہو، تو اسی کو اختیار کرنا چاہیے، ابن حجر کے کلام میں آگے یہ مذکور ہے کہ بعض اطباء نے ایسی دواء تجویز کی جس سے سات دن میں یہ لت بالکل چھوٹ گئی۔

تدریجی عمل کے جواز کی تائید حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کے ایک ملفوظ سے بھی ہوتی ہے، آپ فرماتے ہیں:

شیوخ مباحات میں تو قلیل قلیل چھڑاتے ہیں، مگر معاصی میں قلیل قلیل کسی نے نہیں چھڑایا، لیکن میں تو وعظ میں یہ کہہ دیتا ہوں (اللہ معاف کرے، نیت بری نہیں) کہ ایک گناہ تو وہ ہیں، جن کو اگر چھوڑ دیا جائے تو آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے، مثلاً ڈاڑھی منڈانا، ٹخنہ ڈھکنا، ایسے گناہ کو فوراً چھوڑ دینا چاہیے، اور بعض ایسے ہیں کہ جن کے چھوڑنے کے بعد کچھ کلفت و تنگی ہو تو ایسے گناہوں کے بارے میں تو کہہ دیتا ہوں کہ رفتہ رفتہ ہی چھوڑ دو، نیت یہ ہوتی ہے کہ کسی طرح تو چھوڑ دیں (ماہنامہ الفرقان۔ ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ ص/ ۱۴)۔

واللہ اعلم بالصواب

☆☆☆

نشہ آور اشیاء احکام و مسائل

مفتی محمد نصر اللہ ندوی[1]

۱- خمر اور دیگر نشہ آور مشروبات میں فرق؟

سب سے پہلا سوال یہ کہ کیا خمر اور دیگر نشہ آور مشروبات میں فرق ہے یا نہیں؟ یا جو حکم خمر کا ہے وہی حکم دیگر نشہ آور مشروبات کا بھی ہے؟

جہاں تک خمر کا تعلق ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان کا اطلاق صرف اس سیال مادہ اور مشروب پر ہوتا ہے جو انگور سے کشید کیا گیا ہو، اور جسکی حرمت قطعی اور واضح ہے۔ فقہاء کی ایک جماعت بھی اسی کی قائل ہے۔ تاہم جمہور فقہاء کا خیال یہ ہے کہ ہر نشہ آور مشروب پر خمر کا حکم لگایا جائے گا، خواہ وہ انگور سے بنایا ہو یا کسی اور چیز سے۔ احناف میں امام محمدؒ کا بھی یہی خیال ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کا استدلال یہ ہے کہ خمر حقیقت میں صرف انگوری شراب کو کہتے ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک سکران شخص کو رسول ﷺ کی خدمت میں لایا گیا، حضور ﷺ نے اس سے پوچھا کیا تم نے شراب پیا ہے؟ جواب میں اس نے کہا: جب سے شراب حرام کردی گئی ہے، میں نے اسے منہ تک نہیں لگا یا، اس پر حضور نے پوچھا کہ پھر تم نے کیا پیا ہے؟ تو اس نے کہا خلیطین (ایک نشہ آور مشروب)۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے خلیطین کو بھی حرام قرار دے دیا۔

اس روایت میں سکران شخص نے خلیطین پر خمر کے اطلاق کی نفی کردی، اور یہ حضور کی موجودگی میں کیا گیا، مگر آپ نے اس پر نکیر نہیں کی، اگر خلیطین پر خمر کا اطلاق از روئے لغت و شریعت درست ہوتا تو حضور ضرور اس کی وضاحت کرتے، مگر آپ نے ایسا نہیں کیا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خمر کا اطلاق صرف انگوری شراب پر ہوتا ہے، نہ کہ دیگر نشہ آور مشروبات پر۔

ایک اور روایت میں جو کہ حضرت علیؓ سے مروی ہے: فرماتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ سے حجۃ الوداع کے موقع پر (حرام) مشروبات کے بارے میں سوال کیا، تو حضورؐ نے فرمایا: حرام الخمر بعینها، و السکر من کل شراب۔

حضرت انسؓ کے الفاظ ہیں: الخمر حرام لعینها، والسکر من کل شراب۔

مذکورہ بالا روایات سے درج ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں:

خمر مخصوص شراب کا نام ہے۔ اس کا اطلاق صرف انگوری شراب پر ہوتا ہے، دیگر مشروبات پر خمر کا اطلاق نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ آپ ﷺ نے صاف لفظوں میں فرمایا: و السکر من کل شراب، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ دیگر مشروبات کو حرام اسی وقت قرار دیا جائے گا جب اس سے نشہ پیدا ہو۔ خمر اور دیگر مشروبات میں فرق نہ ہوتا تو حضور مشروبات کے حرام ہونے کے لئے نشہ کی شرط نہ لگاتے؛ اس لئے کہ خمر کا ایک قطرہ بھی حرام ہے خواہ اس سے سکر نہ پیدا ہو۔ اس لئے کہ آپ ﷺ نے صاف لفظوں میں فرمایا: و السکر من کل شراب، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ دیگر مشروبات کو حرام اسی وقت قرار دیا جائے گا جب اس سے نشہ پیدا ہو (احکام القرآن للجصاص: ۱/ ۳۹۴)۔

امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک ہر نشہ آور مشروب خمر ہے، اور اس کا بھی وہی حکم ہے جو انگوری شراب کا ہی؛ ان کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہر مسکر کو خمر کہا گیا ہے، اور ہر خمر حرام ہے۔

ذهب المالكية و الشافعية و الحنابلة الى انه لا فرق بين الخمر المتخذة من ا لعنب و بين غيرها من الأنبذة

---

[1] استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

المسكرة فى تحريم الشرب، فيسمى جميع ذلك خمرًا، و يجب الحد بشرب القليل منها، سواء سكر منها أو لم يسكر، واستدلوا بكل مسكر خمر وكل خمر حرام. و سئل رسول الله عن البتع، فقال: كل شراب أسكر فهو حرام۔

(الموسوعة الفقهية، ج:۲۵، ص:۹۲)۔

الفقہ الاسلامی وادلتہ میں ہے:

ولم يفرق جمهور الفقهاء بين شرب الخمر وغيرها، فقالوا: كل شراب أسكر كثيره فقليله حرام، وهو خمر، حكمه حكم عصير العنب فى تحريمه ووجوب الحد على شاربه؛ لقول النبى صلى الله عليه و سلم: كل مسكر خمر وكل خمر حرام (الفقه الاسلامى وادلته ج:۷، ص:۵۴۸۶)۔

یہاں پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابن القیمؒ کی ایک چشم کشا عبارت نقل کردی جائے جو انہوں نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب زادالمعاد میں تحریر کی ہے، اور جس سے ثابت ہوتا ہے کہ زیر بحث مسئلہ میں جمہور کی رائے زیادہ مناسب ہے اور دلائل کے لحاظ سے زیادہ مضبوط ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

ان الخمر يدخل فيها كل مسكر، مائعا كان أو جامدا، عصيرا أو مطبوخا، فيدخل فيها لقمة الفسق والفجور أى الحشيشة لأن هذا كله خمر بنص رسول الله صلى الله عليه وسلم الصحيح الصريح الذى لا مطعن فى سنده ولا إجمال فى متنه، إذ صح عنه قوله كل مسكر خمر، وصح عن أصحابه: هم أعلم الأمة بخطابه و مراده بأن الخمر ما خامر العقل (زاد المعاد، ج:۴، ص:۲۴۷)۔

فی زمانہ فقہائے احناف کا اسی پر فتوی ہے، اور یہی احتیاط نیز موجودہ حالات کا تقاضہ بھی ہے۔

منشیات کے استعمال کا حکم:

منشیات کا استعمال اپنی خوفناکی، سنگینی اور شناعت کے لحاظ سے شراب نوشی سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ یہ اپنی جان کو یکبارگی نہیں، قسطوں میں قتل کرنے کے مرادف ہے۔ یہ ایسی لت ہے جو کسی بھی فرد، سماج اور ملک کو برباد کرنے کے لئے کافی ہے، اس کے نقصانات اتنے ہیں کہ انھیں اعداد وشمار کے دائرے میں لینا مشکل ہی نہیں، بلکہ ناممکن ہے۔

اس لئے بلاتکلف یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح شراب کا استعمال حرام ہے اسی طرح نشیلی ادویات کا استعمال بھی حرام ہے، خواہ انجکشن کی شکل میں ہو یا کسی اور شکل مثلاً جامد یا نباتات کی شکل میں۔ اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱- صحت اللہ کی دی ہوئی ایک امانت ہے، اور کسی انسان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے جسم میں کوئی ایسا تصرف کرے جو اسے فوراً یا آہستہ آہستہ ہلاک کر دے، مثلاً ہر قسم کا زہر، یا اور کوئی چیز۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ولا تقتلوا أنفسكم إن الله كان بكم رحيمًا (النساء:۲۹)۔

اور فرمایا:

ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة (البقرة:۱۹۵)۔

۲- یہ ایک طرح سے خودکشی ہے، اور اسلام خودکشی کو نہایت سختی کے ساتھ منع کرتا ہے۔ ایک صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے:

من قتل نفسه بسمّ فسمّه فى يده فى نار جهنم خالدًا مخلدًا (ترمذی)۔

یعنی: جس شخص نے زہر کھا کر اپنی جان دیدی وہ زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا، وہ اسے استعمال کرتا ہوا جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیش کیلیے سزا بھگتے گا۔

۳- یہ مسکر ہے، اور حدیث میں ہر مسکر کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ مسلم شریف کی روایت ہے:

كل مسكر خمر و كل خمر حرام (مسلم، ج:۳، ص:۸۸)۔

اور دوسری جگہ آیا ہے:

۴- نهى رسول الله صلى الله عن كل مسكر ومفتر (مسند احمد، رقم الحدیث:۳۸۸۶) اس کے استعمال میں خطیر رقم کا ضیاع ہے، اس لیے یہ اسراف ہے اور تبذیر ہے، جس کی حرمت واضح ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:

ولا تبذر تبذيرا، إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين وكان الشيطان لربه كفورًا (بنی اسرئیل:۱۶،۱۷)۔

دوسری جگہ فرماتا ہے: كلوا واشربوا ولا تسرفوا إن الله لا يحب المسرفين (الأعراف:۳۱)۔

الموسوعة الفقهية میں ہے:

وذهب جمهور الفقهاء الى حرمة تناول المخدرات التي تغشى العقل، ولوكانت تحدث الشدة المطربة التي لاينفك عنها المسكر المائع. وكما أن ما أسكر كثيره حرم قليله من المائعات، كذلك يحرم مطلقا ما يخدر من الأشياء الجامدة المضرة بالعقل أو غيره من أعضاء الجسد (الموسوعة الفقهية الكويتية ج: ۱۱،ص:۳۴)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: كل ما يغيّب العقل فانه حرام، وان لم تحصل به نشوة ولا طرب، فان تغييب العقل حرام بإجماع المسلمين (مجموعة فتاوى ابن تيمية، ج:۳۴،ص:۲۰۱۱،۱۹۸)۔

بھانگ اور افیم سے تیار ہونے والی اشیاء کا حکم:

بھانگ اور افیم اس وقت منشیات میں سرفہرست ہیں۔ ان سے نہایت ہی خطرناک نشیلی اشیاء مثلا ہیروئن، چرس گانجہ وغیرہ تیار کی جاتی ہیں، لہذا دیگر منشیات کی طرح ان کو بھی حرام قرار دیا جائے گا۔ امام بزدوی فرماتے ہیں کہ فی زمانہ فقہاء احناف کا اسی پر فتویٰ ہے۔

و يحرم تناول البنج والأفيون و الحشيشة، و قال البزدوى: يحد بالسكر من البنج فى زماننا على المفتى به (الموسوعة الفقهية، ج:۷، ص:۳۹)۔

الدر المختار میں ہے: و نقل فى الأشربة عن الجوهرة حرمة أكل بنج و حشيشة وأفيون. لكن دون حرمة الخمر، ولو سكر بأكلها لا يحد بل يعزر (الرد مع الدر ج:۶ص:۵۳)۔

منشیات کی تجارت:

دنیا کے تمام قوانین میں اسلامی شریعت کا امتیاز یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز سے روکتی ہے تو اسکے تمام اسباب وذرائع سے بھی روک دیتی ہے، اسکا ضابطہ ہے کہ ہر وہ چیز جو حرام تک پہنچانے والی ہو وہ بھی حرام ہے (ملاحظہ ہو اصول فقہ کی کتابیں)۔

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو بھانگ وافیم اور ان جیسی اشیاء کی کاشت نیز خرید وفروخت بھی منشیات کو پھیلانے کا اہم ذریعہ ہیں، لہذا منشیات کی طرح ان کو بھی حرام ہونا چاہیے۔

مشہور فقیہ ڈاکٹر وھبہ زحیلی لکھتے ہیں: إن كل ما يؤدى إلى الحرام فهو حرام، وكل ما يعين على المعصية فهو معصية، فتكون زراعة الحشيش وغيرها، واستخراج المواد المخدرة والعناية بها حفظا وتعليبا وتهريبا، ونقلا من مكان إلى مكان آخر فهو حرام فى شرع الله ودينه۔

منشیات کی تجارت کے سلسلہ میں وہ آگے لکھتے ہیں:

إن الاتجار بالمخدرات بيعا وشراءً وتهريبًا، أمر حرام، كحرمة تناول المخدرات، لأن الوسائل تأخذ حكم المقاصد، ويجب سد الذرائع إلى المحرمات بمختلف الإمكانات والطاقات لأن التاجر يسهل رواج المخدرات وتعاطيها، فيكون الثمن حرامًا والمال سحتًا، والعمل ضلالا والاتجار بها إعانة على المعصية، والبيع

باطل، وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان (الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج:۷،ص:۵۵۱۷)

الموسوعة الفقهیہ میں ہے: و اذا کان بیعها لا لغرض شرعی کالتداوی، فقد ذهب المالکیة والشوافع الی تحریم بیع المخدرات لمن یعلم أو یظن تناوله لها علی الوجه الحرام، ولا یضمن متلفها (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج:۱۱،ص:۳۶)۔

منشیات کے سوداگروں کی سزا کیا ہو؟

منشیات کا کاروبار کرنا، اس کو فروغ دینا یقیناً ایک سنگین جرم ہے۔ یہ انسانی جان سے کھلواڑ کرنے اور زندہ انسانوں کو موت کے منہ میں ڈھکیلنے کے مترادف ہے۔ یہ نظام حکومت سے بغاوت اور قانون کے ڈھانچہ کو تباہ و برباد کرنے والا عمل ہے۔ لہٰذا انسانیت کے ان قاتلوں کو سخت سے سخت سزا ہونی چاہیے تاکہ دوسروں کو سبق حاصل ہو، اور کسی حد تک اس سنگین جرم پر قدغن لگ سکے۔ احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کے غیر معمولی جرم کرنے والوں کو نہ صرف یہ کہ قتل کی سزا دی گئی، بلکہ ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا گیا جو دوسروں کے لئے باعث عبرت ہو۔

متعدد روایت میں مختلف الفاظ کے ساتھ قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگوں کا تذکرہ آیا ہے، جن کو مدینہ کی آب و ہوا راس نہیں آئی تو اللہ کے رسول ﷺ نے انھیں بطور علاج اونٹوں کے درمیان رہنے کا حکم دیا اور ان سے کہا کہ وہ اونٹوں کا دودھ اور پیشاب استعمال کریں۔ انہوں نے تعمیل حکم کی۔ جب وہ تندرست ہو گئے تو اسلام سے پھر گئے، چرواہوں کو قتل کر دیا اور اونٹ بھی لیکر بھاگ گئے۔ حضور ﷺ نے ان کا تعاقب کروایا، جب وہ حضور کے سامنے پیش کیے گیے تو حضور نے حکم دیا کہ ان کے ہاتھ پیر سمت مخالف سے کاٹ دیئے جائیں، ان کی آنکھوں میں گرم سلائی پھیر دی جائے۔ چنانچہ ان کے ہاتھ پیر کاٹنے کے بعد سخت دھوپ میں پھینک دیا گیا، یہاں تک کہ وہ ایڑیاں رگڑ کر مر گئے۔

اس حدیث کی تخریج ابوداؤد، ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔ ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے (مرقاۃ المفاتیح: ۷/۹۸)۔

قرآن کریم نے زمین میں فساد پھیلانے والوں کے لیے سزائے موت کا اعلان کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إنما جزآء الذین یحاربون الله ویسعون فی الأرض فسادًا أن یقتلوا أو یصلبوا أو تقطع أیدیهم وأرجلهم من خلاف أو ینفوا من الأرض ذلك لهم خزی فی الدنیا ولهم فی الأخرة عذاب عظیم (المائدۃ:۳۳)۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

المحاربة هی المضادة والمخالفة، وهی صادقة علی الکفر وعلی قطع الطریق وإخافة السبیل، وکذا الإفساد فی الأرض یطلق علی أنواع من الشر، حتی قال کثیر من السلف منهم سعید بن المسیب: ان قبض الدراهم و الدنانیر من الافساد فی الأرض (تفسیر ابن کثیر، ج:۲، ص:۶۹)۔

اس سے معلوم ہوا کہ بہت سے اسلاف کے نزدیک مال کا لوٹنا بھی فساد فی الارض میں داخل ہے، ظاہر ہے کہ مال کی لوٹ جان لوٹنے کے مقابلے میں اہون جرم ہے، لہٰذا انسانی جان سے کھلواڑ کرنے والوں، منشیات کے سوداگروں کو مفسدین فی الارض کے زمرہ میں رکھنا بالکل قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ مذکورہ آیت کے عموم کا بھی یہی تقاضا ہے۔

امام جصاصؒ اس آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں:

فإن نزولهم فی شأنهم لا یوجب الاقتصار علیهم؛ لأنه لا حکم للسبب عندنا، وإنما الحکم عندنا لعموم اللفظ، الا أن تقوم الدلالة علی الاقتصار له علی السبب (أحکام القرآن للجصاص، ج:۲،ص:۵۱۰)۔

اس طرح کے قتل کو فقہاء قتل تعزیری سے تعبیر کرتے ہیں۔ فقہاء احناف اور مالکیہ کے نزدیک تعزیراً قتل کرنا جائز ہے۔

ڈاکٹر وھبہ زحیلی لکھتے ہیں:

وأجاز فقهاء الحنفية والمالكية أن تكون عقوبة التعزير هي القتل، ويسمونه القتل سياسة، أى اذا رأى الحاكم المصلحة فى ذلك، وكان جنس الجريمة يوجب القتل، كما فى حال التكرار، أو إدمان المسكرات والمخدرات واعتياد الجرائم، أو اللواطة أو القتل بالحجر، أو العصا أو الخشب۔

آگے لکھتے ہیں:

هذا يصلح دليلا او مستندا لما أفتى به بعض المعاصرين من اقتراح مشروع قانون يقضى بعقوبة متعاطى المخدرات بالإعدام شنقا، وفى ذلك توفير مويد ورادع من قبل السلطة الحاكمة لكل من يتاجر بالمخدرات أو يتعاطاها أو يقوم بتهريبها (الفقہ الاسلامی وأدلتہ، ج:۷، ص:۵۵۲۰)۔

منشیات کی روک تھام اور ہماری ذمہ داری:

امت مسلمہ خیرامت بنا کر مبعوث کی گئی ہے۔اس کا مقصد حیات ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر قرار دیا گیا ہے۔مسلمان جہاں بھی رہتا ہے،اپنے وجود سے دوسروں کو فیضیاب کرتا رہتا ہے۔وہ جس جگہ جاتا ہے،اس کے ورود مسعود سے برائیاں مٹ جاتی ہیں،اور ہر طرف خیر ہی خیر کا جلوہ ہوتا ہے،قرآن کریم میں اس کے مشن کا اعلان ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

كنتم خير أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر ۔ الآية (النساء:۱۱۰)۔

اس سے پہلے فرمایا گیا: ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر (النساء:۱۰۹)۔

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں: والمقصود من هذه الآية أن تكون فرقة من هذه الامة، متصدية لهذا الشأن، وإن كان ذلك واجبا على كل فرد من الأمة بحسبه (تفسیر ابن کثیر، ج:۱، ص:۵۰۸)۔

حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے: من رأى منكم منكرا فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان (مسلم)

لہٰذا ہر مسلمان کا فرض منصبی ہے کہ وہ حتی الامکان برائی کو روکنے کی کوشش کرے، بالخصوص منشیات کی روک تھام کے لئے جو کچھ بھی کرسکتا ہے،اس سے گریز نہ کرے،اس لئے کہ یہ صرف برائی نہیں، بلکہ برائیوں کی جڑ ہے،صرف جرم نہیں بلکہ بہت سے گھناؤنے جرائم کا پیش خیمہ ہے۔اور اصول یہ ہے کہ مرض جس قدر شدید ہوتا ہے،اس کا علاج بھی اتنا ہی سخت ہوتا ہے،منشیات کا استعمال آج پوری دنیا کے لیے ایک سنگین مسئلہ بن گیا ہے،جس نے حکومت اور ارباب حل و عقد کی نیند حرام کر رکھی ہے،ایسے خوفناک حالات میں ایک مسلمان کی ذمہ داری کس قدر بڑھ جاتی ہے اس کا اندازہ ہر صاحب عقل ودانش بخوبی کرسکتا ہے۔

ایک اہم سوال؟

آخری سوال یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو یکبارگی منشیات سے روکنے میں اس بات کا خطرہ ہو کہ اس کی جان جاسکتی ہے تو کیا اس کے لئے معمولی مقدار میں منشیات کے استعمال کی اجازت ہوگی تاکہ بتدریج وہ اس عادت کو چھوڑ سکے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ فقہاء کے نزدیک ایسا کرنے کی گنجائش ہے، بلکہ اس کے اوپر اپنی جان کے تحفظ کے پیش نظر ایسا کرنا ضروری ہوگا۔

الموسوعة الفقهية میں ہے: سئل ابن حجر المكى الشافعى عمن ابتلى بأكل الافيون والحشيش ونحوهما، وصار ان لم يأكل منهما هلك، فأجاب: ان علم انه يهلك قطعًا حل له بل يجب لاضطراره إلى إبقاء روحه كالميتة للمضطر، ويجب عليه التدرج فى تقليل الكمية التى يتناولها شيئا فشيئا حتى يزول تولع المعدة به من غير أن يشعر به (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج:۱۱، ص:۳۶)۔

هذا ما عندى والله علمه أتم وأحكم۔

☆☆☆

نشہ آور اشیاء

مولانا محمد عثمان غنی بستوی[1]

نحمده ونصلي على رسوله الكريم ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين۔

أما بعد! نشہ کے متعلق جن چیزوں کے بارے میں سوال کیا گیا ہے چونکہ ان کا رواج چھٹی صدی کے آخر اور ساتویں کی ابتداء میں تاتاری دور حکومت میں ہوا، اس لئے حضرات سلف اور ائمہ اربعہ وغیرہم سے اس کے متعلق کوئی صراحت منقول نہیں، البتہ بعد کے علمائے عظام نے اس کے متعلق مفصلاً کلام کیا ہے۔

وإنما لم تتكلم فيها الأئمة الأربعة رضي الله عنهم لأنها لم تكن في زمنهم وإنما ظهرت في أخر المائة السادسة واول المائة السابعة حين ظهرت دولة التتار (رد المحتار ۱۰/ ۴۲، الموسوعة الفقهيه ۱۱/ ۳۵، ۵/ ۲۲۴)۔

نشہ کی تعریف:

نشہ ایسی مستی کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے انسان کے اقوال وافعال حدِ اعتدال سے خارج ہو جائیں اور وہ بکواس وغیر معقول حرکات کرنے لگے:

السكر سرور يزيل العقل فلا يعرف به السماء من الارض، وقالا: بل يغلب على العقل فيهذى في كلامه ورجحوا قولهما في الطهارة والإيمان والحدود (رد المحتار ۴/ ۴۴۹)۔

نشہ آور اشیا کی قسمیں:

نشہ آور اشیاء کی کل تین قسمیں ہیں:

(۱) مسکر (۲) مخدر (۳) مرقد۔ یہ تین قسمیں تاثیر کے اعتبار سے ہیں، ورنہ حکماً صرف دو قسمیں (سیال اور جامد) ہی بنتی ہیں۔

مسکر:

وہ چیز ہے جو خوشی ومستی پیدا کرے جس کی وجہ سے بہادری، انتقام اور قوت وغیرہ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

المسكر ماغطى عقل متعاطيه مع نشوة وطرب۔

مخدر:

وہ چیز ہے جو عقل کو غائب کردے لیکن مستی، خوشی وغیرہ نہ پیدا ہو، والمخدر هو الذى يغيب العقل من غير نشوة وطرب۔

مرقد:

وہ چیز ہے جس سے ہوش وحواس، بینائی، شنوائی، احساس وغیرہ سب ختم ہو جائے۔

والمرقد هو الذى يغيب الحواس مع العقل (حاشية رد المحتار ۶/ ۷۵)۔

---

[1] مدرسہ ریاض العلوم گورینی، جونپور، یوپی

والفرق بينها ان المتناول من هذه أما إن تغيب معه الحواس أولا. فإن غابت معه الحواس كالبصر والسمع واللمس والشم والذوق فهو المرقد وإن لم تغب معه الحواس فلا يخلوا إما أن يحدث معه نشوة وسرور وقوة نفس عند غالب المتناول له اولا فإن حدث ذلك فهو المسكر وإلا فهو المفسد (الفروق للقرافی ۸/ ۲۱۷)۔

اقسام باعتبار حکم:

نشہ آور اشیاء کی حکم کے اعتبار سے دو قسمیں نکلتی ہیں (۱) سیال (۲) جامد (احسن الفتاوی ۸/ ۴۸۳)۔

مسکر سیال کے اقسام:

سیال کی دو قسمیں ہیں:

(۱) جن کی نجاست اور حرمت پر اتفاق ہے اس کی چار قسمیں ہیں:

(۱) انگور کی کچی شراب (۲) انگور کی پختہ شراب (۳) رطب کی شراب (۴) زبیب کی شراب (خمر، طلاء، سکر، نقیع الزبیب)۔

الاول الخمر وهی النیئ والثانی الطلاء وهو العصیر یطبخ والثالث السکر وهو النیئ ماء الرطب والرابع نقیع الزبیب وهو النیئ من ماء الزبیب (الدر المختار ۱۰/ ۳۲)۔

سیال مسکرات قسم اول کے احکام:

(مذکورہ بالا اشربۂ اربعہ کے احکام درج ذیل ہیں:

۱- یہ سب ناپاک ہیں۔

۲- ان کا ایک قطرہ بھی حرام ہے اگرچہ اس سے نشہ نہ ہوتا ہو۔

۳- اس کا دوا میں اکلا وخارجا استعمال کرنا اسی طرح جانوروں کو بھی کھلانا پلانا منع ہے۔

۴- اس کی صنعت، تجارت وغیرہ سب ناجائز ہے۔

الخمر وهی نجاسة مغلظة وحرم الانتفاع بها ولو لسقی دواب او بطین او نظر للتلهی أو فی دواء او دهن أو طعام أو غیر ذلك. ونجاسة الطلاء علی التفسیر الاول (ای یطبخ حتی یذهب اقل من ثلثیه) كالخمر والسكر ونقیع الزبیب والكل حرام إذا غلی واشتد ولم یبین حكم نجاسة السكر والنقیع ومفاد كلامه إنها خفیفة وهو مختار السرخسی واختار فی الهدایة إنها غلیظة (الدر المختار ملخصا ۱۰/ ۲۶ تا ۳۲. زکریا)۔

سیال کی قسم دوم کے احکام:

۱- اشربۂ اربعہ کے علاوہ جتنی سیال نشہ آور اشیاء ہیں وہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پاک ہیں۔ ائمہ ثلثہ اور امام محمدؒ کے نزدیک ناپاک ہیں۔

۲- نشہ سے کم بلالہو دوا وغیرہ کے لئے خارجا و داخلا اس کا استعمال جائز ہے، البتہ امام محمد اور ائمہ ثلثہ کے یہاں نجس و حرام ہیں اگرچہ قلیل ہوں۔

۳- بلاغرض تداوی محض لہو کے لئے بالاتفاق حرام ہیں اگرچہ قلیل ہوں۔

۴- قدر سکر پر بالاتفاق حد ہے۔

قول مفتی بہ: اشربۂ اربعہ کے علاوہ میں فتوی امام محمدؒ کے قول پر ہے مگر دوا وغیرہ کی ضرورت کے لئے مثلاً اسپرٹ، الکحل آمیز ادویہ میں حضرات شیخین کے مذہب کے مطابق جواز کا فتوی دیا جاتا ہے۔

وحرمها محمد أى الاشربة المتخذة من العسل والتين ونحوهما مطلقا قليلها وكثيرها وبه يفتى، وقال محمد: ما أسكر كثيره فقليله حرام وهو نجس ايضًا ولو سكر منها المختار فى زماننا أنه يحد (الدر المختار ۱۰/۳۶ تا ۳۷)۔

نوٹ: اشربہ اربعہ کے علاوہ بقیہ کو دوا وغیرہ کے قصد سے استعمال کرنے کی مفید وضروری بحث احسن الفتاوی ۸/۴۸۶ تا ۴۹۰ پر موجود ہے فمن شاء فلیراجع۔

جامد مسکرات (افیون، بھنگ وغیرہ) کے احکام:

۱- جامد مسکرات بالاتفاق پاک ہیں، کوئی اس کی نجاست کا قائل نہیں۔

۲- اتنی مقدار جو نشہ کرے بالاتفاق حرام ہے، اسی طرح وہ مقدار بھی حرام ہے جس میں ضرر شدید ہو۔

۳- مقدار نشہ سے کم استعمال کی جائے لیکن قصد لہو وطرب (کھیل تماشہ) کا ہو تو یہ بھی حرام ہے۔

۴- مقدار نشہ سے کم دوا وغیرہ کی ضرورت کے لئے استعمال کیا جائے تو یہ جائز ہے۔

المخدرات الجامدة كلها عند جمهور الفقهاء طاہرة غير نجسة ولاتصير نجسة بمجرد إذابتها فى الماء ولو قصد شربها: قد حكى ابن دقيق العيد الاجماع على طهارة المخدرات (الموسوعة ۱۱/ ۳۵ تا ۳۶)۔

ولم نرا حدًا قال بنجاستها ولا بنجاسة نحر الزعفران الخ (شامى ۱۰/ ۳۷)۔

الاشياء الجامدة المضرة فى العقل أو غيره يحرم تناول القدر المضر منها الخ (شامى ۱۰/ ۴۰)۔

۳- إذا شرب الماء وغيره من المباحات بلهو وطرب على معية الفسقة حرام (شامى ۱۰/ ۳۴)۔

۴- وهو صريح فى حرمة البنج والافيون لا لدواء... التعليل ينادى بحرمته لا للدواء (شامى ۱۰/ ۴۰)۔

حرمت نشہ کے دلائل وعلل:

۱- قال الله تعالى: إنما يريد الشيطان أن يوقع بينكم العداوة والبغضاء فى الخمر والميسر ويصد كم عن ذكر الله وعن الصلوٰة...الخ.

۲- وقال: ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة...الخ

۳- وقال النبى صلى الله عليه وسلم: كل مسكر خمر... وكل مسكر حرام (رواه الترمذى)۔

۴- وقال: كل مسكر حرام وما أسكر الفرق منه فملء الكف منه حرام (رواه الترمذى)۔

۵- وقال ما أسكر كثيره فقليله حرام۔

۶- نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كل مسكر ومفتر۔

مندرجہ بالا آیات وروایات سے شراب کے حرمت کی درج ذیل علتیں مستنبط ہوتی ہیں۔

۱- غیبوبتِ عقل ۲- نماز وذکر اللہ سے غفلت ۳- آپسی فتنہ وفساد ۴- مضرِ صحت ہونا۔ ۵- قلیل کا کثیر کے لئے سبب ہونا، ان علل کو فقہاء نے کتب فقہیہ میں ذکر کیا ہے (شامی ۱۰/۳۶-۴۰-۴۱)۔

چونکہ یہ تمام علتیں مسکرات جامدہ افیون وغیرہ میں بھی پائی جاتی ہیں، لہٰذا تمام نشہ آور اشیاء حرام ہوں گی اور حرمت کا مدار نشہ پر ہے نہ کہ استعمال کے طریقہ وکیفیت پر، اس لئے نشہ چاہے جس طرح پیدا ہو خواہ سونگھنے سے یا کھانے سے یا کسی اور طریقہ سے سب طریقے حرام ہوں گے۔ حاصل یہ کہ نشہ پیدا کرنے والی قدیم وجدید، سیال وجامد تمام اشیاء اور نشہ کے تمام طریقے سب حرام ہیں۔

ومن أشهر أنواع المخدرات الحشيشة والأفيون والموفين والبنج والبرش، والقات وغير ذلك مما يوخذ

بالحقن أوالمضغ أو التدخين وغيرها فيودى إلى تغييب العقل وإضرار الصحة وإفساد الأخلاق۔ والحكم الشرعي للمخدرات إنما حرام في غير حالة التداوي۔ الخ (الفقہ الاسلامی ۹/۴۲۶)۔

نشہ آور اشیا کی تجارت وزراعت:

تجارت اورزراعت کا حکم لکھنے سے پہلے ضروری ہے کہ اعانت علی المعصیت اورملکی قوانین سے متعلق بطوراختصار چند احکام لکھے جائیں تاکہ نشہ آور چیزوں کی تجارت وزراعت وغیرہ کا حکم منقح ہوکر سامنے آجائے۔

اعانت علی المعصیت کی کل چار صورتیں ہیں:

۱- اگرکسی چیز کا استعمال بعینہ صرف معصیت اور گناہ کے کام میں ہوتا ہوتو اس کی تجارت، زراعت، صنعت سب تعاون علی الاثم میں داخل ہونے کی وجہ سے حرام ہوگی، جواہر الفقہ میں ہے کہ معصیت کی اعانت جوازروئے قرآن حرام ہے وہ ہے جس میں معصیت کا قصد حقیقتاً یا حکماً شامل ہو اور حکما یہ ہے کہ وہ چیز بجز معصیت کے کسی دوسرے کام میں آتی ہی نہ ہو جیسے آلات معازف، طبلہ، سارنگی...... الخ۔

ونظيره كراهة بيع المعازف لأن المعصية تقام بها لعينها (شامی ۶/ ۴۲۰)۔

۲- جس چیز کا استعمال بعینہ جائز ومباح کام اورمعصیت وگناہ کے کام دونوں میں ہوسکتا ہوتو اس کی تجارت وخرید وفروخت ایسے شخص سے جس کے بارے میں معلوم ہوکہ اس کو معصیت وگناہ کے کام ہی میں استعمال کرے گا یہ بھی تعاون علی الاثم میں داخل ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

في الدر: ويكره تحريما بيع السلاح من أهل الفتنة إن علم إنه إعانة على المعصية۔ قوله: إن علم اى إن علم البائع أن المشترى منهم (شامی ۶/ ۴۲۰)۔

۳- اگرکسی چیز کا بعینہ استعمال کسی معصیت کے لئے تو نہ ہولیکن اس میں تغیر وتبدل کرکے معصیت کے کام میں استعمال کیا جاسکتا ہوتو اس صورت میں ایسے شخص سے اس کی خرید وفروخت جس کے بارے میں یقین سے معلوم ہوکہ معصیت کے کام ہی میں استعمال کرے گا فقہاء کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ راجح عدم جواز ہے۔ وبيع ما يتخذ منه (السلاح) كالحديد ونحوه يكره لاہل الحرب۔ ومقتضى مانقلناه عن الفتح عدم الكراهة الا ان يقال المنتفى كراهة التحريم والمثبت كراهة التنزيهية لان الحديد وان لم تقم المعصية بعينه لكن إذا باعه ممن يعمله سلاحا كان فيه نوع إعانة (شامی ۶/ ۴۲۱)۔

۴- اگرکسی چیز کی خرید وفروخت، تجارت وزراعت اس نیت سے کی جائے کہ لوگ اس کو گناہ کے کام میں استعمال کریں یا متعاقدین میں سے کوئی ایک عقد میں اس کی تصریح کردے تو یہ صورت بھی تعاون علی الاثم میں داخل ہوکر حرام ہوگی، اگرچہ وہ چیز کسی ناجائز کام میں بعینہ استعمال نہ ہوتی ہو (جواہر الفقہ ۲/ ۴۵۳)۔

تعاون علی الاثم میں داخل نہ ہونے والی صورتیں:

۱- کسی چیز کا استعمال بعینہ معصیت میں نہ ہو بلکہ اس میں ردوبدل کرکے معصیت وگناہ کے کام میں استعمال کیا جاتا ہوتو اس کی زراعت وتجارت ایسے شخص سے جس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کہ یہ کس مقصد کے لئے استعمال کرے گا یا یہ معلوم ہوکہ گناہ کے کام میں استعمال نہیں کرے گا تو اس کی خرید وفروخت جائز ہے اور یہ تعاون علی الاثم میں داخل نہیں (جواہر الفقہ ۲/ ۴۵۴)۔

ان الحديد ان لم تقم المعصية بعينه، وكذا بيع الخشب لايكره (ملخصا شامی ۶/ ۴۲، ۴۱)۔

۲- اگرکسی چیز کا استعمال بغیر کسی تغیر وتبدل کے معصیت وگناہ کے کام میں ہوتا ہو اور اس کو جائز ومباح کام میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہوتو اس کی خرید وفروخت جائز ہے اگرچہ غالب استعمال معصیت میں ہولیکن شرط یہ ہے کہ جس سے معاملہ کیا جائے اس کے بارے میں اس کا علم نہ ہوکہ معصیت میں استعمال کرے گا یا نہیں۔ مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں: جس شئ کا کوئی جائز استعمال ممکن ہو اس کی بیع جائز ہے، چاہے وہ چیز عام طور پر ناجائز کام میں استعمال ہوتی ہو کیونکہ حضرت عائشہ نے تصویر والے کپڑے کی جو بیع کی تھی آپؐ نے اس کو فسخ کرنے کا

حکم نہیں دیا اس سے معلوم ہوا کہ وہ بیع جائز تھی (انعام الباری ۶/۲۰۹)۔

حاصل یہ ہے کہ جس چیز کی وضع معصیت کے لئے ہو تو اس کی خرید وفروخت جائز نہیں، اور جس کی وضع معصیت کے لئے نہ ہو لیکن معصیت کا تعلق اس کی ذات سے قائم ہو تو معصیت میں استعمال کرنے والے سے اس کی خرید وفروخت جائز نہیں اور جب معصیت وگناہ کا تعلق اس کی ذات سے نہ ہو بلکہ معصیت انجام دینے کا علم نہ ہو تو اس کی خرید وفروخت جائز ہے لیکن اگر معصیت انجام دینے کا علم ہو تو یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، حضرات فقہاء نے اس صورت میں خرید وفروخت کو مکروہ تنزیہی کہا ہے، لیکن جب معصیت کرنے کا علم ہو اس وقت اس سے خرید وفروخت معصیت پر دلیل رضا ہوگی اور معصیت پر رضا بھی ناجائز وحرام ہے اس لئے معلوم ہونے کی صورت میں ناجائز ہونا چاہئے۔

ملکی قوانین کی پابندی:

صحیح اسلامی حکومت اگر عام مسلمانوں کے مفاد کی خاطر کسی مباح چیز پر پابندی عائد کردے تو اس کی پابندی کرنا شرعاً بھی ضروری ہوجاتا ہے۔

پوستہ (خشخاش) کی کاشت:

خشخاش یعنی پوستہ کی کاشت وزراعت سے مختلف چیزیں حاصل ہوتی ہیں:

۱- پوستہ یہ مغزیات ومقویات میں سے ہے جس کا ادویہ وغیرہ میں استعمال کثرت سے ہوتا ہے اس میں کسی قسم کا نشہ وغیرہ نہیں، لہٰذا اگر کوئی شخص پوستہ حاصل کرنے کے لئے اس کی کاشت کرے تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں بلا کراہت جائز ہے، چنانچہ فتاوی عبد الحی میں علامہ لکھنوی کا فتوی موجود ہے سوال وجواب درج ذیل ہے:

علامہ لکھنوی کا فتوی:

سوال: خشخاش کی کاشت کرنا یا دوسرے لوگوں کے ہاتھ اس کی نکلی افیون فروخت کرنا کیسا ہے۔

جواب: خشخاش کی کاشت کرنا جائز ہے مگر اس سے افیون نکالنا اور فروخت کرنا یا دوا میں ملانا وغیرہ جائز نہیں (فتاوی عبد الحی ۴۴۵)۔

۲- پوستہ کی کاشت سے جو دوسری اور اہم چیز حاصل ہوتی ہے وہ افیون ہے اور افیون ایک نشہ آور مادہ ہے جو پوستہ کے پھل سے حاصل کیا جاتا ہے، افیون حاصل کرنے کے لئے پوستہ کی کاشت جائز ہے یا نہیں اس میں حضرات اکابر کے فتاوی مختلف ہیں، ایک علامہ لکھنوی کا فتوی ہے جس میں عدم جواز کی تصریح ہے جیسا کہ اوپر درج کیا گیا ہے۔ اور دوسرا فتوی اس کے برعکس جواز کا ہے جو محقق عصر فقیہ زمان حضرت مفتی محمد تقی صاحب عثمانی اور مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی کا ہے، ان حضرات نے افیون کی خرید وفروخت اور اس کی کاشت کو جائز لکھا ہے، اس کے بعد ان حضرات کے فتاوی درج کئے جاتے ہیں۔

افیون کی کاشت سے متعلق چند اہم فتاوے

جواز کا فتوی:

۱- مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی کا فتوی:

سوال: افیون کی کاشت کرنے کی مزدوری لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: چونکہ افیون کا استعمال دوا میں قدر مسکر سے کم جائز ہے، اس لئے اس کی کاشت اور اجرت جائز ہے (احسن الفتاوی ۷/ ۳۱۹)۔

اور احسن الفتاوی جلد ۶ میں فرماتے ہیں کہ افیون کی کاشت اور بیع جائز ہے (احسن الفتاوی ۶/ ۴۹۴)۔

۲- مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہ العالی فرماتے ہیں: افیون کا جائز استعمال بھی ممکن ہے، یعنی دواؤں کے اندر، علاج میں بیرونی استعمال میں لیپ وغیرہ کرنے کے لئے اس کا استعمال ممکن ہے لہٰذا اس کی بیع بھی جائز ہے (اس سے اس کی کاشت کا جائز ہونا بالکل واضح ہے) (انعام الباری ۶/ ۲۷۰)۔

عدم جواز کا فتوی:

۱- کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعۃ میں عبد الرحمن الجزیری مفتی مصر کے فتوی کی تلخیص کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اتفق الائمة على تحريم زراعة الحشيش، والخشخاش لاستخراج المادة المخدرة منها لتعاطيها او الاتجار فيها وحرمة زراعتهما من وجوه:

أولا: ماروى عن ابن عباس رضى الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "إن من حبس العنب أيام القطاف حتى يبيعه من يتخذه خمرًا فقد تقحم النار" هذا دليل على حرمة زراعتهما بطريق دلالة النص۔

ثانيًا: إن زراعة هذه المخدرات إعانة على المعصية والإعانة على المعصية معصية۔

ثالثًا: إن زراعتها لهذا الغرض رضا من الزارع بتعاطى الناس لها ... والرضا بالمعصية معصية، وذلك لأن انكار المنكر بالقلب ... فرض على كل مسلم فى كل حال۔

رابعًا: وفيه مخالفة لولى الأمر ... لوجوب طاعة ولى الامر فيما ليس بمعصية الله ولرسوله باجماع المسلمين (كتاب الفقه على مذاهب الاربعة ۵/ ۴۰)۔

۲- عالم اسلامی کے مشہور فقیہ شیخ وہبہ الزحیلی نے بھی اپنی مشہور کتاب الفقہ الاسلامی وادلتہ میں خشخاش وغیرہ کی زراعت کو ناجائز وحرام لکھا ہے اور دلائل میں انھوں نے بھی کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعۃ والے مذکورہ بالا دلائل تحریر فرماتے ہیں البتہ انھوں نے ان دلائل کے علاوہ مزید اضافہ کرتے ہوئے لکھا ہے وہ اضافہ درج ذیل ہے:

روى أصحاب السنن الأربعة والإمام أحمد عن ابن مسعود أن النبى صلى الله عليه وسلم لعن آكل الربا وموكله وشاهديه وكاتبه... الخ۔

وروى أبو داؤد والحاكم عن ابن عمر أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: لعن الله الخمر وشاربها وساقيها وبائعها ومبتاعها وعاصرها، ومعتصرها، وحاملها والمحمولة إليه وآكل ثمنها" فهو عشرة لعنوا فى تناولها۔

والمتبادر الی الذهن لا یکون ملعونا الا أکل الربا وشارب الخمر دون من ذکر معهما، ولکن الشرع حرم فعل ثلاثة آخرین فی الربا وتسعة اخرین فی الخمر لأنهم کانوا سببًا فی المعصیة وعونًا علی اقتراف الحرام فیکون المتسبب والمعین أو المساعد، له حکم الفاعل تمامًا (الفقه الاسلامی وادلته ۹/ ۲۳۷)۔

افیون وغیرہ کی خرید وفروخت:

ایسی نشہ آور اشیاء جو نجس نہ ہوں ان کا دوا میں نشہ کی مقدار سے کم استعمال کرنا بالاتفاق جائز ہے، لہٰذا علمائے ہند و پاکستان مثلاً حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی، حضرت اقدس تھانوی، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب، مفتی رشید احمد صاحب، مفتی تقی صاحب عثمانی، یہ سب حضرات اس کی خرید وفروخت کو جائز کہتے ہیں، بشرطیکہ ایسے شخص سے فروخت کیا جائے جس کے بارے میں یقین سے معلوم نہ ہو کہ وہ حرام طریقے پر استعمال کرے گا۔

۱- سوال حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے فتاوی عزیزیہ میں افیون کی علتِ حرمت کو وجوہ ثلاثہ معروضہ بالا (تفتیر، تخدیر، سمیت) میں منحصر فرما کر ان آثار سے کم استعمال کرنے کو حرام نہیں فرمایا، حضور شرفِ جواب سے جلد معزز فرماویں (ملخصاً)۔

جواب: جو مقدار یا جو ترکیب فتور اور خدر اور ضرر سمیت سے خالی ہو اس طریق سے تینوں اشیاء مسئول عنہا (افیون، بھنگ، جائفل) کا استعمال جائز ہے جیسا سوال میں حضرت محدث دہلوی سے نقل کیا گیا (امداد الفتاوی ۴/ ۲۰۷)۔ (جس کا استعمال جائز ہے اس کی خرید وفروخت جائز ہے)۔

۲- حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کا فتوی:

سوال: مسلمان کو افیون، چرس، کوکین کی تجارت کرنا اور اس سے منافع حاصل کر کے اپنی ضروریات زندگی میں صرف کرنا شریعت محمدی میں جائز ہے یا نہیں۔ الخ

جواب: افیون، چرس، کوکین یہ تمام چیزیں پاک ہیں اور ان کا دوا میں خارجی استعمال جائز ہے، نشہ کی غرض سے ان کو استعمال کرنا ناجائز ہے مگر ان سب کی تجارت بوجہ فی الجملہ مباح الاستعمال ہونے کے مباح ہے، تجارت تو شراب اور خنزیر کی حرام ہے کہ ان کا استعمال خارجی بھی ناجائز ہے (کفایت المفتی ۹/ ۱۲۹، ھکذا ۹/ ۱۲۸، ھکذا ۹/ ۱۲۴)۔

(۳) مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی کا فتوی:۔

سوال: افیون کی کاشت کرنا اور بیع کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: زمانِ سابق میں افیون تداوی میں بکثرت استعمال نہیں ہوتی تھی بلکہ عموماً تلہی کے طور پر استعمال کی جاتی تھی، اس لئے بعض فقہاءؒ نے اس کی بیع کو مکروہ تحریمی فرمایا ہے، مگر آج کل افیون دوا کے طور پر کثرت سے استعمال ہونے لگی ہے اور علاج میں بڑی اہمیت اور شہرت حاصل کر چکی ہے، بلکہ ضرورت شدیدہ کی حد تک پہنچ گئی ہے۔ لہٰذا اس کی بیع بلا کراہت جائز ہے۔ البتہ جس شخص کے بارے میں ظن غالب ہو کہ وہ تلہی کے طور پر استعمال کرے گا اس کے ہاتھ بیچنا مکروہ تحریمی ہے (احسن الفتاوی ۶/ ۴۹۴)۔

۴- مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہ العالی فرماتے ہیں: افیون کا جائز استعمال بھی ممکن ہے یعنی دواؤں کے اندر علاج میں، بیرون استعمال میں، لیپ وغیرہ کرنے کے لئے اس کا استعمال ممکن ہے لہٰذا اس کی بیع جائز ہے (انعام الباری ۶/ ۲۱۰)۔

۵- مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی کا فتوی:

افیون کا کھانا حرام ہے اگرچہ اس کی حرمت شراب کی حرمت سے کم درجہ کی ہے یہی وجہ ہے کہ اگر اسلامی حکومت ہو تو شراب پینے والے پر حد جاری کی جاتی اور افیون کھانے والے پر حد جاری نہیں کی جاتی ہے البتہ تعزیری سزا دی جاتی ہے۔

کاشت خشخاش کی کی جاتی ہے اس میں کوئی حرج نہیں، اس کی تجارت بھی جائز ہے البتہ اس سے افیون نکال کر اس کی تجارت مکروہ ہے۔ وفی حاشیتہ، لیکن یہ اس صورت میں مکروہ ہے کہ فروخت کنندہ کو معلوم ہو کہ خریدار اس کو نشہ کے طور پر استعمال کرے گا اور اگر معلوم نہ ہو تو جائز ہے (فتاوی محمودیہ ۱۶/ ۱۲۱، ھکذا ۱۶/ ۱۲۲، ھکذا ۱۶/ ۱۲۴)۔

عدم جواز کے قائلین:

(۱) مفتی مصر کا فتویٰ: لقد علم أن بيع هذه المخدرات (والحشيش والافيون، والكوكايين) حرام، فيكون الثمن الناتج من هذه التجارة حرامًا لقوله تعالى: ''ولا تاكلوا أموالكم بينكم بالباطل'' الخ (كتاب الفقه على مذاهب الاربعة ۵/ ۳۹، ۴۰)۔

(۲) إن الاتجار بالمخدرات بيعًا وشراء وتهريبًا وتسويقًا أمر حرام كحرمة تناول المخدرات، لأن الوسائل في الشريعة تاخذ حكم المقاصد، ويجب سد الذرائع الى المحرمات بمختلف الامكانات والطاقات، لان التاجر يسهل رواج المخدرات وتعاطيها فيكون الثمن حرامًا والمال سحتا والعمل ضلالًا والاتجار بها إعانة على المعصية والبيع باطل، قال الله تعالى: وتعاونوا على البر الخ (الفقه الاسلامي وادلته للشيخ وہبه الزحيلي ۹/ ۴۷۱)

کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعۃ اور الفقہ الاسلامی دونوں کتابوں میں خشخاش کی زراعت اور افیون کی تجارت پر عدم جواز کا جو حکم لگایا گیا ہے وہ درج ذیل چار دلائل پر مبنی ہے:

۱- حديث عن بن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ان من حبس العنب ايام القطاف حتى يبيعه ممن يتخذ خمرًا، سے استدلالاً بطریق دلالت النص افیون کی زراعت کو حرام کہا گیا ہے۔

۲- اس میں اعانت علی المعصیت ہے۔

۳- رضاء علی المعصیت ہے۔

۴- ربا سود، شراب میں اعانت حرام ہے، تو اس میں بھی اعانت وغیرہ موجود ہے لہٰذا حرام اس کو بھی کہا جائے گا۔

ترجیح:

نشہ آور اشیاء کی بیع اور زراعت کے سلسلے میں علمائے ہند اور علمائے عرب کے فتاویٰ میں جو اختلاف ہے، اس میں راجح علمائے ہند کے فتاویٰ ہیں، کیونکہ کسی چیز کی بیع کا جواز اور عدم جواز انتفاع کی حلت اور حرمت پر موقوف ہے، لہٰذا نشہ آور اشیاء میں سے جس کا استعمال جائز طریقے پر ہو سکتا ہو اس کی بیع، زراعت، وغیرہ بھی جائز ہوگی۔ البتہ جن اشیاء کے استعمال کی کوئی جائز صورت نہ ہو تو اس کی بیع بھی جائز نہیں ہوگی۔ اس لئے علمائے ہند افیون کی کاشت و خرید و فروخت کو جو جائز کہا ہے وہ راجح ہے۔ اور علمائے عرب کے فتاویٰ میں عدم جواز کی جو وجوہات درج ہیں وہ افیون وغیرہ کی تجارت پر پوری طرح صادق نہیں آتی ہیں، کیونکہ ان کی ذکر کردہ روایت: ''إن من حبس العنب أيام القطاف حتى يبيعه ممن يتخذه خمرا'' میں انگور کو شراب بنانے والے سے فروخت کرنے کی ممانعت ہے، اس روایت سے بیع افیون کی حرمت پر استدلال ممکن نہیں اس لئے کہ خمر یعنی شراب کے جائز استعمال کی کوئی صورت نہیں اور افیون کا جائز استعمال ممکن ہے۔ نیز یہاں شراب بنانے کا علم بھی ہے اور افیون کی بیع کے جواز میں یہ شرط ہے کہ بیع کے وقت اس کے ناجائز استعمال کا علم نہ ہو، حاصل یہ ہے کہ شراب کی حرمت لعینہ اور افیون کی حرمت لغیرہ ہے اور ظاہر ہے کہ ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا صحیح نہیں اور بقیہ حرمت کے تین دلائل (۱- اعانۃ علی المعصیۃ، ۲- الرضاء بالمنکر، ۳- سبب فی المعصیۃ) بھی افیون کی زراعت، تجارت وغیرہ پر صادق نہیں آتے ہیں کیونکہ افیون کا استعمال معصیت کے لئے متعین نہیں بلکہ اس کے جائز استعمال کی بہت سی صورتیں موجود ہیں، لہٰذا جب معصیت میں استعمال متعین نہیں تو اعانت علی المعصیت، الرضاء بالمنکر، سبب فی المعصیت کا بھی تحقق نہیں ہوگا، فی الدر المختار۔ الحاصل۔ ان جواز البيع يدور مع حل الانتفاع (شامی ۶/ ۲۶۰، زکریا)۔

تطبیق:

البتہ اگر سد للباب افیون کی زراعت، و تجارت کو ناجائز کہا جائے تو اس کی گنجائش ہے، کیونکہ افیون اور اس سے بنائی جانے والی اشیاء ہیروئن، کوکین وغیرہ کا ناجائز استعمال بھی کثرت سے ہوتا ہے، لہٰذا افیون کی بیع و زراعت جو فی نفسہ اگر چہ جائز ہے، لیکن اس کو اس وجہ سے ناجائز کہا جائے تا کہ اس کو ناجائز اور حرام کا ذریعہ بننے سے روکا جا سکے۔ حضرات فقہاء نے بہت سے ایسے مباحات کو ناجائز کہا ہے جو معصیت تک مفضی ہو سکتے ہوں مثلاً اشربہ اربعہ کے علاوہ جیسے نبیذ مسکر

وغیرہ کے تھوڑے اور قدر نشہ سے کم استعمال کو بھی ناجائز کہا ہے، سدًّ اللباب جب کہ قدر نشہ سے کم کا استعمال حضرات سلف سے ثابت ہے، اس طرح سے افیون کا قدر نشہ سے کم استعمال میں حرمت کی کوئی وجہ موجود نہیں، لیکن حضرات فقہاء نے سدًّ اللباب اس کو بھی ناجائز کہا جب کہ دوا کے لئے استعمال کو جائز کہتے ہیں، مذکورہ بالا تشریح کے بعد علمائے ہند اور علمائے عرب کے فتاوی میں تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ علمائے ہند کے فتاوی نفس حکم پر مبنی ہیں اور علمائے عرب کے فتاوی میں نفس حکم سے صرف نظر کرتے ہوئے احتیاط اور سد باب کے پہلو کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

نشہ کی سزا:

۱- سیال نشہ آور اشیاء میں سے انگور کی کچی شراب پر مطلقاً حد ہے سکر ہو یا نہ ہو۔

الخمر وهي النئ من ماء العنب إذا غلى واشتد وقذف بالزبد وحرم قليلها وكثيرها، ويحد شاربها وإن لم يسكر منها (الدر المختار ۱۰/ ۲۹)۔

۲- انگور کی کچی شراب کے علاوہ دوسری نشہ آور اشیاء میں مقدار سکر پر حد ہے، اس سے کم پر حد نہیں ہے ويحد شارب غيرها (اى الخمر) إن سكر ولا يؤثر فيها الطبخ إلا أنه لا يحد فيه ما لم يسكر منه لاختصاص الحد بالنئ (الدر المختار ۱۰/ ۲۹)۔

جامد نشہ آور اشیاء کے استعمال پر سزا:

جامد نشہ آور اشیاء کے استعمال سے اگر سکر (نشہ) پیدا ہو جائے تو اس پر راجح اور مفتی بہ قول کے مطابق حد یعنی شراب والی سزا نہیں ہے، بلکہ ایسی صورت میں تعزیر ہے، البتہ بعض فقہاء نے افیون وغیرہ سے نشہ کی صورت میں حد کا بھی فتوی دیا ہے۔

فى الدر المختار فى الأشربة: ويحرم أكل البنج والحشيشة والافيون لانه مفسد للعقل ويصد عن ذكر الله وعن الصلاة لكن دون حرمة الخمر فان أكل شيئًا من ذلك لاحد عليه، وإن سكر منه بل يعزر بما دون الحد (شامى ۱۰/ ۴۱)

تعزیر:

ایسے جرائم جن کی سزا شریعت میں منصوص نہ ہو تو ان جرائم سے باز رکھنے کے لئے جو سزائیں دی جاتی ہیں اصطلاح میں ان کو تعزیر کہا جاتا ہے اور ان سزاؤں سے مقصود جرائم کی روک تھام ہوتی ہے، اس لئے افراد واشخاص اور جرائم کے لحاظ سے سزاؤں کی نوعیت مختلف ہو جاتی ہے، لہٰذا اس کا فیصلہ کرنا کہ کن جرائم کے لئے کون سی سزائیں اس کے روکنے میں مؤثر ہوں گی، ان کی کیا مقدار اور کیا نوعیت ہوگی، اس کا فیصلہ ارباب حل وعقد وامام المسلمین ہی کر سکتا ہے اس لئے شریعت نے تعزیرًا دی جانے والی سزاؤں کا اختیار امام المسلمین وغیرہ کے سپرد کیا ہے کہ وہ اپنی صواب دید کے مطابق سزا کا تعین کریں، یہاں تک کہ بسا اوقات بلا کسی جرم کے بھی مصلحت کے پیش نظر مفاسد سے بچانے کے لئے تعزیرًا سزا دینا مشروع ہے، مثلاً حضرت عمرؓ نے نصر ابن حجاج کو ان کے حسن وجمال کی بناء پر صرف اس لئے جلا وطن کر دیا تھا تا کہ ان کی وجہ سے عورتیں فتنہ میں مبتلا نہ ہوں۔

التعزير ليس فيه تقدير بل هو مفوض الى رأى القاضى قال الزيلعى: وليس فى التعزير شئ مقدر وانما هو مفوض إلى رأى الإمام على ما تقتضى جنايتهم فان العقوبة فيه تختلف باختلاف الجناية فينبغى ان يبلغ غاية التعزير فى الكبيرة كما إذا أصاب من الاجنبيه كل محرم سوى الجماع أو جمع السارق المتاع فى الدار ولم يخرجه وكذا ينظر فى أحوالهم ... الخ (شامى ۶/ ۱۰۶)۔

قد يكون التعزير بدون معصية كتعزير الصبى والمتهم كما يأتى وكنفى من خيف منه فتنة بجماله مثلا كما مر فى نفى عمر رضى الله تعالى عنه نصر ابن حجاج لافتتان النساء بجماله (شامى ۶/ ۱۱۳)۔

تعزیر بالقتل:

جب مجرم کا جرم ایسا شدید ہو کہ اس کے جرم کے نقصانات کا اثر متعدی اور عام ہو اور اس کی روک تھام کے لئے قتل کے علاوہ دیگر سزائیں عام طور پر مؤثر نہ ہوتی ہوں تو ایسی صورت میں ارباب حل وعقد وامام المسلمین تعزیرًا قتل بھی کر سکتے ہیں: کیونکہ تعزیر یہ منکر کو مٹانے اور روکنے کے لئے ہے تو جس طرح بھی منکر کو

مٹانا ممکن ہو وہ طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔

ویکون التعزیر بالقتل رأیت فی الصارم المسلول ان من أصول الحنفیہ ان مالا قتل فیہ عندھم مثل القتل بالمثقل والجماع فی غیر القبل إذا تکرر فللإمام أن یقتل فاعلہ ... وکذلک لہ ان یزید علی حد المقدر إذا رأی المصلحۃ فی ذلک، ویحملون ماجاء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وأصحابہ من القتل فی مثل ھذہ الجرائم علی انہ رأی المصلحۃ فی ذلک ویسمونہ القتل سیاسۃً. ان من تکرر الخنق منہ فی المصر قتل بہ سیاسۃ لسعیہ بالفساد وکل من کذلک یدفع شرہ بالقتل (شامی ۶/ ۱۰۷) التعزیر الواجب حقا للہ تعالیٰ لأنہ من باب إزالۃ المنکر... الخ (شامی ۶/ ۱۱۱)

وعلی ھذا القیاس المکابر بالظلم وجمیع الکبائر والاعونۃ والسعاۃ یباح قتل الکل ویثاب قاتلھم۔ قولہ جمیع الکبائر ای أھلھا والظاھر ان المراد بھا المتعدی ضررھا إلی الغیر ... فیشمل کل من کان من أھل الفساد کالساحر وقاطع الطریق واللص ونحوھم ممن عم ضررہ لاینزر بغیر القتل (شامی ۶/ ۱۱۰) یباح قتلھم لانھم ساعون فی الارض بالفساد (شامی ۶/ ۱۱۰)۔

نشہ آور اشیا کی خرید وفروخت پر قتل:

حضرات فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے کہ جن جرائم کا ضرر متعدی ہو تو ایسی صورت میں مجرم کو قتل کیا جاسکتا ہے، لہٰذا نشہ آور اشیاء کی خرید وفروخت سے بھی نقصانات متعدی ہوتے ہیں اور عام انسانی زندگی کو صحت واخلاق کے اعتبار سے اس کا نقصان لاحق ہوتا ہے، اس لئے اگر ان اشیاء کے کاروبار کرنے والے کو تعزیراً قتل کی سزا دی جائے تو ایسا کرنا جائز ہے، نیز حدیث شریف میں چوتھی مرتبہ شراب پینے والے کو قتل کرنے کا حکم ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص نشہ کا عادی ہوجائے اور اس سے باز نہ آئے تو اسے تعزیراً قتل کیا جاسکتا ہے۔ قتل والی سزا بالاتفاق یہ حد نہیں ہے بلکہ یہ تعزیر پر محمول ہے

عند الاحناف، عن معاویۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من شرب الخمر فاجلدوہ فان عاد فی الرابعۃ فاقتلوہ (ترمذی)

مفتی محمد تقی عثمانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہی وہ حدیث ہے جس کے بارے میں امام ترمذی نے فرمایا کہ اس حدیث پر کسی فقیہ نے عمل نہیں کیا ......لیکن حنفیہ اس حدیث پر عمل کرتے ہیں وہ اس طرح کہ ان کے نزدیک چوتھی مرتبہ شراب پینے پر قتل کرنا حد کا حصہ نہیں بلکہ یہ تعزیر ہے لہٰذا اگر امام یہ محسوس کرے کہ یہ شخص شراب پینے سے باز نہیں آرہا ہے اور اس کا یہ عمل دوسرے لوگوں کے لئے فساد کا موجب ہوسکتا ہے تو اس صورت میں امام کو یہ حق حاصل ہے کہ اس کو تعزیراً قتل کردے، اس طرح حنفیہ اس حدیث پر عمل کرتے ہیں (درس ترمذی ۵/ ۹۷)۔

والذی تقتضیہ الدلیل أن الامر بقتلہ لیس حتماً لکنہ تعزیر بحسب المصلحۃ فاذا أکثر الناس من الخمر ولم ینزجروا من الحد فرأی الامام ان یقتلہ قتل، ولہذا کان عمرؓ یسجن فیہ مرۃ ویحلق فیہ الرأس مرۃ وجلد فیہ ثمانین وقد جلد فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابو بکر أربعین فقتلہ فی الرابعۃ، ... إنما ہو تعزیر بحسب المصلحۃ وعلی ھذا یتخرج حدیث الأمر بقتل السارق (بذل المجہود ۱۲/ ۲۸۵)۔

نشہ کے عادی مریضوں کی عادت چھڑانے والی تدبیریں

شریعت مطہرہ کا ایک ضابطہ ہے کہ جو چیزیں فرض وواجب ہوں گی تو ان کے وسائل اور ذرائع بھی واجب ہوں گے اور جو چیزیں حرام اور ناجائز ہوں تو اس کے وسائل اور ذرائع بھی حرام اور ناجائز ہوں گے مثلاً زنا سے بچنا فرض ہے تو بچنے کی تمام تدابیر (اجتناب عن الخلوۃ مع الاجنبیۃ، غض بصر، خفض صوت مراۃ، ادلاء جلباب وغیرہ) بھی فرض وواجب ہوں گے اسی طرح نشہ حرام ہے تو نشہ تک لے جانے والے اسباب مثلاً نشہ آور چیز کا مقدار نشہ سے کم استعمال بھی حرام ہوگا، اس ضابطے کی بہت اچھی اور تفصیلی بحث علامہ ابن قیم نے اپنی مشہور کتاب اعلام الموقعین میں سد الذرائع کے عنوان سے کی ہے۔

(اعلام الموقعین ۳/ ۱۳۵ تا ۱۵۸)۔

لما كانت المقاصد لا يتوصل إليها الا باسباب وطرق تفضى إليها كانت طرقها وأسبابها تابعة لها معتبرة بها، فوسائل المحرمات والمعاصى فى كراہتها، والمنع منها بحسب افضائها الى غاياتها وارتباطاتها بها، ووسائل الطاعات والقربات فى مجتمها والاذن فيها بحسب إفضائها الى غايتها، فوسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلاهما مقصود لكن مقصود قصد الغايات، وهى مقصودة قصد الوسائل ...فاذا حرم الرب تعالى شيئا وله طرق وسائل تفضى إليه فانه يحرمها ويمنعها تحقيقا لتحريمه وتثبيتا له... الخ- ان الله تعالىٰ حرم الخمر لما فيها من المفاسد الكثيرة المرتبة على زوال العقل ... لكن حرم القطرة الواحدة منها وحرم امساكها للتخليل ونجسها لكى لا تتخذ القطرة ذريعة إلى الحسوة ... ثم بالغ فى سد الذريعة فنهى عن الانتباذ فى الاوعية التى قد يتخمر النبيذ فيها ولايعلم حسما لمادة قربان المسكر الخ (اعلام المؤقعين ۳/ ۱۳۸، ۱۳۹)۔

نشہ آور اشیاء کو تدریجاً ختم کرنا:

نشہ آور اشیاء کے استعمال کی جس کو عادت ہوگئی ہو اگر ایک لخت ان اشیاء کو ترک کرنے کی صورت میں اس کو ایسا شدید مرض وغیرہ لاحق ہونے کا ظن غالب ہو کہ جس سے جان جانے کا بھی خطرہ پیدا ہوجائے تو اس صورت میں نشہ آور اشیاء کو بیک وقت ترک کرنا منع ہے، بلکہ تدریجاً تھوڑا تھوڑا کم کرتے کرتے کچھ دنوں میں بالکلیہ چھوڑنے کا حکم ہے۔

سئل ابن حجر المكى عمن ابتلى باكل نحو الافيون وصار ان لم ياكل هلك فاجاب ان علم ذلك قطعيًا حل له بل وجب لاضطراره الى ابقاء روحه كالميتة للمضطر فيجب عليه التدريج فى تنقيصه شيئا فشيئًا حتى يزول تولع المعدة به من غير أن تشعر فان ترك ذلك فهو اٰثم فاسق وقواعدنا لاتخالفه (شامی ۱۰/ ۴۵، امداد الفتاوی ۴/ ۲۰۶)۔

حاصل یہ ہے کہ اگر حالت اضطرار پیدا ہوجائے تو اس کا استعمال کرنا جائز ہے اگر چہ نشہ کے بقدر ہو، اور اگر حالت اضطرار یعنی جان یا اعضاء کے تلف ہونے کا ظن غالب نہ ہو لیکن مرض شدید لاحق ہونے کا ظن غالب ہو تو اس کے لئے اتنی مقدار استعمال کرنا جائز ہے جس سے اس کو نشہ نہ پیدا ہو۔ کیونکہ جامد مسکرات کا استعمال ادویہ میں قدر نشہ سے کم بالاتفاق جائز ہے اس لئے کہ اس میں علت حرمت صرف نشہ ہے اور وہ موجود نہیں۔

الاشياء الجامدة المضرة فى العقل او غيره يحرم تناول القدر المضر منها دون القليل النافع لان حرمتها ليست لعينها بل لضررها ... والتعليل ينادى بحرمته لا للدواء (شامی ۱۰/ ۴۰)۔

افیون کی کاشت وتجارت کا معاون علی الاثم ہونا:

افیون کی کاشت وتجارت ہر صورت میں معاون علی الاثم نہیں بعض صورتوں میں یہ تعاون علی الاثم میں داخل ہوتی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱- افیون کی کاشت وتجارت اسی نیت سے کی جائے تا کہ لوگ اس کو نشہ کے لئے استعمال کریں اس نیت سے کاشت وتجارت کرنا حرام ہے۔ جیسا کہ اعانت علی المعصیت کی چوتھی صورت میں اس کا ذکر ہوا۔

۲- اگر اس کی کاشت وتجارت نشہ کے مقصد سے نہ کی جائے تو اس صورت میں یہ تعاون علی الاثم میں اس وقت داخل ہوگی جبکہ یہ معلوم ہو کہ خریدنے والا اس کو نشہ ہی کے لئے استعمال کرے گا، جیسا کہ اعانت علی المعصیت کی دوسری اور تیسری شکل میں اسکا ذکر ہوا۔

۳- اور اگر اس کی خرید وفروخت اور کاشت نہ تو نشہ کے مقصد سے کی جائے اور نہ ہی خریدنے والے کے بارے میں اس کا علم ہو کہ اس کو نشہ کے لئے استعمال کرے گا تو یہ صورت تعاون علی الاثم میں داخل نہیں جیسا کہ تفصیلی ذکر تعاون علی الاثم میں داخل نہ ہونے والی پہلی اور دوسری صورت میں ہو چکا ہے۔

☆☆☆

نشہ آور اشیاء

مولانا ریحان مبشر قاسمی[1]

حامدًا ومصلیا ومسلما!

اللہ رب العزت نے انسانوں کے اندر دو قسم کی قوت ودیعت فرمائی ہے: (۱) ملکیت، (۲) بہیمیت۔

پہلی لمۂ خیر ہے، جو اوامر کے امتثال اور نواہی سے اجتناب کی طرف داعی ہوتی ہے۔ دوسری لمۂ شر ہے، دونوں میں اگر غور کیا جائے تو سب سے اہم وجۂ فرق وہ صاحب ملکیت کا اپنے عقل وشعور کا استعمال اور قوتِ نطق کے ادراک واحساس سے آراستہ اور مزین ہونا ہے، یہی چیز دونوں قوتوں میں جدائیگی اور امتیاز کرنے میں کلیدی رول ادا کرتی ہے، اسی وجہ سے وہ اشیاء جو عقل وخرد پر متاثر ہوں یا جن سے قوتِ ملکیت وقتی طور پر یا علی الدوام سلب ہوجائے، فطرت سلیمہ اس کے استعمال سے اباء کرتی ہے، اسی وجہ سے دینِ اسلام- جو فطرت سلیمہ سے عبارت ہے- نے ایسی اشیاء کے استعمال پر پابندی عاید کی ہے۔

عربوں میں خمر (شراب) چوں کہ رچ بس گئی تھی اس لیے اس سے یکلخت منع کرنا شاید سودمند نہ ہوتا، اس لیے اس کی حرمت بہ تدریج نازل کی گئی، چنانچہ یہ چار مراحل میں ممنوع قرار دی گئی:

سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا:

ومن ثمرات النخیل والأعناب تتخذون منہ سکرًا ورزقًا حسنا (نحل: ۶۷)۔

(اور میووں سے کھجور اور انگور کے بناتے ہو اس سے نشہ اور روزی خاصی) (از: شیخ الہند)۔

اس زمانے میں مسلمان شراب پیتے تھے اور اس وقت وہ حلال تھی۔

خلیفہ دوم امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب وحضرت معاذ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمیں شراب کے سلسلے میں فتوی دیجئے، یہ عقل کو زائل کرنے اور مال کو برباد کرنے والی ہے، تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

"قل فیہما إثم کبیر ومنافع للناس" (بقرۃ: ۲۱۹)۔

اس حکم کے نازل ہونے تک اب بھی کچھ لوگ شراب پیتے تھے، اور کچھ لوگوں نے ترک کردیا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کچھ لوگوں کو شراب پر مدعو کیا، لوگوں نے شراب پی اور نشہ میں مست ہوگئے، ادھر نماز کا وقت ہوگیا تو دورانِ نماز سورۂ کافرون کی یوں تلاوت کی:

"قل یا أیہا الکافرون أعبد ما تعبدون" الآیۃ (کافرون: ۱)۔

اس موقع پر یہ آیت اتری:

"یا أیہا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوۃ وأنتم سکاری" الآیۃ (نساء: ۴۳)۔

---

[1] جامعہ اسلامیہ گلزار حسینیہ، میرٹھ

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد شراب پینے والوں کی تعداد بہت کم ہوگئی۔

ایک موقع پر کچھ صحابۂ کرام جمع ہوئے، ان میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھی تھے، شراب کا دور چلا، نشہ میں حضرت سعدؓ نے کوئی شعر کہا جس میں انصار کی ہجو تھی، اس پر ایک انصاری نے ان کو اونٹ کے جبڑے کی ہڈی سے مارا جس سے ان کو گہرا زخم ہوگیا، وہ دربار نبوی میں شکایت لے کر حاضر ہوئے، حضرت عمرؓ وہیں موجود تھے اور دعا کی:

"اللھم بین لنا فی الخمر بیانًا شافیًا"۔

اس وقت شراب کے سلسلے میں حرمت کے تعلق سے واضح حکم نازل ہوا اور وہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دی گئی۔

"یا أیھا الذین اٰمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون" الآیة (مائدہ:۹۰)۔

اس موقع پر حضرت عمر فاروق نے فرمایا: "انتھینا انتھینا" ہم رک گئے، ہم باز آگئے۔

حرمت خمر کا ثبوت احادیث سے:

حرمت خمر پر بے شمار احادیث موجود ہیں، جو معنوی اعتبار سے درجۂ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں، ایسی روایات دو قسم کی ہیں: ایک وہ جن میں شراب کی حرمت اور اس کے مسکر ہونے کی صراحت ہے، دوسری وہ جن میں نشہ آوروں اور شرابیوں کے لیے شدید ترین وعیدیں موجود ہیں، ان میں چند احادیث درج ذیل ہیں:

عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لایزنی الزانی حین یزنی وھو مومن ولا یشرب الخمر حین یشرب وھو مومن۔

عن أبی ھریرة قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان اللہ حرم الخمر وثمنھا، وحرم المیتة وثمنھا، وحرم الخنزیر وثمنہ (ابوداؤد)۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال: قال رسول اللہ ﷺ: لعن اللہ الخمر وشاربھا وساقیھا ومبتاعھا، وبائعھا وعاصرھا ومعتصرھا وحاملھا والمحمولة إلیہ، رواہ أبوداؤد واللفظ لہ، وابن ماجة وزاد وآکل ثمنھا۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال: قال رسول اللہ ﷺ: کل مسکر خمر، وکل مسکر حرام، ومن شرب الخمر فی الدنیا فمات وھو یدمنھا لم یشربھا فی الآخرة ... وفی روایة: وإن دخل الجنة (مسلم، بخاری، بیہقی)۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: مدمن الخمر إن مات لقی اللہ کعابد وثن (احمد)۔ (مأخوذ من الترغیب والترہیب للمنذری: ۳/ ۱۷۸، ۱۸۳، کتاب الحدود، ط: دار الکتب العلمیة، بیروت)۔

حقیقت خمر

مذکورہ بالا نصوص میں جس مسکر کو حرام قرار دیا گیا ہے وہ "خمر" ہے جس کا مادہ "خ م ر" ہے، علامہ منظور افریقی لکھتے ہیں:

خمر: خامر الشیٔ: قاربہ وخالطہ، ورجل خمر: خالطہ داء، ویقال ھو الذی خامرہ الداء، وأما المخامر فھو المخالط من خامرہ الداء إذا خالطہ جس کا مفہوم یہ ہے:

خمر اصل میں خمر الشیٔ کے لفظ سے منقول ہے، جس کے لغوی معنی ڈھانپ لینے اور چھپا لینے نیز بیماری سرایت کرنے کے آتے ہیں۔

والخمر: ما أسکر من عصیر العنب، لأنھا خامر العقل، والتخمیر: التغطیة یقال: خمر وجھہ وخمّر إناءك۔

خمر جو انگور کے عصیر سے سکر پیدا کرے، اس کو خمر اس لیے کہتے ہیں کہ یہ عقل کو ڈھانپ لیتی ہے اور خراب کرتی ہے اور لفظ تخمیر ڈھانپنے کو کہا جاتا

ہے، کہا جاتا ہے: فلاں نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا، اپنے برتن کو ڈھانک لو۔

شراب بنص قطعی تمام فقہائے کرام کے نزدیک حرام ہے، اس کا ایک قطرہ بھی خواہ اس سے سکر ہو یا نہ ہو حرام ہے اور اس کے پینے والے پر حد شرب جاری ہوگی، قرآن نے جس خمر کو حرام قرار دیا ہے اس کی حقیقت فقہائے کرام کے نزدیک متفقہ طور پر یہی ہے کہ: انگور کا شیرہ جو جوش مار کر اوپر اٹھے اور اس میں اتنی شدت ہو کہ جھاگ رونما ہو جائے۔

واتفق الأئمة الأربعة على أن عصير العنب إذا اشتد وغلى وقذف بالزبد فهو خمر. من غير خلاف بينهم على حرمة شربه وإقامة الحد على شاربه (الفقه على المذاهب الأربعة، كتاب الأشربة)۔

خمر کے علاوہ دیگر مسکر مشروبات کے بارے میں فقہائے کرام میں اختلاف ہے کہ وہ اشیاء از قبیل محرمات مطلقا ہیں یا نشہ ہونے کے وقت حرام ہوں گی۔ائمہ ثلاثہ کے نزدیک نشہ آور مشروبات خواہ قلیل ہوں یا کثیر بہر صورت حرام ہیں، چاہے ان کی قلیل مقدار پینے سے نشہ ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو، امام ابن رشد مالکی نے یہی مذہب جمہور محدثین کا نقل کیا ہے، البتہ امام صاحب علیہ الرحمہ کے نزدیک (سفیان ثوری بھی امام صاحب کے ساتھ ہیں) خمر کے علاوہ اشیاء میں سکر حرام ہے، ان کا اتنی قلیل مقدار کا استعمال جس سے سکر نہ ہو حلال ہے (بداية المجتهد، كتاب الاطعمة والاشربه)۔

پھر یہ حرمت ائمہ ثلاثہ کے نزدیک فقط سیال کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جس چیز میں سکر ہوگا وہ حرام ہوگی خواہ وہ از قبیل جامدات ہی کیوں نہ ہو، اور اس کے استعمال کرنے والے پر حد شرب جاری ہوگی (تفصیل کے لئے دیکھئے: الفقه على المذاهب الأربعة، مبحث الحدود الشرعية)۔

تیسرا مذہب ربیعۃ الرائی اور داؤد ظاہری کا ہے، ان کے نزدیک تمام مشروبات حرام ہیں، لیکن وہ نجس ناپاک نہیں۔

(تکملہ فتح الملہم: ۹/ ۴۹۸، کتاب الاشربہ، ط: اشرفی دیوبند)۔

چوتھا مذہب بعض معتزلہ کا ہے جسے علامہ شامیؒ نے قہستانی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ خمر کا قلیل جس سے سکر نہ ہو حلال ہے، اس کا کثیر حرام ہے: صاحب ہدایہ نے ایسے عقیدے کے حاملین کو آیت قرآنیہ کے انکار کے سبب کافر قرار دیا ہے۔

(حرم قليلها) واحترز به عما قاله بعض المعتزلة أن الحرام هو الكثير المسكر لا القليل قهستاني وقال في الهداية: وهذا كفر، لأنه جحود الكتاب (رد المحتار: ١٠/ ٢٧، كتاب الأشربه، ط: دار الكتاب ديوبند)۔

سبب اختلاف: فقہائے کرام کے مابین اختلاف کی وجہ اس سلسلے میں آثار و احادیث اور قیاس کا متعارض ہونا ہے۔

وسبب اختلافهم تعارض الآثار والأقيسة في هذا الباب (بداية المجتهد، كتاب الاشربه)۔

فقہائے کرام کے دلائل

اہل حجاز بہ شمول ائمہ ثلاثہ و جمہور محدثین نے اپنے مسلک پر دو طریقہ سے استدلال کیا ہے۔

اول: جن احادیث میں مشروبات کا تذکرہ آیا ہے، اس پر بھی خمر کا اطلاق کیا ہے جس طرح خمر حرام ہے، اسی طرح یہ دیگر مشروبات بھی حرام ہوں گے۔

دوم: ان احادیث سے استدلال کیا ہے جس میں ہر مسکر پر خمر کا اطلاق کر کے حرام قرار دیا گیا ہے، ان میں سب سے مشہور حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے جس میں بتع اور عسل (شہد) کی نبیذ کو حرام قرار دیا ہے، اس کی تخریج امام مالک نے اپنی کتاب مؤطا میں کی ہے۔

عن ابن شهاب عن أبي سلمة بن عبدالرحمن عن عائشة أنها قالت: سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن البتع، وعن نبيذ العسل، فقال: كل شراب أسكر فهو حرام (مؤطا مالك)۔

بخاری میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ اس کے بارے میں یحی بن معین فرماتے ہیں: مسکر کی تحریم کے سلسلے میں نبی کریم علیہ السلام سے مروی احادیث میں یہ حدیث سب سے زیادہ واضح اور صحیح ہے، دوسری حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جس کی تخریج امام مسلم نے کی ہے،

عن ابن عمر أن النبی ﷺ قال: کل مسکر خمر وکل خمر حرام (بدایة المجتهد، کتاب الاشربه والاطعمه)۔

اہل کوفہ کے دلائل: اہل کوفہ (امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، بصرہ کے اکثر علماء) نے اپنے مسلک پر قرآن کی اس آیت سے استدلال کیا ہے:

ومن ثمرات النخیل والأعناب تتخذون منه سکرًا ورزقًا حسنًا (نحل: ٦٧)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سکر حرام ہے، اگر عین نبیذ حرام ہوتی تو اس پر رزق حسنہ کا اطلاق نہ ہوتا۔

دلیل دوم: اہل کوفہ نے اپنے مسلک پر بعض آثار سے بھی استدلال کیا ہے، ان میں سب سے مشہور وہ حدیث ہے، جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تم پر بعینہ خمر حرام ہے، اور خمر کے علاوہ میں سکر حرام ہے۔

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: حرمت علیکم الخمر والسکر من غیرہا۔

اس حدیث میں خمر اور غیر خمر میں اس طرح تفصیل کی گئی ہے کہ اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں (بدایۃ المجتہد، کتاب الاطعمۃ والاشربہ)۔

دلیل سوم: عن أبی هریرة قال: قال رسول اللہ ﷺ: الخمر من هاتین الشجرتین: من العنبة والنخلة. وقال الترمذی: هٰذا حدیث حسن صحیح)۔ (سنن ترمذی: ۲/ ۱۹۸، باب ماجاء فی الحبوب التی یتخذ منه الخمر، ط: دار الفکر، بیروت)۔

حاصل مذہب: خمر بالاتفاق حرام ہے، البتہ خمر کے علاوہ دیگر نشہ آور اشیا ائمہ ثلاثہ اور امام محمد علیہم الرحمۃ کے نزدیک بحکم خمر ہیں، اور ان کا قلیل وکثیر سب حرام ہیں، امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک، خمر قلیل وکثیر سب حرام ہے، اور موجب حد ہے، طلاء نقیع تمر اور نقیع الزبیب بھی قلیل وکثیر حرام ہے، لیکن شبہ کی وجہ سے حد جاری نہ ہوگی، ان کے علاوہ دیگر مشروبات، مثلاً: نبیذ تمر، نبیذ عسل وغیر ذلک میں اگر سکر نشہ ہو تو حرام ہیں ورنہ نہیں۔

دلائل ومذاہب پر ایک نظر

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے اپنے مسلک پر جن دلائل سے استدلال کیا ہے، وہ تین ہیں:

من ثمرات النخیل الآیة: اس کے بارے میں ابن العربی فرماتے ہیں:

یہ آیت تحریم خمر سے قبل نازل ہوئی ہے، لہٰذا یہ منسوخ ہے (موسوعہ فقہیہ: ۲۵/ ۹۰، ط: کویت)۔

اسی کی طرف علامہ شامیؒ نے بھی اشارہ کیا ہے:

”تتخذون منه سکرًا ورزقًا حسنًا (نحل: ٦٧) وأجیب بأن ذالك لما کانت الأشربة کلها مباحة (رد المحتار: ۱۰/ ۳۲، کتاب الاشربة، ط: دار الکتاب دیوبند)۔

دلیل ثانی: ابن عباسؓ کی حدیث ہے: عن عبداللہ بن شداد قال: قال ابن عباس: حرمت الخمر لعینها قلیلها وکثیرها، والسکر من کل شراب (السنن الکبری للبیهقی، باب شهادة اهل الأشربة، نمبر ۲۱۴۲۵، ط: حیدرآباد)۔

وأخرجه النسائی فی سننه موقوفًا علی ابن عباس من طرق (نصب الرایه: ٦/ ۲۲۵، القاهره)۔

اس حدیث کو امام زیلعی نے چند طرق سے ذکر کیا ہے:

امام عقیلی نے کتاب الضعفاء میں محمد بن فرات کے ترجمہ میں اس کو ذکر کیا ہے پھر اس کو معلول لکھا ہے، اور ان کے بارے میں امام بخاری کا یہ قول ”منکر الحدیث“ نقل کیا ہے۔ نیز عبدالرحمن بن بشر کی سند سے بھی نقل کیا، مگر وہ روایۃ ونسبا مجہول ہیں اور ان کی حدیث غیر محفوظ ہے، اور امام نسائی نے اپنی سنن میں ابن عباسؓ سے ابن شبرمہ، ہشیم بن بشیر اور ابوعون کے واسطے سے نقل کیا ہے مگر سب پر کچھ نہ کچھ کلام کیا ہے (نصب الرایہ: ۴/ ۳۰٦، ط: تھانوی دیوبند)۔

دلیل ثالث: ”الخمر من هاتین الشجرتین... الخ“

اس حدیث میں محض دو کی تخصیص نہیں، اور نہ ہی ان سے ماعدا کی نفی ہوتی ہے:

وتخصيص الخمر بهذه الأشياء الخمسة ليس لأجل أن الخمر لايكون إلا في الأشياء الخمسة بأعيانها. وإنما جرى ذكرها خصوصًا. لكونها معهودةً في ذلك الزمان. (الفقه على المذاهب الأربعة، بيان الحدود الشرعية)۔

رہا ائمہ ثلاثہ اور محمد علیہم الرحمہ کا مذہب تو وہی قوی معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ احادیث اس بارے میں بکثرت موجود ہیں جو ہر مسکر قلیل وکثیر مقدار کی حرمت پر دال ہیں، جن میں سب سے قوی کل مسکر خمر وکل خمر حرام ہے، جس کو شیخین، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، بیہقی، مسند احمد، مسند ابویعلی، صحیح ابن حبان، مصنف عبدالرزاق اور دار قطنی وغیرہ میں اسانید معتبرہ سے مروی ہیں، گوکہ ان پر بھی کچھ کلام کیا گیا ہے مگر ساتھ ساتھ ان کا شافی جواب بھی دیا گیا ہے، مثلاً: بعض علماء کا یہ قول کہ اس حدیث پر ابراہیم نخعی نے طعن کیا، جیسا کا فتاوی قاضی خان میں ہے:

قال إبراهيم النخعي: مايرويه الناس كل مسكر خمر خطأ لم يثبت، إنما الثابت كل مسكر حرام، وكذا ما أسكر كثيره فقليله حرام ليست بثابت انتهى (فتاوى قاضي خان على الهنديه)۔

اور یحی بن معین نے بھی طعن کیا ہے، جیسا کہ عنایہ میں ہے:

روى عن ابن معين أنه قال: حديث الثلاثة ليس بثابت عن رسول الله ﷺ إلى قوله: والثابت كل مسكر حرام۔

لیکن: امام نخعی کا طعن مذکور ثابت ہونے کے باوجود بھی قادح اور جارح نہیں، کیونکہ انھوں نے کل مسکر خمر کا انکار اور کل مسکر حرام کا اثبات کیا ہے، اور اتنا ہی استدلال کے لیے کافی ہے، علاوہ ازیں جب یہ حدیث اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری ومسلم میں موجود ہے تو پھر اس کے عدم ثبوت کے کیا معنی ہیں۔

اسی طرح امام یحی بن معین کا طعن کرنا بھی مضر نہیں، کیونکہ کہ ان کا یہ طعن اگر چہ ہدایہ میں موجود ہے مگر علامہ زیلعی نے تخریج ہدایہ کی تفصیل میں لکھا ہے:

هذا الكلام لم أجد في شئ من كتب الحديث۔

کوئی تعجب نہیں کہ امام یحی بن معین اور امام نخعی کو یہ حدیث سند صحیح کے ساتھ نہ پہنچی ہو اس لیے انکار کر دیا ہو۔

حنفیہ کا مذہب مفتی بہ

احناف کا مذہب مختار اور مفتی بہ مذہب امام محمد بن حسن شیبانی کا ہے کہ قلیل وکثیر حرام ہے، اور یہی مسلک درایۃً وروایۃً صحیح معلوم ہوتا ہے

(الدر المختار مع رد المحتار: ۱۰/ ۳۵، کتاب الاشربۃ، ط: دار الکتاب دیوبند، نیز دیکھئے: فتاوی بزازیہ ۶/ ۱۲۶، کتاب الاشربہ، ط: زکریا دیوبند، ملتقی الابحر ۴/ ۲۵۰، کتاب الاشربہ، ط: فقیہ الامت دیوبند)۔

لہذا جن اشیاء کے کھانے سے نشہ وسکر ہوتا ہو، خواہ وہ جامد ہوں یا سیال، ان کا استعمال کرنا بہر حال ناجائز ہوگا، کیونکہ علت سکر بہر حال ان میں بھی موجود ہے، پس فی زمانناجو مسکرات ومخدرات بہ شکل جامدات پائی جاتی ہیں مثلاً: بھانگ، افیم، ہیروئن، گانجہ وغیرہ سب حرام ہوں گی۔

مسکرات جامدات

بھانگ: عربی میں اس کو ''بنج'' کہتے ہیں، حشیش سے مختلف ایک مخدر پودا ہے، تکلیف کے وقت اس کا استعمال موجب سکون ہوتا ہے۔

والاصطلاح: نبات مخدر غير الحشيش مسكن للأوجاع (موسوعه فقهيه: ٨/ ٢١٤، مبحث البنج)۔

افیون: یہ خشخاش سے نکالا جاتا ہے، یہ تین مواد پر مشتمل ہوتا ہے، منجملہ ان کے مورفین ہے۔

عصارة لبنة يستخرج من الخشخاش، ويحتوى على ثلاثة مواد منومة منها المورفين (موسوعه فقهيه كويتيه: ٨/ ٢١، مبحث البنج)۔

حشیش: یہ ایک قسم کا ہندوستانی پتہ ہے، ایک درہم کے بقدر بھی اس کا استعمال موجب سکر ہے، یہ تعریف ابن حجر مکی، ابن تیمیہ اور علامہ شامی سے

منقول ہے۔

نوع من ورق القنب الهندی یسکر جدًا إذا تناول منه قدر درهم، هذا ما قاله ابن تيمية وابن حجر الهيثمی وابن عابدين (موسوعه فقهيه: ۸/ ۲۱۷)۔

ان کے علاوہ کچھ اور بھی مسکرات، منشیات موجود ہیں، ان مذکورہ مخدرات کا استعمال عقل کو زائل کرتا ہے اور انسان اپنے جامۂ شرافت سے باہر ہو جاتا ہے، نیز ان کے استعمال سے اخلاق واجسام پر خطرناک اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

وہ مخدرات جو عقل پر چھا جائیں جمہور فقہاء کے نزدیک ان کا استعمال حرام ہے، جس طرح سیال مسکرات کا قلیل وکثیر حرام ہے اسی طرح یہ جامد (خشک) مخدرات بھی مطلقاً حرام ہوں گی۔

ذهب جمهور الفقهاء إلى حرمة تناول المخدرات التي تغشى العقل، وكما أن ما أسكر كثيره حرم قليله من المائعات كذلك يحرم مطلقًا ما يخدر من الأشياء الجامدة المضرة بالعقل أو غيره من أعضاء الجسد (موسوعه فقهيه: ۱۱/ ۳۴)۔

ان مسکرات مخدرہ کے حرمت کی سب سے بڑی دلیل وہ حدیث ہے جو مسند احمد اور ابوداؤد میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كل مسكر ومفتر (مسند احمد، ابوداؤد)۔

امام ابن حجر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مخدرات بالخصوص حشیش کی حرمت پر دال ہے۔

یہاں تک کہ امام قرافی اور ابن تیمیہ نے ان کی حرمت پر اجماع نقل کیا ہے، اور ابن تیمیہ نے اس کو حلال سمجھنے والے پر کفر کا فتوی لگایا ہے۔ فرماتے ہیں:

أكل هذه الحشيشة الصلبة حرام وهي من أخبث الخبائث المحرمة، وسواء أكل منها قليلًا أو كثيرا. المسكر منها حرام باتفاق المسلمين ومن استحل ذلك فهو كافر يستتاب، فإن تاب والا قتل كافرًا مرتدًا ولا يغسل ولايصلى عليه ولا يدفن بين المسلمين (فتاوى الخمر والمخدرات لابن تيميه: ۱۰۹، مبحث احكام الحشيش: ط الكوثر للطباعة والنشر)۔

علت تحریم

ان مخدرات کے حرام ہونے کی علت کیا ہے ان کا مسکر ہونا یا مخدر ہونا، امام نووی، ابواسحاق شیرازی، ابن دقیق العید نے ان کو مسکر ہونے کی بنیاد پر حرام قرار دیا ہے، اور علامہ قرافی اور ان کے ہمنوا علماء نے اس کو مخدرات میں شمار کیا ہے اور مخدر ہونے کی وجہ سے اس کی حرمت کے قائل ہیں، لیکن یہ خواہ مسکر ہوں یا خواہ مخدر دونوں صورتوں میں اس کا استعمال حرام ہوگا۔ اگر اس کے سکر کو دیکھیں تو "کل مسکر حرام" کے سبب اور اس کے مخدر ہونے کی طرف صرف نظر کریں تو "نهى عن كل مسكر ومفتر" کی رو سے حرام ہوگا۔

حنفیہ کا موقف

امام محمد علیہ الرحمہ کا قول اس باب میں مفتی بہ ہے کہ "ما أسكر كثيره فقليله حرام" یعنی جس کا کثیر سکر پیدا کرے اس کا قلیل بھی حرام ہے، علامہ شامی کا رجحان اس قول کو سیال مسکرات کے ساتھ خاص کرنے کا معلوم ہوتا ہے، لیکن علامہ رافعیؒ نے ان کے اس رجحان پر عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ فتاوی بزازیہ میں امام محمد کا جو قول منقول ہے وہ مطلق ہے، بس یہ قول مطلق جامدات کو بھی شامل ہوگا، اگر اس کو سیال کے ساتھ خاص کرتے ہیں تو نقل صریح کی حاجت ہے (جو یہاں مفقود ہے)۔

قال في الدر: قلت: وفي البزازية: وقال محمد: ما أسكر كثيره فقليله حرام، قال ابن عابدين: الظاهر أنه خاص بالأشربة المائعة دون الجامد كالبنج والأفيون... هذا ما ظهر لفهمي القاصر... الخ۔ قال الرافعي: هذا الاستظهار يحتاج لنقل صريح والا فعبارة البزازية عامة شاملة للجامدات (در المختار مع رد المحتار: ۱۰/ ۳۶، كتاب

الأشربة، دار الكتاب ديوبند)۔

یہی بحث علامہ شامی نے کتاب الحدود باب حد الشرب، مطلب فی البنج والحشیش والافیون میں چھیڑی ہے اور وہاں بھی اشربہ مائعہ کے ساتھ امام محمد کے قول کو خاص کیا ہے، اور دلیل یہ پیش کی ہے، اگر یہ حرمت جامدات قلیل کو بھی شامل ہو تو اس کے زمرے میں زعفران عنبر بھی آجائیں گے (جن کا کثیر سکر ہے) حالانکہ اس کی حرمت کا کوئی بھی قائل نہیں، نیز اس سے ان کا نجس ہونا بھی لازم آئے گا؛ کیوں کہ خود امام محمد علیہ الرحمہ کی طرف یہ مقولہ بھی منسوب ہے کہ جس چیز کا کثیر حرام ہو تو اس کا قلیل بھی نجس حرام ہے جبکہ افیون بنج کے نجس ہونے کا کوئی قائل نہیں۔

لیکن علامہ رافعی سابق حکم کی طرح یہاں بھی مطمئن نہیں دکھائی دیتے، چنانچہ انھوں نے تبیین المحارم کے حوالے سے ایک جزئیہ نقل کیا ہے، جو اس بات پر دال ہے کہ امام محمد علیہ الرحمہ کا یہ قول اشربہ مائعہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ وہ جامدات کو بھی شامل ہے۔

ثم رأيت في تبيين المحارم مانصه: وأما الأفيون فهو حرام عند محمد قليله وكثيره (تقرير رافعي: ۴/ ۴۱، كتاب الحدود، ط: زكريا)۔

لیکن اگر غور کیا جائے تو علامہ شامیؒ کے بموجب جامد قلیل بھی اسی وقت حلال ہے جب اس کو بہ طور تداوی علاجًا استعمال کیا جائے، تلہی وطرب کے لیے ان کا قلیل استعمال ان کے نزدیک بھی حرام ہے۔

فی زمانا: ان مخدرات کو استعمال کرنے والوں کی اکثریت بلکہ کلیت ان اشیاء کو طرب مستی اور نشہ وسکر کے لیے کرتی ہے اس لیے ان کے حرام ہونے میں کوئی کلام نہیں رہ جائے گا۔

والحاصل: ان استعمال الكثير المسكر منه حرام مطلقًا، و أما القليل للهو حرم (تقرير رافعي: ۶/ ۴۰، زكريا)

ثانیًا: شریعت نے مسکرات کے سلسلے میں جس شدت سے منع فرمایا ہے اور اس کی حرمت بتلائی ہے اس مزاج ومذاق کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ یہ حرمت صرف سیال کے ساتھ نہ ہو۔

ثالثًا: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں خمر (شراب) کی جو خرابیاں بیان فرمائی ہیں:

إنما يريد الشيطان أن يوقع بينكم العداوة والبغضاء في الخمر والميسر ويصدكم عن ذكر الله وعن الصلاة فهل أنتم منتهون

(سورۃ مائدہ: ۹۱).

شیطان ملعون کے لیے شراب مسلمانوں میں بغض وعداوت پھیلانے کا ذریعہ ہے، اس سے ذکر اللہ اور نماز سے دوری ہوتی ہے، یہ ان جامد نشہ آور اشیاء میں بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے، اور اس میں سیال مسکرات مفاسد کے علاوہ اور بھی بہت سے ہیں جو خود ان سیال میں نہیں پائے جاتے، اس علت مشترکہ کا مقتضی بھی یہی ہے کہ یہ حرمت سیال کے ساتھ خاص نہ ہو آخر میں شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کی ایک عبارت نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں، وہ فرماتے ہیں:

وقول النبي صلى الله عليه وسلم: كل مسكر خمر وكل خمر حرام يتناول ما يسكر. ولا فرق بين أن يكون المسكر ماكولًا أو مشروبًا أو جامدًا أو مائعًا: فلو اصطبغ كالخمر كان حرامًا ولو أماع الحشيشة وشربها كان حرامًا

(فتاوى الخمر والمخدرات: ۳۰)۔

موسوعہ فقہیہ میں ہے:

وكما أن ما أسكر كثيره حرم قليله من المائعات، كذلك يحرم مطلقًا، ما يخدر من الأشياء الجامدة المضرة بالعقل أو غيره من أعضاء الجسد (موسوعه: ۱۱/ ۳۵، ۳۴)۔

الجواب وبالله التوفيق:

سوال میں جو طریقۂ استعمال مذکور ہے اس کے علاوہ اور بھی دیگر ذرائع استعمال ہیں جن سے نشہ آور اشیاء سے استفادہ کیا جاتا ہے جو طریقے رائج ہیں، وہ یوں ہیں:

نشہ آور اشیاء کو چبا کر استعمال کیا جائے، یہ طریقہ بہت مضر ہے، کیوں کہ اس طرح استعمال کرنے سے زہریلے اثرات معدے تک پہنچ جاتے ہیں:

والأمر المتوحشة تمضغه، وهٰذه الطريقة أكبر الطرق ضررًا لدخوله فى المعدة مع الريق (الدريه السنية فى الاجوبة النجديه: ۸۲ الشاملة)۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سونگھ کر استعمال کیا جائے، مثلاً: نسوار کو پاؤڈر کی شکل میں تیار کر کے اس میں دیگر اجزا ملا کر لمبی سانس سے اس کو سونگھا جائے، یہ طریقہ بھی کافی نقصان دہ ہوتا ہے، کیوں کہ اس سے بھی زہریلے اثرات ناک کے راستے داخل ہوتے ہیں۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ نشہ آور سفوف کو سگریٹ یا پائپ میں رکھ کر استعمال کیا جائے، عالمی سطح پر یہ طریقہ بہت رائج ہے۔

چوتھا طریقہ یہ ہے کہ ذرات کی شکل میں بہ طور منجن استعمال کریں، جس طرح ہندوستان میں لوگ ''گل'' استعمال کرتے ہیں۔

پانچواں طریقہ انجکشن کے ذریعہ مسکرات کو بدن کے حصہ میں داخل کیا جائے یہ طریقہ آج کل ہیروئن کے لیے رائج ہے، اس کے لیے ہیروئن کو پانی میں ڈال کر تحلیل کر کے اس کو گرماتے ہیں جب بلبلہ پیدا ہوتا ہے تو اس کو سرنج میں بھر لیتے ہیں اور شریان کو ابھار کر اس میں سرنج چبھوتے ہیں اس طرح وہ سیال مادہ جسم کے اندر داخل ہو جاتا ہے، اس کے لئے عموماً بازوؤں کے شریانوں کو استعمال کیا جاتا ہے، ان کے خراب ہونے کی صورت میں ہتھیلیوں کے شریانوں کا استعمال کیا جاتا ہے، ٹانگوں اور پیٹھ پر بھی انجکشن لگوائے جاتے ہیں، بعض نشہ آور عورتیں اس کو اپنی چھاتی پر لگواتی ہیں۔

بہر حال یہ جتنے بھی ذرائع ہیں، ان کا متفقہ حکم یہی ہے کہ جن نشہ آور اشیاء کا استعمال کثیر مقدار میں حرام ہے ان کا قلیل بھی حرام ہے، ان کو کسی بھی شکل میں داخل جسم کیا جائے یا اس سے استفادہ اور انتفاع کیا جائے حرام ہوں گے، صرف منھ کے ذریعہ استعمال پر حرمت موقوف نہ ہوگی۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ: نبی کریم علیہ السلام نے جب کل مسکر خمر و کل خمر حرام فرمایا تو یہ جمیع مسکرات کو شامل ہونے کے ساتھ ساتھ تمام طریقۂ استعمال بھی اس زمرے میں آئیں گے خواہ وہ طریقے دور نبوی میں وجود پذیر نہ ہوئے ہوں، اور اس حدیث کی رو سے وہ حرام قرار پائیں گے (فتاوی الخمر والمخدرات لابن تیمیہ)۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ: اگر ہم پچھلے لوگوں کے احوال اور ان کے طریقۂ استعمال پر نظر ڈالتے ہیں تو اس کی چند شکلیں سامنے آتی ہیں، جن کا فقہائے کرام نے احاطہ کر کے ان کا حکم بیان فرمایا ہے: وہ شکلیں درج ذیل ملتی ہیں:

۱- شراب سے چوپایوں کو سیراب کرنا۔

۲- مٹی میں ملا کر گارا بنانا۔

۳- عورتوں کا اپنے بالوں میں چمک پیدا کرنے کے لیے سر میں تیل کی جگہ لگانا۔

۴- سرمہ کی جگہ اس کا استعمال کرنا۔

۵- ذکر کے سوراخ میں قطرات ٹپکانا۔

یہ مذکورہ صورتیں ممکن ہے پہلے استعمال میں ہی ہوں مگر فی زمانا یہ متروک ہو چکی ہیں، تاہم فقہائے کرام نے ان سب پر حرمت کا ہی حکم لگایا ہے کہ یہ سب انتفاع کی شکلیں ہیں اور اس سے انتفاع حرام ہے۔

صاحب درمختار لکھتے ہیں:

وحرم الانتفاع بها وهو لسقى دواب أو لطين أو نظر للتلهى. أو فى دواء أو دهن أو طعام أو غير ذلك (الدر)۔

و فى الشامية: كامتشاط المرأة بها ليزيد بريق شعرها أو الاكتحال بها أو جعلها فى سعوط. ومنه مايأتى من

الاحتقان بها أو اقطارها في إحليل. قال الاتقاني: لأن ذلك انتفاء بالخمر وأنه حرام (الدر المختار مع رد المحتار: ۱۰/۲۸، کتاب الاشربه، ط: دار الکتاب دیوبند)۔

(اور شراب سے فائدہ اٹھانا حرام ہے، خواہ چوپایوں کو سیراب کرنے کے لیے ہو یا مٹی کے لیے یا بہ قصد لہو اس کا دیدار کر کے، یا تیل یا تھ میں ڈال کر ہو (وغیرہ وغیرہ)۔ (علامہ شامی لکھتے ہیں:) مثلاً عورتوں کا اپنے بالوں میں چمک کا اضافہ کرنے کے لیے کنگھا کرنا یا اس کا سرمہ لگانا (جسم کے اندر داخل کرتے ہوئے) بذریعہ ناک اندر ڈالنا، یا اس سے حقنہ لگانا یا اس کو ذکر کے سوراخ میں ٹپکانا، اتقانی فرماتے ہیں اس لیے ان تمام صورتوں میں شراب سے انتفاع ہے اور اس سے انتفاع حرام ہے)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ حشیش کے کچھ طریقہ استعمال تحریر کرتے ہوئے ان پر بھی حرمت کا حکم لگایا ہے:

وأما قليل الحشيشة المسكرة فحرام عند جماهير العلماء فلو اصطبغ كالخمر كان حرامًا. واما لو أماع الحشيشة فشربها لكان حرامًا (فتاوى الخمر: ۳۰)۔

جو اشیاء محور سوال ہیں ان کا مختصر تعارف مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ نفس مسئلہ میں آسانی ہو۔

افیم: عربی میں اس کو ''افیون'' سے تعبیر کرتے ہیں، اس کا استعمال بہت قدیم زمانے سے ہوتا چلا آرہا ہے، یہاں تک کہ قبل مسیح اس بات کے شواہد موجود ہیں کہ پرانی تہذیبوں میں یہ طبی وتداوی کے لیے رائج تھی، البتہ انیسویں صدی میں اس کے سلسلے میں اہم پیش رفت ہوئی ۱۸۰۵ء میں ایک جرمن سائنس داں نے افیون سے مارفین علیحدہ کی، اس ایجاد نے منشیات کے استعمال کی جدید بنیاد رکھی، پھر ۱۸۳۲ء میں افیون سے کوڈین نکالی گئی، کچھ عرصے بعد افیون کے دوسرے سالٹ علیحدہ کیے گئے، ابتدائی یہ خیال تھا کہ یہ سالٹ بیماری کا بہترین علاج ہے مگر اس کے منفی پہلو پر توجہ نہ دی گئی، نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا استعمال نشہ وسکر کے لیے زیادہ ہونے لگا، اس طرح یورپ میں منشیات کے عادی افراد میں زبردست اضافہ ہوا، ۱۸۵۳ھ میں سوراخ دار سوئی کی ایجاد نے نشہ کی الگ ہی داغ بیل ڈالی اس سے براہ راست مسکرات کو تحلیل کر کے جسم میں داخل کیا جانے لگا، پھر ۱۸۵۷ء میں دو انگریز سائنس دانوں نے مارفین مہیا کی اور اس پر تحقیق شروع ہوئی۔ ۱۸۹۸ء میں ایک ادویہ ساز کمپنی نے اس کو مارکیٹ میں ہیروئن کے نام سے متعارف کرایا، دوسری طرف بعض ادویہ کمپنیوں نے اس کو نشہ چھڑانے والی دوا قرار دیا، ۱۹۱۲ء تک بہت سے لوگوں نے ہیروئن کے مہلک اثرات سے روشناسی حاصل کر لی تھی، اور اس پر کنٹرول کرنے کے لیے چند اہم ملکی قوانین وضع کیے، تاہم انہیں اس میں بہت حد تک کامیابی ملی، لیکن اس وقت بہت سے ممالک اس کے استعمال کا مرکز بن چکے تھے، جہاں لوگ اس کو نشہ ہی کے لیے استعمال کرتے تھے۔

مارفین: لفظ مارفین یونانی دیوتا مارفین سے ماخوذ ہے، یہ افیون سے کشید کی جاتی ہے، اس کے مختلف مراحل ہیں، پھر اسی مارفین سے لیبارٹری کے ذریعہ دیگر کیمیکل اجزاء شامل کر کے ہیروئن تیار کی جاتی ہے، مارفین کی قانونی طور پر بھی پروڈکٹ ہوتی ہے، ایسی مارفین کا استعمال بہ طور علاج کئی بیماریوں میں ہوتا ہے۔

مذکورہ وضاحت سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ افیون اور مارفین کو بہ طور تداوی بھی استعمال کیا گیا ہے اور اس میں علاج کرنے کی صلاحیت موجود ہے، اگرچہ اس کا کثیر استعمال نشہ کے لیے ہوتا ہے اور آگے اسی مقصد سے اس کا فروغ ہوا ہے اور اس کی تجارت پروان چڑھی جب اس کا استعمال دواء مسکراً ہوتا ہے تو اس کے خرید وفروخت، کاشت وزراعت میں اعانت علی المعصیۃ کا پہلو آئے گا۔ اور اسی اصول پر اس کا حکم متفرع ہوگا، جاننا چاہئے کہ اعانت علی المعصیۃ مطلقاً ممنوع نہیں کیوں کہ اس مفہوم کو اگر عام رکھا جائے تو پھر دنیا کا کوئی بھی مباح کام مباح نہ رہے گا، مثلاً کھیتی کرنے سے یا پھل اگانے سے کسان اس بات کا سبب بنتا ہے کہ اس سے اعداء اللہ بھی منتفع ہوتے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ اس کے کچھ قواعد وضوابط ہوں جس سے مباح چیز اپنی اباحت پر برقرار ہے اس کی تفصیل یوں ہے:

اعانت علی المعصیت نص قرآنی کی رو سے حرام ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ولا تعاونوا على الاثم والعدوان (المائدہ: ۲)۔ (گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو) آیت میں اعانت سے مراد وہ اعانت ہے جس میں معین کے عین فعل سے وہ معصیت قائم ہو اور یہ تین

صورتوں میں ممکن ہے:

۱- معین مددگار کی اعانت کرنے کی نیت ہو۔

۲- اعانت کرنے کی تصریح کرے۔

۳- اس چیز کو معصیت کے لیے اس طرح متعین کردے کہ غیر معصیت میں اس کے استعمال کا احتمال باقی نہ رہے۔

لیکن اگر معصیت، معین کے عین فعل کے ساتھ قائم نہ ہو تو اس کو حقیقۃً اعانت نہیں کہیں گے بلکہ اس کو معصیت کا سبب کہیں گے، اور جن حضرات نے اس پر اعانت کا اطلاق کیا ہے، وہ مجازاً ہے- پھر اگر سبب معصیت کی طرف داعی اور محرک ہو تو اس کا سبب بننا مثل اعانت کے حرام ہے ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ (انعام:۱۰۸)۔ اور اگر محرک اور داعی نہ ہو بلکہ مفضی الی المعصیت ہو اور معصیت انجام دینے کے لیے فاعل کو کسی تبدیلی کی ضرورت نہ ہو مثلاً: فتنہ پرور لوگوں کے ہاتھ اسلحہ فروخت کرنا، یا امرد غلام کا ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا جو لواطت کا ارادہ کررہا ہو ان تمام صورتوں میں فروخت کرنا مکروہ تحریمی ہے بشرطیکہ بائع کو زبانی تصریح کیے بغیر ان باتوں کا علم ہوجائے ورنہ وہ معذور کہلائے گا، اور اگر علم ہوجانے کے بعد فروخت کیا تو اعانت کی وجہ سے حرام ہوگا، اور اگر محرک اور داعی نہ ہو مفضی الی المعصیت ہو اور معصیت انجام دینے کے لیے اس میں تبدیلی کی ضرورت پیش آئے تو یہ صورت مکروہ تنزیہی ہے۔

(از احکام القرآن للعثمانی: ۳/ ۷۴)۔

نفس مسئلہ میں بھانگ افیم کی کاشت، بیع وشراء کے حوالے سے دو چیزیں سامنے آتی ہیں:

۱- بھانگ افیم کا استعمال دوا میں ہوتا ہے۔

۲- برائے نشہ استعمال ہوتا ہے۔

افیون بھانگ کا معاملہ یہ ہے کہ عین معصیت کے ساتھ قائم نہیں کیوں کہ اس سے دوسرے کام بھی لیے جاتے ہیں، مثلاً: دوائیاں بنائی جاتی ہیں، البتہ یہ معصیت کا سبب ہے مگر محرک اور داعی نہیں بلکہ مفضی الی المعصیت ہے، اس لیے اس کی کاشت مکروہ تحریمی ہے بشرطیکہ کاشت سے نیت منشیات کو فروغ دینے کی نہ ہو ورنہ اعانت علی المعصیت کی وجہ سے حرام ہوگا۔

ہیروئن چوں کہ صرف نشہ کے لیے استعمال کی جاتی ہے، علاوہ اس کے کوئی دوسرا محمل نہیں ہے نیز یہ شئی معصیت کے ساتھ اس درجہ متعلق ہے کہ غیر معصیت کا احتمال نہیں اس لیے اس کا تیار کرنا خریدنا بیچنا سب حرام ہوگا۔

لیکن یہ تمام تفصیل اس وقت ہے جب حکومت نے ان اشیاء کی کاشت کاری کی اجازت دی ہو اگر پابندی لگادی ہو تو ان کی کاشت کرنا ناجائز ہوگا، کیوں کہ کاشتکاری پر پابندی لگانا بظاہر نصوص شرعیہ سے متصادم نہیں معلوم ہوتا ہے اور وہ احکام جس میں پابندی ہو اور وہ نصوص شرعیہ سے متصادم نہ ہوں تو اس میں امیر کی طاعت واجب وضروری ہے۔

فتاویٰ اکابر

منتخبات نظام الفتاوی میں ہے: ہیروئن بڑی نشہ آور چیز ہے اور نشہ لانے کے لیے استعمال بھی ہوتی ہے، اس کا خریدنا بیچنا اپنے ملک کے اندر ناجائز ہے اور افیون بھی گھول کر پینا نشہ آور ہے، اس لیے اس کا بھی یہی حکم ہے۔ ہاں، بہت تھوڑی مقدار میں مخدر ہوتی ہے (منتخبات: ۱/ ۳۰۰)۔

احسن الفتاویٰ میں ہے: افیون کی خرید وفروخت دواء کے لیے جائز ہے، دواء کے علاوہ افیون کی خرید وفروخت مکروہ تحریمی (احسن الفتاوی: ۶/ ۴۹۴)۔

فتاویٰ محمودیہ میں ہے: گانج بھنگ افیون کی تجارت مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ اگر حکومت کی طرف سے پابندی ہو تو اس کی خلاف ورزی جائز نہیں۔

ظاہر ہے کہ ہندوستان میں اسلامی حکومت نہیں اور نہ ہی کوئی حاکم، امیر قاضی شرعی ہے جو مصلحۃً یا حالات کے تناظر میں تعزیرًا اس جیسے قدم اٹھا سکے، اگر اسلامی حکومت ہوتی تو یہ شاید سوال ہی نہ ہوتا کہ تعزیرًا قتل کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، لیکن اسلامی حکومت کے نہ ہونے کی وجہ سے اجرائے حدود متعذر ہے

الإمام شرط استيفاء القصاص كالحدود عند الاصوليين (الدر المختار مع رد المحتار: ۱۰/ ۱۵۱، كتاب الحدود، ط: دار الكتاب ديوبند)۔

البتہ تعزیر کا قیام بدوں امام کے ممکن ہے (جیسا کہ آگے آرہا ہے)۔

مجموعۂ احادیث پر نظر دوڑائیں تو بعض احادیث میں تعزیرًا قتل کرنے کی صراحت ملتی ہے، مثلاً: ایک شخص نے محارم کے ساتھ زنا کاری کی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سر قلم کرنے کا ارشاد فرمایا تھا،

فقہ حنفی میں بھی بعض جرم پر تعزیرًا قتل کا جواز ملتا ہے مثلاً: لواطت میں قتل کرنا یا پہاڑ سے گرانا۔

حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے چوں کہ آپ علیہ السلام کی ایماء پر ہوا تھا اور اس وقت اسلامی حکومت تھی، اس لیے اس میں کوئی کلام نہیں۔ البتہ سوال میں مذکور جرائم پر پھانسی کی سزا (تعزیرًا) مقرر کی جاسکتی ہے، کیوں کہ یہ از قبیل حدود نہیں ہوں گی اور علامہ شامی نے لکھا ہے کہ تعزیر کے لیے امام کا ہونا ضروری نہیں، چنانچہ شوہر اپنی بیوی، آقا اپنے غلام پر تعزیرًا سزا مقرر کرسکتا ہے۔ علامہ شامی نے حدود و تعزیر میں دس فرق بیان کیا ہے، من جملہ اس میں ایک یہ کہ تعزیر کے لیے امام ضروری نہیں، وہ لکھتے ہیں:

الفرق بين الحد والتعزير أن الحد مقدر، والتعزير مفوض إلى رأى الإمام، وزاد بعض المتأخرين أن الحد مختص بالإمام والتعزير يفعله الزوج والمولى، وكل من رأى أحد يباشر المعصية (رد المحتار ۶/ ۱۰۳، كتاب الحدود باب تعزير، ط: زكريا ديوبند)۔

ثانیاً: ہیروئن جس سے امن عالم متاثر ہے اور ایک اچھے معاشرہ میں گھن کی طرح شامل ہوکر اس کو کھوکھلا کرنے اور پُرامن ماحول کو پلید کرنے میں کلیدی رول ادا کرتی ہے، اس سے دنیاوی یا دینی کوئی بھلائی بھی متعلق نہیں سوائے اس کے کہ اسمگلر اس سے داد عیش دیتے ہیں اور لوگوں کو اس کا عادی بنا کر ان کے جسم و جان سے کھلواڑ کرتے ہیں، دوسری طرف حکومت کو اس پر روک تھام کے لیے زر کثیر صرف کرنا پڑتا ہے، اس لیے حکومت اگر ایسے قوانین وضع کرے جو ان منشیات کی پابندی کو حتمی بنا سکیں تو اس کے لیے اس طرح کے قوانین وضع کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے اور اس بناء پر مجرمین کو قتل کرنے کا جواز مستفاد ہوتا ہے۔

علامہ جزیری تحریر فرماتے ہیں:

ولو أنصفت الحكومات الإسلامية لأصدرت تشريعًا مشددًا حكما رادعًا قاسيًا حتى يروع كثيرا من الذى يتعاطون هذه المهلكات ويفسدون عقولهم وأجسامهم وأموالهم ولو أدى ذلك إلى إصدار حكم الإعدام على المهاربين وكبار المشتغلين بتجارته (الفقه على المذاهب الاربعة)۔

(کاش تمام اسلامی حکومتیں متحدہ طور پر اس کے خلاف سخت قوانین اور حتمی پابندی عاید کریں تاکہ بہت سے اشخاص جو اپنی صحت و دولت کو منشیات میں تباہ کر رہے ہیں، اس سے باز آئیں، خواہ اس حکم کی رو سے ناجائز کاروبار کرنے والوں اور منشیات کے بڑے بڑے تاجروں کو موت کے گھاٹ اتارنا پڑے)۔

اس سے زیادہ مؤکد انداز میں علامہ وہبہ زحیلی نے اس پہلو پر تحریر فرمایا ہے:

واتفق الفقهاء على تعزير متناول المخدرات ... وأجاز فقهاء الحنفية والمالكية أن تكون عقوبة التعزير هي القتل. ويسمونه القتل سياسة أي إذا رأى الحاكم المصلحة في ذلك. وكان جنس الجريمة يوجب القتل كما في

حال التكرار، أو إدمان المسكرات والمخدرات واعتياد الإجرام أو العصا أو الخشب، وهذا يصلح دليلاً مستندًا، لما أفتى به بعض المفتيين المعاصرين من اقتراح مشروع قانون يقضي بعقوبة متعاطي المخدرات بالإعدام شنقًا، وفي ذلك توفير مؤيد ورادع من قبل السلطة الحاكمة لكل من يتاجر بالمخدرات أو يتعاطاها أو يقوم بتهريبها (الفقه الاسلامي وادلته: ۷/ ۴۵۱، عقوبة تناول المخدرات ط: دار الفكر)۔

پاکستان جامعہ عثمانیہ میں منشیات کے تعلق سے ۱۵/ مئی ۲۰۰۷ء میں جامعہ عثمانیہ کی مجلس فقہی کا ایک اجلاس منعقد ہوا تھا، اس میں متفقہ طور پر یہ قرارداد منظور ہوئی کہ پیشہ آور اسمگلر کو اس کی نوعیت دیکھتے ہوئے مصلحتاً یا سیاسۃً ہیروئن کے پیشہ آور اسمگلر کے لیے موت کی سزا بطور تعزیر کے قانون بنایا جاسکتا ہے، بلکہ ایسا کرنا ضروری ہے۔

البتہ اس حکم کو عام نہیں رکھنا چاہئے بلکہ اس کے لیے کچھ شرائط متعین کرنی چاہئے تاکہ حکومت شتر بے مہار کی طرح ہر ایک کو دار ورسن کا نشانہ نہ بنا سکے، بالخصوص ان حالات میں جب کہ حکومت کی مسلمانوں کے ساتھ متعصبانہ رویہ کی جھلک محسوس کی جاتی ہے، عین ممکن ہے کہ اسمگلر کی ایک فہرست جاری کر کے اس میں مسلمانوں کو سرفہرست دکھلا کر فرضی انکاؤنٹر، پھانسی سولی پر چڑھادے، اور یہ عمل اس کے لیے اس وقت یقینی بن سکتا ہے، جب اس عمل کا علی الاطلاق جواز اس کے ہاتھ لگ جائے، وہ شرائط کچھ اس طرح ہونی چاہئے۔

اولاً: حکومت نے ابتداء اس کی تجارت پر پابندی عاید کی ہو اور قانوناً اس کو جرم گردانا ہو۔

ثانیاً: قتل کیے بغیر اس اسمگلنگ پر قدغن نہ لگ سکتی ہو۔

ثالثاً: قتل کی سزا ہر ایک شہری کے لیے عام ہو خواہ وہ کسی بھی مذہب کا پیروکار ہو اور حکومت اس کا غیر جانبدارانہ طور پر نفاذ کرتی ہو۔

رابعاً: قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اگر کوئی شخص اس جرم کا مرتکب ہو تو حکومت کو چاہئے کہ اس کو پہلی مرتبہ میں قتل کی سزا نہ دے، بلکہ کچھ تعزیر کر کے یہ دھمکی دیتے ہوئے رہا کردے کہ دوبارہ بخشا نہیں جائے گا، پھر اگر وہ دوبارہ گرفتار ہو جائے تو قاعدہ: أعذر من انذر کے تحت پھانسی کی سزادی جاسکتی ہے اور اس طرح نظیر بھی ملتی ہے:

إذا أمر الأمير العسكر لشئ، فعصاه واحد، لايؤديه به في اول وہلة، بل ينصحه، فإن عاد بلا عذر أدبه" (رد المحتار: ۱۰/ ۱۴۲، کتاب الأشربه، ط: دارالکتاب دیوبند)۔

ان تمام شرائط کی دلیل یہ اصول بن سکتا ہے۔

تجب اطاعته فيما أباحه الشرع وهو ما يعود نفعه على العامة، أخذ البيرى من هذا أنه لو أمر بصوم يوم الطاعون ونحوه يجب امتثاله (رد المحتار: ۱۰/ ۴۲، کتابه الاشربه، ط: دارالکتاب، دیوبند)۔

مخدرات ومسکرات کے عادی اشخاص سے نشہ کی عادت چھڑانا نہ صرف یہ کہ یہ جائز بلکہ یہ امر مستحسن ہے اور یہ پلید معاشرہ کو صاف شفاف بنانے میں ایک سنگ میل کی حیثیت کا حامل ہے، لیکن اس کو چھڑانے کے لیے مشروع طریقہ اپنانے پر ہی اجر وثواب کا مستحق ہوگا۔

نشہ آور اشیاء سے علاج کرنے میں تداوی بالمحرمات کا مسئلہ آئے گا، جس کی تفصیل یوں ہے:

حنابلہ کے نزدیک محرمات سے تداوی جائز نہیں۔

قال ابن قدامة: ولايجوز التداوى بمحرم ولا بشئ فيه محرم، مثل البان الأتن ... ولا شرب الخمر للتداوى لما ذكر (المغنى: ۱۱/ ۸۳، کتاب الاطعمه)۔

مالکیہ کے نزدیک بھی تداوی بالمحرمات مطلقاً ناجائز ہے۔

قال القرطبي: وأما التداوى بها أى بالخمر فمشهور المذهب أنه لا يحل (تفسیر قرطبی)۔

شوافع کے نزدیک غیر محرم اشیاء میں اگر شفا کا یقین ہو تو تداوی کے لیے اس کا استعمال کرنا جائز ہے، مسکرات سے علاج ومعالجہ نہیں۔

قال النووی فی المجموع: مذہبنا جواز التداوی بجمیع النجاسات سوی المسکر ... ودلیلنا حدیث العرنیین۔

احناف کا اس سلسلے میں مختلف قول ہے:

ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا مشہور قول یہ ہے کہ تداوی بالمحرم جائز نہیں، کیوں کہ نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد ہے: اللہ تبارک وتعالیٰ نے حرام اشیاء میں تمہاری شفا نہیں رکھی، امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے نزدیک محرمات کا استعمال بہ طور تداوی جائز ہے غیر علاج کے لیے جائز نہیں، امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک شرب بول تداوی اور غیر تداوی دونوں کے لیے جائز ہے۔ حدیث عرنیین کی وجہ سے۔

لیکن اکثر مشائخ حنفیہ نے امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول پر فتوی دیا ہے جب کہ ماہر طبیب نے اس چیز کے استعمال کا مشورہ دیا ہو اور اس کے علاوہ دوسری دوا دستیاب نہ ہو۔

قال ابن نجیم فی البحر:

قد وقع الاختلاف بین مشائخنا فی التداوی بالمحرم، ففی النہایۃ عن الذخیرۃ، الاستشفاء بالحرام لا یجوز إلا إذا علم أن فیہ شفاء ولم یعلم دواء آخر. وفی فتاوی قاضی خان معزیًا الی نصر بن سلام: معنی قولہ علیہ السلام: ان اللہ لم یجعل شفائکم فیما حرم علیکم، إنما قال ذلک فی الاشیاء التی لایکون فیہا شفاء فأما إذا کان فیہا شفاء فلا بأس بہ. ألا تری ان العطشان یحل لہ شرب الخمر (البحر الرائق: ۱/ ۲۰۴، کتاب الطہارۃ، ط: زکریا دیوبند)۔

صورت مسئولہ میں اگر امام ابو یوسف کے قول کو جو اس باب میں مفتی بہ ہے، لیا جائے تو مسکرات کا استعمال بہ طور تداوی یعنی نشہ چھڑانے کے لیے جائز ہوگا، نیز یہاں پر دو ضرر (امر منہیہ کا ارتکاب) پائے جاتے ہیں:

۱- ادمان الخمر: شراب کو عادت کی بناء پر مستقل پینا۔ ۲- تداوی بالخمر: شراب کی عادت چھڑانے کے لیے مسکرات کا استعمال۔

ظاہر ہے ان دونوں صورتوں میں اخف واہون ثانی ہے کہ بہ طور تداوی چند مرتبہ استعمال کر لینے سے ہمیشہ کے لیے ام الخبائث سے نجات ملنے کا امکان موجود ہے اور قاعدہ موجود ہے کہ دو ضرر کے موجود ہونے کے وقت اہون کا ارتکاب کر کے اعظم کی رعایت کی جائے گی۔

إذا تعارض المفسدتان روعی اعظمہما ضررًا بارتکاب اخفہما. قال الزیلعی فی باب شروط الصلاۃ: ثم الاصل فی جنس ہذہ المسائل ان من ابتلی ببلیتین. وہما متساویتان یاخذ بائیتہما شاء وان اختلفا یختار اہونہما، لأن مباشرۃ الحرام لاتجوز إلا للضرورۃ. ولا ضرورۃ فی حق الزیادۃ (الاشباہ: ۱/ ۳۱۹، الفن الاول فی القواعد)۔

نیز علامہ شامی نے دوٹوک لکھا ہے کہ مخدرات ومسکرات کے عادی شخص کا نشہ چھڑانے کے لیے علاوہ خمر ان کے جیسی کسی اشیاء کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں، وہ لکھتے ہیں:

فرع: قدمنا فی الحظر والإباحۃ عن التاتارخانیۃ أنہ لا باس بشرب مایذہب بالعقل لقطع نحو أکلۃ. أقول: ینبغی تقییدہ لغیر الخمر وظاہرہ انہ لا یتقید بنحو بنج من غیر المائع. وقیدہ بہ الشافعیۃ (رد المحتار: ۱۰/ ۴۳، کتاب الاشربۃ، ط: دار الکتاب دیوبند)۔

اس لیے اگر کسی شخص کو مسکرات ومخدرات کی عادت چھڑانے کے لیے نشہ آور اشیاء کے استعمال کی ضرورت پڑے تو ان کا استعمال جائز ہوگا۔

ہذا ما ظہر لی واللہ علمہ اتم واحکم۔

☆☆☆

شرعی نقطۂ نظر سے نشہ آور اشیاء کے احکام

مولانا مفتی فرید الحق [1]

حامدًا و مصلیًا و مسلمًا!

نشہ آور اشیاء کے دینی، دنیوی، جسمانی اور روحانی مفاسد کی فہرست طویل ہے جس کو رسول کریم ﷺ نے ایک کلمہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ وہ ''ام الخبائث یا ام الفواحش'' ہے۔ اس لئے اس کے مفاسد و مضرات کے بارے میں طویل بحث کی کوئی ضرورت نہیں۔ البتہ زیر بحث مسئلہ کی وضاحت کیلئے یہاں مختصر بات عرض خدمت ہے، وہ یہ کہ نشیلی اشیاء سے متعلق بعض فقہاء کا یہ موقف معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اثر اور نتیجہ کو سامنے رکھا ہے اور ہر نشہ آور چیز کو حرام قرار دیا ہے، اور بعض فقہاء نے اس کو ملحوظ رکھا ہے کہ وہ کن اجزاء سے مرکب ہے: البتہ خمر بالمعنی الحقیقی کی مقدار قلیل وکثیر کا حرام ونجاست غلیظہ ہونا اور اس کا خارجی استعمال بھی ناجائز ہونا اور شارب پر حد شرعی عائد ہونا اگرچہ مسکر نہ ہو اس پر تمام فقہاء کا اجماع ہے (دیکھئے: در مختار علی ہامش رد المحتار ۶/ ۴۴۸، ۴۴۹، کتاب الأشربۃ، ایچ ایم سعید)۔

مگر جو شراب انگور اور کھجور کے علاوہ گیہوں، باجرا، جو، شہد، دودھ وغیرہ سے تیار کی گئی ہو شیخین کے نزدیک اس وقت حرام ہے جب اتنی مقدار پی جائے جس سے نشہ پیدا ہوتا ہو، لہٰذا ان کے نزدیک اگر مذکورہ اشیاء سے تیار کردہ شراب قدر مسکر نہ ہو اور لہو ولعب کیلئے استعمال نہ کرے بلکہ حصول قوت یا تداوی کیلئے استعمال کرے تو جائز ہے (دیکھئے: البدائع ۵/ ۴۹۷، مکتبہ زکریا، المبسوط للسرخسی ۲۴/ ۱۸)۔

مگر حضرات ائمۂ ثلاثہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور فقہائے حنفیہ میں امام محمد اغراض وآثار اور نتائج کو سامنے رکھ کر یہ فرماتے ہیں کہ تمام نشہ آور اشیاء بلافرق قلیل وکثیر کے خمر کی طرح حرام اور نجس ہے، اور یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مشہور سے استدلال کرتے ہیں جو امام ابوداؤدؒ نے تخریج کی ہے: ما أسكر كثيره فقليله حرام (ابوداؤد ۲/ ۵۱۸)۔

مشائخ احناف میں اصحاب ترجیح علماء نے بھی قوت دلائل کے لحاظ سے اور نشیلی اشیاء کے مختلف دینی ودنیوی مفاسد ومضرات جیسے باہمی بغض وعداوت کا سبب بننا، اللہ تعالیٰ کی یاد سے باز رکھنا، نماز وغیرہ سے غافل بنا دینا وغیرہ عوارض فاسدہ سے لوگوں کو بالکلیہ بچاؤ کی خاطر امام محمدؒ کے قول پر فتوی دیا اور اس کو مفتی بہ کہا ہے۔ مستزاد یہ کہ حضرات ائمۂ ثلاثہ کی رائے بھی یہی ہے (رد المحتار ۶/ ۴۵۴، ۴۵۵، نیز دیکھئے: المغنی ۱/ ۳۲۸)۔

مذکورہ بحث تو سیال نشہ آور اشیاء سے متعلق تھی جو در اصل استفتاء میں ذکر کردہ مسئلہ کی وضاحت کیلئے بطور تمہید کی گئی۔ اب یہاں سلسلہ وار جوابات عرض خدمت ہیں:

۱- وہ نشیلی اشیاء جو جامد ہوتی ہیں اور مقدار میں بہت کم، لیکن تاثیر میں عمدہ سے عمدہ شراب سے فائق ان کا شرعی حکم کیا ہے؟

فقہی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جامدات تمام احکام میں مائعات کی طرح نہیں، بلکہ اس میں قدرے تفصیل ہے، وہ یہ کہ جامدات کا استعمال اگر مقدار سکر ہو تو باتفاق فقہاء ناجائز اور حرام ہے مگر ان کے استعمال کرنے والے پر حد نہیں آئے گی۔

ہاں اگر جامدات کا استعمال اسی مقدار میں ہو جس سے نشہ پیدا نہ ہوتا ہو اور استعمال کے اغراض بھی صحیح ہوں مثلاً دوا کیلئے استعمال کرے تو اسی قدر استعمال درست ہوگا، لیکن اغراض فاسدہ کیلئے استعمال کیا جائے مثلاً لہو ولعب وغیرہ تو اس کی مقدار قلیل بھی ناجائز ہوگی۔

خلاصہ یہ ہے کہ نشہ کی بنیاد پر جتنی اشیاء ہوں جامد ہوں یا سیال، سب کی سب ممنوع اور حرام ہیں۔ محض جامد یا سیال نام کے بدلنے سے اصل حکم

[1] استاذ جامعہ اہلیہ دار العلوم معین الاسلام ہاٹہزاری، چاٹگام، بنگلہ دیش

میں کوئی فرق نہیں پڑے گا، اس کی مثال بالکل اس طرح ہے کہ قتل کرنا حرام ہے چاہے کوئی شخص چھری سے قتل کرے یا گولی چلا کر قتل کرے، یہی معاملہ نشہ آور اشیاء کا ہے۔ فرق اس قدر ہے کہ سیال نشہ آور اشیاء کے استعمال سے حد آتی ہے اگر چہ جو، گیہوں، شہد وغیرہ سے تیار ہوا اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔

والفتوى فى زماننا بقول محمد حتى يحد من سكر من الاشربة المتخذة من الحبوب والعسل واللبن والتين لأن الفساق يجتمعون على هذه الاشربة فى زماننا ويقصدون السكر واللهو بشربها (تبيين الحقائق ۷/ ۱۰۴، ایچ. ایم سعید)۔

بخلاف جامد نشہ آور شئی کے کہ اس کے استعمال سے حد نہیں آتی، ہاں حاکم کے لئے تعزیر کا حق ضرور ہے، اور سیال مطلقاً حرام ہے، قدر مسکر ہو، یا نہ ہو اور جامد اگر قدر مسکر ہو تو حرام ورنہ نہیں۔

چند فقہی روایات ملاحظہ ہوں:

۱- قال العلامة ابن عابدين (تحت قوله وقال محمد ما أسكر كثيره فقليله حرام) الظاهر أن هذا خاص بالأشربة المائعة دون الجامد كالبنج والأفيون فلا يحرم قليلها بل كثيرها المسكر وبه صرح ابن حجر فى التحفة وغيره وهو مفهوم من كلام أئمتنا لأنهم عدوها من الأدوية المباحة وإن حرم السكر منها بالاتفاق كما نذكره ... ويدل عليه أنه لايحد بالسكر منها كما يأتى بخلاف المائعة فإنه يحد ويدل عليه أيضا قوله فى غرر الأفكار وهذه الأشربة عند محمد وموافقيه كخمر بلا تفاوت فى الأحكام وبهذا يفتى فى زماننا اه فخص الخلاف بالأشربة وظاهر قوله بلا تفاوت أن نجاستها غليظة فتنبه، لكن يستثنى منه الحد فانه لايجب إلا بالسكر بخلاف الخمر (رد المحتار ۶/ ۴۵۵)۔

۲- وأيضا قال (تحت قوله ويحرم أكل البنج والحشيشة) ما فى غاية البيان عن شرح شيخ الإسلام أكل قليل السقمونيا والبنج مباح للتداوى وما زاد على ذلك إذا كان يقتل أو يذهب العقل حرام اه فهذا صريح فيما قلناه مؤيد لما سبق بحثناه من تخصيص ما مر من أن ما أسكر كثيره حرم قليله بالمائعات وهكذا يقول فى غيره من الأشياء الجامدة المضرة فى العقل أو غيره يحرم تناول القدر المضر منها دون القليل النافع لأن حرمتها ليست لعينها بل لضررها (حوالۂ بالا ۶/ ۴۵۷)۔

۳- قال الدكتور وہبه الزحيلى: يحرم كل ما يزيل العقل من غير الأشربة المائعة كالبنج والحشيشة والافيون لما فيها من ضرر محقق ولا ضرر ولاضرار فى الاسلام ولكن لاحد فيها لأنها ليست فيها لذة ولا طرب ولا يدعو قليلها إلى كثيرها وإنما فيها التعزير ويحل القليل النافع من البنج وسائر المخدرات للتداوى ونحوه لأن حرمته ليست لعينه وإنما لضرره (الفقه الاسلامى وادلته ۶/ ۱۶۶، حقانيه)۔

بغرض اختصار یہاں چند کتابوں کے حوالجات پر اکتفا کیا گیا ورنہ فقہ کی دوسری مستند کتابوں میں بھی یہ مسئلہ موجود ہے مثلاً: بزازیہ علی ہامش الهندية ۶ / ۱۲۶ مکتبہ زکریا، الدر المنتقى فى شرح الملتقى ۴ / ۲۵۱ غفاریہ، خلاصۃ الفتاوی ۴ / ۲۰۵ حقانیہ۔ فتاوی ولوالجیہ ۵ / ۲۰۸ دار الایمان- ہندیہ ۵ / ۴۱۵ زکریا۔ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۵ / ۳۵ تا ۳۸ وغیرہ۔

۲- تفصیل بالا کے مطابق جن اشیاء کا استعمال حرام قرار پایا ان سے استفادہ بہر صورت حرام ہے، خواہ براہ راست کھانے پینے کی شکل میں ان کا استعمال ہو یا انجکشن وغیرہ کی شکل میں، ہاں انجکشن وغیرہ سے استفادہ کی صورت میں حد نہ آئے گی، اور جن اشیاء کا استعمال جس مقدار میں اور جن اغراض سے صحیح اور درست ہے ان سے استفادہ بہر حال جائز ہے؛ چاہے انجکشن وغیرہ کے ذریعہ ہو یا کھانے کی صورت میں۔

علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

وحرم الانتفاع بها ولو لسقى دواب أو لطين أو نظر للتلهى أو فى دواء أو دهن أو طعام أو غير ذلك (وقال العلامة

ابن عابدين تحت قوله أوغير ذلك) ومنه ما يأتى من الاحتكان بها أو اقطارها فى إحليل قال الاتقانى لأن ذلك انتفاع بالخمر وإنه حرام إلا أنه لايحد فى هذه المواضع لعدم الشرب (رد المحتار ۶/ ۴۴۹)۔

اور امام ابوبکر کاسانیؒ فرماتے ہیں:

وأما حد الشرب فسبب وجوبه الشرب وهو شرب الخمر خاصة حتى يجب الحد بشرب قليلها وكثيرها ولايتوقف الوجوب على حصول السكر منها وحد السكر سبب وجوبه السكر الحاصل بشرب ما سوى الخمر من الأشربة المعهودة المسكرة كالسكر ونقيع الزبيب والمطبوخ أدنى طبخة من عصير العنب أو التمر المثلث ونحو ذلك (بدائع ۵/ ۴۹۶، ۴۹۷)۔

مذکورہ تصریحات سے معلوم ہوا کہ خمر اور دوسری نشہ آور اشیاء سے استفادہ بہر کیف ناجائز ہے؛ خواہ انجکشن سے کیوں نہ ہو، ہاں انجکشن سے استفادہ کی صورت میں حد نہ آئے گی؛ کیونکہ اس کے لیے منہ سے استفادہ شرط ہے۔

۳- یہاں اصل جواب سے پہلے ایک بات پیش خدمت ہے، وہ یہ کہ مباح امر "الامور بمقاصدها" قاعدہ کے تحت اغراض اور مقاصد کے تابع ہوتا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں: وأما المباحات فإنها تختلف صفتها باعتبار ماقصدت لأجله الخ (الاشباه والنظائر، الفن الاول، القاعدة الاولى: لاثواب الا بالنية ۱/ ۸۶)۔

اور علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں: وكذلك قد يكون المباح وسيلة إلى ممنوع فيترك من حيث وسيلة (الموافقات ۱/ ۸۳، القسم الثانى كتاب الاحكام، المسئلة الاولى)۔

مذکورہ تصریحات کا حاصل یہ ہے کہ مباح امر اپنی ذات کے اعتبار سے مباح ہی ہے اس میں ثواب وعذاب کا کوئی پہلو نہیں ہوتا، ہاں مباحات اغراض ومقاصد کے تابع ہوتے ہیں، اگر جائز امر کو اچھی نیت سے کیا جائے تو باعث ثواب، بری نیت سے کیا جائے تو باعث گناہ ہوتا ہے، اگر مباح گناہ کا ذریعہ ہو تو منہی عنہ اور نیکی کا ذریعہ ہو تو مطلوب ہو جاتا ہے۔

اب زیر بحث مسئلہ کاشت اور خرید وفروخت کے بارے میں بھی جس چیز کا جائز استعمال ممکن ہو تو اس کی کاشت اور خرید وفروخت تو جائز ہوگی اور جس چیز کا جائز استعمال ممکن نہ ہو بلکہ وہ ہمیشہ نامشروع امور ہی میں استعمال ہوتی ہو تو اس کی خرید وفروخت بھی جائز نہیں، اسی سے بھانگ، افیم وغیرہ کا حکم بھی نکل آیا کہ ان کا کھانا تو ناجائز اور حرام ہے؛ کیونکہ یہ اشیاء نشہ آور ہوتی ہیں، یا نشہ جیسے آثار ونتائج پیدا کرتی ہیں اور نشہ آور اشیاء کے استعمال کے معاملے میں امام محمدؒ کے قول پر فتوی ہے، وہ یہ ہے کہ "ما أسكر كثيره فقليله حرام" اگر چہ یہ حکم مائعات سے متعلق ہے مگر جامدات کے بارے میں ان کے ہاں بھی کچھ توسع ہے کہ اگر جامدات مقدار مسکر نہ ہوں اور استعمال کے اغراض بھی درست ہوں تو اسی قدر استعمال کی آپ بھی اجازت دیتے ہیں کما مر فیما سبق۔ اب چونکہ بھانگ وافیم جیسی اشیاء کا جائز استعمال بھی موجود ہے اس لئے کہ بعض دواؤں میں یہ اشیاء استعمال ہوتی ہیں اس لئے ان کی کاشت اور بیع جائز ہوگی، تاہم اگر کوئی شخص ان اشیاء کا ناجائز استعمال کرتا ہے تو وہ اس کا ذاتی فعل ہے، اس کی ذمہ داری کاشتکار اور بائع پر عائد نہیں ہوگی جبکہ امام صاحبؒ کے نزدیک خمر کے علاوہ دوسری نشہ آور اشیاء کی بیع بھی اگر ان کی خرید وفروخت کے اغراض صحیح ہوں جائز ہے؛ اگر چہ صاحبینؒ ان سے اختلاف رائے رکھتے ہیں، مگر فتوی امام صاحبؒ کے قول پر ہے۔ پھر یہاں ایک بات ناقابل فراموش ہے، وہ یہ کہ منشیات فی زمانہ ایک وبا بن گئی ہے تو امام صاحبؒ کے قول کی بنا پر مذکورہ اشیاء کی بیع اگر چہ درست ہے مگر یہ بیع کراہت سے خالی نہیں ہوگی۔

چنانچہ علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

وصح بيع غير الخمر مما مر ومفاده صحة بيع الحشيشة والأفيون۔ (قال العلامة ابن عابدين تحت قوله صح بيع غير الخمر) اى عنده خلافا لهما فى البيع والضمان۔ لكن الفتوى على قوله فى البيع ... ثم إن البيع وإن صح لكنه

یکرہ کما فی الغایۃ (رد المحتار ۶/ ۴۵۴، بدائع ۴/ ۲۲۶)۔

۴- ماہرین منشیات اور اطباء سے تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ ہیروئن کی طرح منشیات بھانگ اور افیم جیسی اشیاء سے تیار کی جاتی ہیں، اس کے استعمال کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ تمبا کو نوشی کے وقت اس کا دھواں بذریعہ سانس کھینچ لیا جاتا ہے جس سے بدن میں ایک عجیب طرح کا نشہ طاری ہوتا ہے جو صحت انسانی کے لیے نہایت مضرت رساں ہے؛ حالانکہ صحت اللہ تعالیٰ کی ایک گراں قدر نعمت ہے۔

اطباء کا اتفاق ہے کہ ہیروئن جیسی اشیاء سے نہ بدن کا جزء بنتا ہے اور نہ اس سے خون بنتا ہے؛ بلکہ اس کا فعل صرف یہ ہوتا ہے کہ خون میں ہیجان پیدا کرتا ہے جس سے وقتی طور پر قوت کی زیادتی محسوس ہونے لگتی ہے اور یہی خون کا دفعۃً ہیجان بعض اوقات اچانک موت کا سبب بھی بن جاتا ہے۔ غرض کہ سطحی نظر میں جو فوائد معلوم ہوتے ہیں ان کی بہ نسبت مفاسد کئی گنا بڑھے ہوئے ہیں۔

تیسرے سوال کے جواب میں یہ بات گزری ہے کہ جس چیز کا مباح استعمال ممکن نہ ہو بلکہ وہ ہمیشہ غیر مشروع کاموں میں ہی استعمال ہوتی ہو تو اس کی بیع جائز نہیں۔ ہیروئن وغیرہ نشیلی چیز سے متعلق آج تک کہیں یہ بات نہیں سنائی دی کہ اسے ادویہ یا دوسرے جائز کاموں کیلئے استعمال کیا جاتا ہو؛ بلکہ واقعۃً یہ دیکھا گیا ہے کہ بہت سے لوگ ہیروئن، وغیرہ استعمال کر کے بہت سارے دینی و دنیوی مضرات اور گناہ و معصیت کے شکار ہو گئے، اس طرح خود اپنا یا دوسرے کسی کا نقصان کر گئے اور کرتے رہے۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان'' (مائدہ: ۲)۔

آیت کریمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تعاون علی المعصیت ناجائز اور حرام ہے، حدیث شریف میں آتا ہے: ''لاضرر ولا ضرار فی الإسلام''۔ یعنی خود اپنا نقصان کرنا یا دوسرے کسی کو نقصان پہونچانا جائز نہیں۔

اس سلسلہ میں فقہاء نے یہ اصول بتایا ہے کہ ''إن ماقامت المعصیۃ بعینہ یکرہ بیعہ تحریمًا وإلا فتنزیہًا فلیحفظ توفیقًا'' (در مختار علی ہامش رد المحتار ۶/ ۳۹۱، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع)۔

مذکورہ اصول سے معلوم ہوا جو چیز بعینہ گناہ میں استعمال کی جاتی ہے اس کی خرید و فروخت مکروہ تحریمی ہے۔ فی زمانہ یہ بات کون نہیں جانتا کہ ہیروئن وغیرہ سے ہزاروں نوجوانوں کی زندگی کی تباہی ہو رہی ہے لہٰذا ایسی چیز تیار کرنا اور اس کی خرید و فروخت یہ سب تعاون علی المعصیت اور ضرر واضرار کی بنا پر ناجائز ہے۔

۵- شریعت اسلامیہ نے خاص خاص جرائم مثلاً ڈاکہ، چوری، زنا، تہمت زنا، شراب خوری کے علاوہ باقی جرائم کی سزاؤں کیلئے کوئی پیمانہ متعین نہیں کیا، بلکہ قاضی کے اختیار میں دیا ہے کہ زمانہ، مکان اور ہر ماحول کے لحاظ سے جیسی اور جتنی سزا انسداد جرم کیلئے ضروری سمجھے وہ جاری کرے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ہر جگہ اور ہر زمانے کی اسلامی حکومت شرعی قواعد کا لحاظ رکھتے ہوئے قاضیوں کے اختیارات پر کوئی پابندی لگادے اور جرائم کی سزاؤں کا کوئی خاص پیمانہ دے کر اس کا پابند کردے۔ پھر تعزیری سزائیں حالات کے تحت ہلکی سے ہلکی بھی کی جاسکتی ہیں، سخت سے سخت بھی اور معاف بھی کی جاسکتی ہیں، ان میں حکام کے اختیارات وسیع ہیں۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ موت کی سزا دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ چنانچہ خلفاء راشدین کے تعامل سے اس کی یہ نظیر ملتی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے غیر فطری طریقہ پر قضاء شہوت کرنے والوں کو دیوار سے گرا کر کچل دیا تھا اور حضرت علیؓ نے ان کو آگ میں جلا دیا تھا۔

چنانچہ اس بارے میں یہ روایت صریح ہے کہ:

ملعون من عمل عمل قوم لوط رواہ رزین وفی روایۃ لہ عن ابن عباس أن علیا أحرقہما وأبا بکر ہدم علیہما حائطا (مشکوٰۃ ۲/ ۳۱۲، کتاب الحدود، الفصل الثالث)۔

پھر فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بارے میں ان کے اقوال مختلف ہیں؛ چنانچہ مذہب شوافع میں اسی طرح مالکیہ میں اکثر علماء موت کی سزا کو ناجائز کہتے ہیں، مگر مذہب احناف میں اس کو مباح قرار دیا گیا اور اسی کے ساتھ بعض حنابلہ خصوصاً علامہ ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد رشید علامہ ابن القیمؒ اور مالکیہ میں سے کچھ علماء اتفاق رائے رکھتے ہیں۔

علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں:

(قوله ويكون التعزير بالقتل) رأيت في الصارم المسلول للحافظ ابن تيميه إن من أصول الحنفية أن مالا قتل فيه عندهم مثل القتل بالمثقل والجماع في غير القبل إذا تكرر فللامام أن يقتل فاعله وكذلك له أن يزيد على الحد المقدر إذا رأى المصلحة في ذلك ويحملون ماجاء عن النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه من القتل في مثل هذه الجرائم على أنه رأى المصلحة في ذلك ويسمونه القتل سياسة (رد المحتار ۴/ ۶۲، ۶۳)۔

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی لکھتے ہیں کہ: أجاز الحنفية والمالكية أن تكون عقوبة التعزير كما في حالة التكرار (العود) أو اعتياد الاجرام أو الموافقة في الدبر (اللواطة) أو القتل بالمثقل عند الحنفية هي القتل ويسمونه القتل سياسة اى إذا رأى الحاكم المصلحة فيه وكان جنس الجريمة يوجب القتل ... والخلاصة أنه يجوز القتل سياسة لمعتادى الاجرام ومدمني الخمر ودعاة الفساد ومجرمي أمن الدوالة ونحوهم (الفقه الاسلامى وادلته ۶/ ۲۰۰ و ۲۰۱ مکتبہ حقانیہ، نیز دیکھئے: التشريع الجنائي الاسلامي: ڈاکٹر عبدالقادر عودہ ۱/ ۶۸۷ و ۶۸۸، مؤسسة الرسالة)۔

مذکورہ تصریحات سے معلوم ہوا کہ جب حاکم وقت کو یہ معلوم ہو کہ قتل کئے بغیر انسداد جرم ناممکن ہے، یا مجرم بار بار جرم میں مبتلا ہوتا ہو اور اس کی اصلاح کا کوئی راستہ نہ ہو بلکہ مایوس ہوجائے یا جماعت مسلمین کو فساد سے بچانے کے لئے مجرم کا استیصال ضروری ہو اس وقت اکثر فقہاء رحمہم اللہ سزائے موت کی اجازت دیتے ہیں، اب چونکہ منشیات ایک وبا بن گئی ہے، ہزاروں افراد کی زندگی کی بربادی کا ذریعہ بنی ہوئی ہے، پورے عالم میں اس کی تیاری وکاروبار وغیرہ کے منظم گروپ ہیں؛ اس لئے بطور سد باب عبرتناک سزا مقرر کرنا درست ہوگا؛ بلکہ اگر کسی مجرم کے بارے میں سنگین جرم شہادتوں سے ثابت ہوجائے تو حاکم کیلئے اسے قتل کا بھی حق ہوگا۔

۶- تفصیل بالا سے جب یہ معلوم ہوا کہ حاکم کیلئے جرم کے لحاظ سے قتل کا بھی حق ہے تو اگر کوئی شخص شراب ونشہ آور اشیاء کے استعمال یا کاروبار کے فروغ وترقی کا ذریعہ بنے تو اسے حاکم وقت اگر مصلحت وضروری سمجھے موت کی سزا دے سکتا ہے؛ چنانچہ مصنف عبدالرزاق کی ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت ابوموسی اشعریؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیج رہے تھے اس موقع پر حضرت ابوموسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا کہ میری قوم شراب بناتی ہے، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا نشہ آور ہے؟ ابوموسیؓ نے جواب دیا: ہاں، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں اس سے منع کیجئے۔ ابوموسیؓ نے عرض کیا کہ میں نے انہیں اس سے روکا تھا تب بھی وہ اس سے باز نہ آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تیسری مرتبہ میں بھی باز نہ آئے تو مار ڈالو۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں: قال عبدالرزاق عن محمد بن راشد قال سمعت عمرو بن شعيب يحدث أن أبا موسى الأشعرى حين بعثه النبي صلى الله عليه وسلم إلى اليمن سأله قال إن قومي يصنعون شرابا من الذرة يقال له المزر فقال له النبي صلى الله عليه وسلم: أيسكر؟ قال نعم! قال: فانههم عنه قال: قد نهيتكم فلم ينتهوا قال: فمن لم ينته في الثالثة فاقتله (مصنف عبدالرزاق ۹/ ۲۴۵، ادارۃ القرآن کراچی)۔

یہ حدیث اصول حدیث کی رو سے اگرچہ مرسل ہے مگر محدثین کے نزدیک حدیث مرسل قابل حجت ومقبول ہے۔

فقال بعضهم إنه أى مرسل مقبول ويجب العمل به إذا كان المرسل ثقة عدلا وهذا قول مالك وأهل المدينة وأبي حنيفة وأهل العراق وغيرهم (كفايه في علم الرواية للخطيب البغدادى/ ۳۸۴)۔

۷- جو لوگ نشہ کے عادی ہیں انہیں اس برے فعل سے باز رکھنے کیلئے جائز تدبیریں اختیار کی جاسکتی ہیں، اس میں شرعی نقطۂ نظر سے کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی۔ جائز تدبیر کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ مثلاً:

الف- ایسے عادی شخص کو بہت عمدہ دوا پلائی جائے تا کہ بتدریج اس سے نشہ کی عادت ختم ہوجائے، سننے میں آیا کہ آج کل 'ہومیو پیتھک' میں ایسی دوا تیار ہوئی جس کے استعمال سے نشہ کی عادت رفتہ رفتہ ختم ہوجاتی ہے۔

ب- ماہر وتجربہ کار آدمی نشہ کے خوگر شخص کو نشہ خوری کے ٹائم میں مختلف قسم کے مباح امور یا خیالات میں محو کردے، جس طرح قصہ گو آدمی عجیب وغریب قصے سنا کر لوگوں کو ایک خیال میں غرق کردیتا ہے۔ اس طرح کئی دفعہ نشہ خوری کا ٹائم گزر جانے سے عادت دور ہوسکتی ہے۔

ج- سنا گیا ہے کہ نشہ کے خوگر آدمی کو تدبیر گر لوگ اپنے ٹھکانے میں لے جاکر تہذیب وتمدن کی تعلیم دیتے ہیں، جب اسے نشہ کی اشتھاء ہوتی ہے تو اس کو تالاب وغیرہ میں غوطہ خوری کے کام میں لگادیتے ہیں، اس طرح بار بار غوطہ زنی سے نشہ کی اشتھاء ختم ہوجاتی ہے، الغرض ان جیسی تدابیر اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۸- یہ مسئلہ حرام اشیاء سے علاج کے جواز وعدم جواز سے متعلق ہے، اس بارے میں حضرات فقہاء عظام رحمہم اللہ کے مذاہب مختلف ہیں، حضرات حنابلہ حرام اشیاء سے معالجہ کو مطلقاً ناجائز کہتے ہیں۔

جیسا کہ علامہ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ:

ولایجوز التداوی بمحرم ولا بشئ فیه محرم مثل ألبان الأتن ولحم شئ من المحرمات ولاشرب الخمر للتداوی به لما ذکرنا من الخبر (المغنی، کتاب الاطعمه ۱۱/ ۸۳ والشرح الکبیر ۱۱/ ۱۰۸)۔

حضرات شوافع کے نزدیک ایسے محرمات سے معالجہ درست ہے جس میں نشہ نہ ہو بشرطیکہ وہی چیز اس بیماری کے علاج کیلئے متعین ہو، لہٰذا نشہ آور شئ سے معالجہ ان حضرات کے نزدیک بھی جائز نہیں۔

چنانچہ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

مذہبنا جواز التداوی بجمیع النجاسة سوی المسکر ... ودلیلنا حدیث العرنیین وهو فی الصحیحین کما سبق وهو محمول علی شربهم الأبوال للتداوی کما ہو ظاهر الحدیث وحدیث ''لم یجعل شفائکم'' محمول علی عدم الحاجه إلیه بأن یکون هناك مایغنی عنه ویقوم مقامه من الأدویة الطاہرة ... وقال البیهقی هذان الحدیثان إن صحا حملا علی النهی عن التداوی بالمسکر وعلی التداوی بالحرام من غیر ضرورة للجمع بینهما وبین حدیث العرنیین (المجموع شرح المهذب ۹/ ۵۲ کتاب الاطعمة)۔

مالکیہ کا مذہب اس مسئلہ میں حنابلہ کی طرح ہے، لہٰذا ان کے نزدیک حرام اشیاء سے تداوی کسی حال میں جائز نہیں۔

چنانچہ لکھتے ہیں: وهل لمن یجوز له أکل المیتة أن یشرب لجوعه أو عطشه الخمر وقال المالك لایشربها ولن تزیده إلا عطشا وقال ابن القاسم یشرب المضطر الدم ولایشرب الخمر ویأکل المیتة ... وأما التداوی بها فمشهور المذهب أنه لایجوز التداوی بها ویجوز استعمالها للضرورة فالفرق أن التداوی لایتیقن البرء بها من الجوع والعطش (مواهب الجلیل شرح مختصر خلیل ۴/ ۳۵۳ کتاب الاطعمة)۔

اس مسئلہ میں علماء احناف کے اقوال مختلف ہیں، حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ ان کے نزدیک تداوی بالمحرم جائز نہیں۔

امام سرخسیؒ لکھتے ہیں: وعلی قول أبی حنیفة لایجوز شربه (یعنی بول مایؤکل لحمه للتداوی وغیره لقوله صلی اللہ علیه وسلم إن اللہ تعالٰی لم یجعل شفائکم فیما حرم علیکم وعند محمد یجوز شربه للتداوی وغیره لأنه طاهر عنده وعند أبی یوسف یجوز شربه للتداوی لاغیر عملا بحدیث العرنیین (المبسوط للسرخسی باب الوضو والغسل ۱/ ۵۴)۔

لیکن اکثر مشائخ حنفیہ نے حرام سے علاج کرنے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے بشرطیکہ ماہر معالج یہ بتائے کہ اس مریض کیلئے اس کے علاوہ کوئی اور دوا نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ ابن نجیمؒ رقم طراز ہیں: وقد وقع الاختلاف بین مشائخنا فی التداوی بالمحرم ففی النہایة عن الذخیرة الاستشفاء بالحرام یجوز إذا علم أن فیه شفاء ولم یعلم دواء آخر اھ وفی فتاوی قاضی خان معزیا إلی نصر ابن

سلام معنى قوله عليه السلام إن الله لم يجعل شفائكم فيما حرم عليكم إنما قال ذلك فى الأشياء التى لايكون فيها شفاء فأما إذا كان فيها شفاء فلا بأس به ألا ترى أن العطشان يحل له شرب الخمر للضرورة اه وكذا اختار صاحب الهداية فى التجنيس ... وهذا لأن الحرمة ساقطة عند الاستشفاء ألا ترى أن العطشان يجوز له شرب الخمر والجائع يحل له أكل الميتة... اه (البحر الرائق ١/ ١١٦ مکتبہ رشیدیہ)۔

مذکورہ تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ مشائخ حنفیہ نے تداوی بالمحرم کے جواز میں امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتوی دیا ہے؛ بشرطیکہ طبیب کو اس مرض کیلئے کسی متبادل حلال دوا کا علم نہ ہو، لہٰذا حلال دوا ملنے کی صورت میں نشہ آور اشیاء سے علاج درست نہ ہوگا؛ البتہ جو شخص نشہ کا ایسا عادی ہو گیا ہو کہ اگر اس کو نشہ کے استعمال سے یکسر روک دیا جائے تو اس کی ہلاکت یقینی ہے، ایسی نازک حالت میں اس کیلئے قدر ضرورت استعمال کی اجازت ہوگی؛ مگر ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ تدریجاً مقدار میں کمی کرتا رہے۔

چنانچہ علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں:

(خاتمة) سئل ابن حجر المكى عمن ابتلى بأكل نحو الأفيون وصار إن لم يأكل منه هلك. فأجاب: إن علم ذلك قطعا حل له، بل وجب لاضطراره إلى إبقاء روحه كالميتة للمضطر ويجب عليه التدريج فى تنقيصه شيئا فشيئا حتى يزول تولع المعدة به من غير أن تشعر فإن ترك ذلك فهو آثم فاسق اه ملخصا قال الرملى وقواعدنا لا تخالفه

(رد المحتار ٦/ ٤٦١، قبيل كتاب الصيد، الفقه الحنفى فى ثوبه الجديد ٥/ ٢٤٤)۔

فقط والله أعلم بحقيقة الحال وعليه توكلت وإليه أنيب۔



نشہ آور اشیاء کے احکام ومسائل

مولانا ابوسفیان مفتاحی[1]

۱- شریعت مطہرہ نے نشہ کی بنیاد پر حرمت کا حکم صرف سیال چیزوں پر نہیں بلکہ مطلق نشہ آور ہونے کی بنیاد پر لگایا ہے، اور ان مادوں کے لئے بھی رکھا ہے جو خمر اور شراب کے عنوان سے معروف ومتعارف ہیں، نیز ان اشیاء کو بھی حرام قرار دیا ہے جن کے استعمال یعنی کھانے اور پینے سے نشہ اور سکر پیدا ہوتا ہے، سیال ہوں کہ جامد، نباتات وغیرہ کی شکل میں ہوں یا کسی دوسری شکل میں۔

دلائل:

امام ترمذیؒ نے باب قائم کیا ہے: "باب ماجاء کل مسکر حرام"۔ اس باب میں (۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ذکر کرتے ہیں:

عن عائشة أن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم سئل عن البتع فقال: کل شراب أسکر فهو حرام (رواه الترمذی)۔

بتع: بکسر الباء شہد کی نبیذ کو کہتے ہیں، غور فرمایئے! نبیذ شہد جو سیال ہوتی ہے اس کے بارے میں سوال کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً نشہ آور اشیاء کی حرمت کا ذکر فرمایا۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قوله: کل شراب أسکر فهو حرام. جوابًا عن سوالهم عن البتع یدل علی تحریم کل ما أسکر۔

یہی حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ان الفاظ سے مروی ہے:

عن ابن عمر قال: سمعت النبی ﷺ یقول: "کل مسکر حرام" رواه الترمذی وقال: هذا حدیث حسن صحیح

پھر امام ترمذی "باب ما أسکر کثیره فقلیله حرام" کے تحت ایک روایت بیان کر رہے ہیں:

عن جابر بن عبداللّٰہ أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: ما أسکر کثیره فقلیله حرام. وفی الباب عن سعد وعائشة وعبد اللّٰہ بن عمرو وابن عمر وبن جبیر (هذا حدیث غریب من حدیث جابر. رواه الترمذی)۔

ایک اور حدیث ذکر کیا ہے: عن عائشة قالت: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: کل مسکر حرام. ما أسکر الفرق منه فملأ الکف منه حرام. قال أحدهما فی حدیثه: الحسوة منه حرام (رواه الترمذی وقال: هذا حدیث حسن)۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فرق یعنی سولہ رطل کا ایک پیمانہ اور ہتھیلی بھر (ملأ الکف) سے مراد زیادہ ہونے اور تھوڑا ہونے کی مقدار، تحدید مراد نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ نشہ آور اشیاء تھوڑے مقدار میں ہو یا زیادہ سب حرام ہے۔

حسوة حاء کے ضمہ اور سین کے سکون کے ساتھ: ایک گھونٹ پینا۔ مطلب یہ ہے کہ نشہ آور اشیاء ایک گھونٹ پیئے یا دس گھونٹ پیئے سب حرام ہے (کذا فی التحفة ۵/۴۹۳)۔

خلاصہ یہ ہے کہ تمام نشہ آور اشیاء سیال ہوں یا غیر سیال ان کا کھانا پینا شرعاً حرام ہے۔ سیال کو پانی کی طرح پینا یا کسی چیز میں لگا کر اور مل کر اس کو استعمال کرنا یا کھانے کی صورت میں استعمال کرنا حرام ہے، جامد ہو یا نباتات وغیرہ کی شکل میں، یا کسی دوسری شکل میں استعمال کیا جائے۔ واللہ

[1] صدر المدرسین جامعہ مفتاح العلوم، مئو

اعلم۔

حرمت شراب: عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل مسكر خمر وكل مسكر حرام ومن شرب الخمر في الدنيا فمات وهو يدمنها لم يشربها في الآخرة (رواه الترمذی وقال: حديث ابن عمر حديث حسن صحيح)۔

مطلب یہ ہے کہ ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ لہٰذا خمر وشراب مطلقاً حرام ہے، اس کی حرمت متفق علیہ ہے۔

بين الائمة رضي الله عنهم، والله اعلم۔

لیکن علامہ شامی رحمہ اللہ نے یہ تفصیل بیان کی ہے کہ جو حدیث میں ما أسکر کثیرہ فقلیلہ حرام وارد ہے، یہ خاص ہے سیال چیزوں کے ساتھ، اسی طرح حکم ہے نشہ آور ان جامد چیزوں کا جو عقل میں یا غیر عقل جسم میں مضر ہو تو ان سے مضر مقدار میں استعمال حرام ہوگا قلیل اور نافع مقدار میں نہیں؛ کیونکہ ان کی حرمت لعینہا نہیں ہے، بلکہ ان کے مضر ہونے کی وجہ سے ہے۔ واللہ اعلم۔

علامہ شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: فهذا صريح فيما قلناه مؤيد لما بحثناه من تخصيص ما مر من أن ما أسكر كثيره حرم قليله بالمائعات وهكذا يقول في غيره من الأشياء الجامدة المضرة في العقل أو غيره يحرم تناول القدر المضر منها دون القليل النافع لأن حرمتها ليست لعينها بل لضررها (رد المحتار ۵/ ۳۲۵)۔

خلاصہ یہ ہے کہ نشہ آور اشیاء اگر سیال ہوں تو وہ قلیل وکثیر سب حرام ہے، لیکن جامد اشیاء مضر ہونے کی مقدار میں یعنی زیادہ ہوں تو حرام ہیں اور تھوڑی موڑی ہوں اور نافع ہوں تو وہ حرام نہیں ہیں، واللہ اعلم۔

۲- آج کل نشہ آور شئ کا استعمال اور اس سے استفادہ کی جو شکل انجکشن وغیرہ کی ہے جس کے ذریعہ نشہ آور اشیاء کو جسم میں پہونچانا بھی حرام ہے ان ہی احادیث کے ذریعہ جو پہلے سوال کے جواب میں مذکور ہوئی ہیں۔ واللہ اعلم

اور وجہ حرمت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ نشہ آور اشیاء سے استفادہ کہ بذریعہ انجکشن ان کو جسم میں پہونچانے سے بسا اوقات جسم کے لئے مضر ہوتا ہے اور کسی کے لئے مضر نہیں ہوتا تو اکثر کا اعتبار کرکے حرام ہوگا، چنانچہ درمختار ۵ / ۳۲۷ میں ہے: حرم قطعًا على أن استعماله ربما أضر بالبدن، اور شامی ۵ / ۳۲۷ میں ہے: الواقع أنه يختلف باختلاف المستعملين، والله اعلم۔

۳- وبالله التوفيق: چونکہ بھانگ وافیم اور ان جیسی اشیاء صرف نشہ وسکر کے لئے استعمال نہیں ہوتیں بلکہ ان سے دوا بنانے کا بھی کام لیا جاتا ہے؛ اس لئے ان کی کاشت بھی صحیح ہے اور خرید وفروخت بھی صحیح ہے، واللہ اعلم۔

چنانچہ درمختار ۵ / ۳۲۳ میں ہے: وصح بيع غير الخمر ومفاده صحة بيع الحشيشة والافيون

یعنی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک شراب کے علاوہ نشہ آور اشیاء کی بیع صحیح ہے اور فتوی اسی قول پر ہے

اور علامہ شامی (۵ / ۳۲۳) میں لکھتے ہیں: تاتارخانیہ وغیرہ میں ہے کہ پھر بیع اگر چہ صحیح لیکن مکروہ ہے کمافی الغایۃ، عبارت یوں ہے:

في التاترخانية وغيرها ثم ان البيع وإن صح لكنه يكره كما في الغاية وكان ينبغي للمصنف ذكر ذلك۔

درمختار ۳/ ۱۸۱، ۱۸۲ میں ہے: وفي النهر التحقيق ما في العناية: ان البنج مباح لأنه حشيش وما أسكر منه فحرام۔

اس پر علامہ شامی ردالمحتار ۳ / ۱۸۲ میں لکھتے ہیں: قيل هذا عندهما وعند محمد ما أسكر كثيره فقليله حرام وعليه الفتوى كما يأتي، اقول المراد بما أسكر كثيره... الخ من الاشربة وبه عبر بعضهم وإلا لزم تحريم القليل من كل جامد إذا كان كثيره مسكرا كالزعفران والعنبر ولم أر من قال بحرمتها حتى إن الشافعية القائلين بلزوم الحد بالقليل مما أسكر كثيره خصّوه بالمائع. وأيضا لو كان قليل البنج أو الزعفران حرامًا عند محمد لزم كونه نجسًا لانه قال ما أسكر كثيره فان قليله حرام نجس ولم يقل احد بنجاسة البنج ونحوه. وفي كافي الحاكم من الاشربة الامري ان

البنج لا بأس بتداويه، وإذا أراد أن يذهب عقله لاينبغي أن يفعل ذلك، وبه علم ان المراد الاشربة المائعة. وان البنج ونحوه من الجامدات إنما يحرم إذا أراد به السكر وهو الكثير منه دون القليل المراد به التداوى ونحوه كالتطيب بالعنبر وجوزة الطيب ونظير ذلك ما كان سميًا قتالًا كالمحمودة وهى السقمونيا ونحوها من الأدوية السمية فان استعمال القليل منها جائز بخلاف القدر المضر فانه يحرم فافهم۔

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ بھانگ کے بطور دوا استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں اور بھانگ وغیرہ جامد اشیاء میں سے ہے، حرام اس وقت ہے جب اس سے ارادہ سکر ہو اور وہ بھانگ ہے جو زیادہ مقدار میں ہو نہ کہ قلیل مقدار میں، اور قلیل سے مراد دوا کرنا اور اس کے مثل ہے جیسے عنبر سے خوشبو بنانا اور عطر تیار کرنا، واللہ اعلم

قبيل الأشربة المباحة فيقول بعد قوله ولايكفر مستحلها وصح بيعها وتضمن الخ كما فعله فى الهداية وغيرها ولأن الخلاف فيها لا فى المباحة أيضًا إلا عند محمد فيما يظهره مما يأتى من قوله بحرمة كل الأشربة ونجاستها۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ بھانگ وافیم وغیرہ نشہ آور اشیاء کی بیع وشراء اور کاشت کراہت کے ساتھ صحیح ہے۔ اور یہی قابل اعتماد ہونا چاہئے، واللہ اعلم۔

لیکن مولانا خالد سیف اللہ رحمانی جدید فقہی مسائل (۱/ ۳۸۴، ۳۸۵) میں لکھتے ہیں: جو چیزیں نشہ نہ پیدا کرتی ہوں لیکن صحت کے لئے مضرت رساں ہوں اور ان کا استعمال انسان کو ان کا خوگر بنا دیتا ہو، آج کل ان کو مخدرات کہا جاتا ہے، ظاہر ہے ایسی چیزوں کا استعمال جائز نہیں اور صحت جسمانی کے ساتھ کھلواڑ ہے جو اللہ تعالیٰ کی گراں قدر نعمت ہے، ایسی چیزوں کا خرید وفروخت کرنا بھی جائز نہیں اور اس کی قیمت بھی حرام ہے، اس سلسلہ میں فقہاء رضی اللہ عنہم نے یہ اصول بتایا ہے کہ:

ان ما قامت به المعصية بعينه يكره بيعه تحريمًا وإلا فتنزيهًا فليحفظ

یعنی جس چیز کا بعینہ گناہ میں استعمال کیا جارہا ہے اس کی خرید وفروخت مکروہ تحریمی ہوگی اور جس کا تبدیلی کے بعد گناہ ہو تو اس کی خرید وفروخت مکروہ تنزیہی ہے، اسی لئے فقہاء رضی اللہ عنہم نے تمبا کو وغیرہ کی خرید وفروخت کو بھی منع کیا ہے، ويمنع من بيع الدخان وشربه. یعنی تمبا کو کی خرید وفروخت اور اس کا استعمال دونوں ممنوع ہیں۔

بھانگ وافیون وغیرہ نشہ آور اشیاء سے دونوں کام لیا جاتا ہے اس لئے ان کی کاشت اور خرید وفروخت کو غیر صحیح اور ناجائز کہنا مطلقاً صحیح معلوم نہیں ہوتا، لہٰذا نشہ کرنے والوں کے لئے خرید وفروخت اور کاشت کرنا صحیح نہیں ہے، اور اگر علاج کے لئے دوا بنانے کے لئے ہو تو ان کی خرید وفروخت اور کاشت کرنا مکروہ بھی نہیں، چنانچہ علامہ شامی ۵/ ۲۷۷ میں لکھتے ہیں: وعلم من هذا انه لايكره بيع مالم تقم به المعصية به كبيع الجارية المغنية والكبش النطوح والحمامة الطيارة والعصير والخشب ممن يتخذ منه المعازف. والله اعلم۔

۴- وباللہ التوفیق، ہیروئن وغیرہ کو تیار کرنا اور ان کی خرید وفروخت ناجائز ہے؛ کیونکہ ان کو تیار کرنے اور ان کی خرید وفروخت میں مقصد صرف سکر ونشہ ہے اس لئے حدیث "كل مسكر حرام" کی روشنی میں ان کے تیار کرنے اور ان کی خرید وفروخت کو مطلقاً حرام کہنے ہی میں مزاج شریعت کی موافقت ہے، واللہ اعلم۔ درمختار (۵/ ۲۷۷) میں ہے: ان ما قامت به المعصية يكره بيعه تحريمًا. والله اعلم۔

۵- وباللہ التوفیق: تیز نشہ آور اشیاء کی تیاری وکاروبار وغیرہ پر حکومتیں سخت موقف اختیار کرتے ہوئے موت کی سزا دیتی ہیں تو شریعت اسلامیہ اس بابت بغرض اصلاح اور احیاء تعلیم اور اسلام اور سنت کی بقاء اور اس پر عمل کرانے کے لئے اور سد باب فساد وفتنہ کی خاطر تعزیراً موت کی سزا دے سکتی ہیں، کیونکہ تعزیر کو شریعت اسلامیہ نے حاکم کی صوابدید پر رکھا ہے اگر سزائے موت دینے میں ہی ملکی عوام کی اصلاح سمجھے، اور فساد وفتنہ ہو جائے تو حکومتیں سزائے موت دے سکتی ہیں، واللہ اعلم۔

البتہ اس باب میں شریعت اسلامیہ کا موقف احادیث کی روشنی میں یہ ملتا ہے، جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے شراب کی ذات اور اس کے پینے پلانے والے کے لئے اور اس کی خرید وفروخت کرنے والے اور اپنے یا اپنے علاوہ کے لئے شراب بنانے والے اور اس شخص کے لئے جو اپنے یا اپنے علاوہ کے لئے شراب بنانے والے کو طلب وتلاش کرنے والے پر اور شراب خرید کر بازار سے لانے والے کے لئے اور اس شخص کے لئے جس کو کوئی شرابی اپنے لئے شراب لانے کو طلب وتلاش کرے، اور اس کی قیمت کے کھانے والے کے لئے اور پینے یا تجارت وکاروبار کرنے کے واسطے بذریعہ وکیل ودلال اور جس شخص کے لئے خریدا گیا ہے ان سب کے لئے لعنت بھیجی ہے۔

اور سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان سب پر لعنت بھیجے، بہر حال یہ سب لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کے مستحق ہیں، تو معلوم ہوا کہ نشہ آور اشیاء کی تیاری اور کاروبار وغیرہ یعنی تجارت کرنا اور بیع کرنا ناجائز ہے تو ان احادیث کی روشنی میں حکومتیں ان کے لئے سزائے موت تجویز کرسکتی ہیں، واللہ اعلم۔

الفاظ حدیث دیکھئے: عن أنس قال لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الخمر عشرة عاصرها ومعتصرها وشاربها وحاملها والمحمولة إليه وساقيها وبائعها وآكل ثمنها والمشترى لها والمشترى له (رواه الترمذی وابن ماجه)۔

وعن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلى اللہ عليه وسلم لعن الله الخمر وشاربها وساقيها وبائعها ومبتعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة إليه (رواه ابوداؤد وابن ماجه، مشكوة على المرقاة ۳/ ۲۹۶، ۲۹۷)۔

خلاصہ یہ ہے کہ نشہ آور اشیاء کی تیاری وکاروبار وغیرہ میں شریعت اسلامیہ کا موقف ناجائز ہوتا ہے، اور حکومتیں ایسے مجرموں کو سزائے موت دے سکتی ہیں، واللہ اعلم

۶- وباللہ التوفیق: شراب ونشہ آور اشیاء کے استعمال یا کاروبار پر جب کوئی شخص اس کے فروغ کا ذریعہ بن رہا ہو تو اس کو سد باب محرمات قطعیہ کے لئے موت کی سزا دی جاسکتی ہے۔مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں یہی رہنمائی ملتی ہے، واللہ اعلم۔

۷- وباللہ التوفیق! جو لوگ مروج قسم کے نشہ کے عادی ومریض ہوجاتے ہیں تو ان کے لئے ایسی تدبیریں کہ جن کے ذریعہ ان کی اس عادت کو چھڑایا جائے اور مرض وہلاکت سے بچایا جائے حکومت اور مسلم اصلاحی تنظیموں کے لئے جائز ہے بلکہ ضرور بالضرور کیا جانا چاہئے؛ تاکہ نشہ کے عادی ومریض کم ہوں اور ان کی تعداد میں اضافہ نہ ہو، ایسا کرنے والے عنداللہ اجر عظیم کے مستحق ہوں گے۔واللہ اعلم۔

۸- وباللہ التوفیق! اگر ان کے علاج کے لئے نشہ آور اشیاء کا بھی استعمال کرنا پڑے اس طور پر کہ آہستہ آہستہ یعنی رفتہ رفتہ ان کی اس بری عادت کو کم کرکے نفی ومکمل احتراز تک لایا جائے تو اس علاج سے دوسرے کی اصلاح کے بجائے خود یہ علاج کرنے والا نشہ آور اشیاء کے استعمال کا عادی بن سکتا ہے اور بجائے اصلاح کے باب فساد کھل جائے گا، لہٰذا اس طریقہ علاج کے لئے جائز رائے نہ دی جائے گی بلکہ نہ دی جائے، اس کا علاج فقط سخت تعزیر ہی ہوسکتا ہے۔

واللہ اعلم

☆☆☆

مسکرات ومخدرات کے استعمال کا حکم شرعی

مولانا انیس الرحمن قاسمی[1]

اللہ جل شانہ نے انسان کو جسم وجان اور عقل وتمیز کی نعمت عطا کی ہے اور اس کی تاکید کی ہے کہ انسان اپنی صحت وقوت کی حفاظت کرے، خاص طور پر عقل وفہم ایسی بڑی نعمت ہے جو انسان کو دیگر مخلوق سے ممتاز کرتی ہے۔ اسی سے انسان اللہ کی معرفت حاصل کرتا ہے، مگر اس کی یہ نادانی ہے کہ وقتی کیف وسرور کے لئے وہ شراب اور دیگر نشہ آور چیزوں کا استعمال کرکے اپنی عقل وصحت کو سخت نقصان پہونچاتا ہے بلکہ کبھی کبھی شراب کے نشہ میں مست ہوکر اپنی عقل وشعور کھو بھی دیتا ہے اور ایسی حرکتیں کرتا ہے جو انسانیت سے گری ہوئی ہوتی ہیں اسی لیے اللہ جل شانہ نے شراب کو حرام قرار دیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

"إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطن فاجتنبوه لعلكم تفلحون" (سورۃ المائدۃ: ۹۰)۔

بلاشبہ شراب، جوا، بت اور پانسے سب گندے کام ہیں شیطان کے، سو ان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔

شراب کی حقیقت:

۱- عربی زبان میں شراب کو خمر کہتے ہیں اور لسان العرب میں خمر کی حقیقت یہ بیان کی گئی ہے کہ جو صرف انگور سے تیار کیا گیا ہو وہ خمر ہے (لسان العرب: ۵/ ۴۰۹)

القاموس المحیط میں خمر کے متعلق ہے کہ یہ انگور کا رس ہے جو نشہ پیدا کردے اس کو شراب کہتے ہیں، یا عام چیزوں سے تیار کیا گیا ہو، اور یہی صحیح ہے، علامہ زبیدی رحمہ اللہ نے عام کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس سے مراد ہر اس چیز کا رس ہے جو نشہ پیدا کردے، اس لئے کہ خمر کا مدار نشہ کے آنے اور عقل کے زائل کردینے پر ہے جو ہر طرح کی چیزوں سے تیار کردہ شراب میں موجود ہے۔

اس بنیاد پر اہل مدینہ، اہل حجاز، محدثین کرام، حنابلہ اور بعض شوافع رحمہم اللہ کے نزدیک خمر کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جو نشہ پیدا کردے خواہ وہ انگور سے تیار کیا گیا ہو یا کھجور، گیہوں اور جو وغیرہ سے۔

اکثر شافعیہ، نیز حنفیہ میں سے امام ابویوسف وامام محمد اور بعض مالکیہ رحمہم اللہ کا مذہب یہ ہے کہ خمر انگور کا وہ رس ہے جو نشہ آور ہو جب کہ اس میں شدت آجائے خواہ جھاگ پھینکے یا نہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک شراب کی حقیقت یہ ہے کہ وہ انگور کے کچے رس کا نام ہے جس میں جوش، شدت اور جھاگ پیدا ہوجائے (فتاوی ہندیہ: ۵/ ۴۰۹)۔

شراب کی یہ خاص قسم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بہر حال حرام ہے، اس کے علاوہ دیگر مشروبات اس وقت حرام ہوں گے جب ان سے نشہ آجائے۔

---

[1] ناظم امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ

شراب کی مقدار:

۲- شراب کی مقدار تھوڑی ہو یا زیادہ، دونوں صورت میں حرام ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''ما أسکر کثیرہ فقلیله حرام'' (ابوداؤد: ۲/ ۵۱۸)۔ جس شراب کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔

نشہ کی حقیقت:

کون سا نشہ معتبر ہے جس پر شراب کی حرمت اور حد کے احکام جاری ہوتے ہیں اس بارے میں قرآن مجید میں یہ فرمایا ہے:

"یأیہا الذین آمنوا لاتقربوا الصلوۃ وانتم سکاریٰ حتی تعلموا ماتقولون" (سورۃ النساء: ۴۳)۔

اے ایمان والو! نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس وقت کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ سمجھنے لگو جو کہتے ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: إذا سکر هذی وإذا هذا افتریٰ وحد المفتری ثمانون (رواہ مالک فی الموطا)۔

جب مدہوش ہوگا تو بکواس کرے گا اور جب بکواس کرے گا تو لوگوں پر جھوٹا الزام لگائے گا اور جھوٹے الزام لگانے والی کی حد اسی کوڑے ہیں۔

بہر حال وہ نشہ جس میں عبادت کرنا صحیح نہیں اور جس نشہ کی وجہ سے نبیذ وغیرہ کے پینے والے پر فسق کا حکم لگایا جاتا ہے وہ وہ ہے جس کو کلام سمجھنے اور سمجھانے دونوں میں اضطراب ہو اور چلنے اور کھڑے ہونے کی حالت میں بھی ڈگمگاہٹ ہو، لٹپٹائی زبان میں بے ربط گفتگو کرے، ڈگمگاتا، جھومتا ہوا چلتا ہو۔

ایسا نشہ جس میں حد جاری ہوتی ہو اس بارے میں امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ وہ وہ ہے جو عقل کو زائل کردے اس طور پر کہ مدہوش آدمی کو نہ کسی چیز کا شعور رہے اور نہ کسی بات کو سمجھ سکے اور مرد وعورت اور زمین وآسمان کے درمیان فرق نہ کرسکے۔ کیوں کہ حدود میں حد کو دفع کرنے کی غرض سے اس کے اسباب میں سب سے آخری سبب کو لیا جاتا ہے؛ اس لیے آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''ادرؤ الحدود عن المسلمین ما استطعتم'' (جہاں تک تم سے ہوسکے حدود کو مسلمانوں سے دفع کرو)

(بدائع الصنائع: ۶/ ۲۹۳۶ ۲۹۴۷، ترمذی: ۴/ ۳۳ طبع الحلبی، حاکم: ۴/ ۳۸۴ دائرۃ المعارف العثمانیہ)۔

اور مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ، صاحبین (امام ابویوسف وامام محمد) وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ نشہ والا آدمی وہ ہے جس کی اکثر بات بہکی بہکی اور خلط ملط ہو، اور ایسے ہی شخص کو مدہوش کہا جاتا ہے؛ اس لیے کہ عرف وعادت میں مست اور مدہوش اس شخص کو کہا جاتا ہے جو بکواس کرے۔ حد کے بارے میں صاحبین کے قول کی طرف اکثر مشائخ حنفیہ کا میلان ہے اور فتوی کے لیے ان کے نزدیک وہی قول پسندیدہ ہے۔ درمختار میں ہے: صاحبین کے قول کو فتوی کے لیے اختیار کیا جائے؛ کیوں کہ امام صاحب کی دلیل کمزور ہے (الدر المختار علی ھامش رد المحتار)۔

۱- بہر حال مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ شراب اور دیگر وہ تمام چیزیں جن سے بنیادی طور پر نشہ پیدا ہوتا ہے جیسے بھانگ، حشیش، افیم، ان کا کھانا حرام ہے؛ البتہ احناف کے یہاں اس کی حرمت خمر کی حرمت سے کمتر ہے، اسی لیے ان کے کھانے والے پر شراب کی حد جاری نہیں ہوگی گرچہ اس سے نشہ میں وہ مبتلا ہوتا ہو؛ البتہ شراب کی متعینہ حد سے کم تر تعزیر وسزا دی جاسکتی ہے۔

''(ویحرم أکل البنج والحشیشة) ہی ورق القنب (والافیون) لانه مفسد للعقل ویصد عن ذکر اللّٰہ وعن الصلوۃ (لکن دون حرمة الخمر فان اکل شیئا من ذلك لا حد علیه وإن سکر) منه (بل یعذر بما دون الحد) کذا فی الجوهرة، کذا تحرم جوزة الطیب لکن دون حرمة الحشیشة. قاله المصنف''۔

ونقل عن الجامع وغیرہ أن من قال: یحل البنج والحشیشة فهو زندیق مبتدع، بل قال نجم الدین الزاهدی: إنه یکفر ویباح قتله۔

قلت: ونقل شيخنا النجم الغزى الشافعي فى شرحه على منظومة أبيه البدر المتعلقة بالكبائر والصغائر عن ابن حجر المكي أنه صرح بتحريم جوزة الطيب باجماع الأئمة الأربعة وأنها مسكرة ثم قال شيخنا النجم والتتن الذى حدث وكان حدوثه بدمشق فى سنة خمسة عشر بعد الألف يدعى شاربه أنه لايسكر وإن سلم له فانه مفتر وهو حرام لحديث أحمد عن أم سلمة قالت نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كل مسكر ومفتر. قال وليس من الكبائر تناوله المرة والمرتين ومع نهى ولى الأمر عنه حرم قطعا على أن استعماله ربما أضر بالبدن، نعم الاصرار عليه كبيرة كسائر الصغائر... إلخ۔ بحروفه۔

وفى الاشباه فى قاعدة الأصل الاباحة أوالتوقف ويظهر أثره فيما اشكل حاله كالحيوان المشكل أمره والنبات المجهول سمته اهـ۔

قلت: فيفهم منه حكم النبات الذى شاع فى زماننا المسمى التتن فتنبه، وقد كرهه شيخنا العمادى فى بديته الحاقا له بالثوم والبصل بالاولى، فتدبر (الدر المختار على ہامش رد المحتار: ۱۰/ ۴۲، ۴۰، طبع دیوبند)۔

۲- شراب اور دیگر نشہ آور اشیاء کا استعمال پینے اور کھانے کے علاوہ کی دوسری صورتیں ایسی اختیار کرنا جن سے نشہ پیدا ہوتا ہو اور دواءً نہ ہو، احناف، شوافع وحنابلہ کے یہاں ناجائز ہے جیسے شراب کا حقنہ لگانا یا ناک میں ڈالی جانے والی دواء میں ملا کر چڑھانا، احناف کے یہاں مکروہ تحریمی ہے اور شوفع وحنابلہ کے یہاں حرام ہے۔ انجکشن کے ذریعہ نشہ آور اشیاء کا جسم میں پہونچانے کا حکم بھی یہی ہوگا۔

۳- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کو ام الخبائث بتاتے ہوئے فرمایا ہے: ''الخمر أم الخبائث'' (شراب تمام برائیوں کی جڑ ہے)۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''لعن الله الخمر وشاربها وساقيها وبائعها ومبتاعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة إليه وآكل ثمنها'' (رواہ ابن ابی داؤد ابن ماجہ)۔

(اللہ تعالیٰ نے شراب پر، اس کے پینے والے پر، پلانے والے پر، بیچنے والے پر، خریدنے والے پر، نچوڑنے والے پر، شراب بنانے والے پر، اسے اٹھا کر لے جانے والے پر اور جس کے پاس وہ اٹھا کر لے جائی جائے اور اس کی قیمت کھانے والے پر لعنت کی ہے)۔

اس حدیث کی بنیاد پر شراب جن چیزوں سے بنتی ہے جو عموماً پھل یا غلہ یا دانے کے قبیل کی چیزیں ہیں ان کی کاشت یا خرید وفروخت کی ممانعت نہیں ہے بلکہ شراب بنانے، خرید وفروخت، پینے پلانے وغیرہ کی ممانعت ہے۔ اسی میں شراب کے لیے دکان دینا یا اس میں کسی طرح کی مدد کرنا اس کے لیے سرکاری یا غیر سرکاری طور پر ممنوع ہوگا۔ اسی لیے بعض فقہاء نے حشیش کی تجارت اور خرید وفروخت کو بھی ناجائز قرار دیا ہے تاکہ اس کا استعمال کرنے والے کے لیے وہ مددگار نہ بنے۔ شامی میں ہے:

''(وصح بيع غير الخمر) (اى عنده خلافا لهما فى البيع والضمان لكن الفتوى عليه فى البيع وعلى قولهما فى الضمان إن قصد المتلف الحسبة وذلك يعرف بالقرائن وإلا فعلى قوله كما فى التاتارخانية وغيرها ثم إن البيع وإن صح لكنه يكره كما فى الغاية وكان ينبغي ذكر ذلك قبيل أشربة المباحة فيقول بعد قوله ولايكفر مستحلها وصح بيعها وتضمن الخ كما فعله فى الهداية وغيرها لأن الخلاف فيها لا فى المباحة أيضا إلا عند محمد فيما يظهر مما يأتى من قوله بحرمة كل الأشربة ونجاستها تامل) مما مر، ومفاده صحة بيع الحشيشة والأفيون، قلت: وقد سئل ابن نجيم عن بيع الحشيشة هل يجوز؟ فكتب لايجوز فيحمل على أن مراده بعدم الجواز عدم الحل۔ قال المصنف (وتضمن هذه الأشربة (بالقيمة لا بالمثل) لمنعنا عن تملك عينه وإن جاز فعله'' (رد المحتار مع الدر المختار: ۱۰/ ۳۵، ۳۶، طبع دیوبند)۔

اس عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ حشیش، افیم وغیرہ کی خرید وفروخت امام ابوحنیفہ کے نزدیک مع الکراہت جائز ہے۔ البتہ ابن نجیمؒ نے عدم جواز کا فتویٰ امام محمد وامام ابو یوسف کے قول پر دیا ہے۔ اس لیے بھانگ، افیم وغیرہ کا استعمال اگر صرف نشہ آور اشیاء کے استعمال کے طور پر کیا جاتا ہو تو مملکت کی طرف سے نشہ پر روک لگانے کے لیے ان اشیاء کی خرید وفروخت کے لیے شرائط طے کی جاسکتی ہیں یا ان پر مطلقاً پابندی لگائی جاسکتی ہے۔ یہی حکم

ان کی کاشت کے لیے بھی ہوگا اور یہ سب سد ذریعہ کے طور پر مطلقا یا مشروط ممنوع ہوں گے۔

۴- بھانگ وافیم سے تیار کی جانے والی دیگر منشیات ومسکرات کا حکم بھی یہی ہوگا یعنی سد ذریعہ کے طور پر ان کی خرید وفروخت کو ممنوع کیا جائے گا۔

تعزیر وحد:

۵- ۶- نشہ آور اشیاء کی تیاری کا حکم اوپر کی تفصیل سے واضح ہے یعنی نشہ آور چیزوں کی خرید وفروخت وکاروبار کرنا جس طرح ممنوع ہے اسی طرح اس کی تیاری وصنعت سازی کو بھی قانونا سد ذریعہ کے طور پر ممنوع کیا جائے گا۔ لیکن یہ سوال کہ جو لوگ اس کے فروغ کا ذریعہ بن رہے ہیں یا اس کو تیار کررہے ہیں کیا ان کو موت کی سزا دی جاسکتی ہے اس بارے میں اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ شریعت نے کن معاصی کے ارتکاب وثبوت پر موت کی سزا دی ہے اور کن گناہوں کے ارتکاب پر حد میں بدنی سزا دی ہے یا مالی جرمانہ عائد کیا ہے، اس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ موت کی سزا کے بارے میں قرآن یہ کہتا ہے کہ ہر انسانی نفس محترم ہے اس لیے اس کو ناحق قتل نہیں کیا جائے گا۔

"ولا تقتلوا النفس التي حرم الله إلا بالحق" (اور کسی جان کو جسے اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے ہلاک نہ کرو مگر حق کے ساتھ) (سورۃ الانعام: ۱۵۱)

"ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم خالدا فيها وغضب الله عليه ولعنه وأعد له عذابا عظيما"۔

(وہ شخص جو کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزاء جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لیے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے) (سورۃ النساء: ۹۳)۔

"من أجل ذلك كتبنا على بني إسرائيل أنه من قتل نفسا بغير نفس أو فساد في الأرض فكأنما قتل الناس جميعا"۔

(اسی وجہ سے بنی اسرائیل پر ہم نے یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا تو اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کردیا) (سورۃ المائدۃ: ۳۲)۔

قرآن کی ان آیات کی وجہ سے انسانی جان کا احترام ضروری ہے اور ہر طرح کے چھوٹے گناہوں وجرائم کے ارتکاب میں انسان کو موت کی سزا نہیں دی جاسکتی ہے، شریعت یہ چاہتی ہے کہ معاصی وجرائم کے ارتکاب سے لوگوں کو روکا بھی جائے اور ان کے نفس وجان کی حفاظت بھی کی جائے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''ادرؤا الحدود عن المسلمين ما استطعتم''

(جہاں تک تم سے ہوسکے حدود کو مسلمانوں سے دفع کرو) (بدائع الصنائع: ۶/ ۲۹۶، ترمذی: ۴/ ۳۳ طبع الحلبی، حاکم: ۴/ ۳۸۴ دائرۃ المعارف العثمانیہ)۔

بہرحال قصاص وحد کی مشروعیت مجرم کو گناہ سے روکنے کے لیے ہوئی ہے، اور دونوں کی سزا شریعت کی طرف سے متعین ہے۔ بنیادی طور پر شراب پینے والے کی حد کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ شراب کے ذریعہ نشہ میں آنے والوں پر کبھی چالیس کوڑے کھجور کی دو شاخوں کے ذریعہ لگائے گئے، یہی سزا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں تھی، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو آپ نے لوگوں سے مشورہ کیا، حضرت عبدالرحمن نے فرمایا کہ سب سے ہلکی حد اسی کوڑے ہیں تو حضرت عمر نے اسی کا حکم دیا (رواہ مسلم)۔

دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اور حضرت ابوبکر کے عہد خلافت میں اور حضرت عمر کے ابتدائی عہد خلافت تک شراب پینے والے کو صحابہ کے پاس لایا جاتا تو وہ کھڑے ہوکر اپنے ہاتھوں، جوتوں اور چادروں سے اسے مارتے تھے یہاں تک کہ جب حضرت عمر کا آخری دور خلافت آیا تو آپ نے چالیس کوڑے لگائے پھر جب لوگوں میں سرکشی اور فسق وفجور آگیا تو حضرت عمر نے اسی کوڑے لگائے (رواہ البخاری بحوالہ فتح الباری: ۱۲/ ۶۶)۔

بہرحال شراب پینے والے کو کوڑا لگائے جانے پر حضرات صحابہ اور ان کے بعد کے مسلمانوں کا اتفاق ہے لیکن چالیس یا اسی کے مابین کتنی ہو اس کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف ہے لیکن اسی کوڑوں سے زیادہ کی سزا کا کوئی قائل نہیں ہے۔ پس جب شراب پینے والے کی سزا زیادہ سے زیادہ اسی

کوڑے ہے تو اس کے بنانے والے یا فروخت کرنے کی سزا لازماً اس سے کم کی تعزیر ہوگی۔

تعزیر کا مقصد تادیب ہے تاکہ مجرم اپنے جرم سے باز آ جائے اور چونکہ جرائم کرنے والوں کے حالات وطبائع مختلف ہوتے ہیں اسی لیے فقہاء اربعہ کے یہاں تعزیر کے بارے میں یہ رائے ہے کہ کم از کم تعزیر مجرم کے بارے میں امام یا قاضی کے اجتہاد سے طے ہوگی؛ کیوں کہ تعزیر سے زجر حاصل کرنے میں لوگوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ لہٰذا بعض مجرموں کو مار پیٹ کے ذریعہ سزا دی جائے گی، بعض کو قید کیا جائے گا، بعض کو محفلوں کے اندر اپنے قدموں کے بل کھڑا کر دیا جائے گا اور بعض کا کمر بند کھول دیا جائے گا وغیرہ۔ مگر اس کے باوجود فقہاء کا اس بات پر اختلاف نہیں ہے کہ شراب یا اس جیسی نشہ آور چیزوں کے استعمال پر موت کی سزا نہیں دی جائے گی، اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ تعزیر کے ذریعہ قتل تک نہیں پہونچا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''لایحل دم امرئ مسلم إلا بإحدی ثلاث: الثیب الزاني، والنفس بالنفس، والتارك لدینه المفارق للجماعة'' (رواه البخاري ومسلم)۔

دوسری حدیث میں ہے جس میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ مفسد کا شر جب اس کے قتل کے بغیر ختم نہ ہو تو اسے قتل کیا جائے گا، حدیث کے الفاظ ہیں:

''من أتاكم وأمركم جمیع علی رجل واحد یرید أن یشق عصاكم أو یفرق جماعتكم فاقتلوه'' (رواه مسلم)

بلکہ تعزیر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے:

''لایجلد أحد فوق عشرة أسواط إلا من حد من حدود الله تعالی'' (رواه البخاري ومسلم)۔

بہرحال ان احادیث اور آیات قرآنیہ کی بنیاد پر فقہاء نے اس کے باوجود کہ تعزیر کو امام وقاضی کے اجتہاد وصواب دید پر رکھا ہے اس کی وضاحت کی ہے کہ تعزیر کے ذریعہ نہ مجرم کے حصہ بدن کا اتلاف ہوگا، نہ اس کی جان کا اعدام ہوگا، تعزیر مجرم کی سلامتی کی شرط کے ساتھ مقید ہے۔

(تبیین الحقائق للزیلعي: ۳/۲۱۰، ۲۱۱)

اس لئے اس قسم کی تیز نشہ آور اشیاء کی تیاری وکاروبار کرنے یا اس کے فروغ کا ذریعہ بننے والے شخص کو موت کی سزا نہیں دی جائے گی؛ البتہ اس کے جرم کے مناسب حال تعزیر کی جائیگی، کوڑے لگائے جائیں گے اور قید کیا جائے گا۔



نشہ آور اشیاء کا خارجی استعمال اسلام کی نظر میں

مولانا محمد عمران ندوی[1]

۱- شریعت نے نشہ کی بنیاد پر حرمت کا حکم صرف سیال چیزوں اور ان مادوں کے لئے نہیں رکھا ہے جو شراب وخمر کے عنوان سے معروف ومتعارف رہی ہیں، بلکہ نشہ پائے جانے کی بنیاد پر اس شئی کو حرام قرار دیا ہے جس کے استعمال سے نشہ وسکر پیدا ہو۔ خواہ وہ سیال مشروب ہو جس کو پانی کی طرح پیا جائے یا کسی چیز میں لگا کر اور مل کر اس کو استعمال کیا جائے، یا کھانے کی صورت میں استعمال ہو چاہے جس شکل میں ہو، اگر سکر ہے تو حرمت کا حکم لگے گا۔ اس لئے کہ قرآن پاک نے سکر کی علت کی وجہ سے نماز کے لئے مسجد آنے سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

"یا أیها الذین آمنوا لا تقربوا الصلاة وأنتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون"۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: "یا أیها الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر... الخ"۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولانا امین احسن صاحب اصلاحیؒ رقمطراز ہیں:

خمر کے متعلق یہ دعوی بے بنیاد ہے کہ اس کا اطلاق صرف انگوری شراب پر ہی ہوتا ہے۔ کلام عرب سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ اور ہو بھی تو شراب کی حرمت کی اصل علت اس کے اندر نشہ کا پایا جانا ہے۔ اس وجہ سے ہر نشہ آور چیز کا حکم یہی ہوگا (سورۂ المائدہ: آیت ۹۰-۹۱، تدبر قرآن)۔

اسی طرح سے مختلف علاقوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وفود آتے تھے، جہاں وہ اپنے دوسرے مسائل دریافت کرتے وہیں وہ حضرات اپنے علاقے میں رائج مشروبات کے متعلق بھی دریافت کرتے تھے۔ جیسے کہ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے:

"عن جابر أن رجلا قدم من جبشان وجیشان من الیمن، فسأل النبی صلی اللہ علیه وسلم عن شراب یشربونه بأرضهم من الذرة یقال له المزر. فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم: "أو مسکر هو"؟ قال: نعم! قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: "کل مسکر حرام" (مسلم ص: ۱۶۷)۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب ملک یمن کے جبشان وجیشان سے آئے اور آپ سے ایک مشروب کے متعلق دریافت کیا جو ان کے یہاں پی جاتی تھی، اور مکئی سے بنتی تھی جس کو المزر کہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل سے دریافت کیا کہ کیا وہ نشہ آور ہے؟ سائل نے کہا: ہاں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

اس حدیث سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر تفصیلات سے کوئی تعرض نہیں کیا بلکہ صرف اتنی بات پوچھی کہ نشہ آور ہے یا نہیں۔ گویا ممانعت کا مدار نشہ آور ہونے پر ہے۔ نہ کہ سیال، جامد یا کسی اور علت پر، اسی طرح صحاح ستہ کے کتاب الأشربہ میں مذکور اکثر احادیث میں اس زمانے کے مروج مسکر مشروبات کی ممانعت کے بعد ایک کلی حکم ضرور نظر آتا ہے، جو مستقبل میں بننے والی مسکر اشیاء کا حکم اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اور وہ کلی حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد "کل مسکر حرام" (ہر نشہ آور چیز حرام ہے) ہے۔ مثلاً:

۱- أن عائشة قالت: سئل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عن البتع فقال: "کل شراب أسکر فهو حرام"

(بخاری: کتاب الأشربه: ۸۳۷)۔

۲- عن أبی موسیٰ قال: بعثنی النبی صلی اللہ علیه وسلم أنا ومعاذ بن جبل إلی الیمن، فقلت: یا رسول اللہ! إن

[1] جامعہ اسلامیہ، انوار العلوم، اورنگ آباد

شرابًا يصنع بأرضنا يقال له المزر من الشعير، وشرابًا يقال له البتع من العسل، فقال: ''كل مسكر حرام''

(مسلم: باب بيان أن كل مسكر خمر، وأن كل خمر حرام: ص: ۱۶۷)۔

۳- إن النعمان بن بشير قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ''إن الخمر من العصير والزبيب والتمر والحنطة والشعير والذرة وإني أنهاكم عن كل مسكر'' (أبوداؤد: كتاب الأشربة ص: ۵۱۸)۔

۴- نسائی شریف کے ''کتاب الأشربة'' تحریم کل شراب أسکر کی تمام احادیث میں ''کل مسکر حرام'' کا جملہ موجود ہے۔

۵- ترمذی شریف کے ''أبواب الأشربة'' میں تو امام ترمذی نے اسی عنوان سے ایک باب قائم کیا ہے۔

''باب ماجاء كل مسكر حرام'' (ترمذی: ۲/۸)۔

اسی طرح حضرت ام سلمہؓ سے مروی ایک حدیث سے اس بات کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ ممانعت صرف مسکر تک ہی محدود نہیں بلکہ مفتر بھی اس کے حدود میں آتا ہے۔عن أم سلمة قالت: نهى رسول الله ﷺ عن كل مسكر ومفتر (أبوداؤد: كتاب الأشربة: ص: ۵۱۹)۔

اس حدیث کے متعلق أبوداؤد کے حاشیہ میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے، جو بدلتے ہوئے زمانے میں بننے والی نئی مسکر چیز پر حکم لگانے میں بڑا معاون معلوم ہوتا ہے، واقعہ یہ ہے: ''يحكى أن رجلًا من العجم قدم القاهرة وطلب دليلًا على تحريم الحشيشة، وعقد لذلك مجلسًا حضرة علماء العصر، فاستدل الحافظ زين الدين بهذا الحديث، فأعجب الناظرين'' (كذا في مرقاة الصعود)۔

ایک عجمی شخص قاہرہ پہونچا اور حشیش کی حرمت پر دلیل کا مطالبہ کیا، اس کے لئے اس زمانہ کے علماء کرام نے ایک مجلس منعقد کی، جس میں حافظ زین الدینؒ نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے حشیش کو حرام قرار دیا، تو لوگوں نے اس کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔

اسی طرح صحابہ کرام کے فتاوے بھی موجود ہیں جن سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ خمر کا حکم صرف شراب تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ تمام نشیلی چیزوں کو اس کا حکم شامل رہے گا۔ مثلاً:

عن ابن عمر قال سمعت عمر يخطب على منبر المدينة، فقال: يا أيها الناس ألا أنه نزل تحريم الخمر يوم نزل وهي من خمسة من العنب والتمر والعسل والحنطة والشعير... والخمر ما خامر العقل'' (بخاری: ۸۳۷، نسائی: ۲۷۶)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ کے منبر پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا: لوگو! غور سے سنو جس دن شراب کی حرمت نازل ہوئی اس وقت پانچ چیزوں سے شراب بنتی تھی: انگور، کھجور، شہد، گندم اور جو سے، لیکن خمر ان سب کو کہا جائے گا جو عقل کو ڈھانپ لیتی ہو۔

اسی طرح حضرت سعید بن جبیر سے مروی ہے: عن سعيد بن جبير قال: ''السكر خمر'' (نسائی: ۲۷۶)۔

حضرت سعید بن جبیر سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نشہ خمر ہے۔

اسی طرح حضرت ابراہیم اور حضرت شعبی کا فتوی ہے، اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا فتوی اس طرح منقول ہے:

أخبرنا سويد قال أخبرنا عبدالله عن الصعق بن حزن قال: كتب عمر بن عبدالعزيز إلى عدي بن أرطاة ''كل مسكر حرام'' (نسائی، كتاب الأشربة: تحريم كل شراب أسكر، ص: ۲۷۶)۔

۲- آج کل نشہ آور اشیاء کے استعمال اور اس سے استفادہ کی بہت شکلیں ہیں اور ابھی نہ جانے کتنی شکلیں ایجاد ہوں گی، ان شکلوں کے بدلنے سے احکام میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی اس لئے کہ مقصد میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی ہے، بس جسم کے اندر نشہ آور مادہ کو پہنچانے کے طریقے میں تبدیلی ہوئی ہے، آج یہ طریقہ ہے، کل اس سے بھی زیادہ زود اثر اور سہل طریقے ایجاد ہوں گے۔ لہٰذا حکم تو وہی ہوگا چاہے نشہ آور چیز کھائی جائے یا پی جائے، اس کا انجکشن لیا جائے یا سونگھی جائے وغیرہ۔

۳- وہ اشیاء جو براہ راست کسی نہ کسی شکل وصورت میں نشہ وسکر کے لئے استعمال ہوتی ہیں، جیسے بھانگ وافیم، ان کی کاشت اور تجارت کا حکم۔

مسلم شریف کی حدیث کا ایک اقتباس ہے: ''فقال: إن الذی حرم شربها حرم بیعها'' (مسلم ۲/ ۲۲)۔

یہ تو شراب کی تجارت کی حرمت پر نص قطعی ہے، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ جن چیزوں کی حرمت منصوص نہیں ہے بلکہ ان کی مضرت کی وجہ سے ان کو خمر کے حکم میں شامل کیا گیا، اگر ان چیزوں کا استعمال بطور دوا کے ہو تو پھر کیا اس پر حرمت کا حکم باقی رہے گا یا گنجائش ہوگی۔ اس کے متعلق آراء مختلف ہیں۔

درمختار کی عبارت ہے: ''ویحرم أکل البنج والحشیشة والافیون لأنه مفسد للعقل ویصد عن ذکر الله وعن الصلاة لکن دون حرمة الخمر، فإن أکل شیئا من ذلك لاحد علیه، وإن سکر منه بل یعذر بما دون الحد۔

بھانگ، حشیش اور افیم کا کھانا حرام ہے، اس لئے کہ یہ مفسد عقل وخرد ہے اور اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتی ہے لیکن اس کی حرمت، خمر کی حرمت سے کمتر ہے۔ اگر اس میں سے کچھ کھاتا ہے تو اس کو حد نہیں لگائی جائے گی، اگر چہ نشہ ہی کیوں نہ آجائے، بلکہ اس کو تعزیراً کچھ سزا دی جائے گی جو حد سے کم درجہ کی ہوگی۔

دوسری طرف بہت ہی سخت موقف اختیار کرتے ہوئے نجم الدین الزاہدی فرماتے ہیں: بھانگ، حشیش کی حلت کے قائل کی تکفیر کی جائے گی اور اس کو قتل کرنا بھی مباح ہوگا۔

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں کہ قرافی اور ابن تیمیہؒ نے حشیش کی حرمت پر اجماع نقل کیا ہے (فتوی شامی ۱۰/ ۴۲)۔

لیکن علامہ ابن عابدین شامیؒ کی رائے اس تعلق سے معتدل نظر آتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''ولیس الاحتیاط فی الافتراء علی الله تعالیٰ بإثبات الحرمة أو الکراهة اللذین لابد لهما من دلیل'' (رد المحتار ۱۰/ ۴۲)

وہ فرماتے ہیں کہ یہ کوئی احتیاط کی بات نہیں ہے کہ آدمی اللہ پر افتراء باندھ کر کسی چیز کی حرمت اور کراہت کا فتوی دے۔

ان اکابرین کے اقوال کی روشنی میں یہ بات زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے کہ بھانگ، افیم اور ان جیسی اشیاء، ان کی کاشت اور خرید وفروخت کرنا حرام ہوگا۔ لیکن خمر کی حرمت کے مقابلے کم درجہ کی حرمت ہوگی۔

۴- بھانگ اور افیم سے جو منشیات ومسکرات تیار کی جارہی ہیں ان میں کسی طرح کی کوئی گنجائش نظر نہیں آتی؛ کیونکہ اس کے مسکر اور مضر ہونے میں کوئی شک نہیں اور اس کا مقصد بھی صرف اعلیٰ پیمانے پر نشہ پیدا کرنے والی اشیاء کی تیاری ہوا کرتی ہے۔

۵،۶- تیز نشہ آور اشیاء کی تیاری وکاروبار وغیرہ پر حکومتیں سخت موقف اختیار کرتے ہوئے موت کی سزا دے دیتی ہیں۔ شریعت اسلامیہ اس بابت یہ موقف رکھتی ہے کہ انسانی جان کا انتہاء درجہ کا احترام ملحوظ ہونا چاہئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

''انه من قتل نفسا بغیر نفس أو فساد فی الأرض فکأنما قتل الناس جمیعًا'' (مائدہ: ۳۲)۔

اسی طرح احادیث کے مجموعے میں بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے ناحق قتل کی برائی کی وضاحت میں۔ حضرت علیؓ کی حدیث ہے:

عن عمیر بن سعید النخعی قال: سمعت علی بن أبي طالب یقول: ماکنت لأقیم علی أحد حدًا فیموت فأجد فی نفسي منه شیئًا إلا صاحب الخمر، فإنه لو مات ودیته، وذلك أن رسول الله ﷺ لم یسنه'' (متفق علیہ مشکوۃ: ۳۱۶)۔

حضرت عمیر بن سعید نخعی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں کسی پر بھی حد نافذ کروں اور وہ انتقال کر جائے تو میرے دل میں کوئی کھٹک نہیں ہوتی، سوائے خمر کی حد میں، اس لئے کہ اگر وہ حد لگنے سے مرجائے تو میں اس کی دیت ادا کروں گا، اور یہ اس وجہ سے کہ یہ حد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جاری کردہ نہیں ہے۔

اس واقعہ کی علت اس حدیث سے خوب اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے:

''عن ثور بن زید الدیلمی قال: إن عمر استشار فی حد الخمر، فقال له علی: أریٰ أن تجلده ثمانین جلدة، فإنه إذا شرب سکر، وإذا سکر هذیٰ، وإذا هذیٰ افتری، فجلد عمر فی حد الخمر ثمانین'' (رواہ مالك، مشکوۃ ۲/ ۳۱۶)۔

حضرت ثور بن زید دیلمی فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے شراب کی سزا کے متعلق مشورہ کیا، تو حضرت علیؓ نے مشورہ دیا کہ میرا خیال ہے کہ اس کو

اسی کوڑے مارے جائیں، اس کی علت یہ ہے کہ جب وہ شراب پئے گا تو نشہ آئے گا، اور جب نشہ آئے گا تو غلط باتیں بکے گا، اور جب غلط باتیں کرے گا تو کسی پر بہتان باندھے گا، چنانچہ حضرت فاروق اعظمؓ نے شراب کی حد میں اسی کوڑے مارنے کا حکم دیا۔

یہ احتیاط تو پینے والے کے ساتھ برتی جارہی ہے، لہٰذا ظاہر بات ہے جو اس میں معاون ہوگا اس کی سزا پینے والے سے کم ہوگی، شریعت اسلامی جب پینے والے کو موت کی سزا دینے پر آمادہ نہیں ہوتی تو پھر اس کے معاونین کو موت کی سزا قطعاً نہیں دے گی۔

جواب ۷، ۸:

۷، ۸-وہ لوگ جو مروج قسم کے نشہ کے عادی و مریض ہوتے ہیں ان کے لئے ایسی تدبیریں کہ جن کے ذریعہ ان کی اس عادت کو چھڑایا جائے اور ان کے علاج کے لئے نشہ آور اشیاء کا بھی استعمال کرنا پڑے تو جائز ہوگا۔ جیسا کہ علامہ ابن عابدین شامیؒ نے رد المحتار میں حضرت ابن حجر مکیؒ کا ایک فتوی نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں:

سئل ابن حجر المكي عمن ابتلي بأكل نحو الأفيون، وصار إن لم يأكل منه يهلك۔

فأجاب: إن علم ذلك قطعًا حل له، بل وجب لاضطراره إلى إبقاء روحه كالميتة للمضطر، ويجب عليه التدريج في تنقيصه شيئًا فشيئًا حتى يزول تولع المعدة به من غير أن تشعر، فإن ترك ذلك فهو آثم فاسق (رد المحتار: ۱۰/ ۳۵)

استفتاء:...... حضرت ابن حجر مکی سے دریافت کیا گیا اس شخص کے بارے میں جو ان چیزوں کا عادی ہو جیسے افیون وغیرہ، اور معاملہ یہاں تک ہو گیا ہو کہ نہ کھائے تو مرجائے گا۔

جواب:...... اگر یہ بات قطعی طور پر معلوم ہوجائے کہ نہ کھانے کی صورت میں موت یقینی ہے، تو اس کے لئے ان چیزوں کا کھانا جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے جان بچانے کی مجبوری کی وجہ سے جیسے کہ مضطر کے لئے میتہ حلال ہوجاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اس پر یہ واجب ہوگا کہ آہستہ آہستہ کم کرتا رہے؛ یہاں تک کہ غیر شعوری طور پر معدہ کے نشہ کی شیفتگی ختم ہوجائے۔

اسی طرح اگر ہم شراب کی حرمت پر نظر ڈالیں تو بھی بات واضح ہوجائے گی، قرآن کریم نے بھی تدریجاً ہی شراب کی حرمت نافذ کی ہے۔

مذکورہ بالا دلائل وشواہد کی بناء پر راقم کی رائے یہ ہے کہ:

۱- ہر قسم کی مسکر چیز حرام ہوگی۔

۲- جسم کے اندر نشہ پہنچانے کی ہر شکل حرام ہوگی۔

۳- بھانگ وافیم کی کھیتی اور تجارت ممنوع اور غیر اولی ہوگی۔

۴- بھانگ اور افیم سے بننے والی اشیاء کی خرید وفروخت حرام ہوگی۔

۵- نشہ آور اشیاء کی تیاری اور فروغ دینے والوں کو قتل کی سزا دینا جائز نہیں ہوگا۔

۶- نشہ چھڑانے میں تدریجی عمل کو اپنانا درست ہوگا۔

☆☆☆

نشہ آور اشیاء کے احکام

مولانا حیدر علی قاسمی [1]

۱- انسان کا امتیاز عقل وشعور کی بنیاد پر ہے، اسی کی بنیاد پر اللہ رب العزت نے اس کو مکلف بنایا ہے جو عقل وشعور کی دولت سے محروم ہے وہ مکلف نہیں ہے جیسا کہ مجنون اور نابالغ وغیرہ، عقل وشعور کے بغیر دنیا اور آخرت میں کامیابی اور کامرانی کا حصول ممکن نہیں، اس لیے اس نعمت عظمی کی قدردانی اور عقل وشعور کی حفاظت ہر انسان کے لئے ضروری ہے، اس کی حفاظت کے لیے شریعت اسلامیہ میں زوردار تاکید وارد ہوئی ہے، چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حفاظت، انسان کے ذمہ عائد ہونے والی ذمہ داری کو بحسن وخوبی انجام دینے اور امن وسکون وہوش وحواس کے ساتھ مقصد تخلیق کی ادائیگی کے لیے ہر اس چیز کو ممنوع اور ناجائز قرار دیا ہے جو عقل وشعور کو متاثر کرنے والی اور ہوش وحواس کو زائل کرنے والی ہے جیسا کہ مسلم شریف میں ارشاد نبوی ہے:

إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: كل مسكر خمر وكل مسكر حرام (مسلم شریف ۲/ ۱۶۷)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ہر نشہ آور خمر ہے اور ہر نشہ آور حرام ہے۔

دوسری جگہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت ہے:

سئل رسول الله ﷺ عن التبع فقال رسول الله ﷺ كل شراب أسكر فهو حرام (مسلم شریف ۲/ ۱۶۷)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شہد کی نبیذ کے سلسلہ میں سوال کیا گیا (یہ جائز ہے یا نہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ شراب جو نشہ آور ہو وہ حرام ہے۔ اس سلسلہ میں فقہی قاعدہ ہے: "الأمور بمقاصدها" (قواعد الفقہ/ ۶۳)۔

امور (معاملات) میں اغراض ومقاصد کا اعتبار ہے۔

اور علامہ شامیؒ اپنی عظیم الشان تصنیف میں تحریر فرماتے ہیں: وبه علم أن المراد الأشربة المائعة وأن البنج ونحوه من الجامدات إنما يحرم إذا أراد به السكر... بخلاف القدر المضر فانه يحرم (شامی ۴/ ۴۲)۔

اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ مراد وہ شرابیں ہیں جو مائع ہیں، اور جامدات میں سے بھنگ وغیرہ اس صورت میں حرام ہے جبکہ اس سے نشہ کا ارادہ ہو، ضرر پہونچانے والی مقدار کے خلاف؛ کیوں کہ یہ حرام ہے۔

نیز فقہ کی کتابوں میں شراب کی جو تعریف کی گئی ہے اس سے بھی یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہو، چنانچہ شراب کی تعریف یہ کی گئی ہے:

"واصطلاحا ما يسكر" (در مختار ۱۰/ ۳۶)۔

اصطلاح میں شراب وہ ہے جو نشہ آور ہو۔

اور صاحب فتاوی محمودیہ کی بات بھی اس کی تائید کرتی ہے؛ چنانچہ اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں: "لیکن ان چار کے علاوہ بھی جتنی شرابیں نشہ لانے والی ہیں، سب حرام ہیں فتوی اسی پر ہے، بلاشدت مجبوری دوا میں بھی استعمال جائز نہیں" (فتاوی محمودیہ ۷/ ۳/ ۲۱۵)۔

مذکورہ ارشادات نبویہ اور عبارات فقہیہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے، لہذا جو بھی چیز نشہ لانے والی ہے خواہ شراب وخمر کے

---

[1] جامعہ اسلامیہ جلالیہ، ہوجائی، آسام

عنوان سے متعارف رہی ہو یا استعمال کرنے سے نشہ وسکر پیدا ہو خواہ وہ سیال مشروب ہو جس کو پانی کی طرح پیا جائے یا کسی چیز میں لگا کر اس کو استعمال کریں یا کھانے کی صورت میں استعمال ہو کہ جامد ہو، نباتات وغیرہ کی کسی شکل میں ہو ہر حال میں ناجائز اور حرام ہے، یہی جمہور فقہاء کا قول ہے، اگر چہ اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہؒ کا اختلاف ہے، لیکن دلائل کے اعتبار سے جمہور کا قول راجح ہے اور جمہور کے قول پر ہی عمل اور فتویٰ ہے۔

۲- یہ بات مسلم ہے کہ عقل وشعور کو متاثر کرنے والی چیز اور ہوش وحواس کو زائل کرنے والی چیز شریعت اسلامیہ میں ممنوع اور ناجائز ہے، اس سے بھی انکار نہیں کہ کسی چیز سے استفادہ کرنا عین شیٔ کے استعمال کے مترادف ہے۔

جب یہ بات معلوم ہوگئی تو جاننا چاہئے کہ جب نشہ آور چیز خواہ کسی بھی شکل میں ہو استعمال کرنا جائز نہیں ہے تو انجکشن وغیرہ کے ذریعہ اس سے استفادہ بھی جائز نہیں ہے، چنانچہ فقہ حنفی کی عظیم الشان اور معتبر کتاب میں مذکور ہے۔

والانتفاع بالمحرم حرام (ہدایہ ۴/ ۴۹۹)۔ اور حرام چیز سے نفع اٹھانا حرام ہے۔

لہٰذا جس طریقہ سے نشہ لانے والی چیز کا خواہ کسی بھی شکل میں ہو استعمال جائز نہیں ہے، اسی طریقہ سے نشہ آور اشیاء سے استفادہ اور انجکشن وغیرہ کے ذریعہ نشہ آور اشیاء جسم کے اندر پہونچانا بھی جائز نہیں ہے۔

۳-۴- قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان" (سورہ مائدہ: ۲)۔ اور تم لوگ گناہ اور ظلم پر تعاون نہ کرو۔

مذکورہ آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ اور معصیت کے کام میں تعاون کرنے سے احتیاط اور اجتناب ہر آدمی کے لیے ضروری ہے، اس سے بھی انکار نہیں کہ ہر نشہ لانے والی چیز ناجائز اور حرام ہے، اور ناجائز چیزوں کی کاشت اور خرید وفروخت کرنا گناہ کے کاموں میں تعاون کرنا ہوگا، جبکہ ہر مسلمان اور ہر آدمی کو اس سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا جو چیزیں براہ راست کسی نہ کسی شکل وصورت میں نشہ وسکر کے لیے استعمال ہوتی ہیں جیسے بھنگ وافیم، اسی طرح بھنگ وافیم جیسی اشیاء سے جو منشیات ومسکرات تیار کی جاتی ہیں جن کا رواج اس وقت بڑھتا جارہا ہے جیسے ہیروئن وغیرہ ان کو تیار کرنا، اور فروغ دینے کا ذریعہ بننا جائز نہیں ہے؛ بلکہ مکروہ تحریمی ہے، جیسا کہ ہدایہ میں مذکور ہے:

ویکرہ بیع السلاح فی أیام الفتنة معناہ ممن یعرف أنه من أهل الفتنة لأنه تسبیب إلی المعصیة (ہدایہ ۴/ ۴۷۲)۔

اور فتنہ کے زمانہ میں ہتھیار کی بیع مکروہ ہے یعنی ایسے آدمی سے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ یہ اہل فتنہ میں سے ہے؛ کیوں کہ یہ گناہ اور معصیت کا سبب ہے۔

اور در مختار میں مذکور ہے: إن ما قامت المعصیة بعینه یکرہ بیعه تحریما وإلا فتنزیها (در مختار ۵/ ۲۷۷)۔

جس چیز کی عین شیٔ سے معصیت کا ارتکاب ہوتا ہے اس کی بیع مکروہ تحریمی ہے ورنہ تنزیہی۔

اس بات کی تائید جواہر الفقہ سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ جواہر الفقہ میں مذکور ہے:

وبیع العصیر ممن یتخذ خمرا وبیع الأمرد ممن یعصی به وإجارة البیت ممن یبیع الخمر ... فکله مکروہ تحریما

(جواہر الفقہ ۲/ ۴۵۳)۔

اور ایسے آدمی سے رس کی بیع جو شراب بنائے، اور امرد (بے ریش) کی بیع ایسے آدمی سے جو اس کے ذریعہ گناہ کا ارتکاب کرے اور ایسے آدمی کو اجارہ کے طور پر گھر دینا جو اس میں شراب بنائے، تو یہ تمام چیزیں مکروہ تحریمی ہیں۔

مذکورہ عبارات سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ جو چیزیں براہ راست کسی نہ کسی شکل وصورت میں نشہ وسکر کے لئے استعمال ہوتی ہیں جیسے بھنگ وغیرہ، اسی طرح بھنگ وافیم جیسی اشیاء سے جو منشیات ومسکرات تیار کی جاتی ہیں جیسے ہیروئن وغیرہ تو ان اشیاء کی کاشت، خرید وفروخت اور ان کو تیار کرنا وفروغ دینے کا ذریعہ بننا شریعت مطہرہ میں جائز نہیں ہے بلکہ مکروہ تحریمی ہے۔

۵-۶- اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ نشہ آور اشیاء کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ "کل مسکر حرام" سے واضح ہے، ان میں معمولی فوائد کے ساتھ نقصانات اور خرابیاں زیادہ ہیں، ان کے استعمال کرنے والے کے لیے احادیث نبویہ میں بے شمار وعیدیں وارد ہوئی ہیں؛ چنانچہ ابن عباس سے روایت

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مدمن الخمر إن مات لقي الله عزوجل كعابد وثن (مشكوٰة شريف ۲/ ۳۱۸)۔

جو شخص ہمیشہ شراب نوشی میں مبتلا رہے اور مرجائے تو وہ بت پرست کی طرح اللہ کے سامنے حاضر ہوگا۔

دوسری جگہ ارشاد نبوی ہے: عن ديلم الحميري قال: قلت لرسول الله صلى الله عليه وسلم: يا رسول الله! إنا بأرض باردة ونعالج فيها عملا شديدا وإنا نتخذ شرابا من هذا القمح نتقوى به على أعمالنا وعلى برد بلادنا، قال: هل يسكر؟ قلت: نعم قال: فاجتنبوه قلت: إن الناس غير تاركيه قال: إن لم يتركوه فاتلوهم (مشكوٰة شريف ۲/ ۳۱۸)۔

حضرت دیلم حمیریؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم لوگ ایک سرد علاقہ میں رہتے ہیں جہاں ہم زیادہ محنت کے کام کرتے ہیں، ہم لوگ گیہوں سے شراب تیار کرتے ہیں جس سے ہم اپنی محنت کے لیے طاقت حاصل کرتے ہیں اور اس کی قوت سے اپنے علاقہ کی سردی پر قابو پاتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا وہ شراب نشہ آور ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے اجتناب کرو، میں نے کہا: لوگ اس کو چھوڑنے والے نہیں ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگ اس کو پینا نہ چھوڑیں (اس کو حلال جانیں) تو ان سے قتال کرو۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ارشاد ہے: ''لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الخمر عشرة عاصرها ومعتصرها وشاربها وحاملها'' (مشكوٰة شريف ۱/ ۳۴۲)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے معاملہ میں دس آدمیوں پر لعنت فرمائی ہے، (ان میں سے) شراب کشید کرنے والا، شراب کشید کرانے والا، شراب پینے والا، شراب اٹھانے والا (یعنی وہ شخص جو کسی کو شراب اٹھا کر دے)۔

مذکورہ احادیث شریفہ اور ارشادات نبویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب اور نشہ آور اشیاء استعمال کرنا شریعت اسلامیہ میں سنگین جرم اور عظیم گناہ ہے اور یہ کسی بھی صاحب ایمان کے لیے کسی بھی حالت میں صحیح نہیں ہے۔

اسی طرح ارشاد خداوندی:

"ولا تعاونوا على الإثم والعدوان" (سورہ مائدہ ۲) (اور گناہ اور ظلم پر تعاون نہ کرو) کی بنا پر شراب اور تیز نشہ آور اشیاء کی تیاری اور کاروبار کرنا بالکل جائز نہیں ہے، یہ بھی گناہ عظیم، سنگین جرم اور منشأ شریعت کے خلاف ہے، اور یہ بھی کسی صاحب ایمان کے لیے کسی بھی حال میں صحیح نہیں ہے، اور یہ یعنی تیز نشہ آور اشیاء کی تیاری، کاروبار اور اس کے فروغ کا ذریعہ بننا کتاب وسنت کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ منصف اور معتدل مزاج و عقل کے بھی خلاف ہے؛ بلکہ کسی مسلمان اور صاحب ایمان کے بارے میں یہ تصور بھی محال ہے کہ وہ اس پاکیزہ شریعت میں رہ کر ایسی جیسی وعید اور سنگین جرم کا ارتکاب کرے۔

اس قدر گناہ اور جرم کے باوجود اگر کوئی آدمی اپنی حماقت اور نادانی میں اس کا ارتکاب کرے اور شراب وتیز نشہ آور اشیاء استعمال کرے یا کاروبار کر کے فروغ کا ذریعہ بنے تو اس کو مختلف طریقے سے سزائیں دی جاسکتی ہیں؛ اس کی اصلاح اور بھلائی کے لیے ہر ممکن کوشش کی جاسکتی ہے، اس کو کوڑے لگائے جاسکتے ہیں چنانچہ حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شارب خمر لایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مارا، اسی طرح دیگر احادیث میں بھی سزا وغیرہ کا تذکرہ ہے، لہٰذا اصلاح کے لیے اور اس جیسے جرم سے روکنے کے لیے تعزیر اور سزا کی گنجائش ہے۔

لیکن شریعت اسلامیہ اور کتاب وسنت میں شارب خمر کو موت کی سزا دینا اور اس کو ہلاک کرنے کا تذکرہ نہیں ہے اور کتاب وسنت اور شریعت اسلامیہ کی روشنی میں اس کو موت کی سزا دینا جائز بھی نہیں ہے، جیسا کہ حضرت جابرؓ کی روایت ہے:

''من شرب الخمر فاجلدوه فإن عاد في الرابعة فاقتلوه قال: ثم أتي النبي صلى الله عليه وسلم بعد ذلك برجل قد شرب الخمر في الرابعة فضربه ولم يقتله'' (مشكوٰة شريف ۲/ ۳۱۵)۔

جو آدمی شراب استعمال کرے اس کو کوڑے لگاؤ، اگر چوتھی بار یہ حرکت کرے تو اس کو قتل کرو، فرماتے ہیں: اس کے بعد ایک آدمی کو حضور کی خدمت میں پیش کیا گیا جس نے چوتھی بار شراب استعمال کیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مار اقتل نہیں کیا۔

اسی طرح مشکوۃ شریف کے حاشیہ میں مذکور ہے: ''فاقتلوہ المراد بہ الضرب الشدید أو الأمر للوعید فانہ لم یذھب أحد قدیما وحدیثا أن شارب الخمر یقتل'' (مشکوۃ شریف ۲/ ۳۱۵)۔

فاقتلوہ سے مراد ضرب شدید ہے یا امر وعید کے لیے ہے، اس لیے کہ متقدمین اور متاخرین میں سے کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں ہے کہ شارب خمر کو موت کی سزا دی جائے گی اور قتل کیا جائے گا۔

یہ بھی قابل تسلیم ہے کہ شریعت اسلامیہ میں جان کی حفاظت نہایت ضروری ہے، اس لیے جان کی حفاظت کی خاطر ضرورت کی بنیاد پر حرام چیزیں بھی حلال ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا اس جرم اور تیز نشہ آور اشیاء کے استعمال، کاروبار، تیاری اور فروغ کا ذریعہ بننے سے حکومت کا موت کی سزا مقرر کرنا قطعاً صحیح نہیں ہے، بلکہ احادیث نبویہ اور شریعت اسلامیہ کے بالکل خلاف ہے۔

۷- کتاب اللہ نیک کاموں میں تعاون کرنے کا حکم کرتی ہے اور واضح کرتی ہے:

"تعاونوا علی البر والتقوی" (سورہ مائدہ ۲)۔ نیک کام اور تقوی پر تعاون کرو۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ''من رأی منکم منکرًا فلیغیرہ بیدہ فإن لم یستطع فبلسانہ فإن لم یستطع فبقلبہ وذلك أضعف الإیمان'' (مشکوۃ شریف ۲/ ۴۳۶)۔

تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو اسے چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے روکے، اگر ہاتھ سے روکنے پر قادر نہ ہو تو زبان سے روکے، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل میں روکنے کا ارادہ رکھے، اور یہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے۔

مذکورہ آیت شریفہ اور حدیث نبوی دونوں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نیکی میں تعاون کرنا چاہئے اور اس کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے، اور برائی میں تعاون کرنے سے بچنا چاہئے اور اس کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ شراب اور تیز نشہ آور اشیاء ناجائز ہیں اور اس جیسے سنگین جرم اور ناجائز امور سے بچنا بھی ضروری ہے اور بچانا بھی، لہٰذا اگر جائز اور حلال طریقے سے ایسی کوئی تدبیر کی جائے جس کے ذریعہ اس کو اس عادت قبیحہ سے بچایا جا سکے اور اس مرض ہلاکت سے نکالا جا سکے تو یہ نیکی پر تعاون کے مترادف ہوگا اور اجر و ثواب کا مستحق ہوگا، ان شاء اللہ۔

۸- اور اگر اس کے علاج کے لیے نشہ آور اشیاء کا بھی استعمال کرنا پڑے اس طور پر کہ بتدریج اس کی عادت کو کم کر کے نفی و مکمل احتراز تک لایا جائے اور یہ معتبر آدمی کی بات ہو تو ایسی صورت میں راقم السطور کا خیال ہے کہ اس کی گنجائش ہو جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔ اللہ تعالیٰ تم سے آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور دشواری کا ارادہ نہیں کرتا ہے۔

اور ارشاد نبوی ہے: "الدین یسر"۔ دین میں آسانی ہے۔

اسی طرح مشہور فقہی قاعدہ ہے: ''إذا تعارض مفسدتان روعی أعظمھما بارتکاب أخفھما''۔

جب دو برائیاں متعارض ہوں تو کم درجہ کی برائی کا ارتکاب کر کے بڑے درجہ کی برائی سے بچا جائے گا۔

اور دوسرا قاعدہ ہے: ''الضرر الأشد یزال بالضرر الأخف''۔ کم درجہ کے ضرر کے ذریعہ بڑے درجہ کا ضرر دور کیا جائے گا۔

آیت کریمہ اور حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ دین میں آسانی ہے تنگی نہیں ہے، اور قواعد فقہیہ سے معلوم ہوا کہ اگر کسی معاملہ میں دو ضرر ایک ساتھ جمع ہو جائے تو دونوں میں سے کم درجہ کے ضرر کا ارتکاب کر کے بڑے درجہ کے ضرر کو دور کیا جائے گا۔

لہٰذا جو لوگ مروج قسم کے نشہ کے عادی و مریض ہوتے ہیں، ان کے علاج کے لیے اگر نشہ آور اشیاء کا بھی استعمال کرنا پڑے اس طور پر کہ بتدریج ان کی عادت کو کم کر کے نفی و مکمل احتراز تک لایا جائے تو راقم السطور کے خیال کے مطابق اس کی گنجائش ہونی چاہئے۔

☆☆☆

نشہ آور اشیاء سے متعلق اسلام کے احکام

مفتی محمد الیاس قاسمی [1]

۱- مسکرات اور منشیات کی دو قسمیں ہیں: (۱) سیال (۲) جامد۔

شریعت نے دونوں قسم کی مسکرات اور منشیات کو حرام قرار دیا ہے، البتہ دونوں کے احکام میں کچھ فرق ہے، سیال مشروبات میں سے چار قسم کے مشروبات بالاتفاق حرام ہیں، ان کا ایک قطرہ بھی حرام ہے اگر چہ نشہ نہ آئے، ان کے استعمال پر حد جاری کی جائے گی، اور شراب کی حد اسی کوڑے ہیں، اس پر فقہاء کا اتفاق ہے۔ وہ چار مشروبات درج ذیل ہیں:

(۱) انگور کی شراب (۲) انگور کی پختہ شراب (۳) رطب کی شراب (۴) زبیب کی شراب

والمحرم منها أربعة أنواع الأول الخمر وهى النيئى بكسر النون فتشديد الياء من ماء العنب إذا غلا واشتد و قذف بالزبد... وحرم قليلها و كثيرها بالاجماع... والثانى الطلاء... والثالث السكر بفتحتين وهو النيئى ماء الرطب إذ اشتد وقذف بالزبد و الرابع نقيع الزبيب (الدر المختار على رد المحتار ۱۰/ ۳۶ مطبوعه زكريا)۔

سیال مشروبات کے علاوہ جامد نشہ آور اشیاء بھی حرام ہیں خواہ وہ نباتات وغیرہ کی شکل میں ہوں یا دوسری کسی شکل میں۔ ان کے استعمال پر فقہاء متقدمین نے تعزیر کا حکم دیا تھا؛ البتہ فقہائے متاخرین کی رائے ہے کہ فساد زمانہ کی بنا پر ان پر حد جاری کرنا چاہئے۔

نقل فى الأشربة عن الجوهرة حرمة أكل بنج وحشيشة وأفيون لكن دون حرمة الخمر ولو سكر بأكلها لايحد بل يعزر (الدر المختار على رد المحتار ۶/ ۷۶-۷۵)۔

کتاب الاشربہ میں جوہرہ سے بھانگ، حشیش اور افیون کی حرمت منقول ہے لیکن یہ شراب کی حرمت سے کم ہے، اور اگر اس کے کھانے سے نشہ آجائے تو حد نہ لگائی جائے گی بلکہ تعزیر کی جائے گی۔

عن القهستانى عن متن البزدوى أنه يحد بالسكر من البنج فى زماننا على المفتى به (شامى ۶/ ۷۷-۷۵، زكريا)۔

عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ كل مسكر خمر وكل مسكر حرام الحديث (جامع الترمذى ۲/ ۸، ابواب الاشربه، باب ماجاء فى شارب الخمر)۔

حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ہر نشہ آور شئی شراب ہے اور ہر نشہ آور شئے حرام ہے۔

ويحرم أكل البنج والحشيشة هى ورق القنب والافيون لأنه مفسد للعقل ويصد عن ذكر الله وعن الصلوة (الدر المختار على رد المحتار ۱۰/ ۴۰، ۴۱)۔

بھانگ حشیش (یہ جوٹ کے پتے ہیں) اور افیم کھانا حرام ہے؛ کیونکہ یہ عقل کو خراب کر دیتی ہیں اور اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتی ہیں۔

الأشياء الجامدة المضرة فى العقل أوغيره يحرم تناول القدر المضر منها دون القليل النافع لأن حرمتها ليست

---

[1] خادم افتاء مدرسہ بیت العلوم پونہ

لعينها بل لضررها (شامی ۱۰/ ۴۰)۔

عقل وغیرہ کو نقصان پہونچانے والی جامد اشیاء ان میں سے نقصان دہ مقدار کا کھانا حرام ہے نہ کہ نفع بخش کم مقدار کا کھانا؛ کیونکہ ان کی حرمت ذاتی نہیں بلکہ ان کے ضرر کی وجہ سے ہے۔

مذکورہ منشیات ومسکرات بہر حال حرام ہیں خواہ انھیں مشروب کے طور پر پیا جائے یا کسی چیز میں لگا کر اور مل کر استعمال کریں یا کھانے کی صورت میں استعمال ہو؛ چنانچہ فقہاء لکھتے ہیں: (قوله وكره شرب دردی الخمر والامتشاط به) لأن فيه أجزاء الخمر فكان حراما نجسا والانتفاع بمثله حرام ولهذا لا يجوز أن يداوی به جرحا (البحر الرائق ۹/ ۴۴)

(شراب کی تلچھٹ پینا اور اس کے ذریعے کنگھی کرنا مکروہ ہے) اس لئے کہ اس میں شراب کے اجزاء ہیں؛ لہذا یہ حرام اور ناپاک ہوگی، اور ان جیسی چیزوں سے فائدہ اٹھانا حرام ہے؛ اسی لئے اس کے ذریعہ زخم کا علاج کرنا جائز نہیں۔

ولا يجوز أن يداوی بالخمر جرحا أو دبر دابة (عالمگیری ۵/ ۳۵۵)۔

شراب کے ذریعہ زخم یا چوپائے کی پیٹھ کے زخم کا علاج جائز نہیں۔

۲- انجکشن کے ذریعہ بھی نشہ آور اشیاء جسم میں داخل کرنا جائز نہیں؛ کیونکہ فقہاء نے شراب سے ہر قسم کے انتفاع کو ناجائز قرار دیا ہے، انجکشن کے ذریعہ براہ راست نشہ آور اشیاء جسم میں داخل کی جاتی ہیں، اسی طرح فقہاء نے شراب کو بطور حقنہ استعمال کرنے اور ذکر کے سوراخ میں قطروں کی شکل میں شراب ڈالنے کو ناجائز قرار دیا ہے۔

ويكره الاحتقان بالخمر وإقطاره فی الإحليل لأنه انتفاع بالنجس المحرم (البحر الرائق ۹/ ۴۴)

مفسدات صوم کے متعلق بحث کرتے ہوئے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر دماغ یا پیٹ کے زخم میں دوا غیر فطری سوراخوں سے دماغ یا پیٹ میں پہونچ جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا، اسی طرح اگر نشہ آور اشیاء غیر فطری سوراخوں یعنی انجکشن وغیرہ کے ذریعہ جسم میں داخل کر دی جائیں تو یہ بھی حرام اور موجب تعزیر ہوگا؛ کیونکہ شراب کی حرمت کی علت سکر یعنی نشہ آور ہونا ہے جب کہ دیگر منشیات بھی شراب سے بڑھ کر نشہ آور ہوتی ہیں اور انجکشن کے ذریعے بھی مسکرات کے خورد ونوش کی طرح جسم میں نشہ کی کیفیات بدرجہ اتم طاری ہو جاتی ہیں۔

چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

وأما ما وصل إلى الجوف أو إلى الدماغ من غير المخارق الأصلية بأن داوى الجائفة والآمة فإن داواها بدواء يابس لا يفسد لأنه لم يصل إلى الجوف ولا إلى الدماغ ولو علم أنه وصل يفسد فی قول أبی حنيفة وإن داواها بدواء رطب يفسد عند أبی حنيفة وعندهما لا يفسد (بدائع الصنائع زکریا ۲/ ۲۴۳ کتاب الصوم، مفسداته)۔

اور رہی وہ چیزیں جو پیٹ یا دماغ تک غیر فطری سوراخوں سے پہونچ جائیں اس طور سے کہ پیٹ یا دماغ کے زخم کا علاج کرے پس اگر وہ خشک دوا سے علاج کرے تو روزہ فاسد نہ ہوگا؛ اس لئے کہ یہ پیٹ یا دماغ تک نہیں پہونچی ہے، اور اگر معلوم ہو جائے کہ وہ پیٹ یا دماغ تک پہونچ گئی ہے تو امام ابوحنیفہ کے قول پر روزہ فاسد ہو جائے گا، اور اگر تر دوا سے علاج کرے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک روزہ فاسد ہو جائے گا اور صاحبین کے نزدیک فاسد نہ ہوگا۔

”وفی دواء الجائفة والآمة اكثر المشائخ على أن العبرة للوصول إلى الجوف والدماغ لا لكونه رطبا أو يابسا“

(الفتاوى الهنديه ۱/ ۲۰۴ کتاب الصوم باب ما يفسد الصوم، وما لا يفسد)۔

پیٹ یا دماغ کے زخم کے متعلق اکثر مشائخ کی رائے یہ ہے کہ اعتبار پیٹ یا دماغ تک دوا کے پہونچ جانے کا ہے دوا کے تر یا خشک ہونے کا اعتبار نہیں۔

شراب کے علاوہ دیگر مشروبات کی حرمت کی علت نشہ آور ہونا ہے۔

والثالث أن عينه حرام غير معلول بالسكر بخلاف غيره من الأشربة فإنه معلول بالسكر (البحر الرائق زكريا ۹/ ۴۰۰)

نقل في الأشربة عن الجوهرة حرمة أكل بنج وحشيشة وافيون لكن دون حرمة الخمر ولو سكر بأكلها لا يحد بل يعزر (الدر المختار على رد المحتار زكريا ۶/ ۷۵، ۷۶)۔

کتاب الاشربہ میں جوہرہ سے بھانگ، حشیش اور افیون کی حرمت منقول ہے لیکن یہ شراب کی حرمت سے کم ہے، اور اگر اس کے کھانے سے نشہ آ جائے تو حد نہ لگائی جائے گی بلکہ تعزیر کی جائے گی۔

۳- بھانگ کی کاشت جائز ہے؛ کیونکہ یہ فی نفسہ حرام نہیں بلکہ اس کے ضرر کی وجہ سے اسے حرام قرار دیا گیا ہے۔ افیم خشخاش نامی پودے سے حاصل کی جاتی ہے، اس پودے کی کاشت بھی جائز ہے؛ کیونکہ ان اشیاء کا استعمال دواؤں میں ہوتا ہے، ان کی قلیل مقدار حرام نہیں ہے بلکہ اتنی مقدار میں ان کا استعمال حرام ہے کہ جس سے نشہ آ جائے، نیز ان اشیاء کی کاشت سے مقصود تجارت ہو تو ان کی کاشت جائز ہوگی، اور اگر مقصود نشہ آور اشیاء کی تیاری میں تعاون ہو تو کاشت ناجائز ہوگی۔

لأن حرمتها ليست لعينها بل لضررها (شامي زكريا ۱۰/ ۴۰)۔

کیونکہ ان کی حرمت ذاتی نہیں ہے بلکہ ان کی ضرر کی وجہ سے ہے۔

أقول الظاهر أن هذا خاص بالأشربة المائعة دون الجامد كالبنج والافيون فلا يحرم قليلها بل كثيرها المسكر وبه صرح ابن حجر في التحفة وغيره وهو مفهوم من كلام أئمتنا لأنهم عدوها من الأدوية المباحة وإن حرم السكر منها بالاتفاق كما نذكره ولم نر أحدا قال بنجاستها ولا بنجاسة نحو الزعفران مع أن كثيره مسكر (شامي زكريا ۱۰/ ۳۷)۔

میں کہتا ہوں ظاہر یہ ہے کہ یہ صرف سیال مشروبات کے ساتھ خاص ہے نہ کہ جامد اشیاء جیسے بھانگ اور افیم کے ساتھ، لہٰذا ان کی قلیل مقدار حرام نہ ہوگی بلکہ ان کی زیادہ اور نشہ آور مقدار حرام ہوگی، اسی بات کی صراحت ابن حجر مکیؒ نے تحفہ میں کی ہے اور دوسرے فقہاء نے بھی صراحت کی ہے، اور یہی ہمارے ائمہ کے کلام کا مفہوم ہے اس لئے کہ انھوں نے اسے مباح دواؤں میں شمار کیا ہے اگرچہ بالاتفاق نشہ کے لئے ان کا استعمال حرام ہے جیسا کہ ہم ذکر کریں گے اور ہم نے کسی کو نہیں دیکھا جو ان کی اور زعفران جیسی اشیاء کی نجاست کا قائل ہو باوجود اس کے کہ زعفران کی زیادہ مقدار نشہ آور ہے۔

أكل قليل السقمونيا والبنج مباح للتداوي (شامي ۱۰/ ۴۰)۔

ازراہ علاج سقمونیا اور بھانگ تھوڑی مقدار میں کھانا جائز ہے۔

(والافيون) وهو عصارة الخشخاش يكرب ويسقط الشهوتين إذا تعوّد عليه (شامي ۱۰/ ۴۱)۔

بيع العصير ممن يتخذه خمرا إن قصد به التجارة فلا يحرم وإن قصد به لأجل التخمير حرم وكذا غرس الكرم على هذا (الاشباه والنظائر ۱۱۴، ۱۱۳، مطبوعہ دیوبند)۔

انگور کے رس کی بیع اس شخص سے جو اس سے شراب بنائے اگر اس سے مقصود تجارت ہو تو حرام نہ ہوگی، اور اگر مقصود شراب بنانا ہو تو یہ حرام ہوگی، اسی طرح انگور کی بیل کی کاشت کا بھی حکم یہی ہے (یعنی اگر مقصود تجارت ہے تو کاشت حرام نہ ہوگی، اور اگر مقصود شراب کی تیاری میں تعاون ہے تو کاشت حرام ہوگی۔

بھانگ اور افیم اور ان جیسی اشیاء کی تجارت جائز ہے؛ البتہ جو لوگ انھیں نشہ کے لئے استعمال کرتے ہوں ان کے ہاتھوں ان اشیاء کی بیع مکروہ ہوگی۔

وصح بيع غير الخمر ومفاده صحة بيع الحشيشة والافيون اى عنده خلافا لهما فى البيع والضمان لكن الفتوى على قوله فى البيع وعلى قولهما فى الضمان... ثم إن البيع وإن صح لكنه يكره كما فى الغاية (الدرالمختار وردالمحتار زكريا ۱۰/ ۳۵)۔

شراب کے علاوہ دیگر منشیات کی بیع صحیح ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حشیش اور افیم کی بیع صحیح ہے یعنی امام ابوحنیفہ کے نزدیک۔ اس مسئلہ میں بیع اور ضمان کے سلسلہ میں صاحبین کا اختلاف ہے لیکن بیع کے سلسلہ میں فتوی امام ابوحنیفہ کے قول پر ہے اور ضمان کے سلسلہ میں صاحبین کے قول پر ہے، پھر بیع اگرچہ صحیح ہوگی لیکن مکروہ ہوگی جیسا کہ غایۃ میں ہے:

لا يكره بيع مالم تقم المعصية به كبيع الجارية المغنية والكبش النطوح والحمامة الطيارة والعصير والخشب ممن يتخذ منه المعازف (شامی ۹/ ۵۶۱)۔

بیع مکروہ نہ ہوگی جب تک کہ وہ کسی گناہ کے ارتکاب کا باعث نہ ہو جیسا کہ گانے والی لونڈی، سینگ مارنے والا مینڈھا، منڈلانے والا کبوتر، رس اور لکڑی کی بیع اس شخص سے جو اس کے ذریعہ باجے بنائے۔

۴- بھانگ اور افیم سے تیارشدہ اشیاء مثلاً ہیروئن وغیرہ عموماً نشہ ہی کے لئے استعمال کی جاتی ہیں اس لئے ان کی تیاری وتجارت مکروہ تحریمی ہوگی؛ کیونکہ علامہ شامی نے شراب کے علاوہ دیگر منشیات اور مسکرات کی بیع کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔

قوله (وصح بيع غير الخمر) اى عنده خلافا لهما فى البيع والضمان لكن الفتوى على قوله فى البيع وعلى قولهما فى الضمان... ثم إن البيع وإن صح لكنه يكره كما فى الغاية (شامی ۱۰/ ۳۵)۔

۵،۶- اس قسم کی تیز نشہ آور اشیاء کی تیاری پر عام حالات میں موت کی سزا نہیں دینی چاہئے بلکہ تعزیراً مجرم کو ضرب وحبس کی سزا دینی چاہئے، اس طرح کی سزاؤں کے بعد بھی اگر ایسے مجرمین اپنے جرم سے باز نہ آئیں تو انھیں موت کی سزا دی جاسکتی ہے۔

سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص شراب پیئے تو پہلی، دوسری اور تیسری مرتبہ میں اسے کوڑے مارے جائیں گے البتہ چوتھی مرتبہ شراب پیئے تو اسے قتل کردیا جائے لیکن محدثین نے اس حدیث کو منسوخ قرار دیا ہے؛ کیونکہ یہ حکم ابتدائے اسلام کا تھا بعد میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ایسے شخص کو لایا گیا جس نے چوتھی مرتبہ شراب پی تھی تو آپ نے اس کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ کوڑے لگوائے نیز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ تعالی کی وحدانیت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتا ہو اس کو تین اسباب میں سے کوئی ایک سبب کی موجودگی کے بغیر قتل کرنا جائز نہیں۔

(۱) اگر وہ کسی کا قتل کرے تو قصاص میں اسے قتل کیا جائے۔

(۲) شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرے۔

(۳) اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے۔

عن أبي صالح عن معاوية قال قال رسول الله ﷺ من شرب الخمر فاجلدوه فإن عاد فى الرابعة فاقتلوه۔

عن سهيل أبي صالح عن أبيه عن أبي هريرة عن النبى ﷺ سمعت محمدا يقول حديث أبي صالح عن معاوية عن النبى ﷺ فى هذا أصح من حديث أبي صالح عن أبي هريرة عن النبى ﷺ وإنما كان هذا فى أول الأمر ثم نسخ بعد هكذا روى محمد بن اسحاق عن محمد بن المكدر عن جابر بن عبدالله عن النبى ﷺ قال إن من شرب الخمر فاجلدوه فإن عاد فى الرابعة فاقتلوه قال ثم أتى النبى ﷺ بعد ذلك برجل قد شرب فى الرابعة فضربه ولم يقتله وكذلك روى الزهرى عن قبيصة بن ذؤيب عن النبى ﷺ نحو هذا قال فرفع القتل وكانت رخصة والعمل على هذا عند عامة أهل العلم لا نعلم بينهم اختلافا فى ذلك فى القديم والحديث ومما يقوى هذا ما روى عن النبى ﷺ من أوجه كثير انه قال

لا يحل دم امرىء مسلم يشهد أن لا إله إلا الله وأني رسول الله إلا بإحدى ثلاث النفس بالنفس والثيب الزاني والتارك لدينه۔

یہ حکم تو شراب پینے کا ہے، اگر کوئی شخص شراب کے علاوہ بھانگ، افیم اور ہیروئن وغیرہ کا استعمال کرے تو فساد زمانہ کی بناء پر ایسے لوگوں پر بھی حد جاری کرنا چاہئے جیسا کہ فقہائے متاخرین کی رائے ہے۔

عن القهستاني عن متن البزدوي أنه يحد بالسكر من البنج في زماننا على المفتي به (شامی زکریا ٦/ ۷۷،۷۵)۔

البتہ اگر کوئی شخص شراب ونشہ آور اشیاء کے کاروبار کے فروغ کا سبب بن رہا ہو اور دیگر سزائیں دینے کے باوجود وہ اس سے باز نہ آ رہا ہو تو اسے موت کی سزا دی جاسکتی ہے۔

۷- جو لوگ مروج نشہ کے عادی ومریض ہیں ان کے لئے ایسی تدبیریں جن کے ذریعہ ان کی اس عادت کو چھڑایا جائے اور انھیں اس مرض وہلاکت سے بچایا جائے نہ صرف جائز ہیں بلکہ شرعاً مطلوب ومحمود ہیں اور مسکرات ومنشیات کے مریضوں کے لئے ان تدابیر کو اختیار کرنا اور ان پر عمل پیرا ہونا لازم ہے؛ چنانچہ علامہ شامیؒ نے ان تدابیر میں سے ایک تدبیر نقل فرمائی ہے۔

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

سئل ابن حجر المكي عمن ابتلي بأكل نحو الافيون وصار إن لم يأكل منه هلك فأجاب إن علم ذلك قطعا حل له بل وجب لاضطراره إلى إبقاء روحه كالميتة للمضطر ويجب عليه التدريج في تنقيصة شيئا فشيئا حتى يزول تولع المعدة به من غير أن تشعر فإن ترك ذلك فهو آثم فاسق (شامی زکریا١٠/ ۴۵)۔

ابن حجر مکیؒ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو افیم جیسی چیزوں کے کھانے کی لت میں مبتلا ہو جائے اور اس کی حالت ایسی ہو جائے کہ اگر اسے نہ کھائے تو ہلاک ہو جائے تو آپؒ نے جواب دیا: اگر اسے یہ بات یقینی طور سے معلوم ہو تو اس کے لئے اسے کھانا نا صرف حلال ہے بلکہ واجب ہے؛ کیونکہ وہ اپنی روح کو باقی رکھنے کیلئے اس کے کھانے پر مجبور ہے جیسا کہ مضطر کے لئے مردار کھانا واجب ہے، اور اس پر واجب ہے کہ وہ کھانے کی مقدار میں بتدریج تھوڑی تھوڑی کمی کرتا جائے یہاں تک کہ اس کا معدہ افیم وغیرہ کے بغیر رہنے سے مانوس ہو جائے اس حال میں کہ اسے اس کا احساس بھی نہ ہو۔ اگر اس نے افیم کی عادت ترک کرنے کی اس تدبیر پر عمل نہیں کیا تو وہ گنہگار اور فاسق ہوگا "الأمور لمقاصدها (الاشباہ والنظائر ١/ ١١٣)۔

وسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلاهما مقصود (اعلام الموقعين ٢/ ١٧٥)۔

مقصد کا وسیلہ مقصد کے تابع ہوتا ہے اور دونوں ہی مقصود ہوتے ہیں۔

۸- حرام اشیاء سے علاج کے متعلق فقہائے متقدمین میں اختلاف تھا لیکن فقہاء متاخرین اس کے جواز پر متفق ہیں۔

علامہ زیلعیؒ رقم طراز ہیں:

وفي النهاية يجوز التداوي بالمحرم كالخمر والبول إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاء ولم يجد غيره من المباح ما يقوم مقامه والحرمة ترتفع للضرورة فلم يكن متداويا بالحرام (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ٦/ ٣٣)۔

نہایہ میں ہے حرام اشیاء جیسے شراب اور پیشاب سے علاج جائز ہے بشرطیکہ کسی مسلمان ڈاکٹر نے اس میں شفاء کی خبر دی ہو اور اس کا کوئی جائز متبادل موجود نہ ہو؛ کیونکہ اضطرار کے وقت حرمت ختم ہو جاتی ہے، لہٰذا وہ حرام سے علاج کرنے والا شمار نہ ہوگا۔

نیز اللہ کے رسول ﷺ نے بھی اصحاب عرینہ کو علاج کے طور پر اونٹ کا پیشاب پینے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔

عن أنس رضي الله عنه أن ناسا من عرينة قدموا المدينة فاجتووها فبعثهم رسول الله ﷺ في إبل الصدقة وقال اشربوا

من ألبانها وأبوالها (جامع الترمذی ۲/ ۳۲، أبواب الطب باب ماجاء فی شرب ابوال الابل)۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگ مدینہ آئے تو انھیں جوی کی بیماری لاحق ہوگئی، پس اللہ کے رسول ﷺ نے انھیں زکوۃ کے اونٹوں میں بھیج دیا اور فرمایا کہ ان کے دودھ اور پیشاب کو پیو۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

لا بأس بشرب ما يذهب بالعقل لقطع نحو أكلة أقول ينبغي تقييده بغير الخمر وظاهره أنه لا يتقيد بنحو بنج من غير المائع وقيده به الشافعية (شامی زکریا ۱۰/ ۴۵)۔

اس چیز کو پینے میں کوئی حرج نہیں جو عقل کو ختم کردے خارش جیسے امراض کو دور کرنے کے لئے، میں کہتا ہوں: مناسب ہوگا کہ اس کو شراب کے علاوہ سے مقید کیا جائے، اور اس کا ظاہر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ غیر سیال چیز مثلا بھانگ وغیرہ سے اس کو مقید نہیں کیا جائے گا اور شوافع نے غیر سیال سے اس کو مقید کیا ہے۔

اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عرفجہؓ کو سونے کی ناک بنوانے کی اجازت مرحمت فرمائی حالانکہ سونے کا استعمال مردوں کے لئے حرام ہے

عن عرفجة بن أسعد قال أصيب أنفي يوم الكلاب في الجاهلية فاتخذت أنفا من ورق فانتن علي فأمرني رسول الله ﷺ أن أتخذ أنفا من ذهب (جامع الترمذی ۱/ ۳۰۶ أبواب اللباس باب ماجاء فی شد الأسنان بالذهب)۔

حضرت عرفجہؓ سے روایت ہے کہ میری ناک جاہلیت کے زمانے میں جنگ کلاب میں کٹ گئی تو میں نے چاندی کی ناک بنوائی مگر اس میں بدبو پیدا ہوگئی تو آپ ﷺ نے مجھ کو اجازت مرحمت فرمائی کہ میں سونے کی ناک بنوالوں۔

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

سئل ابن حجر المكي عمن ابتلي بأكل نحو الأفيون وصار إن لم يأكل منه هلك فأجاب إن علم ذلك قطعا حل له بل وجب لا ضطراره إلى إبقاء روحه كالميتة للمضطر ويجب عليه التدريج في تنقيصه شيئا فشيئا حتى يزول تولع المعدة به من غير ان تشعر فإن ترك ذلك فهو آثم فاسق (شامی زکریا ۱۰/ ۴۵)۔



نشہ آور اشیاء-احکام ومسائل

مولانا عبدالحی مفتاحی[1]

نحمده ونستعينه ونستغفره ونصلي ونسلم على رسوله الكريم

محمد بن عبدالله الأمين وعلى آله وأصحابه أجمعين أما بعد!

''نشہ آور اشیاء'' کے تحت مختلف جزئیات کے متعلق سوالنامہ موصول ہوا، شریعت مطہرہ کی روشنی میں جوابات پیش خدمت ہیں۔

الله هو الموفق والمعين۔

جزئیات کو حل کرنے کے لئے بطور مقدمات شراب کی حقیقت وماہیت اور اس کے متعلق وارد نصوص اور حرمت کی علت کو ذکر کیا جاتا ہے پھر سوالنامہ میں مذکور جزئیات کو حل کیا جائے گا۔

شراب کی حقیقت

شراب لغت میں ہر بہتی ہوئی چیز کو کہتے ہیں جسے پیا جاسکے خواہ حلال ہو یا حرام، اور شریعت کی اصطلاح میں ان مشروبات کو کہتے ہیں جو نشہ پیدا کرنے والی ہوں (رد المحتار ۱۰/۲۶، زکریا)۔

شراب کے مفاسد

اللہ تعالیٰ سورہ مائدہ میں شراب کے دینی ودنیاوی مفاسد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

يا أيها الذين آمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون إنما يريد الشيطان أن يوقع بينكم العداوة والبغضاء في الخمر والميسر ويصدكم عن ذكر الله وعن الصلاة فهل أنتم منتهون (سورہ مائدہ ۹۰،۹۱)۔

(اے ایمان والو! خمر اور جوا اور غیر اللہ کے لئے قربانی کے تھان اور فال کے تیر گندی چیزیں شیطانی کام ہیں پس تم ان سے بچو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ، شیطان یہی چاہتا ہے کہ خمر اور میسر کے ذریعہ تم میں عداوت اور شدید بغض وعناد پیدا کرے اور تم کو اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو کیا تم باز آ ؤ گے)۔

شراب نوشی کی دنیوی خرابی یہ ہے کہ شرابی لوگوں سے جھگڑتا ہے اور ان پر زیادتی کرتا ہے، یہ نشہ اسے اپنے ہم جنسوں کے ساتھ ظلم وتعدی پر برانگیختہ کرتا ہے اور دوسری طرف خود اس کے قلب وجگر کو طبی اعتبار سے انتاز بردست نقصان پہونچاتا ہے اور اس کے پورے نظام جسم کو اس درجہ متاثر کرتا ہے کہ بسا اوقات اسے اپنی جان گنوانی پڑتی ہے۔

شراب نوشی کی دینی خرابی یہ ہے کہ شرابی نفس کے تقاضوں میں گھستا چلا جاتا ہے، اس کو نماز یاد رہتی ہے نہ وہ اللہ کو یاد کرتا ہے؛ کیوں کہ شراب سے وہ عقل ہی ناکارہ ہو جاتی ہے جو نیکیوں کی بنیاد ہے (رحمۃ اللہ الواسعہ ۵/۳۳)۔

۱،۲-خمر اور دیگر شرابوں کا حکم

خمر یعنی انگور کے کچے رس سے بنائی گئی شراب جس میں شدت اور جھاگ پیدا ہو جائے بالاتفاق حرام ہے، چاہے قلیل ہو یا کثیر، نشہ پیدا کرے یا نہ کرے،

[1] ناظم اعلیٰ مدرسہ عربیہ منبع العلوم خیر آباد، مئو

اس کی حرمت قرآن سے ثابت ہے اور جہاں تک دیگر نبیذوں مثلاً جو، گیہوں، شہد اور مکی سے بنائی گئی شرابوں کی حلت وحرمت کا مسئلہ ہے تو یہ بھی ائمہ ثلاثہ اور فقہاء احناف میں سے امام محمدؒ (جن کے قول پر فتوی ہے) کے نزدیک حرام ہے، ان کا قلیل وکثیر برابر ہے۔

صاحب درمختار تحریر فرماتے ہیں:

(وحرمها محمد) ای الأشربة المتخذة من العسل والتين ونحوهما (مطلقًا) قليلها وكثيرها (وبه يفتى) ذكره الزيلعي وغيره (در مختار ۱۰/ ۳۶)۔

(اور امام محمدؒ نے شہد اور انجیر وغیرہ سے بنائی گئی شرابوں کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے، ان کا قلیل وکثیر برابر ہے اور اسی پر فتوی ہے، اس کو امام زیلعیؒ نے ذکر کیا ہے)

صاحب "الفقہ الاسلامی وادلتہ" علامہ وہبہ الزحیلی رقم طراز ہیں:

واتفقت المذاهب(المفتى به وهو رأى محمد عند الحنفية وغير الحنفية) على تحريم جميع الأشربة المسكرة قليلها وكثيرها نيها ومطبوخها سواء كانت خمرا (وهي عصير العنب المتخمر) أو غيرها من الأشربة الأخرى المتخذة من الزبيب أو التمر أو العسل أو التين أو الحبوب كالقمح والشعير والذرة ونحوها (الفقه الاسلامي وادلته ۴/ ۲۶۲۴)۔

(اور تمام مفتی بہ مذاہب تمام قسم کی نشہ آور مشروبات کی حرمت پر متفق ہیں، وہ قلیل ہوں یا کثیر، کچی ہوں یا پکی، چاہے وہ خمر ہوں (اور وہ انگور کا نشہ آور رس ہے) یا اس کے علاوہ وہ شرابیں ہوں جو کشمش، کھجور، شہد، انجیر یا دانوں سے بنائی گئی ہوں مثلاً گیہوں، جو، مکی وغیرہ)۔

خمر کے علاوہ مذکورہ بالا مشروبات کی حرمت کا دار ومدار سکر (نشہ آور) پر ہے جس پر مندرجہ ذیل روایتیں دلالت کرتی ہیں:

(۱) عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل مسكر خمر وكل مسكر حرام (مشكوٰة /۳۱۷ بحواله مسلم)۔

(حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نشہ آور خمر ہے اور ہر نشہ آور حرام ہے)۔

(۲) عن جابر أن رجلا قدم من اليمن فسأل النبي صلى الله عليه وسلم عن شراب يشربونه بأرضهم من الذرة يقال له المزر فقال النبي صلى الله عليه وسلم: أو مسكر هو؟ قال: نعم. قال: كل مسكر حرام (مشكوٰة /۳۱۷ بحواله مسلم)

(حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص یمن سے آیا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکئی کی شراب کے بارے میں دریافت کیا جس کو وہ لوگ اپنے یہاں پیتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا وہ نشہ آور ہے؟ اس نے کہا: ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

(۳) عن عائشة قالت سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن البتع وهو نبيذ العسل فقال: كل شراب أسكر فهو حرام (مشكوٰة بحواله بخاری ومسلم)۔

(حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شہد کی شراب کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ شراب جو نشہ پیدا کرے وہ حرام ہے)۔

(۴) عن أم سلمة قالت: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كل مسكر ومفتر (مشكوٰة /۳۱۸ بحواله أبوداؤد)۔

(حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور اور ضعف، کمزوری اور سستی پیدا کرنے والی چیز سے منع فرمایا ہے)۔

آمدم برسر مطلب

مذکورہ بالا تمام روایات میں مشروبات کی حرمت کا دار ومدار سکر (نشہ آور) پر ہے؛ اس لئے جو چیز بھی نشہ آور ہے اس کا استعمال حرام ہے چاہے وہ جامد ہی کیوں نہ ہو جیسے افیم، کوکین، ہیروئن، گانجا وغیرہ۔

صاحب درمختار تحریر فرماتے ہیں:

ويحرم أكل البنج والأفيون لأنه مفسد للعقل ويصد عن ذكر الله وعن الصلاة (در مختار ۱۰/ ۴۰)۔

(بھانگ، حشیش اور افیون کا کھانا حرام ہے؛ کیوں کہ یہ عقل کے لئے مفسد اور اللہ کے ذکر اور نماز کے لئے رکاوٹ ہے)۔

صاحب الفقہ الاسلامی وادلتہ علامہ وہبہ الزحیلی تحریر فرماتے ہیں:

تحرم جميع المخدرات وهي كل ما يضر بالجسم والعقل كالبنج والافيون والحشيشة ونحوها لحديث أم سلمة قالت: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كل مسكر ومفتر، ولما فيه من الاضرار بالعقل والجسم (الفقه الاسلامي وأدلته ۴/ ۲۶۲۶)۔

(تمام نشہ آور چیزیں حرام ہیں اور وہ ہر وہ چیز ہے جو جسم اور عقل کے لئے نقصان دہ ہو جیسے بھانگ، افیون اور حشیش وغیرہ حضرت ام سلمہؓ کی حدیث کی وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور اور ضعف وسستی پیدا کرنے والی چیز سے منع کیا ہے، اور اس لئے کہ اس میں عقل اور جسم کو نقصان پہونچانا ہے)۔

غرض کہ ہر نشہ آور چیز کا استعمال حرام ہے، چاہے وہ جامد ہو یا سیال، نباتات کھا کر ہو یا انجکشن لگوا کر ہو، البتہ خمر کے شارب کو حد لگائی جائے گی چاہے اس نے قلیل استعمال کیا ہو یا کثیر، نشہ پیدا ہوا ہو یا نہ؛ کیوں کہ اس کی حرمت قرآن سے ثابت ہے اور اس کا ایک قطرہ پینے پر بھی حد واجب ہوگی۔ اور دیگر مائعات کے شارب کو حد اسی وقت لگائی جائے گی جب ان سے نشہ آ جائے؛ کیوں کہ ان کی حرمت احادیث سے ثابت ہے جو ظنی ہیں اور جس علت (نشہ آور) کی بناء پر ان کو خمر کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے اس کا تحقق ہو اس وقت حد جاری کی جائے گی؛ اور جامد منشیات کے استعمال سے حد جاری نہیں ہوگی؛ بلکہ اس کے استعمال سے تعزیر واجب ہوگی، حاکم وقت اپنے اعتبار سے فیصلہ کرے گا۔

صاحب درمختار ارشاد فرماتے ہیں:

لكن دون حرمة الخمر، فان أكل شيئا من ذلك لا حد عليه وإن سكر بل يعزر بما دون الحد (الدر المختار ۱۰/ ۳۱)

(بھانگ، افیون وغیرہ کا کھانا حرام ہے لیکن اس کی حرمت خمر کی حرمت سے کم ہے تو اگر کوئی شخص ان میں سے کچھ کھا لے تو اس پر حد نہیں ہے اگر چہ نشہ میں آ جائے؛ بلکہ اس کو حد سے کم تعزیر کی جائے گی۔

۳- بھانگ، افیم وغیرہ کی کاشت اور خرید وفروخت کا بیان

انگور، کھجور، گیہوں اور جو وغیرہ کا استعمال شراب بنائے بغیر پھل اور غذا کے طور پر ہوتا ہے؛ اس لئے ان کی کاشت اور خرید وفروخت میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں ہے، لیکن بھانگ، افیم جیسی اشیاء کا استعمال پھل یا غذا کے طور پر نہیں ہوتا بلکہ ان کا استعمال عموماً نشہ ہی کے لئے ہوتا ہے اور نشہ آور اشیاء کے استعمال سے منع کیا گیا ہے؛ اس لئے اس کی کھیتی اور خرید وفروخت درست نہیں ہے۔

۴- افیم، کوکین وغیرہ کا تیار کرنا اور اس کی بیع وشراء کرنا

افیم، کوکین وغیرہ نشہ آور اشیاء کا تیار کرنا اور اس کی خرید وفروخت کرنا مکروہ ہے جیسا کہ ردالمحتار کی عبارت اس پر دلالت کرتی ہے:

وصح بيع غير الخمر مما مر ومفاده صحة بيع الحشيشة والافيون وفي الشامي وصح بيع غير الخمر ثم ان البيع وان صح لكنه يكره كما في الغاية (الدر المختار مع الرد ۱۰/ ۳۴)۔

(اور خمر کے علاوہ دیگر منشیات کی بیع صحیح ہے، اور اس کا مفاد حشیش اور افیون کی بیع کا صحیح ہونا ہے، اور شامی میں ہے: اور خمر کے علاوہ کی بیع صحیح ہے پھر بیع بلا گر چہ صحیح ہے لیکن مکروہ ہے)۔

اس سے معلوم ہوا کہ افیون وغیرہ کی بیع مکروہ ہے، اور ظاہر اطلاق کراہت سے یہ ہے کہ کراہت تحریمی ہے جو کہ قریب حرام کے ہے، پس مسلمانوں کو اس سے احتراز ضروری ہے (فتاوی دار العلوم ۱۴/ ۳۵۶)۔

۵، ۶- افیم، بھانگ وغیرہ کا کاروبار اور سزائے موت؟

افیم، بھانگ، ہیروئن اور کوکین جیسی تیز نشہ آور اشیاء کی تیاری اور بیع وشراء وغیرہ کی پاداش میں سزائے موت نہیں دی جاسکتی کیوں کہ ان جامد منشیات کے

استعمال کرنے پر جب تعزیر کا حکم ہے حد بھی نہیں ہے تو اس کو تیار کرنے والے کو موت کی سزا کیسے دی جاسکتی ہے۔

صاحب درمختار فرماتے ہیں: ویحرم أکل البنج والحشیشة والافیون لکن دون حرمة الخمر فان أکل شیئا من ذلك لاحد علیه وان سکر بل یعزر بما دون الحد (تنویر الابصار مع الرد ۱۰/ ۴۱)۔

۷-۸-منشیات سے بچانے کی تدبیر کرنا

جو لوگ نشہ آور اشیاء کے استعمال کے عادی و مریض ہوتے ہیں ان کے لئے ایسی تدبیریں کرنا جن کے ذریعہ ان کو اس بری عادت و قباحت سے بچایا جاسکے جائز ہی نہیں بلکہ اولیٰ و افضل ہے، یہ تعاون علی البر ہے، اور اگر بتدریج اس عادت کو ختم کرنے کے لئے نشہ آور اشیاء کا استعمال کرانا بھی پڑے تو یہ عمل جائز ہے جیسا کہ خمر کی حرمت کا بتدریج نازل ہونا اس بات کی بین دلیل ہے۔

صاحب الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید تحریر فرماتے ہیں:

وقد سئل ابن حجر المکی عمن ابتلی بأکل نحو الافیون وصار ان لم یأکل منه هلك؟ فأجاب ان علم ذلك قطعًا حل له بل وجب، لاضطراره إلى إبقاء روحه کالمیتة للمضطر، ویجب علیه التدریج فی تنقیصه شیئًا فشیئًا حتی یزول تولع المعدة به من غیر أن تشعر (الفقه الحنفی فی ثوبه الجدید ۵/ ۲۷۷)۔

خلاصہ بحث:

۱- شریعت نے نشہ کی بنیاد پر حرمت کا حکم سیال اور جامد دونوں قسم کی چیزوں میں رکھا ہے اور ہر اس چیز کو حرام قرار دیا ہے جس کے استعمال سے نشہ اور سکر پیدا ہو۔

۲- نشہ آور اشیاء کا استعمال انجکشن کی شکل میں بھی درست نہیں ہے کیوں کہ جن نصوص میں نشہ آور چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے وہ مطلق ہیں چاہے کھانے کی شکل میں یا پینے کی شکل میں یا کوئی اور شکل ہو۔

۳- بھانگ اور افیم جیسی نشہ آور اشیاء جن کا استعمال نشہ اور سکر کے لئے ہی ہوتا ہے ان کی کاشت اور خرید و فروخت صحیح نہیں ہے، کیوں کہ یہ بلاواسطہ تعاون علی المعصیت ہے۔

۴- افیم اور کوکین جیسی منشیات کی تیاری اور اس کی خرید و فروخت مکروہ ہے۔

۵- نشہ آور اشیاء کی تیاری اور کاروبار پر سزائے موت نہیں دی جاسکتی بلکہ حاکم وقت اپنی صواب دید سے کوئی سزا متعین کرے گا۔

۷- جو لوگ منشیات کے عادی ہیں ان کو اس مہلک بیماری سے نجات دلانے کی تدبیر کرنا عمل خیر ہے۔

۸- منشیات کے عادی کے علاج کے لئے نشہ آور اشیاء کا استعمال اس طور پر کہ بتدریج ان کی عادت کو کم کرکے مکمل احتراز تک لایا جاسکے، یہ عمل درست ہے۔



نشہ آور اشیاء کا استعمال اسلامی تناظر میں

محمد فخر الاسلام الجلیلی [1]

یا رب صل وسلم دائمًا ابدًا علی حبیبك خیر الخلق کلهم۔

نشہ آور جامد اشیاء کا حکم:

جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے کہ شریعت میں نشہ کی بنیاد پر حرمت کا حکم صرف سیال چیزوں میں منحصر ہے یا ہر ایسی چیز کو بھی شامل ہے جو نشہ آور ہو خواہ وہ منجمد اور نباتات ہی کیوں نہ ہو؟

عبارات فقہاء سے معلوم ہوتا ہے کہ خمر کے علاوہ باقی نشہ آور اشیاء خواہ وہ جامد ہو یا سیال اگر نشہ یا لہو کے قصد سے استعمال کی تو حرام ہے اور اگر دوا کے لئے استعمال کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

چنانچہ دورِ جدید کی اطلاعات اور فقہاء کی عبارات سے جن منجمد نشہ آور اشیاء کا پتہ چلتا ہے وہ: بھنگ، کوکا ئین، افیون، ہیروئن، مورفین، زعفران، عنبر، حشیشہ، زہر القطن وغیرہ ہیں۔ ان تمام چیزوں کا قدرِ مسکر حرام ہے، نیز اگر صرف لہو ولعب کے طور پر استعمال کیا جائے تو بھی حرام ہے۔ اس کو حضرات فقہاء نے مندرجہ ذیل عبارات سے واضح فرمایا ہے:

(۱) أن البنج لا بأس بأن يتداوى به الإنسان فإذا كان أن يذهب عقله منه فلا ينبغي أن يفعل ذلك وفي هذا كله بيان أن المحرم هو السكر (مبسوط: ۲۴/ ۹)۔

۲- ويحرم أكل البنج والحشيشة والأفيون لأنه مفسد للعقل ويصد عن ذكر الله وعن الصلاة لكن دون حرمة الخمر فإن أكل شيئًا من ذلك لا حد عليه وإن سكر (تنوير الابصار زكريا ۱۰/ ۴۰)۔

۳- (وفي رد المحتار) الحاصل ان استعمال الكثير المسكر منه حرام مطلقًا كما يدل عليه كلام الغاية وأما القليل فإن كان للهو حرم۔ وإن سكر منه يقع طلاقه۔ لأن مبدأ استعماله كان محظورًا۔ وإن كان للتداوي وحصل منه إسكار فلا۔ (ص: ۱۰/ ۴۰) وهذا كله ونظائره يحرم استعمال القدر المسكر منه دون القليل (ص ۶/ ۴۱)۔

۴- امام محمدؒ کے قول "ما أسكر كثيره فقليله حرام الخ" کے تحت علامہ شامیؒ نے فرمایا: "أقول الظاهر أن هذا خاص بالأشربة المائعة دون الجامد كالبنج والأفيون فلا يحرم قليلها بل كثيرها المسكر وبه صرح ابن حجر في التحفة وغيره وهو مفهوم من كلام أئمتنا" (ص: ۱۰/ ۳۷)۔

لأنهم عدوها من الأدوية المباحة وإن حرم السكر منها بالاتفاق ... ولم نر أحدًا قال بنجاستها ولا بنجاسة نحو الزعفران مع أن كثيره مسكر ولم يحرموا أكل قليله (أيضا)۔

---

[1] آسام

☆ والحاصل: أنه لایلزم من حرمة الکثیر المسکر حرمة قلیله ولا نجاسته مطلقًا إلا فی المائعات لمعنی خاص بها۔ أما فی الجامدات فلا یحرم منها إلا الکثیر المسکر (رد المحتار ص: ۱۰/ ۳۷)۔

☆ فتح الباری میں ہے: أما آراء الفقهاء فی حکم تعاطی هٰذه المخدرات من الحشیشة والأفیون والمورفین والکوکایین والهیروین وجوزة الطیب والبنج والعنبر والزعفران فان فقهاء المذاهب الأربعة متفقون علی تحریم المقدار المغیب للعقل من هٰذه المواد وما أشبهها من کل ما یغطی العقل ویضر البدن (فتح الباری ۱۰/ ۳۵)۔

حاشیہ ہدایہ میں ہے: ومن ذهب عقله بالبنج الخ قال شیخ الإسلام خواهر زاده فی شرحه أقل قلیل سقمونیا والبنج مباح للتداوی وما زاد علی ذلك إذا یقتل أو یذهب العقل فهو حرام (هدایه ۴/ ۴۹۶)۔

لیکن آج کے دور میں ان اشیاء کو اکثر نشہ ہی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ فساق وفجار لوگ ان چیزوں کو فروغ دینے میں مشغول رہتے ہیں، نیز فقہاء کرام اور اطباء کی تصریح کے مطابق یہ سب چیزیں غیر محصور مفاسد اور ضرر کے حامل ہیں جو دونوں جہان کی بربادی کے سبب بننے کے لئے کافی ہیں۔

''وقد عد منها بعض العلماء مائة وعشرین مضرة دینیة ودنیویة'' (الفقه علی المذاهب الأربعة)

لہٰذا سدًّا للباب امام محمدؒ کے قول ظاہر پر فتوی دیتے ہوئے دور جدید میں ان چیزوں پر حرمت کا حکم لگانا ہی اولیٰ ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا:

''ما أسکر کثیره فقلیله حرامٌ وهو نجس أیضًا ولو سکر منها المختار فی زماننا أنه یحد''. (در المختار ۱۰/ ۳۷)۔

الفقه علی المذاهب الأربعه میں علامہ ابن تیمیہؒ کے حوالہ سے لکھا گیا ہے: هٰذه الحشیشة الملعونة هی وآکلوها ومستحلوها الموجبة لسخط اللّٰه تعالیٰ وسخط رسوله ... تشتمل علی ضرر فی دین المرء وعقله وخلقه وطبعه وتفسد الأمزجة ... ففیها من المفاسد مالیس فی الخمر فهی بالتحریم أولی وقد أجمع المسلمون علی أن السکر منها حرام ... وإن القلیل منها حرام أیضًا بالنصوص الدالة علی تحریم الخمر وتحریم کل مسکر (الفقه علی المذاهب الأربعه ۵/ ۳۷)۔

۲- انجکشن کے ذریعہ نشہ آور اشیاء کا جسم کے اندر پہنچانا:

دور جدید میں رائج نشہ آور انجکشن کا مقصود چونکہ نشہ ہی حاصل کرنا ہے اس لئے اس کا استعمال بھی شراب کے استعمال کی طرح حرام ہے؛ کیونکہ ابوداؤد کی روایت میں ہے: نهی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن کل مسکر ومفتر (ابوداؤد کتاب الاشربه)۔

(اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور چیز اور ہر عقل میں خلل پیدا کرنے والی چیزوں سے منع فرمایا ہے) حدیث میں لفظ مسکر عام ہے۔ نیز نشہ آور انجکشنوں میں وہ تمام مفاسد اور مضرتیں موجود ہیں جو عام مسکرات یا مخدرات میں پائی جاتی ہیں، لہٰذا انجکشن کے ذریعہ نشہ حاصل کرنا حرام ہوگا۔

فقہاء کی عبارات میں انجکشن بالمسکرات کی ایک نظیر استعاط/ اقتطار بالخمر ہے۔ چنانچہ عبارات فقہاء سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص ناک یا کان میں شراب ٹپکائے یا کسی زخم پر شراب لگائے اور وہ دماغ تک پہنچ جائے تو ایسے شخص پر حد نہیں لگایا جائے گا اگرچہ یہ کام حرام ہے؛ کیونکہ وجوب حد کا تعلق شرب (پینے) کے ساتھ ہے۔ حالانکہ ان افعال سے اس کو شارب نہیں کہا جاسکتا ہے۔ انجکشن کو اسی صورت حال پر قیاس کیا جائے گا۔ البتہ ارتکاب حرمت کے جرم میں ایسے شخص کی تعزیر کی جائے گی۔

یہ مسئلہ حضرات فقہاء کی اس قسم کی عبارات سے واضح ہوتا ہے:

☆ ویکره الاحتقان بالخمر وإقطارها فی الإحلیل لأنه الانتفاء بالمحرم ولایجب الحد لعدم الشرب وهو السبب (ہدایہ ۴/ ۵۰۰)۔

☆ ومنه ما یأتی من الاحتقان بها أو إقطارها فی إحلیل قال الإتقانی لأن ذلك انتفاء بالخمر وانه حرام إلا أنه لایحد فی هٰذه المواضع لعدم الشرب (مبسوط ۲۴/ ۲۸)۔

... وإذا استعط الرجل بالخمر أو اكتحل بها او اقتطر فی أذنه أو داوی بها جائفة أو آمة فوصل إلی دماغه فلا حد علیه۔ لأن وجوب الحد یعتمد شرب الخمر وهو بهذه الأفعال لا یصیر شاربًا (ایضًا /۳۵)۔

شامی کتاب الاشربہ میں ہے:

ولا یجوز بها (بالخمر) التداوی علی المعتمد ولو باحتقان أو إقطار فی إحلیل (شامی ۱۰/ ۳۰، زکریا)۔

۳- بھانگ، افیم اوران جیسی اشیاء کی کاشت اور تجارت کا حکم

الاشباہ والنظائر میں ہے: "الأمور بمقاصدها" (ص/ ۵۴)۔ چنانچہ ناجائز استعمالی اشیاء کے بارے میں فقہاء کرام کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کا جائز استعمال ممکن ہو اس کی کاشت کرنی اور اس کی خرید وفروخت جائز ہے۔ اور جس چیز کا جائز استعمال ممکن نہ ہو بلکہ وہ چیز ہمیشہ ناجائز کاموں میں مشتمل ہو تو اس کی بیع جائز نہیں۔ چنانچہ بھانگ وافیم اور اس جیسی دیگر اکثر نشہ آور چیزوں کا اگرچہ جائز استعمال ہے کہ وہ دوا میں مستعمل ہوتے ہیں لہٰذا صاحب ہدایہ وغیرہم فقہاء نے امام ابوحنیفہؒ کا حوالہ دیتے ہوئے خمر بنانے والے کے پاس انگور بیچنے کو جائز قرار دیا ہے۔ کیونکہ انگور کا جائز استعمال بھی موجود ہے ٹھیک اسی طرح بھانگ وافیم وغیرہ کی بیع اور کاشت کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ان اشیاء کی بیع اور کاشت سے اعانت علی المعصیۃ لازم آتی ہے۔ بالخصوص آج کے دور میں ان اشیاء کا اکثر استعمال ناجائز کام نشہ وغیرہ میں ہونے لگا ہے۔ فساق وفجار قسم کے لوگ ہمہ وقت ان چیزوں کے نشہ میں مصروف نظر آتے ہیں۔ نیز ان اشیاء کی بیع اور کاشت میں ہمارے ملک کے قانون اور اولوا الامر کی مخالفت بھی لازم آتی ہے۔ لہٰذا حدیث "ما أسکر کثیرہ فقلیله حرام" پر بنا کرتے ہوئے بھانگ اور افیم (Opium) جیسی چیزوں کی خرید وفروخت اور کاشت کرنی ناجائز اور حرام ہوگی۔ جیسا کہ فقہ اور اصول فقہ کی کتابوں میں فقہاء کرام نے مندرجہ ذیل عبارات کے ذریعہ یہ مسئلہ واضح فرمایا ہے:

☆ إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام علی الحلال (اشباہ /۹)۔

★ ثم إن البیع وإن صح لکنه یکره کما فی الغایة (رد المحتار ۱۰/۳۵)۔

☆ "وکره ذلك أبویوسف ومحمد استحسانًا لأن بیع العصیر والعنب ممن یتخذه خمرًا أعان علی المعصیة وتمکین منها وذلك حرام وإذا امتنع البائع من البیع یتعذر علی المشتری اتخاذ الخمر۔ فکان فی البیع منه تهییج الفتنة وفی الامتناع تسکینها" (مبسوط ۲۴/۲۶)۔

☆ قد سئل ابن نجیم عن بیع الحشیشة هل یجوز؟ قال لا یجوز ... مراده بعدم الجواز عدم الحل (در المختار ۱۰/۳۵ لقیام المعصیة بعینها۔

☆ وذکر ابن الشحنة انه یؤدب بائعها (ایضًا)۔

☆ "درء المفاسد أولی من جلب المصالح" (اشباہ /۹۰)۔

☆ الفقه علی المذاهب الأربعه میں ہے: "فیتناول التحریم بیع هذه المخدرات لما یترتب علی ترویجها من المفاسد والمضار بین أفراد الأمة فهو کالمکسب فی هلاکها ودمارها بل إنه یقتل الأنفس ویضیع الأموال... ولأنها تعین علی المعصیة والله تعالی نهانا عن التعاون علی الإثم والعدوان (ص: ۴۰)۔

وفیه مخالفة لأولی الأمر الذی نهی عنها (عن ترویج المسکرات والمخدرات) بالقوانین التی وضعت لذلك لوجوب طاعة ولی الأمر فیما لیس بمعصیة لله ولرسوله وباجماع المسلمین (الفقه علی المذاهب الاربعه: ۳۰)۔

۵، ۶- نشہ آور اشیاء کے کاروبار پر حکومت کا سخت موقف اختیار کرنے اور ان اشیاء کے فروغ دینے والوں کو موت کی سزا دینے کا حکم

فقہاء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص کسی ایسے گناہ کا ارتکاب کرے کہ جس کے بارے میں شرعی حد مقرر نہ ہو تو اس کی تعزیر کی جائے گی۔ نیز جس

طرح گناہ کرنا حرام ہے اسی طرح تعاون علی المعصیۃ بھی معصیت اور حرام ہے، نیز نشہ آور چیزوں کی کاشت وخرید وفروخت کے ذریعہ ان کو فروغ دینا زمین میں فساد برپا کرنے کی سعی کرنا ہے۔ لہٰذا ان تمام وجوہات کی بنا پر مذکورہ مسئلہ میں نشہ آور اشیاء کے فروغ دینے والے کو تعزیر لگانا یہاں تک کہ اگر اولوالامر حضرات تعزیراً اس کو قتل کرنا مناسب سمجھیں تب بھی جائز ہے۔ الغرض ایسے شخص کو تعزیراً قتل کرنا جائز ہے؛ کیونکہ وہ ساعی الفساد ہے۔ یہ تمام وضاحت فقہاء کرام کی اس قسم کی عبارات سے ماخوذ ہیں:

☆ إن كل من ارتكب محرما ليس فيه حد مقدر فانه يعزر ثم الرأى فى مقدار ذلك إلى الامام ويبنى ذلك على قدر جريمته (عالمگیری ۲/۱۶۵)۔

☆ (التعزير) ليس فيه تقدير بل ہو مفوض إلى رأى القاضي ويكون بالقتل (در المختار ۶/۱۰۶)۔

☆ ومن أصولهم: يعنى الحنفية أن مالا قتل فيه عندهم مثل القتل بالمثقل والجماع فى غير القبل إذا تكرر فللإمام أن يقتل فاعله، وكذلك له أن يزيد على الحد المقدر إذا رأى المصلحة فى ذلك ... ويسمونه القتل سياسةً (ردالمحتار ۶/۳۴۵)۔

☆ للإمام قتل السارق سياسةً ... من تكرر الخنق فى المصر قتل به سياسةً لسعيه بالفساد ... وكل من كان كذلك يدفع شره بالقتل (رد المحتار ۶/۱۰۷)۔

☆ عالمگیری میں ہے: المكابر بالظلم وقطاع الطريق وصاحب المكس وجميع الظلمة والأعوان والسعاة يباح قتل الكل ويثاب قاتلهم (۲/۱۶۶)۔

☆ جميع الكبائر والأعونة والسعاة يباح قتل الكل ويثاب قاتلهم...وأفتى الناصحى بوجوب قتل كل مؤذٍ (در المختار ۶/ ۱۱۰، زکریا)۔

۸،۷-مروج قسم کے نشہ کے عادی مریض (Addicted) کو اس مرض سے بچانے کی تدبیر اور اس تدبیر میں نشہ آور اشیاء کے استعمال کا حکم:

اس مسئلہ میں جہاں تک فقہاء کی عبارات کا تعلق ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مسلمان طبیب حاذق کے مشورے سے ایسا نسخہ اختیار کیا جائے کہ بتدریج ان کی عادت کو کم کرکے نفی ومکمل احتراز تک لایا جائے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ فقہاء کرام کی اس قسم کی عبارات سے اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

☆ وجوزه فى النهاية بمحرم إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاء ولم يجد مباحًا يقوم مقامه (الدر المختار ۹/۵۵۸)

☆ الاشباہ والنظائر میں ہے: إذا تعارض مفسدتان روعى أعظمها ضررًا بارتكاب أخفهما (ص: ۸۹) يتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام (ایضاً/۸۷)۔

☆ وفى التهذيب: يجوز للعليل شرب البول والدم والميتة للتداوى إذا أخبره طبيب مسلم أن شفائه فيه ولم يجد من المباح مايقوم مقامه (رد المحتار ۹/۵۵۸، زکریا)۔

☆ سئل ابن حجر المكى عمن ابتلى بأكل نحو الأفيون وصار إن لم يأكل منه هلك فأجاب إن علم ذلك قطعًا حل له بل وجب لاضطراره إلى إبقاء روحه كالميتة للمضطر ويجب عليه التدريج فى تنقيصه شيئًا فشيئًا حتى يزول تولع المعدة به من غير أن تشعر فان ترك ذلك فهو آثم فاسق قال الرملى: وقواعدنا لا تخالفه۔

(رد المحتار ۱۰/ ۴۵، زکریا)۔

☆☆☆

جدید نشہ آور اشیاء

محمد عادل احتشام ندوی[1]

۱-سکر کا اطلاق اور اس کا حکم:

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: ''وأما الحشيشة الملعونة المسكرة فهي بمنزلة غيرها من المسكرات، والمسكر منها حرام باتفاق العلماء، بل كل مايزيل العقل فانه يحرم أكله ولو لم يكن مسكرا كالبنج، فان المسكر يجب فيه الحد وغير المسكر يجب فيه التعزير، وأما قليل الحشيشة المسكرة فحرام عند جماهير العلماء، كسائر القليل من المسكرات''

(مجموع فتاوى بن تيميه، ۳۴/ ۲۰۴، فصل في الحشيشة)

اور احناف میں خود فتاویٰ ہندیہ کے مصنفین لکھتے ہیں:

''السكر من البنج ولبن الرمكة حرام بالاجماع'' (فتاوى هنديه ۵/ ۴۱۵، كتاب الأشربه، الباب الثاني في المتفرقات)

اور اس عبارت کی توضیح کرتے ہوئے علامہ شامی لکھتے ہیں: ''والحاصل: أن استعمال الكثير المسكر منه حرام مطلقا كما يدل عليه كلام الغاية، أما القليل: فان كان للهو حرم، وان سكر منه يقع طلاقه، لأن مبدأ استعماله كان محظورا'' (رد المحتار على الدر المختار، ۱۰/ ۴۰، كتاب الاشربه)

ان مذکورہ بالا عبارتوں سے اتنی بات تو متفقہ طور پر ثابت ہوجاتی ہے کہ سکر اور تلہی کی غرض سے ہر مسکر کا استعمال چاہے وہ مائع ہو یا جامد اور چاہے وہ قلیل مقدار میں ہو یا کثیر مقدار میں بہر صورت ناجائز ہے، جہاں تک اس قول کا تعلق ہے کہ جامد اشیاء کی وہ قلیل مقدار جسے تداوی یا کسی مباح کام کے لئے استعمال کیا جائے جائز ہے یہ بھی محل نظر ہے، کیونکہ شریعت نے ہر مسکر کو حرام قرار دیا ہے چنانچہ آپ ﷺ سے جب اس بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''كل مسكر خمر وكل خمر حرام'' (سنن ترمذی ابواب الاشربہ، باب ماجاء في شارب الخمر، ح: ۱۸۶۱)

اور شریعت کا مقصود اس سے عقل انسانی کی حفاظت ہے۔

لہٰذا اس میں جامد وغیر جامد دونوں قسم کی اشیاء داخل ہوں گی، کیونکہ عقل کے زائل کرنے میں دونوں کا کردار یکساں نظر آتا ہے، جو حضرات جامد اشیاء کو مائعات میں نہیں مانتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ مائعات میں کچھ مخصوص اوصاف ہوتے ہیں جو جامد اشیاء میں نہیں پائے جاتے، چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

''والحاصل: أنه لايلزم من حرمة الكثير المسكر حرمة قليله الا في المائعات لمعنى خاص بها''

(رد المحتار ۵/ ۳۰۲، كتاب الأشربه)

غالباً یہ مخصوص صفت وہی ہے جسے علامہ سرخسی نے مثلث کی حلت کے طور پر پیش کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''وفي هذا كله بيان أن المحرم هو السكر، الا أن في الخمر، القليل يدعو الى الكثير، كما قررنا فيحرم شراب القليل منها، لأنها داعية الى الكثير وذلك في المثلث لايوجد، فانه غليظ لايدعو قليله الى كثيره، بل بالقليل

---

[1] معہد الشریعہ، لکھنؤ

یستمرء طعامه، ویتقوی علی الطاعة والکثیر یصدع رأسه'' (کتاب المبسوط ۲۴/ ۱۲، کتاب الأشربه)

اس کے علاوہ اور کوئی ایسا وصف سمجھ میں نہیں آتا جس کی وجہ سے فقہاء نے جامد کو مائع سے الگ مانا ہو۔

اگر جامد کے مائع سے الگ ہونے کی صفت یہی ہے تو اس کے بارے میں ہم کہیں گے کہ یہ صفت جامد اشیاء میں بھی بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے۔

علاوہ ازیں وہ حضرات جو بھنگ اور افیم کو زعفران پر قیاس کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس طرح زعفران کا استعمال متفقہ طور پر مباح ہے باوجود اس کے کہ اس کا بھی کثیر مسکر ہوتا ہے، اسی طرح بھنگ اور افیم وغیرہ دیگر جامد اشیاء کی بھی وہ مقدار جو قلیل غیر مسکر ہو جائز ہونی چاہئے، علامہ شامی بھنگ کو زعفران پر قیاس کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وکذا العنبر والزعفران، کما فی الزواجر لابن حجر المکی، وقال: ھذہ کلها مسکرة، ومرادهم بالإسکار ہنا تغطیة العقل لامع الشدة المطربة لأنها من خصوصیات المسکر المائع. فلا ینافی أنها تسمی مخدرة، فما جاء فی الوعید علی الخمر یأتی فیها لاشتراکها فی إزالة العقل المقصود للشارع بقائه، فهذا کله ونظائره یحرم استعمال القدر المسکر منه دون القلیل کما قدمناہ فافهم'' (رد المحتار، ۱۰/ ۴۱، کتاب الأشربه)۔

لیکن ہم اس کے بارے میں بھی عرض کریں گے کہ اطباء کی موجودہ تحقیقات زعفران کو مسکر اشیاء میں شمار نہیں کرتیں جبکہ بھنگ اور افیم کو انتہائی خطرناک قسم کے مسکرات میں شمار کرتی ہیں مثال کے طور پر چند حکماء کی عبارتیں ملاحظہ فرمائیں:

سب سے پہلے برصغیر کے مشہور حکیم، حکیم محمد رفیع الدین صاحب کی کتاب ''کنز الادویہ'' کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں، وہ لکھتے ہیں:

''منفذ ان ادویہ کو کہتے ہیں جو اندرون جلد پہونچیں اور اپنے ساتھ ساتھ دوسری چیزوں کو بھی پہنچائیں، مثلاً سرکہ اور زعفران اور مسکران ادویہ کو کہتے ہیں جو نشہ پیدا کرنے والی ہوں، مثلاً تاڑی، شراب اور بھنگ وغیرہ'' (کنز الادویہ، ۵۷، از حکیم رفیع الدین صاحب طبیہ کالج علی گڑھ مسلم یونیورسٹی)۔

اسی طرح حکیم کبیر الدین صاحب پرنسپل طبیہ کالج دہلی اپنی کتاب ''مخزن المفردات'' میں افیم کی خصوصیات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ ''مخدر، منوم، مسکن او جاع ہے'' اور اس کے نقصانات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مضر: ضعف باہ وجمیع قوائے ظاہری وباطنی'' اسی طرح حکیم موصوف بھنگ کے خواص کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''مشہی، مفرح، مسکن الم، منوم... مورث ھذیان، مسکر ہے'' اور اس کے برخلاف زعفران کے خواص کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''زعفران قابض، محلل اور جالی ہے، قلب و دماغ اور جگر کو قوت بخشتی ہے'' (مخزن المفردات، ۳۱۷) اور انھوں نے اس کو نہ ہی مسکر بتایا ہے اور نہ ہی مورث ہذیان۔

ہاں اطباء کے یہاں ایک چیز یہ ملتی ہے کہ جو چیزیں خون میں بڑی مقدار میں اضافہ کرتی ہیں ان کے کثیر مقدار میں استعمال کرنے سے بعض لوگوں پر غنودگی کی کیفیت چھا جاتی ہے اور یہ صفت زعفران کے اندر موجود ہے، لیکن بہر حال یہ چیز مسکر اور مورث ہذیان میں شمار نہیں ہوتی اور نہ ہی اس میں وہ مفاسد پائے جاتے ہیں جو خمر میں پائے جاتے ہیں، مثلاً صد عن ذکر اللہ وعن الصلاۃ وغیرہ، جبکہ بھنگ اور افیم اور اس قسم کی دیگر اشیاء میں یہ تمام مفاسد بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں جو خمر میں نہیں پائے جاتے ہیں، لہٰذا اس مذکورہ تفصیل کی روشنی میں یہی بات زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے کہ مسکر اشیاء خواہ وہ سیال مشروبات کی شکل میں ہوں یا جامد ماکولات کی، بہر صورت ناجائز اور حرام ہوں گی۔

۲- نشہ آور انجکشن:

موجودہ زمانہ میں نشہ آور اشیاء کے استعمال کے متعدد طریقے رائج ہو گئے ہیں، ان میں سے ایک خطرناک شکل انجکشن کی بھی ہے یہ شکل بھی ممنوع اور حرام ہی ہونی چاہئے، کیونکہ انجکشن کے ذریعہ جو مادہ انسان کے جسم میں پہنچایا جاتا ہے وہ بذات خود مسکر ہے اور یہی نہیں بلکہ اشیاء مسکرہ کا خلاصہ اور ان کا جوہر ہوتا ہے اور تاثیر میں ان سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے، نیز لوگ اس کا استعمال تلہی اور سکر ہی کے لئے کرتے ہیں، لہٰذا اگر اس کی دیگر خباثتوں سے صرف نظر بھی کر لیا جائے تب بھی اس کے اندر حرمت کے دو ایسے بڑے اسباب پائے جاتے ہیں جو اسے کلیۃً حرمت کے حدود میں پہونچانے کے لئے کافی ہیں، ایک سکر اور وہ بھی بغرض تلہی جس کی حرمت کے دلائل گزر چکے اور دوسرا اہلاک نفس، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واضح

ارشاد موجود ہے: "ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة"۔

۳- اشیاء مسکرہ کی کاشت، تیاری اور خرید وفروخت:

جہاں تک ان نباتات کی کاشت کا مسئلہ ہے جن کے اجزاء بذات خود مسکر نہیں ہوتے بلکہ ان سے کسی طرح اشیاء مسکرہ برآمد کی جاتی ہیں، جیسے خشخاش کہ اس کے پتے بذات خود مسکر نہیں ہوتے ہیں بلکہ انہیں چیر کر یا اس کو چھیل کر اس سے ایک مادہ حاصل کیا جاتا ہے جو آگے چل کر افیم بنتا ہے، تو اس طرح کے پودوں کے لگانے میں فی نفسہ کوئی قباحت نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ اس کی مثال بالکل انگور کی بیل اور کھجور وتاڑ کے درختوں کی سی ہے، کیونکہ ان پودوں اور درختوں میں بھی بذات خود سکر نہیں ہوتا بلکہ حیلہ وتدبیر کے ذریعہ ان سے اشیاء مسکرہ حاصل کی جاتی ہیں، اسی طرح خشخاش کا معاملہ ہے کہ وہ بھی فی نفسہ مسکر نہیں ہے بلکہ حیلہ اور تدبیر کے ذریعہ اس سے بھی شئ مسکر حاصل کی جاتی ہے۔

البتہ جہاں تک ان نباتات کا تعلق ہے جو خود بھی مسکر ہوتے ہیں اور مزید ان کے ذریعہ دیگر اشیاء مسکرہ بھی تیار کی جاتی ہیں تو ظاہر ہے کہ ان کی کاشت کرنا ایسا ہی ہے جیسے شراب تیار کرنا، جو کہ بالاتفاق ممنوع اور حرام ہے، لہٰذا ان اشیاء کی کاشت اور ان کی خرید وفروخت بھی ممنوع ہوگی، شیخ عبدالحمید محمود مخدرات کی زراعت وغیرہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"كما يحرم أي عمل يؤدي الى انتشارها بين الناس، كزراعتها وحملها والمتاجرة فيها"

(الفقه الحنفي في ثوبه الجديد، ۳/ ۲۸۴، حد الشرب، حكم تناول المخدرات)۔

یہاں پر یہ بھی ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلی قسم کی نباتات کے تعلق سے جو کچھ بھی لکھا گیا وہ اس صورت میں ہے جب کہ حالات معتدل ہوں، لیکن اگر حالات سنگین ہوں اور ان مخدرات کا شیوع اس قدر ہو گیا ہو کہ لوگ ان نباتات کی کاشت کی آڑ میں مخدرات کی ترویج کرتے ہوں تو اس صورت میں فساد کے دروازہ کو بند کرنے کی غرض سے ان نباتات کی کاشت اور ان کی خرید وفروخت پر بھی پابندی عائد کی جائے گی اور اسے بھی ممنوع قرار دیا جائے گا، کیونکہ ہر وہ چیز جو ارتکاب حرام کا سبب بنے وہ حرام قرار دی جاتی ہے۔

۴- مہلک مسکرات کے استعمال پر سزائے موت:

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان اشیاء کا استعمال انسان کی عقل کو ماؤف اور اس کے اعضاء وجوارح کو معطل وبیکار کر کے رکھ دیتا ہے، تاہم ان اشیاء کے استعمال کے جرم میں موت کی سزا نہیں دی جاسکتی، کیونکہ ان کا استعمال باوجود اپنی شناعتوں کے شرب خمر کے حکم سے تجاوز نہیں کر سکتا، الا یہ کہ کوئی شخص بار بار اس جرم کا ارتکاب کرے تو وہ عادی مجرم قرار دیا جائے گا اور اس کی تعزیر کی جائے گی اور تعزیر قاضی کی صوابدید پر موقوف ہوگی، لیکن بہر حال اسے قتل نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اس میں نہ تو وجوب قتل کے وہ اسباب ثلاثہ پائے جارہے ہیں جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے

"لا يحل دم امرء مسلم يشهد ان لا اله الا الله وأني رسول الله الا باحدى ثلاث: الثيب الزاني والنفس بالنفس والتارك لدينه المفارق للجماعة" (صحيح بخاري، كتاب الحدود، باب الحكم في من ارتد، ۲: ۴۳۵۲)۔

اور نہ ہی اس میں قتل للسیاسۃ کے اسباب پائے جارہے ہیں، اس کے اسباب میں بنیادی سبب فساد فی الارض ہے، جیسا کہ علامہ علاء الدین طرابلسی حنفی (م ۸۴۴) کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے

"ولو خنق رجلا ومات فهو شبه العمد لاقصاص فيه ... لأن التخنيق قد لايفضي الى القتل، فكان شبه العمد، الا أن يكون معروفا بذلك فيقتل، لانه ساع في الارض بالفساد، والساعي في الارض بفساد يقتل صيانة للمسلمين دفعا لشره، لان شره قلما يندفع لحبس، كما في البغاة وقطاع الطريق" (معين الحكام، ۱۸۱)۔

۵-مسکرات مہلکہ کی تیاری وکاروبار پر سزائے موت:

جہاں تک ان مسکرات مہلکہ کی تیاری اوران کے کاروبار کا تعلق ہے تو یہ بالکل حرام ہیں، کیوں کہ رسول ﷺ نے ارشادفرمایا:

''لعن الله الخمر وشاربها وساقيها وبائعها ومبتاعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة اليه'' (سنن ابوداؤد، باب العنب يعصر للخمر، ۳۶۷۴:۲)

لہٰذا شراب کے سلسلہ میں جو یہ لعنت وارد ہوئی ہے وہ ان مخدرات میں بھی وارد ہوگی کیونکہ جو مفاسد شراب میں پائے جاتے ہیں وہ ان میں بھی پائے جاتے ہیں بلکہ کچھ زیادہ ہی پائے جاتے ہیں چنانچہ شیخ عبدالحمید محمود لکھتے ہیں:

''وهذا تشديد في الوعيد لما في الخمر من الفساد والاضرار في الافراد والمجتمعات''

(الفقه الحنفي في ثوبه الجديد، ۳/ ۲۸۴، حد الشرب)

نیز اس قول کی تائید علامہ شامی کے اس قول سے بھی ہوتی ہے، وہ لکھتے ہیں: ''فما جاء في الوعيد على الخمر يأتي فيها لاشتراكهما في إزالة العقل المقصود للشارع بقاؤه'' (رد المحتار، ۱۰/ ۴۱، كتاب الاشربه)

لہٰذا ہروہ عمل جس کے ذریعہ معاشرہ میں یہ مسکرات خبیثہ پھیلیں حرام اور ممنوع ہوں گی، شیخ عبدالحمید لکھتے ہیں:

''كما يحرم أي عمل يؤدي الى انتشارها بين الناس، كزراعتها وحملها والمتاجرة فيها'' (الفقه الحنفي في ثوبه الجديد، ۳/ ۲۸۴، حد الشرب)

اور پھر شریعت کے مسلمہ اصول ''كل ما يؤدي الى الحرام حرام'' سے بھی اس کی تائید ہوجاتی ہے۔

جہاں تک اس کے کاروبار اوراس کے فروغ کا ذریعہ بننے والوں کی سزائے موت کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ ایسے موقع پر موت کی سزادی جاسکتی ہے، کیونکہ ان مسکرات کی ہلاکت خیزی اتنی زیادہ ہے کہ اگر اسے ذرا بھی ڈھیل دی گئی تو اس کی آگ دیکھتے ہی دیکھتے پورے معاشرہ کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی اور معاشرہ کو تباہ وبرباد کرکے رکھ دے گی اوراس طرح کی تباہی سے لوگوں کو بچانا مقصود شریعت ہے، اسی وجہ سے فقہاء نے لوگوں کا گلا گھونٹ کر قتل کرنے والے، ساحر اور ایسا مبتدع جس کی بدعت کے پھیلنے کا اندیشہ ہو کو قتل کرنے کا فتوی دیا ہے، چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

''وفي القهستاني: السياسة لاتختص بالزنا، بل تجوز في كل جناية، والرأي فيها الى الامام على ما في الكافي، كقتل مبتدع يتوهم منه انتشار بدعته وان لم يحكم بكفره'' (رد المحتار، ۶/ ۲۰، كتاب الحدود، مطلب في الكلام على السياسة)

اسی طرح علامہ علاء الدین طرابلسی تحریر فرماتے ہیں:

''قال في النوازل: الخناق والساحر يقتلان إذا أخذا، لأنهما ساعيان في الارض بالفساد، فان تابا، ان كان قبل الظفر بهما قبلت توبتهما وبعد ما أخذا لا'' (معين الحكام، ۱۹۳، فصل: في عقوبة الساحر)

نیز ساحر اور زندیق داعی کے بارے میں ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

''وكذلك يقتل الساحر عند أكثر العلماء والزنديق الداعي الى زندقته، إذا قبض عليه ولو تاب''

(الفقه الاسلامي وأدلته، ۷/ ۵۵۹۴)

زیر بحث مسئلہ میں ہم ان اشیاء کو فروغ دینے والوں کو بھی ساحر پر قیاس کرسکتے ہیں اور وہی اس سے زیادہ مشابہ بھی ہے، کیونکہ دیگر صورتوں میں (مثلاً خناق، مبتدع اور زندیق میں تو) ایذاء اور فساد بالکل ظاہر اور حسی ہوتا ہے، جبکہ سحر میں ایذاء رسانی بالکل خفیہ طریقہ پر کی جاتی ہے، یہاں تک کہ بسااوقات سحر زدہ کو بھی یہ خبر نہیں ہونے پاتی کہ اس پر کس نے سحر کیا ہے، کچھ ایسی ہی صورتحال ان اشیاء کو فروغ دینے والوں کی بھی ہوتی ہے کہ وہ بھی صرف ایک مرتبہ شخص مقصود کو ان اشیاء کا استعمال کرادیتے ہیں اوراس کے بعد ٹھاٹھ سے بیٹھ کر اس شخص سے ان اشیاء کی فراہمی کے

رقمیں بھی وصول کرتے ہیں اور ہر نا گفتہ بہ عمل بھی اس سے کروا لیتے ہیں، اور وہ شخص سحر زدہ کی طرح بے چون و چرا ان کاموں کو انجام دیتا ہے اس طور پر کہ اسے خود بھی اس کی خبر نہیں ہوتی کہ وہ کیا کر رہا ہے اور کیوں کر رہا ہے اور جب اس کے نشہ کا زور ٹوٹتا ہے تو وہ اپنے کئے پر نادم ہوتا ہے، نیز جادو کی وجہ سے اکثر و بیشتر صرف سحر زدہ ہی کی جان کو خطرہ ہوتا ہے جبکہ ان اشیاء کے استعمال کے نتیجہ میں خود استعمال کرنے والے کی جان کو تو خطرہ لاحق ہوتا ہی ہے ساتھ ہی ساتھ اس کے قریبی رشتہ داروں اور ساتھ رہنے والوں کی جانوں کو بھی خطرہ ہوتا ہے، کیوں کہ اس حالت میں انسان کیا کچھ کر گزرے گا اس کے بارہ میں کچھ کہا نہیں جاسکتا اور یہ کوئی افسانہ نہیں بلکہ اس طرح کے واقعات سے اخبارات و رسائل بھرے پڑے ہیں۔

۶- مریض سکر کا علاج اور اس کی تدبیروں کا حکم:

اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ شریعت میں اشیاء مباحہ یا مندوبہ کے احکام بھی ان کے ذریعہ مرتب ہونے والے نتائج کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں مثلاً کھانے ہی کو لے لیجئے کہ یہ ایک امر مباح ہے، لیکن جب کھانا کھائے بغیر جان جانے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں کھانا کھانا فرض ہو جاتا ہے

''أما الاكل فعلى مراتب: فرض وهو مايندفع به الهلاك، فان ترك الاكل والشرب حتى هلك فقد عصى''

(فتاوى ہندیه، ۳۳۶/۵، کتاب الکراہیه، الباب الحادی عشر فی الکراهة فی الاکل ومایتصل به)

اسی طرح کسی شخص کی مدد کرنا مندوب ہے، لیکن طالب مدد مضطر ہو اور مدد کرنے والا مدد کرنے پر قادر ہو تو اس صورت میں اس کی مدد کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

کچھ ایسی ہی صورتحال زیر بحث مسئلہ میں ان مسکرات کے عادی لوگوں کی ہے کہ اگر ان کا علاج نہ کرایا جائے تو دو صورتوں میں سے کوئی ایک لازم آئے گی، یا تو وہ شخص بدستور مسکرات کا استعمال کرتا رہے گا جس کے نتیجہ میں اس کے اعضاء و جوارح کمزور و بے کار ہوتے رہیں گے، یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ وہ شخص کسی کام کا نہیں رہ جائے گا، نیز ان ایام میں اس کی نمازوں اور روزوں کا خدا ہی محافظ ہوگا اور ان سب پر مستزاد یہ کہ اس شخص کے لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے پورا معاشرہ مقتل بنا رہے گا اور اس سے بہت سی وہ خرابیاں لازم آئیں گی جن کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، یا پھر وہ شخص اپنی غذا کے نہ ملنے پر اس دنیا سے چل بسے گا، علامہ شامیؒ بھی اس دوسری صورت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ومتى زاد اكله على اربعة ايام ولاء اعتاده بحيث يفضى تركه الى موته، لأنه يخرق الأشية خروقا لا يسدها غيره''

(رد المحتار، ۴۱/۱۰، کتاب الاشربه)۔

ان مذکورہ بالا دونوں ہی صورتوں کے اندر شریعت کے احکام کی پامالی ہوگی، لہٰذا ان دونوں قسم کے مفاسد کو ختم کرنے کے لئے حکومت پر یہ لازم ہوگا کہ وہ اس قسم کے مریضوں کا پوری سنجیدگی کے ساتھ علاج کروائے اور اگر اس میں کسی دوسری نشہ آور شئ کا بھی استعمال کرنا پڑے تو کرے، لیکن واضح رہے کہ دوسری نشہ آور اشیاء کا استعمال تبھی کیا جائے گا جب کہ غیر مسکر اشیاء میں کوئی اس کا بدل بننے کی صلاحیت نہ رکھتی ہو، ورنہ مسکر اشیاء کا استعمال ممنوع قرار پائے گا

''يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوى إذا أخبره طبيب مسلم أن شفائه فيه، ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه'' (فتاوى عالمگیریه، ۳۵۵/۵، کتاب الکراہیه، الباب الثامن عشر: فی التداوی والمعالجات)۔



باب سوم: مختصر مقالات

نشہ آور اشیاء

مولانا محمد سلمان منصور پوری[1]

۱- الجواب وباللہ التوفیق: حنفیہ کے مفتی بہ قول کے مطابق نشہ آور سیال مشروب پینا مطلقاً حرام ہے، خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ؛ البتہ جو نشہ آور چیزیں جامد ہیں، مثلاً افیم یا ہیروئن وغیرہ، ان کا بقدر مسکر استعمال یقینا حرام ہے، اور اگر بقدر مسکر نہ ہو تو صرف ضرورۃً اس کی گنجائش ہوتی ہے، عام حالات میں اس کی اجازت نہیں ہے۔

قال اللہ تعالی: "إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان، فاجتنبوه لعلكم تفلحون" (المائدة: ۹۰)۔

قال الطيبي: وفيها سبعة دلائل على تحريم الخمر، أحدها قول تعالى: ''رجس'' والرجس هو النجس وكل نجس حرام۔ والثاني: قوله تعالى: ''من عمل الشيطان'' وما هو من عمله فهو حرام۔ والثالث: قوله تعالى: ''فاجتنبوه'' ومما أمره الله تعالى باجتنابه فهو حرام۔ والرابع: قوله عزوجل: ''لعلكم تفلحون'' وما علق رجاء الفلاح باجتنابه فالإتيان به حرام... الخ۔ (بذل المجهود دار البشائر الاسلامية ۱۱/۲۰۴)۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''ما أسكر كثيره فقليله حرام''۔ (ابوداؤد: ۲/۵۱۸)۔

عن ام سلمة رضى الله عنها قالت: ''نهى رسول الله ﷺ عن كل مسكر ومفتر''۔ (مصنف ابن ابی شیبة ۱۳/۱۶۷)۔

ويحرم أكل البنج وهو أحد نوعي شجر العنب حرام، لأنه يزيل العقل وعليه الفتوى، ومثل الحشيشة في الحرمة جوزة الطيب فقد أفتى كثير من علماء الشافعية بحرمتها.... اختار أئمة ما وراء النصر بأسرهم حرمته وأفتوا بما أفتى به المزني۔ (طحطاوی علی الدر کوئٹہ ۴/۲۲۶)۔

ويحرم أكل البنج والحشيشة والأفيون لكن دون حرمة الخمر، وفي القهستاني: نصه: أن البنج أحد نوعي القت حرام لأنه يزيل العقل وعليه الفتوى۔ (منحة الخالق على البحر الرائق كوئٹہ ۲۸۵)۔

ويحرم ايضًا المرقد وهو ما غيب العقل والحواس معًا كالأفيون والسيكران۔ (الموسوعة الفقهية ۵/۱۲۶)۔

وأن البنج ونحوه من الجامدات إنما يحرم إذا أراد به السكر وهو الكثير دون القليل المراد به التداوي ونحوه كالتطيب بالعنبر وجوزة الطيب۔ (شامی زکریا ۶/۴۸)۔

وأما الأفيون فهو حرام؛ لأنه مضر بالبدن وكل شيئ يضر به فأكله حرام۔ (تقریرات رافعی ۶/۳۱)۔

وأمّا آراء الفقهاء في حكم تعاطي هذه المخدرات من الحشيشة والأفيونة والمورفين، والكوكايين والهيرويين وجوزة الطيب والبنج والعنبر والزعفران، فإن فقهاء المذاهب الأربعة متفقون على تحريم القدر المغيب

---

[1] مدرسہ شاہی، مرادآباد

للعقل من هذه المواد وما اشبههما من كل ما يغطي العقل ويضر البدن. وهذه المواد وغيرها من المادة تغطي العقل وتفتك بالبدن يحرم قليلها وكثيرها. والحكماء على أنها خبيثة ضارة بالجسم والفعل صادة عن ذكر الله وعن الصلاة وما كان هذا فعله كان محرمًا بالاجماع؛ لأن ما يودّي إلى الحرام حرام. وهي من المخدرات المسكرات كجوزة الطيب والزعفران والبنج ونحو ذلك مما يتلف العقل والفكر۔ (فتاویٰ شامی زکریا ۶/۷۶، ۷۷)۔

۲- الجواب وباللہ التوفیق: نشہ کی حرمت کی علت عقل کا ماؤوف ہوجانا ہے، اور یہ علت نشہ آور انجکشن میں بھی پائی جاتی ہے، بریں بنا نشہ آور انجکشن کا لگانا بھی حرام ہوگا۔

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن أشربة، قال: فقيل له: إنه لا بد منها أو نحو هذا، قال: فاشربوا ما لم يسفه احلامكم ولا يذهب اموالكم۔ (مصنف عبدالرزاق ۹/۲۲۳ حدیث: ۱۷۰۱۲)۔

وقال تحت الآية الكريمة: "إنما الخمر والميسر" الخ، إن السكر حرام في كل شريعة؛ لأن الشرائع مصالح العباد لا مفاسدهم، وأصل المصالح العقل كما أن أصل المفاسد ذهابه، فيجب المنع من كل ما يذهبه أو يشوشه۔

(تفسیر قرطبی بیروت ۶/۱۸۶)۔

ويحرم أيضًا المرقد وهو ما غيّب العقل والحواس معًا كالأفيون والسيكران۔ (الموسوعة الفقهية ۵/۱۳۶)۔

۳- الجواب وباللہ التوفیق: جو چیز خاص طور پر نشہ کی نیت سے ہی کاشت کی جائے، اور اس کا کوئی اور استعمال نہ ہو تو اس کی کاشت اور بیع وشراء سب مکروہ ہوگی، اور اگر اس سے نشہ مقصود نہ ہو اور وہ شئ نشہ کے علاوہ بھی استعمال ہوسکتی ہو، جیسے افیم کہ اس کا پودا اور پھل دیگر مقاصد میں بھی استعمال ہوتا ہے، تو اس کی کاشت اور بیع وشراء مکروہ نہ ہوگی، اور اس کی آمدنی حلال سمجھی جائے گی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۶/ ۱۲۴)۔

وصح بيع غير الخمر أي عنده خلافًا لهما في البيع والضمان لكن الفتوىٰ على قوله في البيع، ثم إن البيع وإن صح لكنه يكره كما في الغاية۔ (شامی کراچی ۶/۴۵۴، زکریا ۱۰/۳۵)۔

جاز بيع العصير من خمار؛ لأن المعصية لا تقوم بعينه بل بعد تغيره ولأن العصير يصلح للأشياء كلها جائزة شرعًا فيكون الفساد على اختياره۔ (البحر الرائق کوئٹه ۸/۲۷۱)۔

ويجوز بيع العصير ممن يتخذ خمرًا؛ لأن المعصية لا تقوم بنفس العصير بل بعد تغيره فصار عند العقد كسائر الأشربة من عسل ونحوه۔ (مجمع الأنهر ۴/۲۱۴)۔

۴- الجواب وباللہ التوفیق: ہیروئن وغیرہ نشہ آور اشیاء بنانا، تیار کرنا اور خرید وفروخت سب حرام ہے، اور اس کی آمدنی ہرگز حلال نہیں۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ میرٹھ ۲۴ / ۸۷، ۸۸، احسن الفتاویٰ ۶ / ۴۹۴)۔

ونقل في الأشربة عن الجوهرة حرمة أكل بنج وحشيشة وأفيون.... وفي الشامية: قال البزدوي: إنه يحد بالسكر من البنج في زماننا على المفتي به۔ (شامی زکریا ۶/۷۷، مجمع الأنهار بیروت ۴/۲۵۱)۔

يحرم تناول البنج والأفيون والحشيشة... ويحد بالسكر من البنج في زماننا على المفتي به۔

(الموسوعة الفقهية ۲۵/۹۴، ومثله في منحة الخالق على البحر الرائق کوئٹه ۵/۲۸)۔

الشراب ما يسكر والمحرم منها أربعة: وحرم الانتفاع بها ولا يجوز بيعها۔ (درمختار مع الشامی زکریا ۱۰/۳۶)۔

السابع لا يجوز بيعها لقوله عليه السلام: إن الذي حرّم شربها حرم بيعها۔ (البحر الرائق کوئٹه ۸/۲۱۷)۔

۵،۶- الجواب وباللہ التوفیق: اسلامی حکومت میں نشہ آور اشیاء کے استعمال پر اسی کوڑے مارنے کی سزا جاری کی جاتی ہے؛ لیکن اگر حکومت یہ محسوس کرے

کہ یہ سزا نشہ خوری کے انسداد میں ناکافی ثابت ہورہی ہے، اور نشہ خور زیادہ ہی جری ہوتے جارہے ہیں، تو حاکم وقت خصوصی حالت میں تعزیری طور پر موت کی سزا جاری کرسکتا ہے؛ لیکن اس جرم پر علی الاطلاق حد کے طور پر سزائے موت کا ضابطہ نہیں بنایا جائے گا، اور آج کل جو حکومتیں اس طرح کا ضابطہ بنائے ہوئے ہیں، اس کی تائید نصوصِ شرعیہ سے نہیں ہوتی۔

سمعت علي بن أبي طالب قال: ما كنت لأقيم حدًا على أحد فيموت فأجد في نفسي إلا صاحب الخمر فإنه لو مات وديته، وذلك أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يسنه۔ (بخاری شریف ۱۰۰۲/۲، حدیث: ۶۵۲۰)۔

فيجوز للحاكم بعد النظر في احوال القضية المعروضة لديه أن يترك الجاني بعد نظرة شزرة أو تهديد وتبكيت، ويجوز له أن يحكم عليه بما ناسبه من عقوبة اخرى تصلح لزجره وردعه عن ارتكاب الجريمة مرة اخرى حتى لو بدا للحاكم أن الجاني ممن لا يرجى صلاحه ويخشى منه أن يسري فساده إلى اعضاء المجتمع الآخرين جاز أن يحكم عليه بالموت والإعدام (تكملة فتح الملهم اشرفی ۲۵۹/۲)۔

۷- الجواب وباللہ التوفيق: نشہ کے عادی مریضوں کو اس خبیث عادت سے بچانا بہت اچھی بات ہے، اور اسلام ایسی کوششوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: "وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان"۔ (المائدة: ۲)۔

فطوبیٰ لمن جعل اللّٰه تعالیٰ مفاتيح الخير على يديه۔ (تنبيه الغافلين ۶۵)۔

۸- الجواب وباللہ التوفيق: علاج میں نشہ آور اشیاء کا استعمال تب ہی جائز ہوتا ہے، جب اس کے علاوہ تدبیر نہ رہی ہو؛ لہٰذا اگر طبیب حاذق نشہ کے عادی مریض کو دیکھ کر یہ فیصلہ کردے کہ اس کا علاج سوائے نشہ آور دواء کے اور کچھ نہیں ہے، تو اس کی گنجائش ہوسکتی ہے، ورنہ نہیں، اور تجربہ یہ بتاتا ہے کہ اس طرح کے مریضوں کی بری عادت کو منٹوں میں چھڑایا جاسکتا ہے، اور اگر ہمت ہی نہ ہو تو کوئی علاج ہی کارگر نہ ہوگا۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۸ / ۳۵۳)

اكثر مشائخ الحنفية أفتوا بجواز التداوي بالحرام إذا أخبره طبيب حاذق بأن المريض ليس له دواء آخر... الاستشفاء بالحرام يجوز إذا علم أن فيه شفاء ولم يعلم دواء آخر... قوله عليه السلام: "إن اللّٰه لم يجعل شفائكم فيما حرّم عليكم"۔ إنما قال ذلك في الاشياء التي لا يكون فيه شفاء، فأما إذا كان فيه شفاء فلا بأس به۔

(تكملة فتح الملهم اشرفی ۲۰۳، ۲۰۲/۲)۔

يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاء ه فيه ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه۔ (فتاوىٰ عالمگیری ۳۵۵/۵)۔

التداوي بالمحرم: ظاهر المذهب المنع لكن نقل المصنف عن الحاوي: وقيل يرخص إذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر كما رخص للعطشان وعليه الفتوىٰ۔ (فتاوىٰ درمختار مع الشامی زکریا ۳۶۵/۱)۔

فقط واللّٰه سبحانه وتعالىٰ اعلم

☆☆☆

نشہ آور اشیاء

مولانا محمد ظفر عالم ندوی [1]

تمہید:

مقاصد شرع میں ایک مقصد عقل انسانی کی حفاظت بھی ہے' کیونکہ انسان شریعت کے احکام کا مکلف اس وقت ہوتا ہے جبکہ اسکی عقل صحیح وسلامت ہو' شراب ایک ایسی چیز ہے جس کا حملہ براہ راست عقل انسانی پر ہوتا ہے' اور عقل اس طرح متاثر ہو جاتی ہے کہ اس حالت میں انسان کسی عمل کے لائق نہیں رہتا' اور شرعی احکام کی بجا آوری سے بھی وہ معذور ہو جاتا ہے' یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے اسے رجس قرار دیا ہے اور اس سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔

"إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه" (مائدہ)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کی اسی مضرت وشناعت کی وجہ سے اسکی حرمت کو بڑی تاکید کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور کسی بھی درجہ میں اسمیں ملوث ہونے والے کو اللہ کی لعنت کا مستحق قرار دیا ہے' چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔

"لعن الله الخمر وشاربها وساقيها وبائعها ومبتاعها وعاصرها ومستعصرها والمحمولة إليه"۔

(ابو داود مع عون المعبود ۱۰/۸۰ حدیث ۳۶۲۹)۔

"عن النبي ﷺ قال: كل مخمر خمر وكل مسكر حرام' ومن شرب مسكرًا بخست صلاته أربعين صباحًا فان تاب تاب الله عليه"۔ (ابو داود، حدیث ۳۶۷۵)۔

انکے علاوہ اور بھی ارشادات نبوی موجود ہیں جو بتاتے ہیں کہ شراب پینے کی حرمت بہت سخت ہے اور دنیا وآخرت دونوں جگہ باعث لعنت وعذاب ہے' اس لئے اس بارے میں احکام کا واضح ہونا بہت ضروری ہے اور موجودہ دور میں جبکہ اسکی نئی نئی شکلیں وصورتیں پیدا ہو رہی ہیں اور اس کے استعمال کا رواج بھی بڑھ رہا ہے' اس طرف اکیڈمی کی توجہ قابل ستائش اور لائق مبارکباد ہے۔

ہم ذیل میں اکیڈمی کی طرف سے قائم کردہ سوالات کے جوابات بالترتیب درج کر رہے ہیں۔

(۱) شریعت نے نشہ کی بنیاد پر حرمت کا حکم صرف سیال اوران مادوں کیلئے نہیں رکھا ہے جو شراب اور خمر کے عنوان سے معروف ہیں بلکہ نشہ پائے جانے کی بنیاد پر ہر اس چیز کو حرام قرار دیا ہے جس کے استعمال سے نشہ وسکر پیدا ہو جائے' خواہ وہ سیال مشروب ہو جسکو پانی کی طرح پیا جائے یا کسی چیز میں لگا کر اور مل کر اس کو استعمال کیا جائے' یا کھانے کی صورت میں استعمال ہو' یا جامد چیز ہو جو نباتات کی شکل میں ہو' یا کسی دوسری شکل میں ہو' اگر یہ مسکر اور مضر ہو تو یہ بھی حرام ہے' غرضیکہ جس چیز کے استعمال سے نشہ پیدا ہو یا وہ شئ نشہ آور ہو' خواہ جس شکل میں ہو' سب ممنوع اور حرام ہیں، جیسے بھانگ، افیون اور حشیش' یہ ساری اشیاء نشہ آور ہونیکی وجہ سے حرام ہیں' اگرچہ انکی حرمت سیال مادوں کی حرمت سے کم درجہ کی ہوگی اوران پر حد جاری نہ ہوگی۔

اس موضوع پر علامہ ابن عابدین نے بڑی تفصیلی بحث کی ہے' ذیل میں ہم انکی ضروری عبارت درج کرتے ہیں تاکہ مسئلہ کی مکمل وضاحت

---

[1] کلیۃ الشریعہ واصول الدین، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ہوجائے۔

موصوف لکھتے ہیں: ''ان ماأسکر کثیرہ حرم قلیله بالمائعات ' ھکذا یقول فی غیرہ من الأشیاء الجامدات المضرة فی العقل وغیرہ یحرم تناول القدر المضر منها دون القلیل النافع لأن حرمتها لیست لعینها بل لضررها'' (رد المحتار ۴۰/۱۰۔ کتاب الأشربه)

علامہ شامیؒ کی مذکورہ بحث سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ سیال اشیاء کی طرح جامد اشیاء جو مسکر اور مضر ہیں، ممنوع ہیں۔

الموسوعۃ الفقہیہ میں جمہور فقہاء کی رائے پیش کرتے ہوئے یہ درج ہے:

''وذهب جمهور الفقهاء الی حرمة تناول المخدرات التی تغشی العقل ولو کان لا تحدث الشدة المطربة التی لا ینفك منها المسکر المائع وکما أن ماأسکر کثیرہ حرم قلیله من المائعات کذلك یحرم مطلقًا مایخدر من الأشیاء الجامدة المضرة بالعقل أوغیرہ من أعضاء الجسد'' (الموسوعة الفقهية /۳۴۔ لفظ تخدیر۔ ج۱۱)۔

لیکن یہاں یہ وضاحت کردینا ضروری ہے کہ شراب جو سیال مادے ہیں انکی حرمت شدید درجہ کی ہے، اور جامد اشیاء جو مسکر اور مضر ہوں انکی حرمت کمتر درجہ کی ہے، دونوں میں فرق کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن نے جس خمر کو حرام قرار دیا ہے اسکو رجس اور ناپاک کہا ہے لہذا انگوری شراب اصل میں رجس بھی ہے، اور جامد مسکرات کے بارے میں فقہاء نے صراحت کی ہے کہ یہ نجس نہیں بلکہ طاہر ہیں۔

الموسوعۃ الفقہیہ میں جمہور فقہاء کی رائے ان الفاظ میں ذکر کی گئی ہے:

''المخدرات الجامدات کلها عند جمهور الفقهاء طاہر غیر نجسة وان حرم تعاطیها' ولا تصیرنجسة بمجرد إذابتها فی الماء ولو قصد شربها ' لأن الحکم الفقهی أن نجاسة المسکرات مخصوصة بالمائعات منها وهی الخمر التی سمیت رجسًا فی القرآن الکریم وما یلحق بها من سائر المسکرات المائعة'' (الموسوعة الفقهية /۲۶۔ لفظ تخدیر۔ ج۱۱)۔

(۲) نشہ آور اشیاء اگر بذریعہ انجکشن جسم کے اندر پہونچائی جائیں تو یہ بھی حرام ہے، کیونکہ ان سے بھی وہی اثرات پیدا ہونگے اور عقل متاثر ہوگی، جس طرح دیگر ذرائع سے یا براہ راست نشہ آور اشیاء کے استعمال سے متاثر ہوتی ہے۔

انجکشن دراصل ایک آلہ ہے جس کے ذریعہ جسم کے اندر دوائیں بھی پہونچائی جاتی ہیں اور غذائیں بھی، اور انسانی جسم ان دواؤں اور غذاؤں سے متاثر ہوتا ہے، اور حرمت کی علت سکر اور مضرت ہے، لہذا جو بھی مسکر اور مضر چیزیں جسم کے اندر پہونچائی جائیں، خواہ براہ راست استعمال کرکے یا بالواسطہ، وہ حرام ہیں، اس لئے انجکشن کے ذریعہ نشہ آور اشیاء کا استعمال ممنوع اور حرام ہے۔

(۳) بھانگ، افیم اور ان جیسی اشیاء عموماً سکر نشہ کیلئے استعمال کی جاتی ہیں، انکی کاشت اگر بغرض دوا ہو تو اسمیں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ مباح ہے، لیکن اگر بغرض نشہ ہو تو بلاشبہ ممنوع اور ناجائز ہے۔

علامہ شامیؒ نے بھانگ اور افیون پر بحث کرتے ہوئے قہستانی کے حوالہ سے لکھا ہے:

''هو أحد نوعی شجر القنب حرام ' لأنه یزیل العقل وعلیه الفتوی بخلاف نوع آخر منه فإنه مباح کالأفیون لأنه وإن اختل العقل به لا یزیل...''

آگے اپنی رائے لکھتے ہیں:

''أقول: هذا غیر ظاهر لأن ما یخل العقل لا یجوز أیضًا بلا شبهة فکیف یقال إنه مباح ؟ بل الصواب ما أراد صاحب الهدایة وغیرہ إباحة قلیلة للتداوی ونحوہ ' ومن صرح بحرمته أراد به القدر المسکر منه یدل علیه ما فی غایة البیان عن شرح شیخ الإسلام: أکل قلیل السقمونیا والبنج مباح للتداوی، وما زاد علی ذلك إذا کان یقتل أو یذهب

العقل حرام، فهذا صريح فيما قلناه مؤيد لما سبق بحثناه من تخصيص ما مر من أن ما أسكر كثيره حرم قليله بالمائعات'' (رد المحتار: ۴۰)۔

(۴) جواب ۳ میں اس کی تفصیل آچکی ہے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ بھانگ اور افیم جیسی اشیاء سے جو منشیات و مسکرات تیار کی جاتی ہیں جیسے ہیروئن وغیرہ، تو انکی خرید و فروخت میں کوئی قباحت اس لئے نہیں ہے کہ جمہور فقہاء کے نزدیک یہ طاہر ہیں اور برائے علاج بھی استعمال ہوتی ہیں۔

البتہ ابن نجیم حنفی، ابن الشحنہ اور ابن تیمیہ و دیگر حنابلہ اور مالکیہ کے نزدیک حشیش کے نجس اور بعض کے نزدیک معصیت کے امور میں استعمال ہونیکی وجہ سے اسکی خرید و فروخت حرام ہیں۔

''لما كانت المخدرات طاهرة وأنها قد تنفع في التداوي بها جاز بيعها للتداوي عند جمهور الفقهاء، وضمن متلفها، واستثنى بعض الفقهاء الحشيشة، فقالوا بحرمة بيعها كابن نجيم الحنفي، وذلك لقيام المعصية بذاتها، وذكر ابن الشحنة أنه يعاقب بائعها، وصرح ابن تيمية نجاستها وأنها كالخمر، وبيع الخمر لا يصح فكذا الحشيشة عند الحنابلة، وذهب بعض المالكية إلى ما ذهب إليه ابن تيمية'' (الموسوعة الفقهية: ۳۶/ لفظ تخدير ج ۱۱)۔

ناچیز کا رجحان یہ ہے کہ بھانگ، افیون اور حشیش جیسی اشیاء کا استعمال موجودہ دور میں چونکہ عموماً معصیت کیلئے ہوتا ہے، اس لئے انکی خرید و فروخت مکروہ ہے، علامہ ابن عابدین کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔

''ويفهم من كلام ابن عابدين في حاشيته أن البيع مكروه ويضمن متلفها'' (الموسوعة الفقهية: ۳۶/ لفظ تخدير ج ۱۱)۔

(۵) نشہ آور اشیاء کے استعمال کے بارے میں شریعت اسلامی میں انگوری شراب کے استعمال پر تو حد جاری کرنے کی صراحت ہے اور انکے علاوہ کے استعمال میں تعزیر کی جاسکتی ہے، تاہم اس پر سزائے موت نہیں دی جاسکتی ہے۔

بھانگ، افیون اور حشیش کے استعمال پر سزا کے متعلق جمہور فقہاء تو یہی فرماتے ہیں کہ اس پر حد جاری نہیں کی جائیگی بلکہ تعزیر ہوگی (حاشیہ ابن عابدین: ۵/ ۲۹۴۔۲۹۵)۔

''يحرم تناول البنج والأفيون والحشيشة ولا يحد شاربها عند جمهور الفقهاء بل يعزره'' (الموسوعة الفقهية: ۹۴۔ لفظ السكر)۔

البتہ علامہ بزدوی کی رائے یہ ہے کہ بھانگ کے استعمال سے اگر نشہ پیدا ہوجائے تو اس کے استعمال کرنیوالے پر حد جاری کی جائیگی اور اسے مفتی بہ قول قرار دیا ہے۔

''وقال البزدوي: يحد بالسكر من البنج في زماننا على المفتى به'' (الموسوعة الفقهية: ۲۵/ ۹۴۔ لفظ السكر)۔

ناچیز موجودہ حالات میں منشیات کے عموم اور اس پر حکومتوں کی سختی کے پس منظر میں اس نتیجہ پر پہونچتا ہے کہ اس پر حد جاری کی جانی چاہئے، جیسا کہ علامہ بزدوی اور ابن تیمیہ کی رائے ہے۔

(۶) اگر کوئی نشہ آور اشیاء کے فروغ کا ذریعہ بن رہا ہو تو اس پر تعزیر کی جاسکتی ہے، لیکن موت کی سزا نہیں دیجاسکتی ہے۔

''لعن رسول الله ﷺ في الخمر عشرة عاصرها ومعتصرها وشاربها وحاملها والمحمولة إليه وساقيها وبائعها وآكل ثمنها والمشتري له'' (مشكاة: ۲۴۲۔ باب الكسب وطلب الحلال)۔

موسوعہ فقہیہ میں صراحت ہے:

''ذهب الحنفية إلى أنه لا حد على من شرب سوى الخمر من الأشربة المعهودة المسكرة إلا إذا سكر من شربها كنقيع الزبيب والمطبوخ أدنى طبخة من عصر العنب أو التمر أو الزبيب والمثلث والأشربة المتخذة من الحنطة والشعير والدخن والذرة والعسل والتين ونحو ذلك'' (الموسوعة الفقهية: ۲۵/ ۹۴۔ لفظ السكر)۔

(۷) نشہ کے عادی مریض کو اولاً اللہ کے خوف اور شراب کے سنگین نتائج سے ڈرایا جائے اور ان میں تقوی پیدا کرنے کی کوشش کی جائے، اور ضرورت پڑے تو بتدریج شراب کو کم کر کے نفی تک لایا جائے جیسا کہ جواب ۸ میں تفصیل آرہی ہے۔

(۸) اگر نشہ آور اشیاء کا استعمال اس حد تک ہو کہ وہ قریب بہ ہلاکت ہو اور معالجین اس پر متفق ہوں کہ ان کا علاج نشہ آور اشیاء ہی کو بتدریج کم کر کے ہوسکتا ہے اور اس طرح نشہ آور شئ کو نفی تک پہنچایا جاسکے تو شرعاً اسکی گنجائش ہے، کیونکہ یہ مضطر کے حکم میں ہوگا۔

ابن حجر مکی سے اس قسم کے مریض کے بارے میں بتدریج علاج کی تدبیر کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے اسکی اجازت دی۔

''سئل ابن حجر المكي الشافعي عمن ابتلى بأكل الأفيون والحشيش ونحوهما وصار إن لم يأكل منه هلك فأجاب: إن علم أنه يهلك قطعًا حل له بل وجب لاضطراره إلى إبقاء روحه كالميتة للمضطر، ويجب عليه التدريج في تقليل الكمية التي يتناولها شيئاً فشيئًا، حتى يزول تولع المعدة به من غير أن تشعر، قال الرملي من الحنفية: وقواعدنا لا تخالفه في ذلك'' (الموسوعة الفقهية: ص۳۶۔ لفظ تخدير ۱۱)۔



نشہ آور اشیاء کا حکم

مولانا نذیر احمد قاسمی [1]

اسلامی شریعت کے مقاصد بیان کرتے ہوئے تمام محققین اور خصوصاً علامہ ابو اسحق شاطبی نے لکھا کہ عمومی اور اصولی طور پر مقاصد شریعت پانچ امور کی حفاظت ہے: دین، نفس، مال، عقل، نسب۔

اسی لئے شریعت اسلامیہ نے ان تمام اشیاء اور ان تمام کاموں کو حرام قرار دیا جو ان میں کسی ایک کو تباہ کریں یا نقصان پہونچائیں۔

انہیں میں سے آج کی رائج منشیات ہیں، ان منشیات میں اب اتنا تنوع ہے کہ پہلے انسان اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ اس طرح بھی انسان اپنے آپ کو بدمست کر کے وقتی طور پر سکون حاصل کرسکتا ہے۔

ان منشیات میں کچھ تو وہ ہیں جن کا تذکرہ سنا یا پڑھا جاتا تھا، مگر اب تو ایسی نشہ آور اشیاء کا دور دورہ ہے کہ اس کو سوچنا بھی مشکل ہے۔

چنانچہ بوٹ پالش، کسی لکھی ہوئی تحریر کو مٹانے کے لئے اسٹیشنری والوں کے یہاں فروخت ہونے والا سیال آج بکثرت نشہ کے رسیا نوجوان استعمال کر رہے ہیں۔

اسلام نے منشیات کے متعلق سخت موقف اپنایا، اور شدید قسم کی وعیدیں ارشاد ہوئیں۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے:

یا أیها الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه.

اے ایمان والو! یہ شراب، جوا، اور بت اور پانسے سب گندے کام ہیں شیطان کے، سو ان سے بچتے رہو (ترجمہ شیخ الہند)۔

اور آگے ارشاد ہوا:

إنما یرید الشیطن أن یوقع بینکم العداوة والبغضاء ویصدکم عن ذکر الله وعن الصلوة فهل أنتم منتهون.

(شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تم میں دشمنی ڈالے اور بیر بذریعہ شراب اور جوئے اور روکے تم کو اللہ کی یاد اور نماز سے سو اب بھی تم باز آ وگے)۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إن الله حرم الخمر فمن أدرکته هذه الآیة وعنده منها شئ فلا یشرب ولا یبیع (مسلم)۔

اللہ نے شراب کو حرام کردیا، اس لئے جس شخص تک یہ حکم پہونچے اور اس کے پاس شراب کا کچھ بھی حصہ موجود ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ نہ تو اسے پیئے اور نہ فروخت کرے (یعنی ضائع کردے)۔

چنانچہ اس آیت کے نزول پر مسلمانوں نے تعمیل حکم میں وہ بے مثال کردار ادا کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔

اس لئے قرآن وحدیث کی صریح تعلیمات کے مطابق شراب اور اس کے مماثل منشیات حرام اور قطعاً حرام ہیں۔

---

[1] دار العلوم رحیمیہ، بانڈی پورہ، کشمیر

اس عمومی اور موضوع سے متعلق جامع حکم پر مشتمل تمہید کے بعد فقہ اکیڈمی کی طرف سے بھیجے گئے سوالات کے جوابات درج ہیں:

۱- شریعت اسلامیہ نے شراب کی حرمت اس کے سیال ہونے کی بنا پر نہیں بلکہ اس کے مسکر ہونے پر رکھا ہے۔ اور سکر کی یہ علت کوئی اجتہادی علت نہیں بلکہ منصوص علت ہے۔ چنانچہ خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کل مسکر حرام (متفق علیہ)۔ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا شہد یا مکھی یا جو سے جو شراب بنائی جاتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟ تو ارشاد فرمایا:

کل مسکر خمر و کل خمر حرام (مسلم)۔ ہر نشہ آور شئی خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا:

الخمر ما خامر العقل (بخاری)۔ خمر سے مراد ہر وہ چیز ہے جو عقل کو خراب کر دے یعنی اسے ڈھانپ لے۔

ایک حدیث میں فرمایا: ''کل ما أسکر فھو حرام'' ہر وہ چیز جو نشہ پیدا کرے وہ حرام ہے۔

اس لئے شریعت اسلامیہ میں اس بات کی اصل اہمیت نہیں کہ نشہ پیدا کرنے والی چیز جامد ہے یا سیال؛ بلکہ ہر وہ چیز جو انسان میں ویسا ہی نشہ جیسے شراب میں ہوتا ہے یا اس سے زائد نشہ پیدا کرے یہ خمر کے حکم میں داخل ہے۔ اور اسی طرح حرام ہے جیسے شراب حرام ہے۔ پھر یہ نباتات کی قبیل سے ہو یا معدنیات کی قبیل سے، اور کھائی جانے والی اشیاء میں سے ہو یا پی جانے والی اشیاء میں سے، یہ بذریعہ انجکشن بدن میں پہونچائی جائے یا سونگھ کر دماغ تک چڑھائی جائے۔ ہر صورت میں دیکھا یہ جائے گا کہ اس میں شراب جیسا سکر ہے یا نہیں۔ یاد رہے کہ شراب اور اس کے مماثل اشیاء کا سکر جیسا ہے تمباکو جو حقہ، سگریٹ اور پان وغیرہ میں استعمال ہوتا ہے اس میں سکر کی وہ کیفیت نہیں ہے؛ اس لئے اس پر وہ حکم نافذ نہ ہوگا۔ غرض کہ شراب کے درجہ کا سکر جس میں ہو وہ حرام ہے۔

۲- وہ تمام نباتات جن کی کاشت صرف منشیات کے لئے ہی ہوتی ہے اور وہ نشہ کے علاوہ دوسرے کسی مصرف میں استعمال نہیں ہوتی ہیں جیسے بھنگ، چرس، گانجا، افیم، ہاپس کے پھول (یہ ایک چھوٹا پھول ہوتا ہے جس کو Hops، حشیش الدینار اور حنجل کہتے ہیں۔ یہ صرف تیز قسم کی شراب بنانے میں استعمال ہوتا ہے)۔

Hops وغیرہ کی کاشت کرنا بھی غیر شرعی ہوگا اس لئے شریعت کا عمومی ضابطہ ہے الأمور بمقاصدھا جو کہ إنما الأعمال بالنیات سے ماخوذ ہے، اس لئے ایسی تمام چیزوں کی زراعت و کاشت حرام ہے جو صرف منشیات کے لئے اگائی جاتی ہیں۔

۳، ۴- اسلامی اصولوں کے مطابق چونکہ شراب کی حرمت کی اصل علت سکر ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی صراحت سے نص میں موجود ہے کہ شراب کا معاون بننے والا فرد بھی اس لعنت میں شریک ہوتا ہے جو اصل شراب پینے والے پر ہوتی ہے، چنانچہ ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ کی حدیث کے مطابق جیسے شراب پینے والے فرد پر لعنت ہوتی ہے ایسے ہی۔

(۱) شراب کشید کرنے والا (عاصر)۔

(۲) جس کے لئے شراب کشید کی جائے (معتصر)۔

(۳) جو اس کی بار برداری کرے (حامل)۔

(۴) جس تک شراب پہونچائی جائے (محمول الیہ)۔

(۵) پلانے والا پیش کرنے والا (ساقی)۔

(۶) تجارت کرنے والا (بائع)۔

(۷) اس کے ذریعہ حاصل شدہ روپیہ و دولت استعمال کرنے والا (آکل ثمن خمر)۔

(۸) اس کو خریدنے والا (مشتری لھا)۔

(۹) وہ جس کے لئے یہ خریدی گئی (مشتراۃ لہ)۔

یہ تمام افراد بھی اس لعنت میں شریک ہیں، جیسے یہ تمام افراد مستحق لعنت قرار پائے ٹھیک اسی طرح ان منشیات کی کاشت کرنے والا اور ان کی تجارت کرنے والا اس لعنت میں شریک ہے؛ لہٰذا یہ دونوں یعنی منشیات کی کاشت کاری اور ان کی تجارت دونوں حرام ہیں۔

۶،۵- منشیات خصوصاً تیز قسم کی منشیات پر پوری دنیا میں جو سخت موقف اپنایا گیا ہے، یقیناً ایک رخ سے وہ کسی درجہ میں قابل لحاظ ہے، مگر درحقیقت منشیات کی کاشت کاری اور تجارت کو موت کی خوفناک سزا کے ذریعہ روکنا عملاً ممکن نہیں ہے۔ مزید یہ موت کی سزا کا قانون نفاق پر مشتمل ہے۔ ایک طرف شراب جیسی بنیادی نشیلی چیز کو پوری دنیا میں پھیلانے اور اس کا پرمیشن دینے کا سلسلہ جاری ہے؛ حالانکہ وہ منشیات کی سب سے قدیم اور سب سے زیادہ رائج چیز ہے، اور دوسری طرف آج کی ان منشیات کی بیخ کنی کے لئے یہ ظالمانہ قانون ہے۔

اسلام میں سزائے موت صرف تین صورتوں میں ہے اور وہ حدیث صریح سے ثابت ہے۔ ارشاد ہے:

عن عبداللّٰہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لایحل دم امرئ یشہد أن لا إلہ إلا اللہ وأنی محمد رسول اللہ إلا بإحدی ثلاث النفس بالنفس والثیب الزانی والمفارق لدینہ (بخاری)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی ایسے شخص جس نے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھا ہو اور جو "محمد رسول اللہ" کا اقرار کرے اس کا خون بہانا ہرگز جائز نہیں، سوائے اس کے کہ تین باتوں میں سے کوئی بات پائی جائے، وہ کسی ناحق قتل کا مرتکب ہو، وہ شادی شدہ ہو کر بھی زنا کاری کرے، یا وہ دین چھوڑ کر مرتد ہو جائے۔

اس لئے منشیات کی تجارت اور کاروبار کے یقیناً سنگین جرم اور اسلام میں حرام ہونے کے باوجود موت کی سزا دینا اسلام میں ہرگز درست نہیں۔

۸،۷- ایسے افراد جو اس لت میں پھنس گئے ہوں ان کو اس عادت کے چھڑانے کے لئے ہر قسم کی تدابیر اختیار کرنا لازم ہے۔

یہ وسائل کے اعتبار سے ہوگا۔ بعض افراد کے حق میں وسائل کی دستیابی وعدم دستیابی کی بنا پر یہ خود اس شخص پر بھی فرض ہوگا اور اس کے متعلقین پر بھی، جیسے بیماری کا علاج کرنا حسب وسائل اسلام میں لازم ہے، اسی طرح اس عادت کو چھڑانے کی تدابیر اختیار کرنا بھی لازم ہے۔ اور اگر اس کی عادت کو چھڑانے کے لئے کسی دوسری نشہ آور چیز کا استعمال کرنا پڑے تو تداوی بالمحرمات کے اصول کے مطابق اس کی بھی اجازت ہوگی، مگر اس کے لئے دو شرائط ہیں:

ایک یہ کہ اس سے اس کا نشہ چھڑانا یقینی یا ظن غالب کے درجہ میں ہو، اور ایک نشہ سے نکال کر دوسرے نشہ کا عادی بنانے کا ارتکاب نہ کرنا پڑے۔

دوسرے یہ کہ نشیلی چیز استعمال کرنے پر ایسے مضر اثرات اس پر مرتب نہ ہوں کہ وہ جلب منفعت کے بجائے دفع مضرت کے اصول کی خلاف ورزی کا شکار ہو جائے، نیز اس کے مالی وسائل اس کے متحمل ہوں۔

ان دو شرائط کے ساتھ منشیات کے رسیا افراد کو نشہ کی عادت چھڑانے کے لئے دوسری کوئی نشہ آور چیز استعمال کرنی پڑے تو اس کی اجازت ہوگی۔

☆☆☆

نشہ آور اشیاء-شرعی وتعزیری احکام

ڈاکٹر سید اسرار الحق سبیلی[1]

روحانی اور مذہبی تعلیمات سے دوری، دین بیزاری، مغربی کلچر، سرمایہ دارانہ نظام اور گلوبلائزیشن نے دور حاضر میں برائیوں کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے اور برائیوں کو خوش نما انداز میں پیش کیا ہے، ان میں ایک شراب اور نشہ آور اشیاء کی تشہیر وترویج بھی ہے، اور آج نیکیوں پر برائیوں کو غالب کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، لیکن یہ کوشش کامیاب نہیں ہوسکتی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لایستوی الخبیث والطیب، ولو أعجبک کثرۃ الخبیث، فاتقوا اللہ یا أولی الألباب لعلکم تفلحون (المائدہ:)

''ناپاک اور پاک برابر نہیں ہوسکتے، اگرچہ کہ ناپاک کی کثرت تمہیں بھلی معلوم ہو، اے عقل مندو! اللہ سے ڈرو، تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ''۔

اس لئے عالم اسلام کو مغربی یلغار سے متاثر ہوئے بغیر حوصلہ مندی کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنا چاہئے، اور اسلام کے شرعی اور تعزیراتی احکام کو نافذ کرنا چاہئے، اسلام نے نہ صرف منشیات کو حرام قرار دیا ہے، بلکہ اس کے سدباب کی بھی مؤثر کوشش کی ہے۔

۱-ٹھوس نشہ آور اشیاء کا حکم:

شریعت اسلامی نے نشہ آور چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، خواہ وہ سیال و مائع حالت میں ہوں، یا ٹھوس وجامد حالت میں ہوں، چنانچہ حدیث میں واضح طور پر فرمایا گیا: ''کل مسکر حرام'' (بخاری حدیث نمبر: ۴۳۴۴)۔

نشہ آور اشیاء کا استعمال مطلقاً ناجائز ہے، خواہ منہ سے جسم کے اندر داخل کیا جائے، یا جسم کے کسی دوسرے راستہ سے، یا سرنج کے ذریعہ انجکشن کے طور پر جسم کے اندر داخل کیا جائے، اس بارے میں فقہاء نے صراحت فرمائی ہے، چنانچہ علامہ محمود اوزجندیؒ لکھتے ہیں:

ویکرہ الإحتقان والإکتحال بالخمر، وکذا الإقطار فی الإحلیل، وأن یجعل فی السعوط. فالحاصل أن لاینتفع بالخمر (فتاوی قاضی خان علی ہامش الہندیۃ: ۳/۲۲۶)۔

''خمر کا حقنہ (Enema) اور سرمہ لگانا مکروہ ہے، اسی طرح مردانہ عضو تناسل کے سوراخ میں ٹپکانا بھی اور ناک میں ڈالنا بھی، خلاصہ یہ کہ خمر سے فائدہ نہ اٹھایا جائے''۔

دوسری جگہ وہ مزید لکھتے ہیں:

ویکرہ للمرأۃ أن تمتشط بخمر، لأن الانتفاع بالخمر حرام بجمیع الوجوہ، قال علیہ الصلاۃ والسلام: ''إن الذی حرم شرب الخمر حرم بیعھا والانتفاع بھا'' (فتاوی قاضی خان: ۳/۲۲۵)۔

''عورت کے لئے خمر میں بھگو کر کنگھا کرنا مکروہ ہے، کیوں کہ خمر سے بہر طور فائدہ اٹھانا حرام ہے، نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: ''جس ذات نے خمر کا پینا حرام کیا، اس نے اس کا بیچنا اور اس سے استفادہ بھی حرام قرار دیا''۔

۲-نشہ آور اشیاء کی کاشت اور خرید وفروخت

---

[1] لکچرر، گورنمنٹ جونیر کالج ظہیر آباد، اے پی

وہ چیزیں جو براہ راست نشہ پیدا کرتی ہیں، جیسے: افیم، بھنگ وغیرہ، ان کی کاشت اور ان کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ انگور جو حلال ہے، کی کاشت بھی خمر حاصل کرنے کے لئے کی جائے تو یہ مکروہ ہوگا، تو بھنگ اور افیم وغیرہ کی کاشت تو بدرجۂ اولی ناجائز ہوگی۔

واغراس الکرم علی ہذا. إذا کان یغرس بنیة تحصیل الخمر یکرہ (الفتاوی الخانیہ علی الھندیة ۲/ ۲۲۲)۔

(انگور کے پودے لگانے کا بھی یہی حکم ہے کہ جب خمر حاصل کرنے کے لئے پودا لگایا جائے، تو یہ مکروہ ہوگا)۔

اور علامہ سید محمد علاؤالدین آفندی نے رد المحتار کے حاشیہ میں لکھا ہے:

إن بیع الخمر حرام. لأن النبي صلی اللہ علیہ وسلم لعن بائعھا. وقال: ''إن الذی حرم شربھا حرم بیعھا'' کما علمنا ذلك بالأدلة الصحیحة، ولاشك أن حرمة بیع الحشیشة والأفیون أشد من حرمة بیع الخمر. لأن ضررھا أکبر وأعظم. کما أفتی بذلك شیخ الإسلام ابن تیمیة فی ''الفتاوی'' (تکملة الحاشیة الساة قرة عیون الأخیار مع رد المحتار: ۱۰/ ۳۴)۔

(بلاشبہ خمر کی فروخت حرام ہے، کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیچنے والے پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا: ''جس نے خمر کا پینا حرام کیا، اس نے اس کا بیچنا بھی حرام کیا، جیسا کہ ہم نے صحیح دلائل سے اس کو معلوم کیا ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حشیش اور افیم کی خرید وفروخت خمر کی خرید وفروخت سے زیادہ شدید ہے، کیوں کہ اس کا نقصان بہت زیادہ اور خطرناک ہے، جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے ''فتاوی'' میں یہی فتوی دیا ہے۔

۴- بھانگ، افیم اور ہیروئن کا حکم:

بھانگ، افیم اور ان سے تیار کردہ اشیاء جیسے: ہیروئن وغیرہ تیار کرنا اور ان کی خرید وفروخت کا وہی حکم ہوگا جو خمر کا ہے، بلکہ یہ خمر سے زیادہ نقصان دہ، تباہ کن اور خطرناک ہیں، خمر کے بارے میں ارشاد نبوی ہے:

''لعن اللہ الخمر. وشاربھا. وساقیھا. وبائعھا. ومبتاعھا. وعاصرھا. ومعتصرھا. وحاملھا. والمحولة إلیھا''

(ابوداؤد: ۲/ ۵۱۵ کتاب الاشربہ باب العصر للخمر. مسند احمد: ۲/ ۱. مستدرك حاکم: ۲/ ۳۱)۔

(اللہ کی لعنت ہو خمر پر، اس کے پینے والے، پلانے والے، بیچنے والے، خریدنے والے، نچوڑنے والے، نچڑوانے والے، اٹھانے والے اور اٹھوانے والے پر''۔

علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

ویحرم أکل البنج والحشیشة- ھی ورق القنب- والأفیون. لأنه مفسد للعقل. ویصد عن ذکر اللہ. وعن الصلاة'' (الدر المختار: ۱۰/ ۳۸، ۳۹)۔

''بھنگ، حشیش (جو سن کا پتہ ہے) اور افیم کا کھانا حرام ہے؛ کیوں کہ یہ عقل کے لئے نقصان دہ ہیں، اور اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتے ہیں''۔

اور علامہ شامی نقل کرتے ہیں:

وحکی القرافی وابن تیمیة الإجماع علی تحریم الحشیشة قال ومن استحلھا فقد کفر. قال: وإنما لم یتکلم فیھا الأئمة الأربعة. لأنھا لم تکن فی زمنھم. وإنما ظھرت فی آخر المأة السادسة وأول المأة السابعة حین ظھرت دولة التتار (رد المحتار: ۱۰/ ۴۰)۔

''امام قرافی اور ابن تیمیہؒ نے حشیش کی حرمت پر اجماع نقل کیا ہے، اور فرمایا: جو اس کو حلال سمجھے اس نے یقینا کفر کیا، اس بارے میں ائمہ اربعہ نے کچھ نہیں کہا ہے، کیوں کہ یہ ان کے زمانہ میں نہیں تھا، چھٹی صدی ہجری کے آخر اور ساتویں صدی کے شروع میں تاتاریوں کے عہد میں اس کا رواج ہوا''۔

۵-۶- تیز نشہ آور اشیاء پر موت کی سزا:

تیز نشہ آور اشیاء جیسے: ہیروئن وغیرہ کی تیاری اور کاروبار کرنے والوں کے خلاف حکومتوں کا تعزیراً سخت موقف اختیار کرنا درست ہے؛ کیوں کہ ہیروئن وغیرہ نہ صرف تیز نشہ آور ہیں، بلکہ انسان کو مفلوج بنا دیتے ہیں، اور ایک نسل کو تباہ کر دیتے ہیں، اس کا کاروبار کرنے والے زمین میں فساد برپا کرنے کے مرتکب ہیں، اور ایسے لوگوں کے لئے حسب حال تعزیراً قتل کی سزا بھی تجویز کی جاسکتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"إنما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون في الأرض فسادا أن يقتلوا، أو يصلبوا، أو تقطع أيديهم وأرجلهم من خلاف أو ينفوا من الأرض" (سورة المائدة: ۳۳).

(جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں، اور زمین میں فساد مچاتے ہیں، ان کی سزا یہ ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے، یا سولی دے دی جائے، یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دیئے جائیں، یا انہیں جلا وطن کر دیا جائے)۔

اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

حدثنا محمد بن عبيد عن محمد ابن اسحاق، عن يزيد بن أبي حبيب، مؤيد بن عبدالله اليزني، عن ديلم الحميري قال: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت له: يا رسول الله! إنا بأرض باردة نعالج بها عملا شديدا، وإنا نتخذ شرابا من هذا القمح نتقوى به على أعمالنا وعلى برد بلادنا؟ قال: ''هل يسكر؟'' قلت: نعم. قال: فاجتنبوه قال: ثم جئته من بين يديه، فقلت له مثل ذلك، فقال: ''هل يسكر؟'' قلت: نعم، قال: ''فاجتنبوه'' قلت: إن الناس غير تاركيه، قال: فإن لم يتركوه فاقتلوهم'' (المصنف لابن أبي شيبه: ۱۲/ ۱۶۲ حديث نمبر: ۲۴۲۱۱ في اسناده ابن اسحاق وقد عنعن. ورواه ابوداؤد ۳۶۸۶، ورواه أحمد: ۴/ ۲۳۱. ومن طريقه الطبراني: ۴/ ۴۲۰۴ من طريق عبدالحميد بن جعفر. عن يزيد. به فهذه متابعة حسنه لابن اسحاق فصح الحديث حاشيه)۔

(دیلم حمیری ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! ہم سرد علاقہ میں رہتے ہیں، اور سخت محنت والا کام کرتے ہیں، اور ہم لوگ اس گیہوں سے شراب بناتے ہیں، اس سے ہمیں اپنے کاموں میں تقویت اور سردی سے راحت ملتی ہے، آپ نے فرمایا: ''کیا یہ نشہ آور ہوتا ہے؟'' میں نے کہا: ہاں، فرمایا: ''اس سے بچو''، پھر میں قوم کے پاس سے آکر آپ سے ویسا ہی سوال کیا، آپ نے پوچھا: ''کیا یہ نشہ آور ہے؟'' میں نے کہا: ہاں، فرمایا: ''اس سے بچو''، میں نے کہا: لوگ اس کو چھوڑنے والے نہیں ہیں، فرمایا: ''اگر وہ اس کو نہ چھوڑیں تو انہیں قتل کر دو''۔

علامہ ابن بزاز کردری ؒ (م: ۸۲۷ھ) نے ایسے شخص کی تعزیر کا حکم دیا ہے:

المسلم الذي يبيعه، أو يأكل الربا يعزر (الفتاوى البزازيه على الهندية: ۶/ ۱۲۶ كتاب الاشربه)۔

''جو مسلمان شراب بیچے، یا سود کھائے اس کی تعزیر کی جائے گی''۔

اسی طرح ''در مختار'' میں نقل کیا گیا ہے:

ونقل عن ''الجامع'' وغيره أن من قال بحل البنج والحشيشة فهو زنديق مبتدع، بل قال نجم الدين الزاهدي. إنه يكفر ويباح قتله (الدر المختار ۱۰/ ۴۰)۔

''الجامع'' وغیرہ میں نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص بھنگ اور حشیش کے حلال ہونے کا قائل ہو، اس کی تکفیر کی جائے گی، اور اس کا قتل مباح ہوگا''۔

اسی طرح علامہ حصکفی اور علامہ شامی ایک جگہ لکھتے ہیں:

ومن تكرر الخنق بكسر النون. منه في المصر أي خنق مرارا ذكره مسكين قتل به سياسة لسعيه في الأرض

بالفساد، وكل من كان كذلك يدفع شره بالقتل، كاللوطي والساحر والعوانى والزنديق، والسارق، كما قدمناه فى أوائل باب التعزير (الدر المختار ورد المحتار: ۶/ ۱۴۵، ۱۴۴)۔

''جو شخص شہر میں بار بار گلا گھونٹنے کا عمل کرے، اس کو تعزیراً اور زمین میں فساد مچانے کی وجہ سے قتل کیا جائے گا، اسی طرح ہر وہ شخص جو اس طرح کا طرز اختیار کرے، اس کے شر کا خاتمہ اس کو قتل کر کے کیا جائے گا، جیسے: قوم لوط کا سا عمل کرنے والا، جادوگر، جنگ جو، زندیق (بد دین) اور چور، جیسا کہ تعزیر کے باب کے شروع میں ہم نے بیان کیا ہے''۔

اور ''فتاویٰ ہندیہ'' میں بھی ہے:

الخناق والساحر يقتلان، لأنهما يسعيان فى الأرض بالفساد (الفتاوى الهندية ۵/۲۸۱)۔

''گلا گھونٹنے والے اور جادوگر قتل کئے جائیں گے، کیونکہ وہ زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں''۔

۷-نشہ کی عادت چھڑانے کی تدبیر:

شراب اور ہیروئن وغیرہ کے عادی اور مریض افراد کے لئے ایسی تدبیر اختیار کرنا جس کے ذریعہ نشہ کی عادت چھڑائی جائے اور ان کو ہلاکت وتباہی سے بچایا جائے، مستحب اور مستحسن قدم ہوگا اور اس آیت پر عمل بھی:

"تعاونوا على البر والتقوى" (سورۃ المائدۃ: ۲)۔ (نیکی اور پرہیز گاری کے کام میں ایک دوسرے کی مدد کرو)۔

۸-نشہ چھڑانے کے لئے نشہ آور اشیاء کا استعمال:

نشہ کے عادی شخص کو نشہ کی عادت چھڑانے کے لئے اور بتدریج نشہ کی عادت کم کرنے اور نشہ سے مکمل باز رہنے کے لئے اگر دوسری حلال اور پاک اشیاء سے علاج ممکن نہ ہو، تو نشہ آور اشیاء کا علاج کے طور پر استعمال کرنے کی گنجائش ہوگی، جیسا کہ فقہاء نے حرام اور ناپاک اشیاء کو دوا کے طور پر استعمال کرنے کی اجازت دی ہے:

''ولو أن مريضا أشار إليه الطبيب بشرب الخمر روى عن جماعة من أئمة بلخ أنه ينظر؛ إن كان يعلم يقينا أنه يصح حل له التناول'' (الفتاوى الهندية: ۵/ ۳۵۵)۔

(اگر مریض کو معالج نے شراب پینے کا مشورہ دیا ہو تو ائمہ بلخ کی ایک جماعت سے نقل کیا گیا ہے کہ دیکھا جائے گا کہ اگر یقینی طور پر معلوم ہو کہ اس سے صحت حاصل ہوگی تو اس کے لئے اس کا استعمال جائز ہوگا۔

☆☆☆

نشہ آور اشیاء سے متعلق احکام و مسائل

مولانا کلیم اللہ عمری مدنی[1]

شریعت اسلامیہ نے نشہ کی بنیاد پر حرمت کا حکم صادر فرمایا ہے صرف نظر اس کے کہ وہ سیال چیز ہو یا نہ ہو؛ بلکہ قاعدہ کلیہ تو یہ ہے کہ نشہ پائے جانے کی بنیاد پر ہر اس شئ کو حرام قرار دیا ہے جس میں علت سکر موجود ہو۔ جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

کل مسکر خمر وکل مسکر حرام (مسلم: ۷۳، سنن ابوداؤد، ۳۶۷۹، سنن ترمذی: ۱۸۶۱، نسائی: ۵۵۸۳، سنن ابن ماجہ، ۳۳۹۰)

یعنی ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: ما أسکر کثیرہ فقلیلہ حرام یعنی جو چیز کثیر مقدار میں استعمال کے بعد نشہ پیدا کرے اس کا قلیل مقدار بھی حرام ہے۔

(سنن أبی داؤد: ۳۶۸۱، سنن الترمذی: ۱۸۶۵، سنن النسائی: ۵۶۰۷، حسن صحیح وابن ماجہ: ۳۳۹۲ صحیح)۔

۲- نشہ آور اشیاء کے استعمال اور اس سے استفادہ کی جو شکل انجکشن وغیرہ کی ہے یہ طریقہ بھی حرام ہے اس لئے کہ ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

۳- ہر وہ چیز جو براہ راست کسی نہ کسی شکل میں نشہ کے لئے استعمال ہوتی ہے اس کی کاشت اور خرید وفروخت بھی حرام ہے؛ اس لئے کہ شریعت اسلامیہ نے سدّ الذرائع کے طور پر ہر ایسی چیز کو حرام قرار دیا ہے جو حرام کی طرف لے جائے؛ چنانچہ کتاب اللہ واحادیث شریفہ کی روشنی میں اصولیین نے قاعدہ متعین کیا ہے: مایؤدی إلی الحرام فھو حرام۔

۴- نشہ آور اشیاء جس شکل میں بھی معرض وجود میں آئے اس کی تجارت اور خرید وفروخت ہر حال میں حرام ہے جس کی حرمت میں کسی کا بھی اختلاف منقول نہیں ہے اور نہ ہی اس میں دو رائے ممکن ہے۔

۵- قال اللہ تعالی: مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَقَدْ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ، اِنَّمَا جَزٰۗؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُـقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ۭ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔

ترجمہ: اس (قتل) کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم نازل کیا کہ جو شخص کسی کو (ناحق) قتل کرے گا (یعنی) بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا اور جو اس کی زندگانی کا موجب ہوا تو گویا تمام لوگوں کی زندگانی کا موجب ہوا اور ان لوگوں کے پاس ہمارے پیغمبر روشن دلیلیں لا چکے ہیں پھر اس کے بعد بھی ان میں بہت سے لوگ ملک میں حد اعتدال سے نکل جاتے ہیں۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کریں اور ملک میں فساد کرنے کو دوڑتے پھریں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی چڑھا

[1] استاذ ومفتی جامعہ دار السلام عمرآباد

دیئے جائیں یا ان کے ایک ایک طرف کے ہاتھ اور ایک ایک طرف کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا ملک سے نکال دیئے جائیں یہ تو دنیا میں اُن کی رسوائی ہے اور آخرت میں اُن کیلئے بڑا (بھاری) عذاب (تیار) ہے (المائدہ: ۳۲۔۳۳)۔

صورت مسؤلہ میں تیز نشہ آور اشیاء کی تیاری، وکاروبار وغیرہ پر حکومتیں جو سخت موقف اختیار کرتے ہوئے موت کی سزا دے دیتی ہیں دراصل مذکورہ بالا آیت ہی کی روشنی میں منشیات کو فروغ دینے کی کوشش بھی فساد فی الارض میں شامل ہے؛ بلکہ یہ مجرم (نشہ آور اشیاء استعمال کرنے والے مجرم) کئی کئی جرموں کا ارتکاب بھی کر بیٹھتے ہیں جیسے قتل چوری ڈکیتی لوٹ مار وغیرہ، اسی وجہ سے شراب کو لوگوں نے ام الخبائث بھی کہا ہے، الغرض مذکورہ سزا بھی شریعت کے دائرہ میں ہی ہے، اور وہ مجرم اسی کے لائق ہیں جو اولوا الامر کی مخالفت کرتے ہوئے فساد فی الارض میں مشغول ہیں۔

۶- شراب ونشہ آور اشیاء کے استعمال یا کاروبار پر جبکہ کوئی آدمی اس کے فروغ کا ذریعہ بن رہا ہو تو ایسی صورت میں ایسے افراد کو احادیث شریفہ کی روشنی میں موت کی سزا دی جاسکتی ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عکل وعرینہ کے واقعہ میں ان فسادیوں کو سخت سزا دی ہے۔

۷- نشہ کا عادی شخص بھی ایک مریض ہے جو قابل رحم اور قابل توجہ ہے، یہ مرض قابل نفرت ہے نہ کہ مریض قابل نفرت ہے، مناسب وجائز تدابیر کے ذریعہ ایسے مریضوں کا علاج کرنے میں یا علاج کی طرف رہنمائی کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بیماری کا علاج موجود ہے جب بیماری کے مناسب دوا میسر ہوجائے تو بیمار اللہ کے حکم سے شفایاب ہوجاتا ہے (مسلم: ۶۹ (۲۲۰۴))۔

۸- قال اللہ تعالی فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ہاں اگر کوئی ناچار ہوجائے تو بشرطیکہ گناہ کرنے والا نہ ہو اور نہ حد سے نکلنے والا تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے (سورۃ النحل/ ۱۱۵)۔

صورت مسؤلہ مذکورہ بالا دلیل کی روشنی میں ایسے مریضوں کے علاج کے لیے اگر نشہ آور اشیاء کا بھی استعمال کرنا پڑے اس طور پر کہ بتدریج ان کی عادت کو کم کرکے نفی ومکمل احتراز تک لایا جائے تو شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ کیونکہ یہ علاج بالمثل ہے جو ضرورتاً جائز ہے جس کی دو شرطیں ہیں:

۱۔ حرام کو حرام جانتے ہوئے اس میں کسی قسم کی چاہت یا دل کا میلان نہ ہو۔

۲۔ حرام شدہ چیز کے استعمال میں ضرورت سے تجاوز نہ ہو۔ نیز ارشاد ربانی ہے:

إلا من أكره وقلبه مطمئن بالايمان (النحل/ ۲۰۶) سوائے اس آدمی کہ جسے مجبور کیا گیا ہو حالانکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔

قاعدہ فقہیہ ہے کہ "الضرورات تبيح المحظورات" یعنی ضرورتیں اور مجبوریاں ممنوع چیزوں کو بھی حلال کردیتی ہیں،

نیز یہ قاعدہ بھی مشہور ہے کہ "الضرورة تقدر بقدرها" یعنی ضرورتیں اسی کی مقدار کے برابر اندازہ کی جاتی ہیں



نشہ آور اشیاء سے متعلق شرعی احکام

مولانا احمد شمیم صاحب[1]

۱- چونکہ شراب کی حرمت کی تمام علتیں مسکرات جامدہ اور غیر جامدہ میں پائی جاتی ہیں، اس لئے تمام نشہ آور اشیاء حرام ہوں گی، خواہ وہ ماکولات ومشروبات کی شکل میں ہوں یا جامد وسیال کی قبیل سے ہوں۔

قال علیه الصلاة والسلام کل مسکر خمر وکل مسکر حرام۔

وقال صلی اللہ علیه وسلم کل مسکر حرام وما أسکر الفرق منه فملٔ الکف منه حرام۔

۲- شریعت مطہرہ کے نزدیک حکم کا مدار مطلق نشہ پر ہے۔ کیفیت اور طریقہ پر نہیں، لہٰذا انجکشن سے نشہ کیا جائے، یا سونگھ کر یا بدن پر مل کر جس طریقہ سے بھی سب کے سب حرام ہوں گے۔

وتناول المخدرات کالحشیشة والافیون والقات والکوکایین والبنج والکفته وجوزة الطیب والبرش وغیرها بالمضغ او التدخین او غیرهما ینتج عنه تغیب العقل وقد یؤدی الی الإدمان. قال ابن تیمیة کل ما یغیب العقل فانه حرام وان لم تحصل به نشوة ولا طرب، فان تغیب العقل حرام باجماع المسلمین إلا لغرض معتبر شرعًا (الموسوعة ۱۱/ ۳۴)۔

والحکم الشرعی للمخدرات انما حرام فی غیر حالة التداوی (الفقه الاسلامی ۹/ ۲۶)۔

۳- جن اشیاء کا استعمال صرف نشہ کے لئے ہوتا ہو اور نشہ کے علاوہ کسی مباح وجائز کام میں اس کا استعمال ممکن نہ ہو تو اس کی خرید وفروخت حرام ہے، اور اگر اس کا جائز استعمال بھی ممکن ہو تو اس کی خرید وفروخت جائز ہے۔

الحاصل ان جواز البیع یدور مع حل الانتفاع (شامی ۲۶۰)۔

مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں جس شئ کا جائز استعمال ممکن ہو تو اس کی بیع جائز ہے چاہے وہ چیز عام طور پر ناجائز کام میں استعمال ہوتی ہو، کیونکہ حضرت عائشہؓ نے تصویر والے کپڑے کی جو بیع کی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فسخ کرنے کا حکم نہیں دیا، اس سے معلوم ہوا کہ وہ بیع جائز تھی (انعام الباری ۶/ ۲۰۹)۔

۴- شراب کے علاوہ جتنی نشہ آور اشیاء ہیں ان کے استعمال پر شرعاً تعزیر واجب ہے اسی طرح ناجائز چیز کی خرید وفروخت پر بھی تعزیر ہے، یہ جرم اور مجرم کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہے سزا کی کوئی خاص نوعیت تعزیر میں متعین نہیں ہے، یہ امام المسلمین کی صوابدید پر موقوف ہے، البتہ اس کے مثل جو شرعی حد ہو تعزیر میں اس سے آگے نہیں برتنا چاہئے۔

التعزیر لیس فیه تقدیر بل هو مفوض الی رای القاضی قال الزیلعی ولیس فی التعزیر شئ هو مفوض الی رای الامام علی ما تقتضی جنایتهم، فان العقوبة فیه مختلف باختلاف الجنایة فیبغی ان یبلغ غایة التعزیر فی الکبیرة

---

[1] مدرسہ ریاض العلوم گورینی

كما إذا أصاب من الاجنية كل محرم۔

۵- اگر مجرم اپنے جرم سے باز نہ آئے اور قتل کے سوا دوسری سزائیں ان کے لئے موثر نہ ہوں تو تعزیراً اسے قتل بھی کیا جاسکتا ہے اسی طرح اگر کوئی نشہ آور چیزوں کے استعمال اور فروغ کا ذریعہ بن رہا ہو، اور دوسری تعزیرات اس کے حق میں مفید و مؤثر ثابت نہ ہو رہی ہوں تو تعزیراً اسے قتل کردینے کی بھی گنجائش ہے لیکن دوسری تعزیرات اختیار کئے بغیر پہلی مرتبہ میں قتل کردینا ظلم و زیادتی ہے۔

ويكون التعزير بالقتل رأيت فى الصارم المسلول ان من اصول الحنفية ان مالا قتل فيه عندهم مثل القتل بالمثقل والجماع فى غير القبل إذا تكرر فللامام ان يقتل فاعله وكذلك ان يزيد على الحد المقدر إذا رأى المصلحة فى ذلك ويحملون ماجاء عن النبى صلى الله عليه وسلم واصحابه من القتل فى مثل هذه الجرائم على انه رأى المصلحة فى ذلك ويسمونه القتل سياسة وان من تكرر الخنق منه فى المصر قتل به سياسة لسعيه بالفساد وكل من كان كذلك يدفع شره بالقتل (شامى ص: ۱۰۷)۔

قال الحموى فما يقع من حكام زماننا من قتله اول مرة زاعمين ان ذلك سياسة جور وظلم وجهل (شامى ۶/ ۱۶۱)

۶- چونکہ معصیت سے بچنا فرض و واجب ہے لہٰذا اس سے بچنے کی تدابیر اختیار کرنا بھی فرض و واجب ہوگا، اس لئے نشہ کے عادی مریضوں کی عادت چھڑانے کیلئے نشہ سے باز رکھنے کی تدابیر اختیار کرنا بھی فرض و واجب ہوگا۔

اباح النبى صلى الله عليه وسلم استعمال هذه الظروف (تكمله فتح الملهم ۹/ ۱۳۹)۔

نهى عن الاشياء فى الاوعية التى قد تبخر النبيذ فيها ولا يعلم به حسما لمادة قربان المسكر (اعلام الموقعين ۲/ ۱۳۹)

۷- اگر نشہ آور اشیاء کا استعمال بالکلیہ ترک کردینے کی صورت میں صحت بگڑنے لگے تو ایسے وقت میں جامد مسکرات کا قدر نشہ سے کم دواء استعمال کرنے اور آہستہ آہستہ کم کرتے ہوئے بالکل ترک کردینے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ حضرات فقہاء نے قدر نشہ سے کم دوا کیلئے جامد مسکرات کا استعمال جائز کیا ہے، البتہ اتنی زیادہ مقدار استعمال کرنا کہ اس سے نشہ پیدا ہوجائے تو اس کی اجازت سوائے حالت اضطرار کے کسی اور صورت میں نہیں دی جاسکتی ہے۔

سئل ابن حجر المكى عمن ابتلى بأكل نحو الافيون وصار إن لم ياكل هلك، فاجاب ان علم ذلك قطعا حل له بل وجب لاضطراره إلى إبقاء روحه كالميتة للمضطر فيجب عليه التدريج فى تنقيصه شيئًا فشيئًا حتى يزول تولع المعدة به من غير أن تشعر فإن ترك ذلك فهو آثم فاسق وقواعدنا لا تخالفه (شامى ۷/ ۱۴۵)۔

والحكم الشرعى للمخدرات انما حرام فى غير حالة التداوى (الفقه الاسلامى ۹/ ۴۲۶)۔



نشہ آور اشیاء کے متعلق سوالات کے جوابات

مولانا عبد الرحمن پالنپوری [1]

۱- شریعت میں نشہ کی بنیاد پر حرمت کا حکم سیال اشیاء کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جامد، نباتات وغیرہ جو بھی نشہ آور ہوں ان کا استعمال بھی بقدرِ مسکر ناجائز وحرام ہے۔ البتہ تمام نشہ آور اشیاء میں حرمت کا حکم یکساں نہیں ہے بلکہ اس میں فرق ہے جو درج ذیل ہے:

نشہ آور اشیاء کی دو قسمیں ہیں: (الف) سیال رقیق (ب) خشک جامد۔

الف: سیال نشہ آور میں سے چار شرابیں (۱- انگور کی کچی شراب۔ ۲- انگور کی پکی شراب، ۳- کھجور کی شراب، ۴- منقی کی شراب) باتفاق علماء ناپاک وحرام ہیں، ان کا ایک قطرہ بھی پینا حرام ہے، درمختار میں ہے:

والمحرم منها أربعة أنواع: الاول الخمر وهى النئ من ماء العنب إذا غلى واشتد وقذف بالذبد ... وحرم قليلها وكثيرها بالاجماع لعينها اى لذاتها ... حرم الانتفاع بها ... ويحد شاربها وإن لم يسكر منها ويحد شارب غيرها إن سكر ... ولايجوز بها التداوى ... والثانى الطلاء وهو العصير يطبخ حتى يذهب أقل من ثلثيه ويصير مسكرًا والثالث السكر وهو النئ من ماء الرطب إذا اشتد وقذف بالذبد والرابع نقيع الزبيب وهو النئ من ماء الزبيب ... والكل اى الثلاثة المذكورة حرام إذا غلى واشتد ... وإن قذف حرم اتفاقا اى قليله وكثيره لكن لايحد الحد إلا إذا سكر كما فى الملتقى (در مختار مع رد المحتار مصرى ۶/ ۴۴۸) يحرم شرب قليلها وكثيرها باتفاق العلماء لقوله عليه السلام "الخمر من هاتين الشجرتين" وأشار إلى النخلة والعنبة" (الفقه الاسلامى وأدلته ۷/ ۵۵۰۰)۔

مذکورہ چار حرام شرابوں کے علاوہ دیگر نشہ آور شرابوں کو بقدرِ مسکر استعمال کرنا حرام ہے، نشہ کی مقدار سے کم دوا وغیرہ کسی صحیح غرض سے انکا استعمال جائز ہے، لہو ولعب کی غرض سے انکا استعمال حرام ہے، درمختار میں ہے:

فلو شرب مايغلب على ظنه أنه مسكر فيحرم، لأن السكر حرام فى كل شراب، فلو شرب للهو فقليله وكثيره حرام (شامى مصرى ۶/ ۴۵۳) إذا قصد به (متعلق ب يحل مقدرًا) استمراء الطعام والتداوى والتقوى على طاعة الله تعالى، ولو للهو لايحل اجماعًا حقائق (شامى مصرى ۶/ ۴۵۴)۔

وأما السكر من كل الأشربة فحرام بالاجماع (الفتاوى الولوالجية ۵/ ۳۰۴)۔

خشک جامد مسکرات کی اتنی مقدار استعمال کرنا جس سے نشہ پیدا ہو یا ضرر شدید لاحق ہو حرام ہے، اور اتنی مقدار جس سے نشہ نہ ہو بطور دوا وغیرہ استعمال کرنا جائز ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

وان البنج ونحوه من الجامدات إنما يحرم إذا أراد به السكر وهو الكثير منه، دون القليل المراد به التداوى ونحوه كالتطيب بالعنبر وجوزة الطيب (شامى مصرى ۴/ ۴۲)۔

اور درمختار میں ہے: وفى النهر: التحقيق ما فى العناية ان البنج مباح لأنه حشيش، أما السكر منه فحرام (شامى مصرى ۴/ ۴۲)

[1] دارالافتاء دارالعلوم چھاپی، شمالی گجرات

من الأشياء الجامدة المضرة فی العقل وغيره يحرم تناول القدر المضر منها دون القليل النافع. لأن حرمتها ليست لعينها بل لضررها (شامی مصری ۶/ ۴۵۷)۔

شرب البنج للتداوی لا بأس به (بزازيه علی ہامش الهندية ۶/ ۱۲۶)۔

۲- نشہ آور اشیاء کو پیا جائے یا کھایا جائے یا انجکشن وغیرہ کے ذریعہ جسم میں پہونچایا جائے سب کا حکم یکساں ہے؛ کیونکہ حرمت کے متعلق نصوص مطلق ہیں۔

قوله تعالى: يا أيها الذين آمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون (آیت ص ۹۰ سورۂ مائدہ)۔

وقال عليه الصلاة والسلام حرمت الخمر بعينها قليلها وكثيرها والسكر من كل شراب (الفقه الاسلامی وادلته ۷/ ۵۴۹۳)

عن أم سلمة قالت: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كل مسكر ومفتر (شامی مصری/ ۴۶۰)۔

۳- جو اشیاء نشہ وسکر کے لئے استعمال ہوتی ہیں ان کی تجارت کے متعلق تفصیل ہے کہ چار قسم کی شرابیں جو باتفاق علماء حرام ہیں ان کی تجارت بھی حرام ہے، ان چار میں سے انگور کی کچی شراب کی تجارت بالاتفاق حرام ہے،

لايجوز بيعها لحديث مسلم ان الذی حرم شربها حرم بيعها (در مختار علی ہامش رد المحتار/ ۴۴۹، مصری)۔

خمر کے علاوہ تین حرام شرابوں کی بیع امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک بالکل جائز نہیں ہے،

يجوز بيعها عند أبي حنيفة مع الكراهة ... وقال الصاحبان: لايجوز بيعها أصلًا (الفقه الاسلامی وادلته ۷/ ۵۵۰۱)۔

مذکورہ چار حرام شرابوں کے علاوہ دیگر تمام نشہ آور اشیاء کی تجارت حرام نہیں ہے؛ بلکہ مکروہ ہے جبکہ بیچنے والے کو معلوم ہو کہ خریدار ناجائز نشہ یا لہو میں استعمال کرے گا، ورنہ بیچنا جائز ہے۔

ويجوز بيع العصير ممن يتخذ خمرًا ای من ذمی فلو من مسلم كره بالاتفاق لأنه إعانة على المعصية ومفاده إن لم يعلم ذلك لم يكره بلا خلاف (الدر المنتقى على ہامش مجمع الانهر ۲/ ۲۱۲)۔

وصح بيع غير الخمر مما مر ومفاده صحة بيع الحشيشة والافيون (در مختار على الشامی مصری ۶/ ۴۵۴)

ردالمحتار میں ہے: (قوله وصح بيع غير الخمر) ای عنده خلافا لهما فی البيع والضمان لكن الفتوى على قوله فی البيع. وعلى قولهما فی الضمان إن قصد المتلف الحسبة وذلك يعرف بالقرائن وإلا فعلى قوله كما فی التاتارخانية وغيرها ثم إن البيع وإن صح لكنه يكره كما فی الغاية (شامی ۶/ ۴۵۴)۔

جن اشیاء سے منشیات ومسکرات تیار کی جاتی ہیں ان کی کاشت کے متعلق یہ حکم ہے کہ جو چیز کاشت کی جاتی ہے اگر وہ صرف منشیات ہی میں استعمال ہوتی ہے، منشیات کے علاوہ دوسرا کوئی جائز، مباح استعمال نہیں ہے تو اس کی کاشت جائز نہیں ہے، اور اگر منشیات کے علاوہ دوسرا جائز استعمال بھی ہو تو اس کی کاشت جائز ہے۔

ذكر قاضی خان فی فتاواه إن بيع العصير ممن يتخذ خمرا إن قصد به التجارة فلا يحرم. وإن قصد به لأجل التخمير حرم وكذا غرس الكرم على هذا انتهى وعلى هذا عصير العنب بقصد الخلية أو الخمرية (الاشباه/ ۱۰۳)۔

۴- منشیات ومسکرات تیار کر کے خرید وفروخت کرنا اگر نشہ یا لہو ولعب کے لئے ہی ہو تو ناجائز اور اس کے علاوہ دیگر جائز اغراض ومقاصد کے لئے ہو تو جائز ہے۔

ان كل ما يؤدی إلى الحرام فهو حرام وكل مايعين على المعصية فهو معصية (الفقه الاسلامی وأدلته ۷/ ۵۵۱۴)

روی أبوداؤد فی سننه عن ابن عباس أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: إن من حبس العنب أیام القطاف حتی یبیعه ممن یتخذ خمرًا فقد تقحم النار (الفقه الاسلامی وادلته ۷/ ۵۵۱۷)۔

الأمور بمقاصدها (الاشباہ والنظائر/۱۰۲)۔

۵و۶- مشروب نشہ آور کے استعمال پر شرعاً کوڑے کی حد ہے۔

قال جمهور الفقهاء: حد الشرب والسکر ثمانون جلدة (الفقه الاسلامی وادلته ۷/ ۵۴۸۸)۔

ردالمحتار میں ہے: لأن الشرع أوجب الحد بالسکر من المشروب لا المأکول (اتقانی ۵/ ۴۵۸)۔

مأکول نشہ آور کے استعمال پر شرعاً حد نہیں ہے بلکہ تعزیر ہے۔

کما فی الدر المختار یحرم أکل البنج والحشیشة ... والأفیون ... لکن دون حرمة الخمر فإن أکل شیئًا من ذلك لاحد علیه وان سکر منه بل یعزر بما دون الحد کذا فی الجوهرة (شامی مصری ۶/ ۷/ ۴۵۸)۔

نشہ آور اشیاء کے استعمال پر بطور حد کے قتل کی سزا نہیں ہے

أجمع المسلمون علی وجوب الحد فی الخمر وأجمعوا علی أنه لایقتل إذ تکرر منه إلا طائفة شاذة قال تقتل بعد حد أربع مرات للحدیث وعند الکافة منسوخ (بذل المجهود ۵/ ۱۵۱)۔

البتہ نشہ آور اشیاء کی تیاری کرنے والے، استعمال کرنے والے، کاروبار وغیرہ کے ذریعہ فروغ دینے والے کو سیاسۃ بطور تعزیر کے قتل کی سزا دی جاسکتی ہے۔

أجاز فقهاء الحنفیة والمالکیة ان تکون عقوبة التعزیر هی القتل ویسمونه القتل سیاسة. أو إذا رأی الحاکم المصلحة فی ذلك وکان جنس الجریمة یوجب القتل کما فی حال التکرار وإدمان المسکرات والمخدرات واعتیاد الاجرام أو اللواطة أو القتل بالحجر أو العصا أو الخشب (الفقه الاسلامی وأدلته ۷/ ۵۵۱۹)۔

۷- جائز تدابیر کے ذریعہ نشہ کے عادی مریضوں کو مرض و ہلاکت سے بچانا اوران کی عادت چھڑانا شرعاً امر مستحسن ہوگا۔

۸- نشہ کے عادی لوگوں کے علاج کے لئے خمر کا ایک قطرہ بھی استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

لایجوز بها التداوی علی المعتمد (درمختار علی رد المحتار/ ۴۵۰)۔

خمر کے علاوہ بقیہ تین حرام شرابیں (۱) انگور کی پکی شراب (۲) کھجور کی شراب (۳) منقی کی شراب، ان کو بھی نشہ کے عادی لوگوں کے علاج کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

شامی میں ہے: والکل ای الثلاثة المذکورة حرام إذا غلی واشتد. وإن قذف حرم اتفاقا أی قلیله وکثیره (شامی: ۴۵۲)

نشہ کے عادی لوگوں کے علاج کے لئے مذکورہ چار حرام شرابوں کے علاوہ دیگر مشروب یا جامد نشہ آور اشیاء کو استعمال کرنا جائز ہے بشرطیکہ مقدار مسکر سے کم ہو۔

ردالمحتار میں ہے: وفی کافی الحاکم من الأشربة: ألا تری ان البنج لا بأس بتداویه. وإذا أراد أن یذهب عقله لاینبغی أن یفعل ذلك وبه علم ان المراد الأشربة المائعة وان البنج ونحوه من الجامدات إنما یحرم إذا أراد به السکر وهو الکثیر منه دون القلیل المراد به التداوی ونحوه (شامی مصری ۴/ ۴۲)۔

فقط والله أعلم بالصواب۔

☆☆☆

منشیات - احکام ومسائل

مفتی عبداللہ قریشی[1]

۱- اس سلسلہ میں تفصیل ہے جسے حضرت مولانا رشید احمدؒ (احسن الفتاوی ۸ / ۴۸۲) نے بیان کیا ہے، مولانا تحریر کرتے ہیں کہ مسکرات کی دو قسمیں ہیں:

(۱) سیال (۲) جامد۔ سیال کی دو قسمیں ہیں: (۱) جن کی نجاست اور حرمت پر اتفاق ہے، اس کی چار قسمیں ہیں: (۱) انگور کی کچی شراب، (۲) انگور کی پختہ شراب، (۳) رطب کی شراب، (۴) زبیب کی شراب، ان کا ایک قطرہ بھی حرام ہے اگر چہ اس سے نشہ نہ ہوتا ہو، ان کا دوا میں استعمال کرنا بھی اکلاً وخارجاً بہرحال ممنوع ہے خواہ اپنی اصلیت پر ہوں یا کسی قسم کے تصرف سے دوسری ہیئت میں ہو جائیں۔

۲- وہ اشربہ جن میں اختلاف ہے یعنی اشربہ مذکورہ کے سوا باقی تمام اشربہ، یہ شیخینؒ کے یہاں طاہر ہیں مقدار مسکر سے کم بلا لہو بغرض تداوی وغیرہ حلال ہیں، امام محمدؒ کے یہاں نجس اور حرام ہیں اگر چہ قلیل ہوں۔ بلا غرض تداوی وغیرہ محض لہو کے لئے بالاتفاق حرام ہیں اور قدر مسکر پر بالاتفاق حد ہے۔

مسکر جامد کا حکم

جامد مسکرات جیسے افیون وغیرہ کی اتنی مقدار جو بالفعل نشہ کرے یا اس میں ضرر شدید ہو حرام ہے اسی طرح مقدار نشہ سے کم صرف لہو کے طور پر استعمال کرنا بھی حرام ہے البتہ مقدارِ قلیل جو حد نشہ سے کم ہو دواء استعمال کرنا جائز ہے۔

وقال ايضًا فى بيان المسكرات الجامدات من البنج والحشيشة والافيون، فإن أكل شيئا من ذلك لا حد عليه وإن سكر بل يعزر بما دون الحد۔

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: (قوله وإن سكر) لأن الشرع أوجب الحد بالسكر من المشروب لا المأكول (رد المحتار ۵/ ۲۹۵ بحواله أحسن الفتاوى ۸/ ۴۸۶)۔

۲- انجکشن کے ذریعہ جسم میں پہونچائی جانے والی اشیاء یقیناً سیال ہوگی، اس سلسلہ میں اس کا حکم وہی ہوگا جو سیال نشہ آور اشیاء کے تعلق سے ابھی ذکر کی گئی، اعتبار علت اور نتیجہ کا ہوتا ہے کہ اگر اس میں نشہ ہے اور جسم میں داخل ہونے کے بعد اس سے نشہ ہوا ہو تو وہی حکم ہوگا جو ان کے پینے کا ہے، پینے اور جسم میں بذریعہ انجکشن داخل کیے جانے میں فرق کرنا درست نہیں۔

اس سلسلہ میں حکم یہ ہے: جن کی نجاست پر اتفاق ہے وہ چار ہیں

(۱) انگور کی کچی شراب (۲) انگور کی پختہ شراب (۳) رطب کی شراب (۴) زبیب کی شراب۔ ان کا تو قطرہ بھی اکلاً وخارجاً استعمال کرنا حرام ہے، مذکورہ اشربہ کے علاوہ بقیہ اشربہ شیخینؒ کے یہاں طاہر ہیں اور مقدار مسکر سے کم بلا لہو بغرض تداوی وغیرہ جائز ہے، محض لہو کے لئے بالاتفاق حرام ہے، اور قدر مسکر بالاتفاق حد ہے۔

---

[1] دار الافتاء شولاپور بازار، پونہ، مہاراشٹر

قال العلامه التمرتاشي: ويحد شاربها وان لم يسكر فيها ويحد شارب غيرها (اى من المائعات المحرمة) إن سكر وقال العلامة ابن عابدين (قوله ان سكر) (رد مختار ۵/ ۲۹۵) لان الشرع أوجب الحد بالسكر من المشروب لا المأكول اتفاقا۔

لیکن یہ اشیاء چونکہ پی نہیں جارہی ہیں بلکہ بذریعہ انجکشن جسم میں داخل کی جارہی ہیں، اس لئے ان میں حد جاری نہ ہوگی بلکہ تعزیر ہوگی، جس کا مقدار حد سے کم ہونا ضروری ہے؛ اس لئے کہ حدود شبہات سے ختم کردیئے جاتے ہیں، اور یہاں بھی بذریعہ انجکشن جسم میں داخل کرنے سے ایک طرح کا شبہ پیدا ہوگیا ہے ''الحدود تدرأ بالشبهات''۔

۳- افیون کی کاشت کو حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی صاحبؒ نے فتاوی محمودیہ میں بحوالہ رد المحتار درست لکھا ہے؛ البتہ اس کی تجارت کو مکروہ تحریمی لکھا ہے۔

وصح بيع الخمر اى عنده خلافًا لهما فى البيع والضمان لكن الفتوى على قوله فى البيع وعلى قولهما فى الضمان ان قصد المتلف الهبة وذلك يعرف بالقرائن... الخ (۸/ ۴۴۹، بحواله فتاوى محموديه ۲۴/ ۱۱۲)۔

لیکن احقر کی رائے افیون وغیرہ کی کاشت کے سلسلہ میں یہ ہے کہ ان اشیاء کی کاشت جائز نہیں کہ یہ اشیاء براہ راست نشہ میں استعمال ہوتی ہیں اگرچہ ان اشیاء میں فائدہ بھی ہے کہ دوا وغیرہ میں استعمال ہوتی ہے لیکن ان کا نقصان اس کے فائدہ سے کئی گنا بڑھا ہوا ہے جو اہل عقل پر مخفی نہیں۔ بعض اہل علم مثلاً حنابلہ نے ان اشیاء کو مفترات اشیاء میں شمار کرتے ہوئے اس کے قلیل کو بھی حرام قرار دیا ہے آپ علیہ السلام کے فرمان کی وجہ سے ''نهى رسول الله ﷺ عن كل مسكر ومفتر''۔ پھر یہ اشیاء براہ راست نشہ کے لئے ہی استعمال ہوتی ہیں بالمقابل شراب کے کہ اس میں انسان کے عمل کا دخل ہوتا ہے تب جا کر وہ شراب ہوئی، حاصل یہ کہ معصیت اس میں بعینہ موجود ہے۔

رہا اس کا فائدہ کہ دوا وغیرہ میں اس کا استعمال ہوتا ہے تو اس سلسلہ میں بہت سی متبادل دوائیں موجود ہیں، اور اگر اطباء کی رائے کسی مرض کے سلسلہ میں یہ ہے کہ ان اشیاء کے بغیر چارہ کار نہیں تب بھی احقر کی رائے یہ ہے کہ اس کی کاشت جائز نہیں؛ اس لئے کہ اس طرح کا مرض شاذ ونادر ہوگا جس میں ان اشیاء کے بغیر چارہ کار نہیں؛ لیکن ان کی کاشت کی صورت میں ان کا بطور نشہ استعمال ہونا یقینی ہے جو کہ ہزاروں لاکھوں انسانوں کی ہلاکت کا ذریعہ بنے گا، قاعدہ یہ ہے کہ جب دو ضرر جمع ہوں تو ان میں سے چھوٹے ضرر کو برداشت کرلیا جاتا ہے۔

''إذا تعارض مفسدتان روعى أعظمها ضررا بارتكاب أخفهما'' (الاشباہ والنظائر ص: ۳۱۹)۔

نیز شراب تو دنیا میں کسی نہ کسی قوم کے نزدیک مال متقوم ہے لیکن افیون وغیرہ کسی بھی قوم کے نزدیک مال متقوم نہیں، دنیا کی ہر قوم اسے مہلک جان ومال سمجھتی ہے، اسی وجہ سے اس کی تجارت کرنے والے افراد کے خلاف سخت قوانین تقریباً تمام ممالک میں موجود ہیں یہاں تک کہ بعض ممالک میں قتل تک کی سزا موجود ہے، پھر صاحبینؒ کے موقف پر بہت سی احادیث بھی موجود ہیں۔

چنانچہ بخاری ومسلم میں حضرت عامرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

ان الله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والاصنام

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا: ان الذى حرم بيعها حرم أكل ثمنها''۔

۴- اس سوال کا جواب سوال نمبر ۳ کے جواب کے تحت آچکا ہے۔

۵- سیال شراب کے استعمال پر شرعاً حد مقرر ہے؛ اس لئے اس میں حد سے زیادہ سزا دینا شرعاً جائز ہے۔

البتہ جامد نشہ آور اشیاء کے سلسلہ میں احناف کے نزدیک چونکہ تعزیر ہے اس لئے سیال نشہ آور اشیاء میں حد سے کم سزا دی جائے جو کہ امام

صاحبؒ کے نزدیک انتالیس کوڑے ہیں اور امام یوسفؒ کے نزدیک ۷۹ (اناسی) کوڑے تک کی گنجائش ہے؛ لیکن احقر کی رائے اس سلسلہ میں یہ ہے کہ جامد منشیات چونکہ صرف نشہ آور ہی نہیں بلکہ مہلک جان وقوم ہیں اور ان کا ضرر شراب کے مقابلہ کئی گناہ بڑا ہوا ہے کہ اس سے آدمی بہت جلد ناکارہ اور نکما بن جاتا ہے اس لئے تعزیر کے باب میں امام مالکؒ کی رائے پر عمل کیا جائے کہ قاضی وحاکم مجرم کی نوعیت کے اعتبار سے جو سزا مقرر کرے وہ درست ہے، چاہے حد سے کم ہو یا زیادہ، حاکم ضرورت سمجھے تو قتل کی بھی سزا دے سکتا ہے، خود احناف نے بھی بعض مواقع پر تعزیر کے باب میں حد کی مقدار سے زیادہ سزا دینے کو روا رکھا ہے؛ چنانچہ علامہ حصکفیؒ درمختار میں تحریر کرتے ہیں:

والتعزير ليس فيه تقدير بل هو مفوض إلى رأى القاضى وعليه مشائخنا زيلعى لأن المقصود منه الزجر وأحوال الناس فيه مختلفة بحر ويكون التعزير بالقتل كمن وجد رجلاً مع امرأة لاتحل له

علامہ شامیؒ کا بھی رجحان اسی طرف معلوم ہوتا ہے کہ تعزیر کے باب میں قاضی اپنی صوابدید کے موافق قتل تک کی سزا دے سکتا ہے؛ چنانچہ علامہ شامیؒ صاحب درمختار کی مذکورہ عبارت ''ويكون التعزير بالقتل كمن وجد رجلاً مع امرأة لاتحل له'' کے تحت لکھتے ہیں:

''ويكون التعزير بالقتل'' رأيت فى الصارم المسلول للحافظ ابن تيمية ان من أصول الحنفية ان مالاقتل فيه عندهم مثل القتل بالمثقل والجماع فى غير القبل إذا تكرر فللامام ان يقتل فاعله وكذلك له ان يزيد على الحد المقدر إذا رأى المصلحة فى ذلك ويحملون ماجاء عن النبى ﷺ وأصحابه من القتل فى مثل هذه الجرائم على انه رأى المصلحة فى ذلك ويسمونه القتل سياسة... الخ (رد المختار ۶/۱۰۷)۔

امام مالک کا مسلک جہاں ضرورت ومصلحت کے مطابق ہے وہیں آثار سے بھی مؤید ہے؛ چنانچہ عہد فاروقی میں معن بن زائدہ نامی ایک شخص نے بیت المال کی جعلی مہر بنائی اور بیت المال کے خازن سے کچھ مال حاصل کرلیا، حضرت عمرؓ نے اسے کوڑے مارے اور قید کردیا، لوگوں نے اس کے بارے میں سفارشات کیں تو اس کو دوبارہ سہ بارہ کوڑے مارے اور شہر بدر کردیا (المغنی ۸/۳۲۵ بحوالہ قاموس الفقہ ۲/۴۷۸)

اسی طریقہ سے حضرت عمرؓ نے ایک بار کبار صحابہ سے لوطی شخص کے بارے میں مشورہ کیا تو سب نے ایسے شخص کو آگ میں جلا کر ہلاک کردینے کا فتوی دیا جو سزاؤں میں سب سے زیادہ سخت سزا تصور کی جاتی ہے، اور یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت علیؓ کو معلوم ہوا کہ ایک شخص نے کسی عورت کے ساتھ طریق مباشرت کے علاوہ اور طرح سے مباشرت کی تو آپ نے اسے سو (۱۰۰) کوڑوں کی سزا دی (کتاب الفقہ علی مذہب الاربعہ ۵/۵۰۸)۔

۶- سیال شراب ونشہ آور اشیاء کے استعمال یعنی پینے میں حد مقرر ہے، اس پر شرعی حد سے زیادہ سزا دینا شرعاً جائز نہیں، البتہ جامد نشہ آور اشیاء کا استعمال تعزیر کے باب میں داخل ہے اور جیسا کہ تحریر کیا گیا کہ تعزیر قاضی کے صوابدید کے مطابق ہوگی، اس کے استعمال پر اگر مناسب سمجھے تو قتل تک کی سزا دے سکتا ہے؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ اس سلسلہ میں قاضی مجرم کی نوعیت کے اعتبار سے سزا مقرر کرے مثلاً وہ مجرم جس نے پہلی مرتبہ ان اشیاء کا استعمال کیا ہے قتل کی سزا نہ دیتے ہوئے دوسری سزا دے کر اصلاح حال کا موقع دے؛ لیکن اگر مجرم عادی ہو اور بار بار کی سزا کے بعد بھی اپنا معاملہ درست نہیں کرتا تو ایسے مجرم کو قتل کی بھی سزا دے سکتا ہے۔ یہ رائے تو سیال اور جامد اشیاء کے پینے کے سلسلہ میں تھی، جہاں تک ان دونوں کی تجارت وکاروبار کا تعلق ہے یہ دونوں ہی چیزیں چونکہ تعزیر سے تعلق رکھتی ہیں اس لئے اس سلسلہ میں قاضی کی رائے کا اعتبار ہے کہ جو چاہے ان کی تجارت پر سزا مقرر کرے، چاہے تو موت کی سزا بھی قاضی دے سکتا ہے لیکن ضروری ہوگا کہ عادی اور ابتدائی مجرم کے درمیان فرق کو ملحوظ رکھے۔

۷- اس قسم کے نشہ کے عادی اشخاص کو اس سے نجات دلانے کی جو بھی چیزیں کارآمد ہوا حقر کے نزدیک شرعاً درست ہوگی، اس سلسلہ میں ایک تدبیر یہ ہے کہ دھیرے دھیرے ان عادی قسم کے لوگوں سے ان چیزوں کی عادت چھڑائی جائے تو وقتی طور پر ان اشیاء کو استعمال کرنا جائز ہوگا، اس سلسلہ میں اگرچہ کہ کوئی واضح نص وغیرہ موجود نہیں مگر احقر کے نزدیک شراب کے حکم کے تدریجاً اترنے کی حکمت پر غور کیا جائے تو اس سے

بھی مذکورہ رائے کو تقویت ملتی ہے کہ یکبارگی اگر پہلی مرتبہ شراب کی حرمت کا حکم نازل کر دیا جاتا تو بہت سے لوگ یا تو مرتد ہو جاتے یا پھر شراب کو چھوڑ نہ پاتے اور بدستور شراب پیتے رہتے۔

نیز ہمارے بعض اکابر نے ناجائز ملازمت کرنے والوں کے سلسلہ میں جو وقتی گنجائش دی ہے اس سے بھی مذکورہ رائے کو تقویت ملتی ہے کہ ایسی ملازمت کرنے والوں کو جب تک حلال ملازمت نہ مل جائے بادل ناخواستہ اس ملازمت کی گنجائش ہے جیسا کہ حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ نے نس بندی کی ملازمت کے سلسلہ میں تحریر کیا ہے لہٰذا اس مقصد کے لئے آپریشن کرنا جائز نہیں، اور اس کی ملازمت بھی جائز نہیں، اس کی تنخواہ بھی جائز نہیں، اس کے علاوہ دوسرا ذریعہ معاش اختیار کیا جائے اور دوسرا جائز ذریعہ معاش حاصل ہو۔ نے تک بحالت مجبوری پوری ناگواری کے ساتھ اس کو برداشت کیا جاسکتا ہے، انتہائی جدوجہد کے ساتھ تلاش کر کے دوسری صورت ملنے پر اس کو ترک کر دیا جائے (فتاوی محمودیہ ۲۵/۲۵۸)

ھٰذا ما عندی واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

☆☆☆

نشہ آور اشیاء کے متعلق سوالات کے جوابات

مولانا عبدالقیوم پالنپوری[1]

(۱) شریعت نے نشہ پائے جانے کی وجہ سے ہر اس شئ کو حرام قرار دیا ہے جس کے استعمال سے نشہ وسکر پیدا ہو خواہ وہ سیال مشروب ہو یا جامد یا نباتات اور پاؤڈر وغیرہ کی شکل میں ہو یا کسی اور شکل میں؛ البتہ سب کی حرمت یکساں نہیں ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ مسکرات کی دو قسمیں ہیں: سیال، جامد۔

سیال کی بھی دو قسمیں ہیں:

ایک وہ جن کی حرمت اور نجاست پر اتفاق ہے اور وہ چار قسم کی شرابیں ہیں:

(۱) انگور کی کچی شراب (النيئ من ماء العنب إذا اشتد وغلا وقذف بالزبد)

(۲) انگور کی پختہ شراب (الطلاء: وهو عصير العنب إذا طبخ حتى يذهب أقل من ثلثيه)

(۳) رطب کی شراب (نقيع التمر المسمى بالسكر وهو النيئ من ماء التمر)

(۴) زبیب کی شراب (نقيع الزبيب هو الماء النيئ الذى ألقى فيه الزبيب أياما حتى اشتد وغلا)

ان اشربۂ اربعہ کا ایک قطرہ بھی حرام ہے اگر چہ اس سے نشہ نہ ہو۔

اور سیال کی دوسری قسم اشربۂ اربعہ مذکورہ کے علاوہ باقی شرابیں ہیں، جن کی حرمت اور نجاست میں اختلاف ہے۔ ائمۂ ثلاثہ امام شافعی، مالک، احمد اور محمد بن حسنؒ کے نزدیک نجس اور حرام ہیں اگر چہ قلیل ہوں، اور امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پاک ہیں اور مقدار مسکر سے کم استعمال حرام نہیں ہے، اور مقدار مسکر کا پینا حرام ہے۔

مسکرات کی دوسری قسم جامد مسکرات جیسے افیون، بھانگ وغیرہ، ان کی اتنی مقدار جو بالفعل نشہ کرے یا اس میں ضرر شدید ہو حرام ہے، اور مقدار مسکر سے کم ہو اس کا استعمال مباح اغراض کے لئے جائز ہے اور اسی طرح دوا کے لئے بھی استعمال جائز ہے۔

اشربۂ اربعہ محرمہ کے علاوہ اشربہ اور جامد مسکرات ونباتات کی حرمت اشربۂ اربعہ کی حرمت سے کم درجہ کی ہے- کہ اشربۂ اربعہ کے علاوہ اشربہ شیخین کے یہاں پاک اور قدر مسکر سے کم ان کا استعمال جائز ہے۔ اور افیون وبھنگ وغیرہ کے کھانے پر نشہ ہونے کی صورت میں تعزیر ہے حد نہیں ہے،

ويحرم أكل البنج والافيون والحشيشة لكن دون حرمة الخمر. فان أكل شيئ من ذلك لا حد عليه وإن سكر بل يعزر بما دون الحد (در مختار مع الشامی ۶/ ۴۵۸)۔

(بھنگ، افیون اور حشیش کا کھانا حرام ہے، لیکن اس کی حرمت خمر (شراب انگور) سے کم ہے؛ لہٰذا اگر اس میں سے کوئی کھائے گا تو اس پر حد نہیں ہے اگر چہ نشہ آور ہو جاوے بلکہ حد سے کم (کوڑوں) سے اس کی تعزیر کی جائے گی (دیکھئے: تکملہ فتح الملہم ۹/ ۵۰۶)۔

[1] جامعہ نذیریہ کاکوسی، شمالی گجرات

(۲) مسکرات اور نشہ آور اشیاء کو جسم میں انجکشن وغیرہ کے ذریعہ پہنچانے کا بھی وہی حکم ہے جو ان کو کھانے یا پینے کا حکم ہے، اور ان کے کھانے و پینے کا حکم جواب نمبر 1 میں تفصیل سے گزرا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اشربۂ اربعہ محرمہ کا قلیل یا کثیر اتارنا حرام ہے، اور اشربۂ اربعہ کے علاوہ دیگر شرابوں کا اتارنا بقدر مسکر نا جائز وحرام ہے اور بقدر مسکر سے کم اتارنا جائز ہے۔ اور جامد مسکرات کا بھی بقدر مسکر سے کم اتارنا جائز ہے مباح اغراض اور دواء وغیرہ کے لیے۔

(۳) ہر وہ چیز جو براہِ راست نشہ وسکر کے لیے استعمال ہوتی ہے اور اس کا جائز ومباح استعمال ہے تو اس کی کاشت کرنا اور اس کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے، اور اگر اس کا نشہ کے علاوہ کوئی جائز استعمال نہیں ہے تو اس کی کاشت اور تجارت مکروہ ہے۔

حضرت مفتی محمود صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ کاشت خشخاش کی کی جاتی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس کی تجارت بھی جائز ہے البتہ اس سے افیون نکال کر اس کی تجارت کرنا مکروہ ہے (فتاوی محمودیہ ۲۴/ ۱۱۴)، ایک دوسرے فتوی میں تحریر فرماتے ہیں: اگر بوڑی نشہ کے لئے استعمال ہوتی ہو، دوسرا کوئی فائدہ اس میں نہ ہو تو اس کی بیع مکروہ ہے، اگرچہ نشہ اس سے تھوڑا ہی ہو (فتاوی محمودیہ ۱۴/ ۱۱۴)

ایک اور فتوی میں تحریر فرماتے ہیں: گانجا، بھنگ، افیون کی تجارت مکروہ تحریمی ہے؛ لیکن اگر کسی نے کر لی تو صحیح ہو جائے گی۔

وصح بيع غير الخمر اى عنده خلافا لهما فى البيع والضمان، لكن الفتوى على قوله فى البيع وعلى قولهما فى الضمان ... ثم إن البيع وإن صح لكنه يكره كما فى الغاية (رد المحتار ۵/ ۴۴۹، فتاوى محموديه ۲۴/ ۱۱۳، باپوڑ میرٹھ)

البتہ جو شخص جائز مقصد دوا، لیپ وغیرہ کے لئے خریدے تو اس کے ہاتھ بیچنے میں کراہت بھی نہ ہوگی، جیسا کہ حضرت مولانا تقی عثمانی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

والظاهر ان هذه الكراهة إنما تثبت إذا تعاطاه الرجل لغرض غير مشروع وأما إذا تعاطاه لغرض مشروع كالدواء والضماد وغيره فيما يجوز استعماله فيه، فالظاهر انتفاء الكراهة حينئذ (الجزء الثالث من تكملة فتح الملهم ۹/ ۵۰۶)

ظاہر ہے کہ یہ کراہت اس وقت ثابت ہوگی جبکہ کوئی مرد اس کو ناجائز مقصد کے لئے حاصل کرے، اور اگر وہ اس کو جائز مقصد مثلاً دوا، لیپ وغیرہ کے لئے حاصل کرے تو اس کا استعمال اس میں جائز ہے، پس ظاہر ہے اس وقت کراہت نہیں ہوگی۔

(۴) بھانگ، افیون وغیرہ سے تیز نشہ آور ہیروئن جیسی چیز تیار کرنا اور اس کو فروخت کرنا (جبکہ اس کا کوئی مباح وجائز استعمال نہیں ہے) مکروہ تحریمی اور ناجائز ہے۔

(۶،۵) اس قسم کی تیز نشہ آور اشیاء کو تیاری کرنے والوں یا اس کا کاروبار کرنے والوں کے لئے یا اس کے کاروبار کا فروغ کا ذریعہ بننے والے کے لئے شریعت مطہرہ میں قتل کی سزا نہیں ہے بلکہ تعزیر ہے، حدیث شریف میں ہے: کسی مسلمان کا قتل تین صورتوں کے علاوہ جائز نہیں ہے۔ قصاصاً قتل کرنا، شادی شدہ زانی کو رجم کرنا۔ اور مرتد کو قتل کرنا

روى عن النبى صلى الله عليه وسلم من أوجه كثيرة انه قال: لا يحل دم امرئ يشهد أن لا إله إلا الله وأنى رسول الله إلا بإحدى الثلاث: النفس بالنفس والثيب الزانى والتارك لدينه (ترمذى فى الديات ۱/ ۲۵۹، مسلم، حديث نمبر: ۴۴۲۸)۔

البتہ تعزیر میں مصلحت کا لحاظ کیا جاتا ہے، پس حاکم کسی مجرم کے قتل میں مصلحت عامہ دیکھے تو اس کو قتل کر سکتا ہے۔

حضرت مولانا محمد تقی صاحب دامت برکاتہم کا فرمانا ہے کہ:

"اب سوال یہ ہے کہ تعزیراً کسی کو قتل کر سکتے ہیں یا نہیں؟ حنفیہ کا مختار مسلک یہ ہے کہ تعزیراً قتل کیا جا سکتا ہے اور دلیل میں وہ حدیث ہے جو ابھی گزری کہ آپ نے فرمایا: وإن عاد فى الرابعة فاقتلوه (ترمذی ۱/ ۲۶۷)۔ (یعنی اگر چوتھی مرتبہ کوئی شخص پئے تو اس کو قتل کر دو)۔

حنفیہ فرماتے ہیں کہ یہ تعزیر پر محمول ہے۔ تعزیر کا باب بہت وسیع اور اس میں امام کو بہت وسیع اختیارات دیئے گئے ہیں کہ وہ حالات کے اعتبار

سے جتنی چاہے سزا دے۔ لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام کا نظام حدود وتعزیرات بڑا سخت ہے، حالانکہ اسلام میں نظام عقوبت اتنا لچکدار ہے کہ اور کسی نظام میں اتنی لچک نہیں، آپ نے دیکھا کہ زیادہ تر جرائم تعزیر کے تحت آتے ہیں اور تعزیر میں کوئی سزا شریعت کی طرف سے مقرر نہیں کی گئی، بلکہ امام کی صوابدید پر چھوڑا گیا ہے کہ وہ حالات کا مناسب جائزہ لیکر مناسب سزا دے، فقہاء کرام نے یہاں تک لکھا ہے کہ تعزیرًا کسی کو ترش روئی سے دیکھ کر چھوڑ دیا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کا باب بڑا وسیع ہے۔

اور اس میں اصل اختیار تو امام کو ہے، لیکن امام قاضی کو اپنے اختیارات سپرد کر دیتا ہے، اس صورت میں امام قاضی کو پابندی کر سکتا ہے کہ فلاں جرم میں اتنی سزا تک دے سکتے ہو، اور قانونًا اس کا دائرہ مقرر کر سکتا ہے (درس ترمذی، جلد دوم، ص: ۱۲۳، ۱۲۴)۔

(۷) جو لوگ اس قسم کے مروج نشہ کے عادی ومریض ہوں ان کے لئے ان کی اس عادت کو چھڑانے اور اس مرض وہلاکت سے بچانے کے لئے مباح وجائز تدابیر کرنا نہ صرف جائز بلکہ امر مستحسن وقابل ستائش ہے۔

(۸) اس قسم کے مروج نشہ کے عادی لوگوں کے لئے اشربۂ اربعہ محرمہ کا استعمال کرانا یا خود ان کا استعمال کرنا (اگرچہ ایک قطرہ ہو اور اس سے نشہ نہ پیدا ہوتا ہو) جائز نہیں ہے، حرام ہے، اور اشربۂ اربعہ محرمہ کے علاوہ دیگر اشربہ یا دیگر جامد مسکرات ونباتات کا استعمال کرانا یا خود ان کا استعمال کرنا بقدر مسکر جائز نہیں ہے؛ البتہ مقدار مسکر سے کم استعمال کرنا یا کرانا بطور علاج جائز ہے۔

الأول النيئ من ماء العنب إذا اشتد وغلا وقذف بالزبد، وهو الخمر حقيقة وهو نجس العين ولاشبهة فى كونه خمرا فيحرم قليله وكثيره. . والثانى الأشربة المحرمة الثلاثة (الف) الطلاء ... (ب) نقيع الزبيب ... (ج) نقيع التمر ... خمر عند أبي حنيفة فى الصحيح فلذلك هى حرام نجسة يحرم شربها قليلة كانت أو كثيرة ... والقسم الثالث الأشربة المسكرة الأخرى غير الأقسام الأربعة المذكوره ... فحكمهما عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله انه لايحرم منه شرب القليل الذى لايسكر ... إذا شربه الرجل يقصد التقوى أو التداوى من غير أن يقصد منه لهوا وطربا، وإنما يحرم منه القدر المسكر۔ (الجزء الثانى من تكمله فتح الملهم ۵/ ۳۹۵، الجزء الثالث ۹/ ۵۰۶)

ويحرم أكل البنج والأفيون والحشيشة لكن دون حرمة الخمر (در مختار مع الشامى ۶/ ۴۵۸)۔

فقط والله تعالىٰ أعلم بالصواب۔

☆☆☆

نشہ آور اشیاء اور شریعت مطہرہ میں اس کا حکم

مفتی لطیف الرحمن ولایت علی[1]

الجواب وبالله التوفيق حامدًا ومصليًا۔

شریعت مطہرہ میں چار قسم کی شراب ایسی حرام ہے کہ اس کا ایک قطرہ بھی حرام ہے اور نجس ہے، نشہ پیدا ہو یا نہ ہو، تنہاء ہو یا کسی دوسری چیز کے ساتھ ملی ہو سب کا ایک ہی حکم ہے۔ رد المحتار کی عبارت ملاحظہ ہو:

(مايسكر والمحرم منها أربعة) أنواع الأول الخمر وهي النيئ وحرم قليلها وكثيرها بالإجماع ۔ والثاني الطلاء بالكسر ، والثالث السكر بفتحتين وهو النيئ من ماء الرطب، والرابع نقيع الزبيب وهو النيئ من ماء الزبيب بشرط أن تفوف بالزبد لعبد الغليان والكل اى الثلاثة المذكورة حرام إذا غلى واشتد (كتاب الاشربة ۱۰/ ۳۶/ ۲۱، وهكذا في بحر الرائق ۸/ ۴۴۸)۔

اس کے علاوہ چار مشروبات حلال ہیں چاہے ان میں شدت پیدا ہو جائے:

(۱) کھجور اور کشمش کی نبیذ خواہ اس کو تھوڑا سا پکا دیا جائے۔

(۲) کھجور اور کشمش کی مخلوط نبیذ جس کو تھوڑا سا پکا دیا جائے۔

(۳) شہد، گیہوں وغیرہ کی نبیذ چاہے پکائی گئی ہو یا نہیں۔

(۴) مثلث عنبی ۔ یعنی انگور کے رس کو اس قدر پکایا جائے کہ دو تہائی جل جائے اور ایک تہائی باقی رہ جائے۔

لیکن اس کے حلال ہونے کے لئے بھی چند شرطیں ہیں: اول یہ کہ ان مشروبات کے پینے کا مقصد لہو ولعب ہو تو بالاتفاق حرام ہے۔ دوم یہ کہ اتنی مقدار نہ ہو کہ اس سے نشہ پیدا ہو، اگر غالب گمان ہو کہ اس کے پینے سے نشہ آ جائے گا تو پھر اس کا پینا درست نہیں۔ لیکن امام محمد کو اس مسئلہ میں شیخین سے اختلاف ہے، ان کے نزدیک ان مشروبات میں اگر شدت کی کیفیت پیدا ہوگئی تو یہ بھی حرام ہو جاتے ہیں چاہے مقدار کم ہو یا زیادہ بہر حال وہ حرام ہوں گے، ان کے پینے پر شراب کی سزا نازل ہوگی، اور اگر کوئی پی کر بحالت نشہ طلاق دیدے تو طلاق نافذ کی جائے گی نیز وہ نجس شمار ہوگی، یہی رائے ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کی ہے اور اسی پر متاخرین احناف نے فتویٰ دیا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں اگر امام صاحب کے مسلک پر عمل کیا جائے تو فتنہ کا دروازہ کھل جائے گا اور اہل ہوا وہوس کے لئے اپنی مطلب برآری کا ذریعہ ہاتھ آ جائے گا، (رد المحتار میں ہے:

والحلال منها أربعة انواع الأول نبيذ التمر والزبيب ان طبخ أدنى طبخة يحل شربه وإن اشتد وهذا إذا شرب منه بلا لهو وطرب فلو شرب للهو فقليله وكثيره حرام ومالم يسكر فلو شرب مايغلب على ظنه إنه مسكر فيحرم لأن السكر حرام في كل شراب۔ والثاني الخليطان من الزبيب والتمر إذا طبخ أدنى طبخة وان اشتد يحل بلا لهو۔ والثالث نبيذ العسل والتين والبر والشعير والذرة يحل سواء طبخ أولا بلا لهو وطرب ...والرابع المثلث العنبي وإن اشتد وهو ماطبخ من ماء العنب حتى يذهب ثلثان ويبقى ثلثه إذا قصد به استمراء للطعام والتداوى على طاعة الله... ولو للهو لايحل إجماعًا ... وحرمها محمد اى الأشربة المتخذة من العسل والتين ونحوها

[1] دار الافتاء والارشاد چونا بھٹی مسجد، شانتا کروز، ویسٹ ممبئی ۵۴، مہاراشٹرا

قاله المصنف مطلقا قليلها وكثيرها وبه نفس...وهو قول الأئمة الثلاثة لقوله عليه الصلاة والسلام كل مسكر خمر وكل مسكر حرام (رواه مسلم) ... حيث قالوا الفتوى فى زماننا بقول محمد لغلبة الفساد، وعلل بعضهم بقوله لأن الفساق يجتمعون على هذه الأشربة ويقصدون اللهو والسكر بشربها...قلت وفى طلاق البزازية وقال محمد ما أسكر كثيره فقليله حرام وهو نجس أيضًا ولو سكر منها المختار فى زماننا أنه يحد (۱۰/ ۳۲/ ۳۶)۔

یہ تو سیال نشہ آور اشیاء کے حرام اور حلال کا حکم معلوم ہوا، رہ گئی جامد نشہ آور اشیاء کی حرمت کا معاملہ تو علامہ شامیؒ نے اس کی حرمت کو خاص فرمایا ہے سیال چیزوں کے ساتھ، بھنگ، گانجا اور افیم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ قلیل استعمال میں کوئی بات نہیں البتہ اس کی کثیر مقدار نشہ آور ہے، اور اس کو دواء وغیرہ میں بھی ڈالا جاتا ہے اور آپ نے اس کو زعفران پر قیاس فرمایا ہے، لہٰذا آپ نے نہ ہی اسکو نجس فرمایا ہے اور نہ ہی اس کے لئے استعمال کرنے پر حد جاری کی جائے گی۔

أقول الظاهر إن هذا خاص بالأشربة المائعة دون الجامد كالبنج والأفيون فلا يحرم قليلها بل كثيرها المسكر ... وهو مفهوم من كلام أئمتنا لأنهم عدوها من الأدوية المباحة وإن حرم السكر منها بالاتفاق كما تذكره ولم نر أحدًا قال بنجاستها ولا بنجاسته نحو الزعفران مع أن كثيره مسكر ولم يحرموا أكل قليله أيضًا ويدل عليه أنه لا يحد بالسكر منها كما يأتى بخلاف المائعة فانه نجد والحاصل انه لايلزم من حرمة الكثير المسكر حرمة قليله ولانجاسته مطلقا إلا فى المائعات لمعنى خاص له أما الجامدات فلايحرم منها إلا الكثير المسكر ولايلزم من حرمته نجاسته كالسم القاتل فانه حرام مع أنه ظاهر (۱۰/ ۳۶)۔

لیکن ان جامد نشہ آور اشیاء کا استعمال خواہ تھوڑی مقدار میں ہو یا زیادہ بہر صورت حرام ہوگا چاہے چبا کر استعمال ہو یا گا کر یا کسی اور چیز میں ملا کر۔ علامہ رافعی نے تقریرات رافعی میں علامہ شامیؒ کی اس عبارت پر رد فرمایا ہے کہ جامد اور سیال مشروبات کے مابین جو فرق فرمایا ہے یہ درست نہیں بلکہ یہ اشیاء بھی سیال مشروبات کی طرح حرام ہی ہوں گی۔

الظاهر أن هذا خاص بالأشربة المائعة ...هذا الاستظهار يحتاج لقف صريح والا فعبارة البزازية عامة شاملة للجامدات (۱۰/ ۴ تقريرات الرافعى)۔

۲- جس طرح شراب کا کسی بھی طرح استعمال حرام ہے بعینہ اسی طرح ان مخدرات کا استعمال خواہ کسی بھی طرح سے ہو چاہے انجکشن کے ذریعہ ہی ہو بلا شبہ اس طرح استعمال بھی حرام ہوگا؛ بلکہ اس کی حرمت شراب کی حرمت سے زیادہ بڑھی ہوئی ہوگی۔ آج کل شہروں میں نوجوانوں میں یہ انجکشن کی وبا عام ہوتی جارہی ہے، اور مالدار گھرانوں کے لڑکے اور لڑکیاں اس طرح کا انجکشن کثرت سے استعمال کرتے ہیں، یہ بھی ناجائز اور حرام ہے۔

فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی اس بارے میں تحریر ملاحظہ ہو، جسے علامہ یوسف قرضاوی کی کتاب "الحلال والحرام فی الاسلام" سے نقل کیا جاتا ہے: موصوف فرماتے ہیں:

یہ حشیش (گانجا) حرام ہے خواہ اس سے مدہوشی طاری ہو یا نہ ہو، اس میں سرور اور نشہ ہوتا ہے، اسے فاجر اور فاسق لوگ ہی استعمال کرتے ہیں، شراب محرک ہے اور خصومت کے جذبات پیدا کرتی ہے، اور گانجا عقل میں فتور پیدا کر کے ذلت کا سامان کرتا ہے، ان خرابیوں کے پیش نظر گانجا، نشہ آور شراب سے بھی بدتر چیز ہے، اس کے پینے پر خواہ تھوڑی مقدار میں پیا جائے یا زیادہ مقدار میں شراب کی حد لگائی جائے گی، اور کتاب وسنت کے نصوص اس کے حرام ہونے پر اسی طرح دلالت کرتے ہیں جس طرح کی دوسری قسم کی شراب کی حرمت پر دلالت کرتے ہیں (فتاوی ابن تیمیہ ۴/ ۲۶۲)۔

۳- جس طرح شراب کی تجارت حرام ہے اور اس کی تجارت کرنے والے پر لعنت ہے اسی طرح بھنگ اور افیم کی تجارت اور خرید وفروخت اور کاشت حرام ہوگی، علامہ شامیؒ نے امام صاحب کا قول بیع کے جواز کا ذکر فرمایا ہے اور فتوی امام صاحب کے قول پر ہے، اور صاحبین کا قول عدم جواز کا ہے، لیکن اس کا شیوع عام ہونے کی وجہ سے فی زمانا اس کی کاشت اور فروخت پر حرمت کا فتوی دیا جائے گا، درمختار میں ہے:

وصح بيع غير الخمر كما مرّ ومفاده صحة بيع الحشيشة والأفيون۔ بل إن بيع الخمر حرام لأن النبي صلى الله عليه وسلم لعن بائعها وقال إن الذي حرم شربها حرم بيعها كما علمنا ذلك بالأدلة الصحيحة ولاشك أن حرمة بيع الحشيشة والأفيون أشد من حرمة بيع الخمر لأن ضررها أكبر وأعظم كما أفتى بذلك شيخ الاسلام ابن تيميه في الفتاوى (۱۰/ ۳۴)۔

۴- اسی طرح ''ہیروئن'' کی خرید وفروخت اور اس کی کاشت بھی حرام ہوگی، الحلال والحرام فی الاسلام میں ہے: حشیش اور افیون جیسی مخدر عقل چیزوں کی حرمت بھی نشہ آور چیزوں ہی کی طرح ہے، ان چیزوں کا لین دین، ان کی صنعت سب ہی حرام ہیں، اسلام اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ مسلمان کوئی ایسی صنعت یا پیشہ اختیار کریں جو حرمت پر مبنی ہو یا جس سے کسی حرام چیز کی ترویج ہوتی ہو (ص/ ۱۸۲)۔

۵- اگر اسلامی حکومت ہو تو اس طرح کی اشیاء کے استعمال پر شراب کے پینے پر جو سزا دی جاتی ہے یعنی ۸۰ کوڑے وہی حد بھنگ، کوکین کے استعمال پر بھی ہوگی لیکن اس طرح کے کاروبار کرنے اور اس کی اشاعت اور خرید وفروخت کر کے دوسروں کی زندگی کو تباہ کرنا زیادہ سخت ہے اور مضر ہے لہٰذا اگر آج کی حکومتیں ایسے مجرم کو سزائے موت دیتی ہیں تو واقعی وہ اس سزا کا مستحق ہے، اسلام میں بھی سیاسۃً اور مصلحتاً ایسے مجرمین کو سزائے موت دی جاسکتی ہے، علامہ شامی نے مستقل تعزیر کا باب باندھا ہے اور اس میں تحریر فرمایا ہے کہ کبھی کبھی تعزیر میں قتل بھی کیا جاسکتا ہے، اور مثالیں ذکر فرمائی ہیں کہ اگر مجرم اپنے گناہ سے باز نہ آتا ہو تو پھر امام سیاسۃ اس کو قتل کرسکتا ہے، لہٰذا منشیات فروخت کرنے والے کو پہلے قید کیا جائے ورنہ پھر باز نہ آنے پر حکومت قتل کرسکتی ہے۔

درمختار میں ہے:

ويكون التعزير بالقتل رأيت في الصارم المسلول للحافظ ابن تيميه إن من أصول الحنفية أن مالا قتل فيه عندهم مثل القتل بالمثقل والجماع غير القبل إذا تكرر فللإمام أن يقتل فاعله وكذلك له أن يزيد على الحد المقدر إذا رأى المصلحة في ذلك ويحملون ما جاء عن النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه من القتل في مثل هذه الجرائم على أنه رأى المصلحة في ذلك ويسمونه القتل سياسة (۶/ ۴۸)۔

۶- شراب اور نشہ آور اشیاء کے استعمال یا کاروبار پر جبکہ آدمی اس کے فروغ کا ذریعہ بن رہا ہو تو حد نہیں البتہ تعزیزاً اور سیاسۃً اس کو قتل کیا جاسکتا ہے، تعزیر کا باب اسلام میں بہت وسیع ہے، اس میں امام کو بہت وسیع اختیارات دیئے گئے ہیں، وہ حالات کے اعتبار سے جتنی چاہے سزا دے سکتا ہے۔

ترمذی شریف کی روایت ہے: عن معاوية قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من شرب الخمر فاجلدوه فان عاد في الرابعة فاقتلوه۔ احناف کا اس حدیث پر عمل ہے کہ چوتھی مرتبہ شرابی کو قتل کیا جاسکتا ہے۔

۷- ایسے عادی مریض کے لئے ایسی غذاؤں اور دواؤں کا اہتمام کرنا جس کی وجہ سے ایسے مریض اس عادت بد سے توبہ کرلیں اور ان کی یہ عادتیں چھوٹ جائے اس بارے میں قدم اٹھانا شرعاً مستحسن اور پسندیدہ ہوگا بلکہ ضروری ہوگا۔

۸- اگر بالیقین مرجانے کا خوف ہو عدم استعمال کی وجہ سے اور اس کی مقدار آہستہ آہستہ کم کرنا شروع کریں تو ان نشہ آور اشیاء کے استعمال کی اجازت دی جائے گی علاجاً اور دواءً۔ امداد الفتاوی میں مذکور اس طرح کے ایک سوال اور حضرت تھانوی کا جواب ملاحظہ ہو:

سوال: افیون خوار ہرچند خوف خدا سے کوشش ترک کرنے کی چاہتا ہو مگر خوف ہلاکت اور سخت علالت سے جو اس کو تجربہ سے حاصل ہوا ہو مجبور ہو تو اب استعمال افیون دوائی ہے یا نہیں؟

جواب: یہ اجازت اس وقت ہے جب بالیقین مرجانے کا خوف ہو، اور اس میں یہ بھی ہے کہ اندک اندک اس کو کم کرنا شروع کرے، اور یہ بھی ہے کہ کم کرنے کی کوشش نہ کی تو یہ شخص آثم فاسق ہے (۴/ ۲۰۶ تلخیص)۔

☆☆☆

نشہ آور اشیاء

مفتی رضوان الحسن مظاہری[1]

جواب ا:

اس میں کوئی شک نہیں کہ شریعت نے نشہ کی بنیاد پر حرمت کا حکم قطعی طور پر سیال چیزوں اور ان مادوں کیلئے رکھا ہے جو شراب وخمر کے عنوان سے مشہور ہے اور اس کے پینے سے متعلق آپ نے کئی لوگوں پر لعنت کی اور یہاں تک کہ یہ پیشین گوئی بھی فرمائی تھی کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ کچھ لوگ شراب کو نام بدل کر حلال کرنے کی کوشش کریں گے:

یستحل الخمر بغیر اسمه (بخاری شریف ۲/ ۸۳۷، باب ماجاء فی من یستحل الخمر ومن یسمیه بغیر اسمه، وابو داؤد ۲/ ۵۱۱)۔

مگر سیال کے علاوہ غیر سیال (جامد) نشہ آور جیسے بھنگ، ہیروئن، افیون وغیرہ جس کے استعمال سے عقل زائل ہوں اور سکر پیدا ہو جائے نشہ آور ہونے کی بنا پر حرام ہے۔ صاحب کفایہ نے نقل کیا ہے کہ: امام ابوحنیفہ سے اس شخص کی طلاق کے بارے میں سوال کیا گیا جو بھنگ کھا کر نشہ میں مبتلا ہو۔

ومن سکر من البنج یقع طلاقہ ویحد لفشو هذا الفعل بین الناس وعلیه الفتوی فی زماننا

(جس کو بھنگ سے نشہ آ گیا اس کی طلاق واقع ہو جائے گی اور لوگوں کے درمیان اس کے عام ہو جانے کی وجہ سے شراب نوشی کی سزا بھی جاری ہوگی اور ہمارے زمانے میں اسی پر فتوی ہے۔ الکفایة علی الهدایة کتاب الطلاق خلاصة الفتاوی۔ چنانچہ حدیث میں ہے: عن ام سلمة قالت: نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن کل مسکر ومفتر (رواہ ابوداؤد، مشکوۃ المصابیح، باب الخمر)۔

قال ملا علی قاری رحمه الله فی المراقاة: قال الطیبی رحمه الله لا یستبعد إن یستدل به علی تحریم البنج والبرشعاء ونحوهما۔ مما یفتر ویزیل العقل لان العلة هو هی إزالة العقل

حاشیہ مشکوۃ ملا علی قاریؒ نے علامہ طیبیؒ سے نقل کیا ہے، اس حدیث سے بھنگ اور دیگر نشہ آور اشیاء کی حرمت پر استدلال کرنا بالکل درست ہے، اس لئے کہ جو مسکر ہوں اور مفتر ہوں حرام ہیں اور حرمت کی علت زوال عقل ہے، لہٰذا ان جامد اشیاء کا استعمال جو عقل کو زائل کر کے سکر پیدا کرے حرام ہے۔ مزید اس حدیث میں بھی اس کی طرف اشارہ موجود ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الخمر ما خامر العقل خمر کے حکم میں ہر وہ چیز ہے جو عقل پر پردہ ڈال دے یعنی عقل کو زائل کر دے (بخاری ۲/ ۸۳۷)۔

جواب ۲:

نشہ آور اشیاء کے استعمال اور اس سے استفادہ کی جو بھی شکل ہوں چاہے وہ سیال اشیاء کو پینے کی وجہ سے ہوں یا انجکشن وغیرہ کے ذریعہ جسم کے اندر تک پہونچانے کے ذریعہ سے ہوں اگر علت زوال عقل موجود ہو تو حرام ہوگا۔ اس لئے کہ ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ میں علامہ طیبیؒ سے نقل کیا ہے لان العلة هو هی إزالة العقل کہ اشیاء مسکر میں حرمت کی علت اصل عقل انسانی کا زائل ہونا ہے، کیونکہ علت اصل میں وہ چیز ہے کہ کسی شئی میں اس کا وجود اس کے تغیر کا باعث ہو جائے۔ چنانچہ ملا عبدالشکور نے علت کی تعریف اس طرح کی ہے کہ جس کے پائے جانے کی صورت میں حکم پایا جائے تا کہ مصلحت شرعی حاصل کی جا سکے

---

[1] برام پور احمد نگر، مہاراشٹر

ماشرع الحکم عندہ تحصلاً للمصلحة (مسلم الثبوت مع الفواتح ۲/ ۲۶۰)

شیخ مصطفی زرقاء نے اس کو مزید واضح کیا ہے کہ علت اس ظاہر اور واضح حکم کے مناسب سبب کا نام ہے جس پر شریعت نے حکم کی بنیاد رکھی ہو:

السبب الظاهر المناسب الذی یبنی علیه الشارع الحکم (المدخل الفقهی العام ۱/ ۳۰۳)۔

جیسے نشہ شراب کے حرام ہونے کی علت ہے، البتہ یہ قاعدہ ضرور ذہن میں رکھنا چاہئے کہ احکام سے مربوط دو حقیقتیں ہیں: علت و حکمت۔ چنانچہ علت وہ ظاہری سبب ہے جس سے حکم کو متعلق کیا گیا ہو اور اکثر حالات میں اسی پر مطلوبہ مصلحت کی تکمیل موقوف ہے جیسے شراب کا حرام ہونے کی حکمت انسان کو فساد عقل سے بچانا ہے۔ موجودہ تصریحات سے واضح ہے کہ انجکشن کے ذریعہ ہو یا سلائن کے ذریعہ ہو، نشہ آور اشیاء فساد عقل کے سبب ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

جواب ۳:

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شراب سیال عموماً پھل یا غلہ و دانے کے قبیل کی چیزوں سے بنتا ہے، چنانچہ ان کی کاشت خرید و فروخت میں کوئی بھی قباحت نہیں ہے، اس لئے کہ نشہ کا تعلق ان چیزوں سے براہ راست نہیں ہے اس لئے ان کی خرید و فروخت کاشت وغیرہ کو ذریعہ معاش بنانا جائز ہے۔ چنانچہ سوال ۳ اور سوال ۴ کے جواب کا خلاصہ یہی ہے کہ بجز ایسی چیزیں جن سے استفادہ ہی کو حرام قرار دیا ہوں جیسے گانا بجانا، تصویر کشی، جامد نشہ آور اشیاء کا استعمال وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ یہ سارے کام برے ہیں شرعی نقطہ نظر سے، اس لئے ان کو حصول معاش کا ذریعہ بنانا بھی جائز نہیں۔

جواب ۵:

شریعت میں سزاؤں کا ایک اہم مقصد عبرت خیزی ہے اور یہ مقصد ایسی شدید سزاؤں ہی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے جن کے پیش آنے کے نام ہی سے مجرم کا کلیجہ دہلتا ہو، تاکہ جرم میں اضافہ کے رجحان پر قابو پایا جاسکے، یہ عام طور پر اسی وقت ممکن ہے جب کہ سزائیں جسمانی ہوں، محض مالی تاوان یا قید کی سزا جرائم کے سد باب میں قابو پانے میں بہت کم مفید ہوتی ہے۔ اصل میں معاصی تین طرح کے ہوتے ہیں، ایک تو وہ ہیں جن کی شریعت نے ایک مقرر اور لازمی سزا حد متعین کردی ہے جیسے زنا، چوری، شراب نوشی وغیرہ۔ دوسرے قسم کے معاصی وہ ہیں کہ شریعت نے ان کیلئے کوئی سزا تو مقرر نہیں کی ہے لیکن کفارہ متعین کیا ہے، جیسے رمضان میں قصداً روزہ توڑ دینا وغیرہ۔ تیسرے قسم کے معاصی وہ گناہ ہے کہ ان کے لئے نہ حد مقرر ہے نہ ہی کفارہ۔ یہی وہ جرائم ہے کہ قاضی اپنی صواب دید پر سزائیں نافذ کرتا ہے، ان کو فقہ کی اصطلاح میں تعزیر کہتے ہیں، اب یہ ہے کہ کن جرائم پر تعزیر کی جائے گی۔ فقہاء نے کہا کہ اس کی کوئی تحدید نہیں ہے وہ معمولی سے معمولی جرم بھی ہوسکتا ہے اور بڑے سے بڑا بھی جس پر حد شرعی مقرر نہ ہو۔

جواب ۷:

نشہ آور اشیاء کا استعمال بطور علاج و تداوی درست ہے یا نہیں۔ امام ابوحنیفہ کا قول مشہور یہی ہے کہ حرام اشیاء سے علاج درست نہیں۔

تکرہ البان الاتان للمریض وکذلک التداوی لکل حرام۔ خانیه علی الهندیة۔

حضرت امام شافعیؒ نے عام محرمات سے تو علاج کو درست قرار دیا ہے لیکن شراب اور نشہ آور اشیاء سے علاج کرنے کو منع فرمایا ہے۔

ان اللہ لم یجعل شفائکم فی حرام (عمدة القاری ۱/ ۹۲۰)

یہی رائے امام طحاویؒ کی بھی ہے۔ مالکیہ، حنابلہ، اور احناف میں امام ابو یوسف نے مطلقاً تمام حرام اشیاء سے علاج کی اجازت دی ہے عالمگیری میں ہے:

یجوز للعلیل شرب الدم والبول واکل المیتة للتداوی إذا أخبره طبیب مسلم ان شفائه فیه ولم یجد فی المباح ما یقوم مقامه (ہندیة ۵/ ۳۵۵)۔

بیمار شخص کے لئے بطور دوا خون و پیشاب کا پینا اور مردار کا کھانا جائز ہے جب کہ کسی مسلمان طبیب نے بتایا ہو کہ شفا اسی میں ہے اور اس کا کوئی متبادل مباح موجود نہ ہو۔

احناف کے ہاں فتویٰ اس بات پر معلوم ہوتا ہے کہ مسکرات کا بھی استعمال ضرورۃً جائز ہے جیسا کہ بھنگ کے بارے میں صراحت موجود ہے کہ احناف نے ضرورتاً ازراہ علاج کی اجازت دی ہے۔ بزازیہ میں شراب کے استعمال کی بھی اجازت دی گئی ہے

خاف الهلاك عطشا وعنده خمر له شربه قدر مايدفع العطش ان علم ان يدفعه (بزازيه ۶/۲۶۶)۔

مولانا انور شاہ کشمیریؒ کا خیال ہے، شاید امام صاحب کے اصل مذہب میں بھی کچھ تفصیل ہے اور مطلقاً تداوی بالمحرم کی ممانعت نہیں، اس لئے امام طحاوی نے امام ابوحنیفہؒ سے سونے کی تاروں سے دانت باندھنے کی اجازت نقل کی ہے۔ ایسے ہی خارش کی بنا پر ریشمی کپڑے کے استعمال کا جواز احناف میں معروف بات ہے، ظاہر ہے یہ صورتیں بھی تداوی بالحرام ہی کی قبیل سے ہے (معارف السنن ۱/۳۷۹)۔

یہی حال ناپاک اشیاء کا ہے، قاضی ابو یوسف نے اونٹ کا پیشاب اور خون پینے کی اجازت دی ہے اگر علاج مقصود ہو، فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ دوائً کبوتر کی بٹ کھانا جائز ہے

اكل خرء الحمام في الدواء لا باس۔

اسی طرح ازراہِ علاج انگلیوں میں پت داخل کر دینا بھی امام ابو یوسف کے ہاں جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

اما ادخال المرأة في الاصح للتداوي جوزه الثاني وعليه الفتوى (در مختار ۵/۲۱۶)۔

یہ فقہی تصریحات اس بات کو واضح کرنے کے لئے کافی ہیں کہ ضرورت انسانی کی رعایت کرتے ہوئے فقہاء نے ازراہ علاج حرام ونجس اشیاء کے استعمال کی اجازت دی ہے۔

لہٰذا ایسی ادویہ جن کے استعمال سے انسان کو ہلاکت سے بچایا جاسکے اور اس کا استعمال مریض کے لئے ناگزیر ہو تا کہ اس کو ہلاکت سے بچایا جاسکے تو ایسی دوا کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں (دیکھئے: المغنی ۱/۴۰۱)۔

اس لئے کہ ان ادویہ کے استعمال کی ممانعت تھی، اس کے لئے وہ حرام اور مہلک تھی، اب جبکہ ان کا استعمال ہی انسانی زندگی کے تحفظ یا اس کی صحت کے بچاؤ کا ذریعہ ہے تو ضروری ہے کہ عین اسی مصلحت شرعی کی وجہ سے ان کے استعمال کو جائز رکھا جائے (القاموس الفقہ ۴۴)۔



نشہ آور اشیاء

مفتی محمد سرور ندیم قاسمی [1]

مقاصد شریعت میں سے ایک اہم مقصد عقل کی حفاظت ہے، عقل کی بنیاد پر ہی انسان احکام شرع کا مکلف بنتا ہے، یہی وجہ ہے کہ نابالغ اور مجنون احکام شرع کے پابند نہیں ہیں، شرعی احکام انسان کی طرف عقل کامل ہی کی وجہ سے متوجہ ہوتے ہیں، اسی عقل کی بنیاد پر انسان کو دیگر مخلوقات پر فضیلت ہے، لہٰذا شریعت نے ہر ایسی چیز کو انسان کے اوپر حرام کیا ہے جس کے استعمال سے انسان کی عقل زائل ہو جائے، یعنی نشہ آور اشیاء کا استعمال شرعی اعتبار سے حرام ہے۔

(۱) شراب کی حقیقت کیا ہے، اس کے بارے میں فقہاء کرام کی رائیں مختلف ہیں، امام ابوحنیفہؒ کے یہاں شراب حقیقی معنوں میں صرف وہ ہے جو انگور سے کشید کی جائے، یعنی قرآن میں جس خمر کا ذکر ہے اس سے مراد انگور کا وہ کچا عرق مراد ہے جس میں جھاگ اور شدت پیدا ہوگئی ہو اور وہ نشہ آور بن گیا ہو، اس کی خرید و فروخت کرنا بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح اس کا پینا، امام ابویوسف، اور امام محمدؒ انگور کے اس عرق کو بھی اسی حکم میں قرار دیتے ہیں جس کو پکا لیا گیا ہو، اسی طرح کشمش کا وہ پانی اور کھجور کا بھی (نقیع الزبیب) جو نشہ آور ہو، شراب ہی کے حکم میں ہے۔ ان کا استعمال حرام اور ناجائز ہوگا۔

(دیکھئے فتح القدیر ج: ۸، صفحہ ۱۵۹، ۱۶۰)۔

جہاں تک دوسرے فقہاء امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کی آراء کا تعلق ہے تو ان کے یہاں ہر نشہ آور مشروب خمر ہے، خواہ وہ انگور سے کشید کیا گیا ہو یا کسی اور چیز سے۔ اور فقہا کا اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ ہر نشہ آور چیز کا استعمال حرام ہے اور ناجائز ہے، اور شریعت نے نشہ کی بنیاد پر حرمت کا حکم ہر اس چیز میں لگایا ہے جس کے استعمال سے نشہ و سکر پیدا ہو، خواہ وہ کسی بھی چیز سے تیار کی گئی ہو، چاہے وہ سیال ہو یا جامد اور اس کے استفادہ و استعمال کا کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جائے، اس سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بطور قاعدہ کلیہ ان لفظوں میں بیان کیا جاتا ہے:

''ما أسكر قليله فكثيره حرام'' (مشکوٰۃ شریف: ۳۱۷)۔

نیز ایک حدیث میں آپ ﷺ نے بطور قاعدہ کلیہ ارشاد فرمایا: ''كل مسكر خمر وكل مسكر حرام'' (مشکوٰۃ شریف ۳۱۸)۔

اسی طرح حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''الخمر ما خامر العقل'' (بخاری شریف ۲/ ۸۳۶)۔

حاشیۃ الصاوی میں ہے: والخمر كل مائع يغيب العقل ولو من غير ماء العنب ... وأما الجامد الذي يغيب العقل كالحشيشة والأفيون والبنج والداتورة فطاهر يحرم القدر المغيب للعقل (حاشية الصاوي ۱/ ۹۴)۔

علامہ ابن قیمؒ زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ ہر نشہ آور شئی حرام ہے خواہ سیال ہو یا جامد، کشید کر کے بنائی گئی ہو یا پکا کر، لہٰذا حشیش اور اس جیسی نشہ آور جامد شئی کا کھانا حرام ہوگا۔

وقال في زاد المعاد: (إن الخمر يدخل فيها كل مسكر مائعًا كان أو جامدا عصيرا أو مطبوخا) فيدخل لقمة

[1] مدرسہ اصلاح المسلمین، کریم گنج جھنکی، ضلع سیتامڑھی

الفسق والفجور كالحشيشة'' (الفقه الاسلامی وادلته ۶/ ۲۲۱ بحواله زاد المعاد)۔

شیخ وہبہ زحیلی بطور خلاصہ لکھتے ہیں: والخلاصة إن جميع المخدرات الحادثة من قرون بعد قرن السنة الأولى كالخمر، لمخامرة العقل (الفقه الاسلامی وأدلته ۶/ ۲۲۳)۔

يحرم كل مايزيل العقل من غير الأشربة المائعة كالبنج والحشيش... الخ (الفقه الاسلامی وأدلته ۶/ ۱۳)۔

البتہ سیال مادہ کیلئے مشروب اور جامد کیلئے ماکول کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے یہ صرف لفظی فرق ہے، اس سے نفس حرمت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اس لئے کہ حرمت کی بنیاد نشہ آور ہونا ہے۔

قوله: باب حد الشرب بضم الشين أى شرب المسكر وهو يختص بالمائعات فان تناول المسكرات الغير السيالة كالأفيون ونحوه يقال له الأكل ولا الشرب (عمدة الرعاية حاشية على شرح وقاية ۲/ ۲۶۱)۔

۲- نشہ آور اشیاء کا استعمال انجکشن وغیرہ کی شکل میں حرام ہوگا، اس لئے شریعت میں کسی شئ پر حرمت اور حلت کا حکم علت کی بنیاد پر لگتا ہے، اگر علت موجود ہے تو حکم پایا جائے گا، اور علت معدوم ہونے کی صورت میں حکم معدوم ہوجائے گا، اور شریعت نے ہر اس شئ کو حرام قرار دیا ہے جس میں نشہ اور سکر ہو اور نشہ آور اشیاء کا استعمال اور اس سے استفادہ خواہ کسی شکل میں ہو حرام ہوگا (دیکھئے نور الانوار باب شروط حکم العلل والأسباب :۲۸۲)۔

شیخ وہبہ زحیلی لکھتے ہیں، ہر نشہ آور شئ حرام ہے خواہ اس کو جس طرح بھی استعمال کیا جائے مثلاً حقہ کے ذریعہ، یا چبا کر، یا سگریٹ وغیرہ کی شکل میں جبکہ اس کے استعمال سے نشہ پیدا ہوجائے (الفقه الاسلامی وأدلته ۶/ ۱۲۰)۔

(۳-۴) شریعت کا عام قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز حرام ہیں ان کی خرید وفروخت اور ان کی کاشت بھی اسی طرح مسلمانوں کیلئے حرام وناجائز ہوگی اور اس سے حاصل شدہ آمدنی بھی حلال نہیں ہوگی، نیز شریعت کا مسلمہ اصول ہے کہ جو چیزیں حرام ہیں ان کو تیار کرنا اور ان کی خرید وفروخت بھی مسلمانوں کیلئے حرام وناجائز ہوگی، لہٰذا بھانگ، افیم اور ان جیسی اشیاء کی کاشت اور ان کی خرید وفروخت اور ہیروئن وغیرہ کو تیار کرنا اور ان کی خرید وفروخت کر کے ان کی آمدنی سے انتفاع ناجائز اور حرام ہے۔

وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان (المائدة: ۲)۔

إن الإتجار بالمخدرات بيعًا وتهريبًا وتسويقا امرا حرامًا كحرمة تناول المخدرات لأن الوسائل فى الشريعة تأخذ حكم المقاصد ... والإتجاربها إعانة على المعصية والبيع باطل قال الله تعالى: وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان ... إن كل ما يؤدى إلى الحرام فهو حرام، وكل ما يعين على المعصية فهو معصية فتكون زراعة الحشيش (والأفيون والكوكائين والهروئين وغيرها حرام) (الفقه الاسلامی وادلته ۶/ ۱۲۳، ۱۲۲)۔

۵-۶- جہاں تک شریعت کے موقف کا تعلق ہے تو یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ اسلام نے انسان کی جان، مال، عقل، نسل اور دین کی حفاظت ہی کی خاطر قواعد واصول مرتب کئے ہیں حدود اور سزائیں متعین کی ہیں، اور شراب کی سزا عقل کی حفاظت کیلئے ہے اور حدود وتعزیرات کا ایک اہم مقصد معاشرہ کو جرائم سے پاک رکھنا ہے، لہٰذا جو لوگ مال کے حریص ہیں، لالچی اور کمزور طبیعت کے مالک ہیں، اور ایسے لوگ منشیات نیز نشہ آور اشیاء کی تیاری اور کاروبار کا ذریعہ بن رہے ہیں، اور اس کو رواج دینے کیلئے کوشاں ہیں تا کہ نوجوان نسل کو کس طرح منشیات کا خوگر بنایا جائے اور ان لعنتوں میں مبتلا کیا جائے تو یہ بات حکومت کے فرائض میں داخل ہے کہ شراب کی بندش کو بزور قوت نافذ کرے، اول سرزنش کرے، سرکاری اور معاشرتی طور پر بائیکاٹ کرے اور روکنے کیلئے دوسرے ذرائع بھی اختیار کرے لیکن طبیعت اتنی سرکش ہے کہ بغیر سخت موقف اختیار کئے ہوئے وہ برائیوں سے باز نہیں آئیں گے تو ایسے موقع پر آخری چارۂ کار کے طور پر سخت موقف اختیار کرتے ہوئے سزائے موت دے دینا شرعی اعتبار سے درست ہے اور حدیث سے اس کی رہنمائی ملتی ہے۔ حضرت دیلم حمیریؓ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں آئے اور انہوں نے کہا کہ ہم سرد ملک سے تعلق رکھتے ہیں اور بہت محنت ومشقت والا کام کرتے ہیں، اس لئے اپنے عمل پر قوت حاصل کرنے کیلئے گیہوں کی شراب پیتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا اس میں نشہ ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے بچو! حضرت دیلمؓ نے کہا وہ لوگ باز نہیں آئیں گے جواب میں ارشاد ہوا ”إن لم یترکوہ فاقتلوھم“ حدیث کا یہی آخری ٹکڑا محل استدلال ہے (مشکوۃ شریف ۳۱۸ بحوالہ ابوداؤد)۔

علامہ عبدالحیؒ لکھنوی لکھتے ہیں کہ کسی جرم میں سیاستاً مجرم کو قتل کیا جاسکتا ہے اور یہ امام کی صواب دید پر موقوف ہے۔

وبالنفي وبالحبس وبالقتل (عمدة الرعاية حاشيه على شرح وقايه باب التعزير ۲/ ۲۶۹)

اور فقہاء کرام اس کی اجازت دیتے ہیں:

وأجاز الفقهاء الحنفية والمالكية أن تكون عقوبة التعزير القتل ويسمونه القتل سياسة

(الفقه الاسلامي وأدلته ۶/ ۲۲۵)۔

(۷-۸) مروج قسم کے منشیات کے عادی مریض کیلئے دینی، نفسیاتی، طبی، اجتماعی، ہر طرح کی تدابیر اختیار کرنا ضروری ہے تا کہ وہ نشہ آور اشیاء کا استعمال ترک کردے اور شراب سے مکمل طور پر احتراز کرلے، اگر ساری تدبیریں اختیار کرنے کے باوجود وہ نشہ کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہے، کسی طرح کی تدبیر کارگر نہیں ہورہی ہے اور بطور علاج نشہ آور اشیاء کا استعمال کرنا پڑے تا کہ اس کی عادت آہستہ آہستہ چھڑایا جائے اور مکمل طور پر احتراز تک لایا جائے تو شرعی اعتبار سے یہ درست ہونا چاہئے، چونکہ شریعت کا اصول یہ ہے کہ بڑے ضرر کو دور کرنے کیلئے چھوٹے ضرر کو برداشت کرلیا جاتا ہے۔

وأما إذا علم أن فيه شفاء، ليس له دواء أخر يجوز الاستشفاء به، ومعنى قول ابن مسعود إن الله لم يجعل شفائكم فيما حرم عليكم يحتمل أن يقال يكشف الحرمة عند الحاجة فلا يكون الشفاء بالحرام وإنما يكون بالحلال (حاشية على الهدايه ۴/ ۴۷۶)۔

والحكم الشرعي للمخدرات أنها حرام في غير حالة التداوي للضرورة أو الحاجة وفي غير حالة اصلاح البهارات باضافة بعضها بالقدر القليل فقط، مثل خلط شئ قليل من البهارات أو المتبلات فهو جائز

(الفقه الاسلامي وأدلته ۶/ ۱۴۰)۔



نشہ آور اشیاء: کچھ ضروری احکام ومسائل

مفتی یحییٰ قاسمی[1]

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله عبدالله الأمين، وعلى آله وأهله وصحبه أجمعين۔ أما بعد!

شریعت اسلامیہ میں جانی ومالی حقوق کے تحفظ وبقاء کے ساتھ ساتھ عقل کے تحفظ وبقاء پر بڑا زور دیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ شریعت مطہرہ میں ام المسکرات، جماع الاثم شراب کا استعمال بالکلیہ ممنوع ہے، جب کہ دیگر مشروبات کا استعمال اگر قوت ونشاط کے حصول کی حد تک ہے تب تو ان کا استعمال روا ہے، لیکن اگر ان کے استعمال سے عقل جاتی رہے، تو وہ بھی ممنوع ہیں لیکن افسوس! "الإنسان حريص مما منع" جس قدر تاکید وتہدید کے ساتھ منشیات ومسکرات سے روکا گیا تھا، اس سے کہیں زیادہ انسان اس کے دَل دَل میں پھنستا چلا گیا۔ شریعت مطہرہ کی صریح خلاف ورزی پر وہ منفی، تباہ کن اثرات ونتائج مرتب ہوئے اور ہو رہے ہیں کہ الأمان والحفیظ۔

(۱) مطلقاً تمام نشہ آور اشیاء کا استعمال ممنوع ہے:

ہر وہ چیز جس سے نشہ پیدا ہو اور عقلِ انسانی جاتی رہے، ممنوع ہے خواہ وہ سیال ہو یا غیر سیال، نباتات کی شکل میں ہو یا کسی اور شکل میں، مخلوط ہو یا غیر مخلوط۔ دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کل مسکر حرام (ابوداؤد شریف ص: ۵۱۸)۔ (ہر نشہ آور شئ حرام ہے)۔

حدیث کے الفاظ اپنے عموم کی وجہ سے ہر نشہ آور چیز کی حرمت پر دال ہوں گے گو کہ دور نبوت علی صاحبھا ألف ألف تحیۃ میں نشہ آور اشیاء صرف سیال رہی ہوں، کیوں کہ قاعدہ ہے "العبرة بعموم اللفظ لا لخصوص السبب والمورد" (حاشیۃ جلالین ص: ۲۰۳)۔ (اعتبار الفاظ کا عموم کے ہوتا ہے نہ کہ خاص مورد وسبب کا)۔

(۲) ضابطہ ہے: "كلمة كل إذا أضيفت إلى النكرة تقتضي عموم الأفراد" (حاشية ابوداؤد ص: ۵۱۹)۔

(کہ نکرہ کی طرف کلمہ "کل" کی اضافت عموم فی الأ فراد کی متقاضی ہوتی ہے) اور ظاہر ہے کہ کما حقہ، یہ عموم اس وقت حاصل ہوگا جب کہ علی الاطلاق ہر نشہ آور شئ حرام ہو خواہ وہ سیال ہو یا جامد، یا کچھ اور۔

(۳) شراب کی حرمت کی علت یہ ہے کہ وہ ذکر الٰہی اور نماز سے غفلت اور دیگر ان گنت نقصانات کا سبب ہے، اور ظاہر ہے کہ بعینہ یہی علت دنیا کی تمام نشہ آور اشیاء میں موجود ہے، اس لئے شراب کے علاوہ دیگر نشہ آور بشرطیکہ وہ اتنی مقدار میں ہوں کہ اس سے نشہ وسکر پیدا ہو۔ تمام اشیاء حرام ہوں گی۔

إن علة تحريم الخمر كونها تصد عن ذكر الله وعن الصلاة وهذه العلة موجودة في جميع المسكرات، فإذا كان ما سواه في معناه وجب طرد الحكم في الجميع ويكون التحريم للجنس المسكر (حاشية مسلم شريف ۲/ ۱۶۲)۔

(۴) افیم: افیون مشہور زہریلی ونشیلی چیز جو پوست کے رس کو منجمد کر کے بنائی جاتی ہے (فیروز اللغات: ۱۰۴)۔

---

[1] دار العلوم الاسلامیہ، بستی

بھنگ: ایک قسم کی نشیلی پتی (ایضا ۲۳۹)۔

حشیش: ایک سوکھی (نشہ آور) گھاس کا نام ہے (ایضا ص: ۵۷۰)۔

یہ تینوں نشہ آور اشیاء غیر سیال ہیں، پھر بھی حضرات علمائے کرام سے ان سے نشہ کرنے کی حرمت صراحۃ منقول ہے۔

طیبی شرح مشکاۃ میں ہے: ولا يستبعد أن يستدل به على تحريم البنج والبرشعثاء ونحوهما مما يفتر ويزيل العقل لأن العلة هي إزالة العقل مطردة فيها (حاشية مشكاة: ۳۱۷)۔

عربی الموسوعۃ الفقہیۃ میں ہے: ويحرم تناول البنج والأفيون والحشيشة (الموسوعة الفقهية ۲۵/ ۹۴)۔

حضرات علمائے کرام کے اس عمل سے پتہ چلتا ہے کہ نشہ کی بنیاد پر حرمت کا حکم سیال اشیاء کی حد تک ہی محدود نہیں ہے۔

۵- حکمت ودانشمندی کا تقاضہ یہ ہے کہ بلاضرورت شدیدہ تمام نشہ آور اشیاء کے استعمال کو ممنوع قرار دیا جائے اور حرمت کے حکم کو سیال یا ان اشیاء کی حد تک نہ محدود رکھا جائے جو عرف میں ''شراب'' کے نام سے رائج ہیں تاکہ معاشرے کو نشہ آور اشیاء کے استعمال پر منتج ومرتب ہونے والے ضرر رساں اثرات سے نجات مل سکے۔ هذا ما خطر ببالي والله أعلم۔

۲- نشے کا انجکشن لگوانا درست نہیں:

نشے کی چیز خواہ کسی بھی راہ سے جسم انسانی میں داخل کی جائے، ممنوع ہے، لہٰذا نشے کا انجکشن لگانا اور لگوانا بھی ممنوع ہوگا، الموسوعۃ الفقہیۃ عربی میں ہے:

وأما بالنسبة للاحتقان بالمحرم فقد منعه العلماء من غير ضرورة لعموم النهي عن المحرم (الموسوعة الفقهية ۲/ ۸۸)

(حرام چیز کے انجکشن لگوانے سے وقت کے علماء نے منع کیا ہے کیونکہ حرام کی ممانعت عام ہے جو ''الاحتقان بالمحرم'' کو بھی شامل ہے)۔

۳- بھانگ اور افیم کی کاشت اور خرید وفروخت کراہت سے خالی نہیں:

بھانگ اور افیم وغیرہ جیسی اشیاء جو براہِ راست کسی نہ کسی شکل میں نشہ وسکر کے لئے استعمال ہوتی ہیں، ان کی کاشت اور بیع وشراء ایک مسلمان کے لئے مناسب نہیں ہے کیوں کہ واسطہ یا بلاواسطہ تعاون علی الاثم کا ذریعہ ہیں، حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ نے افیون وغیرہ کی تجارت کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے

(فتاوی محمودیہ ۲۴/ ۱۴)۔

شامی کی عبارت ہے: وصح بيع غير الخمر ثم إن البيع وإن صح لكنه يكره (شامي كراچي ۶/ ۴۵۷)۔

نیز شامی میں ہے: ما قامت المعصية بعينه يكره (بيعه) تحريمًا والإفتنزيهًا (شامي كراچي ۵/ ۳۹۱ فصل في البيع كتاب الحظر والإباحة)۔

نوٹ: آج کل افیم ملا کر دوائیں تیار کی جاتی ہیں، ان میں افیم کی مقدار اتنی معمولی ہوتی ہے کہ ان سے نشہ نہیں پیدا ہوتا، تو الأمور بمقاصدها (الاشباہ والنظائر ص: ۵۳) کے ضابطے کے تحت دوا تیار کرنے کی نیت سے اگر کوئی افیم کی کاشت یا خرید وفروخت کرتا ہے، تو افیون کی کاشت اور بیع وشراء درست ہوگی یہی خیال ورجحان صاحب احسن الفتاوی کا بھی ہے (احسن الفتاوی ۵/ ۲۶)۔

۴- ہیروئن تیار کرنا اور اس کی خرید وفروخت کرنا قباحت سے خالی نہیں:

افیم اور بھنگ کی طرح ان سے تیار ہونے والی نشیلی شئ ''ہیروئن'' کو تیار کرنا اور اس کی خرید وفروخت کرنا کم از کم ''تعاون علی الإثم'' سے خالی نہ ہونے کی وجہ سے کراہت وقباحت سے خالی نہیں ہے، لہٰذا اس کو تیار کرنا اور اس کی بیع وشراء کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

وصح بيع غير الخمر ثم إن البيع وإن صح لكنه يكره (شامی از کراچی ۵/ ۴۵۷)۔

نیز شامی میں ہے: ثم ما قامت المعصية بعينه يكره تحريمًا وإلا فتنزيهًا (شامی کراچی ۵/ ۳۹۱)۔

۵-نشہ آور اشیاء کو فروغ دینے والے شخص کی سزا اور شریعت مطہرہ کا موقف:

ویسے تو شراب کے علاوہ دیگر نشہ آور اشیاء کے استعمال کرنے والے، یا اس کے فروغ کا ذریعہ بننے والے شخص کے بارے میں حکومت جو بھی سزا تجویز کرے گی وہ شرعًا حد نہیں بلکہ تعزیر کے خانے میں داخل ہوگی، اور عام حالت میں تعزیر کی سزا حد سے کمیۃً کم ہے لیکن اگر مجرم عادی ہو، یا جرم۔غیر موجب حد۔غیر معمولی ہو تو تعزیر کی سزا حد کی سزا سے بڑھ بھی سکتی ہے، بلکہ علماء سے یہ صراحت منقول ہے کہ تعزیرًا قتل بھی کیا جاسکتا ہے۔عہد فاروقی میں ایک شخص نے جس کا نام معن بن زائدہ تھا بیت المال کی جعلی مہر بنوائی تھی، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کو جو تعزیرًا سزا دی تھی وہ بظاہر حد سے زیادہ تھی

(المغنی ۸/ ۳۲۵ نقلًا عن قاموس الفقہ ۲/ ۴۷۸)۔

نیز ایک حدیث میں ہے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ اگر نشہ آور مشروب ترک نہ کریں تو ان سے قتال کرو (ابوداؤد شریف ص: ۵۱۸)۔

بذل المجہود کی ذیل کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ تعزیرًا مجرم کو موت کی سزا دی جاسکتی ہے،

وكتب مولانا محمد يحى المرحوم تقرير شيخه رضى الله عنه: قاتلوهم لا لحرمته القطعية بل للتعزير على بغاوة الإمام (بذل المجهود ۴/ ۲۳۰)۔

۶-نشہ کے عادی اور نشہ آور اشیاء کو فروغ دینے والے کو موت کی سزا حدیث کی روشنی میں:

جی ہاں! ذیل کی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ اگر کوئی نشہ کے استعمال پر، یا اس کے بنانے پر مصر ہو، تو اس کو موت کی سزا دی جاسکتی ہے۔

عن ديلم الحميرى قال سئلت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت يا رسول الله! انا بأرض باردة نعالج فيها عملًا شديدًا، وإنا نتخذ شرابا من هذا القمح نتقوى به على أعمالنا وعلى برد بلادنا. قال: هل يسكر؟ قلت: نعم قال: فاجتنبوه، فقلت: إن الناس غير تاركيه قال: فإن لم يتركوه فقاتلوهم (ابوداؤد ۵۱۸)۔

حضرت دیلم الحمیری سے مروی ہے کہ انھوں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ ہم سرد علاقے میں رہتے ہیں اور محنت کا کام کرتے ہیں، سرد موسم سے مقابلہ کے لئے اور کام کی قوت بہم حاصل کرنے کے لئے ہم گیہوں کا ایک مشروب بناتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا کہ وہ مشروب موجب نشہ ہوتا ہے، تو میں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تب تم بچو۔ میں نے کہا: حضور! لوگ اس کو بنانا اور پینا نہیں چھوڑیں گے، آپ نے فرمایا ایسی نشہ آور مشروب کو لوگ بنانا اور پینا نہ چھوڑیں، تو ان سے قتال کرو۔

بذل المجہود میں ہے:

"لان شربهم بلغ حد السكر وهو حرام بالاتفاق، فإذا لم يتركوا شرب السكر يستحقون القتال" (بذل المجهود ۴/ ۲۳۳)۔

۷-نشے کی عادت سے نجات حاصل کرنا لازم:

نشے کی عادت سے نجات حاصل کرنے کے لئے ہر جائز، ممکن، مفید صورت وتدبیر اختیار کرنا، کروانا لازم ہے تا کہ نشے کا عادی آدمی ذہنی وجسمانی، جانی ومالی، دنیاوی واخروی نقصانات اور تباہیوں سے خود کو بچاسکے، واضح رہے کہ نشے کی لت ایک مرض ہے، اور مرض کا علاج نہ یہ کہ شریعت

مطہرہ میں صرف مشروع ہے بلکہ اس کی شدید تاکید آئی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان اللہ أنزل لکم الداء والدواء، ولکل داء دواء، فتداووا۔

(ابوداؤد شریف ۵۴۰)۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے بیماری اور دوا دونوں کو دنیا میں بھیجا ہے، ہر بیماری کی دوا ہے، لہٰذا تم علاج کراؤ۔

۸- نشہ آور اشیاء سے علاج

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "لا تداؤوا بالحرام" (ابوداؤد شریف ۵۴۰)۔ حرام چیزوں سے علاج مت کراؤ۔

اسی حدیث کے پیش نظر حضرات علمائے کرام نے عام حالات میں جب کہ علاج ومعالجے کے جائز ذرائع موجود ہوں، حرام چیزوں سے علاج کو ممنوع قرار دیا ہے، ہاں اگر۔ بقول طبیب حاذق۔ علاج کا حلال ذریعہ نہ ہو اور تداوی بالحرام میں شفاء یقینی ہو، تو علماء نے رخصت دی ہے۔ لیکن نشہ سے چھٹکارے کے لئے جائز الاستعمال اشیاء اور جائز تدابیر موجود ہیں، اس لئے نشہ آور جیسی حرام چیز سے علاج کی گنجائش ہونی چاہئے۔

یجوز للعلیل شرب البول والدم وأکل المیتة للتداوی إذا أخبرہ طبیب مسلم أن شفائہ فیہ ولم یجد المباح مایقوم مقامہ (شامی زکریا ۱/ ۳۶۵)۔

☆☆☆

نشہ آور اشیاء

مولانا یٰسین پالنپوری[1]

۱- شریعت نے نشہ پائے جانے کی بنیاد پر اس شئ کو حرام قرار دیا ہے جس کے استعمال سے نشہ وسکر پیدا ہو خواہ سیال ہو یا جامد خواہ شراب ہو یا نباتات کی شکل میں کوئی اور چیز ''شامی'' میں ہے:

الخمر قليلها وكثيرها بالاجماع حرام ويحرم اكل البنج والحشيشة والافيون لانه مفسد للعقل

نیز مشکوٰۃ شریف میں ہے: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كل مسكر ومفتر نيز اما الجامدات فلا يحرم منها الا الكثير المسكر ولا يلزم من حرمته نجاسته۔

ہاں البتہ اتنا فرق ہے کہ شراب کا استعمال کسی بھی طرح جائز نہیں ہے نہ داخلی طور پر نہ خارجی طور پر، لیکن اگر کوئی ایسا مہلک خطرناک مرض لاحق ہو کہ مسلم تجربہ کار ماہر ڈاکٹر یہ فیصلہ کردے کہ اب اس کے حق میں سوائے شراب کے اور کوئی دوا نافع نہیں ہے اور اس کی شفا اسی میں منحصر ہے تو ہلاکت سے بچانے کیلئے شراب دینا جائز ہوگا (علاج ومعالجہ کے شرعی احکام ص: ۷۷) اور ہر ایسی نشہ آور چیز جو سیال نہ ہو بلکہ جامد ہو جیسے افیون چرس بھنگ وغیرہ بقدر ضرورت بطور دوا استعمال کر سکتے ہیں بشرطیکہ اتنی مقدار ہو کہ نشہ نہ آسکے أما الجامدات فلا يحرم منها إلا الكثير المسكر نیز ''امداد الفتاویٰ'' میں ہے: دوا میں اگر افیون، بھنگ، جائفل بغرض علاج اگر اتنی مقدار رکھی گئی کہ اس سے نشہ پیدا نہیں ہوتا تو ایسی دوا کا استعمال ہر حالت میں جائز ہوگا اور اگر زیادہ مقدار رکھی گئی جس سے نشہ کا امکان ہے تو پھر اس کا استعمال جائز نہ ہوگا (۴/۷/۳۰۷)۔

۲- ''احسن الفتاویٰ'' میں ہے کہ زمان سابق میں افیون تداوی میں بکثرت استعمال نہیں ہوتی تھی بلکہ عموماً تلہی کے طور پر استعمال کی جاتی تھی، اس لئے بعض فقہاء نے اس کی بیع کو مکروہ تحریمی فرمایا ہے:

وصح بيع الخمر ... لكن الفتوى ... ثم ان البيع وان صح لكنه يكره (رد المحتار ۱۰/ ۳۲. كتاب الاشربه)

مگر آج کل افیون دواء کے طور پر کثرت سے استعمال ہونے لگی ہے اور علاج میں بڑی شہرت حاصل کر چکی ہے بلکہ ضرورت شدیدہ کی حد تک پہنچ چکی ہے، لہٰذا اس کی بیع بلا کراہت جائز ہے، البتہ جس شخص کے بارے میں ظن غالب ہو کہ وہ تلہی کے طور پر استعمال کرے گا تو اس کے ہاتھ بیچنا مکروہ تحریمی ہے (۶/ ۴۹۴)

نیز ''فتاویٰ محمودیہ'' میں ہے: افیون وغیرہ کی تجارت منع ومکروہ ہے۔ ''حاشیہ'' میں ہے: یہ اس صورت میں منع ہے کہ حکومت کی طرف سے افیون کی خرید وفروخت پر پابندی ہو اور افیون فروخت کرنے والے کو یہ معلوم ہو کہ خریدار افیون سے ہیروئن بنائے گا، البتہ اگر فروخت کنندہ کو کچھ معلوم نہ ہو کہ خریدار کیا بنائے گا یا یہ معلوم ہو کہ خریدار افیون کو ادویات میں استعمال کرے گا تو ان صورتوں میں افیون کی خرید وفروخت جائز ہے۔

۴- بھنگ اور افیم جیسی اشیاء سے جو منشیات ومسکرات تیار کی جارہی ہیں مثلاً ہیروئن وغیرہ ان کو تیار کرنا اور خرید وفروخت کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس میں تعاون علی المعصیت ہے جس کی نہی اس آیت میں وارد ہے: ولا تعاونوا على الاثم والعدوان اور اعانت علی المعصیت کو فقہاء نے یہاں تک ممنوع قرار دیا ہے کہ اگر مسلمان بیٹے کا باپ کافر ہے تو بیٹے کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ کافر باپ کو شراب پلائے یا اس کو وہ

---

[1] مدرس جامعہ قاسمیہ، رتن پور

پیالی اٹھا کر دے جس میں وہ شراب پئے گا اس لئے کہ یہ اعانت علی المعصیت ہوگی۔

کما فی التکملہ ''ولا یسقی اباہ الکافر خمرا ولا یناولہ القدح ویاخذ منہ ولا یذھب بہ الی البیعہ ویردہ منھا ویوقد تحت قدرہ إذا لم یکن میتۃ'' (تکلمہ بحر ۲۱۰/۷)۔

۵- تیز نشہ آور اشیاء کی تیاری اور کاروبار وغیرہ پر حاکم کیلئے تعزیرًا موت کی سزا دینے کی گنجائش ہوسکتی ہے ''مشکوۃ شریف'' میں ہے

عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من شرب الخمر فاجلدوہ فان عاد فی الرابعۃ فاقتلوہ ص: ۲۱۵

نیز ''شامی'' میں ہے: من حد او عزر فھلک فدمہ ھدر) ای عندنا ومالک واحمد خلاف للشافعی لان الامام مامور بالحد والتعزیر وفعل المامور لایتقید بشرط السلامۃ

اس عبارت سے بھی سمجھ میں آتا ہے کہ حاکم کیلئے تعزیرًا موت کی سزا دینے کی گنجائش ہے نیز ''احسن الفتاوی'' میں ہے: ایک مسئلہ کے جواب میں لکھا ہے کہ تعزیر سے اگر مجرم مرجائے تو حاکم کے سوائے دوسروں پر مواخذہ ہے اس سے بھی سمجھ میں آتا ہے کہ حاکم کیلئے تعزیرًا موت کی سزا دینے کی گنجائش ہے۔

۶- شراب اور نشہ آور اشیاء کا استعمال نشہ آور چیز کو پھیلانے اور دنگا فساد مچانے کے لئے ہو تو اس صورت میں بھی حاکم کو موت کی سزا تعزیرًا دینے کی گنجائش ہے، لیکن اگر دوا کیلئے استعمال یا کاروبار کرتا ہو تو موت کی سزا دینے کی گنجائش نہیں ہے، اس لئے کہ فقہاء نے تداوی اور علاج کے طور پر نشہ آور اشیاء کے استعمال کی گنجائش دی ہے جیسا کہ ''فتاوی محمودیہ'' میں ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی مہلک بیماری میں مبتلا ہو کہ مسلم ماہر تجربہ کار ڈاکٹر یہ فیصلہ کردے کہ اب اس کے حق میں سوائے شراب کے اور کوئی دوا نافع نہیں ہے تو ہلاکت سے بچانے کیلئے شراب پلانے کی گنجائش ہے نیز اسی طرح بھنگ افیون وغیرہ اشیاء بھی بقدر ضرورت بطور دوا استعمال کرسکتے ہیں (امداد الفتاوی ۳۰۷/۴) پس خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بطور دوا استعمال کی جاتی ہے تو فروغ دینے والے کو موت کی سزا دینے کی گنجائش نہیں ہے بلکہ جائز نہیں ہے۔

۷- جائز ہی نہیں بلکہ مناسب اور بہتر ہے کیونکہ نشہ آور شخص دنگا فساد مچاتا ہے اور دوسروں کے مال ضائع کرتا ہے نیز ایسا شخص نفس کے تقاضوں میں گھستا چلا جاتا ہے کیونکہ نشہ سے وہ عقل ہی ناکارہ ہوجاتی ہے جو نیکیوں کی بنیاد ہے نیز کئی طلاقیں اسی نشے کی بنیاد پر وجود میں آتی ہے اور اپنے ساتھ ہزاروں کی موت کا ذریعہ بن جاتا ہے الغرض ان کیلئے ایسی تدبیریں کرنا جن کے ذریعہ ان کی اس عادت کو چھڑایا جائے بہت اچھا ہے۔

۸- ''امداد الفتاوی'' میں ہے: اگر کوئی شخص افیون بھنگ کا عادی تھا اب ندامت ہوئی اور اسے چھوڑنا چاہتا ہے مگر چھوڑنے پر غیر معمولی کلفت اور مرض کا اندیشہ ہے بلکہ خود ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ چھوڑنے پر کوئی بھی بیماری لاحق ہوسکتی ہے تو ایسے شخص کیلئے بطور دوا (نہ کہ بطور عادت) استعمال کرنے کی گنجائش ہے اس طور پر کہ معمولی مقدار میں کم کرتا جائے یہاں تک کہ چھوڑنا آسان ہوجائے ہاں اگر مجبوری کی بنا پر پیتا رہا چھوڑنے کی تدبیر نہیں کی تو گنہگار ہوگا (۳۰۶/۴)۔

☆☆☆

نشہ آور اشیاء کے استعمال کا شرعی حکم

مولانا عبداللہ کاوی والا[1]

جواب ۱: شریعت اسلامیہ نے نشہ پائے جانے کی بنیاد پر ہر اس شئ کو حرام قرار دیا ہے، جس کے استعمال سے نشہ وسکر پیدا ہو خواہ وہ سیال ومشروب ہو، جس کو پانی کی طرح پیا جائے، یا کسی چیز میں لگا کر اور مل کر اس کو استعمال کریں، یا کھانے کی صورت میں استعمال ہو، یا نشہ پیدا کرنے والی شئ جامد ہو یا نباتات کی شکل میں ہو، یا کسی دوسری شکل وصورت میں ہو حرام ہے۔

جامد مسکرات جیسے افیون وغیرہ کی اتنی مقدار جو بالفعل نشہ کرے، یا اس میں ضرر شدید ہو حرام ہے، ہاں اگر مقدار نشہ سے کم ہو تو دوائی استعمال کرنا جائز ہے۔

حد شرب: انگور کی کچی شراب پر مطلقاً حد ہے، خواہ مسکر ہو یا نہ ہو، اس کے سوا (انگور کی کچی شراب کے سوا) دوسری مسکرات میں مقدار مسکر میں حد ہے، عدم مسکر قلیل مقدار پر حد نہیں ہے، جامد مسکرات میں مقدار مسکر پر بھی حد نہیں، تعزیر ضرور ہے۔

مسکرات کی کئی قسمیں ہیں: (۱) سیال (۲) انگور کی پختہ شراب (۳) رطب کی شراب (۴) زبیب کی شراب۔ ان تمام کا ایک قطرہ بھی حرام ہے، اگر چہ ان سے نشہ نہ آتا ہو ان کی حرمت منصوص ہے، ان تمام کا دواء کے طور پر استعمال چاہے کھانے کی صورت میں ہو، خارجاً لگانے اور ملنے کی صورت میں ہو، چاہے وہ تمام شرابیں اپنی اصلی حالت میں ہوں یا کسی قسم کے تصرف سے دوسری ہیئت میں ہو جائیں بہر صورت ممنوع رہیں گے۔

جواب ۲: آج کل نشہ آور اشیاء کے استعمال اور اس سے استفادہ کی ایک شکل انجکشن وغیرہ کی بھی ہے، اس طرح کی شکلوں کے ذریعہ نشہ آور اشیاء کا جسم کے اندر پہونچانے سے نشہ ثابت نہ بھی ہوتا ہو مگر وہ شرابیں انگور کی کچی شراب، پختہ شراب، رطب کی شراب، زبیب کی شراب ہو تو حرام رہے گی، ان کے علاوہ شراب اگر نشہ پیدا کریں تو حرمت رہے گی، ورنہ طبی اعتبار سے مضر ہونے کی صورت میں لاضرر ولاضرار فی الاسلام، اور ولاتلقوا بأیدیکم إلی التهلكة کے پیش نظر ممنوع قرار دی جائے گی اور اس پر حد نہیں تعزیر کی جائے گی۔

جواب (۶): شراب ونشہ آور اشیاء کے استعمال یا کاروبار پر جبکہ کوئی آدمی اس کے فروغ کا ذریعہ بن رہا ہو تو اس کو جواب نمبر ۵ کے مطابق دائمی جیل خانہ میں ڈالا جا سکتا ہے، البتہ اس کو موت کی سزا نہیں دی جا سکتی ہے، ہاں اگر اس کو حلال سمجھے، حلال سمجھنے والے کو قتل کر سکتے ہیں، کیونکہ حلال سمجھنے والا کافر ہو جاتا ہے، فتاوی نسفی میں ہے: بھنگ حرام ہے، اور بھنگ پینے والے کی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور جو اس کو حلال ہونے کا اعتقاد رکھے گا اسے قتل کر دیا جائے گا، اور پینے والے کو ایسے ہی حد لگائی جائے گی جیسے شراب پینے والے کو حد لگائی جاتی ہے، سنن ابی داؤد میں ہے: دیلم حمیری روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا ہم انتہائی ٹھنڈے علاقہ میں رہتے ہیں اور وہاں مشکل اور سخت کاروبار کرتے ہیں، ہم وہاں اس گندم سے شراب بناتے ہیں تاکہ ہم کاروبار کے لئے طاقتور ہو جائیں، اور اپنے علاقہ کی سردی سے محفوظ رہ سکیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا کہ کیا یہ نشہ دیتی ہے، میں نے عرض کیا جی ہاں! تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے اجتناب کرو، میں نے عرض کیا لوگ اسے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے تو یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ اسے نہ چھوڑیں تو ان کے ساتھ قتال کرو (ابوداؤد ۲/ ۱۶۲)، (تفسیر مظہری ۱/ ۳۸۸، ۱/ ۳۹۰)۔

---

[1] استاذ دار العلوم کنتھاریہ، گجرات

جواب (۷): اس قسم کے نشہ کے عادی مریض کو اپنے مرض و بری عادت سے چھڑانے کے لئے ہر ممکن جائز تدابیر اختیار کر کے بری عادت و مرض سے بچانا ضروری ہے تاکہ ہلاکت سے حفاظت ہو سکے۔

جواب (۸): حتی الامکان جائز علاج کے ذریعہ ان کی عادت دور کی جائے اگر جائز علاج نہ ہو تو نشہ آور اشیاء کا استعمال کر کے بتدریج ان کی عادت کو کم کر کے نفی و مکمل پرہیز تک لایا جاسکتا ہے، شرعاً اس کی گنجائش ہے۔

☆☆☆

تمت

بعون اللہ تعالیٰ وبتوفیقہ